سنن ابی داود
کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج
الجزء الخامس
الدر المنضود
علی
سنن أبي داود
کتاب النکاح تا
کتاب الجہاد
(آخر باب فی التولّی یوم الزحف)
افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی
حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور
تلمیذ رشید
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

سنن ابی داؤد کی جامع اور مکمل شرح مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الدُّرُّ المنضود

علی

سُنَنِ أَبي داود

کتاب النکاح تا کتاب الجہاد (آخر باب فی التولّی یوم الزحف)

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ

صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد کراچی ۵ فون: 021-34935493

مؤلف دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح اغلاط اور اضافات کے ساتھ،
احادیث کے مکمل متن، ترجمہ اور تخریج کے ساتھ منفرد ایڈیشن

نام کتاب : الدر المنضود علی سنن أبي داؤد ﴿الجزء الخامس﴾

افادات درسیہ : حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ترجمہ : مولانا محمد زکریا مدنی مدظلہ (استاذ معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)

تخریج و ترتیب جدید : اراکین الخبیب اکیڈمی
معراج منزل علامہ بنوری ٹاؤن،
کراچی۔ 0321 - 235 7 200

ناشر : مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد کراچی ۵

اشاعت طبع جدید : ربیع الاول ۱۴۳۸ھ دسمبر 2016ء

فہرست مضامین

مفتی محمد جمال الدین رضا خانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ النِّکَاح

نکاح کے احکام ومسائل کا بیان

مباحث اربعہ علمیہ مفیدہ: کتاب کے شروع میں چند اہم امور قابل ذکر ہیں: ① ترتیب الکتب، ② نکاح کے لغوی واصطلاحی معنی، ③ نکاح کے حکم شرعی میں مذاہب ائمہ، ④ نکاح کے فوائد ومصالح۔

البحث الأول (ترتیب الکتب): کتاب الحج کے شروع میں گزر چکا ہے کہ اکثر محدثین صوم کو حج پر مقدم کرتے ہیں اور بعض اسکے برعکس حج کو صوم پر مقدم کرتے ہیں۔ مصنف بھی انہی میں سے ہیں، لیکن مصنف نے صوم کو حج کے بعد بھی متصلاً نہیں ذکر کیا بلکہ صوم سے قبل نکاح کو ذکر فرمایا، سنن ابوداود کے اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے، البتہ خطابیؒ کے نسخے میں صوم نکاح سے پہلے ہے جیسا کہ ہونا بھی چاہیئے۔ جن نسخوں میں نکاح صوم سے پہلے ہے اس خلاف قیاس ترتیب کے لئے کوئی نکتہ ہونا چاہیئے۔

ممکن ہے وہ نکتہ یہ ہو کہ مصنف نے اس سے اشارہ فرمایا اس طرف کہ نکاح کا شمار بھی عبادات میں ہے اور یہ کہ وہ عام معاملات ومباحات کے قبیل سے نہیں ہے، جیسا کہ اکثر علماء کی رائے بھی یہی ہے بخلاف حضرت امام شافعیؒ کے کہ انہوں نے نکاح کو مباحات اور معاملات کے قبیل سے قرار دیا ہے اور ایک نکتہ اس میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حدیث شریف میں بعض لوگوں کے حق میں صوم کو نکاح کا بدل قرار دیا گیا ہے، پس اسی مناسبت سے مصنف نے صوم کو نکاح کے بعد ذکر فرمایا۔

اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ عبادات میں اسلام کے ارکان اربعہ کے بعد دو اور واضح اور جلی سرخیاں باقی رہ جاتی ہیں: ① ایک جہاد، ② دوسری نکاح، ہونا یہی چاہیئے کہ ان ارکان اربعہ کے بعد معاملات سے قبل ان دو کو ذکر کیا جائے، چنانچہ امام ابوداودؒ اور امام نسائیؒ نے ایسا ہی کیا لیکن مصنفؒ نے اول نکاح اور پھر جہاد کو اور امام نسائیؒ نے اول جہاد ثم النکاح ذکر فرمایا اور صحیح مسلم وسنن ترمذی اور موطأ محمد میں کتاب النکاح تو حج کے بعد متصلاً مذکور ہے لیکن کتاب الجہاد ان کتابوں میں بیوع اور حدود کے بعد ہے، الحاصل اکثر مصنفین صحاح نے کتاب النکاح کو عبادات کے بعد متصلاً معاملات سے قبل ذکر فرمایا، لیکن حضرت امام بخاریؒ نے ان سب حضرات کے خلاف کتاب النکاح کو بیوع وغیرہ معاملات بلکہ مغازی وتفسیر سے بھی مؤخر فرمایا۔

اس میں عام طور سے فقہاء کرام نے بھی وہی ترتیب اختیار فرمائی جو اکثر محدثین نے اختیار کی البتہ فقہاء شافعیہ نے امام بخاریؒ کی طرح نکاح کو بیوع وغیرہ سے مؤخر کیا ہے، اس اختلاف فی الترتیب کا دراصل منشأ یہ ہے کہ عند الاکثر نکاح اقرب الی

العبادات اور معاملات سے افضل ہے بخلاف اکثر شافعیہ کے کہ وہ نکاح کو مثل بیع کے معاملات میں سے قرار دیتے ہیں، کما سیأتي في البحث الثالث۔

البحث الثاني (لغوی واصطلاحی معنی): امام نوویؒ فرماتے ہیں: النكاح في[1] اللغة الضم اور پھر آگے فرماتے ہیں کہ اس کا اطلاق عقد اور وطی پر بھی آتا ہے (پھر آگے فرماتے ہیں) اور ازہری کہتے ہیں: اصل معنی اس کے وطی کے ہیں[2] اور عقد یعنی تزوج کو جو نکاح کہتے ہیں وہ اسی لئے کہ نکاح سبب وطی ہے اور ابو القاسم زجاجی کہتے ہیں: النكاح في كلام العرب الوطء والعقد جميعاً، یعنی یہ لفظ دونوں معنی میں مشترک ہے لہذا دونوں معنی حقیقی ہوئے[3]، حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے بعض اہل لغت سے نقل کیا ہے کہ دراصل نکح[4] (نون کے ضمہ اور کاف کے سکون کیساتھ) کہتے ہیں فرج (شرمگاہ) کو پھر اس کا استعمال وطی کے معنی میں ہونے لگا۔

اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ نکاح کی حقیقت شرعیہ میں حنفیہ وشافعیہ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں: اسکے معنی حقیقی وطی کے ہیں اور عقد اسکے معنی مجازی ہیں اور شافعیہ کے نزدیک مسئلہ اس کے برعکس ہے، لہذا عند الاحناف قرآن وحدیث میں جس جگہ لفظ نکاح مجرد عن القرائن استعمال ہوگا وہاں اس سے مراد وطی ہوگی اور شافعیہ کے نزدیک وہاں عقد مراد ہوگا۔

زنا سے حرمت مصاہرت کا ثبوت: اس اختلاف پر ایک اہم مسئلہ بھی متفرع ہو رہا ہے جس کو حنفیہ اور شافعیہ دونوں ہی نے یہاں ذکر کیا ہے وہ یہ کہ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ[5] میں چونکہ حنفیہ کے نزدیک نکاح سے وطی مراد ہے عقد مراد نہیں، لہذا وطی اپنے عموم کے پیش نظر حلال وحرام دونوں کو شامل ہونیکی وجہ سے مزنية الاب اس میں داخل ہو جائیگی، لہذا جس طرح ابن کیلئے منکوحۃ الاب حرام ہے اسی طرح مزنیۃ الاب بھی حرام ہوگی، بخلاف شافعیہ کے ان کے نزدیک حرام نہ ہوگی۔

چنانچہ مسئلہ مشہور ہے کہ حنفیہ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور شافعیہ کے نزدیک نہیں ہوتی۔ یہ

---

[1] كما في قوله ضممت إلى صدري معطر صدرها... كما نكحت أم العلاء صبيها (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ۸ ص ۲)

[2] ومنه قول الفرزدق: ع

إذا سقى الله قوماً صوب غادية ... فلا سقى الله أرض الكوفة المطرا

(جب اللہ تعالیٰ سیراب کرے کسی قوم کو صبح کے بادل کی بارش سے، پس نہ کرے سیراب ارض کوفہ کو)

التاركين على طهر نساءهم ... والناكحين بشطي دجلة البقرا

(وہ اہل کوفہ جو کہ اپنی بیویوں کو باوجود ان کے طہر کے چھوڑ کر دجلہ کے کناروں پر وطی بہائم کرتے ہیں)

(إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ۸ ص ۲)

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۹ ص ۱۷۱

[4] اور علامہ عینیؒ نے "محکم" سے نکاح اور نکح دونوں کے یہی معنی لکھے ہیں، ۱۲۔

[5] اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ (سورۃ النساء ۲۲)

گفتگو تو تھی نکاح کی حقیقت شرعیہ پر اور اس کے اصطلاحی معنیٰ عرف فقہاء میں یہ ہیں: ھو عقد یفید ملك المتعة قصداً [1]۔ یعنی نکاح اس خاص عقد کا نام ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ مرد کیلئے عورت کی فرج اور جملہ اعضاء سے تمتع کا جواز حاصل ہو جائے بالقصد نہ کہ تبعاً۔ اس آخری قید سے شراء الامۃ خارج ہو گیا اس لئے کہ اگرچہ وہاں بھی بعینہ یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے لیکن تبعاً کیونکہ اصل مقصود تو وہاں ملک رقبہ کا حصول ہے، پھر اسی کے ضمن میں ملک متعہ بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

البحث الثالث (نکاح کے حکم شرعی میں مذاہب ائمہ): حکم نکاح میں تین مذاہب ہیں: ظاہریہ، ائمہ ثلاثہ، شافعیہ۔ ① ظاہریہ کے نزدیک نکاح فرض عین ہے عند القدرۃ علی الوطی والمھر والنفقۃ. ② ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے فی حال الاعتدال، وواجب فی حال التوقان ای شدۃ الاحتیاج والاشتیاق ان خاف علی نفسہ الزنا۔ ③ امام شافعیؒ کے نزدیک فی حال الاعتدال مباح ہے اور عند التوقان مندوب ہے، اسی لئے ان کے نزدیک پہلی صورت میں تخلی للنوافل اولی ہے اشتغال بالنکاح سے، لیکن واضح رہے کہ فقہاء احناف وغیر احناف سب نے اس بات کی تصریح کی ہے: خوف جور کی صورت میں نکاح کرنا مکروہ اور تیقن جور کی صورت میں حرام ہے۔ جور یعنی حقوق زوجیۃ کا ضیاع وھذا اجمال المذاھب [2]، حکم نکاح میں راجح اور مشہور قول ہمارے یہاں یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہے یأثم بترکه کما فی الدر المختار وغیرہ، علامہ شامیؒ نے اس میں اور بھی اقوال لکھے ہیں: فرض کفایہ، واجب علی الکفایہ، واجب لعینہ، قال الشامی: ھو افضل من الاشتغال بتعلم وتعلیم وافضل من التخلی للنوافل اھ۔

اس سلسلہ میں شافعیہ کی ایک دلیل باری تعالیٰ کا یہ قول: وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا [3] بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار ج ٤ ص ٥٩ - ٦٢

[2] **مذاہب ائمہ کی تفصیل:** حنفیہ کا مسلک یہ ہے نکاح اعتدال کی حالت میں جب کہ خوف زنا نہ ہو سنت مؤکدہ ہے بشرطیکہ اداء مہر ونفقہ وغیرہ پر قدرت ہو، اور اسکو خوف زنا ہو تو واجب ہے اور تیقن زنا کی صورت میں فرض ہے بالشرط المذکور، (رد المحتار علی الدر المختار ج ٤ ص ٦٢ - ٦٥) امام نوویؒ (ج ٩ ص ١٧٣) نے شافعیہ کے مسلک کی یہ تفصیل لکھی ہے کہ اس میں چار قسم کے آدمی ہیں: ① تائق واجد، یعنی جس کو نکاح کی شدید حاجت ہو غلبۂ شہوت کی وجہ سے، اور وہ مؤن نکاح (مہر اور نفقہ وغیرہ) پر قادر ہو ② غیر تائق غیر واجد دونوں چیز نہ ہو ③ تائق غیر واجد توقان کی کیفیت ہے لیکن وسعت نہیں ④ واجد غیر تائق وسعت تو ہے لیکن غلبہ شہوت نہیں، قسم اول کیلئے نکاح مستحب ہے، قسم ثانی کیلئے مکروہ ہے، ثالث کیلئے بھی مکروہ ہے لیکن یہ شخص مامور بالصوم ہے، قسم رابع کیلئے اکثر شافعیہ کے نزدیک نکاح کا ترک اولیٰ ہے اور تخلی للعبادۃ افضل ہے، اور بعض کے نزدیک نکاح اولیٰ ہے اھ، امام نوویؒ نے تو یہی لکھا ہے کہ نکاح کا وجوب کسی کے حق میں نہیں ہے، لیکن شرح الإقناع (ج ٣ ص ٢٨٠) میں تائق واجد کے حق میں ایک روایت یہ لکھی ہے کہ اگر اسکو خوف زنا ہو اور تسری وغیرہ پر بھی وہ قادر نہ ہو تو پھر اس پر نکاح واجب ہے اور نیل المآرب (فی فقہ الحنابلہ) میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ غیر ذی شہوۃ کے حق میں مباح ہے، اور ذی شہوۃ اگر ایسا ہے کہ اسکو خوف زنا ہے تو اس پر نکاح واجب ہے اگرچہ فقیر ہو اور اگر خوف زنا نہ ہو تو پھر سنت ہے اھ، اور دردیر مالکی نے شرح کبیر میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص راغب نکاح ہو اور اسکو زنا کا اندیشہ ہو اسکے حق میں نکاح واجب ہے، والا فمندوب اور غیر راغب کے حق میں مکروہ یا مباح ہے، اھ۔

[3] اور سردار ہو گا اور عورت کے پاس نہ جائیگا (سورۃ آل عمران ٣٩)

کی مدح فرمائی ہے ترک وطی پر، جمہور کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ انکی شریعت میں ایسا ہی ہو، ہماری شریعت میں تو نکاح کی ترغیب اور اس کا امر وارد ہے آیات واحادیث میں۔

صحیحین کی حدیث طویل میں ہے: ولكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي [1]. امام ترمذیؒ نے کتاب النکاح کے شروع میں یہ حدیث مرفوع ذکر کی ہے جس کے راوی ابو ایوب انصاریؓ ہیں: أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ، وقال: حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ اھ [2]، اور بعض دوسری احادیث خود کتاب میں آرہی ہیں۔

البحث الرابع (نکاح کے فوائد ومصالح): نکاح کے فوائد وفضائل بہت ہیں سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ نکاح نہ صرف سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) بلکہ جملہ انبیاء والمرسلین کی سنت اور ان کا طریق ہے۔ قال اللہ سبحانہ وتعالی: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً [3]۔ التعلیق الصبیح میں احیاء العلوم سے نقل کیا ہے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالی شانہ نے اپنی کتاب میں صرف انہی انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے جو متأھل اور متزوج تھے، حتی کی یحییٰ علیہ السلام نے بھی اگرچہ مجامعت نہیں فرمائی لیکن نکاح کیا تھا نیل فضل اور اقامت سنت کیلئے اور کہا گیا ہے کہ غض بصر کیلئے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی جب نزول فرمائیں گے تو اس وقت نکاح کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی، اھ [4]۔

امام ترمذیؒ نے کتاب النکاح کے شروع میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ، وقال حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔

اور فوائد کے ذیل میں یہاں چند فائدے کتب حدیث اور فقہ سے لکھے جاتے ہیں:

① تحصین فرجه وفرج زوجته اپنی اور اپنی بیوی دونوں کی شرمگاہ کی حفاظت، عفت وپاکدامنی کا حصول فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ [5]۔

وفی المشکوۃ: عَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّينِ، فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي» [6]، امام غزالیؒ فرماتے ہیں: عام طور سے آدمی کے دین کو خراب کرنیوالی دو چیزیں

---

① صحیح البخاری - کتاب النکاح - باب الترغیب فی النکاح ٤٧٧٦، وصحیح مسلم - کتاب النکاح - باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه ١٤٠١

② جامع الترمذی - کتاب النکاح - باب ما جاء فی فضل التزویج، والحث علیه ١٠٨٠

③ اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں ان کو جوروئیں اور اولاد (سورۃ الرعد ٣٨)

④ التعلیق الصبیح - ج ٤ ص ٢، إحیاء علوم الدین للغزالي - ج ٢ ص ٢١ - ٢٢

⑤ صحیح مسلم - کتاب النکاح - باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه ١٤٠٠

⑥ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح - ج ٦ ص ٢٤٩ - ٢٥٠

ہوتی ہیں ایک فرج دوسرے بطن، نکاح ان دو میں سے ایک سے کفایت کرتا ہے، اسلئے اس کو نصف دین کہا گیا ہے، اھ [1]۔

② قضاء الوطر بنیل اللذة والتمتع بالنعمة. حاجت طبعیہ کو پورا کرنا حصول لذت کے ساتھ، اور شہوت و عورت جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں ان سے جائز اور مناسب طریقہ سے متمتع ہونا، علماء نے لکھا ہے کہ منافع نکاح میں سے یہی ایک منفعت ایسی ہے جو جنت میں بھی پائی جائیگی اسلئے کہ جنت میں گو نکاح ہوگا لیکن توالد وتناسل وہاں نہ ہوگا بلکہ صرف حصول لذت وراحت کیلئے ہوگا، میں کہتا ہوں نکاح کے اس فائدہ کا حصول اول تو محسوس ومشاہد ہے دوسرے احادیث [2] میں بھی اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

③ القيام بمصالح المرأة. عورت کی ضروریات کا تکفل اور ذمہ داری جو ایک بہت بڑی خدمت ہے بلکہ ایک زبردست نظام زندگی ہے اس لئے کہ بیوی کے تکفل کیساتھ اولاد صغار کا بھی تکفل ہے نیز ان کی تعلیم وتربیت اور اس کا نظم ہے بخلاف اولاد زنا کے کہ ان کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ ماں، نہ مربی، نہ معلم۔

④ تحصيل النسل على الوجه الاكمل. یعنی بنی نوع انسان کی تحصیل وبقاء بطریق اکمل حفظ نسب کیساتھ بغیر کسی پر ظلم وستم اور عصمت دری کے بلکہ کمال محبت وانس کیساتھ، قال تعالیٰ: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً [3]۔

⑤ تكثير الإسلام والمسلمين، وتحقيق المباهاة النبي ﷺ. امت مسلمہ کو بڑھا کر نبی کریم ﷺ کیلئے تفاخر علی الامم کا زیادہ سے زیادہ موقعہ فراہم کرنا، تناكحوا، تكاثروا، تناسلوا، فإني مباهٍ بكم الأمم يوم القيامة [4]، وفي رواية: فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ

---

[1] إحياء علوم الدين للغزالي — ج ۲ ص ۲۲

[2] چنانچہ ارشاد ہے فإنه أحصن للفرج، کہ نکاح شرمگاہ کو حرام کاری سے بچاتا ہے، وَبُضْعَةُ أَهْلِهِ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَحَدُنَا يَقْضِي شَهْوَتَهُ وَتَكُونُ لَهُ صَدَقَةٌ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِي غَيْرِ حِلِّهَا (سنن أبي داؤد - كتاب الصلاة - باب صلاة الضحى ۱۲۸۵)، ایسے ہی وہ قصہ جو حدیث شریف کی متعدد کتب میں ہے (صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی) أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً وفي آخره انه ﷺ قال فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ. فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِي مَعَهَا (جامع الترمذي - كتاب الرضاع - باب ما جاء في الرجل يرى المرأة تعجبه ۱۱۵۸)، اسی طرح آیت کریمہ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا، کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وَطَرًا سے مراد جماع ہے، والمراد لم يبق له بها حاجة الجماع وطلقها اھ (روح المعاني في تفسير القرآن — ج ۲۲ ص ۲۵) معلوم ہوا کہ نکاح کا ایک بڑا فائدہ حصول لذت اور حاجت طبعیہ کو جائز وحلال طریقہ پر پورا کرنا بھی ہے۔

[3] اور اسکی نشانیوں سے ہے یہ کہ بنا دیئے تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے کہ چین سے رہو انکے پاس اور رکھا تمہارے بیچ میں پیار اور مہربانی (سورة الروم ۲۱)

[4] عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: تَنَاكَحُوا، تَكْثُرُوا، فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (مصنف عبد الرزاق — كتاب النكاح — باب وجوب النكاح وفضله ۱۰۳۹۱)، قال الحافظ: الأحاديث الواردة في ذلك كثيرة فأما حديث فإني مكاثر بكم فصح من حديث أنس بلفظ تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم يوم القيامة أخرجه ابن حبان وذكره الشافعي بلاغا عن ابن عمر بلفظ تناكحوا تكاثروا فإني أباهي بكم الأمم وللبيهقي من حديث أبي أمامة تزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم ولا تكونوا كرهبانية النصارى وورد فإني مكاثر بكم أيضا من حديث الصنابحي وابن الأعسر ومعقل بن يسار وسهل بن حنيف وحرملة بن النعمان وعائشة وعياض بن غنم ومعاوية بن حيدة وغيرهم. (فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۹ ص ۱۱۱)

الأَمَمَ ❶۔

بہشتی زیور میں کتاب النکاح کے شروع میں لکھا ہے: نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں اور اس میں بہت فائدے اور بے انتہاء مصلحتیں ہیں آدمی گناہ سے بچتا ہے دل ٹھکانے ہو جاتا ہے نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدہ کا فائدہ اور ثواب کا ثواب، کیونکہ میاں بیوی کا پاس بیٹھ کر محبت پیار کی باتیں، ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفل نمازوں سے بھی بہتر ہے، اھ ❷۔

فائدہ: در المختار میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے کوئی عبادت ایسی مشروع نہیں فرمائی جس کا تسلسل آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر قیامت تک اور پھر اس سے آگے جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے صرف یہ دو عبادتیں ایسی ہیں جو اس طرح کی ہیں اھ۔ لیکن اس پر علامہ ❸ شامیؒ نے نقد کیا ہے، اس کو دیکھ لیا جائے۔ الحمد للہ رب العالمین، ابتدائی مباحث پورے ہوئے۔

١۔ بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى النِّكَاحِ

نکاح کی ترغیب دینے کا بیان

٢٠٤٦ ۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: إِنِّي لَأَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ بِمِنًى إِذْ لَقِيَهُ عُثْمَانُ فَاسْتَخْلَاهُ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللهِ، أَنْ لَيْسَتْ لَهُ حَاجَةٌ قَالَ لِي: تَعَالَ يَا عَلْقَمَةُ فَجِئْتُ فَقَالَ لَهُ: عُثْمَانُ أَلَا نُزَوِّجُكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِجَارِيَةٍ بِكْرٍ لَعَلَّهُ يَرْجِعُ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ. فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ. فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ».

ترجمہ علقمہ سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ منیٰ مقام میں چل رہا تھا کہ ان کی حضرت عثمانؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہی، جب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے دیکھا کہ خود ان کو نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو حضرت عثمانؓ کے مشورے پر عمل کرنے کیلئے انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے

---

❶ سنن أبي داود – كتاب النكاح – باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء ٢٠٥٠

❷ بهشتي زيور – نكاح كا بيان – ح٤ ص ١٩٠ (اسلامك بك هاؤس)

❸ نقد اولاً تو اسلئے کہ نکاح کا عبادت ہونا دنیا میں اس حیثیت سے ہے کہ وہ اسلام اور مسلمین کے وجود میں آنے کا سبب ہے نیز سبب عفت ہے اور یہ حیثیت جنت میں نہ ہوگی، ثانیاً اسلئے کہ ذکر اور شکر یہ دو عبادتیں ایسی ہیں جو دنیا اور جنت دونوں میں پائی جائیں گی بلکہ جنت میں دنیا سے بھی زائد ہوں گی، پھر حصر کیسے درست ہوا؟ ١٢ (شامی)۔

علقمہ! آؤ، میں آگیا، اس وقت حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا ہم تمہارا نکاح ایک کنواری سے نہ کریں جو تمہاری گئی ہوئی طاقت اور نشاط واپس لے آئے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آپ جو بات کہہ رہے ہیں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے: جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو (یعنی نان و نفقہ اور مہر اور حقوق زوجیت ادا کر سکے) وہ شخص نکاح کرلے کیوں کہ نکاح نگاہ نیچی رکھنے کا باعث بنتا ہے اور شرم گاہ کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے اور تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت نہ رکھے تو وہ شخص روزے رکھے کیونکہ روزہ اس شخص کیلئے شہوتِ نفسانی کی کمی کا باعث ہوگا۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٠٦) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٧٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٧٩) صحيح مسلم - النكاح (١٤٠٠) جامع الترمذي - النكاح (١٠٨١) سنن النسائي - الصيام (٢٢٣٩) سنن النسائي - الصيام (٢٢٤٠) سنن النسائي - الصيام (٢٢٤١) سنن النسائي - الصيام (٢٢٤٢) سنن النسائي - الصيام (٢٢٤٣) سنن النسائي - النكاح (٣٢٠٧) سنن النسائي - النكاح (٣٢٠٨) سنن النسائي - النكاح (٣٢٠٩) سنن النسائي - النكاح (٣٢١١) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٤٦) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٤٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٧٨/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٣٢/١) سنن الدارمي - النكاح (٢١٦٥) سنن الدارمي - النكاح (٢١٦٦)

مضمون حدیث: یہ کتاب النکاح کا پہلا باب اور پہلی حدیث ہے۔ مضمون حدیث یہ ہے کہ علقمہؒ جو ابن مسعودؓ کے مشہور شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ منیٰ میں جا رہا تھا، راستہ میں حضرت عثمانؓ ملے حضرت عثمانؓ نے ابن مسعودؓ سے تخلیہ طلب کیا اور تخلیہ میں ان کے سامنے نکاح کی بات رکھی۔ شراح نے لکھا ہے کہ بظاہر حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کی ظاہری ہیئت اور خستہ حالی سے یہ اندازہ لگایا کہ شاید ان کی اہلیہ نہیں ہے جو ان کی ہیئت کو سدھارے اسلئے ان سے فرمایا کہ اگر تم کہو تو تمہاری شادی کسی کنواری لڑکی سے کر دیں۔

فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللَّهِ، أَنْ لَيْسَتْ لَهُ حَاجَةٌ: یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو چونکہ نکاح کی حاجت نہیں تھی اور دوسری شادی کرنی نہیں تھی [1] پھر تخلیہ کی حاجت ہی کیا رہی اس لئے انہوں نے علقمہؒ کو آواز دے کر بلالیا کہ آجاؤ۔

یہ جو مضمون حدیث ہم نے لکھا ہے بخاری کی روایت کے سیاق کے مطابق ہے، یہاں سنن أبو داؤد کا سیاق اس سے مختلف ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی بات حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے علقمہؒ کو بلانے کے بعد فرمائی۔ اور صحیح مسلم میں بھی أبو داؤد کی طرح ہے، ہونا اسی طرح چاہیئے جس طرح بخاری روایت میں [2] ہے۔ نبه عليه الحافظ في الفتح وحكاه عنه في بذل المجهود [3]۔

---

[1] فائدہ: الحل المفهم (ج ٢ ص ٨٦) میں جاریۃ بکرا کے تحت لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے گو زوجہ تھی لیکن جوان نہ تھی جن کا نام زینب تھا، اھ، میں کہتا ہوں: ان کی اس اہلیہ کا ذکر ابو داود میں باب احیاء الموات کی ایک روایت میں آیا ہے فلیراجع الیہ، اور ایسے ہی صحیح بخاری میں باب الزکوۃ علی الزوج والأيتام في الحجر کی روایت میں عن زينب امرأة عبد الله (رقم الحديث ١٣٩٧) صراحۃً موجود ہے۔

[2] وهو طريق حفص بن غياث عن الاعمش، واما طريق ابي داود ومسلم فهو جرير عن الاعمش۔

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ١٠٧، و بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٧-٨

شرح الحديث يَرْجِعُ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ الخ: شاید اس سے تمہاری سابق حالت لوٹ آئے اور قوت ونشاط پیدا ہو کر حالت سدھر جائے۔

فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ الخ: حضرت عثمانؓ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے نکاح کی جو مصلحت اور فائدہ بیان فرمایا تھا اس پر عبد اللہ بن مسعودؓ ان سے فرمارہے ہیں کہ نکاح کی جو مصلحت آپ بیان فرمارہے ہیں اس سے کہیں اونچی مصلحت اور فائدہ تو میں نے خود حضور اقدس ﷺ سے سن رکھا ہے (غض بصر وتحصین فرج)۔

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ: بَاءَةٌ میں دوسرا لغت باہ بھی ہے جو اردو[1] میں بھی مستعمل ہے، اسکے اصل معنی تو جماع کے ہیں اور نکاح کے معنی میں بھی مستعمل ہے، حدیث میں کیا مراد ہے اس میں شراح کے دونوں قول ہیں یعنی جماع اور نکاح، لیکن بہر صورت جماع اور نکاح سے ان کے لوازم اور مؤن[2] مراد ہیں (نکاح کے بعد کی ذمہ داریاں نفقہ سکنی وغیرہ) یعنی ان کی استطاعت اور نفس جماع مراد نہیں اس لئے کہ آگے آرہا ہے وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ اسلئے کہ جس میں جماع ہی کی طاقت نہ ہو اسکے لئے اس تدبیر کی حاجت ہی نہیں ہے جو حدیث میں آپ ﷺ نے بیان فرمائی۔

وجاء اور اخصاء میں فرق: فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ: وجاء کے معنی رض الخصیتین لکھے ہیں یعنی خصیتین کو کوٹ دینا، دبا دینا، جس کا حاصل شہوت کا زور کم کرنا ہے نہ کہ استیصال اور بالکلیہ قطع کرنا[3] جیسا کہ إخصاء میں ہوتا ہے۔

فائدہ: یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ روزہ سے تو بسا اوقات آدمی کی شہوت میں مزید حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بات ابتداء میں اور صرف ایک دو روزے رکھنے سے ہوتی ہے، لیکن روزوں کا اگر تسلسل ہو تو پھر اس سے شہوت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے، اسی لئے حدیث میں فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فرمایا گیا ہے کہ ایسا شخص روزوں کا التزام کرے اور فليصم نہیں فرمایا۔

یہ حدیث سنن ابی داود کے علاوہ صحیح بخاری و مسلم اور نسائی میں بھی ہے قاله المنذری۔

---

[1] چنانچہ کہتے ہیں فلاں دواء مقوی باہ ہے۔

[2] جمع مؤنة بمعنی مشقت، ۱۲۔

[3] چنانچہ کسی روایت میں بھی إخصاء کا لفظ جس میں استیصال شہوت ہوتا ہے وارد نہیں، اور ابن حبان کی جس روایت میں إخصاء کا لفظ وارد ہے، اسکو علامہ عینیؒ نے مدرج قرار دیا ہے، چنانچہ وہ آگے لکھتے ہیں: واستدل به الخطابي على جواز المعالجة لقطع شهوة النكاح بالأدوية، وحكاه البغوي في شرح السنة وينبغي أن يحمل على دواء يسكن الشهوة دون ما يقطعها أصالة لأنه قد يقدر بعد فيندم لفوات ذلك في حقه، وقد صرح الشافعية بأنه لا يكسرها بالكافور ونحوه، واستدل به بعض المالكية على تحريم الاستمناء، وقد ذكر أصحابنا الحنفية أنه يباح عند العجز لأجل تسكين الشهوة اه (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ۲۰ ص ۹۷)۔

٢- بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنْ تَزْوِيجِ ذَاتِ الدِّينِ

دیندار عورت سے نکاح کرنے کا بیان [1]

٢٠٤٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُنْكَحُ النِّسَاءُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: ① ان کے مال کی وجہ سے، ② ان کے حسب ونسب اور اونچے خاندان کی وجہ سے، ③ ان کے حسن وجمال وخوبصورتی کی وجہ سے، ④ عورت کی دینداری کی وجہ سے۔ پس تم لوگ دیندار عورت کو ترجیح دو (اگر تم نے دینداری کو ترجیح نہ دی تو) تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٢) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٦٦) سنن النسائي - النكاح (٣٢٣٠) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٤٧) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٨/٢) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٠).

شرح الحديث: یعنی عام طور سے لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ نکاح میں ان چار صفات کا لحاظ رکھتے ہیں: ① اول مال، ② ثانی حسب یعنی عورت کی خاندانی شرافت، ③ تیسرے حسن وجمال ④ اور چوتھے اسکی دینداری، آگے آپ ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ آدمی کو چاہیئے کہ نکاح کے وقت ان صفات اربعہ میں سے صفت دین کو مقدم رکھے، یعنی اگرچہ دوسرے اوصاف بھی فی الجملہ قابل الحاظ ہیں لیکن ترجیح وصف دین کو ہونا چاہیئے، قال تعالی: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ [2]۔

اس حدیث کا تعلق مسئلہ کفاءت سے ہے جس کا باب آگے مستقل آرہا ہے: بَابٌ فِي الْأَكْفَاءِ تفصیل مسئلہ تو وہاں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ، یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث اس سلسلہ میں مالکیہ کا مستدل ہے جن کے نزدیک کفاءت میں صرف دین کا اعتبار ہے دوسرے اوصاف کا نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال المنذري: والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه۔

٣- بَابٌ فِي تَزْوِيجِ الْأَبْكَارِ

کنواری عورت سے نکاح کا بیان

٢٠٤٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ:

---

[1] وترجم عليه الامام البخاري: باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر أحصن للفرج. والنسائي: باب الحث على النكاح.

[2] تحقیق عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی جس کو ادب بڑا (سورۃ الحجرات ١٣)

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَزَوَّجْتَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: «بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا» فَقُلْتُ: ثَيِّبًا قَالَ: «أَفَلَا بِكْرٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ».

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ عورت سے؟ میں نے عرض کیا: بیوہ عورت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے کنواری لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا؟ تم اس کنواری لڑکی سے تفریح کرتے (مزہ لیتے) اور وہ تم سے تفریح کرتی (مزہ حاصل کرتی)۔

تخریج صحیح البخاري - البیوع (١٩٩١) صحیح البخاري - الوكالة (٢١٨٥) صحیح البخاري - الجهاد والسیر (٢٨٠٥) صحیح البخاري - المغازي (٣٨٢٦) صحیح البخاري - النكاح (٤٧٩١) صحیح البخاري - النكاح (٤٧٩٢) صحیح البخاري - النكاح (٤٩٤٧) صحیح البخاري - النكاح (٤٩٤٩) صحیح البخاري - النفقات (٥٠٥٢) صحیح مسلم - الرضاع (٧١٥) جامع الترمذي - النكاح (١١٠٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢١٩) سنن النسائي - النكاح (٣٢٢٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢٢٦) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٤٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٠/٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢١٦)

شرح الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے سوال فرمایا کہ تم نے شادی کر لی؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں کر لی، دریافت فرمایا کہ باکرہ سے یا ثیبہ سے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ثیبہ سے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ أَفَلَا بِكْرٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ کہ باکرہ سے کیوں نہ کی تاکہ شادی کے پورے منافع حاصل ہوتے اور تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے اور وہ تمہارے ساتھ دل لگی کرتی۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں اسطرح ہے: مَا لَكَ وَلِلْعَذَارَى وَلِعَابِهَا [1] اس میں لعاب کو کسر لام اور ضم لام دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ بالکسر کی صورت میں ظاہر ہے کہ وہ مصدر ہے بمعنی ملاعبت اور بالضم کی صورت میں لعاب بمعنی ریق کے ہیں۔ قال الحافظ: وفيه إشارة إلى مص لسانها ورشف شفتيها وذلك يقع عند الملاعبة والتقبيل وليس هو ببعيد كما قال القرطبي [2]، اس حدیث میں تزویج ابکار کی ترغیب ہے جیسا کہ مصنف نے ترجمہ بھی قائم کیا ہے۔

اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ اس طریق میں تو حضرت جابرؓ کا جواب صرف اتنا ہی مذکور ہے، اور بعض دوسرے طرق میں کما فی الصحیحین اس میں زیادتی ہے: قُلْتُ: إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ، وَتَمْشُطُهُنَّ، وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ [3] اور

---

[1] صحیح البخاري - کتاب النکاح - باب تزویج الثیبات ٤٧٩٢

[2] فتح الباري شرح صحیح البخاري — ج ٩ ص ١٢٢

[3] صحیح مسلم - کتاب النکاح - باب استحباب نکاح البکر ٧١٥

ایک روایت میں ہے هَلَكَ أَبِي وَتَرَكَ سَبْعَ بَنَاتٍ أَوْتِسْعَ بَنَاتٍ، فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ثَيِّبًا ...... فَقَالَ: بَارَكَ اللهُ أَوْخَيْرًا [1] جس کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے ثیبہ کے نکاح کی ترجیح کی وجہ بیان فرمائی کہ انکے سات یا نو بہنیں تھیں اور باپ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تھے تو ان بہنوں کی خبر گیری کی ضرورت تھی جس کیلئے ظاہر ہے کہ ثیبہ مناسب ہوگی نہ کہ باکرہ۔ حضرت جابرؓ کی ان اخوات کا ذکر ابو داؤد کی بھی ایک روایت میں ہے جو کتاب الفرائض میں آ رہی ہے: عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اشْتَكَيْتُ وَعِنْدِي سَبْعُ أَخَوَاتٍ [2] الحديث. قال المنذري: والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي من حديث عمرو بن دينار عن جابر، وأخرجه ابن ماجه من حديث عطاء بن أبي رباح عن جابر.

٤- بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَزْوِيجِ مَنْ لَمْ يَلِدْ مِنَ النِّسَاءِ

بانجھ عورت سے شادی کرنے کی ممانعت کے بیان میں

٢٠٤٩- قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَتَبَ إِلَيَّ حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْمَرْوَزِيُّ. حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي لَا تَمْنَعُ يَدَ لَامِسٍ قَالَ: «غَرِّبْهَا» قَالَ: أَخَافُ أَنْ تَتْبَعَهَا نَفْسِي، قَالَ: «فَاسْتَمْتِعْ بِهَا».

ترجمہ: امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ حسین بن حریث مروزی نے یہ حدیث مجھے لکھ کر بھیجی۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور (بطور شکایت) عرض کیا: یا رسول اللہ! میری بیوی کسی ہاتھ لگانے والے شخص کو اپنے اوپر ہاتھ لگانے سے منع نہیں کرتی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس عورت کو طلاق دے دو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں میرا دل اس عورت کی طرف ہی لگا نہ رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو تم اس عورت کو (اسی طرح اپنے نکاح میں) رہنے دو اور فائدہ اٹھاتے رہو (طلاق نہ دو)۔

تخریج: سنن النسائي- النكاح (٣٢٢٩) سنن النسائي- الطلاق (٣٤٦٤) سنن النسائي- الطلاق (٣٤٦٥) سنن أبي داود- النكاح (٢٠٤٩).

شرح الحديث: حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک شخص آئے اور وہ بات عرض کی جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

لَا تَمْنَعُ يَدَ لَامِسٍ: اس جملہ کی شرح میں شراح نے کئی قول لکھے ہیں: ① اول یہ کہ اس سے مراد فاحشہ ہے یعنی زنا، یعنی جو چاہے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتا ہے اور اس سے اپنی حاجت پوری کر لیتا ہے، وہ اس کو روکتی ہی نہیں، ② دوسرا قول یہ کہ اس سے مراد اس کی بیجا سخاوت ہے کہ مال زوج میں تصرف کر کے صدقہ وغیرہ کرتی ہے، اور ہر مانگنے والے کو دے دیتی ہے اور انکار نہیں کرتی گویا لامس سے مراد سائل ہے۔ اس معنی پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ اگر سائل مراد ہوتا تو اس صورت میں لامس

---

[1] صحيح البخاري - كتاب النفقات - باب عون المرأة زوجها في ولده ٥٠٥٢

[2] سنن أبي داود - كتاب الفرائض - باب من كان ليس له ولد له أخوات ٢٨٨٧

کے بجائے ملتمس ہونا چاہئے تھا، لہٰذا یہ مطلب صحیح نہیں۔ ③ تیسرا قول یہ ہے کہ لمس ید سے مراد محض التذاذ کیلئے چھونا ہے، اور حافظ ابن کثیرؒ نے پہلے معنی کو بھی بعید قرار دیا ہے لہٰذا معنی اخیر ہی راجح ہے[1]۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی شکایت پر اس کو طلاق کا مشورہ دیا اس پر اس شخص نے عرض کیا کہ اس کی تو میرے اندر طاقت نہیں کیونکہ مجھ کو اس سے محبت ہے، اگر میں نے اس کو طلاق دی تو میرا نفس بھی اس کے ساتھ ہی چلا جائے گا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو اس سے اس کی موجودہ حالت کے ساتھ ہی منتفع ہو تا رہ۔

یہاں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شخص مذکور کو فوراً تطلیق کا مشورہ کیسے دیدیا جبکہ یہ شرعاً ناپسندیدہ چیز ہے؟ شراح نے تو یہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہ مشورہ احتیاطاً دیا تھا، لیکن میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ خذه بالموت حتی یرضی بالحمی کے قبیل سے ہے اور یہ کہ نعمت کی قدر اس وقت زیادہ ہوتی ہے جب وہ جانے لگتی ہے، تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت عملی اور حسن تدبیر سے شوہر کی شکایت اور غصہ کو ٹھنڈا کیا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا عالی بھی تعجیل بالطلاق کا نہیں تھا، هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیه: اس حدیث کی سند میں مصنفؒ کے استاذ حسین بن حریث المروزی ہیں اور مصنفؒ کو یہ حدیث ان سے بطریق مکاتبت پہنچی ہے نہ کہ مشافہۃً اسی لئے مصنف نے یہ طرز اختیار فرمایا كَتَبَ إِلَيَّ حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْمَرْوَزِيُّ، لہٰذا سند کی ابتداء یہیں سے ہے جسکا مقتضی یہ ہے کہ لفظ کَتَبَ جلی قلم سے ہونا چاہئے اور اسکے بعد جو حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى آرہا ہے اسکو جلی نہ ہونا چاہئے کہ وہ وسط سند ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو حسین بن حریث سے روایت صرف مکاتبۃً ہی ہے اسلئے کہ آگے ایک اور جگہ باب الظہار میں بھی مصنف نے حسین بن حریث سے کَتَبَ کے لفظ کے ساتھ ہی روایت کی ہے، اور وہاں لفظ کَتَبَ جلی قلم ہی کے ساتھ ہے، فتدبر وتشکر۔

فائدہ: یہ حدیث سنن ابو داؤد کی ان روایات تسعہ میں سے ہے جن کو ابن الجوزیؒ نے موضوعات میں شمار کیا ہے کما تقدم فی المقدمۃ اب رہی یہ بات کی فی الواقع یہ حدیث کس درجہ کی ہے سو یہ امر آخر ہے، علماء نے اسکی وضع کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ چنانچہ سیوطیؒ نے اللآلی المصنوعۃ میں حافظ ابن حجرؒ سے اس حدیث کا صحیح ہونا نقل کیا ہے، تفصیلی کلام اسی میں دیکھا جائے[2]، یہ حدیث ابو داؤد کے علاوہ سنن نسائی میں بھی ہے۔

مطابقة الحديث للترجمه: اس حدیث کی بظاہر ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت نہیں ہے البتہ حضرت نے "بذل" میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے نقل فرمایا ہے «لعل الوجه فی إیراد الحدیث فی ((باب تزویج الأبکار)) أن الأبکار قلما یمکن

---

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر — ج ۱۰ ص ۱۷۰

[2] اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة — ج ۲ ص ۱۷۱ - ۱۷۳

مبتليات بأمثال تلك المعاصي، لكثرة حيائهن، فالتزوج بهن أولى، اهـ[1]۔

۲۰۵۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ ابْنَ أُخْتِ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ يَعْنِي ابْنَ زَاذَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: «لَا» ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: «تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ».

ترجمہ: حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے ایک ایسی عورت ملی ہے جو انتہائی حسین و جمیل اور حسب نسب والی ہے لیکن اس عورت کی اولاد نہیں ہوتی کیا میں اس عورت سے شادی کر سکتا ہوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ پھر وہ شخص دوبارہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ پھر وہ شخص تیسری دفعہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: محبت کرنے والی بہت زیادہ بچہ دینے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تم لوگوں کی کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔

تخریج: سنن النسائي - النكاح (۳۲۲۷) سنن أبي داود - النكاح (۲۰۵۰)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک صحابیؓ آپ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے کہ مجھے ایک ایسی عورت ملی ہے جو ذی جمال و ذی حسب ہے لیکن جننے والی نہیں ہے تو کیا میں اس سے شادی کر لوں؟ آپ ﷺ نے منع فرما دیا، اب یہ کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کے ولادت نہیں ہوتی؟ سو ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہو اور زوج اول کے یہاں اس کے ولادت نہ ہوئی ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور علامت پائی جاتی ہو، مثلاً أنها لا تحيض أو بأنها لم تنهد ثدياها[2]۔

تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ: یعنی ایسی عورت سے شادی کرنی چاہیے جو بکثرت جننے والی اور شوہر سے محبت کرنی والی ہو، اس لئے کہ میں تمہاری کثرت پر دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔

اس حدیث کی مناسبت بھی ترجمہ سے زیادہ واضح نہیں ہے، بس یہ کہا جا سکتا ہے کہ باکرہ میں مودت کا مادہ بنسبت ثیبہ کے زائد ہوتا ہے، كذا في البذل. قال المنذري: وأخرجه النسائي۔

۵- بَابٌ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً

ارشادِ باری تعالیٰ "بدکار عورت سے بدکار مرد ہی شادی کرتا ہے" کی تفسیر کا بیان

۲۰۵۱- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ،

---

[1] اسکے بعد بذل میں عون المعبود کے حوالہ سے ترجمۃ الباب کا ذکر کیا گیا ہے جو اس حدیث پر یہاں موجود ہے۔ (بذل المجهود - ج ۱۰ ص ۱۳)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۰ ص ۱٤

عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ مَرْثَدَ بْنَ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ كَانَ يَحْمِلُ الْأَسَارَى بِمَكَّةَ، وَكَانَ بِمَكَّةَ بَغِيٌّ يُقَالُ لَهَا: عَنَاقُ وَكَانَتْ صَدِيقَتَهُ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنْكِحُ عَنَاقَ؟ قَالَ: فَسَكَتَ عَنِّي، فَنَزَلَتْ: {وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ} فَدَعَانِي فَقَرَأَهَا عَلَيَّ وَقَالَ: «لَا تَنْكِحْهَا».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ مرثد بن ابی مرثد غنوی (صحابیؓ) مسلمان قیدیوں کو مکہ معظمہ سے لے کر مدینہ منورہ آتے۔ مکہ مکرمہ میں ایک زانیہ عورت رہتی تھی جس کا نام عناق تھا اور یہ عناق نامی عورت مرثد کی محبوبہ رہ چکی تھی (زمانہ جاہلیت میں)۔ مرثد کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں عناق سے شادی کرلوں؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور یہ آیت نازل ہوئی: زانیہ عورت سے صرف زانی یا مشرک مرد ہی نکاح کرتا ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلایا اور یہ آیت مجھے پڑھ کر سنائی اور ارشاد فرمایا: تم اس عناق سے شادی مت کرو۔

تخریج: جامع الترمذي- تفسير القرآن (٣١٧٧) سنن النسائي- النكاح (٣٢٢٨) سنن أبي داود- النكاح (٢٠٥١)

شرح حدیث: یہ روایت یہاں پر مختصراً ہے اور ترمذی شریف میں مطولاً روایت طویلہ بذل میں مذکور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو مسلمان مشرکین کی قید میں مقید تھے یہ مرثد بن ابی مرثد صحابی ایسے صحابہ کو بڑی ہمت اور حسن تدبیر سے مدینہ سے مکہ مکرمہ رات کے وقت پہنچ کر اٹھا کر لے آتے تھے اور یہ صحابی اس خدمت کو انجام دیتے ہی رہتے تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ جس مسلمان قیدی کو لانا منظور ہوتا تھا اس سے وعدہ لے لیتے تھے کہ میں فلاں دن فلاں وقت لینے کیلئے آؤں گا، وہ قیدی بھی اس کیلئے تیار رہتا تھا اور یہ وقت موعود پر پہنچ کر اپنے کاندھے پر بٹھا کر اسکو لے آتے تھے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ انہوں نے ایک قیدی سے وعدہ کیا اور یہ اس وعدہ پر رات کیوقت میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور ایک دیوار کی آڑ میں بیٹھ گئے، چاندنی رات تھی اتفاق سے ایسا ہوا کہ عناق نامی عورت جو طوائف میں سے تھی ان صحابیؓ کو اس سے زمانہ جاہلیت کی آشنائی تھی، اس نے ان کو دیکھ لیا اور دیکھ کر پہچان گئی اور اپنی عادت کے مطابق بدنیتی کا ان سے اظہار کیا، اور اپنے پاس رات گزارنے کی فرمائش کی، یہ گھبرائے اور کہا: يَا عَنَاقُ حَرَّمَ اللهُ الزِّنَا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ میری خواہش پوری نہیں کر رہے تو اس نے ایک دم شور مچا دیا تاکہ لوگ بیدار ہوجائیں اور یہ اپنی کوشش میں ناکام ہوجائیں۔ چنانچہ روایت میں ہے: قَالَتْ: يَا أَهْلَ الْخِيَامِ هَذَا الرَّجُلُ يَحْمِلُ أُسَرَاءَكُمْ۔ غرضیکہ جب راز فاش ہوگیا تو جو لوگ بیدار ہوئے تھے ان میں سے آٹھ نفر نے، مرثد کا تعاقب کیا، یہ کہتے ہیں کہ میں بھاگ کر ایک پہاڑی کے غار میں چھپ گیا، تعاقب کرنے والے کفار اس غار تک پہنچ گئے حتی کہ ان میں سے ایک جس کو پیشاب کی حاجت تھی اس نے اسی غار کے سر پر بیٹھ کر پیشاب کیا جو ان صحابی کے سر میں گرا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ انہوں نے اس غار کی طرف جھک کر نہیں دیکھا اور واپس لوٹ گئے، مرثد اپنے کام میں بڑے مضبوط

اور پختہ تھے، انہوں نے تھوڑے سے توقف کے بعد جب سمجھا کہ یہ لوگ پڑ کر سو گئے ہوں گے دوبارہ لوٹ کر مکہ میں آئے اور حسب وعدہ اپنے قیدی کو جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا اپنے کاندھے پر بٹھا کر مکہ سے لے آئے، مرثد نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں عناق سے شادی کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ آیت شریفہ نازل ہوئی: اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ [1] اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح سے منع فرمادیا۔

مسئله ثابته من الحديث: اب یہاں مسئلہ کی بات پیدا ہوگئی کہ کیا زانی کا نکاح زانیہ ہی سے ہو سکتا ہے عفیفہ سے نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی زانیہ کا نکاح زانی ہی سے ہو سکتا ہے شخص عفیف سے نہیں۔ آیت کے ظاہر سے تو عدم جواز ہی معلوم ہو رہا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کا مسلک یہی ہے کہ عفیف کا نکاح زانیہ سے صحیح نہیں، لیکن جمہور علماء ومنهم الائمة الاربعه کے نزدیک زانی کا نکاح زانیہ سے اسی طرح عفیفہ سے صحیح ہے اور ایسے ہی عفیف کا نکاح زانیہ سے جائز ہے۔ جمہور کی جانب سے اس آیت کے چند جواب منقول ہیں:

① قيل الآية منسوخة لقوله تعالى: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ [2]۔ اس آیت میں ایامی مطلقا مذکور ہے خواہ وہ عفیفہ ہوں یا غیر عفیفہ۔

② الآية محمولة على الذم لا التحريم، یعنی مقصود اس نکاح کی مذمت ہے نہ کہ تحریم اور عدم جواز۔

③ بعض مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ آیت کریمہ سے مقصود میلان طبعی کا بیان ہے نہ کہ جواز وعدم جواز، یعنی زانیہ کے نکاح کی طرف عفیف شخص کی طبیعت مائل نہیں ہوتی زانی ہی کی مائل ہو سکتی ہے، واللہ تعالی اعلم۔

قال المنذري: وأخرجه الترمذي والنسائي من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما.

٢٠٥٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو مَعْمَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حَبِيبٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَنْكِحُ الزَّانِي الْمَجْلُودُ إِلَّا مِثْلَهُ» . وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنِي حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا زانی شخص جو زنا کی وجہ سے کوڑے کھا چکا ہو نکاح نہ کرے مگر اسی طرح کی زانیہ عورت سے۔ ابو معمر نے کہا: حبیب معلم نے "حدثنا" صیغہ کے ساتھ یہ روایت عمرو بن شعیب سے معنعن نقل کی ہے۔

---

[1] بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر عورت بدکار سے یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر بدکار مرد یا مشرک (سورۃ النور ۳)

[2] اور نکاح کر دو رانڈوں کا اپنے اندر (سورۃ النور ۳۲)

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (٢٠٥٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٢٤)

٦۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُعْتِقُ أَمَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا

کوئی شخص اپنی باندی کو آزاد کرکے پھر اس سے شادی کرے اس کی فضیلت کا بیان

٢٠٥٣- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَعْتَقَ جَارِيَتَهُ وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ».

ترجمہ: حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنی باندی کو آزاد کرکے اس سے نکاح کیا تو ایسے شخص کیلئے دوگنا ثواب ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٩٧) صحيح البخاري - العتق (٢٤٠٦) صحيح البخاري - العتق (٢٤٠٩) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٤٩) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٦٢) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٩٥) صحيح مسلم - الإيمان (١٥٤) جامع الترمذي - النكاح (١١١٦) سنن النسائي - النكاح (٣٣٤٤) سنن النسائي - النكاح (٣٣٤٥) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٥٣) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٥٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٩٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤٠٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤٠٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤١٤)

شرح الحدیث: یہ حدیث یہاں مختصر ہے۔ صحیحین میں یہ حدیث مطولاً ہے ولفظہ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ [1]۔

اس باب سے متعلق حدیث کا یہ آخری جزء ہے اسی لئے مصنفؒ نے اس پر اکتفاء کیا۔

مضمون حدیث یہ ہے: جو شخص اپنی باندی کی تادیب اور تعلیم کرے پھر اس کو آزاد کرے اور آزاد کرنے کے بعد اس سے نکاح کرلے تو اس کیلئے دو اجر ہیں، اس حدیث پر جو طالب علمانہ اشکال ہوتا ہے وہ ظاہر ہے وہ یہ کہ اس حدیث میں تعدد عمل کے ساتھ تعدد اجر مذکور ہے یعنی جس طرح عمل دو ہیں اس پر مرتب ہونے والے اجر بھی دو ہیں، پھر وجہ تخصیص کیا ہے؟ ایک عمل تعلیم وتربیت ہے دوسرا عمل اعتاق ان پر دو اجر ہونے ہی چاہئیں۔ اس کی توجیہ کئی طرح سے کی گئی ہے: ① اول یہ کہ مراد یہ ہے کہ ان تینوں شخصوں کو ان کے ہر عمل پر دوگنا اجر ملے گا۔ اس صورت میں اشکال ہی واقع نہ ہوگا۔ ② مراد تو یہی ہے کہ عملین مذکورین پر دو ثواب ملیں گے اور تخصیص کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہاں پر ان دو عملوں میں تزاحم تھا، اسلئے کہ حقوق مولی کی ادائیگی فی الجملہ مانع بنتی ہے حقوق اللہ کی ادائیگی میں اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں اشتغال مانع بنتا ہے

---

[1] صحيح البخاري - كتاب العلم - باب تعليم الرجل أمته وأهله ٩٧، وصحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم الخ ١٥٤

حقوق مولی کی ادائیگی میں تو گویا ان عملین کا فاعل، فاعل ضدین ہوا جس میں کمال پیدا ہونا ظاہر ہے کہ مشکل ہے جس کا تقاضا یہ تھا کہ کامل دو اجر نہ ملنے چاہئیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ دوسرا جواب علامہ کرمانیؒ سے منقول ہے۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بھی اسی کو سبق میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس توجیہ ثانی کو تینوں اشخاص مذکورہ فی الحدیث پر غور کے بعد منطبق کیا جاسکتا ہے۔ قال المنذری: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي مختصراً ومطولاً۔

٢٠٥٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد فرمایا اور خود ان سے نکاح کر لیا اور یہی آزاد کرنا ان کا مہر بنا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (٩٠٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٦٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٦٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٩٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٧٤) صحيح مسلم - النكاح (١٣٦٥) جامع الترمذي - النكاح (١١١٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣٤٢) سنن النسائي - النكاح (٣٣٤٣) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٥٤) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٥٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٧٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩١/٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٣)

شرح الحدیث: یہ روایت یہاں پر مختصر ہے۔ پوری حدیث کتاب الخراج باب ماجاء فی سہم الصفی[1] میں متعدد طرق سے آرہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صفیہؓ حضور ﷺ کو غنائم خیبر سے حاصل ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے ان کو پہلے آزاد کیا، آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح فرمالیا۔

مسئلہ ثابتہ بالحدیث میں اختلاف ائمہ: حدیث الباب میں راوی کہہ رہا ہے کہ آپ ﷺ نے عتق صفیہ ہی کو ان کا مہر قرار دیا، اس کے علاوہ کوئی اور مستقل مہر آپ ﷺ نے ان کو عطا نہیں فرمایا۔

یہاں پر مصنف کا مقصد یہی مسئلہ بیان کرنا ہے کہ آیا عتق امۃ کو اس کا مہر قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک عتق کو مہر قرار دینا جائز نہیں، اور امام احمدؒ وابویوسفؒ اور بعض دوسرے علماء جیسے اسحاق بن راہویہؒ، حسن بصریؒ، سفیان ثوریؒ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے لہٰذا حدیث الباب جمہور کے بظاہر خلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ مہر مال ہونا چاہیے اور عتق مال نہیں ہے۔ قال تعالیٰ: أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ[2]، جمہور کی جانب سے اس حدیث کی مختلف

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٣ ص ٣٠٩

[2] بشرطیکہ طلب کرو ان کو اپنے مال کے بدلے (سورۃ النساء ٢٤)

توجیہات کی گئی ہیں: ① اول یہ کہ یہ تطییب قلب پر محمول ہے، یعنی صفیہؓ کو خوش کرنے کیلئے کہہ دیا گیا کہ تمہارا عتق تمہارا مہر ہے ورنہ آپ ﷺ کیلئے تو نکاح بلا مہر کرنا جائز ہے اور یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ ② یہ روایت ظن راوی پر محمول ہے یعنی چونکہ اس نکاح میں مہر کا کوئی ذکر تذکرہ نہیں تھا تو راوی یہ سمجھا کہ شاید عتق ہی کو مہر قرار دیا گیا حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے جسکی تائید بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے جو رزینہ سے مروی ہے جس کے اخیر میں ہے، فَأَعْتَقَهَا، وَخَطَبَهَا، وَتَزَوَّجَهَا، وَأَمْهَرَهَا رَزِيْنَةَ [1]، جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی خادمہ کو بطور مہر کے صفیہ کو عطا فرمایا تھا، کذا فی البذل عن العینی [2]، لیکن حافظؒ نے بیہقیؒ کی اس روایت پر نقد کیا ہے فارجع الیہ ان شئت [3]، ③ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہاں پر عتق ہی کو مہر قرار دیا گیا ہے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

اس کے بعد سمجھئے کہ صورت مسئلہ اور اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی باندی کو اسی شرط پر آزاد کرے کہ آزاد ہونے کے بعد وہ اس سے نکاح کرے گا۔ چنانچہ اس نے آزاد کر دیا تو اب اس میں تفصیل یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو آزاد ہونے کے بعد وہ اس سے نکاح کرتی ہے یا نہیں۔ پس اگر نکاح کرتی ہے تو اس میں شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ دونوں آپس میں مہر مقرر کر لیں اور مہر مسمی ہی واجب ہوگا اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے، فرق یہ ہے کہ شافعیہ کے یہاں مہر مسمی اور حنفیہ کے یہاں مہر مثل ہوگا اور اگر آزاد ہونے کے بعد وہ عورت تزوج پر راضی نہیں تو اس صورت میں مہر کا تو ظاہر ہے کہ سوال ہی نہیں ہوتا، البتہ عورت پر واجب ہوگی یہ بات کہ وہ اپنی قیمت مولی کو ادا کرے کیونکہ مولی مفت سفت آزاد کرنے پر راضی نہیں تھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ عورت پر یہ قیمت کی ادائیگی حنفیہ کے یہاں تو صرف عدم تزوج کی صورت میں ہے اور شافعیہ کے یہاں تزوج اور عدم تزوج ہر دو صورت میں عورت پر اپنی قیمت ادا کرنا واجب ہوگا اور مالکیہ کے یہاں ادائے قیمت کی صورت میں نہیں اور عتق امہ کا بہر حال سب ائمہ کے یہاں صحیح ہو جائے گا۔

تنبیہ: امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے امام شافعی اور امام احمد دونوں کا مذہب اس حدیث کے موافق لکھا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں: ومن المستغربات قول الترمذي بعد أن أخرج الحديث وهو قول الشافعي وأحمد [4] اھ۔ اس کے علاوہ بھی ایک دو جگہ اور ایسی ہیں جہاں امام ترمذیؒ کو مذہب شافعی کے نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے اور حافظ وغیرہ نے اس پر تنبیہ کی ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ قال المنذري: وأخرجه مسلم والترمذي والنسائي۔

---

[1] السنن الکبری للبیهقي۔ کتاب النکاح۔ باب الرجل یعتق أمته ثم یتزوج بها ۱۳۷۴۵۔ ج۷ ص۲۰۹

[2] بذل المجهود في حل أبي داود۔ ج۱۰ ص۲۲۔۲۳

[3] فتح الباري شرح صحیح البخاري۔ ج۹ ص۱۲۹

[4] فتح الباري شرح صحیح البخاري۔ ج۹ ص۱۳۱

٧- بَابُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

﴿دودھ پلانے کے سبب ایسی ہی حرمت ثابت ہوتی ہے جیسی حرمت نسب کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے﴾

یہاں سے أبواب الرضاع شروع ہو رہے ہیں چنانچہ بعض نسخوں میں یہاں أبواب الرضاع ہی کی سرخی قائم کی گئی ہے۔

٢٠٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دودھ پینا نکاح کو (اسی طریقہ پر) حرام کر دیتا ہے جیسے پیدائش ہونے کا رشتہ حرام کرتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٠٣) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٣٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥١٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٨١١) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٤١) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٤٤) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٤٥) جامع الترمذي - الرضاع (١١٤٧) سنن النسائي - النكاح (٣٣٠٠) سنن النسائي - النكاح (٣٣٠١) سنن النسائي - النكاح (٣٣٠٢) سنن النسائي - النكاح (٣٣٠٣) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٣) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٥٥) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٨/٦) موطأ مالك - الرضاع (١٢٧٧) موطأ مالك - الرضاع (١٢٧٨) موطأ مالك - الرضاع (١٢٩١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٧) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٨) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٩).

شرح الحديث عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ:

حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ جو رشتے نسب کیوجہ سے حرام ہوتے ہیں وہ سب رضاعت کیوجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں[1] کیونکہ دودھ پلانے والی رضیع کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے اور زوج مرضعہ رضیع کیلئے بمنزلہ باپ کے ہو جاتا ہے جس سے رضیع اور مرضعہ کے درمیان اور ایسے ہی رضیع اور زوج مرضعہ کے درمیان حرمت نکاح ثابت ہو جاتی ہے، تو گویا حرمت اولاً تو طرفین میں پائی جاتی ہے اس کے بعد جو ہر ایک کے اقارب ہیں جن سے نسب کیوجہ سے حرمت ہوتی ہے یہاں رضاعت کیوجہ سے ہو جائے گی۔ چنانچہ مرضعہ کی ماں اور اس کی بہن اور اس کی بیٹی اور پوتی، اسی طرح رضاعی باپ کی بیٹی (یعنی دوسری بیوی سے) اور اس کی پوتی اور اس کی ماں کیونکہ وہ رضیع کی دادی ہوئی اور اس کی بہن اس لئے کہ وہ رضیع کی پھوپی ہوئی، لہذا یہ سب رشتے رضاعت کیوجہ سے حرام ہو جائیں گے۔ یہ بھی واضح رہے کہ رضاعت کی وجہ سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے اس کا تعلق رضیع

---

[1] قال القاری: واستثنى منه بعض المسائل اه. قلت: وهي مذكورة في كتب الفقه فارجع اليه. وفي شرح السنة (ج٩ ص٧٧): ولا تحرم المرضعة على أب الرضيع، ولا على أخيه، ولا تحرم عليك أم أختك من الرضاع إذا لم تكن أما لك، ولا زوجة أبيك، ويتصور هذا في الرضاع، ولا يتصور في النسب لك أم أخت إلا وهي أم لك أو زوجة لأبيك الى آخر ما في البذل. (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٢٥-٢٦)

اور رضائی ماں باپ اور ان کے اقارب سے ہوتا ہے۔ رضیع کے جو نسبی ماں باپ ہیں اور ان کے اقارب ان سے اس کا تعلق نہیں ہوتا، پس رضائی ماں رضیع کے نسبی بھائی پر حرام نہ ہوگی، وعلی ھذا القیاس۔

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ رضاعت کیوجہ سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے اس کا تعلق نکاح سے ہے تمام چیزوں سے نہیں، لہٰذا رضاعت کی وجہ سے توارث اور وجوب نفقہ اور ایسے ہی شہادت وغیرہ کا مسئلہ یہ چیزیں رضاعت سے ثابت نہ ہونگی۔

لبن الفحل: مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ حرمت رضاعت رضائی ماں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ رضائی ماں اور زوج مرضعہ یعنی رضائی باپ دونوں کی طرف پھیلتی ہیں جیسا کہ جمہور علماء کا مسلک ہے۔ اس میں ایک جماعت کا اختلاف ہے جو اس حرمت کو رضائی ماں کے ساتھ خاص کرتی ہے اور یہی وہ مسئلہ ہے جسکو لبن الفحل سے فقہاء تعبیر کرتے ہیں جو آگے کتاب میں بھی مستقل آرہا ہے۔

یہاں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جو رضاعت موجب تحریم ہے اسکی تعریف معلوم کی جائے جیسا کہ فقہاء نے لکھی ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے: وهو في اللغة: مص اللبن من الثدي. وفي الشرع: مص الرضيع اللبن من ثدي الآدمية في وقت مخصوص أي مدة الرضاع المختلف في تقديرها اه[1]۔ لہٰذا جو رضاعت مدت رضاعت کے اندر ہوگی وہی معتبر ہوگی۔ یہ مسئلہ آگے مستقل کتاب میں باب رضاعة الكبير کے ذیل میں آرہا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ»

اس پر کلام اوپر آچکا ہے۔ قال المنذري: أخرجه الترمذي والنسائي بمعناه وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي من حديث عمرة عن عائشة رضي الله تعالى عنها۔

٢٠٥٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ لَكَ فِي أُخْتِي؟ قَالَ: «فَأَفْعَلُ مَاذَا؟» ، قَالَتْ: فَتَنْكِحُهَا، قَالَ: «أُخْتَكِ؟» ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «أَوَتُحِبِّينَ ذَلِكِ؟» ، قَالَتْ: لَسْتُ بِمُخْلِيَةٍ بِكَ وَأَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي، قَالَ: «فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي» ، قَالَتْ: فَوَاللهِ لَقَدْ أُخْبِرْتُ أَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ - أَوْ ذُرَّةَ - شَكَّ زُهَيْرٌ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: «بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ؟» ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «أَمَا وَاللهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حِجْرِي، مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ، فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ».

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ام حبیبہؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کو میری بہن کی طرف رغبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ ام حبیبہؓ نے فرمایا: آپ ﷺ اس سے نکاح کر لیں۔

[1] شرح فتح القدیر للکمال ابن ہمام — ج ٣ ص ٤١٨ (دار الكتب العلمية الطبعة الأولى ١٤٢٤ھ)

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہاری بہن سے؟ ام حبیبہؓ نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم کو یہ بات منظور ہے؟ ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ میں تنہا ہی آپ کے نکاح میں نہیں ہوں (یعنی آپ کی دوسری ازواج مطہراتؓ بھی ہیں اور ان کا بھی حق ہے) میرے جتنے لوگ میرے ساتھ بھلائی میں شریک ہوں میں ان سب میں اپنی ہمشیرہ کا شریک ہونا زیادہ پسند کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (تمہارے میرے نکاح میں رہتے ہوئے) وہ میرے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ (یہ سن کر) ام حبیبہؓ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے (دُرَّةَ یا ذُرَّةَ راوی کو شک ہے) بنت ابی سلمہ کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے (حیرت سے) دریافت فرمایا: کیا ام سلمہ کی بیٹی درہ سے؟ ام حبیبہؓ نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو میری ربیبہ ہے اگر وہ ربیبہ میری پرورش میں نہ بھی ہوتی تو وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے مجھ کو اور اسکے والد ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے اسلئے میرے سامنے اپنی بہنوں اور صاحبزادیوں کو نکاح کی غرض سے پیش مت کرو۔

تخریج: سنن النسائي - النكاح (٣٢٨٤) سنن النسائي - النكاح (٣٢٨٥) سنن النسائي - النكاح (٣٢٨٦) سنن النسائي - النكاح (٣٢٨٧) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٥٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٩١)

شرح الحدیث: ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ آپ میری بہن میں رغبت رکھتے ہیں؟ آپ نے پوچھا تمہاری کیا مراد ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ اس سے نکاح کر لیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری بہن سے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم کو یہ بات پسند ہے اور گوارہ ہے؟ اس پر انہوں نے عرض کیا میں کون سی آپ ﷺ کے نکاح میں تنہا ہوں (بلکہ اور بھی دوسری ازواج اور سوکنیں ہیں تو جب یہ صورت حال ہے) تو اس خیر میں میرے شریک ہونیوالی میرے نزدیک خود میری اپنی بہن زیادہ بہتر ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نکاح میں اگر میں تنہا ہوتی تب تو ظاہر ہے کہ میں کسی دوسری کے نکاح میں آنے کو ہرگز پسند نہ کرتی، لیکن جب میرے علاوہ اور بھی ہیں تو پھر میری بہن بھی سہی، تو اس پر آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي کہ میرے لئے اس سے نکاح کرنا جائز نہیں اسلئے کہ جمع بین الاختین ناجائز ہے قَالَتْ: فَوَاللهِ لَقَدْ أُخْبِرْتُ أَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ - أَوْ ذُرَّةَ - شَكَّ زُهَيْرٌ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، یعنی مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہ کو پیغام نکاح بھیجنا چاہ رہے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ؟ کیا درہ بنت ام سلمہ کے بارہ میں کہہ رہی ہو؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «أَمَا وَاللهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حِجْرِي، مَا حَلَّتْ لِي آپ نے فرمایا کہ اول تو وہ میری ربیبہ ہے جس سے نکاح ناجائز ہے، لیکن اگر وہ میری ربیبہ بھی نہ ہوتی تب بھی میرے لئے جائز نہ تھی اس لئے کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، کیونکہ مجھ کو اور اس کے باپ یعنی ابو سلمہ کو ایک ہی عورت نے دودھ پلایا ہے جس کا نام ثویبہ ہے، بذل المجهود میں فتح الباری سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابولہب کے مرنے کے ایک سال بعد میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے اور اس نے

مزید کہا کہ میں نے دنیا سے جدا ہونے کے بعد کوئی راحت یہاں نہیں دیکھی البتہ یہ ہے کہ ہر یوم الاثنین میں مجھ سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے، جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جب یوم الاثنین میں ولادت ہوئی تو اس ثویبہ نے اپنے مولی ابولہب کے پاس جاکر آپ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تھی جس پر اس نے انکو آزاد کر دیا تھااھ [1]۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: فَلَا تَعْرِضْنَ [2] عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ کہ گز بڑمت کرو اور مجھ پر اپنی بنات اور اخوات کو نکاح کیلئے پیش مت کرو، یہاں لفظ ثُوَيْبَةُ ترکیب میں فاعل واقع ہو رہا ہے أَرْضَعَتْنِي فعل کا۔

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اور ابوسلمہؓ دونوں رضاعی بھائی ہیں لہذا درہ بنت ابی سلمہ آپ ﷺ کی رضاعی بھتیجی ہوئی۔ سو ایک وجہ حرمت نکاح کی تو یہ ہوئی اور دوسری یہ کہ وہ آپکی زوجہ ام سلمہ کی بیٹی ہیں جس کو ربیبہ کہتے ہیں، جس کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے: وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ [3]۔ ام حبیبہ کی جس بہن کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے ان کے نام میں اختلاف ہے۔ قیل: اسمها عَزَّةُ بِنْتُ أَبِي سُفْيَان (كما في رواية مسلم والنسائي)، وقيل: حَمْنَةُ بِنْتُ أَبِي سُفْيَان، وقيل: دُرَّةُ بِنْتُ أَبِي سُفْيَان [4]۔

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ رضاعی بھتیجی سے نکاح ناجائز ہے، قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه۔

٨۔ بَابٌ فِي لَبَنِ الْفَحْلِ

مرد سے دودھ کے رشتہ ہونے کا بیان

یہ ترجمہ ان ہی لفظوں کے ساتھ جملہ کتب صحاح میں واقع ہوا ہے۔

لبن الفحل کی تشریح: اي اللبن الذي نزل في ثدي المرأة بسبب الفحل وهو الزوج۔ دودھ کی نسبت جس طرح عورت کی طرف ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے، اسی طرح اسکی نسبت مرد کی طرف بھی ہوتی ہے، سبب ہونے کی حیثیت سے، اس لئے کہ عورت کے پستان میں لبن کا تحقق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ولادت ولد کے بعد ہوتا ہے جس میں ظاہر ہے کہ مرد کا دخل ہے۔ یہ وہی مسئلہ ہے جس کی طرف اشارہ ہمارے یہاں باب الرضاع کے شروع میں آچکا ہے۔ جمہور علماء ومنهم الائمة الأربعة لبن الفحل کے قائل ہیں۔ چنانچہ جس طرح رضاعی بیٹے کی شادی رضاعی ماں سے ناجائز ہے اسی طرح رضاعی بیٹی کی

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ١٤٥، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٢٩

[2] ظاہر یہ ہے کہ لاتعرضن جمع مؤنث حاضر کا صیغہ ہے دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ واحد مؤنث حاضر کا صیغہ ہو بانون ثقیلہ اس صورت میں ضاد مکسور ہوگا۔

[3] اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں (سورۃ النساء ٢٣)

[4] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٦ ص ٥٥

شادی رضاعی ماں کے شوہر سے ناجائز ہے۔ گویا دودھ پلانے والی عورت جس طرح رضاعی ماں قرار دی گئی اسی طرح اس کا شوہر رضیع کیلئے باپ قرار دیا گیا ہے۔ وھذا ھو معنی لبن الفحل عند الفقھاء۔ دراصل بادی الرائ میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رضیع کا نکاح مرضعہ سے تو ناجائز ہونا چاہیئے لیکن اس کے شوہر سے جائز ہونا چاہیئے اس لئے کہ دودھ کا تعلق بظاہر صرف عورت سے ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے یہی اشکال فرمایا تھا جیسا کہ حدیث الباب میں آرہا ہے۔

اس مسئلہ میں بعض صحابہؓ جیسے ابن عمرؓ وغیرہ اور بعض تابعین جیسے نخعیؒ، شعبیؒ وسعید بن المسیبؒ اور داؤد ظاہریؒ کا اختلاف ہے۔ ان حضرات کے نزدیک حرمت رضاعت صرف ماں کی طرف منتشر ہوتی ہے، رضاعی باپ سے اس کا تعلق نہیں۔ لبن الفحل کی بہت صریح اور واضح مثال وہ ہے جس کو امام ترمذیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ہے جس کے دو باندیاں ہیں ان میں سے ایک نے کسی اجنبی بچی کو دودھ پلایا اور دوسری باندی نے کسی اجنبی بچہ کو دودھ پلایا تو اب ان سے سوال کیا گیا کہ کیا اس لڑکے کی شادی اس لڑکی سے جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا: لَا، اللِّقَاحُ وَاحِدٌ۔ دیکھیئے اس مثال میں ان دونوں بچوں کو دودھ پلانے والی مرضعہ بھی ایک نہیں ہے اس کے باوجود ان کو رضاعی بہن بھائی قرار دیا گیا کیونکہ مرد دونوں کا ایک ہی ہے جس کے سبب دودھ اترتا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَهَذَا تَفْسِيرُ لَبَنِ الفَحْلِ، وَهَذَا الأَصْلُ فِي هَذَا البَابِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ اهـ[1]۔

منشأ اختلاف: جو حضرات لبن الفحل کے قائل نہیں ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے: وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِيٓ أَرۡضَعۡنَكُمۡ[2] اور طریق استدلال یہ ہے کہ آیت کریمہ میں حرمت نسبیہ میں تو دونوں قسم کے محارم مذکور ہیں، یعنی من قبل الام اور من قبل الاب۔ چنانچہ ارشاد ہے: وَعَمَّٰتُكُمۡ وَخَٰلَٰتُكُمۡ۔ عمہ باپ کی طرف کا رشتہ ہے اور خالہ ماں کی طرف کا اور حرمت رضاعیہ کے ذیل میں قرآن کریم میں صرف محرمات من قبل الام کا ذکر ہے، حیث قال: وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِيٓ أَرۡضَعۡنَكُمۡ، یہاں پر عمہ رضاعیہ کو ذکر نہیں کیا گیا۔ جمہور کی جانب سے جواب دیا گیا ہے: تخصیص الشئ بالذکر لایدل علی نفی الحکم عما عداہ اور خصوصاً جب کہ احادیث صحیحہ اس بارے میں ثابت ہیں۔

۲۰۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ العَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ أَفْلَحُ بْنُ أَبِي القُعَيْسِ فَاسْتَتَرْتُ مِنْهُ، قَالَ: تَسْتَتِرِينَ مِنِّي وَأَنَا عَمُّكِ، قَالَتْ: قُلْتُ: مِنْ أَيْنَ؟ قَالَ: أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي، قَالَتْ: إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي المَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ. فَقَالَ: «إِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ».

---

[1] جامع الترمذی – کتاب الرضاع – باب ماجاء فی لبن الفحل ۱۱۴۹

[2] اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا (سورۃ النساء ۲۳)

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ افلح میرے پاس آئے وہ حضرت عائشہؓ کے دودھ شریک چچا تھے تو میں نے ان سے پردہ کرلیا انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے پردہ کرتی ہو میں تو تمہارا چچا ہوں۔ میں نے کہا یہ کس طرح؟ تو انہوں نے کہا: میری بھابھی نے تم کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا۔ پس نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ کے سامنے میں نے یہ واقعہ عرض کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ یہ تمہارے چچا ہیں وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٠١) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥١٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٨١٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٤١) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٤٥) جامع الترمذي - الرضاع (١١٤٨) سنن النسائي - النكاح (٣٣٠١) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٣) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٤) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٦) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٧) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٨) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٥٧) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٤٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٤٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٧/٦) موطأ مالك - الرضاع (١٢٧٨) موطأ مالك - الرضاع (١٢٧٩) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٨) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٩)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پاس افلح بن القعیس آئے، میں ان سے پردہ کرنے لگی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے پردہ کرتی ہو؟ میں تو تمہارا چچا ہوں۔ میں نے کہا: آپ میرے چچا کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: تم کو میرے بھائی کی بیوی نے دودھ پلایا ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا: إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، اس کے بعد حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس قصہ کے بعد جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہ تمہارے چچا ہیں بغیر پردہ کے آسکتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ افلح کے حضرت عائشہؓ کا رضاعی چچا ہونے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

① افلح حضرت عائشہؓ کے نسبی باپ کے رضاعی بھائی ہوں۔

② افلح حضرت عائشہؓ کے رضاعی باپ کے نسبی بھائی ہوں۔

③ افلح حضرت عائشہؓ کے رضاعی باپ کے رضاعی بھائی ہوں، لیکن یہاں دوسری صورت متحقق ہے جس کی روایت میں تصریح ہے، أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي۔

تنبیہ: ابوداؤد کی اس روایت میں افلح بن ابی القعیس واقع ہوا ہے جو صحیح نہیں، صحیح اس میں افلح بن قعیس اخو ابی القعیس ہے، كما في رواية الصحيحين، والحديث أخرجه مالك والشافعي وباقي الستة (المنهل [1])۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٣ ص ١٨٨

٩- بَابٌ فِي رِضَاعَةِ الْكَبِيرِ

بالغ بچہ کے دودھ پینے کا بیان میں

ابواب الرضاع کے شروع میں یہ گزر چکا ہے کہ رضاعت وہ معتبر اور مؤثر ہے جو مدت رضاعت میں ہو جس میں فی الجملہ اختلاف ہے۔ اس مدت کے گزرنے کے بعد جو رضاعت ہوگی وہ معتبر نہیں، اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا: مَنْ قَالَ لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ۔ اس کے ذیل میں شراح نے اختلاف نقل کیا ہے کہ ائمہ ثلاث اور صاحبین کا مسلک یہی ہے بخلاف امام اعظم ابو حنیفہؒ کے کہ ان کے نزدیک مدت رضاعت تیس ماہ ہے (اڑھائی سال)۔ دلائل کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

٢٠٥٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ، قَالَ حَفْصٌ: فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ، وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَالَ: «انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ایک شخص ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حفص نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کو یہ ناگوار معلوم ہوا اور غصہ کی بناء پر چہرۂ انور کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! وہ تو میرے رضاعی بھائی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیکھو تمہارا بھائی کون ہے؟ دودھ کا رشتہ وہ معتبر ہوتا ہے جو بھوک کے زمانہ میں ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٠٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٨١٤) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٥٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٢) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٥٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٤٥) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٥٦)

شرح الحديث: عَنْ عَائِشَةَ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ، قَالَ حَفْصٌ: فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ: مضمون حدیث واضح ہے۔ حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ۔ وفي القاموس: الجُوعُ: ضِدُّ الشِّبَعِ، وبالفتح: المَصْدَرُ، جاعَ جَوْعاً ومَجَاعَةً، یعنی جوع بالضم اسم مصدر ہے اور جوع بالفتح اور مَجَاعَةً یہ دونوں مصدر ہیں[1]۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ رضاعت وہ معتبر ہے جو بھوک کی وجہ سے ہو، یعنی جس زمانہ میں بھوک کا حل دودھ کے علاوہ کوئی اور چیز نہ ہو شرعاً وہ معتبر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رضاعت وہی ہے جو بچپن میں مخصوص مدت کے اندر ہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ بچہ کی

---

[1] القاموس المحيط — ص ١٧٧ (مؤسسة الرسالة الطبعة: الثامنة، ١٤٢٦ هـ)

پیدائش سے لیکر دوسال تک یہ ایسا زمانہ ہے کہ اس میں بچہ کی غذا فطرۃً وعادۃً دودھ کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔

جاننا چاہیئے کہ حدیث الباب سے مستفاد ہو رہا ہے کہ رضاعت میں اصل چیز ازالہ جوع ہے اور اس ازالہ کا تعلق وصول اللبن الی المعدہ سے ہے لہذا ثبوت رضاعت کیلئے براہ راست پستان سے منہ لگا کر پینا ضروری نہ ہوا بلکہ جس طرح بھی عورت کا دودھ بچہ کے پیٹ میں پہنچ جائے اکلاً و شرباً حتی کہ بطریق وَجور اور سعوط سب صورتیں اس میں داخل ہیں، البتہ اس میں لیث بن سعد اور اہل ظاہر کا اختلاف ہے، حیث قالوا: الرضاعة إنما تكون بالتقام الثدي ومص اللبن منه (بذل) [1]۔

۲۰۵۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنٍ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «لَا رِضَاعَ إِلَّا مَا شَدَّ الْعَظْمَ وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ». فَقَالَ أَبُو مُوسَى: «لَا تَسْأَلُونَا وَهَذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ دودھ پلانا وہ معتبر ہوتا ہے جو کہ ہڈی کو طاقتور کر دے اور گوشت کی نشوونما کرے۔ اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ جب تک تم لوگوں میں یہ عالم (حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ) موجود ہیں تب تک مجھ سے مسائل دریافت نہ کرو۔

۲۰۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْهِلَالِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، وَقَالَ: أَنْشَزَ الْعَظْمَ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اسی کے ہم معنیٰ روایت مروی ہے لیکن اس روایت میں أَنْبَتَ اللَّحْمَ کی جگہ أَنْشَزَ الْعَظْمَ کے الفاظ ہیں۔

شرح الاحادیث یعنی رضاع وہ معتبر ہے جس سے بچہ کی ہڈیاں سخت اور مضبوط ہوں اور انبات لحم ہو۔

یہ حدیث مختصر ہے: یہ حدیث یہاں مختصر ہے۔ اصل واقعہ وہ ہے جس کو حضرتؒ نے بذل میں بدائع الصنائع [2] سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک بدوی کے گھر میں ولادت ہوئی۔ ولادت کے کچھ روز بعد بچہ کا انتقال ہو گیا۔ بچہ کی ماں کے پستان میں دودھ جمع ہو کر پستان پر ورم آگیا، تو اس عورت کا شوہر اپنی بیوی کی تکلیف کو دیکھ کر یہ کرنے لگا کہ اپنے منہ سے اس کے پستان سے دودھ چوس کر بجائے نگلنے کے باہر پھینک دیتا۔ ایک مرتبہ اتفاق سے چند قطرے اس کے حلق کے اندر چلے گئے، اس نے اس کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا: تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی۔ وہ شخص اسکے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے، انہوں نے پوچھا کہ تو نے یہ مسئلہ کسی اور سے بھی دریافت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں ابو موسیٰ اشعریؓ سے دریافت کیا تھا۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۰ ص ۳٤۰

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع – ج ٥ ص ٧٥ (دار الكتب العلمية الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ)

(رضاعی ماں ہونے کے وجہ سے)۔ اس پر وہ ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: لَا رِضَاعَ إِلَّا مَا شَدَّ الْعَظْمَ۔ اس پر ابو موسیٰ اشعریؓ نے وہ فرمایا جو یہاں کتاب میں مذکور ہے کہ جب تک یہ عالم یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ تمہارے اندر موجود ہے اس وقت تک مجھ سے کوئی مسئلہ دریافت نہ کیا جائے۔

یہ اثر ابن مسعودؓ صحاح ستہ میں سے صرف یہاں ابوداؤد ہی میں ہے۔ صاحب منہل لکھتے ہیں: وأخرجه البيهقي من طريق المصنف [1]، اسی طرح اصل روایت میں مختصر اً موطا مالک [2] میں بھی ہے۔

۱۰۔ بَابٌ فِيمَنْ حَرَّمَ بِهِ

بالغ لڑکے کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت کرنے والے علماء کی دلیل

گزشتہ باب اور اس کی احادیث تو جمہور کی تائید میں تھیں، یعنی رضاعت کبیر سے عدم تحریم اور یہ باب اس کا مقابل ہے، اس میں قائلین تحریم کی دلیل بیان کی گئی ہے، یعنی ظاہر یہ عائشہؓ، عروہؒ، لیث بن سعد وعطاء، وکذا ابن تیمیۃ۔

۲۰۶۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، كَانَ تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ ابْنَةَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوُرِّثَ مِيرَاثَهُ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي ذَلِكَ {ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ} إِلَى قَوْلِهِ {فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ [3]} فَرُدُّوا إِلَى آبَائِهِمْ، فَمَنْ لَمْ يُعْلَمْ لَهُ أَبٌ كَانَ مَوْلًى وَأَخًا فِي الدِّينِ، فَجَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ، ثُمَّ الْعَامِرِيِّ وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا نَرَى سَالِمًا وَلَدًا، وَكَانَ يَأْوِي مَعِي وَمَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ، فِي بَيْتٍ وَاحِدٍ، وَيَرَانِي فُضُلًا، وَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِمْ مَا قَدْ عَلِمْتَ فَكَيْفَ تَرَى فِيهِ؟ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْضِعِيهِ» فَأَرْضَعَتْهُ خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَبِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَأْمُرُ بَنَاتِ أَخَوَاتِهَا وَبَنَاتِ إِخْوَتِهَا أَنْ يُرْضِعْنَ مَنْ أَحَبَّتْ عَائِشَةُ أَنْ يَرَاهَا وَيَدْخُلَ عَلَيْهَا، وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا خَمْسَ رَضَعَاتٍ، ثُمَّ يَدْخُلُ عَلَيْهَا وَأَبَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، حَتَّى يَرْضَعَ فِي الْمَهْدِ، وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ وَاللهِ! مَا نَدْرِي لَعَلَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ۳ ص ۱۹۲
[2] موطأ مالك — كتاب الرضاع — باب ما جاء في الرضاعة بعد الكبر ۲۲۴۹.
[3] پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں پھر اگر نہ جانتے ہو ان کے باپ کو تو تمہارے بھائی ہیں دین میں اور رفیق ہیں (سورۃ الأحزاب ۵)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَالِمٍ دُونَ النَّاسِ.

ترجمہ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے سالم کو متبنیٰ (یعنی لے پالک) بنایا تھا اور اپنے بھائی کی لڑکی ہندہ بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ کا ان سے نکاح کر دیا تھا اور سالم ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے جس طرح حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کو (منہ بولا) بیٹا بنایا تھا اور دورِ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جو شخص کسی کو لے پالک بناتا تو اس (بچہ) کو اسی متبنیٰ بنانے والے شخص کے نام سے منسوب کرتے اور اس کو مرنے والے کی وراثت دلاتے۔ یہاں تک کہ آیتِ کریمہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ نازل ہوئی۔ چنانچہ اُس دن سے اُن لوگوں کو ان کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جانے لگا اور جس (بچہ) کے والد کا علم نہ ہو سکا اس کو آزادہ کردہ غلام اور دینی بھائی قرار دیا گیا۔ سہلہ بنت سہیل جو کہ حضرت حذیفہؓ کی اہلیہ محترمہ تھیں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ میرے اور ابو حذیفہؓ کے ہمراہ ساتھ رہتا تھا اور مجھ کو گھریلو اور تنہائی کے لباس میں بھی دیکھ لیتا تھا، ہم سالم کو اپنی حقیقی اولاد کی طرح سمجھتے تھے۔ اب اللہ پاک نے لے پالک کے متعلق جو حکم نازل فرمایا ہے وہ آپ کو خوب علم ہے پس آپ ہمارے اس بچہ کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں (کہ اس طریقے سے یہ سالم ہمارا بچہ بن جائے اور پردہ بھی نہ رہے)؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس کا حل یہ ہے بس) تم اس سالم کو دودھ پلا دو۔ چنانچہ حضرت سہلہ نے سالم کو پانچ دفعہ دودھ پلایا۔ چنانچہ اس فعل سے سالم حضرت سہلہ کے رضاعی بیٹے کی مانند بن گیا۔ اس واقعہ سے حضرت عائشہؓ نے استدلال کر کے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ جن بالغ لڑکوں کے متعلق پسند کرتیں کہ وہ لڑکے حضرت عائشہؓ کو دیکھ سکیں اور ان کے یہاں آجا سکیں ان کے متعلق اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں سے فرماتیں کہ ان کو دودھ پلاؤ۔ (حضرت عائشہؓ کی بھانجی جس لڑکے کو دودھ پلاتی تو حضرت عائشہؓ اس لڑکے کی رضاعی نانی کی بہن بن جاتیں اور جس لڑکے کو حضرت عائشہؓ کی بھتیجی دودھ پلاتی تو حضرت عائشہؓ اس لڑکے کی رضاعی نانا کی بہن بن جاتیں)۔ اگرچہ وہ لڑکا بالغ ہوتا تب بھی اس کو دودھ پلواتیں پانچ دفعہ پھر اس طرح وہ لڑکا حضرت عائشہؓ کے گھر آتا جاتا۔ لیکن اس طرح دودھ پلانے کے طریقے سے بننے والے رضاعی رشتہ دار کے متعلق ام سلمہؓ اور دیگر تمام ازواجِ مطہرات نے صاف صاف منع کر رکھا تھا کہ وہ ان کے گھر نہ آیا کرے۔ ہاں جن بچوں کو دودھ پلانے کی مدت میں دودھ پلایا گیا ہو تب ان سے دودھ کا رشتہ ان ازواجِ مطہرات کے یہاں بھی ثابت ہو جاتا تھا۔ ان ازواجِ مطہرات نے حضرت عائشہؓ کی اس دلیل کے جواب میں کہا کہ بخدا ہمیں بالغ لڑکے کو دودھ پلانے سے دودھ کا رشتہ ثابت ہونے کا بالکل علم نہیں۔ جہاں تک سالم کا واقعہ ہے شاید رسول اللہ ﷺ نے بطور خصوصیت سالم کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہو۔ تمام مسلمانوں کیلئے یہ حکم نہیں تھا۔

تخریج صحيح البخاري - المغازي (٣٧٧٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٠) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٥٣) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٥٤) سنن النسائي - النكاح (٣٢٢٣) سنن النسائي - النكاح (٣٢٢٤) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٩) سنن النسائي - النكاح (٣٣٢٠) سنن النسائي - النكاح (٣٣٢١) سنن النسائي - النكاح (٣٣٢٢) سنن النسائي - النكاح (٣٣٢٣) سنن أبي داود - النكاح

(۲۰۶۱) سنن ابن ماجه - النكاح (۱۹٤۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۹/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۷٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۰۱/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۲۸/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۵۵/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۷۱/٦) موطأ مالك - الرضاع (۱۲۸۸) سنن الدارمي - النكاح (۲۲۵۷).

شرح الحديث: روایت تو طویل ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ایک لڑکا جس کا نام سالم بن عبید بن ربیعہ ہے اس کو ابو حذیفہ بن عتبہ نے اپنا متبنیٰ بنالیا تھا۔ چنانچہ وہ ان کے پاس رہا کرتا تھا حتی کہ وہ بڑا ہو کر قابل نکاح ہو گیا۔ حذیفہ نے اس کی شادی کردی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے کے حکم میں ہوتا تھا۔ چنانچہ ابوحذیفہؓ کی اہلیہ سالم کے سامنے آتی تھیں پردہ وغیرہ کچھ نہیں تھا، یہاں تک کہ آیت کریمہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ نازل ہو گئی اور حکم سابق منسوخ ہو کر متبنیٰ سے احتجاب لازم ہو گیا، اس پر ابوحذیفہؓ کی بیوی سہلہ بنت سہیل نے حضور ﷺ کی خدمت میں جاکر عرض حال کیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ یہ کیا ہو گیا ہم تو تینوں ایک جگہ رہتے تھے کوئی پردہ نہیں تھا۔ وَیَرَانِي فُضُلًا، فضل لغت میں اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جو معمولی اور گھٹیا لباس میں ہو یا وہ شخص جو پورے لباس میں نہ ہو بدن کا بعض حصہ کھلا ہو، سہلہ کا منشا یہ تھا کہ اگر اس پریشانی کا کوئی حل ہو تو بتادیجئے۔

فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْضِعِيهِ»: یعنی آپ ﷺ نے اسکو یہ حل بتایا کہ تم اسکو دودھ پلا دو تاکہ حرمت رضاعت ثابت ہو کر پردہ کی حاجت باقی نہ رہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کرلیا۔ آگے روایت میں یہ ہے: فَبِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَأْمُرُ بَنَاتِ أَخَوَاتِهَا وَبَنَاتِ إِخْوَتِهَا أَنْ يُرْضِعْنَ مَنْ أَحَبَّتْ عَائِشَةُ أَنْ يَرَاهَا وَيَدْخُلَ عَلَيْهَا، یعنی چونکہ حضرت عائشہؓ کے علم میں یہ سہلہ بنت سہیل والا قصہ تھا جس سے رضاعت کبیر ثابت ہوتی ہے تو جس شخص کے بارے میں حضرت عائشہؓ کو یہ منظور ہوتا کہ وہ ان کے پاس بغیر پردہ کے آجا سکے تو اپنی بھتیجیوں یا بھانجیوں سے کہہ کر اس کو ان کا دودھ پلوادیتیں۔ اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ رضاعت کبیر کی قائل تھیں، لیکن دوسری ازواج مطہراتؓ کو ان کی اس رائے سے اتفاق نہ تھا چنانچہ آگے روایت میں آرہا ہے: وَأَبَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، حَتَّى يَرْضَعَ فِي الْمَهْدِ الخ۔

دلیل جمہور: اسی روایت سے جمہور کی دلیل بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ بقیہ ازواج نے حضرت عائشہؓ کی اس بات کو تسلیم نہیں فرمایا، کما في حديث الباب۔

۱۱- بَابُ هَلْ يُحَرِّمُ مَا دُونَ خَمْسِ رَضَعَاتٍ

کیا حرمتِ رضاعت پانچ دفعہ سے کم پینے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے؟

مسائل رضاعت میں یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ آیا حرمتِ رضاعت کے ثبوت کیلئے مطلق رضاعت کافی ہے یا اسکی کوئی

خاص مقدار متعین ہے، جمہور علماء ومنهم الأئمة الثلاثة کے نزدیک صرف ایک بار پینا کافی ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک خمس مرات، وهو رواية عن أحمد، ومذهب لابن حزم اور داؤد ظاہری کے نزدیک ثلاث مرات، وهو رواية عن أحمد، حضرت عائشہؓ کے مسلک میں مختلف روایات وارد ہیں ایک روایت اس میں ان سے عشر مرات کی ہے اور ایک سبع کی اور ایک خمس کی۔

۲۰۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: «كَانَ فِيمَا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، فَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ قرآنِ پاک میں پہلے یہ حکم نازل ہوا تھا کہ چھوٹے بچہ کا دس مرتبہ دودھ پینا دودھ کا رشتہ ثابت کرتا ہے پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور قرآنِ پاک میں یہ حکم نازل ہوا کہ پانچ مرتبہ دودھ پینے سے دودھ کا رشتہ ثابت ہو جائے گا۔ پس رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہ آیت قرآنِ پاک میں پڑھی جاتی تھی۔

تخریج صحيح مسلم - الرضاع (١٤٥٢) سنن النسائي - النكاح (٣٣٠٧) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٦٢) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٤٢) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٤٤) موطأ مالك - الرضاع (١٢٩٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٥٣)

شرح الحدیث اس مسئلہ میں جمہور کا استدلال تو آیت کریمہ کے اطلاق سے ہے وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيٓ أَرْضَعْنَكُمْ، اور حضرت عائشہؓ کی روایات اول تو اخبارِ احاد ہیں، دوسرے یہ کہ وہ عددِ رضاعت کے بارے میں مختلف اور مضطرب ہیں جیسا کہ یہ روایات مختلفہ بذل المجهود[1] میں مذکور ہیں، رہی یہ بات کہ حضرت عائشہؓ تو خود قرآن کریم کی قرأت کا حوالہ دے رہی ہیں، سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اس روایت کو بحیثیت قرآن کے نقل کر رہی ہیں اور قرآن کا ثبوت بدون تواتر کے ہو نہیں سکتا، ہاں اگر وہ اس روایت کو بحیثیت حدیث کے روایت فرماتیں تو معتبر ہو سکتا تھا، واللہ تعالی اعلم۔

۲۰۶۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتی ہیں کہ بچہ کا ایک دفعہ اور دو دفعہ چوسنا حرمتِ رضاعت کو ثابت نہیں کرتا۔

تخریج صحيح مسلم - الرضاع (١٤٥٠) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٠) سنن النسائي - النكاح (٣٣١٠) سنن النسائي - النكاح (٣٣١١) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٦٣) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٤١) مسند أحمد -

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٠ ص ٤٣

باقي مسند الأنصار (٣١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤٧/٦) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٥١)

شرح الحدیث: مصۃ، بمعنی چوسنا اور تاء اس میں مرۃ کیلئے ہے ایک بار چوسنا، یعنی بچہ کا اپنی ماں کے پستان کو ایک یا دو بار چوسنا موجب حرمت نہیں ہے، یہ تو منطوق حدیث ہوا، اور مفہوم حدیث یہ ہوا کہ تین بار چوسنا موجب حرمت ہے، چنانچہ بعض علماء کا مذہب یہی ہے، زید بن ثابت اور ابو ثور وابن المنذر وداؤد ظاہری واحمد فی روایۃ، اس کا ایک جواب تو پہلے گزر چکا کہ عدد رضعات والی روایات میں اختلاف واضطراب ہے، اور ایک جواب خاص اس روایت کا یہ دیا گیا ہے کہ انہ محمول علی ما اذا لم یتحقق وصول اللبن الی جوف الصبی، جیسا کہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض مرتبہ ماں بچہ کو دودھ پلانا چاہتی ہے اور پستان اس کے منہ میں داخل بھی کر دیتی ہے لیکن وہ پینا نہیں چاہتا چنانچہ مسلم کی ایک روایت میں ہے لَاتُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ[1]۔

١٢ - بَابٌ فِي الرَّضْخِ عِنْدَ الْفِصَالِ

تکمیل رضاعت پر دایہ کو کچھ انعام دینے کے بیان میں

رضخ کے معنی معمولی سی بخشش اور عطیہ کے ہیں۔

٢٠٦٤ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يُذْهِبُ عَنِّي مَذَمَّةَ الرَّضَاعَةِ؟، قَالَ: «الْغُرَّةُ الْعَبْدُ أَوِ الْأَمَةُ» . قَالَ النُّفَيْلِيُّ: حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ الْأَسْلَمِيُّ وَهَذَا لَفْظُهُ.

ترجمہ: حضرت حجاج راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون سا عمل ہے جسے میں کروں تو میں اپنی دودھ پلانے والی دایہ کا حق چکا سکوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غرۃ ایک غلام یا باندی اس دایہ کو دے دو۔ مصنف کے استاذ عبد اللہ بن محمد نفیلی نے راوی حدیث کا نام حجاج بن حجاج الاسلمی لیا ہے اور مذکورہ بالا حدیث ان ہی استاذ نفیلی کے الفاظ ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٣) سنن النسائي - النكاح (٣٣٢٩) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٦٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٠/٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٥٤)

شرح الحدیث: مَذَمَّةَ کے معنی حق کے آتے ہیں، بظاہر اس وجہ سے کہ اس کی اضاعت سے آدمی مستحق مذمت ہو جاتا ہے اور یہاں پر اس سے وہ حق مراد ہے جو مرضعہ کو حاصل ہوتا ہے رضاعت کی وجہ سے، یہاں پر دو چیزیں ہیں ایک اجرت رضاعت، جو تراضی طرفین سے متعین کی جاتی ہے، اور دوسری چیز وہ ہے جو مرضعہ کو عند الفصال یعنی تکمیل رضاعت کے بعد بطور بخشش اور انعام کے دی جاتی ہے اسی کو مذمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ ان لوگوں کو عادت تھی کہ وہ عند الفطام مرضعہ کو

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الرضاع - باب في المصة والمصتين ١٤٥١

انعام کے طور پر کچھ دیا کرتے تھے، اس حدیث میں ان صحابیؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہی دریافت کیا ہے کہ وہ بخشش کیا ہونی چاہیئے، آپ ﷺ نے فرمایا ایک غلام یا ایک باندی۔

جاننا چاہیئے کہ اعطاء رضخ کا حکم ایجابی نہیں ہے، واجب تو اصل اجرت کا ادا کرنا ہے، یہ حکم استحبابی ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر جو ترجمہ قائم کیا ہے وہ بلفظ الحدیث ہے بَابُ مَا جَاءَ مَا يُذْهِبُ مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ، مصنف کے ترجمہ میں ایک استنباط کی سی شان ہے، چنانچہ شروع میں اس کتاب کے مقدمہ میں گزر چکا کہ سنن ابی داؤد کے تراجم سنن ترمذی کے تراجم سے اونچے ہیں، نیز یہ بھی ذہن میں رکھیئے کہ لفظ رضخ کا ذکر کتاب الجہاد کے بیان مغانم میں بھی کثرت سے آتا ہے، اس ذیل میں کہ غلام اور عورت کیلئے باقاعدہ سہم غنیمت نہیں ہوتا البتہ ان کو رضخ دیا جاتا ہے، والحدیث أخرجه ایضا احمد والنسائی والترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح (المنهل) [1]۔

۱۳ـ بَابُ مَا يُكْرَهُ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ

باب ان عورتوں کا بیان جن کو ایک وقت میں اپنے نکاح میں جمع کرنا درست نہیں

یعنی وہ عورتیں جن سے فی نفسہ نکاح تو جائز ہے لیکن ان میں سے دو کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں بیان محرمات میں ہے وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ [2] اس آیت کریمہ میں تو تصریح صرف جمع بین الاختین ہی کی ہے لیکن احادیث الباب اور صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ اربعہ وغیرہ کے اتفاق سے اس میں غیر اختین کو بھی شامل کیا گیا ہے جس کا ضابطہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایسی دو عورتیں جن میں سے اگر کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے تو اسکا نکاح دوسری سے جائز نہ ہو، ففی تفسیر الجلالين تحت قوله: وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ وَيُلْحَقُ بِهِمَا بِالسُّنَّةِ الْجَمْعُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا اه [3]۔

۲۰۶۵ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا، وَلَا الْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ أَخِيهَا، وَلَا الْمَرْأَةُ عَلَى خَالَتِهَا، وَلَا الْخَالَةُ عَلَى بِنْتِ أُخْتِهَا، وَلَا تُنْكَحُ الْكُبْرَى عَلَى الصُّغْرَى، وَلَا الصُّغْرَى عَلَى الْكُبْرَى».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ جس لڑکی کی پھوپھی کسی مرد کے نکاح میں ہو تو اس لڑکی کا نکاح اس مرد سے نہ کیا جائے۔ نیز جس عورت کی بھتیجی کسی مرد کے نکاح میں ہو تو اس کی پھوپھی سے نکاح نہ کیا جائے۔ نیز کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کیا جائے جس کی خالہ اس مرد کے نکاح میں ہو اور نہ ہی بھانجی کے نکاح میں

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود– ج ۳ ص ۲۰۷

[2] اور (حرام ہے) یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو (سورۃ النساء ۲۳)

[3] تفسیر الجلالین– ص ۸۱

ہوتے ہوئے اس کی خالہ سے نکاح کیا جائے۔ بڑی عورت کا چھوٹی عورت پر نکاح نہ کیا جائے اور نہ ہی چھوٹی عورت سے نکاح کیا جائے بڑی عورت کی موجودگی میں۔

تخریج صحيح البخاري - النكاح (٤٨٢٠) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٢١) صحيح مسلم - النكاح (١٤٠٨) جامع الترمذي - النكاح (١١٢٦) سنن النسائي - النكاح (٣٢٨٨) سنن النسائي - النكاح (٣٢٨٩) سنن النسائي - النكاح (٣٢٩٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢٩١) سنن النسائي - النكاح (٣٢٩٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٩٣) سنن النسائي - النكاح (٣٢٩٤) سنن النسائي - النكاح (٣٢٩٥) سنن النسائي - النكاح (٣٢٩٦) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٦٥) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٠١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٥٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٨٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٠٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٣٢) موطأ مالك - النكاح (١١٢٩) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٨) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٩)

شرح الحديث یعنی اگر کسی شخص کے نکاح میں کسی عورت کی بھتیجی ہے تو اب یہ شخص اس کی پھوپی سے نکاح نہیں کر سکتا، وکذا العکس یعنی اگر اس کے نکاح میں پہلے سے پھوپی ہے تو اب وہ اس کی بھتیجی سے نکاح نہیں کر سکتا اور یہی حال خالہ اور بھانجی کا ہے، امام ترمذیؒ اس حدیث پر فرماتے ہیں: وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ العِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ اخْتِلَافًا: أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ المَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، أَوْ خَالَتِهَا اھ[1]، لیکن اس مسئلہ میں خوارج کا اختلاف ہے کہ انہوں نے جمع بین المرأة وعمتها وبين المرأة وخالتها کو جائز قرار دیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جمع کی دو صورتیں ہیں: ① فی النکاح، ② وفی الوطی، پس جمہور علماء کے نزدیک جس طرح جمع بین المحارم بالنکاح ناجائز ہے، اسی طرح جمع فی الوطی بملك اليمين بھی ناجائز ہے، اور اس صورت ثانیہ میں شیعہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک جمع فی الوطی بملك اليمين جائز ہے۔

وَلَا تُنْكَحُ الْكُبْرَى عَلَى الصُّغْرَى، وَلَا الصُّغْرَى عَلَى الْكُبْرَى: یہ ماقبل ہی کی تاکید ہے کبری سے مراد عمہ اور خالہ اور صغری سے مراد بھتیجی اور بھانجی۔

٢٠٦٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا، وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا».

ترجمہ ابن شہاب زہری کہتے ہیں مجھے قبیصہ بن ذویب نے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت اور اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا۔ نیز ایک عورت اور اس کی پھوپھی کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا۔

---

[1] جامع الترمذي – كتاب النكاح – باب ما جاء لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ١١٢٦

تخریج صحيح البخاري- النكاح(٤٨٢٠)صحيح البخاري- النكاح(٤٨٢١)صحيح مسلم- النكاح(١٤٠٨)جامع الترمذي- النكاح(١١٢٦)سنن النسائي- النكاح(٣٢٨٨)سنن النسائي- النكاح(٣٢٨٩)سنن النسائي- النكاح(٣٢٩٠)سنن النسائي- النكاح(٣٢٩١)سنن النسائي- النكاح(٣٢٩٢)سنن النسائي- النكاح(٣٢٩٣)سنن النسائي- النكاح(٣٢٩٤)سنن النسائي- النكاح(٣٢٩٥)سنن النسائي- النكاح(٣٢٩٦)سنن أبي داود- النكاح(٢٠٦٦)سنن ابن ماجه- النكاح(١٩٢٩)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٢٢٩/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٢٥٥/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٠١/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٢٣/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٢٦/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٣٢/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٥٢/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٦٥/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٧٤/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٨٩/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٥٠٨/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٥١٦/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٥١٨/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٥٢٩/٢)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٥٣٢/٢)موطأ مالك- النكاح(١١٢٩)سنن الدارمي- النكاح(٢١٧٨)سنن الدارمي- النكاح(٢١٧٩)

٢٠٦٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا خَطَّابُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ «كَرِهَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ، وَبَيْنَ الْخَالَتَيْنِ وَالْعَمَّتَيْنِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آقا ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ مرد اپنے نکاح میں اپنی بیوی کے ساتھ اس کی پھوپھی یا اپنی بیوی کے ساتھ اس کی خالہ کو جمع کرے۔ نیز اپنے نکاح میں دو خالاؤں اور دو پھوپھیوں کو جمع کرنے کو ناپسند فرمایا۔

تخریج جامع الترمذي- النكاح(١١٢٥)سنن أبي داود- النكاح(٢٠٦٧)مسند أحمد- من مسند بني هاشم(٢١٧/١)مسند أحمد- من مسند بني هاشم(٣٧٢/١)

شرح الحدیث وَبَيْنَ الْخَالَتَيْنِ وَالْعَمَّتَيْنِ: اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ خالہ اور بھانجی کو اور اسی طرح پھوپی اور بھیجی کو تغلیباً خالتین اور عمتین سے تعبیر کر دیا گیا، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر ہے یعنی خالتین سے مراد ایسی دو عورتیں جو آپس میں ہر ایک دوسرے کی خالہ ہو اور علی ہذا القیاس عمتین، یعنی وہ دو عورتیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسری کی پھوپی ہو، اور ایسا ہو بھی سکتا ہے اس میں کوئی اشکال نہیں، چنانچہ عمتین کی صورت یہ ہو سکتی ہے دو اجنبی شخص ہیں جن کے باپ کا انتقال ہو گیا ہر ایک کی ماں موجود ہے، اب ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی ماں سے نکاح کر لیا (پس ہر ایک ان میں سے دوسرے کا باپ ہو گیا) اس کے بعد ہر ایک کے ایک ایک لڑکی پیدا ہوئی، پس ہر ایک کی لڑکی ان میں سے دوسری لڑکی کی عمہ[1] ہے کیونکہ ہر ایک ان میں سے دوسری کے باپ کی بہن ہے اور باپ کی بہن ہی عمہ کہلاتی ہے۔

---

[1]
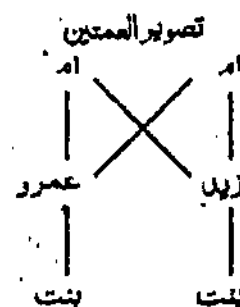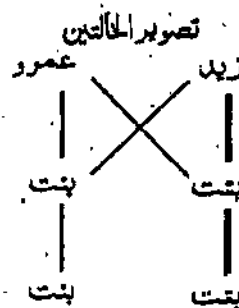
اور خالتین کی مثال یہ ہے کہ دو شخص ہیں جن میں سے ہر ایک نے دوسرے کی بیٹی سے نکاح کیا مثلاً زید نے عمرو کی بیٹی سے اور عمر نے زید کی بیٹی سے پھر ہر ایک سے ایک ایک لڑکی پیدا ہوئی، پس یہ دونوں لڑکیاں ایسی ہیں کہ ہر ایک ان میں سے دوسری کی خالہ ہے۔

۲۰۶۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى، { وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ [1] }، قَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حِجْرِ وَلِيِّهَا فَتُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ، فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ، وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ فِيهِنَّ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ { وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ [2] } قَالَتْ: وَالَّذِي ذَكَرَ اللهُ أَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْهِمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولَى الَّتِي قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ فِيهَا { وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ }. قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْآيَةِ الْآخِرَةِ { وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ } هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيمَتِهِ الَّتِي تَكُونُ فِي حِجْرِهِ حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا رَغِبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ. قَالَ يُونُسُ: وَقَالَ رَبِيعَةُ: فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ { وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى } قَالَ: يَقُولُ: «اتْرُكُوهُنَّ إِنْ خِفْتُمْ فَقَدْ أَحْلَلْتُ لَكُمْ أَرْبَعًا».

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اللہ پاک کا فرمان: وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب میں فرمایا: اے میرے بھانجے! اس آیت میں وہ یتیم لڑکی مراد ہے جو اپنے سرپرست کی پرورش میں ہوتی تھی اور یہ عورت ولی کے مال میں شریک ہوتی تھی پھر اس لڑکی کے سرپرست کو اس لڑکی کی خوبصورتی اور مال و دولت پسند ہوتا۔ چنانچہ اس کا سرپرست اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا مگر اس لڑکی کے مہر دینے میں انصاف نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اس کے ساتھ انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ اس لڑکی کو بھی اتنا مہر دیتا جتنا مہر ایسی مال جمال والی لڑکی کو ولی کے علاوہ نکاح کرنے کی صورت میں ادا کرتا، لہٰذا ایسے سرپرستوں کو اپنے ماتحت یتیمہ لڑکیوں سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا جب تک وہ ان کے ساتھ

---

[1] اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کر لو اور جو عورتیں تم کو خوش آویں (سورۃ النساء ۳)

[2] اور تجھ سے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کے نکاح کی کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی اور وہ جو تم کو سنایا جاتا ہے قرآن میں سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا جن کو تم نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ (سورۃ النساء ۱۲۷)

انصاف نہ کریں اور ان لڑکیوں کو ان کا عمدہ سے عمدہ مہر ادا نہ کرے۔ نیز انصاف نہ کرنے کی صورت میں یہ حکم نازل ہوا کہ ان یتیمہ لڑکیوں کے علاوہ دیگر عورتوں سے شادی کرے جتنے مہر میں بات بن جائے۔ عروہ کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یتیم لڑکیوں کے متعلق ان سے شادی کرنے کے بارے میں مسئلہ معلوم کیا تو اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی: وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ اے نبی! لوگ آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے اللہ پاک ان عورتوں کے متعلق تم کو شرعی حکم سے آگاہ فرماتے ہیں اور تم لوگوں پر قرآنِ پاک میں جن یتیم لڑکیوں کا حکم بیان کیا گیا تھا وہ یتیم لڑکیاں تھیں جن سے تم نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن تم ان کو ان کا مہر ادا نہیں کرتے تھے اس لئے اللہ پاک نے ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ الخ اس آیت میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا اس سے مراد سورۂ نسآء کی آیت نمبر ۳ ہے: وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ الخ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: اس کے بعد مذکورہ بالا آیت وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ میں وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص اپنے زیرِ تربیت یتیم لڑکی سے اس کے مال و دولت اور خوبصورتی کے کم ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے سے اعراض کرتا ہے، لہٰذا ان کو کہا گیا کہ جب تم ایسی یتیمہ لڑکیوں سے شادی سے اعراض کرتے ہو جن کے پاس مال و جمال کی کمی ہوتی ہے تو ایسی یتیم لڑکیاں جو مال و دولت اور خوبصورتی والی ہیں جب تم ان سے نکاح کرنے میں رغبت کرتے ہو اور تم ان سے شادی کرنا چاہتے ہو مگر ان کا پورا مہر نہیں دیتے ہو تو ایسی یتیم لڑکیوں سے سورۂ نسآء کی آیت نمبر ۳ میں نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا تھا جب تک ان یتیم خوبصورت مال و دولت والی لڑکیوں کو انصاف کے ساتھ ان کا مہر نہ ملے۔ یونس بن یزید کہتے ہیں ربیعۃ الرائی نے اللہ پاک کے ارشادِ گرامی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک فرما رہے ہیں: اگر تم یتیم لڑکیوں کے متعلق انصاف کرنے میں متردد ہو تو ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا چھوڑ دو کیونکہ میں نے تمہارے لیے چار عورتوں سے نکاح حلال کر دیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الشركة (٢٣٦٢) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦١٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٩٧) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٩٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٢٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٧٧) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٨١٠) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٣٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٣٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤٦) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٦٤) صحيح مسلم - التفسير (٣٠١٨) سنن النسائي - النكاح (٣٣٤٦) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٦٨)

شرح الحدیث: یہ حدیث بہت مشہور ہے صحیحین میں بھی موجود ہے، جس میں حضرت عروہ نے حضرت عائشہؓ سے ایک علمی سوال کیا ہے۔

سوال کا حاصل یہ ہے کہ یہاں ایک ہی مضمون سے متعلق دو آیتیں پائی جاتی ہیں دونوں سورہ نساء کی آیتیں ہیں ایک ابتداء سورۃ میں واقع ہے اور دوسری آگے چل کر اس کے آخر میں، پہلی آیت یہ ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى الخ، اور

دوسری آیت کا مصداق وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ الخ، ہے عروہ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے اس مقام کی تشریح چاہ رہے ہیں جس سے دونوں آیتوں کا فرق سمجھ میں آجائے، کیونکہ دونوں آیتیں ایک ہی مضمون سے متعلق ہیں حضرت عائشہؓ نے جو اس کی تفسیر اور تشریح بیان فرمائی ہے ہم اس کو یہاں اپنے الفاظ میں لکھتے ہیں وہ یہ کہ یتیم بچیاں جو اپنے ولی کے ماتحت اور سرپرستی میں ہوتی ہیں تو بعض صورتوں میں اس لڑکی سے خود ولی کا بھی نکاح جائز ہوتا ہے جیسے چچازاد بھائی کا چچازاد بہن سے، تو زمانہ جاہلیت میں یہ ہوتا تھا کہ اگر وہ یتیمہ ذومال اور ذوجمال ہوتی تو وہ ولی اس سے خود اپنا نکاح کر لیتا لیکن مہر وغیرہ حقوق پورے ادا نہ کرتا تو اس پر قرآن کریم میں تنبیہ کی گئی اور سورۂ نساء کی پہلی آیت اس سلسلہ میں نازل ہوئی، وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ، کہ اگر تم اس لڑکی کو اس کا پورا حق ادا نہیں کر سکتے تو دنیا میں اور دوسری لڑکیوں کی کمی نہیں ہے اس کے سوا کسی اور سے شادی کر لو۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد بعض صحابہ نے حضور اقدس ﷺ سے اس سلسلہ میں دوبارہ سوال کیا اس پر سورۂ نساء کی دوسری آیت نازل ہوئی، وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الخ۔

اس آیت میں حسب تفسیر حضرت عائشہؓ یہ فرمایا گیا ہے کہ جس وقت وہ یتیمہ قلیل المال والجمال ہوتی ہے تو تم (اے اولیاء) اس سے اپنا نکاح کرنا پسند نہیں کرتے اور جب وہ کثیر المال والجمال ہوتی ہے تو اس صورت میں اس سے نکاح چاہتے ہو وہ بھی اس طرح کہ اس کو پورا مہر ادا نہیں کرتے، یعنی یہ بہت خود غرضی اور ناانصافی کی بات ہے، واللہ اعلم۔

مذکورہ بالا تفسیر سے معلوم ہو رہا ہے کہ آیت اولیٰ کا تعلق اس یتیمہ سے ہے جو مرغوب فیہا ہو لکثرۃ المال والجمال اور آیت ثانیہ کا تعلق اس یتیمہ سے ہے جو قلت مال والجمال کیوجہ سے مرغوب[1] عنہا ہے، نیز آیت ثانیہ میں آیت اولیٰ کا بھی حوالہ ہے، قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ، اس مَا يُتْلَىٰ سے آیت اولیٰ ہی مراد ہے، یعنی آیت اولیٰ تم کو فتویٰ بتا رہی ہے، اب پڑھنے والے طلبہ کو چاہیئے کہ ہماری اس تقریر کو اس روایت پر منطبق کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ غور کے بعد بسہولت انطباق ہو سکتا ہے لیکن یہ سب کچھ اسی کیلئے ہے جو حل کتاب کا طالب ہو، سہولت پسند طبیعتوں کیلئے تو اس کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو گی۔

واللہ الموفق، اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں، اللھم الا ان یقال کہ اگر کسی شخص کی نگرانی وولایت میں چند یتامیٰ ہوں جن سے اس کا نکاح جائز ہو تو وہ اگر ان سے نکاح کرے تو اس طور پر نہ کرے کہ جس سے وہ جمع لازم آئے جو جائز نہیں، والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذری۔

۲۰۶۹ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ

---

[1] رغبۃ کا صلہ جب فی ہوتا ہے تو اس کے معنی طلب کے ہوتے ہیں اور جب عن ہو تو اس کے معنی اعراض کے ہوتے ہیں، ۱۲۔

بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدِّيْلِيُّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: لَا، قَالَ: هَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ وَايْمُ اللهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِ أَبَدًا حَتَّى يُبْلَغَ إِلَى نَفْسِي، إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ، فَقَالَ: «إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي، وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا» قَالَ: ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ فَأَحْسَنَ، قَالَ: حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَّى لِي وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا، وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلَكِنْ وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا".

ترجمہ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ علی بن حسین نے ہم سے بیان کیا (ان علی بن حسین کا لقب "امام زین العابدین" ہے) کہ جب امام زین العابدین اور ان کے ساتھ اہل بیت کی دیگر عورتیں بچے یزید بن معاویہ کے پاس سے مدینہ واپس پہنچے یہ حضرت حسین بن علی کی شہادت کا زمانہ ہے تو اس وقت مسور بن مخرمہ نے امام زین العابدین سے کہا: کیا آپ کو میری کوئی ضرورت ہے جو میں کر سکوں؟ تو امام زین العابدین نے فرمایا: مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تو حضرت مسور نے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار (ذوالفقار) عطا فرمائیں گے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کے دشمن (بنو امیہ) آپ سے یہ تلوار نہ لے لیں اور خدا کی قسم! اگر آپ نے مجھے یہ تلوار دے دی تو کوئی بھی مجھ سے یہ تلوار نہیں چھین سکے گا یہاں تک کہ میری جان نکل جائے۔ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے ابو جہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے متعلق خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ آپ اسی منبر نبوی پر خطبہ دے رہے تھے میں اس زمانے میں بالغ تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اس دوسرے نکاح کی وجہ سے وہ اپنے دین میں آزمائش میں مبتلا ہو جائے پھر رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنی عبد الشمس کے اپنے ایک داماد کا ذکر کیا اور ان کی تعریف فرمائی کہ انہوں نے اس دامادی والے رشتہ کو خوب نبھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے جو بات کہی اس کو سچا کر دکھایا اور جو وعدہ کیا اس کو پورا کر دکھایا اور میں نہ ہی کسی حلال شئ کو حرام قرار دیتا ہوں اور نہ ہی کسی حرام کام کو حلال کر سکتا ہوں، لیکن خدا کی قسم! اتنا ضرور کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

۲۰۷۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَسَكَتَ عَلِيٌّ عَنْ ذَلِكَ النِّكَاحِ.

ترجمہ ایوب، ابن ابی ملیکہ سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر حضرت علیؓ اس نکاح

کرنے سے رک گئے۔

تخریج صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٤٣) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٢٣) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٣٢) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٧٤) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٤٩) جامع الترمذي - المناقب (٣٨٦٧) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٦٩) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٩٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٩٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٣٢/٤)

شرح الأحاديث اس حدیث کے روای علی بن الحسین بن علی یعنی امام زین العابدین ہیں جو کہ حضرت علیؓ کے پوتے ہوتے ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم یزید کے پاس سے یعنی شام سے مدینہ منورہ آرہے تھے، حضرت حسینؓ کی شہادت کے قصہ کے بعد (جو کہ یوم عاشوراء ۶۱ھ میں پیش آئی) تو راستہ میں ان کو مسور بن مخرمہؓ ملے اور انہوں نے حضرت علی بن الحسینؓ سے دلداری کے طور پر عرض کیا، هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ؟، حضرت کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں حکم فرمایئے، علی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ نہیں کوئی حاجت نہیں [1]، قَالَ: هَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ، حضرت مسور بن مخرمہؓ نے مزید دلداری کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے پاس حضور اقدس ﷺ کی جو مشہور تلوار ہے (جس کا نام ذوالفقار ہے) کیا آپ وہ میرے حوالہ کرسکتے ہیں (برائے حفاظت) کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں یہ بنو امیہ تم سے اس کو چھین نہ لیں، اور بخدا میرا حال یہ ہے کہ اگر وہ آپ نے مجھے عطا فرمادی تو پھر اس تک کسی کی رسائی ممکن نہیں الا یہ کی میری جان چلی جائے، اب تک کی یہ گفتگو اور مکالمہ ظاہر ہے کہ اہل بیت کی خدمت اور پاس خاطر میں تھا کہ اس وقت یہ حضرات انتہائی مظلوم اور بے کسی کے عالم میں تھے، خصوصاً جبکہ یہ ملاقات بھی واپسی میں راستہ میں ہورہی ہے، آگے حضرت مسورؓ ایک گزشتہ واقعہ بیان فرمارہے ہیں۔

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ، فَقَالَ: «إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي، وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا» قَالَ: ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ الخ: وہ یہ کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے حضرت فاطمہؓ کے اپنے نکاح میں ہوتے ہوئے جب ابو جہل کی بیٹی [2] سے پیغام نکاح بھیجا (جس سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کو صدمہ پہنچا) تو میں نے حضور ﷺ کو اپنے اس منبر شریف پر خطاب فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہؓ مجھ سے ہے اور اس نکاح ثانی سے (جس کا علیؓ ارادہ فرمارہے ہیں) مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائے (ضرتین میں جو ایک غیرت ہوتی ہے اور بعض نامناسب باتیں پیش

---

[1] احقر کہتا ہے کہ مجھے اس پر وہ قصہ یاد آجاتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو دہکتی آگ میں ڈالنے کے لئے جب لیجایا جارہا تھا تو اس وقت آپ کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہی عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہوں اگر کوئی حاجت ہو تو فرمائیں تو اس پر انہوں نے فرمایا: اما الیك فلا، کہ آپ سے میری کوئی حاجت وابستہ نہیں، اللہ اکبر! کیا شان ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی۔

[2] اس کے نام میں اختلاف ہے، بذل میں مختلف نام لکھے ہیں: قيل اسمها جويرية، وهو الاشهر، وقيل: العوراء، وقيل: الحيفاء وقيل: جميلة.

آجاتی ہیں اس کی طرف اشارہ ہے) نیز اس موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنے داماد ابو العاص بن الربیعؓ کا بھی ذکر فرمایا اور آپ ﷺ نے ان کی مدح فرمائی، رشتہ دامادی کے لحاظ سے، اور فرمایا حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَّى لِي، اس سے ایک خاص واقعہ کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا آگے آرہا ہے: وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا، وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلَكِنْ وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے اس پیغام نکاح پر جو نکیر فرمائی اس کے بارے میں مزید وضاحت فرمارہے ہیں، اور اس جملہ کی تشریح میں شراح کے دو قول ہیں: ① اول یہ کہ اس نکاح ثانی کی تحریم میری جانب سے نہیں بلکہ منجانب اللہ تعالیٰ ہے اور یہ کہ تحریم اور تحلیل کا مدار مجھ پر نہیں، ② دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اگرچہ یہ نکاح ثانی فی حد ذاتہ جائز اور حلال ہے لیکن چونکہ میری ایذاء کا سبب ہے اس عارض کیوجہ سے یہ انکے حق میں حلال نہیں رہا کیونکہ ایذاء نبی حرام ہے، نیز فرمایا آپ ﷺ نے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی دونوں یکجا جمع ہوں۔

وہ قصہ جس کی طرف حدیث میں اشارہ ہے: وہ واقعہ جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے یہ ہے جیسا کہ کتب حدیث وسیر میں مشہور ہے کہ آپ ﷺ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ ابو العاص بن الربیع کے اسلام لانے سے بھی پہلے ان کے نکاح میں تھیں اور یہ ابو العاصؓ مشرکین مکہ کے ساتھ چونکہ جنگ بدر میں شریک تھے اور دوسرے اساری بدر کے ساتھ قید ہوگئے تھے، اساری بدر کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ ان میں سے ہر ایک سے حسب حیثیت فدیہ لیکر اس کو رہا کر دیا جائے، اس فیصلہ پر ابو العاصؓ نے جو اپنا فدیہ پیش کیا تھا وہ ہار تھا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضرت زینبؓ کو جہیز میں دیا تھا، جب آپ ﷺ کی نظر اس پر پڑی تو آپ پر شدید رقت طاری ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کے بعد وہ ہار ان کو واپس فرمادیا اور ان سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مکہ مکرمہ جاتے ہی زینبؓ کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ کردیں، ادھر سے آنحضرت ﷺ نے اپنے دو صحابیوں کو بھیجا کہ وہ مکہ کے قریب چلے جائیں اور زینبؓ کو اپنے ساتھ لے آئیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اسمیں اور بھی کچھ باتیں پیش آئی تھیں جو حدیث وسیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں، اس خطبہ میں حضور ﷺ نے ابو العاصؓ کی جس وعدہ وفائی کی تعریف فرمائی ہے وہ یہی ہے۔

اس کے بعد آپ سمجھیے کہ حضرت مسور بن مخرمہؓ نے اس موقعہ پر حضرت علی بن الحسینؓ کے سامنے یہ پیغام نکاح والا واقعہ کیوں اور کس مناسبت سے بیان فرمایا اس میں شراح بخاری کی رائیں مختلف منقول ہیں جس کو حضرتؒ نے بذل المجهود [1] میں ذکر فرمایا ہے، ایک وجہ مناسبت جو زیادہ ظاہر ہے یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہؓ اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کی دلداری اور پاس خاطر منظور تھی اسی طرح میں بھی اس وقت آپ یعنی اہل بیت کی پاس خاطر میں یہ سب کچھ عرض کررہا ہوں، والحديث أخرجه أحمد والبخاري ومسلم (المنهل [2])۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٥٧

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٣ ص ٢٢٠

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ: اب یہ کہ اس سے آگے سند کس طرح ہے سو ظاہر ہے کہ یہ دونوں (عروہ اور ابن ابی ملیکہ) مسور بن مخرمہؓ سے روایت کرتے ہیں، کذا فی البذل والمنہل [1]۔

٢٠٧١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَعْنَى - قَالَ أَحْمَدُ - حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ الْقُرَشِيُّ التَّيْمِيُّ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: «إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ، - ثُمَّ لَا آذَنُ - ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا ابْنَتِي بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا». وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ أَحْمَدَ.

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے منبر پر رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہشام بن مغیرہ کے قبیلہ والوں نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابی طالب سے کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کو اجازت نہیں دوں گا میں پھر کہتا ہوں کہ ان کو اجازت نہیں دوں گا میں پھر کہتا ہوں کہ ان کو اجازت نہیں دوں گا۔ ہاں اگر علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے سکتے ہوں تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے کر یہ شادی کر سکتے ہیں کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز فاطمہ کو تردد اور ناگواری میں مبتلا کرتی ہے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جو کام فاطمہ کو تکلیف دہ ہے وہ کام مجھے بھی تکلیف دیتا ہے۔ احمد بن یونس استاذ کی حدیث میں أخبرنا کے الفاظ ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٤٣) صحيح البخاري - المناقب (٣٥١٠) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٢٣) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٥٦) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٣٢) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٧٤) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٤٩) جامع الترمذي - المناقب (٣٨٦٧) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٧١) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٩٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٩٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٣٢/٤)

شرح الحدیث: یہ بنو ہشام ابوجہل کے بھائی ہیں اور ابوجہل کی جس لڑکی کے نکاح کا ذکر چل رہا ہے اس کے یہ چچا ہیں، ہشام ابوجہل کے باپ کا نام ہے، حافظؒ نے لکھا ہے کہ ابوجہل کے دو بھائی الحارث بن ہشام وسلمۃ بن ہشام فتح مکہ والے سال اسلام لے آئے تھے، نیز حافظؒ فرماتے ہیں ان بنی ہشام کے مصداق میں عکرمہ بن ابی جہل بھی داخل ہیں [2]، اور اگر خود ابوجہل بھی بنو ہشام میں سے ہے لیکن وہ اس میں داخل اسلئے نہیں کہ وہ اس واقعہ سے بہت پہلے جنگ بدر میں ہلاک ہو چکا تھا۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٣ ص ٢٢٠، و بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٦٠

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٣٢٨

١٤ - بَابٌ فِي نِكَاحِ الْمُتْعَةِ

نکاح متعہ کا بیان میں

جاننا چاہئے کہ نکاح کی بنا اور وضع دوام اور بقاء پر ہے یعنی نکاح اور رشتہ ازدواج کسی عارضی تعلق کا نام نہیں بلکہ زندگی بھر کا علاقہ ورشتہ ہے، یہ امر آخر ہے کہ بوقت ضرورت و مجبوری اس کو منقطع کیا جاسکتا ہے طلاق کے ذریعہ سے، لہذا اگر کسی نکاح کی بناء واساس دوام واستقرار پر نہ ہوگی وہ نکاح شرعی نہ ہوگا اور نہ ایسے نکاح کی شریعت نے اجازت دی ہے، اسی لئے شریعت اسلامیہ میں متعہ اور نکاح موقت دونوں کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

متعہ اور نکاح موقت میں فرق: اسکے بعد فقہاء نے متعہ اور نکاح موقت کی جو تعریف بیان فرمائی ہے وہ سنئے! ہدایہ میں متعہ کی تعریف میں لکھا ہے: وهو أن يقول لامرأة أتمتع بك كذا مدة بكذا من المال (میں تجھ سے اتنے مال کے عوض میں اتنی مدت تک متمتع ہونا چاہتا ہوں) اور نکاح موقت کی تعریف اس طرح کی ہے مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين إلى عشرة أيام [1]، اس پر شارح ہدایہ بابرتیؒ لکھتے ہیں کہ مصنف کی عبارت سے معلوم ہورہا ہے کہ متعہ اور نکاح موقت میں دو فرق ہیں: ① اول یہ کہ نکاح متعہ لفظ تمتع یا استمتاع کے ساتھ خاص ہے اور نکاح موقت لفظ نکاح یا تزوج کیساتھ ہوتا ہے، اور ② دوسرا فرق یہ کہ نکاح موقت میں شہود شاہدین ہوتا ہے متعہ میں نہیں نیز یہ کہ نکاح موقت میں مدت معین ہوتی ہے بخلاف متعہ کے کہ اس میں عام ہے معین ہو جیسے عشرۃ ایام یا غیر معین ہو جیسے ایاما، لیکن فرق مذکور پر شیخ ابن الہمامؒ نے بحث کی ہے وہ یوں فرماتے ہیں کہ متعہ عام ہے مادہ تمتع کا ہونا اس میں ضروری نہیں ہے، لہذا نکاح موقت افراد متعہ میں سے ہے [2]، پس حاصل یہ کہ نکاح متعہ کا مصداق وہ نکاح ہے جس میں تابید مقصود نہ ہو چاہے لفظ تمتع سے ہو یا تزوج و نکاح سے یا بغیر ان الفاظ سے، احضار شہود ہو یا نہ ہو۔

متعہ کے بارے میں روایات مختلفہ میں توجیہ: جاننا چاہئے کہ نکاح متعہ ان احکام میں سے ہے جن میں تعدد نسخ ہوا ابتداء اسلام میں اس کو جائز قرار دیا گیا تھا، مضطر کیلئے اکل میتۃ کی طرح پھر اس کو حرام قرار دے دیا گیا، اور اس کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا سوائے ایک طائفہ مبتدعہ شیعہ کے، حضرتؒ نے بذل المجہود میں تحریر فرمایا ہے کہ ابتداءً اس کی اباحت کی گئی تھی، زمان خیبر میں اور پھر منسوخ کر دیا گیا، اسکے بعد پھر دوبارہ اس کی اباحت کی گئی، غزوۃ الفتح میں، پھر دوبارہ نسخ واقع ہوا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے، شروع میں بعض صحابہ اس کی اباحت کے قائل رہے عدم بلوغ نسخ کی وجہ سے پھر جب ان کو نسخ پہنچا تو انہوں نے اباحت سے رجوع کر لیا اور اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا، البتہ روافض اس کی اباحت کے قائل رہے،

[1] الهداية شرح بداية المبتدي— ج ٣ ص ٢٨-٢٩

[2] شرح فتح القدير— ج ٣ ص ٢٣٦

حضرت لکھتے ہیں تعجب ہے ان روافض سے کہ یہ اس کی اباحت کے کیونکر قائل ہیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں حضرت علیؓ کی طرف اور علیؓ سے اس کی حرمت موبدہ ثابت ہے، پس یہ ہوا نفسانی اور دھوکہ شیطانی کے سوا کچھ نہیں ہے، اور ان کے تو اکثر مسائل مذہبیہ اسی قسم کے ہیں اور متعہ کی بحث اور مسئلہ طویل الذیل ہے جو مطولات میں مذکور ہے اھ[1] اور حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ سے منقول[2] ہے کہ اسلام میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں دو مرتبہ تحلیل و تحریم ہوئی ہو سوائے متعہ کے، اور بعض نے تو یہ کہا ہے کہ اس میں تین بار نسخ واقع ہوا ہے اور اس سے زائد بھی کہا گیا ہے اور اس کی تائید اختلاف روایات سے ہوتی ہے جو وقت تحریم کے بارے میں وارد ہیں، پھر آگے حافظ فرماتے ہیں کہ سب سے اچھی بات وہ ہے جس کو بعض محققین نے اختیار کیا کہ متعہ کی حلت جب بھی ہوئی حالت سفر ہی میں ہوئی، حضر اور رفاہیت کی حالت میں کبھی اس کی اباحت نہیں ہوئی[3]، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے كُنَّا نَغْزُو وَلَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَرَخَّصَ لَنَا أَنْ نَنْكِحَ الی آخر ما فی الحل المفہم۔

مسلک ابن عباسؓ: نیز صحابہؓ میں حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اس کی اباحت کے قائل تھے، امام نوویؒ فرماتے ہیں: وروی عنه أنه رجع عنه[4]، اور الحل المفہم میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ بعض علماء کو ان کا رجوع تسلیم نہیں بلکہ انہوں نے ان کا مسلک اباحت ہی نقل کیا ہے مزید تفصیل اسی میں دیکھی جائے۔

یہ بھی ذہن میں رہے جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک نکاح متعہ دوسری نکاح موقت، اس ثانی کے بارے میں ہمارے علماء میں سے امام زفرؒ کا اختلاف مشہور ہے کہ وہ اس کے جواز کے قائل ہیں مگر بلا توقیت کے، گویا توقیت کی شرط جو نکاح موقت میں ہوتی ہے اس کو کالعدم قرار دیتے ہوئے اصل نکاح کو جائز رکھا اور اس شرط فاسد کو لغو قرار دے دیا کیونکہ نکاح ان عقود میں سے ہے جو شرط فاسد کیوجہ سے فاسد نہیں ہوتے بلکہ شرط فاسد ہی لغو ہو جاتی ہے۔

۲۰۷۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَتَذَاكَرْنَا مُتْعَةَ النِّسَاءِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يُقَالُ لَهُ رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ».

ترجمہ: حضرت امام زہریؒ کہتے ہیں: ہم عمر بن عبد العزیز کے پاس تھے تو ہم نے متعہ نساء کے متعلق آپس میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٦٢-٦٣

[2] ولا تخفى عليكم ما تقدم في الجزء الاول من الدر المنضود في باب ترك الوضوء مما مست النار ما نقل عن بعضهم من تعدد النسخ في احكام عديدة، ١٢۔ اس قسم کے احکام جن میں تعدد نسخ ہے وہ چار ہیں: قبلہ، متعہ، لحوم حمر اہلیہ، الوضوء مما مست النار۔

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ١٧٠-١٧٤

[4] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٩ ص ١٨١

گفتگو شروع کررکھی تھی تو ایک صاحب جن کو ربیع بن سبرہ کہا جاتا تھا انہوں نے کہا کہ میں اپنے والد سبرہ بن معبد کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر منع فرمادیا تھا۔

تخریج صحیح مسلم - النكاح (١٤٠٦) سنن النسائي - النكاح (٣٣٦٨) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٧٢) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٦٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٤/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٥/٣) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩٥) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩٦)

شرح الحديث جاننا چاہیے کہ سبرہ بن معبد الجہنی کی یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس میں بجائے حجۃ الوداع کے غزوۃ الفتح ہے لہذا وہی صحیح ہے اور ابوداؤد کی یہ روایت مرجوح ہے اور اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو پھر اس کی یہ تاویل کی جائے گی کہ تحریم سے مراد اعلان تحریم ہے نہ کہ نفس تحریم، جس طرح آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حجۃ الوداع کے خطبوں میں دوسرے احکام شرعیہ کا اعلان واظہار فرمایا تھا اسی طرح اس متعہ کی حرمت کا بھی اعلان فرمایا، والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه بنحوه اتم منه۔

٢٠٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «حَرَّمَ مُتْعَةَ النِّسَاءِ».

ترجمہ حضرت سبرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عورتوں سے متعہ کو حرام قرار دے دیا تھا۔

تخریج صحیح مسلم - النكاح (١٤٠٦) سنن النسائي - النكاح (٣٣٦٨) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٧٣) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٦٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٤/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٥/٣) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩٥) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩٦)

١٥ - بَابٌ فِي الشِّغَارِ

نکاحِ شغار کا بیان

شغار ان نکاحوں میں سے ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اور شغار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دوسرے سے مثلاً یہ کہے کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں تو اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کردے اس طور پر کہ یہ آپس کا لین دین ہی نکاح کا عوض اور مہر ہو جائے اسکے علاوہ کوئی اور مستقل مہر نہ ہو۔

شغار کے لغوی معنی رفع کے ہیں، کہا جاتا ہے شغر الکلب جب وہ پیشاب کیلئے اپنی ٹانگ اٹھائے، تو گویا نکاح شغار میں متعاقدین میں سے ہر شخص دوسرے سے یہ کہتا ہے کہ تم میری بیٹی کی ٹانگ نہیں اٹھاسکتے، یہاں تک کہ میں تمہاری بیٹی کی ٹانگ نہ اٹھاؤں، اور کہا گیا ہے کہ یہ ماخوذ ہے "شغر البلد" سے جب کہ وہ خالی اور ویران ہو جائے، وجہ مناسبت ظاہر ہے کہ یہ نکاح بھی مہر سے خالی ہوتا ہے۔

شغار کے بارے میں مذاہب ائمہ: اس نکاح کی احادیث میں نہی وارد ہوئی ہے لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح شغار کرے تو اسکے درست ہونے کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے اور حنفیہ کے نزدیک نکاح تو صحیح ہو جائے گا لیکن مہر مثل واجب ہوگا، وعن احمد روایتان مثل الشافعیہ والحنفیہ، اور امام مالکؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ مطلقاً واجب الفسخ ہے اور دوسری روایت یہ کہ صرف قبل الدخول واجب الفسخ ہے۔

۲۰۷۴- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، كِلَاهُمَا، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنِ الشِّغَارِ». زَادَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ: مَا الشِّغَارُ قَالَ: يَنْكِحُ ابْنَةَ الرَّجُلِ، وَيُنْكِحُهُ ابْنَتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ، وَيَنْكِحُ أُخْتَ الرَّجُلِ، وَيُنْكِحُهُ أُخْتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاحِ شغار سے منع فرمایا۔ مسدد استاد نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ عبید اللہ کہتے ہیں میں نے نافع سے پوچھا: نکاحِ شغار کیا ہوتا ہے؟ تو نافع نے فرمایا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے شخص کی بیٹی سے اپنا نکاح کرے اور اسی شخص سے اپنی بیٹی کا نکاح کرائے دونوں کے درمیان کوئی مہر مقرر نہ ہو۔ نیز اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کی بہن سے نکاح کرے اور اسی شخص سے اپنی بہن کا نکاح کروائے اور دونوں نکاحوں میں کوئی مہر مقرر نہ کیا جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٨٢٢) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٥٩) صحيح مسلم - النكاح (١٤١٥) جامع الترمذي - النكاح (١١٢٤) سنن النسائي - النكاح (٣٣٣٤) سنن النسائي - النكاح (٣٣٣٧) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٧٤) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٨٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩١/٢) موطأ مالك - النكاح (١١٣٤) سنن الدارمي - النكاح (٢١٨٠)

۲۰۷۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمُزَ الْأَعْرَجُ، أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، أَنْكَحَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحَكَمِ ابْنَتَهُ، وَأَنْكَحَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنَتَهُ وَكَانَا جَعَلَا صَدَاقًا فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى مَرْوَانَ يَأْمُرُهُ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا، وَقَالَ فِي كِتَابِهِ: «هَذَا الشِّغَارُ الَّذِي نَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد اللہ بن عباس نے عبد الرحمن بن حکم سے اپنی بیٹی کا نکاح کرایا اور عبد الرحمن نے عباس سے اپنی بیٹی کا نکاح کرایا اور عبد الرحمن اور عباس دونوں نے اپنی بیٹیوں کیلئے الگ الگ مہر بھی مقرر کیا تھا۔ چنانچہ اس واقعے کے بعد امیر معاویہؓ نے مروان کو خط لکھا کہ ان دونوں نکاحوں میں شوہر بیوی کے درمیان جدائی کر دی جائے۔ نیز امیر معاویہ نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ یہ وہی شغار ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (٢٠٧٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩٤/٤)

شرح الحديث: یعنی عباس بن عبداللہ نے عبدالرحمن بن الحکم کا نکاح کیا اپنی بیٹی سے اور عبدالرحمن نے اپنی کا نکاح عباس بن عبداللہ سے اور حال یہ کہ انہوں نے مہر بھی مقرر کیا، جب اس کی خبر حضرت معاویہؓ کو ہوئی تو انہوں نے مروان کو لکھا کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے اسلئے کہ یہ وہی شغار ہے جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

تنبیہ: یہ تو اس حدیث کی تشریح ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا صورت شغار اصطلاحی نہیں ہے جو کہ ممنوع ہے، ممنوع اس وقت ہوتا جب اسمیں صداق متعین نہ کیا جاتا حالانکہ یہاں تصریح ہے وکانا جعلا صداقاً واذلیس فلیس، لہذا یہ کہا جائے گا کہ یہ حضرت معاویہؓ کا اپنا اجتہاد ہے، واللہ تعالی اعلم (بذل [1])۔

اور صاحب منہل نے مضمون سابق پر یہ اضافہ کیا ہے اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ جعلا کا مفعول اول محذوف ہے اور صداقاً مفعول ثانی ہے تقدیر کلام یہ ہے أی کانا جعلا إنکاح کل واحد منهما الآخر ابنته صداقا، اس صورت میں صداق کا مصداق نفس نکاح ہی ہو جائے گا جیسا کہ شغار میں ہوتا ہے، والأثر أخرجه ایضا احمد والبیهقی. كذا في المنهل [2]۔

١٦ـ بَابٌ فِي التَّحْلِيلِ

حلالہ کا بیان

یعنی جو شخص مطلقہ ثلاث سے اس لئے نکاح کرتا ہے تاکہ وہ اس کو طلاق دے اور وہ عورت زوج اول کے لئے حلال ہو جائے۔

٢٠٧٦ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُس، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: وَأُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے اسماعیل راوی کہتے ہیں میرے خیال میں عامر استاد نے حضرت علیؓ سے مرفوعاً نقل کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے حلالہ کرنے والا (شوہر ثانی) اور جس کیلئے حلالہ کیا گیا دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

٢٠٧٧ـ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَرَأَيْنَا أَنَّهُ عَلِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: حارث اعور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں راوی کہتے ہیں ہمارے گمان میں وہ صحابی حضرت علیؓ ہیں، حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ سے گزشتہ حدیث کا مضمون نقل کرتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - النكاح (١١١٩) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٧٦) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٣٥) مسند أحمد - مسند العشرة

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٦٧

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٣ ص ٢٣٠ - ٢٣١

المبشرين بالجنة (۸۳/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۷/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۸/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۹۳/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۰۷/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۲۱/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۵۰/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۵۹/۱)

شرح الأحاديث: اس حدیث میں محل اور محلل لہ دونوں پر لعنت کی گئی ہے، تحلیل کے معنی اوپر ہم لکھ چکے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ نکاح محلل کی دو صورتیں ہیں: ① ایک نکاح بنية التحليل، ② دوسری نکاح بشرط التحليل اس کے بعد سمجھئے، لعنت کا بظاہر مقتضی حرمت اور عدم جواز ہے لہذا ایسا نہیں کرنا چاہئے، اب یہ کہ اگر کسی نے باوجود نہی کے کیا تو یہ نکاح معتبر ہوگا یا نہیں؟

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: اس میں مذاہب ائمہ مختلف ہیں امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک نکاح محلل مطلقاً باطل ہے یعنی اسکی دونوں صورتیں، اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک بنية التحليل جائز اور بشرط التحليل فاسد ہے، اور امام ابو حنیفہؒ سے اس میں تین روایات ہیں ایک مثل امام مالکؒ واحمدؒ کے مطلقاً باطل ہے اور یہی مسلک ہے صاحبینؒ کا اور دوسری روایت وہ ہے جو امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے البتہ شرط باطل ہے لہذا اس کیلئے جائز ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں باقی رکھے، اور اگر طلاق دی تو اول کیلئے حلال ہو جائے گی[1] (كذا في هامش الكوكب عن العيني)، والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه (المنذري)۔

تنبیہ: امام ترمذیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ امام احمدؒ کے ساتھ ہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ گزشتہ مذاہب سے معلوم ہو رہا ہے، اسکے بعد جاننا چاہئے کہ صاحب ہدایہؒ نے اس حدیث سے نکاح بشرط التحليل کی کراہت پر استدلال کیا ہے، اس پر علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں لیکن ظاہر حدیث کا مقتضی تحریم ہے کما هو مذهب أحمد، پھر آگے انہوں نے یہ بات فرمائی ہے کہ صاحب ہدایہ کی بات بھی صحیح ہو سکتی ہے اسلئے کہ حدیث میں اسطرح نکاح کرنے والے کو محلل کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ محلل وہ اسی وقت ہوگا جبکہ نکاح کو صحیح مانا جائے[2] اور یہی بات حضرت گنگوہیؒ نے الکوکب الدری میں تحریر فرمائی ہے لیکن فریق مخالف اس حدیث کو اپنے موافق قرار دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ حدیث شریف میں اسکو محلل اس شخص کے گمان کے لحاظ سے کہا گیا ہے کیونکہ وہ اس نکاح کو صحیح سمجھتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہر محلل مستحق لعن ہے جیسا کہ علامہ شوکانی نے بھی اس مضمون کو واضح کیا ہے جس کو حضرت شیخ نے حاشیہ کوکب میں نقل فرمایا ہے لہذا مستحق لعن وہی محلل ہوگا جس کا مقصود اس نکاح سے صرف قضائے شہوت ہو چند ایام کیلئے، اور جس شخص نے یہ نکاح خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بھائی کی اعانت کے طور پر کیا ہو اسکے بارے

---

① بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۰ ص ۶۹-۷۰

② نصب الراية لأحاديث الهداية - ج ۳ ص ۲۴۰

میں حضرت گنگوہی تحریر فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں اس بات کی وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگا،اھ[1]، بلکہ صاحب لمعاتؒ نے تو بعض علماء سے امکان اسکے ماجور ہونے کا لکھا ہے خلوص نیت کے وقت میں لاجل اعانة المسلم۔

١٧ ـ بَابٌ فِي نِكَاحِ الْعَبْدِ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ

غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کا بیان

٢٠٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَذَا لَفْظُ إِسْنَادِهِ، وَكِلَاهُمَا[2]، عَنْ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ، فَهُوَ عَاهِرٌ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرے گا تو وہ زانی ہے۔

تخریج: جامع الترمذی - النكاح (١١١١) جامع الترمذی - النكاح (١١١٢) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٢/٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٣٣)

شرح الحدیث: وَهَذَا لَفْظُ إِسْنَادِهِ، وَكِلَاهُ: یہ جملہ محتاج شرح ہے، مصنفؒ کے اس سند میں دو استاذ ہیں احمد بن حنبلؒ اور عثمان بن ابی شیبہؒ، تو اس کے بارے میں مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث مجھ کو پہنچی تو ہے ان دونوں استادوں سے لیکن یہاں میں جو الفاظ سند والفاظ متن ذکر کر رہا ہوں وہ عثمانؒ کے ہیں احمدؒ کے نہیں، بسا اوقات مضمون متحد ہوتا ہے لیکن لفظوں میں فرق اور کمی بیشی ہوتی ہے اس لئے مصنف کو اس تصریح کی ضرورت پیش آئی، اور بعض نسخوں میں ہے بجائے وکلاہ کے وَكِلَاهُمَا اس صورت میں مطلب ظاہر ہے وہ یہ کہ احمد اور عثمان دونوں روایت کرتے ہیں وکیع سے۔

أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ، فَهُوَ عَاهِرٌ: عَاهِرٌ بمعنی زانی، یہ تو ظاہر ہے کہ غلام کو بغیر اذن کے نکاح نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر وہ کرلے تو پھر مسئلہ اختلافی ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک نکاح فاسد ہے، اور ہمارے یہاں موقوفاً علی اجازة المولی صحیح ہے، وعند الامام مالك يجوز لكن للمولى فسخه، اور داود ظاہری کے نزدیک جائز اور صحیح ہے، اذ النكاح عنده من الفروض، وہ کہتے ہیں کہ جو چیز فرض عین ہو وہ محتاج اذن نہیں ہے۔

٢٠٧٩ - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٢٣١

[2] یہاں پر اختلاف نسخ ہے جس کی طرف شیخ عوامہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں: إسناده وكلاهما: من ص، ع، وفي غيرهما: إسناده وكلامه، وضبط الميم من ح، ك. (كتاب السنن — ج ٣ ص ١٨)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهُ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ وَهُوَ مَوْقُوفٌ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جب غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو وہ باطل ہے۔ ابو داؤدؒ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ موقوف ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے (حدیثِ موقوف ہے مرفوع نہیں)۔

شرح الحدیث: یہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک تو اپنے ظاہر پر ہے اور عند الحنفیہ مؤول ہے یعنی فی الحال غیر معتبر اور غیر نافذ ہے بلکہ اجازت مولی پر موقوف ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، کما قال المصنف۔ والحدیث أخرجه احمد وکذا الترمذی والبیهقی وابن حبان والحاکم (المنهل [1])۔

۱۸ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ

پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح بھیجنے کی ناپسندیدگی کے بیان میں

خطبة علی الخطبة کی ممانعت ہے لیکن یہ منع اس وقت ہے جبکہ ولی کی رضامندی اور رکون الی الخاطب الاول معلوم ہو اور اگر رکون ومیلان کا علم نہ ہو یا رد کرنا معلوم ہو تو پھر اس صورت میں خطبہ جائز ہے، لیکن جس صورت میں منع وارد ہے اور پھر بھی ثانی کے لئے عقد واقع ہو جائے تو پھر نکاح صحیح ہو گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے عند الجمہور تو ہو جائے گا اور داؤد ظاہری کے نزدیک ناجائز اور واجب الفسخ ہو گا مطلقاً قبل الدخول وبعدہ، امام مالکؒ سے بھی ایک روایت فسخ کی ہے یہ جو ہم نے اوپر بیان کیا کہ منع مطلقاً نہیں ہے بلکہ رکون اور عدم رکون پر اس کا مدار ہے اس کی دلیل اور ثبوت میں امام ترمذیؒ نے فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کو لکھا ہے، لہٰذا امام ترمذیؒ کا کلام جامع ترمذی میں اس محل میں دیکھا جائے۔

۲۰۸۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام نہ بھیجے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (۲۰۳۳) صحيح البخاري - الشروط (۲۵۷٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤٩) صحيح مسلم - النكاح (۱٤۱۳) جامع الترمذي - النكاح (۱۱۳٤) سنن النسائي - النكاح (۳۲۳۹) سنن النسائي - النكاح (۳۲٤۰) سنن النسائي - النكاح (۳۲٤۱) سنن النسائي - النكاح (۳۲٤۲) سنن النسائي - البيوع (٤٥۰۲) سنن أبي داود - النكاح (۲۰۸۰) سنن ابن ماجه - النكاح (۱۸٦۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۷٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۱۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ۳ ص ۲۳٦

(٣١٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤١١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥١٦/٢) موطأ مالك - النكاح (١١١١) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٥)

شرح الحديث لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ: لَا يَخْطُبُ میں دونوں احتمال ہیں اگر ماضی منفی ہے تو "بُ" پر رفع پڑھا جائے گا اور اگر نہی کا صیغہ مانا جائے تو "بِ" پر کسرہ پڑھا جائے گا، بقاعدہ "الساكن إذا حرك حرك بالكسر"۔

٢٠٨١ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَخْطُبْ أَحَدُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا يَبِعْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، إِلَّا بِإِذْنِهِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ بھیجے، اور نہ کوئی چیز بیچے اپنے بھائی کے بیچنے کے بعد الا یہ کہ وہ اس کی اجازت دیدے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢٠٣٢) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٥٧) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤٨) صحيح مسلم - البيوع (١٤١٢) جامع الترمذي - البيوع (١٢٩٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٣٨) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٣) سنن النسائي - البيوع (٤٥٠٣) سنن النسائي - البيوع (٤٥٠٤) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٨١) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٦٨) سنن ابن ماجه - التجارات (٢١٧١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٣/٢) موطأ مالك - النكاح (١١١٢) موطأ مالك - البيوع (١٣٩٠) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٦) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٦٧)

شرح الحديث على اتم وجه وَلَا يَبِعْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، إِلَّا بِإِذْنِهِ: حدیث کا یہ جزء ثانی کتاب البیوع سے متعلق ہے جس کا بیان وہاں مستقلاً آئے گا۔

بیع علی بیع اخیہ کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی چیز خریدی کسی سے خیار کے ساتھ تو اب دوسرا شخص زمن خیار میں مشتری سے یہ کہتا ہے کہ تو اس بیع کو فسخ کر دے اور میں تجھ کو یہی چیز اس سے کم قیمت میں دے دوں گا اور یہی حکم شراء علی الشراء کا بھی ہے، وہ بھی ممنوع ہے جس کی صورت یہ ہوگی ایک شخص نے اپنی کوئی چیز دوسرے کے ہاتھ فروخت کی علی الخیار [1] یعنی اس طرح کہ بائع کو اختیار ہوگا بیع کو باقی رکھنے اور نہ رکھنے کا، اب ایک تیسرا شخص کھڑا ہوتا ہے اور بائع کو فسخ بیع کی ترغیب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ چیز میں تجھ سے ثمن سابق سے زائد میں خرید لوں گا، یہاں ایک تیسری چیز بھی ہے یعنی سوم علی سوم اخیہ اس پر بھی نہی وارد ہوئی ہے کما سیأتی فی البیوع، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کوئی چیز لیتا ہے تاکہ پسند آنے پر اس کو خرید لے تو اب ایک دوسرا شخص اس سے یہ کہتا ہے کہ تو اس کو واپس کر دے تاکہ میں تیرے ہاتھ

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ بیع علی بیع أخیہ کا تحقق ہوگا شراء بشرط الخیار میں اور شراء علی شراء أخیہ کا تحقق ہوگا بیع بشرط الخیار میں۔

اس سے بہتر چیز اسی قیمت میں فروخت کردوں یا اسی جیسی چیز لیکن اس سے کم قیمت پر، یا یہ کہ کوئی دوسرا شخص بائع سے یہ کہتا ہے کہ تو یہ چیز اس سے واپس لے لے تاکہ میں تجھ سے اس سے زائد قیمت میں خرید لوں، ان سب صورتوں کو اچھی طرح یہیں سمجھ لیا جائے تاکہ کتاب البیوع میں پہنچ کر کام آئے، والحدیث أخرجه ایضا باقی الجماعة (المنهل [1])۔

١٩ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى الْمَرْأَةِ وَهُوَ يُرِيدُ تَزْوِيجَهَا

جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو ایک نظر دیکھ لینے کا بیان

اسی کے قریب امام بخاریؒ [2] کا ترجمہ ہے اور ترمذی کا ترجمہ ہے: بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّظَرِ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ یعنی جس عورت سے آدمی خطبہ یعنی پیغام نکاح کا ارادہ رکھتا ہے تو اسکو چاہیئے پیغام نکاح سے پہلے اس پر کسی طرح نظر ڈال لے جسکی حکمت اور مصلحت ظاہر ہے، مخفی نہیں، اسلئے کہ دیکھی بھالی چیز پسندیدہ ہوتی ہے جس میں حسن معاشرت وبقائے زوجیت کی زیادہ توقع ہے، اور رشتہ ازدواج زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے۔

٢٠٨٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ»، قَالَ: فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی لڑکی کو نکاح کا پیغام دے تو اگر پیغام دینے والے کیلئے ممکن ہو کہ اس عورت کے کسی عضو (چہرہ، ہاتھ) کو دیکھ سکے جو اس کے نکاح کا باعث بن جائے تو اس طرح کر سکتا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا تو میں اسے چھپ کر دیکھنے کی کوشش میں لگا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کے چہرے کو دیکھ لیا جو میرے لئے اس کے نکاح کا باعث بن گیا تو میں نے اس سے شادی کر لی۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (٢٠٨٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٠)

شرح الحدیث: فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا: یعنی میں اس کو چھپ چھپ کر دیکھنے کی کوشش میں رہا۔

نظر الی المخطوبہ کا امر متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے اسی لئے جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں، امام نوویؒ نے اسی کو ائمہ اربعہ کا مذہب قرار دیا ہے پھر آگے وہ لکھتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ نے اس میں ایک جماعت سے کراهة النظر کو نقل کیا ہے جو

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود - ج ٣ ص ٢٣٩

[2] بَابُ النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ قَبْلَ التَّزْوِيجِ

کہ احادیث کے صراحۃً خلاف ہے، اب یہ کہ مخطوبہ کے بدن کے کس حصہ پر نظر جائز ہے؟ یہ علماء کے مابین مختلف فیہ ہے، عند الجمهور والأئمة الأربعة إلى الوجه والكفين، اور داؤد ظاہری کے نزدیک تمام بدن کا حکم یہی ہے، نیز یہ دیکھنا جمہور کے نزدیک مطلقاً ہے وعند مالك بشرط الاذن [1]۔

قال ابن قدامة: ولا يجوز له الخلوة بها؛ لأنها محرمة ولم يرد الشرع بغير النظر فبقيت على التحريم، ولا ينظر إليها نظرة تلذذ وشهوة، وله أن يردد النظر إليها ويتأمل محاسنها؛ لأن المقصود لا يحصل إلا بذلك اهـ [2]۔

۲۰ ـ بَابٌ فِي الْوَلِيِّ

ولی کا بیان

ولی لغةً ضد العدو یعنی دوست، اور ولی کی تعریف فقہاء نے لکھی ہے: هو العاقل البالغ الوارث، نیز اسباب ولایت چار ہیں، قرابت، ملک، ولاء، امامت، پھر جانئے کہ ولایت فی النکاح کی دو قسمیں ہیں ولایت ندب واستحباب، اس کا تحقق عاقلہ بالغہ میں ہوتا ہے، یعنی گو وہ اپنا نکاح ہمارے یہاں خود بھی کر سکتی ہے لیکن ولی کے ذریعہ سے ہو تو بہتر ہے، اور قسم ثانی ولایت اجبار، اس کا تحقق صغیرہ میں ہوتا ہے اور ایسے ہی کبیرہ معتوہہ میں، اسلئے کہ نابالغہ اور معتوہہ کی اجازت تو غیر معتبر ہے، اب جب ولی اس کا نکاح کرے گا تو بغیر اجازت ہی کرے گا، یہی معنی ہیں ولایت اجبار کے۔

اس مقام کی پوری وضاحت: اسکے بعد بتوفیق اللہ تعالیٰ جاننا چاہیئے کہ یہاں پر دو مسئلے ہیں ایک مسئلہ ولایت النکاح یعنی عورت کو اپنے نفس پر ولایت حاصل ہے یا نہیں، وہ اپنا نکاح کسی صورت میں خود کر سکتی ہے یا نہیں، بعبارۃ اخری عبارة النساء سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟ اور دوسرا مسئلہ مسئلة الاستئمار ہے اور یا یہ کہیے مسئلہ ولاية الاجبار، اس باب سے مصنف کی غرض مسئلہ اولی ہی کو بیان کرنا ہے، اور مسئلہ ثانیہ پر مصنف نے کچھ آگے چل کر باب قائم کیا ہے بَابٌ فِي الِاسْتِئْمَارِ، اور یہ دونوں ہی مسئلے مختلف فیہا ہیں، مسئلہ اولیٰ کا بیان یہ ہے کہ حضرت امام شافعی واحمدؒ کے نزدیک عورت کو کسی حال میں اپنے اوپر ولایت نکاح حاصل نہیں، انکے یہاں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ عبارة النساء سے نکاح مطلقاً منعقد نہیں ہوتا، ثیبہ وباکرہ یا صغیرہ وکبیرہ کا کوئی فرق اس میں نہیں، اور حضرت امام مالکؒ کے یہاں یہ ہے کہ عورت اگر شریفہ ہے وہ اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی اور اگر دنیہ ہے تو کر سکتی ہے وہ شریفہ میں اشتراط ولی کے قائل ہیں وضیعہ میں نہیں، اور ظاہریہ کا مسلک یہ ہے ولی کا اعتبار فی حق البکر ہے ثیب میں نہیں لحديث الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا [3]، اور ابو ثور یہ کہتے ہیں عورت اپنا نکاح خود

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ـ ج۹ ص ۲۱۰

[2] المغني ويليه الشرح الكبير ـ ج ۷ ص ۴۵۳ (دار الكتاب العربي ۱۴۰۳ھ)

[3] صحيح مسلم ـ كتاب النكاح ـ باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق، والبكر بالسكوت ۱۴۲۱

کر سکتی ہے باذن ولی بدون اذن کے نہیں کر سکتی، اور احناف یہ کہتے ہیں کہ حرۂ بالغہ اپنی ولی خود ہے وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور مملوکہ و صغیرہ ان دونوں کو اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں یہ دونوں اپنے نکاح میں ولی کی محتاج ہیں، اور مسئلہ ثانیہ یعنی ولایت اجبار کی تشریح یہ ہے آیا ولی کو یہ اختیار ہے کہ وہ عورت کی اجازت کے بغیر اسکا نکاح کر دے اگر ہے تو کس صورت میں سو اس میں بھی اختلاف ہے وہ یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اجبار کا مدار بکارت پر ہے یعنی باکرہ کا نکاح اسکا ولی بغیر اسکی اجازت کے کر سکتا ہے ثیب کا نکاح اسکی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا، اور حنفیہ کے نزدیک اسکی علت صغر وعدم بلوغ ہے کہ صغیرہ کا نکاح اسکا ولی بغیر اسکی اجازت کے کر سکتا ہے اور بالغہ کا بغیر اسکی اجازت کے نہیں کر سکتا، اور حضرت امام مالکؒ کے نزدیک اجبار کی علت بکارت وصغر ہر دو ہیں [1]۔

وجوہ اربعہ وفاقیہ وخلافیہ: اس اختلاف کے پیش نظر یہاں چار صورتیں پیدا ہوں گی دو اتفاقی اور دو اختلافی:
① صغیرہ باکرہ، ② بالغہ ثیبہ، یہ دونوں صورتیں اتفاقی ہیں پہلی صورت میں حق اجبار سب کے نزدیک ہوگا، اور دوسری صورت میں کسی کے نزدیک نہ ہوگا، ③ صغیرہ ثیبہ، ④ بالغہ باکرہ، یہ دونوں صورتیں اختلافی ہیں، پہلی صورت میں ولایت اجبار حنفیہ کے یہاں ہوگی اسی طرح مالکیہ کے یہاں بھی ہوگی اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک [2] نہ ہوگی، اور دوسری صورت میں حنفیہ کے نزدیک ولایت اجبار نہ ہوگی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہوگی اس مسئلہ ثانیہ کی ضرورت آئندہ باب میں پیش آئیگی بَابٌ فِي الاِسْتِئْمَارِ ایک تیسرا مسئلہ یہاں یہ ہے کہ ولایت اجبار امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک صرف اب اور وصی الاب کیلئے ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک جد فی حکم الاب ہے دوسرے اولیاء کیلئے حق اجبار نہیں ہے اسی لئے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تزویج الیتیمہ یعنی وہ صغیرہ جسکے باپ نہ ہو درست نہیں تاوقتیکہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور حنفیہ کے نزدیک حق اجبار جملہ اولیاء کیلئے ہے، فرق یہ ہے کہ اب اور جد کی صورت میں بعد البلوغ لڑکی کو خیار حاصل نہیں ہوتا اور دیگر اولیاء کی صورت میں خیار حاصل ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، اس تفصیل کے جاننے کے بعد اب آپ حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۰۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ»، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ «فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لَهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا، فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ».

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اسکا نکاح باطل ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی) اور اگر (اسکے شوہر نے) اس سے صحبت کر لی تو شوہر کو

---

[1] ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد میں اس کی تصریح کی ہے، انہوں نے اس میں امام احمدؒ کا مسلک نہیں لکھا، میں کہتا ہوں: امام احمدؒ کا مسلک اس میں مالکیہ کے مسلک کے قریب ہے جیسا کہ ثیبہ صغیرہ میں ان کے مسلک سے ظاہر ہوتا ہے، ۱۲۔

[2] حنابلہ کے یہاں اس میں روایات مختلف ہیں جس کی تفصیل باب تزویج الصغار میں آرہی ہیں، ۱۲۔

اس فائدے کے عوض میں مہر دینا پڑے گا جو اس نے اس سے حاصل کیا ہے۔ اگر ولی آپس میں اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حاکم وقت ہے۔

٢٠٨٤- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ جَعْفَرٍ يَعْنِي ابْنَ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَعْفَرٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَتَبَ إِلَيْهِ.

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے (ایک دوسری سند سے) اسی طرح کی روایت مروی ہے، ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ جعفر نے زہری سے سنا نہیں بلکہ زہری نے جعفر سے خط وکتابت کی تھی۔

تخریج: جامع الترمذي - النكاح (١١٠٢) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٨٣) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٧٩) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٨٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٦٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٠/٦) سنن الدارمي - النكاح (٢١٨٤)

شرح الأحاديث: آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اولیاء مرأۃ میں نکاح کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں ولایت نکاح سلطان وقت کو ہوگی اس لئے کہ وہ اولیاء اختلاف کی وجہ ساقط اور کالعدم ہو گئے اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عورت کے کوئی ولی نہ ہو تو بادشاہ وقت اس کا ولی ہوتا ہے، یہ حدیث بظاہر جمہور کی صریح دلیل ہے کہ جو عورت اپنا نکاح خود کرے وہ باطل ہے، معلوم ہوا عورت کو اپنے نفس پر ولایت نہیں ہے اور عبارت النساء سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

جاننا چاہئے کہ اس باب میں مصنف دو حدیثیں لائے ہیں دونوں سنن کی روایات میں سے ہیں اولاً حدیث عائشہؓ ثانیاً حدیث ابی موسیٰ الاشعریؓ جس کے لفظ یہ ہیں: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ، دونوں حدیثوں کا مضمون ایک ہی ہے اور دونوں جمہور کی دلیل ہیں امام ترمذیؒ نے بھی اس سلسلہ میں یہی دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں لیکن اولاً حدیث ابو موسیٰؓ ثانیاً حدیث عائشہؓ، حنفیہ کی دلیل باب فی الثیب میں آرہی ہے جس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے یعنی حدیث ابن عباسؓ: الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا[1] الخ، یہ حدیث افراد مسلم سے ہے یعنی صرف صحیح مسلم میں ہے، صحیح بخاری میں نہیں ہے اس پر تفصیلی کلام باب مذکور میں آرہا ہے اب آپ حدیث الباب کے جوابات سنئے:

حدیث عائشہؓ کا حنفیہ کی طرف سے جواب: حدیث عائشہؓ کے ہماری طرف سے متعدد جواب دئے گئے ہیں: ① یہ حدیث ضعیف ہے اسکی سند میں سلیمان بن موسیٰ ہے جو ضعیف ہے ضعفہ البخاری[2] وقال النسائي في حديثه شيء، دوسری وجہ ضعف کی وہ ہے جس کو خود امام ترمذیؒ نے بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ کہ اولاً یہ حدیث ابن جریج کو زہری سے بواسطہ سلیمان کے پہنچی تھی، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں بعد میں براہ راست زہری سے ملا اور ان کے سامنے اس حدیث کا ذکر

---

[1] سنن أبي داود - كتاب النكاح - باب في الثيب ٢٠٩٨

[2] قال في التاريخ الكبير: عنده مناكير، وقال في التاريخ الأوسط: عنده أحاديث عجائب.

کیا، فانکرہ[1]، ② راوی حدیث یعنی عائشہؓ کا عمل اسکے خلاف ہے، جسکی دلیل یہ ہے کہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمن کا نکاح منذر بن الزبیر سے کیا تھا جبکہ عبدالرحمن موجود نہ تھے ملک شام کے سفر میں تھے، معلوم ہوا ان کے نزدیک عورت کو باب نکاح میں حق ولایت حاصل ہے، ③ یہ حدیث امتہ پر محمول ہے اس لئے کہ حرہ کیلئے ولایت کا ثبوت دوسری صحیح حدیث سے ثابت ہے جو عنقریب آرہی ہے: الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، اور اس کی من وجہ تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں "مولی" کا لفظ ہے "ولی" کا نہیں بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا، ④ یا اس کو محمول کیا جائے غیر کفو پر، اور باطل سے علی شرف البطلان مراد لیا جائے اسلئے کہ بالغہ گو اپنا نکاح خود کر سکتی ہے لیکن اگر غیر کفو میں کرے تو ولی کو حق اعتراض حاصل ہوتا ہے، ⑤ یہ کہ اس کو صغیرہ پر محمول کیا جائے اسلئے کہ وہی نکاح بلا ولی ہے کبیرہ تو اپنے نفس کی ولی خود ہے یہ جواب القول بموجب[2] العلۃ کے قبیل سے ہے کہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں عورت کا نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں، اسلئے کہ نکاح صغیرہ پر ہی صادق آتا ہے نکاح بلا ولی، اور نکاح کبیرہ نکاح بلا ولی ہے ہی نہیں، ⑥ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو عورت اپنے مولی کی اجازت سے نکاح کرے وہ صحیح ہے جیسا کہ ابو ثور کا مسلک ہے کہ اگر عورت ولی کی اجازت کے بعد اپنا نکاح خود کرے تو وہ صحیح ہے، والحدیث أخرجہ الترمذی وابن ماجہ (قالہ المنذری)۔

۲۰۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ يُونُسَ، وَإِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يُونُسُ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، وَإِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ.

ترجمہ: حضرت ابو موسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ ابو داودؒ کہتے ہیں کہ حدیث کی سند یوں ہے: یونس بلا واسطہ ابو بردہ سے اور اسرائیل ابو بردہ سے بواسطہ ابی اسحاق نقل کرتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذی- النکاح (۱۱۰۱) سنن أبی داود- النکاح (۲۰۸۵) سنن ابن ماجہ- النکاح (۱۸۸۱) مسند أحمد- أول مسند الکوفیین (۳۹۴/٤) مسند أحمد- أول مسند الکوفیین (٤۱۸/٤)

شرح الحدیث: **شرح السند:** مصنف سند کی تشریح فرما رہے ہیں، ظاہر سیاق سند سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] اس تنقید کا جواب امام ترمذیؒ نے یحیی بن معینؒ سے یہ نقل کیا ہے، کہ اس جرح کو ابن جریج سے نقل کرنیوالے ان کے تلامذہ میں سے صرف اسماعیل بن ابراہیم ہیں (المعروف بابن علیہ) اسماعیل کے علاوہ ابن جریجؒ سے اس کو کسی نے نقل نہیں کیا حالانکہ اسماعیل کا سماع ابن جریجؒ سے زیادہ قوی نہیں ہے، حضرت امام ترمذیؒ چونکہ اس حدیث کے معتبر ہونے کے قائل ہیں، اس لئے انہوں نے اسکی یہ توجیہ فرمائی ہے، لیکن ہم تو اس حدیث کے اور بھی متعدد جواب دے چکے ہیں۔

[2] القول بموجب العلۃ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خصم یوں کہے: ہم مستدل کی دلیل کو مانتے ہیں اس لئے کہ وہ ہمارے خلاف ہی نہیں ہے ۱۲۔

ابو عبیدہ جس طرح یونس واسرائیل دونوں سے روایت کرتے ہیں اسی طرح یہ دونوں بھی ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں، مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ ایسا نہیں ہے " عن ابی اسحاق " کا تعلق صرف اسرائیل سے ہے یونس سے نہیں، بلکہ یونس براہ راست ابو بردہؓ سے روایت کرتے ہیں، لہٰذا سند کا ترجمہ ایسے کیجئے "ابو عبیدہ روایت کرتے ہیں یونس سے اور اسرائیل عن ابی اسحاق سے اور یہ دونوں یعنی یونس اور اسرائیل عن ابی اسحاق روایت کرتے ہیں ابو بردہؓ سے"۔

حدیث ابو موسیٰؓ کا جواب: اس حدیث میں بعض جوابات تو وہی چلیں گے جو حدیث عائشہؓ میں لکھے گئے، اور خاص جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے باوجودیکہ یہ حدیث ان کا مستدل ہے، مگر انہوں نے خود اس پر کلام کیا ہے اور اس حدیث کے ارسال واسناد میں رواۃ کا اختلاف واضطراب بیان کیا[1] ہے گو بعد میں اس اضطراب کا انہوں نے دفعیہ بھی فرمالیا ہے اور طریق مسند کو ترجیح دی ہے، جس کا خلاصہ ہم نے حاشیہ میں ذکر کر دیا ہے، والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢٠٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ ابْنِ جَحْشٍ فَهَلَكَ عَنْهَا وَكَانَ فِيمَنْ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عِنْدَهُمْ.

ترجمہ: ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ وہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں اور ابن جحش ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہیں ان کا انتقال ہو گیا پس (شاہ حبشہ) نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا اس وقت وہ (ام حبیبہؓ) حبشہ ہی میں تھیں۔

سنن النسائي - النكاح (٣٣٥٠) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٨٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٢٧)

شرح الحدیث **ام حبیبہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح کا قصہ:** یہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان جو پہلے عبید اللہ بن جحش کے

---

[1] امام ترمذیؒ کے کلام کی تشریح: جس کا لب لباب یہ ہے کہ اس حدیث کو ایک بڑی جماعت نے ابو اسحق سے مسنداً ذکر کیا ہے، اور شعبہ وسفیان ثوری نے اس کو ابو اسحق سے مرسلاً ذکر کیا ہے اور دفعیہ اس کا امام ترمذیؒ نے اسطرح کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس میں طریق مسند اصح ہے طریق مرسل سے اگرچہ مرسلاً نقل کرنیوالے (شعبہ وسفیان ثوری) اثبت واحفظ ہیں لیکن اس کے باوجود اولاً تو اسلئے کہ مسنداً روایت کرنیوالے کثیر ہیں بنسبت مرسلاً روایت کرنے والوں کے دوسرے یہ کہ ابو اسحاق سے مسنداً نقل کرنیوالوں نے ان سے مختلف اوقات اور مختلف مجالس میں نقل کیا ہے بخلاف ثوری وشعبہ کے انہوں نے ایک ہی مجلس میں اس حدیث کو ابو اسحاق سے سنا ہے تو گویا اتحاد مجلس کی وجہ سے یہ دو بھی دو نہ رہے ایک ہی راوی ہوا ہاں اگر شعبہ اور ثوری ان سے الگ الگ مجلس میں سنتے تو دوسری بات تھی، تیسرے یہ کہ اس جماعت میں (جو مسنداً روایت کرنیوالی ہے) ایک راوی اسرائیل بھی ہیں جن کے بارے میں یہ مسلم ہے کہ اسرائیل ابو اسحاق سے روایت کرنے میں اثبت ہے (اگرچہ شعبہ وثوری فی نفسہ اسرائیل سے اقوی ہیں) گویا تین وجہ سے اسکا مسند ہونا راجح ہوا مرسل ہونے سے، لیجئے بحمد اللہ تعالیٰ ترمذی کا بھی یہ مقام حل ہو گیا جو ایک سمجھدار طالب علم کے لئے جو واقعی کتاب کو حل کرنا چاہتا ہو اس کے حق میں بڑی قیمتی چیز ہے، واللہ الموفق۔

نکاح میں تھیں، جو شروع میں مکہ مکرمہ میں مشرف باسلام ہوئے تھے اور پھر دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور وہاں جا کر یہ عبید اللہ مرتد ہوئے اور دین نصاری کی طرف چلے گئے جیسا کہ شراح نے لکھا ہے کہ ثم ارتد عن الاسلام و تنصر [1]، اور اسی حال میں ان کا وہاں انتقال بھی ہو گیا، یہ ام حبیبہؓ اپنے اسلام پر قائم رہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے یا ام المومنین، جس پر میں فوراً چونک گئی، میں نے اسکی تعبیر یہ لی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں شامل ہوں گی، چنانچہ انقضاء عدت کے بعد نجاشی کیطرف سے قاصد ہونے کی حیثیت سے ان کی ایک باندی میرے پاس پہنچی اور اس نے آکر مجھ سے یہ کہا کہ شاہ حبشہ نے یہ فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میرے پاس والا نامہ پہنچا ہے کتب إلي أن أزوجك منه پھر آگے یہ کہ وکیل بالنکاح کون بنا اس میں روایات مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نجاشی بنے اور کہا گیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ، وقیل خالد بن سعید بن العاص و کان ولیا لها، ان اقوال میں سے ایک قول کے مطابق نجاشی کا خطبہ اسطرح منقول ہے الحمد لله الملك القدوس السلام، المومن المهيمن العزيز الجبار، واشهد أن لا إله إلا الله وحده وأن محمد أعبده ورسوله وأنه الذي بشر به عيسى بن مريم أما بعد، الى آخر ما في البذل [2]۔ یہ واقعہ ۷ھ کا ہے اس نکاح میں ام حبیبہؓ کا مہر خود شاہ حبشہ نے اسی مجلس میں پیش کیا جس کی مقدار چار سو دینار اور ایک روایت میں چار ہزار درہم وارد ہے نکاح کے بعد نجاشی نے ام حبیبہؓ کو مدینہ منورہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ فرمادیا حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کیساتھ، جیسا کہ آگے کتاب میں "باب الصداق" میں یہ روایت آرہی ہے، یہ نکاح کا واقعہ حنفیہ کی دلیل ہو سکتا ہے ولایت فی النکاح کے بارے میں کہ حرۂ بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، اسلئے کہ حضرت ام حبیبہؓ کا وہاں کوئی ولی نہیں تھا اور روایت کے الفاظ اگرچہ یہ ہیں: زَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ متولی نکاح نجاشی ہوئے تھے بذل میں لکھا ہے: والنجاشي ليس بولي لها فلا يثبت اشتراط الولي في النكاح، أو يقال إن النجاشي كان سلطانا، والسلطان ولي من لا ولي له، فعقده عقد الولي (لیکن اس دوسری صورت میں یہ واقعہ حنفیہ کی دلیل نہ ہو گا) پھر آگے "بذل" میں یہ ہے کہ وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں خالد بن سعید بن العاص متولی نکاح بنے تھے اور وہ فی الواقع حضرت ام حبیبہ کے ولی تھے فلم يثبت بطريق صحيح [3]، والحديث أخرجه النسائي بنحوه قاله المنذري۔

---

[1] هو عبيد الله بن جحش بن رئاب، أخو زينب بنت جحش زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم، تنصر بأرض الحبشة، ومات بها نصرانيا (تهذيب السنن ج ۲ ص ۷٦۷)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۰ ص ۸۷

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۰ ص ۸۸

۲۱۔ بَابٌ فِي الْعَضْلِ

لڑکی کے ولی کا لڑکی کو نکاح سے روکنے کا بیان

العضل المنع والمراد منع اولیاء المرأة ایاها عن التزوج، چونکہ پہلے سے ولی کا بیان چل رہا ہے اسلئے اب مصنف قرآن کریم میں اولیاء سے متعلق جو بعض ہدایات وارشادات وارد ہوئے ہیں انکو بیان فرماتے ہیں چنانچہ اس باب میں یہ بیان کیا کہ اگر مطلقہ کا شوہر طلاق دینے کے بعد، بعد انقضاء عدت کے دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہے اور وہ عورت بھی راضی ہو تو اولیاء مرأة کو جائز نہیں کہ نکاح سے روکیں۔

۲۰۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، قَالَ: كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأَتَانِي ابْنُ عَمٍّ لِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا لَهُ رَجْعَةٌ، ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَلَمَّا خُطِبَتْ إِلَيَّ أَتَانِي يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ: «لَا، وَاللَّهِ لَا أُنْكِحُهَا أَبَدًا» ، قَالَ: فَفِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ { وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ [1] } الْآيَةَ، قَالَ: «فَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ».

ترجمہ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ میری ایک بہن تھی جس کے رشتے میرے پاس آرہے تھے میرا چچازاد بھائی بھی (رشتہ کے سلسلے میں) آیا میں نے اس سے (اپنی بہن کا) نکاح کر دیا لیکن بعد میں اس نے اس کو ایک طلاق رجعی دے دی اور پھر میری بہن کو اس نے یونہی چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہوگئی پھر جب دوبارہ اس کے پیغام آنے لگے تو اس چچازاد بھائی نے دوبارہ اپنے لیے پیغام بھیجا تو میں نے کہا واللہ میں اس سے ہرگز (اپنی بہن کا) نکاح نہ کروں گا تو میرے بارے میں یہ آیت قرآنی نازل ہوئی: وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ (ترجمہ) اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے کہ نکاح کرلیں اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے۔ حضرت معقلؓ کہتے ہیں کہ اس حکم کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سے بہن کا رشتہ کر دیا۔

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ معقل بن یسار کہتے ہیں کہ میری ایک بہن تھی نکاح کے قابل، چنانچہ میرے پاس اسکے بارے میں پیغامات نکاح آئے اسی اثناء میں میرے پاس میرا چچیرا بھائی آیا یعنی نکاح کے ارادہ سے، چنانچہ میں نے اپنی بہن کا نکاح اس سے کر دیا، پھر یہ ہوا کہ کچھ دن بعد اس نے اس کو طلاق رجعی دی لیکن رجعت نہیں کی یہاں تک کہ عدت

---

[1] اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے کہ نکاح کرلیں اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے (سورۃ البقرۃ ۲۳۲)

گزر گئی، معقل کہتے ہیں عدت گزرنے کے بعد پھر میرے پاس نکاح کے پیغامات آنے شروع ہوئے اور وہ میرا چچیرا بھائی بھی آیا (مجھے چونکہ اس پر پہلے ہی سے غصہ آرہا تھا) اس لئے میں نے کہا کہ واللہ تجھ سے اس کا نکاح نہیں کروں گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی { وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ }۔

آیۃ کریمہ سے ولایۃ النکاح میں فریقین کا استدلال: فائدہ: اس آیت کریمہ سے شافعیہ اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ نکاح مراۃ میں ولی کا ہونا ضروری ہے بغیر ولی کے عورت اپنا نکاح نہیں کر سکتی اس لئے کہ اگر وہ از خود اپنا نکاح کرنے پر شرعاً قادر ہوتی تو پھر کسی کے منع کرنے سے کیا ہوتا ہے، اور حنفیہ اسی آیت سے اپنے مسلک پر استدلال کرتے ہیں کہ بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اسلئے کہ اس آیت میں نکاح کی نسبت عورت کی جانب کی گئی ہے أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ، جس سے معلوم ہورہا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور ولی کو جو عضل سے منع کیا گیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عورت اپنے نکاح پر قادر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم بھی بخوشی ان کو اس کی اجازت دے دو اور اس پر ناگواری کا اظہار مت کرو یعنی قانونی اور شرعی رکاوٹ مراد نہیں بلکہ اخلاقی ومعاشرتی دباؤ ہے، واللہ تعالی اعلم ۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي قاله المنذري۔

۲۲۔ بَابُ إِذَا أَنْكَحَ الْوَلِيَّانِ

جب دو ولی عورت کا نکاح کر دیں تو کیا حکم ہے؟

۲۰۸۸۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ الْمَعْنَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ بَيْعًا مِنْ رَجُلَيْنِ فَهُوَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا».

ترجمہ: حضرت سمرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دو ولی ایک عورت کا نکاح (دو الگ الگ شخصوں سے) کر دیں تو عورت اس کی بیوی سمجھی جائے گی جس سے پہلے نکاح ہوا اسی طرح اگر کوئی شخص ایک چیز دو آدمیوں کے ہاتھ فروخت کر دے تو وہ اس کی ملکیت ہوگی جس سے پہلے معاملہ ہوا۔

تخریج: جامع الترمذي - النكاح (۱۱۱۰) سنن النسائي - البيوع (٤٦٨٢) سنن أبي داود - النكاح (۲۰۸۸) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۱۹۰) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۱/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۲/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۸/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۲/۵) سنن الدارمي - النكاح (۲۱۹۳)

شرح الحدیث: یعنی اگر کسی عورت کے ایک ہی درجہ کے دو ولی ہوں مثلاً عمین یا اخوین، اور یکے بعد دیگرے دونوں ولی اس عورت کی الگ الگ جگہ شادی کر دیں تو ان دو میں نکاح اول صحیح ہوگا اور دوسرا نکاح فاسد، اور اگر دونوں ولی ایک ساتھ

مختلف جگہ نکاح کریں تو دونوں نکاح منسوخ ہوں گے، حنفیہ اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے، اس میں امام مالکؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں صحت نکاح کیلئے اتفاق اولیاء ضروری ہے لہٰذا اس صورت میں کوئی سا نکاح صحیح نہ ہو گا، کذا فی البذل عن البدائع [1]، لیکن منہل سے جس کے مصنف مالکی ہیں مالکیہ کا مسلک یہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ انکے مسلک میں اس مسئلہ میں تفصیل ہے بعض صورتوں میں پہلا نکاح صحیح ہوتا ہے، بعض صورتوں میں دوسرا، فارجع الیہ لو شئت [2]۔

۲۳۔ بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى {لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ}

اللہ تعالیٰ کے قول "تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم ان عورتوں کو زبردستی وراثت میں لو اور نہ تمہارے لئے یہ جائز ہے کہ ان عورتوں پر غصہ کر کے ان کے مہر کا کچھ حصہ ہڑپ کر جاؤ" کی تفسیر کا بیان

۲۰۸۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: الشَّيْبَانِيُّ، وَذَكَرَهُ عَطَاءٌ أَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِيُّ، وَلَا أَظُنُّهُ إِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذِهِ الْآيَةِ {لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ} قَالَ: "كَانَ الرَّجُلُ إِذَا مَاتَ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ مِنْ وَلِيِّ نَفْسِهَا: إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ زَوَّجَهَا أَوْ زَوَّجُوهَا، وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ شیبانی راوی کہتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر عطاء ابو الحسن نے نقل کی ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے ہی مروی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کا فرمان: لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ اس آیت کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص مر جاتا تو اس مرنے والے کے اولیاء اس کی بیوہ کے زیادہ حقدار ہوتے تھے اس بیوہ کے اولیاء کو کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا۔ اب میت کا کوئی وارث یا تو خود ہی اس بیوہ سے نکاح کر لیتا یا اپنی مرضی سے اس بیوہ کا جس سے چاہتے نکاح کرا دیتا اور اگر میت کے ولی چاہتے تو اس بیوہ کا کسی سے بھی نکاح نہ کراتے۔ تو اس پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۰۹۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: {لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ [3]} «وَذَلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَرِثُ امْرَأَةَ ذِي قَرَابَتِهِ فَيَعْضُلُهَا حَتَّى تَمُوتَ أَوْ تَرُدَّ إِلَيْهِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٩٢

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٣ ص ٢٥٣-٢٥٤

[3] اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی اور نہ روکے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ اپنا دیا ہوا مگر یہ کہ وہ کریں بے حیائی صریح (سورۃ النساء ۱۹)

صَدَاقَهَا، فَأَحْكَمَ اللهُ عَنْ ذَلِكَ وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ (ترجمہ: حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو زور سے اور نہ زبردستی کرو ان پر کہ لے لو ان سے کچھ اپنا دیا مگر یہ کہ وہ کھلی فحاشی کا ارتکاب کریں) کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص اپنے رشتہ دار کی بیوی کا وارث ہوتا پھر وہ اس کو دوسرے نکاح سے روکتا یہاں تک کہ وہ مر جاتی یا وہ عورت اپنا مہر اس وارث کو لوٹا دیتی (تب اس کو نجات ملتی ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۲۰۹۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عِيسَى بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، مَوْلَى عُمَرَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بِمَعْنَاهُ قَالَ: فَوَعَظَ اللهُ ذَلِكَ.

ترجمہ: حضرت ضحاکؒ سے بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: فَوَعَظَ اللهُ ذَلِكَ۔

شرح الأحاديث: اس سے پہلے جو باب گزرا ہے اس میں بھی اگرچہ عضل ہی مذکور تھا لیکن دونوں بابوں میں فرق ہے اس باب کا تعلق متوفی عنہا زوجہا سے ہے۔ اور گذشتہ باب کا تعلق مطلقہ سے تھا، پہلے باب میں عضل کے مخاطب اولیاء المراۃ تھے اور اس باب میں عضل کے مخاطب اولیاء الزوج ہیں، زمانہ جاہلیت میں یہ تھا کہ عورت کے شوہر کے انتقال کے بعد اولیاء زوج کو اختیار ہوتا تھا کہ اگر چاہے وہ خود اس عورت سے نکاح کرے اور چاہے دوسرے سے کر دے اور نہ چاہے تو کسی سے بھی نہ کرے پورا اختیار اسی کو ہوتا تھا تو اس پر قرآن کریم میں تنبیہ وارد ہوئی: لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا یعنی جن عورتوں کے شوہروں کا انتقال ہو جائے تو اب اولیاء زوج کو ان پر کوئی اختیار نہیں رہا بلکہ خود اس عورت کو اور اسکے ولی کو اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے شادی کرے، نیز کرے یا نہ کرے۔

۲۴ - بَابٌ فِي الِاسْتِئْمَارِ

﴿ نکاح کیلئے عورت سے اجازت حاصل کرنے کے بیان میں ﴾

باب فی الولی میں ہم نے بیان کیا تھا کہ یہاں پر دو مسئلے ہیں ولایت النکاح و ولایت الاجبار، اس باب میں یہ مسئلہ ثانیہ مذکور ہے، جس میں اختلاف اور اس کی تشریح وہاں گزر چکی۔

۲۰۹۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ [1] حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا الْبِكْرُ إِلَّا بِإِذْنِهَا» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا إِذْنُهَا قَالَ: «أَنْ تَسْكُتَ».

---

[1] وهي من زال البكارة عنها بوطء بعقد صحيح أو فاسد أو وطء شبهة (المنهل) قلت: وما في البذل: في تفسير الثيب هي التي فارقت زوجها بموت أو طلاق اهـ. ففيه نظر، بل هو تفسير للأيم كما سيأتي في حديث: «الأيم أحق بنفسها من وليها»، والله تعالى أعلم۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثیبہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اس نکاح کے متعلق رائے نہ لے لی جائے اور نہ باکرہ کا نکاح کیا جائے مگر جبکہ اس سے اجازت لے لی جائے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ باکرہ کنواری لڑکی اجازت کیسے دیگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔

تخریج: صحیح البخاري - النکاح (٤٨٤٣) صحیح مسلم - النکاح (١٤١٩) جامع الترمذي - النکاح (١١٠٧) سنن النسائي - النکاح (٣٢٦٥) سنن النسائي - النکاح (٣٢٦٧) سنن النسائي - النکاح (٣٢٧٠) سنن أبي داود - النکاح (٢٠٩٢) سنن ابن ماجه - النکاح (١٨٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٤) سنن الدارمي - النکاح (٢١٨٦)

شرح الحدیث: **حدیث سے جمہور کا استدلال اور حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب:** اس حدیث کا تعلق جیسا کہ ظاہر ہے ولایۃ الاجبار سے ہے جس کا مدار عند الجمہور ثیوبۃ وبکارۃ پر ہے اور یہاں حدیث میں یہی دونوں وصف مذکور ہیں لہذا یہ حدیث جمہور کی دلیل اور احناف کے خلاف ہوئی۔

حنفیہ کہتے ہیں حدیث میں ثیب اور بکر دونوں سے ظاہر ہے کہ ثیبہ بالغہ وباکرہ بالغہ مراد ہے کیونکہ صغیرہ کی اجازت تو کسی کے نزدیک معتبر نہیں ہے، پس صغیرہ مصداق حدیث سے عقلاً خارج ہے، لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ بالغہ کا نکاح خواہ وہ ثیبہ ہو خواہ باکرہ اسکی اجازت کے بغیر جائز نہیں کما ھو مسلك الحنفیہ رہی یہ بات کہ پھر وصف ثیوبۃ وبکارۃ کو کیوں ذکر کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طریق اجازت چونکہ دونوں کا مختلف ہے ثیب میں اذن صریح ضروری ہے اور بکر میں سکوت بھی کافی ہے اس کو بیان کرنے کیلئے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے البتہ جمہور [1] پر یہ اشکال ہو گا کہ آپ کے نزدیک باکرہ پر تو ولی کو ولایت اجبار حاصل ہوتی ہے اور یہاں حدیث میں دونوں کے بارے میں نفی وارد ہے کہ نہ ثیب پر ولایت اجبار حاصل ہے نہ بکر پر پھر یہ حدیث آپ کے موافق کہاں ہوئی، وہ حضرات اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حکم ثیبہ میں وجوباً ہے اور باکرہ میں استحباباً، یعنی گو باکرہ پر ولی کو ولایۃ اجبار حاصل ہے کہ بغیر اسکی رضامندی کے وہ اسکا نکاح کر سکتا ہے لیکن اولی یہی ہے کہ اسکا نکاح بھی وہ بغیر اجازت نہ کرے لیکن یہ توجیہ کمزور اور سیاق کلام کے خلاف ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم . والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢٠٩٣ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ الْمَعْنَى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تُسْتَأْمَرُ الْيَتِيمَةُ فِي نَفْسِهَا، فَإِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا، وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا» . وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو

---

[1] دراصل جمہور کا استدلال لا تنکح الثیب حتی تستأمر کے مفہوم مخالف سے ہے کیونکہ اس کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتے ہیں، حنفیہ کہتے ہیں یہ مفہوم حدیث کے جزء ثانی کے منطوق کے خلاف ہے لہذا معتبر نہیں۔

خَالِدٍ سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، وَمُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یتیم لڑکی سے نکاح کے بارے میں اس کی رائے طلب کی جائے اگر وہ خاموش رہے تو یہ اس کی رضامندی ہے اور اگر انکار کر دے تو اس پر جبر نہیں۔ یہ الفاظ یزید کی روایت کردہ حدیث کے ہیں۔ ابو داؤدؒ کہتے ہیں: (یزید بن زریع اور حماد راوی کی طرح) ابو خالد سلیمان بن حیان اور معاذ بن معاذ نے محمد بن عمرو سے نقل کیا ہے۔

شرح الحدیث: تُسْتَأْمَرُ الْيَتِيمَةُ فِي نَفْسِهَا، فَإِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا: اس حدیث میں یتیمہ بالا تفاق اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے اس لئے کہ یتیمہ تو وہ صغیرہ لڑکی ہے جس کے باپ نہ رہا ہو، اور ظاہر ہے کہ صغیرہ کی اجازت کسی فقیہ کے نزدیک بھی معتبر نہیں، لہذا اس سے بکر بالغ مراد ہے جس کو یتیمہ شفقتہً ماکان کے اعتبار سے کہا گیا ہے کما فی قولہ تعالیٰ: وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ [1]، اور قرینہ اس کا کہ اس سے باکرہ مراد ہے یہ ہے کہ آگے اس حدیث میں فرما رہے ہیں فَإِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا، یعنی اس کے سکوت کو اذن قرار دیا جا رہا ہے اور دوسری احادیث سے صراحۃً ثابت ہے کہ سکوت کا اذن ہونا باکرہ کے حق میں ہے، فثبت بالامرین ان المراد بالیتیمۃ البکر البالغ، والحدیث أخرجہ الترمذی والنسائی قالہ المنذری۔

۲۰۹۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ زَادَ فِيهِ قَالَ: «فَإِنْ بَكَتْ أَوْ سَكَتَتْ». زَادَ بَكَتْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ بَكَتْ بِمَحْفُوظٍ وَهُوَ وَهْمٌ فِي الْحَدِيثِ الْوَهْمُ مِنِ ابْنِ إِدْرِيسَ أَوْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَبُو عَمْرٍو ذَكْوَانُ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحِي أَنْ تَتَكَلَّمَ؟ قَالَ: «سُكَاتُهَا إِقْرَارُهَا».

ترجمہ: محمد بن عمرو سے بھی اسی طرح مروی ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر عورت رونا شروع کر دے یا خاموش رہے تو دونوں صورتوں میں اس کی اجازت شمار ہو گی۔ ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ لفظ بَكَتْ کی زیادتی محفوظ نہیں ہے بلکہ یہ حدیث میں وہم ہے اور یہ وہم ابن ادریس کی طرف سے ہے یا محمد بن علاء کی طرف سے۔ نیز ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو عمرو ذکوان نے اماں عائشہؓ سے روایت کیا ہے، کہتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کنواری لڑکی تو بات کرنے سے شرماتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی خاموشی ہی اس کا اقرار ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤٣) صحيح مسلم - النكاح (١٤١٩) جامع الترمذي - النكاح (١١٠٧) سنن النسائي - النكاح (٣٢٦٥) سنن النسائي - النكاح (٣٢٦٧) سنن النسائي - النكاح (٣٢٧٠) سنن أبي داود - النكاح (٢٠٩٣) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٤) سنن الدارمي - النكاح (٢١٨٦)

---

[1] اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال (سورۃ النساء ۲)

شرح الحديث: زَادَ فِيهِ قَالَ: «فَإِنْ بَكَتْ أَوْ سَكَتَتْ»: باکرہ کے حق میں سکوت کا اذن ہونا تو اتفاقی مسئلہ ہے لیکن بکاء کا اذن ہونا مختلف فیہ ہے، حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک تو بکاء بھی اذن کے حکم میں ہے اس میں مالکیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک بکاء اذن نہیں ہے، اور شافعیہ کے نزدیک نفس بکاء تو اذن ہے لیکن اگر بکاء چیخ و پکار کے ساتھ ہو تو اذن نہیں، اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ بکاء میں تفصیل ہے کہ اگر آنسو گرم ہیں تو اجازت نہیں ہے اور اگر ٹھنڈے ہیں تو اجازت ہے، وقد أخرجه البخاری ومسلم والنسائی مسنداً بمعناه قاله المنذری۔

۲۰۹۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، حَدَّثَنِي الثِّقَةُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «آمِرُوا النِّسَاءَ فِي بَنَاتِهِنَّ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے انکی بیٹیوں کے نکاح کے متعلق مشورہ کیا کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (۲۰۹۵) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۳٤)

شرح الحديث: اولیاء کو حکم ہے کہ لڑکیوں کے نکاح وغیرہ معاملات میں ان کی ماؤں سے مشورہ کیا کریں اس لئے کہ لڑکیوں کے احوال سے بہ نسبت آباء کے امہات زیادہ واقف ہوتی ہیں، وفي المنهل: والأمر للاستحباب، قال الشافعي: لا خلاف أنه ليس للأم أمر لكنه على معنى استطابة النفس اه[1]۔

۲۵ - بَابٌ فِي الْبِكْرِ يُزَوِّجُهَا أَبُوهَا وَلَا يَسْتَأْمِرُهَا

اگر باپ کنواری لڑکی کا نکاح اس سے پوچھے بغیر کر دے تو کیا حکم ہے؟

یہ مسئلہ پہلے گزر چکا کہ ولایۃ اجبار امام شافعیؒ کے نزدیک صرف اب اور جد کیلئے ہے بخلاف حنفیہ کے کہ انکے نزدیک تمام اولیاء کیلئے ہے لیکن فرق یہ ہے کہ لڑکی کو بعد البلوغ اب اور جد کی صورت میں خیار حاصل نہیں ہوتا اور دوسرے اولیاء کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔

۲۰۹۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ «أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود – ج ۳ ص ۲٦٤

عرض کیا کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو اختیار دیا (یعنی چاہو تو نکاح کو باقی رکھو اور چاہو تو توڑ دو)۔

۲۰۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ النَّاسُ مُرْسَلًا مَعْرُوفٌ.

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے یہ حدیث مرسلاً بھی مروی ہے۔ ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حماد بن زید نے ابن عباسؓ کا واسطہ ذکر نہیں کیا ہے اور یہ روایت اسی طرح مرسلاً معروف ہے۔

شرح الاحادیث: یعنی آپ ﷺ کی خدمت میں ایک باکرہ بالغہ نے آکر شکایت کی کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر دیا ہے، اس پر آپ ﷺ نے اس عورت کو اختیار مرحمت فرمایا یہ حدیث مسلک احناف کے عین موافق ہے کہ بالغہ پر کسی کو حق اجبار نہیں ہے اگرچہ وہ باکرہ ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا یہ حدیث جمہور کے خلاف ہوئی لیکن مصنف نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے اور اس میں ارسال واسناد کے اعتبار سے رواۃ کا اختلاف بیان کیا ہے اور یہ کہ اکثر رواۃ نے اس کو مرسلاً ہی روایت کیا ہے بدون ذکر ابن عباسؓ کے، بذل المجہود میں علامہ زیلعیؒ سے نقل کیا ہے ولأصحابنا حديث: أخرجه أبو داود، والنسائي، وابن ماجه، وأحمد[1]، اور پھر آگے حضرتؒ نے اس پر تفصیلی کلام فرمایا ہے، فليراجع. والحديث أخرجه ابن ماجه قاله المنذري۔

۲۶- بَابٌ فِي الثَّيِّبِ

ثیبہ کے بیان میں

۲۰۹۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَا: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا». وَهَذَا لَفْظُ الْقَعْنَبِيِّ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ثیبہ اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے بنسبت اپنے ولی کے اور باکرہ سے اس کے نفس کے متعلق اجازت لینی چاہیے اور اسکی خاموشی اسکی اجازت ہے۔ یہ قعنبی (کی روایت کردہ حدیث) کے الفاظ ہیں۔

۲۰۹۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ:

---

[1] نصب الراية لأحاديث الهداية — ج ۳ ص ۱۹۰، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۰ ص ۱۰۳

«الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يَسْتَأْمِرُهَا أَبُوهَا» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُوهَا لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ.

ترجمہ: عبد اللہ بن فضل سے گزشتہ سند سے اسی حدیث کے ہم معنیٰ الفاظ مروی ہیں اس میں زیاد بن سعد نے یہ اضافہ کیا کہ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا کے بعد دوسرے جملہ میں وَالْبِكْرُ يَسْتَأْمِرُهَا کے بعد لفظ أَبُوهَا ذکر کر دیا ہے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: أَبُوهَا کا جملہ محفوظ نہیں ہے۔

تخریج: صحيح مسلم – النكاح (١٤٢١) جامع الترمذي – النكاح (١١٠٨) سنن النسائي – النكاح (٣٢٦٠) سنن النسائي – النكاح (٣٢٦١) سنن النسائي – النكاح (٣٢٦٢) سنن النسائي – النكاح (٣٢٦٤) سنن أبي داود – النكاح (٢٠٩٨) سنن ابن ماجه – النكاح (١٨٧٠) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٢١٩/١) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٢٤٢/١) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٢٦١/١) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٢٧٤/١) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٣٣٤/١) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٣٤٥/١) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٣٥٥/١) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٣٦٢/١) موطأ مالك – النكاح (١١١٤) سنن الدارمي – النكاح (٢١٨٨) سنن الدارمي – النكاح (٢١٨٩) سنن الدارمي – النكاح (٢١٩٠)

شرح الأحاديث: **حدیث کی تشریح میں حنفیہ وشافعیہ کا اختلاف:** یہ حدیث حنفیہ کی صریح اور صحیح دلیل ہے ولایۃ النکاح کے مسئلہ میں کہ حرۂ عاقلہ بالغہ کو اپنے نکاح پر ولایت حاصل ہے اس حدیث کا حوالہ باب فی الولی میں گزر چکا ہے، فتح القدیر میں اس پر تفصیلی کلام ہے جس کو بذل المجہود[1] میں بھی نقل کیا گیا ہے، اس لئے کہ احق اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو شرکت کو مقتضی ہے مع شئ زائد للمفضل تو جب ولی کو ولایۃ نکاح حاصل ہے تو خود عورت کو بطریق اولی حاصل ہوگی، لہذا اس حدیث سے دو باتیں مستفاد ہیں بالغہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے دوسرے یہ کہ ولی اس کا نکاح بغیر اس کی رائے کے نہیں کر سکتا وبعبارۃ اخری بالغہ کا ولی اس کی تزویج میں اس کی اذن کا محتاج ہے اور بالغہ اپنی تزویج میں اذن ولی کی محتاج نہیں ہے، حضرات شافعیہ فرماتے ہیں عورت کے احق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ولی اس کا نکاح اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا نہ یہ کہ وہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ جامع ترمذی میں اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں:

هذا حديث حسن صحيح، رواه شعبة، والثوري، عن مالك بن أنس، وقد احتج بعض الناس في إجازة النكاح بغير ولي بهذا الحديث، وليس في هذا الحديث ما احتجوا به لأنه قد روي من غير وجه عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ»، وهكذا أفتى به ابن عباس بعد النبي صلى الله عليه وسلم. فقال: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ»، وإنما معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم: «الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا» عند أكثر أهل العلم: أن الولي لا يزوجها إلا برضاها وأمرها اهـ[2]، مختصراً گویا شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کا تعلق صرف ولایۃ الاجبار سے ہے ولایۃ النکاح سے نہیں اور چونکہ ولایۃ الاجبار کا مدار ان کے نزدیک ثیوبت وبکارۃ پر ہے وہ فرماتے ہیں کہ الْأَيِّمُ سے مراد ثیب ہے (وقد اشار الیہ المصنف ایضا بترجمۃ الباب) لہذا یہ حدیث ابن عباسؓ ان کے نزدیک اس حدیث ابوہریرہؓ کے ہم معنی ہے جو باب الاستئمار

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٠ ص ١٠٧

[2] جامع الترمذي – كتاب النكاح – باب ما جاء في استئمار البكر والثيب ١١٠٨

میں گزر چکی لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، بلکہ بعض روایات میں الأَيِّمُ کے بجائے الثیب ہی وارد ہے لہذا ایم سے مراد بھی ثیب ہی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے تو یہ بھی کہا کہ ایم اصل لغت میں ثیب ہی کو کہتے ہیں گو اس کا اطلاق مطلقا اس عورت پر بھی ہوتا ہے جو بے شوہر ہو خواہ ثیب ہو یا بکر [1]۔

لیکن حافظ صاحبؒ کی یہ بات خلاف تحقیق ہے حمله على ذلك نصرة مذهبه، حضرتؒ نے بذل المجهود میں قاموس کی عبارت نقل فرمائی: الأَيِّمُ، كَكَيِّسٍ: من لا زَوْجَ لها، بِكْراً أو ثَيِّباً اه [2]، علامہ تورپشتیؒ (جنہوں نے اس حدیث پر خوب لکھا ہے) نے بھی یہی ثابت فرمایا ہے الأَيِّمُ عام ہے ثیب کے ساتھ خاص نہیں وہ فرماتے ہیں یہ سارے حضرات یہی لکھ رہے ہیں کہ ایم کے معنی ثیب کے ہیں کیونکہ حدیث میں اس کا مقابل بکر مذکور ہے، وہ فرماتے ہیں نوا ن اهم انما ذهبوا الى ذلك فرارا من القول بولاية المرأة على نفسها۔ پھر آگے چل کر وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آگے جو بکر کو علیحدہ ذکر کیا گیا ہے..... استیذان کے بارے میں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ثیب اور بکر مسئلہ ولایۃ النکاح میں متفق ہیں لیکن حکم استیذان میں مختلف ہیں اھ مختصراً من التعليق الصبيح [3]، نیز تورپشتیؒ فرماتے ہیں جس روایت میں بجائے الأيم کے الثیب آیا ہے بظاہر وہ روایت بالمعنی ہے راوی نے سمجھا کہ یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں ایک دوسرے کے قائم مقام ہو سکتا ہے (قلت) اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ایم کے معنی ثیب ہی کے ہیں تب بھی ہمارے مطلوب کے منافی نہیں کیونکہ ہمارا استدلال تو لفظ أَحَقُّ سے ہے وہ حدیث میں بہر صورت مذکور ہے باقی ثیب کی تخصیص بناء بر عادت کے ہو سکتی ہے کہ از خود نکاح کا اقدام اسی سے متوقع ہے بکر سے نہیں، یہ مقام کافی دقیق ہے اس کو غور سے سمجھا اور پڑھا جائے، والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢١٠٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ أَمْرٌ، وَالْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ، وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثیبہ کے معاملہ میں ولی کو کوئی اختیار نہیں ہے البتہ کنواری لڑکی سے اجازت لی جائے گی اور اسکی خاموشی بھی اس کا اقرار سمجھی جائے گی۔

تخریج: صحيح مسلم - النكاح (١٤٢١) جامع الترمذي - النكاح (١١٠٨) سنن النسائي - النكاح (٣٢٦٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢٦١) سنن النسائي - النكاح (٣٢٦٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٦٣) سنن النسائي - النكاح (٣٢٦٤) سنن أبي داود - النكاح (٢١٠٠) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٧٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٦١/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٤/١) مسند أحمد

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٩ ص ١٩٢

[2] القاموس المحيط - ص ١٠٧٨

[3] التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح - ج ٤ ص ١٦

-من مسند بني هاشم (١/٣٤٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٥٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٢) موطأ مالك - النكاح (١١٠٤) سنن الدارمي - النكاح (٢١٨٨) سنن الدارمي - النكاح (٢١٨٩) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩٠)

٢١٠١- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَمُجَمِّعٍ ابْنَيْ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّيْنِ، عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ[1] خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، «أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَرَدَّ نِكَاحَهَا».

ترجمہ خنساء بنت خذام انصاریہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے انکا نکاح کر دیا اور وہ ثیبہ تھیں انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کو لوٹا دیا (یعنی نکاح فسخ کر دیا)۔

تخریج صحیح البخاري - النكاح (٤٨٤٥) صحيح البخاري - الإكراه (٦٥٤٦) سنن النسائي - النكاح (٣٢٦٨) سنن أبي داود - النكاح (٢١٠١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٢٨) موطأ مالك - النكاح (١١٣٥) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩١) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩٢)

شرح الحدیث: یہ حدیث حنفیہ وشافعیہ میں سے کسی کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ صورت مذکورہ فی الحدیث میں دونوں ہی کے نزدیک یہ نکاح مفسوخ ہے لیکن تعلیل میں اختلاف ہے، شافعیہ کے نزدیک رد نکاح کی علت اس کا ثیب ہونا ہے اور حنفیہ کے نزدیک بالغہ ہونا، منہل میں اس حدیث کے ذیل میں اس مسئلہ کی تفاصیل ذکر کی ہیں اس میں لکھا ہے کہ جس صورت میں ولی کیلئے عورت کا نکاح بغیر اسکی اجازت کے جائز نہیں اگر ولی اسکا نکاح بغیر اسکی اجازت واطلاع کے کر دے پھر وہ عورت اسکی اطلاع ہونے پر اس نکاح کو جائز رکھے اور اس صورت میں حنفیہ تو یہ کہتے ہیں کہ وہ نکاح صحیح ہوگا اور اگر جائز نہیں رکھتی تو جائز نہ ہوگا باطل ہوگا اور امام شافعیؒ واحمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں وہ نکاح بہر صورت باطل ہے اطلاع ہونے پر خواہ وہ عورت راضی ہو یا ناراض ہو، اور مالکیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے کما ذکر فی المنهل، والحديث أخرجه البخاري والنسائي وابن ماجه قاله المنذري، وفي المنهل: والحديث أخرجه ايضاً الشافعي واحمد والبخاري وباقي الأربعة والبيهقي والدارقطني، اهـ[2]۔

٢٧- بَابٌ فِي الْأَكْفَاءِ

کفو کے بیان میں

کفاءۃ سے متعلق مباحث اربعہ یہاں پر چند چیزیں قابل دریافت ہیں: ① الأول معنى الكفاءة، ② والثاني حكمها

---

[1] خنساء بنت خذام على وزن حمراء وخذام بكسر الخاء المعجمة بعدها دال مهملة وفي بعض النسخ بنت خذام بالذال المعجمة، ورجح الحافظ الأول وهي صحابية مشهورة (المنهل ج ٣ ص ٢٧٢)۔

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود - ج ٣ ص ٢٧٢ - ٢٧٣

شرعاً، ③ والثالث الاوصاف التى تعتبر فيها الكفاءة، ④ الرابع لمن الكفاءة یعنی کفائت کس کا حق ہے آیا مرد کا یا عورت کا یا دونوں کا۔

بحث اول (معنى الكفاءة): لفظ الاکفاء جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے یہ کفو بضم اولہ وسکون الفاء بعدھا ہمزۃ کی جمع ہے، کفاءۃ کے معنی برابری اور ہمسری کے ہیں کفو بمعنی المثل والنظیر، والمراد بالکفاءۃ ھھنا کون الزوج نظیر الزوجۃ فی النسب ونحوہ کما فی المنہل [1] یعنی مرد کا عورت کے ہمسر ہونا اس سے گھٹیا نہ ہونا۔

بحث ثانی (حكمها شرعاً): عند الجمهور والائمة الثلاثة زوجین کے درمیان کفاءت کا پایا جانا صحت نکاح کے لئے شرط نہیں ہے، امام احمدؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں، ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: روی عنه انها شرط له، والرواية الثانية عن احمد انها ليست بشرط وهذا قول اكثر اهل العلم، كذا فی الأوجز [2]۔ بہر حال جمہور کے نزدیک کفاءت شرط صحت تو نہیں لیکن شرعاً معتبر ضرور ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ کفاءت نکاح میں معتبر ہے پس اگر کوئی عورت اپنا نکاح غیر کفو سے کرے تو اس صورت میں اولیاء کو زوجین کے درمیان تفریق کرنے کا حق ہے دفعاً لضرر العار عن أنفسهم [3]۔ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ روایات سے کفاءت کا فی الجملہ معتبر ہونا ثابت ہے لیکن اس سے اس کا اشتراط لازم نہیں آتا۔

بحث ثالث (الاوصاف التى تعتبر فيها الكفاءة): کفاءت کن کن اوصاف میں معتبر ہے؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک تین چیزوں میں بالاتفاق معتبر ہے نسب، حریت، مال، ان تین کے علاوہ دو وصف مختلف فیہ ہیں، یعنی دین اور صنعت وحرفت عند الشیخین کفاءت فی الدین معتبر ہے، امام محمدؒ کے نزدیک نہیں، وہ فرماتے ہیں دین امور آخرت سے ہے، اور حرفت کا اعتبار امام ابو یوسفؒ نے کیا ہے خلافاً لابی حنیفۃ علی عادۃ العرب، اسلئے کہ اہل عرب کے نزدیک حرفہ قابل عار یا باعث افتخار نہیں، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا اعتبار ہے علی عادۃ العجم؛ لان العجم یعیرون بالدنی من الحرفۃ کہ عجمیوں کے نزدیک گھٹیا حرفہ باعث عار ہے، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ نے اس میں عربوں کے حال کا لحاظ فرمایا کہ چونکہ ان کے پاس اپنے نسب محفوظ ہیں اس لئے وہ حرفہ کی پرواہ نہیں کرتے، اور امام ابو یوسفؒ عجمیوں کے حال کے پیش نظر حرفہ کا اعتبار کیا کیونکہ عجمیوں نے اپنے نسب کو محفوظ نہیں رکھا، بس ان کی نظر ظاہری حرفہ اور پیشہ پر ہوتی ہے، بہر حال یہ کل پانچ اوصاف ہوئے، امام احمدؒ کے نزدیک بھی کفاءت انہی اوصاف خمسہ میں معتبر ہے اور دوسری روایت ان سے یہ ہے کہ کفائت کا اعتبار صرف دین اور نسب میں ہے اور ایسے ہی شافعیہ کے نزدیک فی المشہور عنہم کفاءت

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٣ ص ٢٧٣

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٠ ص ٣١٠-٣١١

[3] الهداية شرح بداية المبتدی — ج ٣ ص ٥١

ان اوصاف خمسہ میں معتبر ہے: التقوی الحریۃ النسب الحرفۃ السلامۃ من العیوب المنفرۃ مثل الجنون والجذام والبرص، ان کے علاوہ چھٹی چیز مال ہے یعنی یسار جس میں ان کی روایات مختلف ہیں، اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ کفاءت صرف دین میں معتبر ہے لقولہ تعالیٰ: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ [1] ولقولہ علیہ الصلوۃ والسلام: فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ [2]۔

بحث رابع (لمن الکفاءۃ): کفاءت یہ حق المرأۃ ہے حق الرجل نہیں ففی المنھل: وتعتبر فی جانب الرجال للنساء، ولا تعتبر فی جانب النساء للرجال؛ لأن النصوص وردت بھذا [3]۔ لہٰذا کفاءت کا حاصل یہ ہے کہ چند مخصوص اوصاف حسنہ میں مرد کا عورت کے برابر [4] ہونا اور عورت کا مرد کے برابر ہونا یہ کفائت نہیں ہے کیونکہ عدم کفائت کی صورت میں عار جو لاحق ہوتا ہے وہ عورت کو لاحق ہوتا ہے مرد کو کسی صورت میں لاحق نہیں ہوتا اس لئے کہ عورت شوہر کی ماتحتی میں ہوتی ہے اور اعلیٰ کا ادنیٰ کے ماتحت ہونا یہ موجب عار ہے نہ کہ اس کا عکس، لہٰذا عورت کا مرد سے کم درجہ ہونا مضر نہیں ہے۔

۲۱۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَبَا هِنْدٍ، حَجَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَافُوخِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا بَنِي بَيَاضَةَ أَنْكِحُوا أَبَا هِنْدٍ وَأَنْكِحُوا إِلَيْهِ» وَقَالَ: «وَإِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدَاوُونَ بِهِ خَيْرٌ فَالْحِجَامَةُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے یافوخ (سر کے درمیانہ حصہ جو چھوٹے بچہ کا حرکت کرتا رہتا ہے) میں ابو ہند نے پچھنے لگائے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بنی بیاضہ! تم اپنی خاندان کی لڑکیوں کی شادی ابو ہند سے کراؤ اور ابو ہند کی لڑکیوں سے شادی کرنے کیلئے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجو۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جن چیزوں سے (شفاء حاصل کرنے کیلئے) دوا کرتے ہو ان میں سے اگر کسی شے میں خیر ہے تو وہ پچھنے لگانے میں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (۲۱۰۲) سنن ابن ماجه - الطب (۳۴۷٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۴۲/۲)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ ابو ہند حجامؓ (پچھنے لگانے والا) نے حضور اقدس ﷺ کے سر کے تالو پر پچھنے لگائے، اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کے خاندان کے لوگوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ اے بنو بیاضہ! اپنی لڑکیوں کی اس کے یہاں شادی کرو، اور اس کی لڑکیوں سے پیغام نکاح بھیجو یعنی آپس میں ابو ہندؓ کے یہاں بیاہ شادی کرو۔ شراح نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات یا تو اس لئے فرمائی کہ ابو ہندؓ موالی میں سے تھے یا ان کے پیشہ حجامت کی وجہ سے، والحدیث أخرجه

---

[1] تحقیق عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی، جس کو ادب بڑا (سورۃ الحجرات ۱۳)

[2] صحیح مسلم - کتاب النکاح - باب استحباب نکاح ذات الدین ۱۴٦٦

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود - ج ۳ ص ۲۷۴

[4] یعنی اگر وہ اوصاف عورت میں پائے جاتے ہیں تو مرد میں بھی ہونے چاہئیں اور اسکے عکس معتبر نہیں (کہ اگر وہ اوصاف مرد میں ہیں تو عورت میں بھی ہوں)۔

مختصراً البيهقي والحاكم، وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم اه. قاله في المنهل [1]۔

فائدہ: امام بخاریؒ نے کفاءت کے سلسلہ میں دو باب قائم فرمائے ہیں: بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الدِّينِ، اس کے بعد بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الْمَالِ وَتَزْوِيجِ الْمُقِلِّ الْمُثْرِيَةَ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کفاءت فی الدین کے معتبر ہونے میں تمام علماء کا اتفاق [2] ہے فلا تحل المسلمة لكافر أصلاً، اس کے بعد لکھتے ہیں امام مالکؒ کی رائے بالجزم یہ ہے کہ کفائت دین کے ساتھ مختص ہے، ونقل عن ابن عمر وابن مسعود ومن التابعين عن بن سيرين وعمر بن عبد العزيز [3]۔

کیا کفاءۃ بالنسب میں کوئی حدیث ہے؟ اسکے بعد حافظؒ فرماتے ہیں اور اعتبار کیا ہے کفاءت فی النسب کا جمہور علماء نے، پھر آگے لکھتے ہیں: ولم يثبت في اعتبار الكفاءة بالنسب حديث [4] اور بخاریؒ کے دوسرے باب کے تحت حافظؒ لکھتے ہیں: کفاءت بالمال کے معتبر ہونے میں اختلاف ہے والأشهر عند الشافعية أنه لا يعتبر ونقل صاحب الإفصاح عن الشافعي أنه قال الكفاءة في الدين والمال والنسب الى اخر ما قال الحافظ [5]، میں کہتا ہوں غالباً امام بخاریؒ نے باب ثانی میں وَتَزْوِيجِ الْمُقِلِّ الْمُثْرِيَةَ سے کفاءت فی المال کے عدم اور اعتبار ہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ مشہور مذہب شافعیہ ہے۔

۲۸۔ بَابٌ فِي تَزْوِيجِ مَنْ لَمْ يُولَدْ

پیدائش سے پہلے لڑکی کا نکاح کر دینے کے بیان میں

یعنی لڑکی کی پیدائش سے پہلے ہی اس کا نکاح کرنا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا کما فی حدیث الباب لیکن مذہب اسلام میں یہ تزویج باطل اور غیر معتبر ہے، اور خطابیؒ کے نسخہ میں بَابٌ فِي تَزْوِيجِ مَنْ لَمْ تُولَدْ مؤنث کے صیغہ کے ساتھ واقع ہوا ہے، صاحب منہل لکھتے ہیں اور بیہقیؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے: لَا نِكَاحَ لِمَنْ لَمْ يُولَدْ۔

۲۱۰۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ مِقْسَمٍ الثَّقَفِيُّ، مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، حَدَّثَتْنِي سَارَةُ بِنْتُ مِقْسَمٍ، أَنَّهَا سَمِعَتْ مَيْمُونَةَ بِنْتَ كَرْدَمٍ، قَالَتْ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي فِي حَجَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي وَهُوَ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ فَوَقَفَ لَهُ وَاسْتَمَعَ

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ۳ ص ۲۷۶

[2] تنبیہ: اور وہ جو شروع میں ہمارے یہاں اختلاف مذاہب کے ذیل میں گزرا ہے کہ امام محمدؒ نے کفاءت فی الدین کا اعتبار نہیں کیا اس تعارض کا دفعیہ یہ ہے کہ حافظ کی مراد دین سے دین اسلام ہے، اور وہاں مراد دین سے اسلام نہیں بلکہ دیانت و تقویٰ مراد ہے۔

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۹ ص ۱۳۲

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۹ ص ۱۳۳

[5] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۹ ص ۱۳۷

مِنْهُ وَمَعَهُ دِرَّةٌ كَدِرَّةِ الْكُتَّابِ، فَسَمِعْتُ الْأَعْرَابَ وَالنَّاسَ وَهُمْ يَقُولُونَ: الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ. فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي، فَأَخَذَ بِقَدَمِهِ، فَأَقَرَّ لَهُ، وَوَقَفَ عَلَيْهِ، وَاسْتَمَعَ مِنْهُ. فَقَالَ: إِنِّي حَضَرْتُ جَيْشَ عِثْرَانَ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: جَيْشَ غِثْرَانَ، فَقَالَ طَارِقُ بْنُ الْمُرَقَّعِ: مَنْ يُعْطِينِي رُمْحًا بِثَوَابِهِ؟ قُلْتُ: وَمَا ثَوَابُهُ؟ قَالَ: أُزَوِّجُهُ أَوَّلَ بِنْتٍ تَكُونُ لِي، فَأَعْطَيْتُهُ رُمْحِي، ثُمَّ غِبْتُ عَنْهُ، حَتَّى عَلِمْتُ أَنَّهُ قَدْ وُلِدَ لَهُ جَارِيَةٌ وَبَلَغَتْ، ثُمَّ جِئْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ: أَهْلِي جَهِّزْهُنَّ إِلَيَّ. فَحَلَفَ أَنْ لَا يَفْعَلَ حَتَّى أُصْدِقَهُ صَدَاقًا جَدِيدًا غَيْرَ الَّذِي كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، وَحَلَفْتُ لَا أُصْدِقُ غَيْرَ الَّذِي أَعْطَيْتُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَبِقَرْنِ أَيِّ النِّسَاءِ هِيَ الْيَوْمَ» قَالَ: "قَدْ رَأَتِ الْقَتِيرَ. قَالَ: «أَرَى أَنْ تَتْرُكَهَا» قَالَ: فَرَاعَنِي ذَلِكَ، وَنَظَرْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ مِنِّي قَالَ: «لَا تَأْثَمُ، وَلَا يَأْثَمُ صَاحِبُكَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْقَتِيرُ الشَّيْبُ.

ترجمہ سارہ بنت مقسمؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے میمونہ بنت کردم کو کہتے ہوئے سنا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لیے نکلی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میرے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا جیسا کہ عام طور پر (مکتب میں) پڑھانے والوں کے پاس ہوتا ہے تو میں نے سنا کہ اعرابی اور سب لوگ کہہ رہے تھے: الطَّبْطَبِيَّة الطَّبْطَبِيَّة الطَّبْطَبِيَّة میرے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کا اقرار کیا اور وہیں ٹھہرے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنی۔ اس کے بعد میرے والد نے کہا کہ میں جیش عثران میں شریک رہا ہوں (ابن المثنی نے جیش غثران کہا ہے) وہاں طارق بن المرقع نے کہا کون ہے جو مجھے اس کے بدلہ میں ایک نیزہ دیتا ہے؟ میں نے پوچھا کس چیز کے بدلہ میں؟ اس نے کہا: (اس کے بدلہ میں کہ) جو بھی میری پہلی بیٹی ہوگی میں اس کا نکاح اس کے ساتھ کر دوں گا۔ پس میں نے اپنا نیزہ اس کو دیدیا اور چلا گیا جب مجھے معلوم ہوا کہ اس کے بیٹی پیدا ہوئی ہے اور اب وہ جوان ہو گئی ہے تو میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ اب میری بیوی میرے حوالہ کر تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں ہر گز ایسا نہیں کروں گا جب تک کہ تو اس کا نیا مہر مقرر نہ کرے اس کے علاوہ جو میرے اور اسکے درمیان طے ہو چکا ہے (یعنی ایک نیزہ)۔ میں نے بھی قسم کھالی کہ جو میں دے چکا ہوں اسکے علاوہ اور کچھ نہ دوں گا (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اب یہ لڑکی عورتوں کے کس عمر کے قریب ہو گی؟ میرے والد نے کہا اب وہ بوڑھی ہو چکی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ تو اس کو چھوڑ دے میں یہ سن کر گھبرا گیا اور میں نے آپ کی طرف دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا یہ حال دیکھا تو فرمایا نہ تو گناہ گار ہو گا اور نہ تیرا ساتھی۔ ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ قتیر کے معنی بڑھاپے کے ہیں۔

٢١٠٤ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، أَنَّ خَالَتَهُ أَخْبَرَتْهُ عَنِ امْرَأَةٍ، قَالَتْ: هِيَ مُصَدَّقَةٌ امْرَأَةُ صِدْقٍ، قَالَتْ: بَيْنَا أَبِي فِي غَزَاةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذْ رَمِضُوا، فَقَالَ رَجُلٌ: مَنْ يُعْطِينِي نَعْلَيْهِ وَأُنْكِحُهُ أَوَّلَ بِنْتٍ تُولَدُ لِي؟ فَخَلَعَ أَبِي نَعْلَيْهِ فَأَلْقَاهُمَا إِلَيْهِ، فَوُلِدَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَبَلَغَتْ، وَذَكَرَ نَحْوَهُ، لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْقَتِيرِ.

ترجمہ: ابراہیم بن میسرہ اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک ایسی عورت سے روایت کیا ہے جس کی سچائی کی تصدیق تمام لوگ کرتے ہیں کہ یہ سچی عورت ہے، وہ عورت کہتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں میرے والد ایک جنگ میں شریک ہوئے یک دم (گرمی کی شدت سے) لوگوں کے پاؤں جلنے لگے تو ایک شخص بولا کون ہے جو مجھے جوتے دینے میں اس سے پہلی بیٹی کا نکاح کر دوں گا جو میرے یہاں پیدا ہوگی۔ یہ سن کر میرے والد نے اپنے جوتے اتار کر اس کو دے دیئے پھر اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی اور جوان ہوگئی۔ راوی نے اس کے بعد وہی قصہ بیان کیا جو اوپر گزرا مگر اس میں لڑکی کے بوڑھا ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

تخریج سنن أبي داود- النكاح (۲۱۰۳) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (۳۶۶/۶)

شرح الحديث بتمامه: مضمون حدیث یہ ہے میمونہ بنت کردمؓ کہتی ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلی تو آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئی اسی اثناء میں میرے والد آگے بڑھ کر آپ کے قریب ہوئے جب کہ آنحضرت ﷺ اس وقت اپنی ناقہ شریفہ پر تھے آپ کے ساتھ ایک درہ تھا جیسا کہ بچوں کے معلمین کے ساتھ ہوتا ہے (آگے میمونہ اس وقت کا ایک خاص منظر بیان کرتی ہیں کہ) میں نے لوگوں سے سنا (لوگوں سے مراد اس وقت جو آپ کے ارد گرد مجمع تھا) کہ وہ یوں کہہ رہے تھے: الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ، اس جملہ کی شرح میں شراح [1] کے دو قول ہیں: ① ایک یہ کہ طبطبیہ کنایہ ہے درہ سے اس لئے کہ جب اس کو مارتے ہیں تو طب طب جیسی آواز نکلتی ہے اور یہ منصوب ہے علی التحذیر یعنی بچو کوڑے سے، بظاہر مطلب یہ ہے کہ لوگ فرط شوق زیارت وملاقات میں آپ ﷺ پر پروانہ وار جمع ہو رہے ہوں گے جس سے سواری کے آگے بڑھنے میں رکاوٹ ہو رہی ہوگی تو اس لئے کہا جا رہا ہے کہ بھیڑ نہ کرو ہٹو ورنہ درہ لگ جائے گا، ② اور دوسرا احتمال یہ لکھا ہے المراد به حكاية وقع [2] الأقدام أي الناس يسعون ولأقدامهم صوت طب طب، یعنی لوگ تیزی کے ساتھ چلے جا رہے تھے اور ان کی چلنے کے وقت قدموں کی آواز طب طب جیسی سنائی دے رہی تھی، اس معنی ثانی سے یہ بات مستفاد ہو رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی باوجود اتنی کثرت کے مجمع میں سناٹا تھا نہایت خاموشی کے ساتھ یہ حضرات چل رہے تھے قطعاً شور وغل نہیں تھا، اسلئے کہ راوی کہہ رہا ہے کہ اس وقت صرف زمین پر قدموں کے پڑنے کی آواز مسموع ہو رہی تھی، میں کہتا ہوں اور یہی حال صحابہ کرامؓ کا آپ ﷺ کی مجلس مبارک میں ہوتا تھا كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِمُ الطَّيْرَ [3]، صلى الله على سيدنا محمد وآله واصحابه وسلم۔

فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي، فَأَخَذَ بِقَدَمِهِ، فَأَقَرَّ لَهُ، وَوَقَفَ عَلَيْهِ، وَاسْتَمَعَ مِنْهُ: میمونہؓ کہتی ہیں کہ جب میرے والد آپ کے قریب

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ۱۰ ص ۱۱۶

[2] وفي هذا المعنى الثاني دلالة على سكونهم وسكوتهم بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم مع كثرة الازدحام تعظيماً رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث يقول الراوي لا يسمع منهم الاصوت وقع الاقدام.

[3] المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ۴۸۶- ج ۱ ص ۱۸۵

ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا قدم مبارک پکڑ لیا آپ نے ان کے اس فعل کو برقرار [1] رکھا یعنی پاؤں پکڑنے سے روکا نہیں اور آپ رک گئے اور انکی بات سننے لگے، آگے روایت میں یہ ہے کہ اس شخص نے آپ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ گذشتہ زمانہ میں جیش عثران میں موجود تھا تو ایک شخص نے جس کا نام طارق بن المرقع ہے یہ اعلان کیا کہ مَنْ يُعْطِينِي رُمْحًا، بِثَوَابِهِ؟ کہ کون ہے وہ شخص جو اپنا نیزہ اسکے بدلہ میں عطا کرنے، وہ شخص کہتا ہے میں نے دریافت کیا کہ وہ بدلہ کیا ہوگا تو اس نے جواب دیا کہ میرے ہاں جو پہلی لڑکی پیدا ہوگی میں اس سے اسکی شادی کردوں گا، بنت کردم کے والد کہتے ہیں اس پر میں نے اپنا نیزہ اسکو دے دیا پھر میں اس سے غائب ہوگیا کچھ عرصہ کے بعد میرے علم میں یہ بات آئی کہ اس شخص کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو بالغ ہوگئی ہے، یہ خبر سن کر میں طارق بن المرقع کے پاس گیا اور جاکر اس سے کہا کہ وہ تیری بیٹی جو ہے وہ میری زوجہ ہے لہٰذا اسکو میرے حوالہ کر اس پر طارق نے حلفاً یہ بات کہی کہ جبتک تو مہر جدید نہ دے گا اس کو میں تیرے حوالہ نہیں کروں گا، کردم کہتے ہیں اور میں نے اس پر قسم کھائی کہ میں اس چیز کے علاوہ جو تجھ کو دے چکا ہوں اور کچھ نہ دوں گا آپ ﷺ نے کردم سے یہ پورا قصہ سن کر فرمایا وَبِقَرْنِ أَيِّ النِّسَاءِ هِيَ الْيَوْمَ، یعنی اس وقت اس لڑکی کی کتنی عمر ہو چکی ہے؟ اس نے جواب دیا قَدْ رَأَتِ الْقَتِيرَ کہ اب تو وہ بڑھاپا دیکھ چکی ہے، آگے کتاب میں آرہا ہے الْقَتِيرُ الشَّيْبُ۔

مطابقة الحديث للترجمة: اس پر آپ ﷺ نے کردم سے فرمایا أَرَى أَنْ تَتْرُكَهَا کہ میری رائے یہ ہے کہ تو اس کو چھوڑ دے اسی لفظ سے ترجمۃ الباب کا حکم معلوم ہو گیا کہ یہ نکاح صحیح نہ تھا، اس لئے کہ اگر نکاح صحیح ہوتا تو آپ اس کو طلاق کا حکم فرماتے اور ایسا نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ نے اس کو ترک کا حکم فرمایا، آگے روایت میں یہ ہے کہ کردم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد پر مجھ کو فکر لاحق ہوا اور میں گھبرا کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے لگا (دراصل کردم یہ سمجھے کہ اب میں حانث ہو جاؤں گا جس کی وجہ ان کو فکر لاحق ہوا) آپ ﷺ کردم کی اس فکر کو سمجھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں کچھ حرج نہیں اس صورت میں تم حانث ہوگے نہ تمہارا ساتھی، عدم حنث کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ اپنے حلف کے خلاف نہ کچھ اس نے کیا نہ اس نے۔

مصنف نے اس واقعہ کو اس کے بعد ایک دوسرے طریق سے بھی ذکر فرمایا ہے جس میں کچھ فرق ہے اس میں یہ ہے، میمونہؓ کہتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک لڑائی ہوئی تھی (وہی جیش عثران) جو شدید گرمی کے زمانہ میں تھی تو ایک شخص جس کے پاس جوتے نہیں تھے اس نے یہ اعلان کیا مَنْ يُعْطِينِي نَعْلَيْهِ باقی قصہ حسب سابق ہے۔

---

[1] بذل المجهود (ج ۱۰ ص ۱۱۶) میں لکھا ہے کہ بعض شراح نے فَأَقَرَّ لَهُ کی تشریح اعتراف رسالت کے ساتھ کی ہے یعنی اس شخص نے آپ ﷺ کا پاؤں پکڑ کر آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا، حضرتؒ نے اس مطلب کو رد فرمایا ہے اسلئے کہ مسند احمد کی روایت میں فَأَقَرَّ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کالفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ فَأَقَرَّ کا فاعل رسول اللہ ﷺ ہیں اور اس دوسرے معنی کا تقاضا یہ ہے کہ فَأَقَرَّ کا فاعل وہ شخص ہو۔

یہ حدیث ذرا طویل بھی ہے اور محتاج تشریح بھی اسی لئے ہم نے اسکی شرح کر دی ہے، ہمارے سالانہ امتحان میں بھی یہ حدیث آئی تھی، ممتحن حضرت مولانا امیر احمد صاحب صدر مدرس مظاہر العلوم تھے، رحمہ اللہ تعالی۔ والحدیث أخرجه احمد والبیهقی قاله فی النهل [1]۔

۲۹۔ بَابُ الصَّدَاقِ

مہر کے بیان میں

صداق میں دو لغت ہیں بفتح الصاد جیسے سحاب، اور بالکسر جیسے کتاب اور اس کی جمع صدق بضمتین آتی ہے، اس میں اور بھی لغات ہیں جیسے صدقہ جس کی جمع صدقات آتی ہے ففی التنزیل: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ، اور ایک لغت اس میں صدقہ ہے جس کی جمع صدقات ہے یعنی مہر، مہر کی وجہ تسمیہ صداق کے ساتھ علماء نے یہ لکھی ہے کہ وہ صدق رغبت فی النکاح پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شخص واقعی نکاح کا طالب ہے چنانچہ اس کیلئے انفاق مال کیلئے بھی تیار ہے۔

مہر کی مشروعیت کتاب اللہ، حدیث اور اجماع سے ہے، قال اللہ تعالی: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ [2] ایسے ہی وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً [3]، اور احادیث تو بے شمار ہیں التمس ولو خاتماً من حدید [4]، وغیرہ وغیرہ۔

مہر کی شرعی حیثیت: پھر جاننا چاہئے مہر کی نوعیت میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا وہ شرط صحت نکاح ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے یہاں شرط صحت نہیں بلکہ ان کے یہاں مہر احکام نکاح میں سے ہے چنانچہ ھدایہ میں ہے: ویصح النکاح وإن لم یسم فیه مهراً، وکذا إذا تزوجها بشرط أن لا مهر لها، نیز ھدایہ میں اس میں امام مالک کا اختلاف نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک نفی کی صورت میں نکاح صحیح نہیں [5]، میں کہتا ہوں اس لئے کہ مالکیہ کے نزدیک مہر ارکان نکاح میں سے ہے کما قال الدردیر: أركان النكاح أربعة: ولي، وصداق، ومحل، وصيغة، اسی لئے ان کے یہاں نفی صداق کی صورت میں نکاح باطل ہے، اب یہ کہ ذکر صداق بھی ان کے یہاں ضروری ہے یا نہیں سو اس میں ان کے یہاں تفصیل ہے ففی الأوجز: قال الدسوقی: الأقسام أربعة: الأول: ما ينعقد به النكاح مطلقاً، سواء سمى صداقاً أولا، وهو: أنكحت وزوجت، والثاني: ما ينعقد به إن سمى صداقاً، وإلا فلا، وهو: وهبت فقط، إلى آخر ما قال [6]، اور کتب شافعیہ میں ہے سن ذکره في العقد وكره إخلاؤه عنه

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ۳ ص ۲۷۸

[2] اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا بشرطیکہ طلب کرو ان کو اپنے مال کے بدلے (سورۃ النساء ۲۴)

[3] اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے (سورۃ النساء ٤)

[4] صحیح البخاری - کتاب النکاح - باب السلطان ولی ۴۸۴۲

[5] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ۳ ص ۶۳ - ۶٤

[6] حاشية الدسوقي على الشرح الكبير — ج ۲ ص ۲۲۱، أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۱۰ ص ۳۱۵ - ۳۱۶

كذا في حاشية الجمل على المنهج، اب یہ کہ شافعیہ کے نزدیک نفی مہر کی صورت میں نکاح صحیح ہے یا نہیں اس کی تصریح تو سردست مجھے کتب شافعیہ میں نہیں ملی لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نفی کی صورت میں نکاح صحیح نہ ہو اس لئے کہ نکاح ان کے یہاں عقد معاوضہ ہے مثل بیع کے اور ظاہر ہے کہ نفی ثمن کی صورت میں بیع باطل ہے فکذا النکاح، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنْ صَدَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: «ثِنْتَا عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشٌّ»، فَقُلْتُ: وَمَا نَشٌّ؟ قَالَتْ: «نِصْفُ أُوقِيَّةٍ».

ترجمہ: ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اماں عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کا مہر کتنا تھا؟ اماں عائشہؓ نے فرمایا: بارہ اوقیہ اور ایک نش۔ میں نے پوچھا: نش کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا آدھا اوقیہ۔

تخریج: صحيح مسلم - النكاح (١٤٢٦) سنن النسائي - النكاح (٣٣٤٧) سنن أبي داود - النكاح (٢١٠٥) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٨٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٤/٦) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩٩)

شرح الحدیث: ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس حساب سے بارہ اوقیہ کے چار سو اسی درہم ہوئے اور نش یعنی نصف اوقیہ بیس درہم ہوئے یہ مجموعہ پانچ سو درہم ہو گیا لیکن اس حکم سے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ مستثنیٰ ہیں کہ ان کا مہر چار سو دینار یعنی چار ہزار درہم تھا جیسا کہ آئندہ روایت میں آرہا ہے، والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

۲۱۰۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ رَحِمَهُ اللهُ، فَقَالَ: «أَلَا لَا تُغَالُوا بِصُدُقِ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَصْدَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، وَلَا أُصْدِقَتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِهِ أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً».

ترجمہ: ابو العجفاء سلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا خبردار! عورتوں کے بھاری بھر کم مہر مت ٹھہراؤ کیونکہ اگر یہ چیز دنیا میں بزرگی اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری کا سبب ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کے زیادہ حقدار تھے مگر آپ ﷺ نے بارہ اوقیہ سے زائد مہر نہ اپنی کسی بیوی کا باندھا اور نہ کسی بیٹی کا۔

تخریج: سنن النسائي - النكاح (٣٣٤٩) سنن أبي داود - النكاح (٢١٠٦) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٨٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٤١/١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٠٠)

شرح الحدیث: حضرت عمرؓ فرمارہے ہیں کہ عورتوں کے مہروں کو زیادہ آگے مت بڑھاؤ اسلئے کہ مہر کی زیادتی اگر کوئی دنیوی عزت یا تقویٰ اور بزرگی کی چیز ہوتی تو پھر اسکے سب سے زیادہ مستحق آنحضرت ﷺ ہوتے حالانکہ آپ ﷺ نے اپنی کسی بیوی کو بارہ اوقیہ سے زائد مہر نہیں عطا کیا ایسے ہی نہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوںؓ میں سے کسی کو اس مقدار سے زائد مہر دیا گیا۔

مہر فاطمی کی مقدار: اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا مہر اور مہر فاطمی دونوں یکساں اور برابر تھے یعنی پانچ سو درہم ہمارے عرف میں اس مہر کو مہر فاطمی کیساتھ موسوم کرتے ہیں جس کی مقدار میں مفتیان کرام کا کسی قدر اختلاف [1] ہے اس میں حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی تحقیق ہم یہاں نقل کرتے ہیں، مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: عورت کے مہر کی کم سے کم مقدار جو حنفیہ کے نزدیک دس درہم ہے دو تولے ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے اور مہر فاطمی جسکی مقدار منقول پانچ سو درہم ہیں اسکی مقدار موجودہ روپیہ سے (کہ روپیہ کا وزن ساڑھے گیارہ ماشہ ہے) ایک سو چھتیس روپیہ پندرہ آنہ ساڑھے تین پائی (بھر) چاندی ہوئی اور تولہ کے حساب سے (کہ تولہ بارہ ماشہ کا ہوتا ہے) ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ بھر چاندی ہوئی اھ، لہذا اگر کوئی مہر فاطمی مقرر کرے تو چاندی کی مقدار مذکور مقرر کرے اور اس چاندی کی مقدار کی قیمت اس وقت کی معتبر ہوگی جب مہر کی ادائیگی ہو [2]۔

والحديث أخرجه ايضاً باقي الأربعة والدارمي والحاكم وقال: حديث صحيح الإسناد قاله في المنهل [3]، وقال الشيخ احمد شاكر في حاشية على مختصر المنذري، الحديث رواه احمد في المسند مطولا ومختصراً الخ.

۲۱۰۷ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ «فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ».

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَسَنَةُ هِيَ أُمُّهُ.

ترجمہ: ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ وہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں عبید اللہ کا ملک حبشہ میں انتقال ہو گیا تو نجاشی (شاہ حبشہ) نے ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار ہزار درہم مہر ام حبیبہؓ کو ادا کر دیا اور ان کو شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ ابو داؤد نے کہا حسنہ شرحبیل کی ماں کا نام ہے۔

تخریج: سنن النسائي - النكاح (۳۳۵۰) سنن أبي داود - النكاح (۲۱۰۷) مسند أحمد - من مسند القبائل (۴۲۷/۶)

۲۱۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ

---

[1] چنانچہ عزیز الفتاوی میں ہے ازواج مطہرات اور بنات مکرمات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ حدیث شریف میں آیا ہے، پس پانچ سو درہم سکہ انگریزی سے مالہ (۴،۱۳۱) ہوتے ہیں (ج ۱ ص ۴۵۰)، اور امداد المفتین ص ۵۶۴، میں اس طرح ہے: اور جب دینار و درہم کا وزن بحساب تولہ وماشہ معلوم ہو گیا تو سونے چاندی کا وقتی نرخ معلوم کر کے سکہ رائج الوقت سے اس کی قیمت نکال لینا کچھ مشکل نہ رہا مثلاً مہر فاطمی کی مقدار پانچ سو درہم ہے جس کا وزن رائج الوقت ایک سو پینتالیس تولہ دس ماشہ ہوا اھ۔

[2] منقول از حاشیہ بہشتی زیور اختری — ج ۴ ص ۱۲

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ۳ ص ۲۸۲

الزُّهْرِيِّ، «أَنَّ النَّجَاشِيَّ، زَوَّجَ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَدَاقِ أَرْبَعَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبِلَ».

ترجمہ: امام زہریؒ سے روایت ہے کہ نجاشی نے ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان کا نکاح رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کر دیا اور آپ ﷺ کی جانب سے چار ہزار درہم مہر مقرر کر کے رسول اکرم ﷺ کے پاس لکھ کر بھیج دیا پس آپ ﷺ نے اسکو قبول فرمالیا۔

تخریج: سنن النسائي - النكاح (٣٣٥٠) سنن أبي داود - النكاح (٢١٠٨) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٢٧/٦)

شرح الحدیث: اس کا بیان ہمارے یہاں باب فی الولی میں گزر چکا ہے۔

٣٠ - بَابُ قِلَّةِ الْمَهْرِ

کم سے کم مہر کے بیان میں

اکثر مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں البتہ اقل مہر کی مقدار میں اختلاف ہے۔

اقل مہر عند الائمہ: حنفیہ کے نزدیک اقل مہر دس درہم ہے (دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی) اور امام مالکؒ کے نزدیک ربع دینار اور امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک مطلق مال متقوم یعنی ہر وہ چیز جس کا بیع میں ثمن بننا صحیح ہو، حنفیہ کی دلیل حضرت جابرؓ کی حدیث مرفوع ہے: لَا مَهْرَ أَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ الدَّرَاهِمِ [1] رواه الدارقطني لكن فيه مبشر بن عبيد وهو متروك قاله الدارقطني [2] والجواب: قال العيني: رواه البيهقي من طرق فانجبر ضعفه.

٢١٠٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، وَحُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَعَلَيْهِ رَدْعُ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَهْيَمْ» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً، قَالَ: «مَا أَصْدَقْتَهَا؟» قَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عبد الرحمن بن عوفؓ کو دیکھا اس حال میں کہ ان کے کپڑے پر زعفران کا نشان تھا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اس عورت کیلئے کتنا مہر مقرر کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ایک گٹھلی کے وزن کے بقدر سونا، آپ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کر اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٤٤) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٧٠) صحيح البخاري - المناقب (٣٧٢٢) صحيح البخاري - النكاح

[1] سنن الدارقطني - كتاب النكاح - باب المهر ٣٦٠٦ ج٦ ص ٣٦٠ (طبعة مؤسسة الرسالة ١٤٢٤هـ)

[2] سنن الدارقطني - كتاب النكاح - باب المهر ٣٦٠١ ج٦ ص ٣٥٨

(٤٧٨٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٥٣) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٥٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٦٠) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٧٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٣٢) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٢٣) صحيح مسلم - النكاح (١٤٢٧) جامع الترمذي - النكاح (١٠٩٤) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٣٣) سنن النسائي - النكاح (٣٣٥١) سنن النسائي - النكاح (٣٣٧٢) سنن النسائي - النكاح (٣٣٧٣) سنن النسائي - النكاح (٣٣٧٤) سنن النسائي - النكاح (٣٣٨٨) سنن أبي داود - النكاح (٢١٠٩) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٠٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٨/٣) موطأ مالك - النكاح (١١٥٧) سنن الدارمي - الأطعمة (٢٠٦٤) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٠٤)

شرح الحديث: حضور ﷺ نے ایک روز عبد الرحمن بن عوفؓ کو دیکھا جبکہ ان پر زعفران کی رنگت کا اثر تھا آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ (اور بعض [1] نے مَهْيَمْ کا مطلب لکھا ہے ماشأنك کہ تجھے کیا ہوا؟) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بات یہ ہے کہ میں نے شادی کی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا مہر اس کو دیا؟ انہوں نے عرض کیا وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ [2] دیا۔

اس حدیث میں دو مسئلے ہیں ایک ترجمۃ الباب والا مسئلہ دوسرا مسئلہ کتاب اللباس والا۔

لبس مزعفر للرجل: یعنی لبس مزعفر، جو کپڑا زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا ہو یا زعفران والی خوشبو جس میں لگائی گئی ہو، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مرد کیلئے اس کا پہننا مکروہ تحریمی ہے، اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ اس قسم کے کپڑے کا استعمال تو جائز ہے لیکن بدن میں اس زعفران یا زعفرانی رنگ کا استعمال جائز نہیں، لہٰذا بظاہر یہ حدیث جمہور کے خلاف اور امام مالکؒ کے موافق ہے، جمہور کا استدلال ان احادیث صحیحہ سے ہے جن میں لبس مزعفر سے نہی وارد ہوئی ہے اور قصہ عبد الرحمنؓ کی علماء نے مختلف توجیہات کی ہیں: ① قیل: ان ذلك كان قبل النهي جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبد الرحمنؓ کا قصہ کا سیاق اس کو مشعر ہے کہ وہ اوائل ہجرت میں تھا، جبکہ اکثر رواۃ نہی وہ ہیں جن کی ہجرت مؤخر ہے، ② ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ اثر صفرہ قصداً نہیں تھا بلکہ یہ رنگ ان کی دلہن کی خوشبو کا تھا جو ان کو لگ گیا تھا، ③ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ اثر بہت معمولی تھا اسی لئے آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، اور کہا گیا ہے کہ لبس مزعفر کی نهی للتحريم نہیں بلکہ نہی تنزیہہ ہے وغير ذلك من الأجوبة، یہ تو پہلا مسئلہ ہوا دوسرا مسئلہ یعنی قلت مہر کا باقی ہے، شافعیہ وغیرہ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٣ ص ٢٨٤

[2] قال في النهاية (ج ٥ ص ١٣١ — ١٣٢): النواة: اسم لخمسة دراهم، كما قيل للأربعين: أوقية، والعشرين: نش. وقيل: أراد قدر نواة من ذهب كان قيمتها خمسة دراهم، ولم يكن ثم ذهب. وأنكره أبو عبيد. قال الأزهري: لفظ الحديث يدل على أنه تزوج المرأة على ذهب قيمته خمسة دراهم، ألا تراه: قال «نواة من ذهب» ولست أدري لم أنكره أبو عبيد. والنواة في الأصل: عجمة التمرة. (حاشية السيوطي على النسائي — ج ٦ ص ١٢٠)

وزن نواۃ من ذہب کی تفسیر میں اقوال: لیکن اس لفظ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ نواۃ سے مراد یہی کھجور کا بیج ہے یعنی نواۃ کے مشہور معنی، اور یہ کہ اتنے وزن سونے کی قیمت اس وقت پانچ درہم تھی، اور کہا گیا ہے کہ ربع دینار تھی، اور اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ نواۃ سے اس کے معنی معروف مراد نہیں بلکہ نَوَاۃٍ مِنْ ذَهَبٍ یہ لفظ عبارت ہوا کرتا ہے اس چیز سے جس کی قیمت پانچ درہم ہو وبہ جزم الخطابي ونقله عياض عن اكثر العلماء اور ایک قول اس میں یہ ہے کہ وَزْنَ نَوَاۃٍ مِنْ ذَهَبٍ سے مراد پانچ درہم کے وزن کے برابر سونا ہے جس کی مقدار ساڑھے تین مثقال بنتی [1] ہے وزن سبعہ کے لحاظ سے، یہ اقوال ثلاثہ قسطلانیؒ [2] نے شرح بخاری میں ذکر کئے ہیں ان میں سے اگر آخری قول لیا جائے تو پھر یہ حدیث کسی کے بھی خلاف نہ ہوگی۔

صاحب البدائع کی رائے: اور صاحب بدائع حدیث النواۃ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وزن نواۃ تو کبھی کیا بلکہ عامۃً وزن دینار سے زائد ہی ہوتا ہے اور وہ فرماتے ہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ وزن نواۃ کی قیمت تو ثلاثۃ دراہم بتائی جاتی ہے تو ہم کہیں گے کہ مقوم معلوم نہیں کون شخص ہے جب تک اس کا پتہ نہ چلے تو اس کا قول دوسرے پر حجت کیسے ہو سکتا ہے، پھر آگے وہ فرماتے ہیں بلکہ بعض حضرات جیسے ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ وزن نواۃ کی قیمت دس دراہم کو پہنچتی ہے، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ محمول ہو مہر معجل پر جیسا کہ اس کا اس وقت دستور تھا نہ کہ اصل مہر، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہو جب بغیر مہر کے ہی نکاح جائز تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے شغار سے نہی فرمائی اھ [3]۔

أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ: آپ ﷺ نے فرمایا اچھا ولیمہ کر اگرچہ بکری کے ذبح کے ساتھ ہو، قسطلانیؒ فرماتے ہیں یہ لو تقلیل کیلئے ہے یعنی شخص موسر کیلئے یہ ہے کہ وہ کم از کم ولیمہ ایک بکری کے ساتھ کرے، اور غیر موسر کے لیے حسب استطاعت وقدرت چنانچہ حضور ﷺ سے بعض مرتبہ ولیمہ مد شعیر کے ساتھ اور حضرت صفیہؓ کے نکاح میں تمر وسمن اور اقط کیساتھ ثابت ہے [4]، اور کوکب میں یہ لکھا ہے کہ لَوْ یہاں پر تکثیر کیلئے ہے جس کی تشریح..... اس میں اس طرح کی ہے کہ چونکہ عبدالرحمن بن عوفؓ متمول حضرات میں سے تھے پس اسی کے پیش نظر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں ولیمہ خوب اچھی طرح کرنا چاہیئے اس میں بکرا ذبح کرو، اور اس میں کوئی اسراف کی بات نہیں [5]۔

أَوْلِمْ صیغہ امر ہے جس کا تقاضا وجوب کا ہے چنانچہ ظاہریہ وجوب ولیمہ ہی کے قائل ہیں اور یہی ایک روایت امام شافعیؒ بلکہ

---

[1] اور ایک دینار ایک مثقال کا ہوتا ہے، لہذا وزن نواۃ کا مصداق ساڑھے تین دینار ہوئے، جبکہ عند الحنفیہ اقل مہر ایک دینار ہے۔

[2] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٥

[3] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ٣ ص ٤٨٩

[4] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٥

[5] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٢١٦

ائمہ ثلاثہ سے ہے، لیکن مشہور قول میں ولیمہ عند الأئمۃ الأربعۃ سنت ہے، والحدیث أخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ قالہ المنذری۔

۲۱۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ جِبْرَائِيلَ الْبَغْدَادِيُّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمِ بْنِ رُومَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَعْطَى فِي صَدَاقِ امْرَأَةٍ مِلْءَ كَفَّيْهِ سَوِيقًا أَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ رُومَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، مَوْقُوفًا. وَرَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ رُومَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كُنَّا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَمْتِعُ بِالْقُبْضَةِ مِنَ الطَّعَامِ عَلَى مَعْنَى الْمُتْعَةِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَلَى مَعْنَى أَبِي عَاصِمٍ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عورت کے مہر میں مٹھی بھر ستو یا کھجوریں دیں اس نے عورت کو اپنے اوپر حلال کر لیا۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث عبدالرحمن بن مہدی نے بواسطہ صالح بن رومان ابوالزبیر کے واسطہ سے حضرت جابرؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اسی روایت کو ابوعاصم نے بسند صالح بن رومان بواسطہ ابوالزبیر حضرت جابرؓ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہم زمانہ رسالت میں ایک مٹھی بھر اناج کے بدلہ میں متعہ کر لیتے تھے۔ ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ اسکو ابن جریج نے بھی بواسطہ ابوالزبیر حضرت جابرؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے ابوعاصم سے مروی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - النكاح (١٤٠٥) سنن أبي داود - النكاح (٢١١٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٥٥)

شرح الحدیث: جس شخص نے اپنی بیوی کے مہر میں ایک مٹھی سویق یا تمر دیا اس نے اس عورت کو اپنے لئے حلال کر لیا، یہ یا تو مہر معجل پر محمول ہے اور یا متعہ پر محمول ہے جیسا کہ آنے والی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ متعہ میں اس طرح ہوتا تھا اور متعہ منسوخ ہو چکا لہذا یہ بھی، والحدیث أخرجہ ایضا احمد والدارقطنی والبیہقی قالہ فی المنہل [1]۔

۳۱ - بَابٌ فِي التَّزْوِيجِ عَلَى الْعَمَلِ يُعْمَلُ

شوہر بیوی کی خدمت کرے اس کو مہر قرار دے کر شادی کرنے کے بیان میں

مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ: جس مسئلہ پر مصنفؒ ترجمہ قائم کر رہے ہیں وہ اختلافی ہے حنفیہ کے نزدیک مہر کا مال ہونا ضروری ہے خدمت زوجہ وغیرہ کو مہر قرار نہیں دیا جا سکتا، اور امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک خدمت زوجہ مثلاً تعلیم صناعت یا تعلیم علوم شرعیہ ایسی تعلیم جس پر اجرت لینی جائز ہے اس کو مہر قرار دینا جائز ہے لیکن تعلیم قرآن پر اجرت لینا امام احمدؒ کے نزدیک ان کے مشہور قول کے مطابق جائز نہیں اسی لئے ان کے نزدیک تزوج علی تعلیم القرآن جائز نہیں ہاں امام شافعیؒ کے نزدیک اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن جائز ہے لہذا انکے نزدیک اس پر تزوج بھی جائز ہے کما فی حدیث الباب۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ۳ ص ۲۹۰

٢١١١- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ قِيَامًا طَوِيلًا. فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا إِيَّاهُ؟»، فَقَالَ: مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّكَ إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ وَلَا إِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا»، قَالَ: لَا أَجِدُ شَيْئًا. قَالَ: «فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَهَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟»، قَالَ: نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ».

ترجمہ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ ﷺ کو عطیہ کر دی۔ آپ ﷺ خاموش رہے، وہ (جواب کے انتظار میں) بہت دیر تک کھڑی رہی۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ ﷺ کو اسکی ضرورت نہیں ہے تو اس سے میرا نکاح کرا دیجئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تیرے پاس اس کو مہر میں دینے کیلئے کچھ ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس اس شلوار کے سوا کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو اس کو اپنی لنگی دیدے گا تو کیا تو ننگا بیٹھا رہے گا؟ جا کوئی چیز ڈھونڈ لا۔ وہ بولا: میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ڈھونڈو اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے ڈھونڈا مگر اس کو کچھ نہ ملا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تجھے قرآن کا کچھ حصہ یاد ہے؟ اس نے کہا: ہاں مجھ کو فلاں فلاں سورت یاد ہے (اس نے مختلف سورتوں کے نام لیے)۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اس قرآن کے سبب جو تجھ کو یاد ہے تیرا نکاح اس عورت سے کر دیا۔

شرح الحدیث مضمون حدیث واضح ہے محتاج بیان نہیں اس عورت کے نام میں اختلاف ہے، حافظؒ تو فرماتے ہیں: لم أقف على اسمها لیکن بعض دوسرے شراح نے کہا ہے کہ ان کا نام خولہ بنت حکیم یا ام شریک ہے[1]۔

قَالَ: «فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»: اس حدیث سے شافعیہ نے لبس خاتم حدید کے جواز پر استدلال کیا ہے لیکن خود حافظؒ فرماتے ہیں: ولا حجة فيه اسلئے کہ جواز اتخاذ سے جواز لبس لازم نہیں آتا کیونکہ اس کی منفعت لبس میں منحصر نہیں ہے بلکہ انتفاع بالقیمة بھی مقصود ہو سکتا ہے[2]۔

خاتم حدید میں مذاہب علماء: أوجز میں لکھا ہے شافعیہ کا اصح قول یہی ہے کہ خاتم حدید مکروہ نہیں امام نوویؒ

---

1. فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۹ ص۲۰۶
2. فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۱۰ ص۳۲۳

فرماتے ہیں: والحديث الوارد في النهي ضعيف، اس کے بعد أوجز [1] میں حنابلہ اور مالکیہ کا مذہب کراہت لکھا ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے، اسی طرح خاتم نحاس ورصاص میں بھی یہی اختلاف ہے کہ صرف شافعیہ کے یہاں مکروہ نہیں دوسرے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے، اسی طرح حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ فضہ کے علاوہ حدید اور نحاس وغیرہ کے ساتھ تختم مکروہ ہے للرجال والنساء جمیعاً، جس کی دلیل وہ حدیث بریدہؓ ہے جو ابوداؤد کتاب الخاتم میں آرہی ہے: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ شَبَهٍ، فَقَالَ لَهُ: «مَا لِي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الْأَصْنَامِ» فَطَرَحَهُ، ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ: «مَا لِي أَرَى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ»، اور پھر اخیر میں ہے اتَّخِذْهُ مِنْ وَرِقٍ، وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا [2]. وأخرجه الترمذي ایضاً في آخر كتاب اللباس وقال: هذا حديث غريب.

قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ: بِمَا مَعَكَ میں "باء" حنفیہ کے نزدیک سببیت کیلئے ہے یعنی قرآن کریم کی جو عظیم نعمت تم کو حاصل ہے اس وجہ سے تمہارا نکاح اس سے کیا جاتا ہے اور شافعیہ کے نزدیک للعوض۔ یہی جواب ہے حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کا اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے بالاتفاق متروک ہے اسلئے کہ سورۃ من القرآن کا مہر ہونا کسی کے نزدیک بھی صحیح نہیں اور اس میں تعلیم قرآن کا ذکر ہے نہیں جس پر شافعیہ اسکو محمول کرتے ہیں، اور ایک جواب وہ ہے جو آگے کتاب میں مکحول سے منقول ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري.

٢١١٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبِي حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ الْحَجَّاجِ الْبَاهِلِيِّ، عَنْ عِسْلٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، نَحْوَ هَذِهِ الْقِصَّةِ لَمْ يَذْكُرِ الْإِزَارَ وَالْخَاتَمَ، فَقَالَ: «مَا تَحْفَظُ مِنَ الْقُرْآنِ؟» قَالَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ أَوِ الَّتِي تَلِيهَا، قَالَ: فَقُمْ فَعَلِّمْهَا عِشْرِينَ آيَةً، وَهِيَ امْرَأَتُكَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے بھی اسی طرح کا قصہ مذکور ہے لیکن اس میں شلوار اور انگوٹھی کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کہ تجھے کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: سورت البقرہ یا جو اس سے ملی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا اس کو بیس آیتیں سکھادے اور اب یہ تیری بیوی ہے۔

٢١١٣- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، نَحْوَ خَبَرِ سَهْلٍ، قَالَ: وَكَانَ مَكْحُولٌ يَقُولُ: لَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: مکحول سے بھی حضرت سہل کی طرح مروی ہے محمد بن راشد کہتے ہیں کہ مکحول کہا کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد اب کسی کے لیے یہ (یعنی بلا مہر نکاح) جائز نہیں ہے۔

---

[1] أوجز المسالك إلى موطا مالك— ج ١٠ ص ٣٢٤

[2] سنن أبي داود - كتاب الخاتم - باب ما جاء في خاتم الحديد ٤٢٢٣

تخریج: صحيح البخاري- الوكالة(٢١٨٧)صحيح البخاري-فضائل القرآن(٤٧٤١)صحيح البخاري-فضائل القرآن(٤٧٤٢)صحيح البخاري - النكاح(٤٧٩٩)صحيح البخاري- النكاح(٤٨٢٩)صحيح البخاري- النكاح(٤٨٣٣)صحيح البخاري- النكاح(٤٨٣٩)صحيح البخاري- النكاح(٤٨٤٢)صحيح البخاري- النكاح(٤٨٤٧)صحيح البخاري- النكاح(٤٨٥٤)صحيح البخاري- النكاح(٤٨٥٥)صحيح البخاري- اللباس (٥٥٣٣)صحيح مسلم- النكاح(١٤٢٥)جامع الترمذي- النكاح(١١١٤)جامع الترمذي- النكاح(١١١٤)سنن النسائي- النكاح(٣٢٠٠)سنن النسائي- النكاح(٣٢٨٠)سنن النسائي- النكاح(٣٣٥٩)سنن أبي داود- النكاح(٢١١١)سنن ابن ماجه- النكاح(١٨٨٩)مسند أحمد- باقي مسند الأنصار(٥/٣٣٠)مسند أحمد- باقي مسند الأنصار(٥/٣٣٦)موطأ مالك- النكاح(١١١٨)سنن الدارمي- النكاح(٢٢٠١)

٣٢- بَابٌ فِيمَنْ تَزَوَّجَ وَلَمْ يُسَمِّ صَدَاقًا حَتَّى مَاتَ

کوئی شخص جب بلا تعیین مہر نکاح کرے اور اس کی وفات ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

٢١١٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، فِي رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَمَاتَ عَنْهَا، وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا الصَّدَاقَ، فَقَالَ: لَهَا الصَّدَاقُ كَامِلًا، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الْمِيرَاثُ، فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «قَضَى بِهِ فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور مر گیا۔ اس نے نہ اس عورت کے ساتھ صحبت کی اور نہ اس کا مہر ٹھہرایا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا: اس عورت کو پورا مہر ملے گا اور اس پر عدت لازم ہے اور مرنے والے شوہر کے مال میں اس کو وراثت ملے گی۔ تو معقل بن سنان نے کہا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بروع بنت واشق کے معاملہ میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔

٢١١٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَسَاقَ عُثْمَانُ، مِثْلَهُ.

ترجمہ: جس طرح گزشتہ روایت شعبی نے عن مسروق عن عبد اللہ نقل کی ہے ویسے ہی ابراہیم نے عن علقمہ عن عبد اللہ کی سند سے عثمان راوی نے گزشتہ حدیث کی طرح روایت نقل کی ہے۔

شرح الاحادیث: اس باب کے تحت مصنف نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ان سے یہ سوال کیا گیا ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا نکاح کے کچھ روز بعد اس کا انتقال ہو گیا درانحالیکہ اسکی طرف سے نہ دخول پایا گیا نہ تسمیہ مہر تو ایسی صورت میں اس متوفی عنہا زوجہا کیلئے کیا ہوگا، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے یہ سوال سائل نے بار بار کیا وہ اس مسئلہ میں غور کرتے رہے ایک ماہ غور وخوض کے بعد انہوں نے یہ جواب دیا: لَهَا الصَّدَاقُ كَامِلًا، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الْمِيرَاثُ۔

مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ: مسئلہ مختلف فیہ ہے امام ابو حنیفہؒ واحمد کا مذہب تو یہی ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں اس صورت میں اس عورت کیلئے صرف میراث ہے مہر کچھ نہیں، حضرت امام شافعیؒ کا ایک قول تو یہی ہے دوسرا قول ان سے

یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: لوصح حدیث بروع لقلت به [1]، بذل المجہود میں ہے: قال الحاکم: قال شیخنا أبو عبد الله: لو حضرت الشافعي لقمت على رؤوس الناس وقلت: قد صح الحديث، فقل به [2]۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ اس مسئلہ کی مختلف شقوق ہیں جس کی تفصیل یہ ہے: ان طلقها قبل الدخول (والخلوة الصحيحة في حكم الدخول) ولم يسم لها مهرًا فليس لها مهر بل المتعة، فقط والمتعة هي الكسوة، الدرع والخمار والملحفة وان كان سمىٰ لها المهر ولم يدخل بها حتى طلقها فحينئذ لها نصف المسمى. قال تعالى: وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ [3]. ولو لم يسم المهر لكن دخل بها او مات عنها فلها مهر مثلها كاملاً. فالحاصل ان في صورة الدخول او موت [4] الزوج كمال المهر وان لم يسم المهر، وان لم يوجد الموت ولا الدخول بل الطلاق فحينئذ في صورة التسمية نصف المسمى، وفي صورة عدم التسمية لامهر مطلقًا بل المتعة فقط. (ملخصاً من مختصر القدوري)۔

امام ترمذیؒ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: حديث حسن صحيح، والعمل على هذا عند بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، وغيرهم، وبه يقول الثوري، وأحمد، وإسحاق وقال بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منهم: علي بن أبي طالب، وزيد بن ثابت، وابن عباس، وابن عمر، إذا تزوج الرجل المرأة ولم يدخل بها ولم يفرض لها صداقا حتى مات قالوا: لها الميراث، ولا صداق لها، وعليها العدة، وهو قول الشافعي قال: «لو ثبت حديث بروع بنت واشق لكانت الحجة فيما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم» وروي عن الشافعي، «أنه رجع بمصر بعد عن هذا القول، وقال بحديث بروع بنت واشق» اھ [5].

۲۱۱۶- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خِلَاسٍ، وَأَبِي حَسَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ، أُتِيَ بِرَجُلٍ بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَاخْتَلَفُوا إِلَيْهِ شَهْرًا - أَوْ قَالَ: مَرَّاتٍ، قَالَ: فَإِنِّي أَقُولُ فِيهَا إِنَّ لَهَا صَدَاقًا كَصَدَاقِ نِسَائِهَا، لَا وَكْسَ، وَلَا شَطَطَ، وَإِنَّ لَهَا الْمِيرَاثَ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، فَإِنْ يَكُ

---

[1] سمعت الشافعي يقول: إن صح حديث بروع بنت واشق به قلت به. (المستدرك على الصحيحين للحاكم - ج۲ ص۱۹۶) وفي تلخيص الحبير: وقال الشافعي: لا أحفظه من وجه يثبت مثله، وقال: لو ثبت حديث بروع لقلت به. (تلخيص الحبير - ج۳ ص۳۸۸)

[2] المستدرك على الصحيحين للحاكم - ج۲ ص۱۹۶، بذل المجهود في حل أبي داود - ج۱۰ ص۱۴۳

[3] اور اگر طلاق دو انکو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کیلئے مہر تو لازم ہوا آدھا اس کا کہ تم مقرر کر چکے تھے (سورۃ البقرۃ ۲۳۷)

[4] اس کے بارے میں فقہاء نے یہ کلیہ لکھا ہے (کما في الكوكب الدري - ج۲ ص۲۴۶): الموت منه للشئي موت شئي کو اس کی انتہاء و کمال کو پہونچانیوالی ہے یعنی انسان کا کسی حال و صفت پر مرنا یہ اس صفت کا کمال ہے تو جب زوج کا انتقال زوجیت کی صفت کے ساتھ ہوا تو یہ صفت تزوج و نکاح کا کمال ہوا، پس جب نکاح اپنی صفت کمال کیساتھ پایا گیا تو اس صورت میں مہر بھی کاملاً ہی واجب ہوگا، ۱۲۔

[5] جامع الترمذي - كتاب النكاح - باب ما جاء في الرجل يتزوج المرأة فيموت عنها قبل أن يفرض لها ۱۱۴۵

صَوَابًا، فَمِنَ اللهِ وَإِنْ يَكُنْ خَطَأً فَمِنِّي وَمِنَ الشَّيْطَانِ، وَاللهُ وَرَسُولُهُ بَرِيئَانِ، فَقَامَ نَاسٌ مِنْ أَشْجَعَ فِيهِمُ الْجَرَّاحُ، وَأَبُو سِنَانٍ، فَقَالُوا: يَا ابْنَ مَسْعُودٍ نَحْنُ نَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَاهَا فِينَا فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ وَإِنَّ زَوْجَهَا هِلَالُ بْنُ مُرَّةَ الْأَشْجَعِيُّ كَمَا قَضَيْتَ قَالَ: فَفَرِحَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَرَحًا شَدِيدًا حِينَ وَافَقَ قَضَاؤُهُ قَضَاءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص کا مسئلہ لایا گیا جس کا ذکر گزشتہ روایت میں گزرا۔ عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ قبیلہ اشجع کے لوگ ایک مہینہ تک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس اس مسئلہ کے متعلق آتے رہے یا راوی نے کہا کہ قبیلہ اشجع کے لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بہت دفعہ اس مسئلہ کے حل کیلئے آتے رہے (لیکن عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کے مسئلہ کا جواب نہیں دیا اور ایک مہینہ تک اس مسئلہ میں غور وخوض اور اجتہاد فرماتے رہے پھر ایک مہینہ کے بعد) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: میں اس مسئلہ میں اپنے اجتہاد سے کہتا ہوں کہ اس عورت کو مہر مثل ملے گا نہ اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی اور اس عورت کو اپنے شوہر کی میراث میں سے حصہ ملے گا نیز اس عورت پر عدت کرنا لازم ہوگی۔ اگر میرا یہ فیصلہ درست ہے تو اللہ پاک کی توفیق سے یہ بات ہوئی ہے اور اگر یہ فیصلہ غلط ہے تو اس میں میرے علم کی کمی کی وجہ سے اور شیطان کی طرف سے یہ غلطی ہوئی اللہ اور اس کا رسول اس غلطی سے بری ہیں۔ چنانچہ قبیلہ اشجع کے کچھ لوگ کھڑے ہوئے جن میں جراح اشجعی اور ابو سنان اشجعی شامل تھے انہوں نے کہا: اے ابن مسعودؓ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبیلہ کی ایک عورت بروع بنت واشق کے متعلق یہی فیصلہ سنایا تھا جو فیصلہ آپ نے سنایا ہے، اور بروع کے شوہر ہلال بن امیہ اشجعی تھے۔ عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے انتہائی خوشی منائی کیونکہ ان کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے موافق ہو گیا تھا۔

تخریج: جامع الترمذي - النكاح (١١٤٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣٥٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣٥٦) سنن النسائي - النكاح (٣٣٥٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٢٤) سنن أبي داود - النكاح (٢١١٤) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٩١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٦)

٢١١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَصْبَغِ الْجَزَرِيُّ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ خَالِدِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ: «أَتَرْضَى أَنْ أُزَوِّجَكَ فُلَانَةَ؟» ، قَالَ: نَعَمْ، وَقَالَ لِلْمَرْأَةِ: «أَتَرْضَيْنَ أَنْ أُزَوِّجَكِ فُلَانًا؟» ، قَالَتْ: نَعَمْ، فَزَوَّجَ أَحَدَهُمَا صَاحِبَهُ فَدَخَلَ بِهَا الرَّجُلُ وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا، وَلَمْ يُعْطِهَا شَيْئًا وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ وَكَانَ مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ لَهُ سَهْمٌ بِخَيْبَرَ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَنِي فُلَانَةَ، وَلَمْ أَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا، وَلَمْ أُعْطِهَا شَيْئًا، وَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَعْطَيْتُهَا مِنْ صَدَاقِهَا سَهْمِي بِخَيْبَرَ، فَأَخَذَتْ سَهْمًا فَبَاعَتْهُ بِمِائَةِ أَلْفٍ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَ عُمَرُ [ابْنُ الْخَطَّابِ،

وَحَدِيثُهُ أَتَمُّ [1] [فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ»، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلِ ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يُخَافُ أَنْ يَكُونَ هَذَا الْحَدِيثُ مُلْزَقًا لِأَنَّ الْأَمْرَ عَلَى غَيْرِ هَذَا.

ترجمہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تو راضی ہے کہ میں تیرا نکاح فلاں عورت سے کردوں؟ اس نے کہا: جی میں راضی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک عورت سے پوچھا کہ کیا تو فلاں شخص سے نکاح کرنے پر راضی ہے؟ اس نے کہا: جی میں راضی ہوں۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے دونوں کا نکاح کردیا۔ پھر اس شخص نے اپنی بیوی سے صحبت کی لیکن اس کا مہر مقرر نہ کیا اور نہ اس کو کوئی چیز دی۔ وہ شخص جنگِ حدیبیہ میں شریک تھا اور جو شخص جنگِ حدیبیہ میں شریک تھا اس کیلئے غنائم خیبر میں حصہ تھا۔ جب وہ شخص مرنے لگا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا نکاح فلاں عورت سے کیا تھا لیکن میں نے نہ اس کا مہر مقرر کیا اور نہ اس کو کوئی چیز دی اب میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس عورت کو اپنا وہ حصہ دے دیا ہے جو خیبر سے ملنے والا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے اس کا وہ حصہ لے کر ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ استاذ عمر نے آغاز حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین نکاح وہ ہے جو آسان ہو، نیز اس کی روایت میں رجل کے بجائے للرجل ہے، پھر حسب سابق روایت بیان کی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ روایت ملحق ہوگئی ہے کیونکہ شریعت کا حکم اس کے موافق نہیں ہے (اس صحابی نے مرض الوفات میں مہر سے زائد وارث کو وصیت کی ہے اور لا وصیۃ لوارث)۔

شرح الحدیث وَكَانَ مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ لَهُ سَهْمٌ بِخَيْبَرَ: راوی کہتا ہے جو لوگ غزوۂ حدیبیہ میں شریک تھے ان کیلئے غنائم خیبر میں سہم یعنی حصہ تھا میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ غزوۂ خیبر غزوۂ حدیبیہ کے فوراً بعد پیش آیا اور اس میں تمام وہ صحابہؓ شریک ہوئے جو حدیبیہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے، یہ بات روایات اور تاریخ میں مشہور ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَحَدِيثُهُ أَتَمُّ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ»: عمر سے مراد مصنف کے استاذ ہیں جو سند میں مذکور ہیں یعنی مصنف کے دوسرے استاذ محمد بن یحییٰ نے یہ زیادتی اس حدیث میں ذکر نہیں کی بلکہ عمر نے کی۔

الحديث في غير محله: یہ حدیث مرفوع خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ، یہاں ابو داؤد کے اس باب میں فی غیر محلہ ہے اور جو حدیث غیر محل میں ہوتی ہے اس کا تلاش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اسی لئے ہم نے اس پر تنبیہ کی، جو مضامین غیر مظان میں ہوتے ہیں اور بہت سے ہوتے ہیں ان کا دریافت کرنا اور تلاش کرنا کارے دارد۔

---

[1] بین القوسین الفاظ محی الدین عبد الحمید کے محقق نسخہ میں ہے لیکن شیخ عوامہ اور شیخ شعیب الارنؤوط کے نسخوں میں نہیں ہیں۔

۳۳۔ بَابٌ فِي خُطْبَةِ النِّكَاحِ

خطبۂ نکاح کے بیان میں

۲۱۱۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، فِي خُطْبَةِ الْحَاجَةِ فِي النِّكَاحِ وَغَيْرِهِ، ح، وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، الْمَعْنَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، وَأَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: "عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةَ الْحَاجَةِ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا {وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا[1]} {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ[2]} {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝[3]}. لَمْ يَقُلْ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَنْ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ضرورت کے موقعہ پر اور دیگر مواقع پر خطبہ پڑھنا سکھایا۔ محمد بن سلیمان انباری کی سند متصل سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہم کو حاجت کا خطبہ سکھایا (اور وہ یہ ہے) الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. (ترجمہ) یعنی تمام خوبیوں کا سرچشمہ اللہ کی ذات بابرکت ہے ہم اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے مغفرت کے طلب گار ہیں اور اپنے نفس کی برائیوں سے اسی کی پناہ چاہتے ہیں جس کو اللہ نے سیدھی راہ دکھائی اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں اور جس کو گمراہ کر دے اس کو سیدھی راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس کے وسیلہ سے تم آپس میں مانگتے ہو اور رشتوں ناتوں کے توڑنے سے ڈرو بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو

---

[1] اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے (سورۃ النساء ۱)

[2] اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مرو مگر مسلمان (سورۃ آل عمران ۱۰۲)

[3] اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی کہ سنوار دے تمہارے واسطے تمہارے کام اور بخش دے تم کو تمہارے گناہ اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے اس نے پائی بڑی مراد (سورۃ الأحزاب ۷۰-۷۱)

ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور انصاف کی بات کہو وہ تمہارے تمام کاموں کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی بلاشبہ اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ محمد بن سلیمان نے (اپنی روایت میں الحمد سے پہلے) لفظ أنّ ذکر نہیں کیا۔

۲۱۱۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَشَهَّدَ ذَكَرَ نَحْوَهُ وَقَالَ: بَعْدَ قَوْلِهِ: «وَرَسُولُهُ» : «أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ وَلَا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ پڑھتے ..... آگے راوی نے گزشتہ روایت کی طرح بیان کیا..... اور وَرَسُولُهُ کے بعد أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ الخ کا اضافہ کیا (ترجمہ) اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ مبعوث کیا (جنت کی) خوشخبری سنانے والا اور (دوزخ سے) ڈرانے والا بنا کر، جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے نافرمانی کی اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

تخریج: جامع الترمذي- النكاح (۱۱۰۵) سنن النسائي- الجمعة (۱۴۰۴) سنن أبي داود- النكاح (۲۱۱۸) سنن ابن ماجه- النكاح (۱۸۹۲) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (۱/۳۹۳) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (۱/۴۳۲) سنن الدارمي- النكاح (۲۲۰۲)

شرح الأحاديث: حاجت سے مراد بظاہر حاجت نکاح ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے: فِي خُطْبَةِ الْحَاجَةِ فِي النِّكَاحِ وَغَيْرِهِ جس سے شافعیہ کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک خطبہ جس طرح عقد نکاح کیلئے مسنون ہے اسی طرح عقد بیع وغیرہ دیگر عقود میں بھی مسنون ہے، کذا فی المنہل [1]۔

آگے روایت میں تشہد کے بعد اس طرح ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا {اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ} حالانکہ مشہور قرائت اسطرح نہیں ہے بلکہ یہ ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ، یہ روایت ترمذی میں بھی ہے اس میں تشہد کے بعد اسطرح ہے [2] وَيَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ قَالَ عَبْثَرٌ: فَفَسَّرَهُ لَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: {اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ}، {وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا}، {اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا}، پوری آیت تو ترمذی شریف کی روایت میں بھی نہیں ہے، لیکن جتنی مذکور ہے وہ مافی المصحف کے مطابق ہے بخلاف ابوداؤد کے کہ اس میں ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ، اس پر بذل المجهود میں ملا

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود- ج ۳ ص ۲۱۱

[2] جامع الترمذي- كتاب النكاح- باب ماجاء في خطبة النكاح ۱۱۰۵

علی قاریؒ سے یہ نقل کیا ہے: هكذا في نسخ المشكاة والأذكار، وتيسير الوصول إلى جامع الأصول وبعض نسخ الحصن، پھر آگے یہ ہے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: ممکن ہے مصحف ابن مسعودؓ میں اسی طرح ہو، پھر اس کے بعد حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں: اولی اور مناسب یہ ہے کہ خطبہ میں آیت کو قراءت متواترہ کے موافق ہی پڑھنا چاہیئے [1]۔

یہ پہلے گزر چکا کہ خطبہ نکاح مسنون ہے شرط نہیں حافظؒ فرماتے ہیں: وقد شرطه في النكاح بعض أهل الظاهر وهو شاذ (بذل [2]) اور امام ترمذیؒ خطبہ نکاح کی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: وَقَدْ قَالَ أَهْلُ العِلْمِ: إِنَّ النِّكَاحَ جَائِزٌ بِغَيْرِ خُطْبَةٍ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ.

خطبة النکاح کی روایات: اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ خطبة النکاح کی حدیث صحیحین میں سے کسی ایک میں نہیں ہے، البتہ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب ضرور قائم کیا ہے: باب الخطبة، مگر اس میں حدیث خطبہ کی تخریج نہیں کی، حافظؒ فرماتے ہیں: وورد في تفسير خطبة النكاح أحاديث من أشهرها ما أخرجه أصحاب السنن وصححه أبو عوانة وابن حبان عن ابن مسعود مرفوعًا [3]، اور پھر حافظؒ نے وہی حدیث ذکر کی جو یہاں ابوداؤد میں ہے، اور امام طحاویؒ نے شرح مشکل الآثار میں کسی قدر اہتمام سے اس سلسلہ کی متعدد روایات کی تخریج فرمائی ہے انہوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کے علاوہ ابن عباسؓ اور ایک اور صحابی یعنی نُبَیط بن شَرِیط کی روایات ذکر کی ہیں [4]۔

فائدہ: خطبہ نکاح کلام پاک کی تین آیات پر مشتمل ہے جن میں ہر ایک کی ابتداء امر بالتقوی سے ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا، خطبہ مسنونہ کا یہ اسلوب قابل غور اور توجہ ہے چونکہ نکاح سے آدمی کی گویا ایک مستقل زندگی شروع ہوتی ہے اور تکثیر امت کا وہ ذریعہ ہے اس لئے خاص طور سے نکاح کی ابتداء میں تقویٰ وطہارت کی تعلیم فرمائی گئی ہے تاکہ یہ نکاح اتقیاء کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہو، نیز یہ کہ بیاہ شادیوں میں لگ کر آدمی تعیش اور لہو ولعب میں مبتلا نہ ہو جائے، واللہ الموفق۔

٢١٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ أَخِي شُعَيْبٍ الرَّازِيِّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ، قَالَ: «خَطَبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَامَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَأَنْكَحَنِي مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَشَهَّدَ».

ترجمہ: اسماعیل بن ابراہیم، بنی سلیم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ١٤٨-١٤٩

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٢٠٢، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ١٤٦

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٢٠٢

[4] شرح مشكل الآثار، رقم الأحاديث ١-٥ (ج ١ ص ٦-٨) (مؤسسة الرسالة الطبعة: الأولى - ١٤١٥ هـ)

خدمت میں امامہ بنت عبد المطلب سے نکاح کا پیغام دیا، پس آپ ﷺ نے میرا ان سے نکاح کر دیا بغیر خطبہ پڑھے۔

شرح الحدیث رجل سے مراد عباد بن شیبان السلمي ہے کما فی تهذیب التهذیب [1]، اس حدیث میں خطبتُ خِطبہ بکسر الخاء سے ہے، عباد بن شیبان کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں امامہ بنت عبد المطلب سے پیغام نکاح بھیجا تو آپ نے بغیر خطبہ کے میرا ان سے نکاح کر دیا، معلوم ہوا کہ خطبہ نکاح ضروری نہیں۔

تنبیہ: یہ امامہ بنت عبد المطلب دراصل بنت ربیعة بن الحارث بن عبد المطلب ہیں یہاں حدیث میں انکی نسبت جد اعلیٰ کی طرف کر دی گئی ہے کذا فی البذل [2] لہٰذا یہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی کی بیٹی ہوئیں، صاحب منہل [3] نے بھی یہی لکھا ہے، اور صاحب عون المعبود نے لکھا ہے عَمَّته صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [4]، گویا انکے نزدیک عبد المطلب کیطرف انکی نسبت حقیقی ہے نہ یہ کہ جد اعلیٰ کیطرف نسبت ہے، لیکن یہ حافظؒ وغیرہ کے کلام کے خلاف ہے، لہٰذا اسکو صاحب عون کا وہم ہی کہا جائیگا، نیز صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عمات میں حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے علاوہ کوئی مشرف باسلام نہیں ہوئی تو اختلاف ملت کی صورت میں نکاح کیسے ہو سکتا ہے۔

اسکے بعد مختصر منذری میں یہ ملا، والحديث أخرجه البخاري في تاريخه الكبير وذكر الاختلاف فيه وذكر في بعضهما خطبت الى النبي صلى الله عليه وسلم عمته، وفي بعضها الا انكحك امامة بنت ربيعة بن الحارث، اور اسکے حاشیہ میں شیخ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بیہقی کی سنن کبریٰ [5] میں بھی ہے اور ان کی تحقیق یہی ہے کہ یہ امامة بنت ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب ہی ہیں، بعض روایات میں ان کو جد اعلیٰ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

٣٤ - بَابٌ فِي تَزْوِيجِ الصِّغَارِ

نابالغ لڑکیوں کے نکاح کے جواز کے بیان میں

٢١٢١ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ». قَالَ سُلَيْمَانُ: أَوْ سِتٍّ وَدَخَلَ بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعٍ"

ترجمہ اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا جبکہ میری عمر سات سال کی تھی۔

---

[1] عن رجل من بني سليم. هو: عباد بن شيبان السلمي (تهذيب التهذيب—ج ١٢ ص ٣٦٢)
[2] بذل المجهود في حل أبي داود—ج ١٠ ص ١٥٢
[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود—ج ٣ ص ٣١٣
[4] عون المعبود على سنن أبي داود—ج ٦ ص ١٥٦
[5] السنن الكبرى للبيهقي كتاب النكاح باب من لم يزد على عقد النكاح ١٣٨٣٥—ج ٧ ص ٢٣٨

سلیمان بن حرب کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میری عمر سات سال یا چھ سال کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ سے رخصتی فرمائی اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔

تخریج صحيح البخاري - المناقب (٣٦٨١) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤٠) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤١) صحيح مسلم - النكاح (١٤٢٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٥٥) سنن النسائي - النكاح (٣٢٥٦) سنن النسائي - النكاح (٣٢٥٧) سنن النسائي - النكاح (٣٢٥٨) سنن النسائي - النكاح (٣٣٧٨) سنن النسائي - النكاح (٣٣٧٩) سنن أبي داود - النكاح (٢١٢١) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٧٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٢١١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٢٨٠) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٦١)

شرح الحدیث: آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح ایک قول کی بناء پر موت خدیجہ کے بعد قبل ہجرت، ہجرت والے سال فرمایا اور رخصتی شوال ١ھ میں ہوئی، دوسرا قول یہ ہے کہ ٢ھ میں۔

اس حدیث سے ترجمۃ الباب یعنی تزویج الصغار ثابت ہو گیا کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح ان کے والد نے چھ سال کی عمر میں کیا۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: تزویج الصغیرہ کے مسئلہ میں اختلاف ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ صغیرہ اگر باکرہ ہے اس کی تزویج باپ کیلئے بالاتفاق جائز ہے اور اگر وہ صغیرہ ثیبہ ہے تو اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ کے نزدیک باپ کیلئے اسکی تزویج جائز ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک ناجائز ہے اسلئے کہ بوجہ صغر کے خود اسکی اجازت معتبر نہیں، اور بوجہ ثیوبۃ کے باپ کو اس پر اجبار کا حق نہیں لہذا اس کی تزویج اس کے بلوغ کے بعد ہی ہو سکتی ہے، باقی رہا مسلک حنابلہ کا سو ان کی اس میں تین روایات ہیں: عدم الجواز مطلقاً، الجواز مطلقاً، کما فی المغنی، اور تیسری روایت یہ ہے کہ اگر صغیرہ نو سال سے کم عمر کی ہے تب تو باپ کیلئے اس کی تزویج جائز ہے، اور اگر نو سال یا اس سے زائد کی ہے تب اس کی تزویج بغیر اس کی اجازت کے جائز نہیں ہے حنابلہ کا مشہور قول یہی ہے چنانچہ امام ترمذیؒ اور علامہ قسطلانیؒ (فی شرح البخاری) نے ان کا مسلک یہی لکھا ہے اور نیل المآرب میں بھی اسی کو ذکر کیا ہے، امام ترمذیؒ نے حنابلہ کے اس مسلک کی دلیل بھی لکھی ہے، جامع ترمذی دیکھیے [1]، گویا نو سال کی لڑکی بالغہ کے حکم میں ہے اور اس کا اذن معتبر ہے اور جو نو سال سے کم ہے وہ صغیرہ ہے اس پر باپ کو ولایۃ اجبار حاصل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک صغر بھی علت اجبار ہے وقد اشرنا الیہ فی باب الولی، وهذا غاية التنقيح لهذه المسئلة، والله اعلم بالصواب، یہاں دو مذہب اور ہیں، کما فی البذل وغیرہ من الشروح، ابن شبرمہ کہتے ہیں صغیرہ کا نکاح مطلقاً ثیبہ ہو یا باکرہ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے باپ کیلئے جائز نہیں، اور اس کے بالمقابل حسن بصریؒ اور ابراہیم نخعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ باپ کیلئے لڑکی کا نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے [2] صغيرةً كانت أو كبيرة، بكراً أو ثيباً رضيت أو لم ترض، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب النكاح - باب ما جاء في إكراه اليتيمة على التزويج ١١٠٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٠ ص ١٥٤

۳۵- بَابٌ فِي الْمُقَامِ عِنْدَ الْبِكْرِ

(کنواری لڑکی (سے اگر نکاح کرے تو اس) کے پاس کتنے دن رہے؟)

مُقام بضم الميم بمعنى الا قامة، اور جو مقام بفتح الميم ہے وہ ظرف ہے، ترجمۃ الباب میں مصنف جو مسئلہ ذکر فرما رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسری شادی کرے پہلی زوجہ کے ہوتے ہوئے تو اب اسکی اس نئی دلہن کے پاس کتنا ٹھہرنا چاہیئے؟ سو ظاہر احادیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر وہ نئی دلہن باکرہ ہے تو ابتداءً شادی کے بعد اسکے پاس سات راتیں گزارے بلا قضا کے، یعنی ان سات راتوں میں عدل اور برابری نہ ہوگی بلکہ یہ خالص اس کا حق وحصہ ہے اور اگر وہ دلہن ثیبہ ہے تو اسکے پاس شروع میں تین روز ٹھہرے گا یعنی یہ راتیں اسکا حق ہوں گی، پھر اسکے بعد وہی عدل بین الزوجات واجب ہوگا، اور برابر کرنا ضروری ہوگا یہ باکرہ کیلئے جو سات راتیں ہیں اور ثیبہ کیلئے تین اس کو حق الزفاف للمزفوفة کہا جاتا ہے پھر بعض روایات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وہ دوسری بیوی جو ثیبہ ہے اگر تین راتوں پر راضی نہ ہو بلکہ وہ بھی باکرہ کی طرح شوہر سے سات ہی راتوں کا مطالبہ کرے تو ٹھیک ہے اسکے پاس بھی سات ہی راتیں قیام کرے لیکن اس دوسری صورت میں قضا واجب ہوگی یعنی پھر قدیمہ کے پاس بھی سات ہی راتیں ٹھہرے گا گویا وہ تین راتیں جو خاص اس کیلئے تھیں اس صورت میں ساقط ہو جائینگی۔

حق الزفاف للمزفوفه میں اختلاف ائمه: جو تشریح ہم نے بیان کی ہے امام شافعیؒ واحمدؒ کا مسلک ہے ظاہر احادیث کے پیش نظر، امام مالکؒ اگرچہ شافعیہ کی طرح حق زفاف کے قائل ہیں لیکن وہ ثیبہ کے حق میں تخییر کے قائل نہیں، بلکہ ان کے نزدیک جس طرح باکرہ کیلئے سات راتیں بلا تخییر ہیں اسی طرح ثیبہ کے لئے تین راتیں بلا تخییر ہیں اس تخییر کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے بعض میں نہیں تو گویا شافعیہ وحنابلہ کا عمل تو جملہ احادیث الباب پر ہوا اور امام مالکؒ کے نزدیک احادیث الباب میں سے بعض پر عمل ہوا اور بعض پر نہیں، اور حضرات احناف اس حق زفاف یعنی تفضيل الجديدة على القديمة کے بالکل قائل نہیں، احناف احادیث الباب کی یہ توجیہ فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے تفضيل الجديدة على القديمة ثابت ہو رہا ہے وہ صرف ابتداء کے اعتبار سے ہے یعنی بیتوتت (شب باشی) کی ابتداء اس نئی دلہن سے کرے، پس اگر وہ باکرہ ہے تو سات راتیں مسلسل اس کے پاس گزارے یعنی پھر بقیہ ازواج کے پاس بھی اسیطرح سات سات راتیں گزارے، اور اگر وہ دوسری ثیبہ ہے تو شروع میں اس کے پاس تین راتیں گزارے یعنی پھر اور بقیہ ازواج کے پاس اسی طرح تین تین راتیں گزارے، تو گویا ان کے نزدیک یہ تفضیل دورہ کی ابتداء کے اعتبار سے ہے مطلقاً نہیں، یعنی شب باشی کی ابتداء اس جدیدہ سے ہوگی فقط، نہ یہ کہ اتنی راتیں وہ اس کا مستقل حق ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ترجمۃ الباب میں اگرچہ مصنف نے صرف عند البکر بیان کیا لیکن مراد عند البکر والثیب ہے کیونکہ احادیث الباب میں بکر اور ثیب دونوں کا حکم مذکور ہے، ایسے موقع پر یوں کہا کرتے ہیں کہ یہ تعبیر "سرابيل تقيكم الحر" کے قبیل سے ہے یعنی "والبرد" احد الضدین کے ذکر پر بعض مرتبہ

اکتفاء کرتے ہیں کیونکہ ایک ضد کے ذکر سے ضد آخر کی طرف خود بخود ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔

۲۱۲۲ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ، إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ، وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي».

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کی تو ان کے پاس تین راتیں قیام کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ام سلمہ! تم اپنے قبیلہ اور خاندان والوں میں کوئی معمولی اور گھٹیا عورت نہیں ہو کہ تمہارے سبب تمہارے خاندان کی رسوائی ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات راتیں گزاروں تو میں اپنی دیگر بیویوں کے پاس بھی سات راتیں گزاروں گا۔

تخریج: صحيح مسلم - الرضاع (١٤٦٠) سنن أبي داود - النكاح (٢١٢٢) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩١٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢١/٦) موطأ مالك - النكاح (١١٢٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢١٠)

شرح الحديث: حضرت ام سلمہؓ سے جب آپ ﷺ نے نکاح فرمایا تو چونکہ وہ ثیبہ تھیں اس لئے آپ ﷺ ان کے پاس شروع میں تین رات ٹھہرے اور ان سے یہ فرمایا کہ تو میرے نزدیک کم مرتبہ نہیں ہے لہذا باکرہ کی طرح میں تیرے پاس شروع میں سات راتیں ٹھہر سکتا ہوں، لیکن اس تسبیع کی صورت میں ان سات راتوں کی قضا ہوگی یعنی بقیہ کے پاس میں بھی سات رات ٹھہروں گا۔

اس حدیث میں ثیبہ کے حق میں تخییر مذکور ہے جس کے امام شافعیؒ واحمدؒ قائل ہیں، یہ بظاہر امام مالکؒ کے خلاف ہے لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ میں اہل سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو قول ہیں ایک وہ جو اوپر مذکور ہوا، دوسرا یہ کہ اس سے ام سلمہؓ کے گھر والے مراد ہیں، والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

۲۱۲۳ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «لَمَّا أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا». زَادَ عُثْمَانُ: وَكَانَتْ ثَيِّبًا وَقَالَ: حَدَّثَنِي هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، أَخْبَرَنَا أَنَسٌ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب صفیہؓ کے ساتھ نکاح کیا تو آپ ﷺ تین رات ان کے پاس رہے۔ عثمان استاذ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا کہ وہ ثیبہ تھیں۔ نیز عثمان بن ابی شیبہ نے اس روایت کو معنعن کے بجائے تحدیث و اخبار کے ساتھ نقل کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢١٢٠) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٣٦) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٧٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٧٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٧٦) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٩٧) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٦٤) سنن

النسائي-النكاح(٣٣٨١)سنن النسائي-النكاح(٣٣٨٢)سنن أبي داود-النكاح(٢١٢٣)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٩٩/٣)

شرح الحدیث: اس حدیث میں ثیبہ کیلئے تخییر مذکور نہیں، مالکیہ کے پیش نظر یہی حدیث ہے، اسی لئے وہ تخییر کے قائل نہیں۔

حنفیہ کی طرف سے حدیث الباب کا جواب: اسکے بعد آپ سمجھئے کہ حضرات احناف نے اس مسئلہ میں ظاہر حدیث کو اختیار نہیں کیا اسلئے کہ جمہور علماء ان احادیث کا جو مطلب لے رہے ہیں یہ احادیث اس میں نص اور صریح نہیں ہیں، اور یہ عدل بین الزوجات کا مسئلہ بڑا اہم اور نازک ہے نص قطعی سے عدل کا وجوب ثابت ہے، قال تعالیٰ: وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ[1]، اسی طرح بہت سی احادیث میں عدم تسویہ، اور ترک عدل بین الزوجات پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اسلئے احناف نے اس احادیث الباب کو جو محتمل تھیں احتیاطاً اس معنی پر محمول نہیں کیا جس پر یہ حضرات جمہور کر رہے ہیں بلکہ اس معنی پر محمول کیا جو شروع باب میں گزرا، امام طحاویؒ[2] نے جمہور کے مسلک پر ایک اشکال کیا ہے وہ یہ کہ ثیبہ میں تین دن اگر اسکا اپنا حق تھے تو تسبیع کی صورت میں وہ کیوں ساقط ہو گئے اور قضاء پورے سات دن کی کیوں ہوتی ہے؟ بلکہ تین دن مستثنیٰ کر کے قضا صرف چار روز کی ہونی چاہئے تھی، حالانکہ ایسا نہیں ہے، والحديث أخرجه البخاري[3] ومسلم وابن ماجه قاله المنذري۔

٢١٢٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، وَإِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا، وَلَوْ قُلْتُ إِنَّهُ رَفَعَهُ لَصَدَقْتُ وَلَكِنَّهُ قَالَ السُّنَّةُ كَذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اگر ثیبہ عورت (کے نکاح میں) ہوتے ہوئے جب کوئی شخص باکرہ عورت سے نکاح کرے تو وہ اسکے پاس سات راتوں تک رہے اور جب ثیبہ (کے نکاح میں) ہوتے ہوئے ثیبہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین راتیں گذارے (اسکے بعد سب کے پاس برابر رہا کرے)۔ ابو قلابہ نے کہا: اگر میں یہ کہوں کہ حضرت انسؓ نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا تو سچ ہے، مگر انہوں نے کہا: یہ سنت ہے۔

تخریج: صحيح البخاري-النكاح(٤٩١٥)صحيح البخاري-النكاح(٤٩١٦)صحيح مسلم-الرضاع(١٤٦١)جامع الترمذي-النكاح(١١٣٩)سنن أبي داود-النكاح(٢١٢٤)سنن ابن ماجه-النكاح(١٩١٦)موطأ مالك-النكاح(١١٢٤)سنن الدارمي-النكاح(٢٢٠٩)

---

[1] اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو اگرچہ اسکی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں لٹکتی (سورة النساء ١٢٩)

[2] شرح معاني الآثار-ج ٣ ص ٢٩

[3] الحديث الأول من إفراد مسلم وفيه ذكر التخيير، بخلاف هذا الحديث المتفق عليه۔

٣٦- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَدْخُلُ بِامْرَأَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَنْقُدَهَا شَيْئًا

ایک شخص کے مہر وغیرہ دینے سے پہلے بیوی سے ہمبستری کرنے کا بیان

یعنی نکاح کے بعد اداء مہر سے قبل شوہر اپنی بیوی سے وطی کر سکتا ہے یا نہیں؟ قال الشوکانی: اتفقوا علی انہ لایجب علی الزوج تسلیم المهر الی المرأۃ قبل الدخول، اس میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ شوہر پر ادا مہر قبل الدخول واجب نہیں، لکن للمرأۃ حق المنع عن تمکین الزوج قبل اداء المهر، یعنی اگر عورت چاہے تو اداء مہر سے پہلے اس کو حق منع حاصل ہے وہ شوہر کو وطی سے روک سکتی ہے۔

٢١٢٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا تَزَوَّجَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطِهَا شَيْئًا»، قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: «أَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ؟».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے نکاح کیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ فاطمہؓ کو کچھ دو، حضرت علیؓ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہاری حطمی زرہ کہاں گئی؟

تخریج: سنن النسائي- النكاح (٣٣٧٦) سنن أبي داود- النكاح (٢١٢٥)

شرح الحدیث: یعنی جب حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ سے نکاح ہو گیا اور رخصتی کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس کو کچھ دے تو دے، انھوں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے پاس حطمی زرہ تھی وہ کہاں گئی؟ یہ حطمی زرہ خود حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمائی تھی غنائم بدر سے اور آگے روایت میں آرہا ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: «أَعْطِهَا دِرْعَكَ». فَأَعْطَاهَا دِرْعَهُ، ثُمَّ دَخَلَ بِهَا.

یہاں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ شب زفاف میں اور رخصتی کے موقعہ پر زرہ کا دینا کیا مناسبت رکھتا ہے زرہ تو لڑائی کے موقع پر کام آنیوالی چیز ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ درع سے مراد ثمن درع ہے، اور منہل میں لکھا ہے درع کی قیمت کے بارے میں کہ وہ چار سو اسی درہم تھی [1]، اور مولانا یوسف صاحبؒ کی حیاۃ الصحابہ [2] میں کسی وقت دیکھا تھا اس میں یہ ہے کہ اس درع کو حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ فروخت کیا تھا، اور اسی طرح مولانا ادریس کاندھلویؒ کی سیرۃ المصطفی [3] میں بھی یہ

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود— ج ٤ ص ٩

[2] حياة الصحابة— ج ٢ ص ٦٦١

[3] سيرة المصطفى— ج ٢ ص ١٧٢

مضمون ہے، دراصل روایات اسکے ثمن میں مختلف ہیں حتی کی ایک روایت یہ بھی ہے لاتُساوِي أربعةَ دراهمَ اور ظاہر حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حضرت فاطمہؓ کا مہر معین نہیں تھا اس لئے کہ یہاں جس مہر کا ذکر ہے یہ تو وہ ہے جس کو مہر معجل [1] کہتے ہیں یعنی رونمائی جو پہلی شب میں شوہر دلہن کو دیتا ہے کرامةً وتانیساً، اپنے قریب اور مانوس کرنے کیلئے، والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

۲۱۲۶- حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيْوَةَ، عَنْ شُعَيْبٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي غَيْلَانُ بْنُ أَنَسٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ عَلِيًّا لَمَّا تَزَوَّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَمَنَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُعْطِيَهَا شَيْئًا. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَيْسَ لِي شَيْءٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطِهَا دِرْعَكَ»، فَأَعْطَاهَا دِرْعَهُ، ثُمَّ دَخَلَ بِهَا.

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ سے نکاح کیا، پھر حضرت علیؓ نے فاطمۃ الذہرؓ سے رخصتی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع فرمادیا تاوقتیکہ وہ حضرت فاطمہؓ کو کچھ دے دیں۔ حضرت علیؓ نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اپنی زرہ ہی دیدو۔ تو پھر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو اپنی زرہ دی اور ان سے ہم بستر ہوئے۔

۲۱۲۷- حَدَّثَنَا كَثِيرٌ يَعْنِي ابْنَ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيْوَةَ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مِثْلَهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۲۱۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُدْخِلَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا قَبْلَ أَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئًا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَخَيْثَمَةُ، لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو اس کے شوہر کے پاس پہنچا دینے (رخصتی کرانے) کا حکم فرمایا اس سے پہلے کہ اس کے شوہر نے اس کو کچھ دیا ہو۔ ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ خیثمہ کا حضرت عائشہؓ سے سماع ثابت نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (۲۱۲۸) سنن ابن ماجه - النكاح (۱۹۹۲)

۲۱۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ عَلَى صَدَاقٍ أَوْ حِبَاءٍ أَوْ عِدَةٍ، قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ،

[1] لیکن اگر اس زرہ کی قیمت چار سو اسی درہم تسلیم کرلیجائے تو پھر یہ کہا جائیگا کہ مہر معجل بھی یہی تھا اور تمام مہر بھی یہی تھا۔

فَهُوَ لَهَا وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ، فَهُوَ لِمَنْ أُعْطِيَهُ، وَأَحَقُّ مَا أُكْرِمَ عَلَيْهِ الرَّجُلُ ابْنَتُهُ أَوْ أُخْتُهُ».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس عورت نے ایک مہر پر یا ہدیہ پر یا شوہر کے کسی وعدہ پر نکاح کیا تو وہ اس عورت کا حق ہے اور جو (ہبہ وغیرہ) نکاح کے بعد (شوہر دے) تو وہ اس کا ہے جسے دیا گیا اور وہ چیز جسکی وجہ سے آدمی زیادہ مستحق ہوتا ہے اکرام واحسان کا وہ اس کی بیٹی یا بہن ہے۔

تخریج سنن النسائي- النكاح (٣٣٥٣) سنن أبي داود - النكاح (٢١٢٩) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٥٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٢/٢)

شرح الحدیث ومذاهب العلماء یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے انہوں نے اس پر ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ الشَّرْطِ فِي النِّكَاحِ، اور بیہقی میں بھی ہے اور اس کا ترجمہ ہے بَابُ الشَّرْطِ فِي الْمَهْرِ [1]۔

اور حاصل معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ عقد نکاح سے پہلے مرأۃ یا اولیاء مرأۃ کی طرف سے مہر کے ساتھ جو اور بعض شرطیں بھی لگائی گئی ہیں، بخشش وغیرہ کی مثلاً مرد سے یہ کہا گیا کہ عورت کے فلاں عزیز کو یہ دینا ہو گا فلاں کو یہ دینا ہو گا مثلاً کپڑا جوتا اور اس طرح کی چیزیں تو اس حدیث میں ہے کہ اس طرح کے لین دین کا جو وعدہ ہو گا تو وہ چیز اس شخص کیلئے نہ ہو گی جس کو نامزد کیا گیا ہے بلکہ یہ سب چیزیں عورت ہی کیلئے ہوں گی جس طرح مہر صرف عورت کیلئے ہوتا ہے، اور اگر یہ لین دین کی بات عقد نکاح کے بعد ہو تو جس کے نام سے دیا جائیگا اسی کا ہو گا، یہ تو ہیں حدیث کے معنی اب یہ کہ فقہاء کیا فرماتے ہیں اور اس حدیث پر کس کا عمل ہے سو اس کے بارے میں شروح میں یہ لکھا ہے کہ جمہور علماء کا اس پر عمل نہیں ہے، ہاں سفیان ثوریؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ اور امام مالکؒ اسی کے قائل ہیں جو اس حدیث میں ہے، اور امام احمدؒ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ اسی طرح ہو گا جس طرح اس حدیث میں ہے لیکن اس سے باپ مستثنیٰ ہے یعنی لڑکی کے باپ کیلئے تسمیہ صحیح ہے وہ اسی کو ملے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی صورت میں (جبکہ مہر کے ساتھ دوسری چیزیں شرط کی گئی ہوں) تسمیہ مہر ہی باطل ہو جائے گا لہٰذا صرف مہر مثل دیا جائے گا، حنفیہ کے نزدیک مہر کے ساتھ جو شرط لگائی جائے وہ شرط بھی صحیح اور لازم ہے اور تسمیہ بھی صحیح ہے، یہ حدیث بلوغ المرام میں بھی ہے اس میں ہے رواہ احمد والأربعة الا الترمذی، اور اس کی شرح سبل السلام [2] میں اس حدیث پر اچھا کلام کیا ہے، مذاہب ائمہ بھی لکھے ہیں حنفیہ وشافعیہ کا مذہب وہی لکھا ہے جو اوپر مذکور ہوا [3]، تشریح مذکور سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حنفیہ اور شافعیہ دونوں کے خلاف ہے جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے ہے جس پر کلام مشہور ہے۔

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي- كتاب الصداق- باب الشرط في المهر ١٤٤٢٨ - ج٧ ص٤٠٤

[2] علامہ محمد بن إسماعيل الأمير الكحلاني الصنعاني (المتوفى: ١١٨٢ھ) کی شرح ہے۔

[3] سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام- ج ٦ ص ٦٠ (دار ابن الجوزي، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ)

وَأَحَقُّ مَا أُكْرِمَ عَلَيْهِ الرَّجُلُ ابْنَتُهُ أَوْ أُخْتُهُ: اور وہ چیز جسکی وجہ سے آدمی زیادہ مستحق ہوتا ہے اکرام واحسان کا وہ اس کی بیٹی اور بہن ہے۔

بیوی کے اقارب کے ساتھ حسن سلوک: یعنی جس شخص کے نکاح میں جس شخص کی بیٹی ہو یعنی آدمی کا سسر، یا اس کی بہن ہو، یعنی آدمی کا برادر نسبتی اور سالا، یہ دونوں بہت قابل اکرام واحسان ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے سسر اور سالے سے اکرام اور احسان کا معاملہ کرنا چاہیئے، اس لئے کہ ان دونوں شخصوں کا بڑا احسان ہے۔ چنانچہ کہاوت مشہور ہے کہ جس نے اپنی بیٹی دے دی اس نے سب کچھ دے دیا، بھلا پھر وہ مستحق احسان کیوں نہ ہو، اکرام سے مراد صرف تعظیم ہی نہیں بلکہ عطاء اور بخشش، اس حدیث میں حسن معاشرت کی بہترین شکل میں تعلیم وتلقین ہے سو جب بیوی کے باپ بھائی کے ساتھ حسن سلوک واحسان کی اس قدر تاکید ہے تو خود بیوی کے ساتھ اس کا مؤکد ہونا ظاہر ہے، واللہ الموفق۔

٣٧- بَابُ مَا يُقَالُ لِلْمُتَزَوِّجِ

دولہا کو کس طرح مبارکباد دی جائے؟

٢١٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ، قَالَ: «بَارَكَ اللهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص نکاح کرتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو یوں دعا دیتے: اللہ تجھ کو برکت دے اور تجھ پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کو بھلائی کے کاموں میں جمع فرمائے۔

تخریج: جامع الترمذي- النكاح (١٠٩١) سنن أبي داود- النكاح (٢١٣٠) سنن ابن ماجه- النكاح (١٩٠٥) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٣٨١) سنن الدارمي- النكاح (٢١٧٤)

شرح الحدیث: **نئی شادی کرنیوالے کیلئے دعاء:** یعنی آپ ﷺ نئی شادی کرنیوالے کو تہنیت اور مبارکباد ان الفاظ سے دیا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت میں مشرکین عرب "بالرفاء والبنین" دعاء دیا کرتے تھے، رفاء کے معنی التیام والاتفاق یعنی جوڑ اور میل ملاپ، اور بنین سے اشارہ تھا کراھۃ بنات کی طرف، مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان میل ملاپ رکھے اور اولاد نرینہ عطا کرے، اسلام میں اس کے بجائے دعاء مذکور مسنون ومشروع قرار دی گئی، والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، وقال الترمذي، حسن صحيح قاله المنذري۔

٣٨- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ فَيَجِدُهَا حُبْلَى

ایک شخص جب نکاح کرے اور عورت کو حاملہ پائے تو کیا کرے؟

٢١٣١- حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْمَعْنَى، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ

جُرَيْجٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ ابْنُ أَبِي السَّرِيِّ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمْ يَقُلْ: مِنَ الْأَنْصَارِ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، يُقَالُ لَهُ بَصْرَةُ، قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً بِكْرًا فِي سِتْرِهَا، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَإِذَا هِيَ حُبْلَى، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَهَا الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَالْوَلَدُ عَبْدٌ لَكَ، فَإِذَا وَلَدَتْ» قَالَ الْحَسَنُ: «فَاجْلِدْهَا» وَقَالَ ابْنُ أَبِي السَّرِيِّ: "فَاجْلِدُوهَا - أَوْ قَالَ -: فَحُدُّوهَا" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ قَتَادَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَرْسَلُوهُ كُلُّهُمْ وَفِي حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ بَصْرَةَ بْنَ أَكْثَمَ نَكَحَ امْرَأَةً وَكُلُّهُمْ، قَالَ: فِي حَدِيثِهِ جَعَلَ الْوَلَدَ عَبْدًا لَهُ.

ترجمہ سعید بن المسیبؒ ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن ابی السّری استاذ نے کہا کہ وہ شخص صحابی رسول ﷺ تھے انہوں نے ان کو انصاری نہیں فرمایا اور اس پر مصنف کے تینوں استاذ متفق ہیں کہ ان صاحب کو بُصرہ کہا جاتا تھا، یہ صحابی کہتے ہیں: میں نے ایک کنواری پردہ نشین عورت سے شادی کی پھر میں نے اس سے خلوت نشینی کی تو وہ لڑکی حاملہ نکلی تو نبی اکرم ﷺ نے اس لڑکی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس لڑکی کو مہر ملے گا کیونکہ تم نے اس کے متعہ سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس سے پیدا ہونے والا بچہ تمہارا غلام ہوگا۔ مصنف کے استاذ حسن بن علی نے کہا: جب یہ لڑکی بچہ جن دے تو تم اس کو کوڑے لگانا لیکن مصنف کے دوسرے استاذ محمد بن ابی السّری نے کہا کہ یہ جمع کا صیغہ ہے (فَاجْلِدُوهَا) یا ان دوسرے استاذ نے فَحُدُّوهَا کا صیغہ ذکر کیا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اس حدیث کو قتادہ نے سعید بن یزید کے واسطہ سے سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے اور یحیٰ بن ابی کثیر نے اس حدیث کو یزید بن نعیم اور عطاء خراسانی کے واسطہ سے سعید بن المسیب سے روایت کیا، ان سب راویوں نے اس روایت کو مرسل نقل کیا ہے۔ یحیٰ بن ابی کثیر کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ بصرہ بن اکثم نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ تمام راویوں نے اس حدیث میں ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بچہ کو بصرہ کا غلام قرار دیا۔

۲۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ بَصْرَةُ بْنُ أَكْثَمَ، نَكَحَ امْرَأَةً، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ، وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا، وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ أَتَمُّ.

ترجمہ سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص جس کو بصرہ بن اکثم کہا جاتا تھا اس نے ایک عورت سے نکاح کیا، باقی روایت گزشتہ حدیث کی طرح ہے صرف یہ اضافہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور ابن جریج کی (پہلی والی) روایت زیادہ مکمل ہے۔

شرح الأحاديث عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ ابْنُ أَبِي السَّرِيِّ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمْ يَقُلْ: مِنَ الْأَنْصَارِ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، يُقَالُ لَهُ بَصْرَةُ، قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً بِكْرًا فِي سِتْرِهَا الخ: بصرۃ بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے

کنواری اور غیر شادی عورت سے شادی کی اس حال میں کہ وہ ابھی تک اپنے پردہ میں تھی یعنی نکاح کر کے کسی مرد کے سامنے نہیں آئی تھی جب میں اسکے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ حاملہ ہے، یہ قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَهَا الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، یعنی نکاح چونکہ صحیح ہو گیا تو عورت کو مہر دیا جائے گا، نیز فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، وَالْوَلَدُ عَبْدٌ لَكَ، یہ کلام اپنے ظاہر پر نہیں ہے اسلئے کہ ولد حرہ بالاتفاق حر ہوتا ہے خواہ وہ ولد الزنا ہو اس لئے علماء نے اسکا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس پیدا ہونے والے بچہ سے ولد الزنا ہونیکی وجہ سے تجھے اس سے نفرت نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اسکے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا جسطرح آدمی اپنے غلام کیساتھ احسان کا معاملہ کرتا ہے۔

فَإِذَا وَلَدَتْ، قَالَ الْحَسَنُ: «فَاجْلِدْهَا»: جلد کا ثبوت بغیر ثبوت زنا کے نہیں ہوتا اور زنا کا ثبوت بغیر اعتراف یا شہادت کے نہیں ہوتا لہذا مطلب یہ ہوا کہ وہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو اس پر حد جلد جاری کی جائے، جمہور کا قول یہی ہے اس میں امام مالکؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک ثبوت حد اور زنا کیلئے وجود حمل کافی ہے لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے محتاج تاویل نہیں اور عند الجمہور یا تو اعتراف زنا پر محمول ہے اور یا اسکو پھر بجائے حد کے تعزیر اور تادیب پر محمول کیا جائے، والحديث أخرجه البيهقي قاله في المنهل [1]۔

فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ، وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا: اس دوسری روایت میں یہ زیادتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میاں بیوی کے درمیاں تفریق فرمادی، اس زیادتی کے ظاہر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا حالانکہ بالاتفاق نکاح تو صحیح ہے زانیہ سے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کا بھی فیصلہ فرمایا، سو ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق ان کی طلب اور خواہش پر فرمائی ہو، یعنی شوہر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے طلاق کی اجازت لی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی، اور یا یہ کہا جائے یہاں تفریق سے مراد باعتبار وطی کے ہے کیونکہ وہ عورت حبلی من الزنا تھی، سردست اور موجودہ حالت میں زوج کے لئے اس کا قربان جائز نہ تھا (بذل [2]) وهذه التعاليق أخرجها البيهقي قاله في المنهل.

۳۹- بَابٌ فِي الْقَسْمِ بَيْنَ النِّسَاءِ

تعدد ازواج کی صورت میں بیویوں کے درمیان برابری کرنے کے بیان میں

قسم سے مراد عدل اور باری مقرر کرنا تعدد ازواج کی صورت میں۔

۲۱۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ».

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود – ج ٤ ص ١٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٠ ص ١٦٩

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے نکاح میں دو (یا دو سے زائد) عورتیں ہوں اور اس کا جھکاؤ کسی ایک بیوی کی طرف ہو تو وہ قیامت کے دن اس حال میں پیش ہو گا کہ اسکے بدن کا ایک حصہ جھکا ہوا ہو گا۔

تخریج: جامع الترمذي- النكاح (١١٤١) سنن النسائي- عشرة النساء (٣٩٤٢) سنن أبي داود- النكاح (٢١٣٣) سنن ابن ماجه- النكاح (١٩٦٩) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٣٤٧/٢) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٤٧١/٢) سنن الدارمي- النكاح (٢٢٠٦)

شرح الحديث: اس حدیث میں ترک عدل پر وعید ہے کہ جو شخص دو بیویوں میں برابری نہ کرے بلکہ کسی ایک کی طرف کو اپنا جھکاؤ رکھے تو اس کو سزا بھی اسی قسم کی دیجائے گی یعنی میدان حشر میں جب وہ آئے گا تو اس کے بدن کا ایک حصہ جھکا ہوا ہو گا، والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢١٣٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ فَيَعْدِلُ، وَيَقُولُ: «اللَّهُمَّ هَذَا قَسْمِي، فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي، فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا أَمْلِكُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي الْقَلْبَ.

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب اپنی ازواج مطہراتؓ کے درمیان دن تقسیم فرماتے تو اس میں عدل سے کام لیتے پھر (عدل اور برابری کے باوجود) یہ دعا مانگتے: اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اس چیز میں جس میں میرا اختیار ہے اب مجھے مورد ملامت نہ ٹھہرایئے اس چیز میں جو آپ کے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں (یعنی غیر اختیاری ہے)۔ ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ اس سے مراد قلب (دل کی محبت) ہے۔

تخریج: جامع الترمذي- النكاح (١١٤٠) سنن النسائي- عشرة النساء (٣٩٤٣) سنن أبي داود- النكاح (٢١٣٤) سنن ابن ماجه- النكاح (١٩٧١) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (١٤٤/٦) سنن الدارمي- النكاح (٢٢٠٧)

شرح الحديث: اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ عادت شریفہ اور معمول زوجات کے درمیان برابری کی تھی لیکن اس میں علماء کا اختلاف ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ پر یہ برابری واجب تھی یا آپ ﷺ اپنے اختیار سے فرماتے تھے، بہر حال عدل اور برابری کے باوجود آپ ﷺ یہ دعاء مانگتے تھے جو حدیث میں مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے یا اللہ جن چیزوں میں برابری کرنا میرے اختیار میں ہے اس کو تو میں کر رہا ہوں اور جس چیز میں برابری میرے اختیار میں نہیں یعنی غیر اختیاری طور پر کسی ایک بیوی سے زیادہ محبت ہونا اس میں تو مجھ کو معاف فرمایئے، والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري.

٢١٣٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: «يَا ابْنَ أُخْتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ، مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا، وَكَانَ قَلَّ

يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يَطُوفُ عَلَيْنَا جَمِيعًا، فَيَدْنُو مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيسٍ، حَتَّى يَبْلُغَ إِلَى الَّتِي هُوَ يَوْمُهَا فَيَبِيتَ عِنْدَهَا» وَلَقَدْ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ: حِينَ أَسَنَّتْ وَفَرِقَتْ أَنْ يُفَارِقَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَوْمِي لِعَائِشَةَ. فَقَبِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا، قَالَتْ: نَقُولُ فِي ذَلِكَ أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَفِي أَشْبَاهِهَا أُرَاهُ قَالَ: {وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا[1]}.

ترجمہ: عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اے بھانجے! رسول ﷺ اپنی ازواج کو تقسیم میں یعنی ہمارے پاس رہنے میں ایک دوسرے پر فوقیت نہیں دیتے تھے (بلکہ عدل فرماتے تھے) اور ایسا دن کبھی کبھی آتا تھا کہ جب آپ ﷺ ہم سب کے پاس تشریف نہ لاتے ہوں اور ہر ایک سے قربت نہ کرتے ہوں بجز جماع کے یہاں تک کہ آپ ﷺ جب اس بیوی کے پاس پہنچتے جس کی باری ہوتی تو رات میں اس کے پاس رہتے۔ جب سودہ بنت زمعہؓ بوڑھی ہو گئیں اور یہ خیال ہوا کہ کہیں آپ ﷺ ان کو چھوڑ نہ دیں (یعنی طلاق نہ دیدیں) تو انہوں نے کہا: اے رسول اللہ! میں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی۔ آپ ﷺ حضرت سودہؓ کی اس پیشکش کو قبول فرمالیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ اور ان جیسی خواتین ہی کے مسئلہ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی: وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا (ترجمہ) اگر کسی عورت کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس کا شوہر اس سے اعراض برتے گا یا زیادتی کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ دونوں آپس میں صلح کرلیں اور صلح ہی بہتر ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣١٨) صحيح البخاري - الصلح (٢٥٤٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٢٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٩١٠) صحيح مسلم - التفسير (٣٠٢١) صحيح مسلم - التفسير (٣٠٢١) سنن أبي داود - النكاح (٢١٣٥)

٢١٣٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُنَا إِذَا كَانَ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَمَا نَزَلَتْ {تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ[2]} قَالَتْ مُعَاذَةُ: فَقُلْتُ لَهَا: «مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟» قَالَتْ: كُنْتُ أَقُولُ إِنْ كَانَ ذَلِكَ إِلَيَّ لَمْ أُوثِرْ أَحَدًا عَلَى نَفْسِي.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کسی زوجہ محترمہ کی باری میں دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے جانا چاہتے تو اس سے اجازت لیتے، حالانکہ یہ آیت نازل ہوچکی تھی: تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ الآية (ترجمہ) آپ ﷺ کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس کو چاہیں پیچھے کردیں۔ معاذہؒ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا

---

[1] اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے (سورۃ النساء ١٢٨)

[2] پیچھے رکھ دے تو جس کو چاہے ان میں اور جگہ دے اپنے پاس جس کو چاہے (سورۃ الأحزاب ٥١)

کہ ایسے موقع پر آپ رسول اللہ ﷺ سے کیا کہتی تھیں جب رسول اللہ ﷺ آپ سے اجازت لیتے تھے دوسری بیوی کے پاس جانے کی؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں تو یہی جواب دیا کرتی تھی کہ اگر مجھے اختیار حاصل ہے تو میں کسی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح نہیں دے سکتی۔

تخریج صحیح البخاري - تفسیر القرآن (٤٥١١) صحیح مسلم - الطلاق (١٤٧٦) سنن أبي داود - النکاح (٢١٣٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٧٦)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ آپ ﷺ کسی زوجہ محترمہ کی باری میں دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے جانا چاہتے تھے تو اس سے اجازت لے کر، بغیر اجازت کے نہیں، حالانکہ یہ آیت نازل ہو چکی تھی تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ الخ، حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے اس آیت کی تفسیر بھی معلوم ہو رہی ہے وہ یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ اپنی ازواج میں سے جب چاہیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس بلائیں اور جس کو چاہیں دور رکھیں، ارجاء کے اصل معنی تاخیر کے ہیں اور یہاں اس سے مراد ترک بیتوتت ہے اور ایواء اس کا مقابل ہے یعنی بیتوتت اور شب باشی۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں مجامعت اور ترک مجامعت میں اختیار، اور ایک تفسیر اس کی یہ ہے کہ اس میں آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے امساک اور تطلیق کے درمیان کہ ان ازواج میں سے جس کو آپ ﷺ طلاق دینا چاہیں طلاق دیں اور جس کو نکاح میں باقی رکھنا چاہیں باقی رکھیں وغیرہ، والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي قاله المنذري۔

٢١٣٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ بَابَنُوسَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى النِّسَاءِ، - تَعْنِي فِي مَرَضِهِ - فَاجْتَمَعْنَ، فَقَالَ: «إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَدُورَ بَيْنَكُنَّ، فَإِنْ رَأَيْتُنَّ أَنْ تَأْذَنَّ لِي فَأَكُونَ عِنْدَ عَائِشَةَ، فَعَلْتُنَّ فَأَذِنَّ لَهُ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (اپنے مرض الوفاۃ) میں تمام ازواج مطہرات کو بلایا جب سب ازواج جمع ہو گئیں تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ اب مجھ میں اتنی طاقت نہیں رہی کہ تم سب کے پاس باری باری رات گزاروں پس اگر تم سب مجھ کو اجازت دو تو میں عائشہؓ کے پاس رہ لوں۔ اس پر ان سب ازواج نے آپ ﷺ کو اس کی اجازت دے دی۔

تخریج سنن أبي داود - النکاح (٢١٣٧) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٦١٨)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے اپنے مرض الوفاۃ میں جملہ ازواج مطہرات کو بلا کر یہ فرمایا کہ اب مجھ میں اتنی طاقت نہیں رہی کہ تم سب کے پاس باری باری رات گزاروں پس اگر تم مناسب سمجھو یہ بات کہ مجھ کو اس بات کی اجازت دے دو کہ میں عائشہؓ کے پاس رہوں، تو ایسا ضرور کر لو، اس پر ان سب نے آپ ﷺ کو اس کی اجازت دے دی، اس مضمون حدیث کو حضرت شیخؒ "خصائل نبوی" میں اسطرح تحریر فرماتے ہیں، حضور ﷺ کے مرض کی ابتداء سر کے درد سے ہوئی اس روز

حضور اقدس ﷺ حضرت عائشہؓ کے مکان میں تھے، اسکے بعد حضرت میمونہؓ کی باری کے دن میں مرض میں شدت پیدا ہوئی اسی حالت میں حضور ﷺ بیبیوں کی باری کی تقسیم پوری فرماتے رہے مگر جب مرض میں زیادہ شدت ہوگئی تو حضور ﷺ کے ایماء پر تمام بیبیوں نے حضرت عائشہؓ کے مکان پر بیماری کے ایام گزارنے کو اختیار کرلیا تھا اسلئے حضرت عائشہؓ کے دولت کدہ پر حضور ﷺ کا وصال ہوا الی آخرہ [1]۔

۲۱۳۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا، وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ».

ترجمہ زوجہ رسول ﷺ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب کسی سفر میں جانے کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، پس قرعہ اندازی میں جس بیوی کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے اور حضور ﷺ ہر عورت کیلئے ایک دن اور ایک رات مقرر کرتے، سوائے سودہ بنت زمعہؓ کے کیونکہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی۔

تخریج صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٥٤) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥١٨) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٤٢) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٢٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٧٣) صحيح البخاري - النكاح (٤٩١٤) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٤٥) صحيح مسلم - التوبة (٢٧٧٠) سنن أبي داود - النكاح (٢١٣٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٧٠) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٤٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١١٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٩/٦)

شرح الحدیث **حدیث سے متعلق فقہی اختلافی مسئلہ:** مضمون حدیث واضح ہے لیکن مسئلہ اختلافی ہے، حضور اکرم ﷺ کے بارے میں تو اختلاف ہے کہ آپ ﷺ پر قسم بین الزوجات واجب تھا یا نہیں لیکن آپ ﷺ کے غیر کے لئے امام شافعیؒ واحمدؒ کا مذہب یہ ہے جس شخص کے متعدد بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے صرف بعض کیساتھ سفر کرنا چاہتا ہو تو اس صورت میں ان دونوں اماموں کے نزدیک قرعہ اندازی واجب ہے اور حنفیہ مالکیہ کے نزدیک واجب نہیں، ان دونوں کے نزدیک سفر کی حالت میں قسم واجب نہیں، ہاں افضل اور سنت ضرور ہے، پھر امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک اگر قرعہ اندازی نہیں کی اور کسی ایک کو اپنے ساتھ لے گیا تو مدت سفر کی قضا واجب ہوگی اور اگر قرعہ اندازی کے بعد لے گیا تو پھر قضا واجب نہ ہوگی، حنفیہ ومالکیہ کے یہاں مطلقاً قضاء واجب نہ ہوگی (منہل [2])۔

---

[1] شمائل ترمذی مع شرح خصائل نبوی ﷺ - ص ٣٢٤-٣٢٥

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود - ج ٤ ص ٢٨-٣١

٤٠- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِطُ لَهَا دَارَهَا

مرد نکاح کے وقت بیوی کی شرط قبول کرلے کہ وہ اس عورت کو اسکے میکے ہی میں رکھے گا، کیا ایسی شرط کا پورا کرنا ضروری ہے؟

۲۱۳۹- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ أَحَقَّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا [1] بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ».

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تمام شرطوں میں اس شرط کا پورا کرنا زیادہ ضروری ہے جس کے سبب تم نے شرمگاہیں حلال کی ہیں (یعنی جو عقد نکاح کے وقت لگائی جائے)۔

تخریج: صحیح البخاري - الشروط (۲۵۷۲) صحیح البخاري - النکاح (۴۸۵٦) صحیح مسلم - النکاح (۱٤۱۸) جامع الترمذي - النکاح (۱۱۲۷) سنن النسائي - النکاح (۳۲۸۱) سنن النسائي - النکاح (۳۲۸۲) سنن أبي داود - النکاح (۲۱۳۹) سنن ابن ماجه - النکاح (۱۹۵٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٥٠) سنن الدارمي - النکاح (۲۲۰۳)

شرح الحدیث: یعنی تمام شرطوں میں اس شرط کا پورا کرنا بہت زیادہ ضروری ہے جو عقد نکاح کے وقت لگائی جائے، یہ حدیث تو ایک قاعدہ کلیہ کے درجہ میں ہے، اس قاعدہ کی جزئیات میں یہ مسئلہ بھی آجاتا ہے جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے یعنی اشتراط دار، مصنفؒ کے ترجمہ میں کچھ استنباط کی شان ہے، یہ اپنے مقام پر گزر چکا ہمارے یہاں سنن ابی داؤد کے تراجم جامع ترمذی کے تراجم سے اونچے ہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ نے اس پر ترجمہ یہ باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّرْطِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ۔

مسئلہ مترجم بہا میں علماء کا اختلاف: اسکے بعد آپ سمجھیے کہ شرط دار کا ایفاء ائمہ میں سے صرف امام احمدؒ کے یہاں واجب ہے اگرچہ امام ترمذیؒ نے تو امام شافعیؒ کا قول بھی یہی لکھا ہے لیکن حافظؒ نے اس پر تعقب کیا ہے اور لکھا ہے: النَّقْلُ فِي هَذَا عَنِ الشَّافِعِيِّ غَرِيبٌ [2]، امام ترمذیؒ نے بعض صحابہؓ کا بھی یہ مسلک لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں: مِنْهُمْ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: إِذَا تَزَوَّجَ رَجُلٌ امْرَأَةً وَشَرَطَ لَهَا أَنْ لَا يُخْرِجَهَا مِنْ مِصْرِهَا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُخْرِجَهَا، پھر آگے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَرُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ: شَرْطُ اللَّهِ قَبْلَ شَرْطِهَا كَأَنَّهُ رَأَى لِلزَّوْجِ أَنْ يُخْرِجَهَا وَإِنْ كَانَتْ اشْتَرَطَتْ عَلَى زَوْجِهَا أَنْ لَا يُخْرِجَهَا، وَذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَبَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ [3]۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے، فقہاء اور شراح حدیث نے لکھا ہے کہ شرطیں تین طرح کی ہو سکتی ہیں: ① پہلی قسم الشرائط التی فیہا نفع محض للمرأۃ مثلاً اشتراط دار یا عدم التزوج بالغیر، یا عدم التسری (کہ عورت یہ شرط لگائے کہ میری موجودگی میں تم کنیز اپنے پاس نہیں رکھ سکو گے) اور اس جیسی شرطیں، اس قسم کی شرطوں کا

---

[1] تُوفُوا کو دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے تُوْفُوا بالتخفیف، اور تُوَفُّوا بالتشدید، پہلی صورت میں باب افعال سے اور دوسری صورت میں باب تفعیل سے۔

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۹ ص ۲۱۸

[3] جامع الترمذي - كتاب النكاح - باب ما جاء في الشرط عند عقدة النكاح ۱۱۲۷

ایفاء صرف حنابلہ کے نزدیک واجب ہے دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں، اور ② دوسری قسم الشرائط التی فیها ضرر محض للمرأة، مثلاً عدم مهر کی شرط لگانا یا عدم النفقه والسکنی کی شرط، ان کا ایفاء کسی کے نزدیک جائز نہیں، اور ③ تیسری قسم الشرائط التی یقتضیها العقد، جو شرطیں مقتضائے عقد کے موافق ہیں جیسے عشرت بالمعروف (بیوی کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور مہر ایسے ہی سکنی نفقہ وغیرہ) ان شرائط کا پورا کرنا سب کے نزدیک واجب ہے، بلکہ یہ چیزیں بغیر شرط کے بھی ضروری ہیں۔

٤١ ـ بَابٌ فِي حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ

عورت پر شوہر کے حقوق کے بیان میں

٢١٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ: رَسُولُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ. قَالَ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنِّي أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ. قَالَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ؟» قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: «فَلَا تَفْعَلُوا، لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ».

ترجمہ: حضرت قیس بن سعدؓ سے روایت ہے کہ میں حیرہ (عراق کے ایک شہر کا نام ہے) میں آیا تو میں نے دیکھا کہ یہاں کے بعض لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس مرزبان کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو سجدہ کریں۔ پھر جب میں رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس آیا تو میں نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ میں حیرہ گیا تھا اور میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں اور آپ ان کے مقابلہ میں اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: بھلا کیا تو جب میری قبر پر آئے گا تو سجدہ کرے گا؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تو پھر زندگی میں بھی سجدہ نہ کرو۔ (آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مزید فرمایا) اگر میں کسی کیلئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ اس حق کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ نے ان پر مقرر کیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود ـ النكاح (٢١٤٠) سنن الدارمي ـ الصلاة (١٤٦٣)

شرح الحدیث: قیس بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں گیا، حیرہ بکسر الحاء عراق کے ایک شہر کا نام ہے تو وہاں کے بعض لوگوں کو میں نے دیکھا وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس مرزبان کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو سجدہ کریں، یہ جب سفر سے واپس ہوئے تو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اس بات کا تذکرہ کیا اور اپنے اس گمان کا بھی تذکرہ کہ آپ زیادہ مستحق ہیں اس بات کے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو سجدہ کیا جائے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے اس کا بڑا حکیمانہ جواب دیا کہ اچھا یہ بتا جب میں مر جاؤں گا اور اپنی قبر میں پہنچ جاؤں گا تو کیا تو اس وقت بھی میری قبر کو سجدہ کرے گا؟ میں نے صاف انکار کیا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایسی بات کیوں کہتے ہو، پھر آگے جو حدیث میں ہے وہ ظاہر ہے جو ترجمۃ الباب سے متعلق ہے۔

٢١٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلاتا ہے اور بیوی انکار کرتی ہے اور شوہر رات بھر اس غصہ میں رہتا ہے تو فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٦٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٩٧) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٩٨) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٦) سنن أبي داود - النكاح (٢١٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٤٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٨٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٨٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥١٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٣٨) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٨)

٤٢ - بَابٌ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا

عورت کے شوہر پر حقوق کا بیان

٢١٤٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو قَزَعَةَ الْبَاهِلِيُّ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: «أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَلَا تُقَبِّحْ أَنْ تَقُولَ: قَبَّحَكِ اللهُ".

ترجمہ: حضرت معاویہؓ بن حیدہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کھانا کھاؤ تو اپنی بیوی کو بھی کھلاؤ اور جب تم کپڑے (بنا کر) پہنو تو اسے بھی کپڑے (بنوا کر) پہناؤ (بعض نسخوں میں إِذَا اكْتَسَبْتَ ہے یعنی تم اپنی جمع پونجی سے جب کپڑے بناؤ تو اس کیلئے بھی کپڑے بناؤ) اور تم اس کے چہرے پر مت مارو اور نہ ہی تم اس کو برا بھلا کہو اور تم (جب ضرورت کے موقعہ پر اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرو تو تم) اس سے جدائی اختیار مت کرو مگر گھر میں رہتے ہوئے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: وَلَا تُقَبِّحْ کا معنیٰ یہ ہے کہ تم اپنی بیوی سے یوں نہ کہو: اللہ تمہارا ناس کرے۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (٢١٤٢) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٥٠)

شرح الحدیث: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ مضمون حدیث واضح ہے، آگے حدیث میں ہے، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، یعنی چہرہ پر مت مار، چہرہ پر مارنے کی ویسے مطلقاً بھی ممانعت آئی ہے وَلَا تُقَبِّحْ اور نہ اس کو کوئی سخت بات کہہ

گالی وغیرہ یا بددعا، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ یعنی اگر تادیباً واصلاحاً تو اس سے جدائی اختیار کرے تو صرف گھر میں، یعنی یہ نہیں کہ گھر سے بھی باہر چلا جائے بلکہ زائد سے زائد یہ کرے کہ گھر میں رہتے ہوئے اس کے پاس نہ جائے۔

۲۱۴۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، نِسَاؤُنَا مَا نَأْتِي مِنْهُنَّ وَمَا نَذَرُ، قَالَ: «ائْتِ حَرْثَكَ أَنَّى شِئْتَ، وَأَطْعِمْهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَاكْسُهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تُقَبِّحِ الْوَجْهَ، وَلَا تَضْرِبْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى شُعْبَةُ «تُطْعِمُهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَبْتَ».

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم کے دادا (معاویہ بن حیدہؓ) سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم اپنی ازواج کے بدن کے کس حصہ سے فائدہ اٹھائیں اور کس کو ترک کریں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی بیوی کے صرف کھیتی کی جگہ سے فائدہ اٹھاؤ جس طرح چاہو، اور جب تو کھانا کھائے تو اس کو بھی کھلا اور جب تو کپڑا پہنے تو اس کو بھی پہنا اور اس کے چہرے کو مار کر بد نمامت کر اور نہ ہی اس کو مار۔ ابو داودؒ نے کہا کہ شعبہ کی روایت میں اس طرح ہے: تُطْعِمُهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (۲۱٤۳) سنن ابن ماجه - النكاح (۱۸۵۰)

شرح الحدیث: بہز بن حکیم کے دادا کا نام ہے معاویہ بن حیدہ، وہ کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم اپنی ازواج کے بدن کے کس حصہ سے متمتع ہوں اور کس کو ترک کریں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ائْتِ حَرْثَكَ أَنَّى شِئْتَ یعنی اپنی زوجہ کے صرف محل حرث سے متمتع ہو کیفیت اس کی جو کچھ بھی ہو، انی شئت کے دو معنی آتے ہیں "کیف شئت" اور من این شئت" یہاں پہلے مراد ہیں جس کا قرینہ لفظ حرث ہے اسلئے کہ کھیتی کا محل متعین ہے یعنی قبل، دبر محل حرث نہیں ہے اس لئے دوسرے معنی مراد نہیں ہو سکتے، چنانچہ اپنی بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر بالاتفاق حرام ہے، اس میں حضرت ابن عمرؓ کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے جیسا کہ آگے اسی کتاب میں "باب فی جامع النکاح" میں روایت آرہی ہے فانتظروا۔

وَلَا تُقَبِّحِ الْوَجْهَ: یعنی اسکے چہرہ کو خراب نہ کر مار کر اور یا یہ مطلب ہے: لاتقل: قبح الله وجهك ولا تضرب یا تو چہرہ پر مارنا مراد ہے یا مطلق ضرب، اگر چہرہ مراد ہے تب تو ظاہر ہے اور مطلق کی صورت میں بلا کسی معقول وجہ کے مارنا مراد ہو گا، بذل المجہود میں فتاویٰ قاضی خان سے نقل کیا ہے کہ شوہر کو بیوی کو مارنے کا چار وجہ سے حق پہنچتا ہے: ① ترک زینت زوج اگر اس کو زینت کا حکم کرتا ہے اور وہ نہ مانے، ② ترك الاجابة اذا اراد الجماع وهي طاهرة، ③ ترك الصلوة في بعض الروايات، اور امام محمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ ترک صلوٰۃ پر اسکو مارنے کا حق نہیں ہے اور عورت کا غسل جنابت یا غسل حیض کا ترک کرنا یہ بمنزلہ ترک صلوۃ کے ہے، ④ الخروج عن منزله بغير اذنه [1]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۰ ص ۱۸٤

٢١٤٤ - أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْمُهَلَّبِيُّ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَزِينٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ دَاوُدَ الْوَرَّاقِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا تَقُولُ: فِي نِسَائِنَا قَالَ: «أَطْعِمُوهُنَّ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَاكْسُوهُنَّ مِمَّا تَكْتَسُونَ، وَلَا تَضْرِبُوهُنَّ، وَلَا تُقَبِّحُوهُنَّ».

ترجمہ: حضرت معاویہ قشیری سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ ہم پر ہماری بیویوں کے کیا حقوق ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تم خود کھاؤ اس میں سے ان کو بھی کھلاؤ اور جیسا تم پہنو اس میں سے ان کو بھی پہناؤ اور ان کو نہ مارو اور نہ ان کو برا بھلا کہو۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (٢١٤٤) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٥٠)

٤٣ - بَابٌ فِي ضَرْبِ النِّسَاءِ

عورتوں کو مارنے کے بیان میں

٢١٤٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَإِنْ خِفْتُمْ نُشُوزَهُنَّ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ»، قَالَ حَمَّادٌ: يَعْنِي النِّكَاحَ.

ترجمہ: حضرت ابو حُرّہ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم کو ان کی طرف سے نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کے ساتھ (گھر میں رہتے ہوئے) بستر ے الگ کر دو، حماد کہتے ہیں اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس میں چھوڑ دو سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ جماع کرنا چھوڑ دو۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (٢١٤٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧٣/٥)

شرح الحدیث: فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، قَالَ حَمَّادٌ: يَعْنِي النِّكَاحَ: یعنی خوف نشوز کے وقت میں مرد کو چاہیے کہ بیوی اس سے ترک جماع کر دے۔

٢١٤٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي خَلَفٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: عَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللَّهِ» فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِي ضَرْبِهِنَّ، فَأَطَافَ بِآلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ».

ترجمہ: حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو مت مارو، پھر حضرت عمر آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہو گئیں ہیں۔ تو آپ ﷺ نے مارنے کی اجازت

دیدی، پھر بہت سی عورتیں نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس جمع ہو کر اپنے شوہروں کی شکایتیں کرنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: محمد ﷺ کے اہل خانہ کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر آتی ہیں۔ تم میں سے ایسے مرد اچھے نہیں ہیں۔

تخریج سنن أبي داود- النكاح (٢١٤٦) سنن ابن ماجه- النكاح (١٩٨٥) سنن الدارمي- النكاح (٢٢١٩)

٢١٤٧- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَوْدِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُسْلِيِّ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهُ».

ترجمہ حضرت عمر فاروق ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی سے اپنی بیوی کو مارنے پر پوچھ نہیں ہو گی۔

تخریج سنن أبي داود- النكاح (٢١٤٧) سنن ابن ماجه- النكاح (١٩٨٦)

شرح الحدیث یعنی اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے مارا تو اس مارنے والے سے یعنی شوہر سے یہ سوال نہ کیا جائے کہ تم نے اسکو کس وجہ سے مارا، یعنی کسی کے نجی اور خانگی مسائل میں دخل نہیں دینا چاہیئے خاص طور سے اس قسم کی ناگوار بات، لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب شوہر حد سے تجاوز نہ کر رہا ہو، کذا فی البذل [1]، اور دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی سے بروز قیامت بیوی کے مارنے پر گرفت نہیں کی جائیگی، کیونکہ بوقت حاجت ضرب کی اجازت قرآن کریم سے ثابت ہے۔

٤٤- بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنْ غَضِّ الْبَصَرِ

نگاہیں نیچی رکھنے کے حکم کے بیان میں

٢١٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرَةِ الْفَجْأَةِ؟ فَقَالَ: «اصْرِفْ بَصَرَكَ».

ترجمہ حضرت جریر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ (عورت پر) اچانک نظر پڑ جانے کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنی نگاہ پھیر لے۔

تخریج صحيح مسلم - الآداب (٢١٥٩) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٧٦) سنن أبي داود - النكاح (٢١٤٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٥٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٦١) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٤٣)

٢١٤٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ الْإِيَادِيِّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: «يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٠ ص ١٩٢

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اے علی! ایک دفعہ نظر ڈالنے کے بعد دوسری نظر مت ڈالو اسلئے کہ پہلی نظر تو جائز ہے (عدم قصد کی وجہ سے) مگر دوسری نگاہ جائز نہیں (یعنی قصد کی وجہ سے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (۲۷۷۷) سنن أبي داود - النكاح (۲۱٤۹) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۳/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۷/۵)

شرح الحدیث: یعنی اگر کسی نامحرم پر بلا قصد نظر پڑ جائے تو اسکے بعد پھر قصداً اس کو نہ دیکھے، آگے اسکی وجہ مذکور ہے اسلئے کہ تیرے لئے پہلی بار دیکھنا تو جائز تھا (یعنی عدم قصد کیوجہ سے) اور دوسری مرتبہ دیکھنا جائز نہیں (یعنی قصد کیوجہ سے) بعض علماء نے لکھا ہے، لكَ الأُولى، میں جواز تو آہی گیا بلکہ اس میں نفع کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ لام نفع کیلئے آتا ہے، لہذا گر کوئی شخص نامحرم پر نظر پڑنے کے بعد فوراً اپنی نظر کو ہٹائے گا تو اس کیلئے اس میں منفعت ہے، میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ اس احتیاط اور تقویٰ کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس پر یہ انعام فرماتے ہیں کہ اس کو عبادات میں حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

۲۱٤۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، لِتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا».

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت اپنا بدن دوسری عورت سے نہ ملائے کہ (پھر بعد میں) اپنے شوہر کے پاس جاکر اس کا پورا حلیہ بیان کرے (اور اس طرح اس کا نقشہ کھینچے) گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٩٤٢) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٤٣) جامع الترمذي - الأدب (۲۷۹۲) سنن أبي داود - النكاح (۲۱۵۰) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۸۷/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٤٠/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٦٠/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٦٢/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٦٤/۱)

شرح الحدیث: مباشرۃ بمعنی مس البشرۃ بشرہ بمعنی جلد یعنی بدن سے بدن کو چھونا، مطلب یہ ہے کوئی عورت دوسری عورت سے اسلئے نہ زیادہ گھلے ملے کہ پھر اپنے زوج کے پاس جاکر اس کا پورا حلیہ بیان کرے اور اس طرح اس کا نقشہ کھینچے گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے، بعض عورتوں میں اس طرح کی عادت ہوا کرتی ہے اسی لئے اس سے منع فرمایا جارہا ہے، اس بیوقوف کو یہ خبر نہیں کہ اگر اس کے شوہر کو وہ عورت اس کے بیان کی وجہ سے پسند آگئی تو اس کا کیا انجام ہوگا۔

۲۱۵۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً فَدَخَلَ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقَضَى حَاجَتَهُ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَهُمْ: «إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّهُ يُضْمِرُ مَا فِي نَفْسِهِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا: پھر آپ ﷺ اپنی بیوی زینب بنت جحشؓ کے پاس گئے اور ان سے اپنی ضرورت پوری فرمائی، اس کے بعد آپ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے

اور فرمایا: عورت شیطان کے روپ میں سامنے آتی ہے پس جس شخص کو شیطان گناہ پر ابھارے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے، اس طرح کرنے سے اس کے دل میں جو وسوسہ ہوگا وہ کمزور پڑ جائے گا۔

تخریج صحیح مسلم - النکاح (۱۴۰۳) جامع الترمذی - الرضاع (۱۱۵۸) سنن أبي داود - النکاح (۲۱۵۱) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۳۳۰/۳) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۳۴۱/۳) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۳۴۸/۳) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۳۹۵/۳)

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی نظر کسی عورت پر پڑی (آپ ﷺ کو وہ بھلی معلوم ہوئی کمافی روایة: فأعجبته) اس کے بعد آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں سے زینب بنت جحشؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے قضائے حاجت فرمائی اس کے بعد باہر مجلس میں صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے، جس شخص کو اس سے واسطہ پڑ جائے یعنی دیکھنے کا تو اس کو چاہیئے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرے اس لئے کہ ایسا کرنے سے اس کے دل میں اجنبیہ کے دیکھنے کی جو خواہش پیدا ہوئی ہے وہ مضمحل ہو جائے گی۔

یہ مضمون حدیث بروایت ابن مسعودؓ دارمی میں بھی ہے اس میں ایک لفظ کی زیادتی ہے: رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ [1]، یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ کسی عورت کا اچھا لگنا یہ نقص نہیں بلکہ اس میں شائبہ نقص بھی نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ اور پھر اخیر میں ہے وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ [2]، پھر یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ راوی یہ بات کیسے کہہ رہا ہے کہ آپ ﷺ کو وہ عورت پسند آئی اور راوی نے اس امر مخفی کی جرأت کیسے کی، جواب اس کا یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بات ان صحابیؓ سے خود حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمائی تعلیم امت کیلئے کہ اگر آپ ﷺ کے کسی امتی کو اس طرح کی بات پیش آئے اور پیش آنا ضروری بھی ہے، تو پھر ایسے وقت میں آدمی کو کیا کرنا چاہیئے، دراصل آپ ﷺ کی بعثت تعلیم فعلی کیلئے تھی تاکہ امت کے سامنے ہر چیز کا نمونہ آجائے، اسکی بہت سی نظیریں ہیں لیلۃ التعریس میں نماز کا قضا ہونا نماز کے اندر مختلف قسم کے سہو پیش آنا تاکہ ہر قسم کے سہو کا حکم الگ الگ معلوم ہو جائے، قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے، ایسے ہی نکاح طلاق کے واقعات، ان کا بھی صدور آپ ﷺ سے کرایا گیا وغیرہ وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ [1] مِمَّا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا،

---

[1] سنن الدارمی - کتاب النکاح - باب الرجل یری المرأة فیخاف علی نفسه ۲۲۱۵

[2] حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے بعد اور نہ یہ کہ ان کے بدلے کرلے اور عورتیں اگرچہ خوش لگے تجھ کو ان کی صورت (سورة الأحزاب ۵۲)

[1] أصل اللمم والإلمام المیل إلی الشیٔ وطلبه من غیر مداومة، یعنی کبھی کبھی کسی شی کیطرف مائل ہونا اور اس کو طلب کرنا بلا مواظبت کے، ومعنی الآیتین ان اجتناب الکبائر یسقط الصغائر وهی اللمم. وفسره ابن عباس رضی اللہ عنہ بما فی هذا الحدیث من النظر واللمس ونحوهما. وهو الصحیح فی تفسیر اللمم. وقیل: أن یلم بالشیٔ ولا یفعله، وقیل: المیل إلی الذنب ولا یصر علیه قاله النووی اه من المنهل (فتح الملك المعبود تکملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٥٢)

أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ وَيُكَذِّبُهُ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ صغائر (کی تفسیر میں) میں نے ابو ہریرہؓ کی روایت سے بڑھ کر کوئی شے نہیں دیکھی جو حضرت ابو ہریرہ نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے روایت کیا ہے کہ اللہ نے ابن آدم کے حصہ میں زنا کا جتنا حصہ لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور پائے گا پس آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا گفتگو ہے، اور نفس تمنا کرتا ہے اور اس میں خواہش پیدا ہوتی ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اپنی رائے اور اجتہاد سے، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث مرفوع کو آیۃ کریمہ کی تفسیر میں پیش فرمارہے ہیں، اولاً آپ حدیث مرفوع کا مفہوم سمجھیے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے ہر انسان کیلئے زنا مقدر فرمایا ہے جس کو وہ کسی نہ کسی درجہ میں ضرور کرے گا خواہ وہ نظر بد کے ذریعہ ہو خواہ استماع کے ذریعہ اور خواہ قدم کے ذریعہ مظاہر حق میں لکھا ہے: یہاں زنا سے عام مراد ہے زنا حقیقی ہو یا مجازی یعنی مقدمات زنا (بد نظری وغیرہ) جیسا کہ آگے حدیث میں مذکور ہے، پس بعض لوگ زنا حقیقی میں گرفتار و مبتلا ہوتے ہیں اور بعض زنا مجازی میں، لیکن جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بچانا چاہیں وہ محفوظ رہتا ہے گویا یہ حکم باعتبار اکثر کے ہے اھ [1]، اور حضرتؒ نے بذل المجہود میں لکھا ہے: ابن آدم سے مراد ہر ہر فرد نہیں ہے بلکہ جنس مراد ہے اور یا یہ کہیے کہ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں اھ [2]، اور کہا گیا ہے کہ زنا سے مراد سبب زنا وموجب زنا ہے یعنی شہوۃ و میل الی النساء جو کہ ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، اسی طرح وہ حواس وقویٰ جن کے ذریعہ لذت زنا محسوس کرتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ چیزیں سب کے اندر موجود ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے آدمی اس زنا سے محفوظ رہتے ہیں بعض زنا حقیقی ومجازی دونوں سے اور بعض دونوں میں مبتلا و گرفتار ہو جاتے ہیں اور بعض زنا حقیقی سے تو بچ جاتے ہیں اور مقدمات زنا میں پھنس جاتے ہیں، یہ تو ہوا حدیث مرفوع کا مفہوم۔

اب اسکے بعد آپ حضرت ابن عباسؓ کی رائے کو سمجھیے قرآن کریم کی سورۂ والنجم میں ارشاد عالی ہے: اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ [3] اس آیت کریمہ میں نیکوکاروں کے اوصاف بیان کئے جارہے ہیں کہ وہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے اور فاحش گناہوں سے بچتے ہیں البتہ معمولی اور چھوٹے گناہ کبھی کبھی ان سے سرزد ہو جاتے ہیں گویا لمم یعنی صغائر کے گاہے گاہے ارتکاب سے آدمی نیکوکار ہونے سے خارج نہیں ہوتا، حضرت ابن عباسؓ کا مقصود حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث مرفوع نقل کرنے سے لمم کی تفسیر بیان کرنا ہے، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور وہ آنکھوں کا زنا نظر ہے اور آدمی کی زبان بھی زنا کرتی ہے، اور وہ ناجائز زنا وغیرہ سے متعلق بات

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ۱ ص ۱۵۶

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۰ ص ۱۹۷

[3] جو کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی (سورۃ النجم ۳۲)

چیت کرنا ہے، اور نفس اندر ہی اندر خواہش کرتا ہے زنا کی اور آرزو، یہ نفس کا زنا ہوا تو ابن عباسؓ یہ فرمارہے ہیں کہ اس حدیث میں زنا کی جو مختلف قسمیں بیان کی گئی ہیں جو چھوٹی قسم کے زنا ہیں یعنی مقدمات زنا وہ لمم کا مصداق ہو سکتے ہیں اور رہا وہ بڑا زنا جس کا تعلق شرمگاہ سے ہے اس کا تو کبائر اور فواحش میں سے ہونا بدیہی ہے، اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں جن کو ہم نے حاشیہ میں لکھ دیا ہے۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ آخر حدیث کا یہ جملہ وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ وَيُكَذِّبُهُ، اسکی شرح عام طور[1] سے تو یہ کیجاتی ہے اور فرج ان مذکورہ بالا تمام اسباب زنا کی، یا تصدیق کرتی ہے یعنی انکے زنا ہونے کو محقق کر دیتی ہے جبکہ زنا بالفرج میں آدمی مبتلا ہو جائے یا تکذیب کرتی ہے یعنی ان اسباب زنا کو زنا ہونے سے روک دیتی ہے جس صورت میں آدمی زنا بالفرج میں مبتلا نہ ہو، حاصل یہ کہ نظر اور نطق وغیرہ افعال کے بعد جن کو زنا کہا جارہا ہے اگر زنا حقیقی کا صدور ہو گیا تب تو ان افعال کا زنا ہونا ثابت ہو گیا اور یہ افعال کبائر میں سے ہو گئے، اور اگر زنا حقیقی کو ترک کر دیا تو ان افعال کے زنا ہونیکی تردید اور تکذیب ہو گئی پس یہ بجائے کبائر ہونے کے صغائر ہی رہے، اور ظاہر ہے کہ اسی صورت میں یہ افعال لمم کا مصداق بنیں گے جس کو ابن عباسؓ فرمارہے ہیں ورنہ پہلی صورت میں تو انکا کبائر میں سے ہونا بدیہی ہے، غرضیکہ شراح یہ کہتے ہیں کہ تصدیق فرج سے اشارہ وقوع الزنا بالفرج کی طرف ہے، اور تکذیب سے عدم وقوع کی طرف۔

شرح الحدیث میں حضرت شیخؒ کی رائے: اور ہمارے حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تصدیق فرج سے مراد انتشار آلہ ہے اور تکذیب سے عدم انتشار یعنی نظر کے بعد اگر شرمگاہ میں حس و حرکت وانتشار ہو تو سمجھو کہ وہ نظر زنا العین ہے اور اگر انتشار نہیں ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ نظر بالشہوت نہ تھی لہذا زنا العین بھی نہ تھی، واللہ تعالیٰ اعلم، احقر نے اس حدیث کی شرح شراح کے کلام میں کئی بار غور کرنے کے بعد لکھی ہے، واللہ الموفق، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي قاله المنذري (عون)۔

٢١٥٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لِكُلِّ ابْنِ آدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا» بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: «وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ فَزِنَاهُمَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلَانِ تَزْنِيَانِ فَزِنَاهُمَا الْمَشْيُ، وَالْفَمُ يَزْنِي فَزِنَاهُ الْقُبَلُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر آدمی کیلئے زنا کا ایک حصہ مقرر ہے (آگے گزشتہ روایت کے مطابق ہے البتہ یہ اضافہ ہے) اور دونوں ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور انکا زنا پکڑنا ہے اور قدم بھی زنا

---

[1] اور ملا علی قاریؒ نے يُصَدِّقُ ذٰلِكَ کا تعلق صرف آخری جملہ والنفس تمنى وتشتهي سے قرار دیا ہے یعنی نفس زنا کی تمنا اور خواہش کرتا ہے اور فرج اس تمنا اور خواہش کی تصدیق کرتی ہے یا تردید، یعنی اس تمنا کو عملی جامہ پہنانا یہ عمل ہے فرج کا کبھی وہ اسکو عملی جامہ پہناتی ہے اور کبھی نہیں، ۱۲ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ۱ ص ۲۵۶)

کرتے ہیں اور انکا زنا چلنا ہے اور منہ بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا بوسہ لینا ہے

شرح الحدیث: قبل قبلہ کی جمع ہے یعنی آدمی کے منہ کا زنا تقبیل ہے۔

۲۱۵۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: «وَالْأُذُنُ زِنَاهَا الِاسْتِمَاعُ»

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے یہی حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کانوں کا زنا سننا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري-الاستئذان(٥٨٨٩)صحيح البخاري-القدر(٦٢٣٨)صحيح مسلم-القدر(٢٦٥٧)سنن أبي داود-النكاح(٢١٥٢) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢٧٦/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣١٧/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٢٩/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٤٣/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٤٤/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٤٩/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٧٢/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٧٩/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٤١١/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٤٣١/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٥٢٨/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٥٣٥/٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٥٣٦/٢)

٤٥- بَابٌ فِي وَطْءِ السَّبَايَا

جنگ میں میں قید کردہ عورتوں سے جماع کے بیان میں

سبایا سبیۃ کی جمع ہے فعیلۃ بمعنی مفعولۃ، قید کردہ عورتیں (باندیاں)۔

۲۱۵۵- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعْثًا إِلَى أَوْطَاسَ فَلَقُوا عَدُوَّهُمْ فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ ﴿ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ [1] ﴾ أَيْ: فَهُنَّ لَهُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جنگ حنین میں ایک لشکر اوطاس کی طرف روانہ کیا۔ (اوطاس دیار ہوازن میں ایک وادی ہے) پس ان کی اپنے دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی اور انہوں نے ان سے قتال کیا اور ان پر غالب ہوگئے اور انکی عورتیں گرفتار ہو کر آئیں۔ پس بعض اصحاب رسول ﷺ نے ان باندیوں سے جماع کرنے کو گناہ خیال کیا کیونکہ انکے کافر شوہر موجود تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ترجمہ) نیز وہ عورتیں (تم پر حرام ہیں) جو دوسرے شوہروں کے نکاح میں ہوں، البتہ جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں آجائیں (وہ مستثنیٰ ہیں جب عدت پوری کر چکیں)۔

[1] اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ (سورۃ النساء ۲۴)

تخریج: صحيح مسلم - الرضاع (١٤٥٦) جامع الترمذي - النكاح (١١٣٢) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠١٦) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠١٧) سنن النسائي - النكاح (٣٣٣٣) سنن أبي داود - النكاح (٢١٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٤/٣) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩٥)

شرح الحدیث: **غزوۂ اوطاس**: حنین ایک وادی ہے مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان علی بضعة عشر میلاً من مکة، جہاں مشہور غزوہ ہوا، غزوۂ حنین فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ میں ہوا، اور اوطاس ایک وادی ہے دیار ہوازن میں اور کہا گیا ہے: هو موضع عند الطائف وهو غير وادي حنين علي الراجح، یعنی حضور اقدس ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا موضع اوطاس میں جس کا منشأ یہ ہوا کہ جب حضور ﷺ غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے جو کہ قبیلۂ ہوازن کیساتھ ہوا تھا تو ایک دستہ (مختصر جماعت) ہوازن کی اوطاس میں آکر جمع ہوگئی اور وہاں آکر قبیلۂ ثقیف کے ساتھ شامل ہوگئی، آپ ﷺ نے انکے مقابلہ کیلئے ایک جماعت بھیجی (جیسا کہ یہاں ابوداؤد کی روایت میں مذکور ہے) یہ جماعت ان کفار پر بحمد اللہ تعالیٰ غالب آگئی اور مشرکین کی بہت سی عورتیں بھی اس نے قید کرلی جن میں بعض ایسی بھی تھیں جو شادی شدہ تھیں اور ان کے ازواج بھی زندہ اور موجود تھے، تقسیم کے بعد جن مجاہدین کے حصہ میں اس قسم کی عورتیں آئیں تو ان کو ان سے وطی کرنے میں اشکال ہوا کہ ان کے تو مشرک شوہر زندہ اور موجود ہیں پھر ان سے وطی کیسے کی جائے؟ جیسا کہ راوی کہہ رہا ہے تحرّجوا من غشيانهن، تو اس پر یہ آیت کریمہ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ نازل ہوئی، یعنی جو عورت کسی کے نکاح میں ہو وہ اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کیلئے حرام ہے مگر وہ منکوحہ عورت جو دارالحرب سے قید کرکے لائی گئی ہو تو وہ جس شخص کے حصہ میں آئے گی اس کیلئے حلال ہوگی انقضاءِ عدت (ایک حیض) کے بعد۔

سبایا سے متعلق چند مسائل فقہیہ: یہاں پر چند مسئلے ہیں بعض ان میں سے اختلافی ہیں: ① جس مسبیہ کا اس آیتِ کریمہ میں استثناء کیا گیا ہے اس سے مراد وہ کافرہ عورت ہے جس کو تنہا (بغیر اسکے شوہر کے) قید کرکے دارالاسلام لایا گیا ہو اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک تباین دارین سے فرقت واقع ہوتی ہے نفس قید سے واقع نہیں ہوتی، اس مسئلہ میں شافعیہ وغیرہ کا اختلاف مشہور ہے ان کے نزدیک اگر زوجین مشرکین دونوں کو قید کرکے لایا جائیگا تب بھی وہ مسبیہ سابی کیلئے حلال ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک نفس سبی سے فرقت واقع ہو جاتی ہے۔

② مسبیہ مشرکہ جو کتابیہ نہ ہو وہ مسلمان کیلئے حلال نہیں جب تک اسلام نہ لائے، البتہ اگر وہ کتابیہ ہو تو حلال ہے یہ مسئلہ حنفیہ وشافعیہ کے یہاں اتفاقی ہے اور اس حدیث میں جن سبایا کا ذکر ہے وہ سب مشرکات تھیں یعنی پہلے سے لہٰذا یہاں یہ تاویل کی جائے گی وہ اسلام لے آئی ہوں گی، امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ تاویل اور توجیہ یہاں پر ضروری ہے (بذل[1])۔

③ تیسرا مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ اس آیۃ کریمہ میں جس مملوکہ کا استثناء کیا گیا ہے اس سے مراد عند الجمهور والائمة الاربعة

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٠ ص ٣٥، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٢٠٠

مملوکہ باسبی ہے یعنی وہ منکحوحۃ الغیر جس کا کوئی مسلمان مالک ہو جائے اسکو قید کرنیکی وجہ سے جو منکحوحۃ الغیر مملوکہ بالشراء ہو اسکا یہ حکم نہیں ہے یعنی وہ مشتری کیلئے حلال نہ ہوگی کیونکہ شراء امہ سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا بخلاف قید کے کہ اس سے نکاح عند الجمہور فسخ ہو جاتا ہے، لیکن اس مسئلہ میں سیدنا ابن عباسؓ کا اختلاف منقول ہے ان کے نزدیک مملوکہ بالشراء کا حکم بھی یہی ہے (بذل) والحدیث أخرجہ مسلم والترمذی والنسائی اھ عون عن المنذری۔

۲۱۵۶ ۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةٍ فَرَأَى امْرَأَةً مُجِحًّا فَقَالَ: «لَعَلَّ صَاحِبَهَا أَلَمَّ بِهَا؟» قَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَلْعَنَهُ لَعْنَةً تَدْخُلُ مَعَهُ فِي قَبْرِهِ، كَيْفَ يُوَرِّثُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ؟ وَكَيْفَ يَسْتَخْدِمُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ؟».

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک غزوہ میں ایسی عورت کو دیکھا جو حاملہ تھی اس کے یہاں بچہ کی پیدائش ہونے والی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا شاید اسکے مالک نے اس سے جماع کیا ہے، بعض حاضرین نے آپ ﷺ کی تصدیق کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس شخص کو ایسی بد دعاء دوں جس کا اثر اسکے ساتھ قبر تک جائے، بھلا وہ اس بچہ کو کس طرح وارث بنا سکتا ہے جبکہ اس بچہ کو وارث بنانا اس کیلئے حلال نہیں اور وہ اس بچہ سے کیسے خدمت لے سکتا ہے جبکہ اس سے خدمت لینا جائز نہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - النكاح (۱٤٤١) سنن أبي داود - النكاح (۲۱۵٦) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۹۵/۵) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٤٦/٦) سنن الدارمي - السير (۲٤۷۸)

شرح الحدیث: مجح وہ حاملہ عورت جو قریب الولادۃ ہو، مضمون حدیث یہ ہے آنحضرت ﷺ نے ایک غزوہ میں ایسی عورت کو دیکھا جو حاملہ قریب الولادۃ تھی (آپ ﷺ کو کسی طرح کشف ہوا) اور فرمایا شاید اس باندی کے مالک نے اس کے ساتھ المام (جماع) کیا ہے یعنی قبل الاستبراء اس پر بعض حاضرین نے آپ ﷺ کی تصدیق کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس شخص کو ایسی بد دعاء دوں جس کا اثر اس کے ساتھ قبر تک جائے، نیز فرمایا آپ ﷺ نے کَيْفَ يُوَرِّثُهُ الخ اس کی تشریح یہ ہے کہ موجودہ صورت حال یعنی بغیر استبراء کے وطی کرنے کے بعد اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس وطی کے بعد چھ ماہ گزرنے سے پہلے بچہ پیدا ہو گا یا چھ ماہ کے بعد پہلی صورت میں تو یہ بات متعین ہے کہ یہ پیدا ہونے والا بچہ زوج اول کا ہو گا اور اس واطی کا غلام ہو گا، اور صورت ثانیہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ بچہ زوج کا ہو دوسرا احتمال یہ کہ خود اس واطی کا ہو، یقین کسی ایک جانب کا نہیں، لہذا اب یہ واطی کیا کرے گا؟ اگر اس کو اپنا بچہ قرار دیتے ہوئے اس کو اپنا وارث بناتا ہے تب اشکال اور اگر زوج اول کا قرار دیتے ہوئے اسکو اپنا خادم اور غلام بناتا ہے تب ناجائز، کیونکہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی سی بھی یقینی نہیں ہے پس احد المحظورین کا ارتکاب لازم آتا ہے جو نتیجہ ہے عدم استبراء کا حاصل یہ کہ اس حدیث شریف میں قید کردہ باندی کے ساتھ قبل الاستبراء وطی کرنے پر شدید وعید آپ ﷺ نے فرمائی، اور استبراء غیر حاملہ کا تو ایک حیض ہے

اور حاملہ کا وضع حمل، وھذا أمر متفق علیہ بین الأئمۃ الأربعۃ قال المنذري وأخرجہ مسلم بنحوہ (عون)۔

۲۱۵۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَرَفَعَهُ، أَنَّهُ قَالَ فِي سَبَايَا أَوْطَاسٍ: «لَا تُوطَأُ حَامِلٌ حَتَّى تَضَعَ، وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اوطاس کی قیدی عورتوں کے متعلق فرمایا کہ کسی حاملہ عورت سے صحبت نہ کی جائے جب تک اس کی ولادت نہ ہو لے۔ اور نہ کسی غیر حاملہ عورت سے صحبت کی جائے جب تک کہ اس کو ایک حیض نہ آجائے۔

تخریج: صحیح مسلم - الرضاع (۱۴۵۶) جامع الترمذي - النکاح (۱۱۳۲) جامع الترمذي - تفسیر القرآن (۳۰۱۶) جامع الترمذي - تفسیر القرآن (۳۰۱۷) سنن النسائي - النکاح (۳۳۳۳) سنن أبي داود - النکاح (۲۱۵۷) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۸۴/۳) سنن الدارمي - الطلاق (۲۲۹۵)

۲۱۵۸۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَامَ فِينَا خَطِيبًا. قَالَ: أَمَا إِنِّي لَا أَقُولُ لَكُمْ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَوْمَ حُنَيْنٍ، قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ» - يَعْنِي: إِتْيَانَ الْحَبَالَى - «وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَقَعَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ السَّبْيِ حَتَّى يَسْتَبْرِئَهَا، وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَبِيعَ مَغْنَمًا حَتَّى يُقْسَمَ».

ترجمہ: حضرت رویفع بن ثابت انصاریؓ سے روایت ہے کہ حنش راوی کہتے ہیں کہ رویفع ہمارے درمیان وعظ و نصیحت کرنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ خبردار میں تم سے صرف وہی بات کہتا ہوں جو رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے۔ آپ ﷺ نے حنین کے دن فرمایا جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی سیراب کرے (یعنی حاملہ عورت سے جماع کرے) اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کیلئے جائز نہیں کہ جنگ میں گرفتار شدہ عورتوں سے صحبت کرے جب تک کہ اسکے رحم کی صفائی نہ کرے (یعنی ایک حیض نہ آجائے یا ایک ماہ نہ گزر جائے) اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کیلئے جائز نہیں کہ تقسیم سے پہلے مال غنیمت کو بیچے۔

۲۱۵۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «حَتَّى يَسْتَبْرِئَهَا بِحَيْضَةٍ» زَادَ فِيهِ «بِحَيْضَةٍ». وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَهُوَ صَحِيحٌ فِي حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ. زَادَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ، حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحَيْضَةُ لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ.

ترجمہ: ابن اسحاق کی سند سے گزشتہ حدیث کی طرح مروی ہے کہ جب تک ایک حیض سے استبراء رحم نہ کرے،

اور اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مال غنیمت کے جانور پر سواری کر کے اس کو دبلا کر کے واپس نہ کرے اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مال غنیمت کا کوئی کپڑا پہن کر پرانا کر کے واپس نہ کرے۔ ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ الحَیضَةُ کی زیادتی غیر محفوظ ہے اور یہ ابو معاویہ کا وہم ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (۲۱۵۸) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۰۸/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۰۹/٤) سنن الدارمي - السير (۲٤۷۷)

شرح الأحاديث: يَعْنِي: إِتْيَانَ الْحَبَالَى: حبالی جمع ہے حبلی کی اتیان سے مراد جماع یعنی جو عورت دوسرے شخص کی وطی سے حاملہ ہے اس سے وطی کرنا قبل وضع الحمل حرام ہے فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ مطلب یہ ہے مال غنیمت میں قبل التقسیم تصرف کرنا مثلاً یہ کہ دابہ سے خوب سواری لے اور جب اسکو لاغر و کمزور کر دے تو اسکو مال غنیمت میں رکھ دے یا مال غنیمت میں سے کوئی کپڑا استعمال کیلئے لے اس کو استعمال کرنے کے بعد جب وہ خراب اور پرانا ہو جائے واپس کر دے یہ سب ناجائز اور حرام ہے، یہ حدیث کتاب الجهاد [1] میں آرہی ہے حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهَا، أي جعلها خلقاً خَلَق بمعنی پرانا، إِذَا أَعْجَفَهَا جب اس کو لاغر کر دیا عَجَف بمعنی لاغری، أعجف لاغر والانثى عجفاء جس کی جمع عِجاف آتی ہے، کما في قوله تعالى: سَبْعٌ عِجَافٌ [2]، والحديث سكت عنه المنذري، اه، عون وفي تكملة المنهل وهذه الرواية أخرجها البيهقي من طريق المصنف مختصرة اهـ

٤٦ - بَابٌ فِي جَامِعِ النِّكَاحِ

نکاح کے متفرق مسائل کے بیان میں

یعنی اس باب میں متفرق احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے۔

۲۱٦۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً أَوِ اشْتَرَى خَادِمًا، فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَإِذَا اشْتَرَى بَعِيرًا فَلْيَأْخُذْ بِذِرْوَةِ سَنَامِهِ وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ أَبُو سَعِيدٍ، ثُمَّ لِيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ فِي الْمَرْأَةِ وَالْخَادِمِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے یا کوئی خادم خریدے تو یوں کہے (ترجمہ) اے اللہ میں اس کی ذات کی اور اس کی طبیعت کی جو تو نے بنائی ہے بھلائی چاہتا ہوں اور اس کی ذات کی اور اس کی طبیعت کی جو تو نے بنائی ہے برائی سے پناہ چاہتا ہوں اور جب اونٹ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في الرجل ينتفع من الغنيمة بالشيء ۲۷۰۸

[2] سات گائیں دبلی (سورۃ یوسف ٤۳)

خریدے تو اس کے کوہان پر ہاتھ رکھ کر یہی کلمات کہے۔ ابو داودؒ کہتے ہیں کہ ابو سعید نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ پھر اس کی پیشانی پکڑے اور باندی یا خادم کے حق میں برکت کی دعا مانگے۔

تخريج: سنن أبي داود - النكاح (٢١٦٠) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩١٨) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٥٢)

٢١٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ، قَالَ: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، ثُمَّ قُدِّرَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے تو یہ پڑھ لے: شروع اللہ کے نام سے اے اللہ! تو ہم کو شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس (اولاد) سے دور رکھ جو تو ہم کو عطا فرمائے، (پھر اللہ تعالیٰ شانہ کو اس وطی سے اولاد عطا کرنا منظور ہو تو اس دعا کی برکت سے) اگر شوہر، بیوی کے اس عمل سے تقدیر الٰہی میں اولاد مقدر ہوئی تو شیطان اس کو کبھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

تخريج: صحيح البخاري - الوضوء (١٤١) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٩٨) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٩) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٧٠) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٢٥) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٦١) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٤) جامع الترمذي - النكاح (١٠٩٢) سنن أبي داود - النكاح (٢١٦١) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩١٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٦/١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢١٢)

شرح الحديث: لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ: یعنی اگر آدمی ارادۂ جماع کے وقت (کشف عورت [1] سے قبل) اس دعا کو پڑھ لے اور پھر اللہ تعالیٰ شانہ کو اس وطی سے بچہ عطا کرنا منظور ہو تو اس دعا کی برکت سے اس مولود کو شیطان ضرر نہیں پہونچا سکتا، اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے: اور اس وقت میں کس کو دعا اور ذکر کی توفیق ہوتی ہے؟ اور اسی وجہ سے اولاد کے احوال کا فساد و بگاڑ اور ان کی تباہ کاری اھ [2]۔ جس ضرر کی نفی اس حدیث شریف میں کی گئی ہے، کہا گیا ہے کہ اس سے ضرر جسمانی مراد ہے۔ صرع (مرگی) جس کو ام الصبیان بھی کہتے ہیں اس مرض سے محفوظ رہتا ہے، اور کہا گیا ہے: دینی ضرر مراد ہے، یعنی دین کا بڑا نقصان اور نقصان عظیم یعنی خروج عن الاسلام۔ گویا شیطان اس پر اس بری طرح مسلط نہیں ہو سکتا کہ اسکو دائرہ اسلام ہی سے خارج کر دے، اور اسمیں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس جماع میں شیطان کی شرکت نہیں ہو سکتی اسلئے

---

[1] اور انزال کے وقت بھی ایک دعا وارد ہوئی ہے، کما فی الحصن الحصین: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيمَا رَزَقْتَنِي نَصِيبًا. یعنی دل میں یہ دعا پڑھے (حاشیہ کوکب)۔

[2] اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۲۷۱

کہ بعض علماء (مجاہد) سے منقول ہے: جو شخص عند الجماع بسم اللہ چھوڑ دے تو اسکے احلیل پر شیطان لپٹ کر جماع میں شریک ہو جاتا ہے، واللہ تعالی اعلم، قال المنذری: وأخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، اھ (عون)۔

۲۱۶۲- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُخَلَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کے پاخانہ کی جگہ میں جماع کرے وہ ملعون ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - النكاح (۲۱۶۲) سنن ابن ماجه - النكاح (۱۹۲۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۷۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۴۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۴۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۷۹) سنن الدارمي - الطهارة (۱۱۴۰)

۲۱۶۳- حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، يَقُولُ: "إِنَّ الْيَهُودَ يَقُولُونَ: إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ فِي فَرْجِهَا مِنْ وَرَائِهَا كَانَ وَلَدُهُ أَحْوَلَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى { نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ [1] }".

ترجمہ: محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ اگر آدمی اپنی بیوی کے آگے کے رستہ میں جماع کرتا ہے پیچھے کی جانب سے تو اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے تو اس کی تردید میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو۔

شرح الحدیث: إِنَّ الْيَهُودَ [2] يَقُولُونَ: یعنی یہود یہ کہتے تھے کہ جو شخص اپنی زوجہ سے صحبت آگے کی راہ میں دبر کی جانب سے (اسکو اوندھے منہ لٹا کر) کرے تو اس وطی سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ احول (بھینگا) ہوتا ہے۔ اس کی تردید میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ اس میں کچھ حرج نہیں کہ آدمی شرمگاہ میں وطی دبر کی جانب سے کرے، جمہور کی رائے یہی ہے کہ یہ آیت عموم احوال وکیفیات کیلئے ہے، عموم مواضع کیلئے نہیں اور أَنَّى شِئْتُمْ کے معنی کیف شئتم ہیں، من این شئتم نہیں ہیں، حضرت جابرؓ کی اس حدیث میں اور ابن عباسؓ کی آنے والی روایت میں اس کی تصریح ہے۔

وطی فی الدبر میں مسلک ابن عمرؓ کی تحقیق: لیکن حضرت ابن عمرؓ کی رائے اسکے خلاف منقول ہے، جیسا کہ کتب حدیث وشروح حدیث میں مشہور ہے اور خود یہاں ابوداؤد میں اگلی روایت میں ابن عباسؓ فرمارہے ہیں: إِنَّ ابْنَ [3] عُمَرَ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ أَوْهَمَ۔ ابن عمرؓ کو اللہ تعالی معاف فرمائے کہ ان سے اسمیں وہم واقع ہوا۔ وہ وہم یہی ہے کہ وہ فرماتے

[1] تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو (سورة البقرة ۲۲۳)

[2] وحديث جابر هذا اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري اھ عون.

[3] وحديث ابن عباس سكت عنه المنذري اھ عون وفي المنهل والحديث اخرجه ايضاً البيهقي اھ.

ہیں: یہ آیت وطی فی الدبر کے بارے میں ہے جیسا کہ دار قطنی اور طبرانی کی روایت میں ابن عمرؓ سے صراحۃ مروی ہے جس کو ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے [1]، اور امام بخاریؒ نے بھی کتاب التفسیر [2] میں ابن عمرؓ کی اس روایت کو ذکر فرمایا ہے، لیکن یأتیھا فی لکھ کر آگے بیاض چھوڑ دی لفظ فی کا مجرور ذکر نہیں کیا، یا تو اس لفظ کی قباحت وشناعت کی وجہ سے (کما فی تقریر الگنگوھی) یا بقول بعض شراح کے عدم تحقیق اور تردد کی وجہ سے بنابر اختلاف روایات کے۔

اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ محدثین کا اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی طرف اباحت دبر کی نسبت درست ہے یا نہیں؟ سو بعض علماء جن میں حافظ ابن حجرؒ بھی ہیں وہ اسکی صحت کے قائل ہیں [3]، کما یظھر من کلامه فی الفتح اور بعض دوسرے حضرات جن میں حافظ ابن قیمؒ (فی تھذیب السنن [4]) اور حافظ ابن کثیرؒ پیش پیش ہیں وہ اس کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ابن عمرؓ سے اس میں وہم نہیں ہوا بلکہ لوگوں کو ان کا مسلک سمجھنے میں وہم ہوا ان کی اصل رائے تو آیت کی تفسیر میں وہی ہے جو حضرت ابن عباسؓ کی ہے یعنی إتیان فی الفرج من ناحیة الدبر۔ علامہ قسطلانیؒ کا میلان بھی حافظؒ کی رائے کے خلاف اسی طرف ہے۔ چنانچہ انہوں نے حافظ ابن حجرؒ کے کلام کو نقل کرنے کے بعد اس کا استدراک ابن کثیرؒ کے کلام سے کیا ہے اور ابن عمرؓ سے صریح روایات اس کے عدم جواز میں ذکر کی ہیں۔ ابن قیمؒ نے بحوالہ نسائی ایک یہ روایت بھی ذکر کی ہے: عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: إِنَّا نَشْتَرِي الْجَوَارِيَ، فَنُحَمِّضُ لَهُنَّ، قَالَ: "وَمَا التَّحْمِيضُ؟" قَالَ: نَأْتِيهُنَّ فِي أَدْبَارِهِنَّ، قَالَ: "أُفٍّ! أَوَ يَعْمَلُ هَذَا مُسْلِمٌ؟!" اھ [1]۔ مولانا انور شاہ صاحبؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ اس فاحشہ کے اباحت کی نسبت ابن عمرؓ کی طرف بالکل غلط ہے آگے فرماتے ہیں: یہ (وطی فی الدبر) ایسا فاحشہ ہے التي تَدَعُ [2] الدِّيَارَ بَلَاقِعَ اھ [3]۔ حضرت اقدس گنگوہیؒ کی رائے بھی لامع الدراری میں یہی ہے کہ ابن عمرؓ کے مسلک کو جمہور کے مسلک کے موافق قرار دیا جائے نہ کہ اس کے خلاف۔

نیز واضح رہے کہ جس طرح حضرت ابن عمرؓ سے اس مسئلہ میں ناقلین کا اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح فقہ کے دو بڑے امام، مالک بن انسؒ وامام شافعیؒ سے بھی اس میں اختلاف نقل کیا جاتا ہے جو شروح حدیث میں مذکور ہے اور حضرت سہارنپوریؒ نے

---

[1] جامع البیان عن تأویل آي القرآن ((تفسیر الطبري)) - ج۲ ص ۷۵۱

[2] صحیح البخاري - کتاب التفسیر - باب سورة البقرة ۴۲۵۳

[3] بظاہر صحیح بخاری کی روایت کا مقتضی بھی یہی ہے اور اسی لئے انہوں نے اسکو مبہم رکھا ہے، اور ابوداود کی موجودہ روایت تو اس میں تقریباً صریح ہے، ۱۲۔

[4] تھذیب السنن ج۲ ص ۸۲۳

[1] سنن النسائي الکبری - ج۵ ص ۳۱۵: تھذیب السنن - ج۲ ص ۸۲۲-۸۲۳

[2] یہ ایسا گناہ ہے جو شہروں اور آبادیوں کو اجاڑ دینے والا، تباہ وبرباد کرنیوالا ہے قلت: وفی الحدیث: الیمین الفاجرة تدع الدیار بلاقع (شعب الإیمان للبیهقي ۴۵۰۱ ج۶ ص ۴۸۱)، ۱۲۔

[3] فیض الباري علی صحیح البخاري - ج۵ ص ۲۱۳

بھی بذل المجھود [1] میں اس کو نقل فرمایا ہے اور یہ کہ تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں امام جمہور ہی کے ساتھ ہیں۔ پس وطی فی دبر المرأۃ باتفاق ائمہ اربعہ حرام ہے البتہ حافظ ابن حجرؒ نے اس میں بعض صحابہ ودیگر علماء کا اختلاف ثابت کیا ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۱۶٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "إِنَّ ابْنَ عُمَرَ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ أَوْهَمَ إِنَّمَا كَانَ هَذَا الْحَيُّ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَهُمْ أَهْلُ وَثَنٍ مَعَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ يَهُودَ وَهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ وَكَانُوا يَرَوْنَ لَهُمْ فَضْلًا عَلَيْهِمْ فِي الْعِلْمِ فَكَانُوا يَقْتَدُونَ بِكَثِيرٍ مِنْ فِعْلِهِمْ وَكَانَ مِنْ أَمْرِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَأْتُوا النِّسَاءَ إِلَّا عَلَى حَرْفٍ وَذَلِكَ أَسْتَرُ مَا تَكُونُ الْمَرْأَةُ فَكَانَ هَذَا الْحَيُّ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ أَخَذُوا بِذَلِكَ مِنْ فِعْلِهِمْ وَكَانَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ يَشْرَحُونَ النِّسَاءَ شَرْحًا مُنْكَرًا، وَيَتَلَذَّذُونَ مِنْهُنَّ مُقْبِلَاتٍ وَمُدْبِرَاتٍ وَمُسْتَلْقِيَاتٍ فَلَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ تَزَوَّجَ رَجُلٌ مِنْهُمُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَذَهَبَ يَصْنَعُ بِهَا ذَلِكَ فَأَنْكَرَتْهُ عَلَيْهِ، وَقَالَتْ: إِنَّمَا كُنَّا نُؤْتَى عَلَى حَرْفٍ فَاصْنَعْ ذَلِكَ وَإِلَّا فَاجْتَنِبْنِي، حَتَّى شَرِيَ أَمْرُهُمَا فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ {نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ [2]} أَيْ: مُقْبِلَاتٍ وَمُدْبِرَاتٍ وَمُسْتَلْقِيَاتٍ يَعْنِي بِذَلِكَ مَوْضِعَ الْوَلَدِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عمرؓ کو معاف فرمائے کہ ان کو (اس آیت کے سمجھنے میں) وہم ہوا ہے، اصل قصہ یہ ہے کہ انصار کا ایک بت پرست قبیلہ (جو مدینہ کے رہائشی تھے اور اسلام سے پہلے بت پرست تھے) یہودیوں کے ساتھ رہتا تھا یہودی اہل کتاب تھے اور انصاری قبیلہ والے یہود کو بوجہ ان کے اہل کتاب ہونے کے اپنے سے علم میں افضل سمجھتے تھے اور یہ مدینہ کے باسی ان یہودیوں سے بہت سی عادتوں کو سیکھتے تھے، اہل کتاب (یہود) کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں سے صرف ایک ہیئت پر جماع کرتے تھے (یعنی چت لٹا کر، بظاہر مراد استلقاء ہے) اور یہ حالت عورت کے لیے زیادہ ستر کی ہوتی ہے پس انصار کا یہ قبیلہ اس بات میں یہود کی پیروی کرتا تھا اور قبیلہ قریش کے لوگ اپنی بیویوں کو الٹا لٹا کر ان سے جماع کیا کرتے تھے اور مختلف طریقوں سے جماع کی لذت اٹھاتے تھے کبھی آگے سے کبھی پیچھے سے اور کبھی چت لٹا کر، جب مہاجرین (مشرکین مکہ) اسلام لا کر آہستہ آہستہ مدینہ میں آنا شروع ہوئے تو ایک مہاجر نے انصاری عورت سے نکاح کیا نکاح کے بعد (جب پہلی رات میں) وہ مہاجر اس انصاری عورت کے پاس پہونچا تو اس نے اس سے اسی طرح جماع کرنا چاہا جس طرح وہ لوگ (اہل مکہ) کیا کرتے تھے (اس کو الٹ پلٹ کرنے لگا) تو اس انصاری عورت نے اپنے شوہر کو ٹوکا کہ یہ کیا کرتے ہو ہمارے ہاں تو جماع کا طریقہ ایک ہی ہے اگر تم کو اس طرح کرنا ہے تو کرو ورنہ ہٹ جاؤ۔ یہاں تک کہ ان کا معاملہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۰ ص ۲۱۰-۲۱۱

[2] تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو (سورۃ البقرۃ ۲۲۳)

بہت بڑھ گیا اور رسول اکرم ﷺ تک پہنچ گیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوا حَرْثَکُمْ أَنّٰی شِئْتُمْ (ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو، یعنی سامنے سے پیچھے سے چت لٹا کر یعنی (دخول اسی مقام میں کرو) جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - النکاح (٢١٦٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٦٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٧/١)

شرح الحدیث: مذکورہ بالا آیت شریفہ: نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ کے شان نزول کے ذیل میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ کی رائے کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے: مدینہ منورہ کی آبادی شروع میں مشترک تھی، وہاں اہل وثن (مشرکین) جو اسلام لانے کے بعد انصار کہلائے گئے بھی بستے تھے اور یہود جو اہل کتاب تھے وہ بھی وہاں رہتے تھے، نیز یہ بات بھی تھی کہ یہ مشرکین یہود کو بوجہ ان کے اہل کتاب ہونے کے اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور ان کی بعض خصلتوں کو ان سے سیکھتے تھے۔ (اس تمہید کے بعد آپ سمجھئے کہ) مدینہ میں رہنے والے یہود کا طریقہ ہمبستری کا متعین تھا وَذٰلِكَ أَسْتَرُ مَا تَكُونُ الْمَرْأَةُ یعنی وہ طریقہ صحبت کا بہت مناسب اور پردہ کا تھا (بظاہر مراد استلقاء ہے) بخلاف مشرکین مکہ اور قریش کے کہ وہ جماع مختلف طرق سے کرتے تھے کبھی کسی طرح اور کبھی کسی طرح (کبھی عورت کو چت لٹا کر کبھی اوندھے منہ لیکن بہرحال کرتے تھے شرمگاہ ہی میں)۔ جو مشرک مدینہ میں رہتے تھے انہوں نے یہود والا طریقہ ان سے سیکھ لیا تھا وہ اسی کے عادی ہو گئے تھے فَلَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ پھر جب مہاجرین (مشرکین مکہ) اسلام لا کر آہستہ آہستہ مدینہ میں آنے شروع ہوئے تو یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مہاجری نے انصاری عورت سے نکاح کیا نکاح کے بعد جب پہلی رات میں وہ مہاجری اس انصاری عورت کے پاس پہونچا تو اس نے اس سے اسی طرح جماع کرنا چاہا جس طرح وہ لوگ (اہل مکہ) کیا کرتے تھے (اس کو الٹ پلٹ کرنے لگا) تو اس انصاریہ نے اپنے شوہر کو ٹوکا کہ یہ کیا کرتے ہو؟ ہمارے ہاں تو جماع کا طریقہ ایک ہی ہے اگر تم کو اس طرح کرنا ہے تو کرو ورنہ ہٹ جاؤ حَتّٰى شَرِيَ أَمْرُهُمَا یہاں تک کہ ان کی یہ بات پھیل گئی (اچھا خاصا فضیتہ ہو گیا) اور بات حضور ﷺ تک پہونچ گئی۔ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: { نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ } گویا مطلب یہ ہوا کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جماع خاص ایک ہی طریقہ سے کیا جائے (جس طرح یہود کرتے ہیں) بلکہ سب طرح گنجائش ہے جس طرح مہاجرین کرتے ہیں اس طرح بھی کیا جا سکتا ہے انتہی کلام ابن عباسؓ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس شان نزول میں کہیں بھی وطی فی الدبر کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ قریش جس طرح جماع کرتے ہیں ان سب طرق سے جماع کیا جا سکتا ہے جن میں سے بعض میں تستر زیادہ ہے اور بعض میں کم ہے۔

٤٧- بَابٌ فِي إِتْيَانِ الْحَائِضِ وَمُبَاشَرَتِهَا

حائضہ عورت سے جماع کرنے اور اس کے ساتھ لیٹنے کے بیان میں

یہ ترجمۃ الباب اور مسئلہ اور ایسے ہی اس کے بعد آنے والا ترجمۃ الباب کتاب الطہارۃ میں ابواب الاستحاضہ میں گزر گیا ہے۔

۲۱۶۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ الْيَهُودَ كَانَتْ إِذَا حَاضَتْ مِنْهُمُ امْرَأَةٌ أَخْرَجُوهَا مِنَ الْبَيْتِ، وَلَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُشَارِبُوهَا، وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبَيْتِ فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى { وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ [1] } إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «جَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، وَاصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ» فَقَالَتِ الْيَهُودُ: مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ، فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ: كَذَا وَكَذَا، أَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا، فَخَرَجَا، فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمَا، فَظَنَنَّا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں جب کسی عورت کو حیض آتا تھا تو وہ اس عورت کو گھر سے باہر کر دیتے نہ اس کو اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے اور نہ اس کے ساتھ گھر میں رہتے، رسول اکرم ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ترجمہ) اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت (یعنی جماع نہ کرو)، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اپنے ساتھ گھروں میں رکھو اور سب کام کرو سوائے جماع کے، پس یہودی کہنے لگے یہ شخص (محمد ﷺ) تو ہر کام میں ہماری مخالفت ہی کرنا چاہتا ہے (یہ سن کر) اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہودی ایسا ایسا کہتے ہیں تو (پھر ہم ان کی مخالفت میں) حیض کی حالت میں عورتوں سے جماع نہ کر لیا کریں؟ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ہم یہ سمجھے کہ شاید آپ ﷺ کو ان دونوں کی بات پر غصہ آیا ہے وہ دونوں وہاں سے نکل گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس کہیں سے دودھ کا ہدیہ آیا، آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلا بھیجا (تا کہ ان کو پلائیں) تب ہم سمجھے کہ آپ ﷺ کا غصہ ان پر نہیں تھا (یعنی یہود پر تھا جو حکم الٰہی کو اپنی مخالفت سمجھ رہے تھے)۔

تخریج: صحیح مسلم - الحیض (۳۰۲) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۲۹۷۷) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۲۹۷۷) سنن النسائی - الطهارة (۲۸۸) سنن النسائی - الحیض والاستحاضة (۳۶۹) سنن أبی داود - النکاح (۲۱۶۵) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها

---

[1] اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت (سورۃ البقرۃ ۲۲۲)

(٦٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٧/٣) سنن الدارمي - الطهارة (١٠٥٣)

شرح الحديث: أَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ: ان دونوں حضرات کا مقصود یہ تھا کہ یہود کی اور مزید مخالفت کی جائے اور نہ صرف یہ کہ ہم لوگ حائضہ کے ساتھ کھانا پینا اور ایک ساتھ رہیں بلکہ اس کے ساتھ جماع بھی کریں اگر آپ کی اجازت ہو۔ اس پر مفصل کلام بَابٌ فِي مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَمُجَامَعَتِهَا میں گزر گیا۔ قال المنذري: وأخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه اھ[1]۔

٢١٦٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ خِلَاسًا الْهَجَرِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، تَقُولُ: «كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ وَأَنَا حَائِضٌ طَامِثٌ، فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ، وَلَمْ يَعْدُهُ، وَإِنْ أَصَابَ تَعْنِي ثَوْبَهُ مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ وَصَلَّى فِيهِ».

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں اور رسول ﷺ ایک کپڑا اوڑھ کر سوتے تھے اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی تھی، پس اگر آپ ﷺ کے بدن پر میرے حیض کے خون کا کوئی دھبہ لگ جاتا تو آپ ﷺ صرف اسی جگہ کو دھوتے تھے جہاں خون لگا ہوتا تھا اس سے زیادہ کو نہیں۔ اسی طرح اگر آپ ﷺ کے کپڑے پر میرے حیض کے خون کا کوئی دھبہ لگ جاتا تب بھی آپ ﷺ صرف اتنا ہی کپڑا دھوتے جتنے پر خون لگا ہوتا تھا، زیادہ نہیں دھوتے تھے اور پھر اسی کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٧٢) سنن أبي داود - النكاح (٢١٦٦) سنن الدارمي - الطهارة (١٠١٣)

٢١٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ ثُمَّ يُبَاشِرُهَا».

ترجمہ: میمونہ بنت حارثؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ اپنی کسی زوجہ مطہرہ سے حیض کی حالت میں ان کے ساتھ لیٹنے کا ارادہ فرماتے تو ان اہلیہ محترمہ کو ازار باندھنے کا حکم فرماتے اس کے بعد ان کے ساتھ لیٹ جاتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحيض (٢٩٧) صحيح مسلم - الحيض (٢٩٤) سنن النسائي - الطهارة (٢٨٧) سنن أبي داود - النكاح (٢١٦٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٦/٦) سنن الدارمي - الطهارة (١٠٤٦) سنن الدارمي - الطهارة (١٠٥٧)

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود ج٦ ص٢٠٨

٤٨ ۔ بَابٌ فِي كَفَّارَةِ مَنْ أَتَى حَائِضًا

حالت حیض میں جماع کرنے کے کفارہ کے بیان میں

٢١٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، غَيْرُهُ، عَنْ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ: «يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ، أَوْ بِنِصْفِ دِينَارٍ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو شخص حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھے وہ ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ کرے۔

تخریج: جامع الترمذي - الطهارة (١٣٦) جامع الترمذي - الطهارة (١٣٧) سنن النسائي - الطهارة (٢٨٩) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٧٠) سنن أبي داود - النكاح (٢١٦٨) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٦٤٠) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٦٥٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٦٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٦٧/١) سنن الدارمي - الطهارة (١١٠٥) سنن الدارمي - الطهارة (١١٠٦) سنن الدارمي - الطهارة (١١٠٧) سنن الدارمي - الطهارة (١١٠٨) سنن الدارمي - الطهارة (١١٠٩)

٢١٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «إِذَا أَصَابَهَا فِي الدَّمِ فَدِينَارٌ، وَإِذَا أَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنِصْفُ دِينَارٍ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جو شخص خون جاری ہونے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھے اس پر ایک دینار لازم ہے اور جو خون بند ہو جانے پر (مگر غسل سے پہلے) جماع کرے اس پر آدھا دینار ہے۔

٤٩ ۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَزْلِ

عزل کے بیان میں

عزل یہ ہے کہ آدمی وطی کے وقت جب انزال کا وقت آئے تو فوراً اپنے عضو کو باہر کر دے تاکہ حمل نہ ٹھہرے، حضور ﷺ کے زمانہ میں زیادہ تر صحابہ کرامؓ کو اس کی نوبت باندیوں کے ساتھ پیش آتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو حاجت ہوتی تھی صحبت کی دوسری طرف فدیہ کی، یعنی باندی کی قیمت کی کہ بوقت ضرورت اسکو فروخت کر سکیں اور یہ فروخت کر کے اسکی قیمت حاصل کرنا اسی وقت ممکن ہے جب اس کے اس وطی سے بچہ پیدا نہ ہو کیونکہ ولادت کی صورت میں وہ باندی ام ولد بن جائے گی جس کی بیع ناجائز ہے۔

٢١٧٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، ذُكِرَ ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْعَزْلَ قَالَ: «فَلِمَ يَفْعَلُ أَحَدُكُمْ؟، وَلَمْ يَقُلْ فَلَا يَفْعَلْ أَحَدُكُمْ، فَإِنَّهُ لَيْسَتْ مِنْ نَفْسٍ مَخْلُوقَةٍ إِلَّا اللَّهُ خَالِقُهَا» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَزَعَةُ: مَوْلَى زِيَادٍ.

ترجمہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے عزل کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ عزل کیوں کرتے ہو؟ یہ نہیں فرمایا کہ عزل نہ کرو (کیونکہ) جس جان کو پیدا ہونا ہے اللہ اس کو ضرور پیدا کرے گا۔ ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ قزعہ زیاد کا آزاد کردہ غلام ہے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢١١٦) صحيح البخاري - العتق (٢٤٠٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٠٧) صحيح البخاري - النكاح (٤٩١٢) صحيح البخاري - القدر (٦٢٢٩) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٧٤) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) جامع الترمذي - النكاح (١١٣٨) سنن النسائي - النكاح (٣٣٢٧) سنن أبي داود - النكاح (٢١٧٠) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٤٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٦٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٦٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٨٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٨٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٣) موطأ مالك - الطلاق (١٢٦٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٤)

٢١٧١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ، حَدَّثَهُ، أَنَّ رِفَاعَةَ، حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي جَارِيَةً وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ، وَأَنَا أُرِيدُ مَا يُرِيدُ الرِّجَالُ، وَإِنَّ الْيَهُودَ تُحَدِّثُ أَنَّ الْعَزْلَ مَوْءُودَةُ الصُّغْرَى قَالَ: «كَذَبَتْ يَهُودُ لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَهُ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَصْرِفَهُ».

ترجمہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک باندی ہے جس سے میں عزل کرتا ہوں۔ مجھے اس کا حمل ٹھہرنا پسند نہیں ہے کیونکہ میں اس سے وہی چاہتا ہوں جو عام طور پر لوگ چاہتے ہیں (یعنی اسکی فروخت سے مالی منفعت جو استقرار حمل سے ختم ہو جاتی ہے) اور یہودی کہتے ہیں کہ عزل کرنا کم درجہ کا زندہ درگور کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہود کا گمان غلط ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس مخلوق کو پیدا کرنا چاہے تو تو اس کو روک نہیں سکتا۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢١١٦) صحيح البخاري - العتق (٢٤٠٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٠٧) صحيح البخاري - النكاح (٤٩١٢) صحيح البخاري - القدر (٦٢٢٩) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٧٤) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) جامع

الترمذي - النكاح (١١٣٨) سنن النسائي - النكاح (٣٣٢٧) سنن أبي داود - النكاح (٢١٧١) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) موطأ مالك - الطلاق (١٢٦٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٤)

٢١٧٢ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ؟ فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْفِدَاءَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ. ثُمَّ قُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: «مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا، مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ».

ترجمہ: ابن محیریزؒ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں گیا تو ابو سعید خدریؓ کو دیکھا، میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور عزل کے بارے میں پوچھا تو ابو سعیدؓ نے کہا: ہم غزوہ بنی مصطلق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو وہاں ہم نے عرب کے قیدی پائے، ہم میں عورتوں کی خواہش پیدا ہوئی کیونکہ بیویوں کے بغیر رہنا ہمارے لیے مشکل ہو رہا تھا مگر اسکے ساتھ مالی منفعت بھی چاہتے تھے، پس ہم نے ان سے عزل کرنے کا ارادہ کیا (تاکہ استقرار حمل نہ ہو اور مالی منفعت کا امکان رہے) تو ہم نے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیے بغیر کیسے عزل کریں اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں؟ پس ہم نے اسکے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کرنا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے۔ جو جانیں قیامت تک پیدا ہونے والی ہیں وہ ضرور پیدا ہو کر رہیں گی۔

صحيح البخاري - البيوع (٢١١٦) صحيح البخاري - العتق (٢٤٠٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٠٧) صحيح البخاري - النكاح (٤٩١٢) صحيح البخاري - القدر (٦٢٢٩) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٧٤) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٨) جامع الترمذي - النكاح (١١٣٨) سنن النسائي - النكاح (٣٣٢٧) سنن أبي داود - النكاح (٢١٧٢) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) موطأ مالك - الطلاق (١٢٦٢) سنن الدارمي

-النكاح (٢٢٢٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٤)

٢١٧٣- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ لِي جَارِيَةً أَطُوفُ عَلَيْهَا وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ، فَقَالَ: «اعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ، فَإِنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا» قَالَ: فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَمَلَتْ، قَالَ: «قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور بولا: میرے پاس ایک باندی ہے جس سے میں صحبت کرتا ہوں مگر میں اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اس سے عزل کر (کیوں کہ اس باندی کی) جو قسمت میں ہو گا وہ ضرور پیدا ہو گا، پس وہ کچھ مدت کے بعد آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! وہ باندی حاملہ ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جو تقدیر میں ہے وہ ضرور پیدا ہو گا۔

تخریج: صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٩) سنن أبي داود - النكاح (٢١٧٣) سنن ابن ماجه - المقدمة (٨٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨٨)

شرح الأحاديث: **روایات عزل کی تشریح اور مذاہب ائمہ:** اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ تقریباً سبھی روایات حدیثیہ سے عزل کا جواز لیکن غیر مفید[1] ہونا ثابت ہوتا ہے، یہاں ابوداؤد شریف میں بھی جتنی روایات ہیں سب کا حاصل یہی ہے۔

صحیح بخاری میں عزل سے متعلق ایک مختصر سا باب ہے جس میں دو تین روایات ہیں كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ[1]، کراہت یا منع کی کوئی روایت اس میں نہیں ہے، البتہ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے یعنی حدیث جدامہ بنت وہب جس میں ہے ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ[2] جس کی وجہ سے دو دشواریاں پیدا ہو گئیں: ① ایک حکم عزل کے بارے میں اسلئے کہ حدیث جدامہ کا مقتضی یہ ہے کہ وہ ممنوع ہے جب کہ دوسری تمام روایات سے اباحت مستفاد ہوتی ہے۔

② دوسری یہ کہ یہ روایت حدیث الباب جس میں ہے کہ کذبت یہود کے خلاف ہے یہود بھی تو یہی کہتے تھے کہ عزل واد ہے، اس اشکال ثانی کا جواب حافظ ابن القیمؒ نے یہ دیا ہے کہ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ کا مطلب یہ ہے کہ ان العزل نوع من الوأد صورةً ولیس

---

[1] غیر مفید اس لئے کہ باوجود عزل و اخراج ذکر کے ایک دو قطرہ منی کا وہاں ٹپک سکتا ہے اور وہی حمل کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہوا بھی ہے جیسا کہ بعض روایات میں موجود ہے کہ بعض صحابہؓ نے عزل کیا لیکن اسکے باوجود حمل ٹھہر اجسکی اطلاع انہوں نے حضور ﷺ کو آکر کی آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا، ۱۲۔

[1] صحيح البخاري - كتاب النكاح - باب العزل ٤٩١١

[2] صحيح مسلم - كتاب النكاح - باب جواز الغيلة، وهي وطء المرضع، وكراهة العزل ١٤٤٢

بوادِ حقیقیاً بلکہ وہ وأد ہے من وجہ یعنی قصد واطی کے لحاظ سے جو یہ چاہتا ہے کہ استقرار حمل نہ ہو، خلاف یہود کے کہ وہ اسکو وأدِ حقیقی مانتے تھے لیکن وأدِ صغیر یعنی وہ بالجزم یہ کہتے تھے کہ اس میں قطع نسل ہے آپ نے اسکی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اگر اس وطی سے پیدا فرمانا چاہیں گے تو وہ یقیناً پیدا ہو گا، لہٰذا اثبات و نفی کا تعلق شئ واحد سے نہیں ہے تا کہ اس کو تعارض کہا جائے۔ اور اباحت و منع کا جو تعارض ہے اس کی مختلف توجیہیں کی گئی ہیں، قال البیهقی: النهی محمول علی التنزیه لاعلی التحریم واحادیث الجواز علی نفی التحریم، ومنهم من رجح روایة المنع کابن حزم کما هو مسلکه وبعضهم بعکس ذلك۔

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ عزل کے حکم میں فقہاء کے مابین یہ تفصیل ہے: عند الجمهور والأئمة الثلاثة حرہ کیساتھ عزل کرنا بغیر اسکی اجازت کے مکروہ ہے، اور شافعیہ کے نزدیک دو روایتیں ہیں کراہت اور عدم کراہت، وهو الراجح عند المتاخرین، اور اگر عورۃ امۃ ہو تو اگر اپنی مملوکہ ہے تب تو اسکے ساتھ بالاتفاق جائز ہے مطلقاً ولو بغیر الاذن اور اگر امۃ مزوجہ ہے تو وہ حکم میں حرہ کے ہے لہٰذا عند الجمهور والأئمة الثلاثة بغیر اذن کے مکروہ ہے اور اس میں معتبر اذنِ سید ہے عند الأئمة الثلاثة علی الراجح عندهم وعند الصاحبین المعتبر اذن الامة اور ابن حزم ظاہریؒ کا مسلک یہ ہے کہ عزل مطلقاً حرام ہے خواہ حرہ ہو یا امۃ[1]۔

فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ: راوی کہہ رہا ہے ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ بنو المصطلق کے ساتھ غزوہ کیا اور اس غزوہ میں بہت سے عرب قیدیوں کو قید کیا۔

استرقاق العرب کا مسئلہ: اس پر شراح لکھ رہے ہیں کہ بنو المصطلق خالص عرب تھے پس اس سے معلوم ہوا عرب کو جنگ میں قید کرنا جائز ہے جس طرح عجمیوں کو قید کرنا جائز ہے، جیسا کہ جمہور علماء کا مذہب ہے بخلاف امام ابو حنیفہؒ کے کہ ان کے نزدیک استرقاقِ عرب جائز نہیں۔ اس کا جواب بذل المجهود میں یہ دیا ہے کہ مسئلہ یہ ہے حنفیہ کے نزدیک رجال عرب کو قید کرنا جائز نہیں نساء وصبیان کو قید کرنا جائز ہے اور سیاق حدیث نساء ہی سے متعلق ہے اھ[1]، قال المنذری: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي اھ عون زاد فی المنهل والترمذی[2]۔

٥٠۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذِكْرِ الرَّجُلِ مَا يَكُونُ مِنْ إِصَابَتِهِ أَهْلَهُ

مرد اپنی بیوی سے جو کام کرے اس کو دیگر لوگوں کے سامنے بیان کرنا منع ہے

إصابة أهل یعنی جماع، جو کام رات میں آدمی تنہائی میں اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے، پھر دن میں اہل مجلس میں سے کسی سے

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١١ ص ٤٥٨ — ٤٦٠

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٢٢٧

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٦ ص ٢١٨، فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٧٦

اس کا تذکرہ کرنا، اسکی کراہت کا بیان، کراہت اسکی ظاہر ہے اولاً اس لئے کہ سراسر بے حیائی دوسرے اس لئے کہ یہ احمقانہ حرکت ہے کہ قابل اخفاء کام اخفاء کیساتھ کرنے کے باوجود بعد میں اسکو ظاہر کرتا ہے، گویا اخفاء کی مصلحت کو ضائع کر رہا ہے، پھر اخفاء کی ضرورت ہی کیا تھی، شراح نے لکھا ہے یہ کراہت اس وقت ہے جب یہ ذکر تفریحاً بلا ضرورت و مصلحت ہو ورنہ بوقت حاجت و مصلحت ذکر میں کوئی مضائقہ نہیں، جس کے نظائر احادیث میں موجود ہیں۔

٢١٧٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، كُلُّهُمْ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، حَدَّثَنِي شَيْخٌ مِنْ طُفَاوَةَ قَالَ: تَثَوَّيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ بِالْمَدِينَةِ فَلَمْ أَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ تَشْمِيرًا، وَلَا أَقْوَمَ عَلَى ضَيْفٍ مِنْهُ، فَبَيْنَمَا أَنَا عِنْدَهُ يَوْمًا، وَهُوَ عَلَى سَرِيرٍ لَهُ، وَمَعَهُ كِيسٌ فِيهِ حَصًى أَوْ نَوًى، وَأَسْفَلَ مِنْهُ جَارِيَةٌ لَهُ سَوْدَاءُ وَهُوَ يُسَبِّحُ بِهَا، حَتَّى إِذَا أَنْفَدَ مَا فِي الْكِيسِ أَلْقَاهُ إِلَيْهَا، فَجَمَعَتْهُ فَأَعَادَتْهُ فِي الْكِيسِ، فَدَفَعَتْهُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أُوعَكُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: «مَنْ أَحَسَّ الْفَتَى الدَّوْسِيَّ؟» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، هُوَ ذَا يُوعَكُ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَأَقْبَلَ يَمْشِي حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيَّ، فَقَالَ لِي مَعْرُوفًا: فَنَهَضْتُ، فَانْطَلَقَ يَمْشِي حَتَّى أَتَى مَقَامَهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ وَمَعَهُ صَفَّانِ مِنْ رِجَالٍ، وَصَفٌّ مِنْ نِسَاءٍ، أَوْ صَفَّانِ مِنْ نِسَاءٍ وَصَفٌّ مِنْ رِجَالٍ، فَقَالَ: «إِنْ أَنْسَانِي الشَّيْطَانُ شَيْئًا مِنْ صَلَاتِي فَلْيُسَبِّحِ الْقَوْمُ وَلْيُصَفِّقِ النِّسَاءُ» قَالَ: فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَنْسَ مِنْ صَلَاتِهِ شَيْئًا، فَقَالَ «مَجَالِسَكُمْ، مَجَالِسَكُمْ» - زَادَ مُوسَى «هَا هُنَا» ثُمَّ حَمِدَ اللهَ تَعَالَى وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ «أَمَّا بَعْدُ» ثُمَّ اتَّفَقُوا: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الرِّجَالِ فَقَالَ: «هَلْ مِنْكُمُ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ فَأَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ وَأَلْقَى عَلَيْهِ سِتْرَهُ وَاسْتَتَرَ بِسِتْرِ اللهِ» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «ثُمَّ يَجْلِسُ بَعْدَ ذَلِكَ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا فَعَلْتُ كَذَا» قَالَ: فَسَكَتُوا، قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ: «هَلْ مِنْكُنَّ مَنْ تُحَدِّثُ؟» فَسَكَتْنَ فَجَثَتْ فَتَاةٌ قَالَ مُؤَمَّلٌ، فِي حَدِيثِهِ فَتَاةٌ كَعَابٌ عَلَى إِحْدَى رُكْبَتَيْهَا وَتَطَاوَلَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَرَاهَا وَيَسْمَعَ كَلَامَهَا فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُمْ لَيَتَحَدَّثُونَ، وَإِنَّهُنَّ لَيَتَحَدَّثْنَهُ، فَقَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَا مَثَلُ ذَلِكَ؟» فَقَالَ: «إِنَّمَا مَثَلُ ذَلِكَ مَثَلُ شَيْطَانَةٍ لَقِيَتْ شَيْطَانًا فِي السِّكَّةِ فَقَضَى مِنْهَا حَاجَتَهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، أَلَا وَإِنَّ طِيبَ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ، وَلَمْ يَظْهَرْ لَوْنُهُ أَلَا إِنَّ طِيبَ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَلَمْ يَظْهَرْ رِيحُهُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمِنْ هَا هُنَا حَفِظْتُهُ عَنْ مُؤَمَّلٍ، وَمُوسَى أَلَا لَا يُفْضِيَنَّ رَجُلٌ إِلَى رَجُلٍ وَلَا امْرَأَةٌ إِلَى امْرَأَةٍ إِلَّا إِلَى وَلَدٍ أَوْ وَالِدٍ. وَذَكَرَ ثَالِثَةً فَأُنْسِيتُهَا وَهُوَ فِي حَدِيثِ مُسَدَّدٍ وَلَكِنِّي لَمْ أُتْقِنْهُ كَمَا أُحِبُّ. وقَالَ مُوسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنِ الطُّفَاوِيِّ.

ابو النضرہ ایک طفاوی شیخ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے یہاں مہمان ہوا

تو میں نے صحابہ کرام میں عبادت کے اہتمام پر اور مہمان کی خاطر داری پر حضرت ابو ہریرہ سے زیادہ مستعد کسی کو نہیں پایا۔ ایک دن میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس بیٹھا تھا اور آپ ایک تخت پر تھیلی لیے ہوئے تشریف فرما تھے جس میں کنکریاں یا گٹھلیاں بھری ہوئی تھیں۔ تخت کے نیچے آپ کی ایک سیاہ فام باندی بیٹھی ہوئی تھی اور آپ ان کنکریوں یا گٹھلیوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے۔ جب تھیلی کی کنکریاں ختم ہو جاتیں تو ابو ہریرہؓ اس خالی تھیلی کو باندی کی طرف پھینک دیتے تو وہ باندی ان کو اکٹھا کر کے تھیلی میں ڈالتی اور اٹھا کر آپ کو دے دیتی اسی اثناء میں انہوں نے اس شخص سے کہا: کیا میں اپنا حال اور رسول اکرم ﷺ کی حدیث تم کو نہ سناؤں؟ اس شخص نے کہا: کیوں نہیں ضرور بیان کریں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں بخار میں لوٹ رہا تھا اتنے میں رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور تین مرتبہ پوچھا دوسی جوان کو کسی نے دیکھا ہے (یعنی ابو ہریرہؓ)۔ ایک شخص بولا: یا رسول! وہ مسجد کے ایک گوشہ میں شدید بخار میں ہیں۔ آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور محبت و شفقت سے اپنا دست مبارک مجھ پر رکھا اور مجھ سے نرمی اور پیار سے گفتگو فرمائی پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ آپ ﷺ اس جگہ پر پہنچے جہاں آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ دو صفیں مردوں کی تھیں اور ایک صف عورتوں کی تھی یا یہ کہا کہ دو صفیں عورتوں کی اور ایک صف مردوں کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر شیطان مجھے نماز سے کچھ بھلا دے تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور آپ ﷺ کو کہیں سہو نہ ہوا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔ شیخ موسیٰ بن اسماعیل استاذ نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ پھر اللہ کی حمد و ثناء کی اور اما بعد کہا اس کے بعد موسیٰ مؤمل اور مسدد سب متفق ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے مردوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اپنی بیوی کے پاس پہنچ کر دروازہ بند کر لیتا ہے اور وہاں پردہ ڈال لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پردہ میں چھپ جاتا ہے (یعنی اخفاء اختیار کرتا ہے)۔ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر باہر نکل کر لوگوں کے سامنے خلوت کی باتیں بیان کرتا ہے؟ لوگ یہ بات سن کر خاموش ہو گئے پھر آپ ﷺ خواتین کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسی خاتون ہے جو دوسری خاتون سے ایسی ایسی باتیں نقل کرتی ہو (یعنی دوسروں سے خلوت کی کیفیت بیان کرتی ہو) یہ سن کر خواتین خاموش رہیں اتنے میں ایک خاتون نے گھٹنا زمین پر رکھ کر گردن کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لمبا کیا تا کہ آپ اس کو دیکھ لیں اور اس کی بات سن لیں اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مرد بھی اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں اور خواتین بھی اس بات کا تذکرہ کرتی ہیں (یعنی ایسے مرد اور عورتیں ہیں جو خلوت کی کیفیت دوسروں سے بیان کرتے ہیں)۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس بات کی کیا مثال ہے؟ اس کی مثال یہ ہے کہ شیطان کسی شیطانہ سے راستہ میں ملاقات کرے اور اس سے اپنی خواہش نفسانی پوری کرے اور لوگ اس کو دیکھ رہے ہوں باخبر ہو جاؤ کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے کہ اس کی خوشبو معلوم ہو اور اس کا رنگ ظاہر نہ ہو اور خواتین کی خوشبو وہ ہے کہ جس کا رنگ ظاہر ہو لیکن اسکی

خوشبو ظاہر نہ ہو۔ ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ مجھے شیخ موسیٰ اور مؤمل کے بیان کردہ یہ الفاظ یاد ہیں مسدد استاذ کے الفاظ یاد نہیں ہیں اسکے بعد ارشاد فرمایا: خبردار کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ساتھ ایک بستر پر نہ لیٹے اور نہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ مگر اپنے بچہ یا باپ کے ساتھ اور تیسرے کا ذکر میں بھول گیا اور یہ مذکورہ بالا مضمون مسدد کی حدیث میں بھی ہے لیکن مجھے مسدد کی حدیث اچھی طرح محفوظ نہیں اور موسیٰ نے یوں کہا ہے: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنِ الطُّفَاوِيِّ.

تخریج جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨٧) سنن النسائي - الزينة (٥١١٧) سنن النسائي - الزينة (٥١١٨) سنن أبي داود - النكاح (٢١٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٤١)

شرح الحدیث: مصنفؒ نے اس باب میں ایک ہی حدیث ذکر کی ہے جو ذرا طویل ہے جس کا مضمون یہ ہے ابونضرہ ایک شیخ طفاوی سے ان کا واقعہ ذکر کرتے ہیں (جن کے بارے میں تحقیق نہ ہو سکا کہ کون ہیں) وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ میں مدینہ منورہ میں حضرت ابوہریرہؓ کا مہمان بنا ان کے ہاں میرا قیام ہوا، میں نے ابوہریرہؓ سے زیادہ عبادت میں کوشش کرنیوالا کوئی نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ مہمان کی خدمت کرنے والا دیکھا، ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے ایک تخت پر تھے ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کنکریاں یا کھجور کے بیج بھرے ہوئے تھے جن پر وہ تسبیح (ذکر) شمار کر کے پڑھ رہے تھے۔ تخت سے نیچے ایک باندی سیاہ رنگ کی بیٹھی تھی۔ جب تھیلی کے وہ سب بیج ختم ہو جاتے تو وہ اس تھیلی کو اس باندی کیطرف ڈالدیتے وہ ان بیجوں کو پھر اس میں بھر کر ان کو دے دیتی (وہ پھر ان پر تسبیح شروع کر دیتے)، فَقَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسی اثناء میں تسبیح پڑھتے پڑھتے وہ کہنے لگے میں تجھ کو اپنا اور حضور ﷺ کا قصہ نہ سناؤں؟ میں نے کہا ضرور سنایئے، کہنے لگے ایک روز کی بات ہے، میں بخار کی حالت میں بخار کی شدت کیوجہ سے مسجد کے ایک کونہ میں پڑا تھا۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور مجھے مسجد میں میری جگہ نہ دیکھ کر فرمایا کسی نے ہمارے دوسی جوان کو دیکھا ہے؟ (ابوہریرہؓ قبیلۂ دوس کے تھے) تین مرتبہ آپ ﷺ نے اس طرح دریافت فرمایا، ایک شخص بولا جی ہاں یارسول اللہ وہ یہ رہے مسجد کے اس گوشہ میں شدید بخار میں ہیں۔ آپ ﷺ یہ سن کر میری طرف تشریف لائے، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے بدن پر رکھا اور میرے حق میں ایک اچھی بات فرمائی (جملۂ دعائیہ)۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا (آپ ﷺ کے دست مبارک رکھنے سے قوت و توانائی آگئی) اور آپ ﷺ کیساتھ چلنے لگا۔ آپ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ آ گئے، اس وقت مسجد میں دو صفیں مردوں کی ایک صف عورتوں کی تھی یا اس کا عکس (دو صفیں عورتوں کی اور ایک صف مردوں کی)، آپ ﷺ نے نماز شروع کرنے سے قبل فرمایا اگر (بالفرض) مجھے نماز میں کوئی بھول چوک ہو تو اگر مرد لقمہ دیں تو تسبیح کے ذریعہ دیں اور اگر لقمہ دینے والی عورت ہو تو وہ تصفیق کرے (جیسا کہ لقمہ دینے کا طریقہ ہے) آگے راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی لیکن کوئی سہو پیش نہیں آیا، بہر حال نماز سے فراغ پر آپ ﷺ نے فرمایا مَجَالِسَكُمْ. مَجَالِسَكُمْ (سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں) اور حمد و ثناء کے بعد آپ ﷺ نے اولاً مردوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا جب تم

میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا چاہتا ہے تو اس وقت دروازہ بند کرکے پردہ کا انتظام نہیں کرتا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا جی ہاں پردہ وغیرہ کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اور پھر بعد میں کیا کرتا ہے دوستوں میں بیٹھ کر اس پوشیدہ فعل کا افشاء کرتا ہے کہ میں نے رات اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح کیا اور اس طرح کیا، اس پر سب خاموش رہے، اسکے بعد آپ ﷺ مستورات کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھی یہی ناراضی کے انداز میں سوال فرمایا، وہ بھی سب خاموش رہیں فَجَثَتْ فَتَاةٌ قَالَ مُؤَمَّلٌ، فِي حَدِيثِهِ فَتَاةٌ كَعَابٌ عَلَى إِحْدَى رُكْبَتَيْهَا (لیکن ایک عورت نے جواب کا ارادہ کیا) اور وہ ایڑی کے بل بیٹھ کر اور ذرا گردن آگے کو نکال کر تا کہ آپ اس کو دیکھ سکیں اور اس کی بات کو بسہولت سن سکیں اس نے عرض کیا: یَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُمْ لَيَتَحَدَّثُونَ، وَإِنَّهُنَّ لَيَتَحَدَّثْنَهُ بیشک ایسا ہی ہے جو آپ ﷺ نے فرمایا یہ مرد بھی اس طرح کا ذکر تذکرہ کرتے ہیں، اور یہ عورتیں بھی اس طرح کا ذکر کرتی ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس فعل کی قباحت کو مثال سے سمجھایا کہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی سب کے سامنے علانیہ طور پر گلی کوچے میں جماع کرے۔

جزی اللہ سیدنا ومولانا محمدًا عنا ما ھو اھلہ، صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ، آپ ﷺ نے واقعی رسالت کا حق پورا پورا اداء فرمادیا کامل نگرانی کے ساتھ ہر چھوٹی بڑی بات کو اچھی طرح سمجھادیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں یہ مرض عام طور سے پایا جارہا ہے۔ نوجوانوں کا اس میں عام ابتلاء ہے خصوصاً جس کی نئی شادی ہوتی ہے اگر وہ خود ذکر نہ کرے تو اس کے ساتھی باصرار اس سے دریافت کرتے ہیں فأنا للہ وانا الیہ راجعون والی اللہ المشتکی، قال المنذری: وأخرجه الترمذي والنسائي مختصر القصة الطيب اھ. وزاد فی تکملۃ المنہل احمد والبیہقی[1]۔

وھذا آخر کتاب النکاح والحمد للہ اولاً وآخراً

آخر كِتَابُ النِّكَاحِ

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٦ ص ٢٢٤، فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٨٤

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق کے احکام و مسائل کا بیان

تَفْرِيعُ أَبْوَابِ الطَّلَاقِ (طلاق کے فروعی مسائل کا بیان)

مشروعیت طلاق کی حکمت: جس طرح اللہ تعالیٰ شانہ نے نکاح کو مشروع فرمایا مصلحت عباد کیلئے اسلئے کہ نکاح کے ذریعہ بندوں کے دینی و دنیوی مصالح پورے ہوتے ہیں (کما تقدم فی مبدأ کتاب النکاح)، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طلاق کو بھی مشروع فرمایا انہی مصالح کے تکملہ کے طور پر کیونکہ بعض مرتبہ انسان کو جو نکاح اس نے کیا ہے وہ موافق نہیں آتا تو وہ اس سے خلاصی چاہتا ہے سو اللہ تعالیٰ نے اسکا حل طلاق کو بنایا نیز اللہ تعالیٰ نے طلاق کے بھی درجات رکھے اور اسکے چند عدد مقرر فرمادیئے تاکہ نکاح دفعۃً ختم نہ ہو جائے اور طلاق دینے والا اپنے نفس کو آزمالے کہ بیوی سے جدائی اور علیحدگی ہی بہتر رہے گی یا نہیں بلکہ اس کا ہونا ہی بہتر ہے نہ ہونے سے، لیکن طلاق کے عدد کے پورا ہونے کے بعد اگر وہ دوبارہ نکاح میں اس عورت کو لینا چاہے تو زوج کی اصلاح کیلئے یہ ناگوار شرط مقرر فرمائی گئی کہ اب جب تک وہ عورت اسکے مقابل کے نکاح میں نہ جاچکے اور اس کے پاس سے ہو کر نہ آجائے اس وقت تک وہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا (زیلعی علی الکنز)، گویا حلالہ کی قید تنبیہاً و سزاءً لگائی گئی ہے، سبحان اللہ! احکام الٰہیہ میں کیا کیا حِکَم و مصالح ہیں۔

اس کے بعد اب ہم یہاں اختصار کے پیش نظر صرف دو باتیں اور بیان کرتے ہیں: ① طلاق کے لغوی و شرعی معنی، ② طلاق کی قسمیں مع اختلاف ائمہ، شرح حدیث کیلئے ان دو کے بیان کی احتیاج زیادہ ہے۔

بحث اول (لغوی و شرعی معنی): طلاق اسم مصدر ہے اور مصدر تطلیق ہے جیسے سلام و تسلیم۔ طلاق کے لغوی معنی حل الوثاق (گرہ کھولنا) مشتق ہے اطلاق سے بمعنی ارسال و ترک، کہا جاتا ہے اطلق الاسیر قیدی کو چھوڑ دیا، اطلق الناقۃ ناقہ کی رسی کھول دی، نکاح میں اسکا استعمال باب تفعیل سے ہوتا ہے یعنی تطلیق اور غیر نکاح میں باب افعال سے [1] اور اصطلاحی معنی ہیں رفع القید الثابت شرعاً بالنکاح اس تعلق اور وابستگی کو رفع کر دینا [2] جس کا ثبوت شرعاً نکاح کے ذریعہ سے ہوتا ہے، شرعاً

---

[1] اسی لئے أنتِ مُطَلَّقَةٌ بتشدید اللام میں نیت کی حاجت نہیں بخلاف انتِ مُطْلَقَةٌ بسکون اللام، اس میں نیت کی حاجت ہے، ۱۲۔

[2] خواہ وہ رفع فی الحال ہو کما فی الطلاق البائن او رفی المآل کما فی الطلاق الرجعی بعد انقضاء العدۃ (منہل)۔

کی قید سے قید حسی خارج ہو گئی یعنی حل الوثاق (گرہ کھولنا) اور بالنکاح کی قید سے احتراز ہو گیا عتق سے اسلئے کہ اگرچہ عتق میں بھی اس قید کا رفع ہوتا ہے جو شرعاً ثابت ہے لیکن اس کا ثبوت نکاح سے نہیں (بلکہ شراء وغیرہ سے ہوتا ہے) (زیلعی [1])۔

بحث ثانی (اقسام طلاق مع اختلاف ائمہ): طلاق کی اولاً دو قسمیں ہیں۔ ❶ طلاق سنة [2] اور ❷ طلاق بدعۃ۔

❶ پھر اول کی دو قسمیں ہیں: طلاق حسن اور طلاق احسن۔ ① طلاق احسن یہ ہے کہ زوج مدخول بہا کو ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں اس نے اس سے وطی نہ کی ہو یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے، اور بس! یعنی اس کے بعد دوسری اور تیسری طلاق نہ دے، ② طلاق حسن [3] یہ ہے زوج مدخول بہا کو بزمانہ طہر، ایسا طہر جس میں وطی نہ کی ہو ایک طلاق دے، پھر اسی طرح دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے۔

مذکورہ بالا تعریف سے معلوم ہوا کہ سنیت طلاق کا مدار دو چیزوں پر ہے عدد اور وقت یعنی طہر واحد میں ایک طلاق سے زائد نہ دیجائے۔ دوسرے یہ کہ بزمانہ طہر دیجائے پس اگر ایک سے زائد دی یا حالت حیض میں دی تو وہ طلاق بدعی ہو گی کیونکہ ایک سے زائد، زائد از حاجت ہے۔ حاجت ایک طلاق سے بھی پوری ہو جاتی ہے اور طہر کی قید اس لئے ہے کہ حیض کی طلاق میں احتمال ہے اس کا کہ ضرورت و مصلحت کیوجہ سے نہ ہو بلکہ نفرت کی وجہ سے ہو کہ حیض کی حالت گندگی کی حالت ہے اور دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ حالت حیض میں دینے سے تطویل عدت لازم آتا ہے کیونکہ جس حیض میں طلاق دیجائیگی وہ حیض تو عدت میں شمار نہیں ہوتا اس کے علاوہ تین حیض عدت کے ہوں گے۔

اور یہ جو عدم وطی کی قید ہے اس کا منشا یہ ہے کہ وطی کی صورت میں احتمال ہو جائیگا علوق (حمل) کا جس سے مسئلہ عدت مشتبہ ہو جائے گا، اس لئے کہ حامل کی عدت وضع حمل ہے اور غیر حامل کی حیض تو اب یہ عورت ظہور حمل سے قبل متردد رہے گی اس میں کہ میری عدت کیا ہے؟ نیز وطی کے بعد چونکہ رغبۃ الی المرأۃ فی الحال باقی نہیں رہتی اس لئے اس وقت طلاق دینے میں احتمال ہے اس کا کہ یہ طلاق ضرورت کیوجہ سے نہ ہو بلکہ عدم رغبت کیوجہ سے ہو، حالانکہ طلاق سنی وہ ہے جو ضرورت و مصلحت کی بناء پر ہو۔

---

❶ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق — ج ۲ ص ۱۸۸

❷ یہاں پر یہ سوال مشہور ہے کہ طلاق تو عند اللہ شئ مبغوض ہے کما فی الحدیث پھر طلاق کے سنت ہونیکے کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ گو طلاق فی حد ذاتہ مبغوض شئ ہے لیکن بہر حال بوقت ضرورت شریعت نے اسکی اجازت دی ہے پھر ایقاع طلاق کے بعض طرق تو درست اور صحیح ہیں اور بعض نادرست ہیں، پس ایقاع طلاق کا جو طریقہ حدیث سے ثابت ہے اسی کو طلاق سنت کہتے ہیں یعنی طلاق کا مشروع طریقہ پس مسنون بمعنی مشروع (قاعدۂ شرعیہ کے مطابق) واللہ اعلم ۱۲۔

❸ طلاق حسن کو طلاق سنت بھی کہتے ہیں، یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ طلاق احسن تو طلاق سنت کا اعلیٰ فرد ہے پھر طلاق حسن ہی کا نام طلاق سنت کیوں رکھا گیا۔ جواب یہ ہے کہ اس میں تعریض ہے امام مالکؒ کے مسلک پر کہ وہ تین طلاقوں کو جو اس طور پر دیجائیں سنی نہیں مانتے بلکہ بدعی کہتے ہیں طلاق سنی انکے نزدیک منحصر ہے طلاق واحد میں، ایک سے زائد طلاق مطلقاً انکے نزدیک خلاف سنت ہے، ۱۲۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ طلاق سنی کی تعریف میں یہ جو عدد کی قید ہے کہ ایک سے زائد نہ ہو یہ قید تو عام ہے مدخول بہا اور غیر مدخول بہا دونوں کے حق میں ہے، لیکن یہ دوسری قید جو وقت کے لحاظ سے ہے کہ زمانہ طہر میں ہو حیض میں نہ ہو یہ قید صرف مدخول بہا کے حق میں ہے۔ اگر عورت غیر مدخول بہا تو پھر طہر کی قید نہیں ہے، غیر مدخول بہا کی حالت حیض کی طلاق بھی طلاق سنی ہے، جسکی عقلی دلیل یہ ہے کہ چونکہ مرد اس عورت سے ابتک شہوت پوری نہیں کر سکا ہے اسلئے اسکی طرف رغبت ہر حال میں ہوگی وہاں نفرت کا احتمال نہیں ہے، لہذا جب مرد باوجود رغبت کے طلاق دے رہا ہے تو یہ علامت ہے ضرورت ومصلحت کی وعلیہا مدار السنیۃ۔

اسی طرح یہ بھی ❶ واضح رہے کہ مذکورہ بالا تعریف طلاق سنی کی ان عورتوں کے لحاظ سے ہے جو ذوات الحیض ہوں اور جو عورتیں ذوات الاشہر ہیں (جن کو حیض نہیں آتا جیسے صغیرہ، کبیرۂ آئسہ وحاملہ) ان کی طلاق سنی یہ ہے کہ ہر ماہ میں ایک طلاق دیجائے۔ تین طلاقیں تین ماہ میں دی جائیں نیز یہاں عدم الوطی کی قید بھی نہیں ہے۔ ذوات الحیض میں عدم الوطی کی قید اس لئے تھی کی وطی کی صورت میں وہاں علوق کا احتمال ہے جس سے عدت کا مسئلہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور ذوات الاشہر میں یہ احتمال ہے نہیں، صغیرہ اور آئسہ میں تو ظاہر ہے اور حاملہ سے مراد ظاہر الحمل ہے، جب حمل ظاہر ہو گیا تو پھر اشتباہ کہاں رہا واللہ تعالی اعلم، بحمد اللہ طلاق سنی کی تعریف مع فوائد قیود پوری ہوئی، وھذا کلہ ماخوذ من الزیلعی شرح الکنز ❷۔

❷ طلاق کی قسم ثانی یعنی طلاق بدعی کی تعریف طلاق سنی کی تعریف میں غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں (کمافی هامش شرح الوقایة) طلاق بدعی وہ ہے جو طلاق سنت کی دونوں قسموں کے خلاف ہو بایں طور کہ ایک سے زائد دو یا تین طلاقیں دی جائیں بکلمۃ واحدۃ یا متفرقاً فی طہر واحد، یا وہ ایک طلاق جو دیجائے حالت حیض میں، یا وہ طلاق جو دیجائے ایسے طہر میں جس میں وطی کی ہو۔

طلاق فی الحیض سے رجوع کا امر: اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ جو طلاق حیض میں دی جائے وہاں اسکی تلافی کیلئے رجوع کا حکم ہے قیل علی الوجوب وھو الاصح وقیل علی الاستحباب پھر اسکے بعد اگر چاہے تو طہر میں طلاق دے، نہ چاہے تو نکاح میں باقی رکھے۔ اب یہ کہ اگر طلاق دے تو کونسے طہر میں! حیض کے بعد متصلاً آنیوالے طہر میں یا طہر ثانی میں؟ اس میں روایات حدیثیہ بھی مختلف ہیں اور روایات فقہیہ بھی۔ بعض روایات ابن عمرؓ میں طہر اول مذکور ہے اور بعض میں یہ ہے کہ طہر اول کے بعد آنے والے دوسرے طہر میں دی جائے۔ صاحبینؒ کے رائے طہر ثانی کی ہے اور ظاہر الروایۃ بھی یہی ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک طہر اول میں بھی دے سکتے ہیں، کما قال الطحاوی وقیل الاظہر ان الامام مع الصاحبین، یہ اب تک

---

❶ فلی الکنز وتفرق علی الاشهر فیمن لاتحیض وصح طلاقهن بعد الوطی، ۱۲۔

❷ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق — ج ۲ ص ۱۸۸ - ۱۹۱

طلاق کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا مذہب حنفی کی روشنی میں اور اس کے مطابق لکھا گیا۔

اقسام طلاق میں ائمہ ثلاثہ کے مسالک: اب باقی ائمہ کے مسلک سنیئے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک سنیت طلاق کا مدار عدد پر نہیں صرف زماں پر ہے، طلاق سنت ان کے نزدیک یہ ہے کہ طلاق دی جائے زمانۂ طہر میں ایسا طہر جس میں زوج نے وطی نہ کی ہو، خواہ طلاق ایک ہو یا تین بیک وقت ففی متن ابی شجاع فالسنة أن یوقع الطلاق في طهر غیر مجامع فیه والبدعة أن یوقع الطلاق في الحیض أو في طهر جامعها فیه اھ [1]، اور یہ ان کے یہاں ان عورتوں کے بارے میں ہے جو ذوات الحیض ہوں اور جو ذوات الاشہر ہیں ان کے بارے میں ان کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ ان عورتوں کی طلاق میں سنت اور بدعت کی کوئی تقسیم نہیں ہے جس طرح بھی طلاق دی جائے گی وہ مباح ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک طلاق سنت یہ ہے کہ آدمی ایک طلاق دے طہر میں ایسا طہر جس میں اس نے اس سے وطی نہ کی ہو، یہاں تک کہ انقضاء عدت ہو جائے یعنی دوسری اور تیسری طلاق کی نوبت نہ آئے نیز ان کے مسلک میں یہ بھی قید ہے کہ یہ طہر ایسا ہو جس سے پہلے والے حیض میں طلاق دے کر رجعت نہ کی ہو یعنی اگر کسی نے حالت حیض میں طلاق دے کر رجعت کی پھر اس کے بعد آنے والے طہر میں متصلاً طلاق دی تو یہ طلاق، طلاق سنت نہ ہوگی لہذا حیض میں طلاق دینے والے کو چاہئے کہ اس سے رجعت کر کے دوبارہ اگر طلاق دے تو طہر اول میں نہ دے بلکہ طہر ثانی میں دے جیسا کہ حدیث ابن عمرؓ کے بعض طرق میں ہے، الحاصل عند المالکیہ طلاق سنت وہ ہے جس کو ہم طلاق احسن کہتے ہیں اور جس کو ہم طلاق حسن کہتے ہیں (تین طلاقیں تین ہی طہر میں دی جائیں) یہ طلاق ان کے نزدیک طلاق بدعت ہے۔ گویا تین طلاقیں خواہ طہر واحد میں دی جائیں یا متعدد اطہار میں دونوں برابر ہیں بدعت ہونے میں (بخلاف شافعیہ کے کہ ان کے نزدیک تین طلاقیں طہر واحد میں بھی بدعی نہیں ہیں کما تقدم) نیز جیسا کہ شافعیہ کے مسلک میں گزرا کہ سنت وبدعت کا فرق ان عورتوں میں ہے جو ذوات الحیض ہوں ذوات الاشہر میں نہیں اسی طرح مالکیہ وحنابلہ کی کتب میں بھی موجود ہے۔

رہا مسلک حنابلہ کا سوان کی اکثر کتب میں جیسے الروض المربع، نیل المآرب، زاد المستقنع، جمع الثلاث کو طلاق بدعت اور حرام لکھا ہے اگرچہ متعدد اطہار میں ہوں اور ابن قدامہؒ نے مغنی میں امام احمد کی جمع الثلاث میں دو روایتیں نقل کی ہیں۔ اول یہ کہ وہ بھی طلاق سنت ہی ہے (گو خلاف مختار وخلاف اولی ہے) وقال اختار هذه الروایة الخرقي، اور روایۃ ثانیہ یہ ہے کہ جمع الثلاث حرام اور بدعت ہے ابن قدامہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ترجیح حرمت ہی کو ہے اسی کو انہوں نے روایۃً درایۃً ثابت مانا ہے اور جمع الاثنین ولو في طہر واحد کو کتب حنابلہ میں طلاق سنت ہی قرار دیا ہے لیکن مکروہ غیر حرام۔

جمع الثلاث کی حلت وحرمت کے دلائل: حنفیہ ومالکیہ نیز احمد فی روایۃ نے جمع الثلاث کی حرمت پر ان احادیث

---

[1] متن أبي شجاع المسمی الغایة والتقریب — ص ۳۳

سے استدلال کیا ہے جن میں اس پر وعیدیں وارد ہوئیں ہیں جو شروح حدیث وکتب فقہ میں مذکور ہیں، نیز شریعت میں جن مصالح کی بناپر طلاق میں چند عدد رکھے ہیں (کماتقدمت الاشارۃ الیہافی مبدأ کتاب الطلاق) ایک ساتھ تین طلاق دینے میں ان مصالح کو یکسر ضائع کردینا ہے جو انتہائی نادانی وناشکری ہونے کی بناء پر حرام ومعصیت ہے اور حضرت امام شافعیؒ واحمدؒ فی روایۃ جو جمع الثلاث کو جائز قرار دیتے ہیں وہ استدلال میں عویمر عجلانی کے قصہ لعان کو پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے لعان کے بعد آپ کی مجلس میں اپنی بیوی کو دفعۃً تین طلاقیں دی کمافی روایۃ الصحیحین اور اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، ایسے ہی امر آۃ رفاعہ کی حدیث جس نے آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر یہ اعتراف کیا کہ رفاعہ نے مجھے طلاق بتہ دی، ایسے ہی فاطمہ بنت قیس کی بھی طلاق ثلاث کا قصہ ہے، فریق اول نے لعان والی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ لعان توبذات خود موجب فرقت ہے اس کے بعد طلاق دینا غیر مؤثر ہے، اس کے علاوہ جو طلاق ثلاثہ کے اور قصے ہیں وہ سب آپ کے سامنے کہاں پیش آئے ہیں یادینے والے نے آپ کے سامنے آکر اس بات کا اقرار کیا ہو کہ میں نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں اور پھر آپ کی ترک نکیر سے اس کے جواز پر استدلال کیا جائے نیز کسی مصلحت سے تاخیر نکیر کا بھی احتمال ہے کہ بروقت نکیر نہ فرمائی ہو بعد میں کسی وقت نکیر کی ہو، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

الحمد للہ ابتدائی بحثیں پوری ہوئیں، البتہ یہاں ایک اہم اختلافی بحث اور باقی ہے وہ یہ کہ جمع الثلاث گو ناجائز ہے اور طلاق بدعت ہے لیکن تینوں واقع بھی ہوتی ہیں یا نہیں؟ یہ بحث آگے چند ابواب کے بعد آرہی ہے۔

١ ـ بَابٌ فِيمَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا

جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف ورغلائے

٢١٧٥ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا، أَوْ عَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف اُکسائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الطلاق (٢١٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٧/٢)

شرح الحدیث: یہ ترجمہ بلفظ الحدیث ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی شخص کی بیوی کو اسکے شوہر کے خلاف اکسائے (اکسانے والا مرد ہو خواہ عورت) وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اکسانے اور بگاڑنے کی دو صورتیں ہیں: ① ایک یہ کہ کسی عورت کے سامنے اسکے شوہر کی برائیاں بیان کی جائیں اسکے عیوب گنوائے جائیں اور یہ کہ اس نے تجھ پر بڑا ظلم کر رکھا ہے

وغیرہ وغیرہ۔ ② دوسری صورت یہ ہے کہ کسی اجنبی شخص کی تعریفیں اس کے سامنے کی جائیں تاکہ وہ بجائے اپنے شوہر کے اس دوسرے شخص کی طرف راغب ہو جائے۔ بعض لوگوں میں یہ مرض ہوتا ہے، عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے، والحدیث أخرجه أیضاً النسائی والحاکم وصححه اهـ تکملة المنهل [1]۔

۲۔ بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَسْأَلُ زَوْجَهَا طَلَاقَ امْرَأَةٍ لَهُ

کوئی خاتون اپنے ہونے والے شوہر سے اس کی پہلی بیوی کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے

۲۱۷۶۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی خاتون اپنی بہن کی طلاق نہ طلب کرے تاکہ اس پہلی بیوی کی پلیٹ کو اپنے لیے فارغ کر لے بلکہ یہ عورت اس شخص سے نکاح کر لے، جو اس کی قسمت میں ہے اس کو مل جائے گا۔

تخریج: صحیح البخاري - البیوع (۲۰۳۳) صحیح مسلم - النکاح (۱٤۱۳) جامع الترمذي - الطلاق (۱۱۹۰) سنن أبي داود - الطلاق (۲۱۷٦) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۲/۲۳۸) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۲/۳۹٤) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۲/٤۱۰) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۲/٤۲۰) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۲/٤۸۷) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۲/٤۸۹)

شرح الحدیث: **حدیث الباب کی مکمل شرح:** حدیث الباب کا مطلب یہ ہے، ایک شخص جس کے نکاح میں پہلے سے ایک عورت ہے وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو جس عورت سے کرنا چاہتا ہے (وہ مخطوبہ) اس شخص سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ پہلے تو اپنی بیوی کو طلاق دے تب میں تجھ سے نکاح کروں گی۔ آپ ﷺ اسکے اس مطالبہ کی مذمت اس طرح ظاہر فرمارہے ہیں لِتَسْتَفْرِغَ [2] صَحْفَتَهَا تاکہ اس پہلی بیوی کی پلیٹ کو اپنے لئے فارغ کر لے یعنی جو کچھ چیزیں اسکے حصہ میں آتی ہیں کھانے پینے کی اور دوسری چیزیں وہ سب اسکو (مخطوبہ کو) ملنے لگیں، آگے آپ ﷺ فرماتے ہیں: وَلْتَنْكِحْ، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا، کہ بلکہ اس کو چاہیئے کہ بغیر اس مطالبہ کے نکاح کر لے جتنا جس کے مقدر میں ہوگا وہ اس کو ملے گا۔

اس حدیث کی مزید تشریح یہ ہے کہ اس میں امرأۃ سے کیا مراد ہے اس میں دو احتمال ہیں اسی طرح وَلْتَنْكِحْ میں بھی دو احتمال ہیں۔ امرأۃ کے دو احتمال یہ ہیں:

① اس سے مراد مخطوبہ ہے یعنی وہ دوسری عورت جس سے یہ شخص شادی کرنا چاہتا ہے۔

---

[1] فتح الملك المعبود تکملة المنهل العذب المورود - ج ٤ ص ۸۷

[2] استفراغ کے معنی کسی چیز کو فارغ یعنی خالی کرنا اور یہاں مراد یہ ہے کہ جو اشیاء اور نعمتیں دوسری کی پلیٹ میں ہیں یعنی اس کے حصہ میں ہیں ان سب کو یہ مخطوبہ اپنی پلیٹ میں منتقل کر لے، ۱۲۔

② اس سے مراد ضرہ ہے یعنی شخص مذکور کی دو بیویوں میں سے ایک بیوی۔

ولِتَنكِحَ میں ① ایک احتمال یہ ہے کہ اس کو منصوب پڑھا جائے لِتَسْتَفْرِغَ پر عطف مانتے ہوئے، ② دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کو بصیغہ امر مجزوم پڑھا جائے اور اس کا عطف لاتَسْأَلِ پر مانا جائے۔

اب یہ کل چار صورتیں ہو گئیں: ① لِتَنكِحَ کو منصوب پڑھا جائے اور مرأۃ سے مخطوبہ مراد لیا جائے، ② لِتَنكِحَ کو منصوب پڑھا جائے اور مرأۃ سے ضرہ مراد لیا جائے، ③ لِتَنكِحَ کو مجزوم پڑھا جائے اور مرأۃ سے مخطوبہ مراد لیا جائے، ④ لِتَنكِحَ کو مجزوم پڑھا جائے اور مرأۃ سے ضرہ مراد لیا جائے۔

اب ان میں سے ہر صورت کا مطلب سمجھئے۔ بالکل شروع میں جو مطلب لکھا گیا ہے وہ ان صورتوں میں سے تیسری صورت کا مطلب ہے۔ چوتھی صورت میں مطلب یہ ہوگا، ایک سوکن دوسری سوکن کے بارے میں اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے اسکے حصے کی چیزوں کو لینے کیلئے بلکہ اسکو چاہئے کہ موجودہ حالت ہی میں اسکے نکاح میں قائم رہے جس کے مقدر میں جو ہوگا وہ اسکو مل کر رہے گا۔ اس صورت میں نکاح سے مراد تثبت فی النکاح ہوگا یعنی نکاح میں باقی رہنا، اور سب سے پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا، مخطوبہ سوال نہ کرے سابق بیوی کے طلاق کا تاکہ اسکے حصے کی چیزیں خود لے لے اور تاکہ وہ اپنا نکاح اس شخص سے کر لے اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا، ایک سوکن دوسری سوکن کے طلاق کا سوال نہ کرے اسکے حصے کی چیزوں کو لینے کیلئے اور تاکہ وہ سوکن اپنا نکاح کسی دوسری جگہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ شانہ شراح حدیث کو بہترین جزاء خیر عطا فرمائے کہ یہ حضرات شرح حدیث کا حق اداء کر دیتے ہیں، اور یہی حال فقہاء کرام کا ہے کہ وہ استنباط مسائل میں کچھ کسر نہیں چھوڑتے ہیں۔ فجزاهم الله تعالى عنا ما هو اهله وحشرنا يوم القيامة معهم. وحديث الباب أخرجه أيضاً البخاري والنسائي وأخرجه مسلم من حديث محمد بن سيرين عن أبي هريرة اهـ عون ومنهل [1]۔

۳۔ بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الطَّلَاقِ

طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے بیان میں

۲۱۷۷ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُعَرِّفٌ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَحَلَّ اللهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ».

ترجمہ حضرت محارب بن دثارؒ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال اشیاء میں طلاق سے بڑھ کر زیادہ مبغوض کوئی چیز نہیں۔

۲۱۷۸ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ مُعَرِّفِ بْنِ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود– ج ٤ ص ٨٨، عون المعبود شرح سنن أبي داود ج ٦ ص ٢٢٦

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال اشیاء میں سب سے مبغوض شئے طلاق ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الطلاق (۲۱۷۸) سنن ابن ماجه - الطلاق (۲۰۱۸)

شرح الأحاديث: مَا أَحَلَّ اللهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ: اس حدیث کو مصنف نے دو طریق سے ذکر فرمایا اول ان میں سے مرسل ہے، دوسرا مسند۔ قال المنذري: وأخرجه ابن ماجه، والمشهور فيه المرسل وهو غريب اھ[1]۔

طلاق باوجود جائز اور حلال ہونے کے مبغوض عند اللہ تعالیٰ ہے۔ معلوم ہوا ہر حلال شئ محبوب نہیں بلکہ بعض حلال مبغوض ہوتے ہیں۔

طلاق کے مکروہ ومبغوض ہونے کی تشریح: اس حدیث پر امام خطابیؒ تحریر فرماتے ہیں: طلاق کی کراہیت نفس طلاق کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس بد خلقی اور سوء عشرت کے لحاظ سے ہے جو سبب طلاق ہے اسلئے کہ طلاق تو مباح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو ایک مرتبہ طلاق دی تھی پھر بعد میں رجوع فرمالیا تھا، اسی طرح ابن عمرؓ کی ایک بیوی تھی جس سے ان کو تو محبت تھی لیکن ان کے باپ عمرؓ کو وہ پسند نہ تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ ابن عمرؓ کے نکاح میں رہے، اس بات کی شکایت ابن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اسکو طلاق دے دو۔ اس پر انہوں نے اسکو طلاق دیدی۔ پس ظاہر ہے کہ آپ کسی کو ایسی شئ کا حکم نہیں کر سکتے ہیں جو عند اللہ مکروہ ہو، اھ[2]۔ میں کہتا ہوں اسی طرح ہمارے فقہاء نے بھی لکھا ہے۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: بعض لوگ کہتے ہیں طلاق بغیر ضرورت کے مباح نہیں ہے (پھر آگے انہوں نے اسکی تائید میں کچھ احادیث ذکر کی ہیں) اسکے بعد فرماتے ہیں اور ہماری دلیل باری تعالیٰ کا قول: إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ[3] ہے نیز باری تعالیٰ کا قول: لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ[4]، وَهَذَا يَقْتَضِي الْإِبَاحَةَ «وَطَلَّقَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حَفْصَةَ» وَالصَّحَابَةُ - رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ - كَانُوا يُطَلِّقُونَ مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ الخ[5]۔

شیخ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں: جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں طلاق کی مبغوضیت کے ساتھ اسکے حلال ہونے کی بھی تصریح ہے، لہذا طلاق کی کراہت، کراہت بالمعنی الاصطلاحی نہیں ہے صفت بغض کے ساتھ اگر حلت کی تصریح نہ ہوتی تو بیشک طلاق شرعاً

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ٢٢٧

[2] معالم السنن - ج ٣ ص ٢٣١

[3] جب تم طلاق دو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر (سورۃ الطلاق ۱)

[4] کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو (سورۃ البقرۃ ۲۳٦)

[5] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق - ج ٢ ص ١٨٩

مکروہ ہوتی اور اس پر وہی چیز مرتب ہوتی جو مکروہ اصطلاحی پر ہوتی [1] ہے، ہو اذلیس فلیس اس سے زائد نہیں کہا جا سکتا کہ طلاق عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ مبغوض اور ناپسند ہے اھ [2]، علامہ قسطلانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں: جس طرح اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مشروع فرمایا اسی طرح طلاق کو مشروع فرمایا، پھر آگے فرماتے ہیں: اور وہ جو سنن ابو داؤد کی حدیث ہے جس میں طلاق کو مبغوض قرار دیا ہے وہ محمول ہے اس طلاق پر جو بلاوجہ دی جائے نیز ویسے بھی اس حدیث میں علتِ ارسال پائی جاتی ہے اسکے بعد پھر انہوں نے ابن الہمامؒ کا کلام مذکور نقل فرمایا ہے [3]۔ ابن عبد البرؒ کتاب الکافی میں کتاب الطلاق کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں: طلاق مباح ہے اگرچہ عورت کو ناپسند ہو خواہ عورت مسیئہ ہو یا محسنہ، قبل الدخول وبعد الدخول، لیکن کثیر الطلاق شخص مذموم (قابل مذمت) ہے اور یہ چیز محاسن اخلاق سے نہیں ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں: شریعت میں طلاق دینے کا ایک طریقہ ہے جس سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔ باری تعالیٰ کی معصیت اور اپنے نفس پر ظلم ہے اھ الحاصل طلاق اگر بضرورت اور مصلحۃ ہے تب تو اس کے جواز میں کسی کو کلام ہی نہیں ہے اور اگر بلا ضرورت ہے تب بھی عند الجمہور جائز ہے بشرطیکہ قاعدۂ شرعیہ [4] کے مطابق اور جملہ حقوق کی ادائیگی کیساتھ ہو جس پر تسریح باحسان صادق آتا ہو کذا ایستفاد من تصریحات الفقہاء۔ یہ سب جو کچھ لکھا گیا ہے وہ مصنف کے ترجمہ باب کراھیۃ الطلاق کے پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ طلاق کی کراہیت کس [5] حد تک ہے۔

٤ - بَابٌ فِي طَلَاقِ السُّنَّةِ

طلاق سنت کے بیان میں

٢١٧٩ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدَ ذَلِكَ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ، قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عہد نبوی میں اپنی اہلیہ کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو حضرت عمر فاروقؓ نے حضور اکرم ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابنِ عمرؓ کو کہو کہ

---

[1] یعنی اگر مکروہ تنزیہی ہے تو مستحق ملامت اور مکروہ تحریمی ہو تو عقاب، ١٢۔

[2] شرح فتح القدیر للکمال ابن الهمام — ج ٣ ص ٤٤٤ - ٤٤٥

[3] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ٨ ص ١٢٥ - ١٢٦

[4] جس کو طلاق سنی کہتے ہیں اور جو طلاق خلاف شرع ہو جس کو بدعی کہتے ہیں وہ ناجائز اور حرام ہے، ١٢۔

[5] طلاق بعض حالات میں صرف مباح اور بعض میں مستحب اور بعض میں واجب ہو جاتی ہے اور بعض حالات میں مکروہ جن کی تفصیلات کتب فقہ اور شروح حدیث میں مذکور ہیں، ١٢۔

رجوع کرلے اور اس کو اپنے نکاح میں رکھ لے جب تک کہ وہ حیض سے پاک ہو۔ پھر اس کو حیض آئے پھر پاک ہو۔ پھر طہر ثانی میں اگر چاہے تو اس کو اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو اس کو اس طہر میں جماع کرنے سے قبل طلاق دے دے، پس یہ وہ عدت ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے۔

۲۱۸۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً، بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی پھر گزشتہ حدیث کی طرح روایت بیان کی۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٢٥) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٨) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤١) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٧١) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٨٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩١) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢١٧٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠١٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٣) موطأ مالك - الطلاق (١٢٢٠) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٢) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٣)

شرح الأحاديث: **ابن عمرؓ کے زمان حیض میں طلاق دینے کا قصہ اور اس سے متعلق مسائل:** مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں حضرت ابن عمرؓ کے زمانۂ حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کا واقعہ ذکر فرمایا ہے پورے باب میں صرف یہی ایک قصہ متعدد طرق سے بیان کیا ہے یہ حدیث مشہور ہے جملہ صحاح ستہ میں موجود ہے مصنف نے اسکے جملہ طرق کو بہت اہتمام سے ذکر کیا ہے اور اسکے ایک طریق پر جس میں ایک زیادتی ہے جو جملہ مذاہب اربعہ کے خلاف ہے اس پر شدت سے نکیر فرمائی ہے۔

ان کی اس بیوی کا نام جسکا یہ قصہ ہے کہا گیا ہے کہ آمنہ ہے وقیل النوار، ممکن ہے آمنہ نام ہو اور النوار لقب، طلاق فی زمن الحیض بالاتفاق [1] طلاق بدعی ہے ایک ساتھ متعدد طلاق دینا اس میں تو اختلاف ہے شافعیہ واحمد وفی روایۃ ایسی طلاق بدعت نہیں ہے بلکہ سنی ہے (کما تقدم التفصیل) لیکن طلاق فی حال الحیض بالاتفاق طلاق بدعی ہے، ابن عمرؓ نے صرف ایک طلاق دی تھی جیسا کہ بعض طرق میں اس کی تصریح ہے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ: حضرت عمرؓ نے

[1] اس میں کچھ قیود اور تفصیل ہے جو آگے معلوم ہو جائے گی، ۱۲۔

جب اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو امر [1] فرمایا کہ وہ ابن عمرؓ کو اس طلاق سے رجوع کا امر کریں، یہ امر بالرجوع وجوب کیلئے ہے یا صرف استحباب کیلئے اس میں دونوں قول ہیں، علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں یہ امر عند الشافعیہ والحنابلہ استحباب کیلئے ہے اور یہی ایک روایت حنفیہ کی ہے اور مالکیہ کے نزدیک وجوب کیلئے ہے وصححه صاحب الهداية من الحنفية۔ مالکیہ کے نزدیک تو اس کو رجوع پر مجبور کیا جائیگا بالضرب والسجن والتهديد انتهى [2] اور آگے پھر اس حدیث کے اس طریق میں یہ ہے کہ رجوع کرنے کے بعد طہر ثانی تک رکا رہے طہر ثانی میں اس کو اختیار ہے چاہے طلاق دے اور چاہے تو نکاح میں باقی رکھے، مطلب یہ ہوا طہر اول میں طلاق نہ دے اگر دینی ہی ہے تو طہر ثانی میں دے، یہ طہر ثانی والا امر استحباب کے لئے ہے یا وجوب کے لئے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے حنفیہ کا مسلک اس میں پہلے (طلاق بدعی کی تعریف میں) گزر چکا کہ ظاہر الروایۃ حنفیہ کی اس میں وجوب کی ہے اور غیر ظاہر الروایۃ استحباب کی اصح الوجہین للشافعیہ بھی وجوب ہی ہے کما قال الحافظؒ اور امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک استحباب کے لئے ہے کما قال الانہ دیر (ج ۲ ص ۳۶۳) والموفق۔

روایات حدیثیہ بھی اس میں مختلف ہیں باب کی حدیث کے طریق اول میں جو کہ طریق نافع ہے طہر ثانی مذکور ہے اور اس کے بعد جو طریق آرہا ہے یعنی طریق سالم اس میں صرف طہر اول مذکور ہے۔

پھر علماء کی اس میں مختلف آراء ہیں کہ طہر ثانی تک انتظار کی کیا مصلحت ہے؟ ① تاکہ یہ رجعت صرف طلاق کے لئے نہ ہو تو جس طرح طلاق کی نیت سے نکاح کرنا مکروہ اور ناجائز ہے اسی طرح طلاق کی نیت سے رجعت بھی نہ ہونی چاہیئے، لہذا رجعت کرنے کے بعد کچھ زمانہ ایسا گزرنا چاہیئے جس میں طلاق دینا جائز ہو لیکن نہ دیجائے، ② تاکہ رجعت کا فائدہ ظاہر ہو وہو الوطی اور جس طہر میں وطی کیجاتی ہے اس میں طلاق دینا بدعت ہے، ③ اس شخص نے عجلت کی طلاق دینے میں کہ حیض میں دیدی اور طہر کا انتظار نہیں کیا اس لئے سزاءً وعقوبۃً یہ حکم کیا گیا کہ طہر اول میں بھی مت دو اس کے بعد طہر ثانی میں دینا۔

فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ سُبْحَانَهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ: آپ نے ابن عمرؓ سے فرمایا کہ حیض کی طلاق سے رجوع کر کے زمانہ طہر میں طلاق دو، پس یہ حالت طہر ہی وہ عدت ہے جس میں طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

عدت کے مصداق میں فریقین کی رائے کی توضیح وتشریح: خطابیؒ کہتے ہیں: اس سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ جو زمان طلاق کا ہے وہی زمان عدت ہے اور زمان عدت بالاتفاق زمان طہر ہے لہذا زمان عدت بھی طہر ہوا (اس سے قبل وہ یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ میں لام بمعنی فی ہے) پس ثابت ہوا کہ قرآن میں ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ سے مراد ثلاثہ

---

[1] یہاں پر ایک مسئلہ اصول ہے هل الامر بالامر بالشئ امر بذلك الشئ ام لا؟ یعنی اگر کسی شخص کو یہ امر کیا جائے کہ وہ فلاں شخص کو کسی بات کا امر کرے تو یہ فلاں شخص آمر اول کی طرف سے مامور سمجھا جائے گا یا نہیں؟ بلکہ اس درمیانی شخص کیطرف سے مامور ہوگا، اس کی طرف اشارہ جلد ثانی میں مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ الحدیث میں گزر چکا ہے، ۱۲۔

[2] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ۸ ص ۱۲۶

اطہار ہیں کماھو [1] مسلك الشافعية۔

امام طحاویؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے یہاں اس حدیث میں لفظ عدت سے اصطلاحیہ مراد نہیں ہے جو کتاب اللہ سے ثابت ہے یعنی ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ بلکہ عدت سے مراد طلاق النساء کی عدت یعنی وقت طلاق پس ضروری نہیں کہ جو عدت طلاق کی ہے یعنی وقت طلاق وہی عدت ہو جس کے گزارنے میں عورتیں مکلف ہیں کیونکہ لفظ عدت کے کئی معنی آتے ہیں اھ [2]، چنانچہ قاموس وغیرہ کتب لغت میں عدت کے معنی متعدد لکھے ہیں فلیراجع، لہذا حدیث کے اس جملہ کا مطلب یہ ہوا پس یہ وقت طلاق دینے کا (جس میں ہم کہہ رہے) وہی وقت ہے جس میں طلاق دینے کا امر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فی قولہ تعالیٰ: فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ [3]، گویا آپ ﷺ امر بالطلاق فی زمان الطهر کو مؤید فرمارہے ہیں، اس آیۃ کریمہ سے، سبحان اللہ کیا عمدہ تشریح ہے۔

اسکے بعد جاننا چاہئے کہ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کی تفسیر میں اختلاف ہے بین الحنفية والشافعية جس کو مفسرین اور محدثین سبھی نے لکھا ہے، دراصل اس آیت شریفہ میں ایک قراءۃ یہ ہے کما سیأتی فی المتن أیضاً. فَطَلِّقُوْهُنَّ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ پھر حنفیہ وشافعیہ کا لفظ قُبُلِ کے مفہوم میں اختلاف ہے بناء بر اسکے کہ شافعیہ عدۃ بالاطہار کے قائل ہیں اور حنفیہ عدۃ بالحیض کے شافعیہ کہتے ہیں اسکے معنی ابتداء اور اول کے ہیں [4] یعنی عورتوں کو طلاق دو ان کی عدت کے شروع اور اس کے آغاز میں [5] اور حنفیہ کہتے ہیں اس سے مراد آمد واستقبال ہے، یعنی طلاق دو ایسے وقت میں جبکہ وہ عورتیں استقبال کرنے والی ہوں عدت کا یعنی ایسے وقت میں طلاق دو جس کے بعد زمان عدت آنے والا ہو اور طلاق بالاتفاق دی جاتی ہے زمان طہر میں، معلوم ہوا طہر کے بعد آنے والا زمانہ ہی زمان عدت ہے وھو الحیض حنفیہ اپنی رائے کی ترجیح اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ عدت ثلاثۃ قروء ہے پورے تین قرء گزرنے چاہئیں اور اگر عدت طہر کو قرار [6] دیا جائے کما قالوا اور حال یہ کہ طلاق بھی طہر ہی میں دی جاتی ہے تو اب خلط ہو جانے کی وجہ سے عدت کے حساب میں گڑبڑ کمی یا زیادتی واقع ہوگی جس طہر میں طلاق دی گئی اگر اسکو مستقل شمار کرتے ہیں تو عدد ثلاث (ثلاثۃ قروء) میں کمی واقع ہوگی (کما ھو مسلك الشافعية) اور اگر اسکو شمار نہیں کرتے اسکے علاوہ تین طہر گزارے جائیں تو اس صورت میں زیادتی لازم آتی ہے بخلاف اسکے کہ عدت حیض کو قرار دیا جائے

---

[1] مالکیہ کا مسلک بھی یہی ہے اور امام احمد کی دونوں روایتیں، ابن قدامہ نے المغنی میں حیض کو ترجیح دی ہے اور اسی کو درایۃً وروایۃً ثابت مانا ہے اور یہی مسلک حنفیہ کا ہے۔

[2] شرح معاني الآثار—ج ۳ ص ۶۰، وعون المعبود شرح سنن أبي داود—ج ۶ ص ۲۲۹

[3] جب تم طلاق دو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر (سورۃ الطلاق ۱)

[4] ای طلقوھن فی اول عدتھن، ونحن نقول طلقوھن مستقبلات عدتھن، ۱۲۔

[5] اور طلاق بالاتفاق طہر میں دیجاتی ہے لہذا عدت کا زمانہ بھی طہر ہی ہوا، ۱۲۔

[6] ابن قدامہ مغنی میں اس پر تفصیل سے کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طلاق تو کسی طرح بھی بوقت عدت ہو نہیں سکتی اسلئے کہ عدت تو طلاق پر مرتب ہوتی ہے طلاق لامحالہ عدت پر مقدم ہوگی، طلاق سبب ہے اور عدت مسبب سبب مسبب پر ہمیشہ مقدم ہوتا ہے، ۱۲۔

اور طلاق طہر میں دیجائے اس میں عدت کا حساب بلا تردد درست رہتا ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۱۸۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا إِذَا طَهُرَتْ، أَوْ وَهِيَ حَامِلٌ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ سے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ وہ رجوع کر لیں جب وہ عورت پاک ہو جائے یا حاملہ ہو جائے تو پھر طلاق دے دے۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٢٥) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٨) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤١) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٧١) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٨٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩١) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢١٨١) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠١٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٣) موطأ مالك - الطلاق (١٢٢٠) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٢) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٣)

شرح الحديث: **طلاق حامل کی بحث وہل الحامل تحیض؟** ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا إِذَا طَهُرَتْ، أَوْ وَهِيَ حَامِلٌ: بظاہر مطلب یہ ہے کہ اس وقت حالت حیض میں جو طلاق دی ہے اس سے تو رجوع کرلے پھر آئندہ یا تو طلاق دے طہر میں (اگر حمل ظاہر نہ ہو) اور اگر حمل ظاہر ہو جائے تو پھر طہر کی قید نہیں، اس روایت سے دو باتیں نئی ثابت ہوئیں اول یہ کہ حاملہ کو حیض آسکتا ہے دوسرے یہ کہ حامل کو ہر حال میں طلاق دے سکتے ہیں گو حالت حیض ہو، کذا قال الطیبی والنووی، ملا علی قاریؒ طیبی کا کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وعندنا أن الحامل لا تحيض وما رأته من الدم فهو استحاضة اھ [1]، امام نوویؒ فرماتے ہیں: امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حامل حائض کو طلاق دینا جائز ہے اس لئے کہ غیر حامل کو حیض میں طلاق دینے سے مانع طول عدت ہے اور حامل کی عدت بہر حال وضع حمل ہے، فلا فرق فيها بين الطهر والحيض اھ لیکن بذل المجہود میں حضرتؒ نے اسکا جواب تحریر فرمایا ہے جو وہاں دیکھا جاوے، والظاہر عندی ما قال النووی کما لا یخفی۔

اسی طرح کتب مالکیہ وحنابلہ میں بھی یہی مذکور ہے کہ غیر مدخول بہا اور وہ عورت جس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو اس کو جس حال میں بھی طلاق دی جائے جائز ہے۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ٦ ص ٣٨٢

۲۱۸۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَغَيَّظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَذَلِكَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ كَمَا أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی اہلیہ کو بحالت حیض طلاق دی۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس بات پر غصہ آ گیا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لیں پھر ان کو اپنے پاس رکھ لیں یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے پھر اس کو دوسرا حیض آئے پھر وہ پاک ہو جائے پھر اگر چاہیں تو ہمبستری سے قبل اس کو طلاق دے دیں یہی طہر کی حالت وہ عدتِ طلاق ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے: {فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ [1]} میں۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٢٥) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٨) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤١) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٧١) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٨٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩١) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢١٨٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠١٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٣) موطأ مالك - الطلاق (١٢٢٠) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٢) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٣)

۲۱۸۳- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: "كَمْ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ؟ فَقَالَ: وَاحِدَةً".

ترجمہ: حضرت یونس بن جبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک طلاق دی تھی۔

۲۱۸۴- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: قُلْتُ: رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ: أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا فِي قُبُلِ عِدَّتِهَا» . قَالَ: قُلْتُ: فَيَعْتَدُّ بِهَا؟ . قَالَ: فَمَهْ، أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ.

---

[1] انہیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو (سورۃ الطلاق ۱)

ترجمہ: حضرت یونس بن جبیر سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جبکہ وہ حائضہ تھی (تو اس طلاق کا کیا حکم ہے)؟ حضرت بن عمرؓ نے فرمایا کہ تم ابن عمرؓ کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا: عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ حالت حیض میں تھی تو عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجعت کرلیں پھر اس کو عدت کے شروع میں طلاق دے (یعنی حیض سے پاک ہوتے ہی) میں نے کہا کہ پہلی طلاق جو انہوں نے حیض میں دی تھی وہ شمار ہوگی؟ ابن عمرؓ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ بھلا وہ شخص جب (شریعت کے حکم پر عمل کرنے سے) عاجز رہا اور اس نے بیوقوفی کا مظاہرہ کیا (خلاف شرع حالت میں طلاق دے کر) تو کیا وہ طلاق شمار نہ ہوگی (بلکہ ضرور شمار ہوگی)؟

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٢٥) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٨) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤١) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٧١) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٨٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩١) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢١٨٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠١٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٣) موطأ مالك - الطلاق (١٢٢٠) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٢) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٣)

شرح الحدیث: فَقَالَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا فِي قُبُلِ عِدَّتِهَا»: یعنی ابن عمرؓ سے کہو کہ اس وقت کی طلاق سے تو رجوع کرلے جو عین عدت کے زمانہ میں دی گئی پھر اس کے بعد جب طلاق دے تو ایسے وقت میں دے جس میں استقبال[1] عدت ہورہا ہو (تاکہ عدت کا حساب درست رہے)۔

قَالَ: قُلْتُ: فَيُعْتَدُّ بِهَا؟ قَالَ: فَمَهْ، أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ: سائل نے دریافت کیا کیا رجوع کرنے کے[2] بعد یہ طلاق شمار ہوگی (یا کالعدم ہو جائیگی) انہوں نے جواب دیا پھر کیا ہوگی اگر شمار نہ ہوگی (اور پھر آگے فرمایا) بتاؤ تو سہی اگر وہ یعنی مطلق فی الحیض عاجز ہو جائے اور حماقت کا کام کرے (یعنی رجوع نہ کرے) تب بھی یہ طلاق شمار ہوگی کہ نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ طلاق رجوع کرنے سے کالعدم تھوڑی ہوتی ہے طلاق تو ظاہر ہے کہ واقع ہوگئی۔

طلاق فی الحیض اور طلاق ثلاث کے وقوع میں اختلاف: اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ طلاق فی الحیض اگرچہ

---

[1] هذا التشريح على مسلك الحنفية.

[2] اور یہ بھی احتمال ہے کہ سائل کی مراد یہ ہو کہ یہ طلاق فی الحیض شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں؟ اس صورت میں ابن عمرؓ کا مطلب یہ ہوگا ارے! بتاؤ تو سہی اگر کوئی شخص کسی ضروری کام کو اپنی حماقت اور جہالت سے ترک کردے تو کیا اس کو معذور قرار دیا جاسکتا ہے؟ ۱۲

عند الجمہور ناجائز اور حرام ہے لیکن اسکے باوجود واقع ہو جاتی ہے، عند جماھیر العلماء سلفاً وخلفاً ومنھم الأئمة الأربعة وعلی ھذا ایقاع الثلاث دفعة، امام بخاریؒ نے دو مستقل ترجمۃ الباب اس مقصد کیلئے باندھے ہیں: ① بابٌ إذا طُلِّقتِ الحائضُ يُعْتَدُّ بذلك الطَّلاق، ② باب مَنْ أجازَ طلاقَ الثَّلاث، باب اول کے ذیل میں علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں: أئمة الفتوى کا اس پر اجماع ہے (حالت حیض کی طلاق کے وقوع پر) بخلاف ظاہریہ روافض، خوارج کے کہ وہ یہ کہتے ہیں یہ طلاق واقع نہیں ہوتی اسلئے کہ منھي عنه فلا يكون مشروعاً، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ابن عمرؓ کو اس طلاق کے بعد رجوع کا حکم فرمایا، اور ظاہر ہے کہ رجوع عن الطلاق بدون الطلاق محال ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس طلاق کا اعتبار کیا جیسا کہ اسکی تصریح آگے حدیث میں آرہی ہے اھ[1]، صاحب عون المعبود لکھتے ہیں: حافظ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں بہت طویل کلام کیا ہے اس بات پر کہ طلاق حائض واقع نہیں ہوتی اھ[2]، اور شاہ صاحبؒ فیض الباری میں فرماتے ہیں: یہی وہ مسئلہ ہے جس کا ابن تیمیہؒ نے انکار کیا ہے کہ حالت حیض کی طلاق واقع نہیں ہوتی حالانکہ ابن عمرؓ جو کہ صاحب واقعہ ہیں انہوں نے اس طلاق کے وقوع کا اقرار کیا ہے الی آخر ماذکر[3]، میں کہتا ہوں اسی طرح ابن القیمؒ نے اس مسئلہ پر تفصیلی کلام سنن ابوداود کی شرح تھذیب السنن میں بھی کیا ہے جمہور کے مسلک کے خلاف فضول زور لگایا ہے، اب آگے رہا مسئلہ ایقاع الثلاث فی مجلس واحد کا سو اس کے وقوع میں تو ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ طلاق سنی ہے یا بدعی؟

شافعیہ کے نزدیک تو یہ طلاق خلاف سنت بھی نہیں دوسرے ائمہ کے نزدیک خلاف سنت ہے کما تقدم الخلاف فی ذلك، فی مبدأ کتاب الطلاق، البتہ بعض دوسرے علماء کا اس کے وقوع میں اختلاف ہے جس کے لئے مصنفؒ نے آگے مستقل باب قائم فرمایا ہے اس پر کلام اسی باب میں آئے گا۔

٢١٨٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَيْمَنَ، مَوْلَى عُرْوَةَ، يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ، وَأَبُو الزُّبَيْرِ يَسْمَعُ، قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا؟ قَالَ: طَلَّقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَرَدَّهَا عَلَيَّ، وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا، وَقَالَ: «إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ أَوْ لِيُمْسِكْ». قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَقَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ} فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَأَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَزَيْدُ بْنُ

---

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري—ج٨ص١٢٨

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود—ج٦ ص٢٣٢

[3] فيض الباري على صحيح البخاري—ج٥ص٥٧٢

أَسْلَمَ، وَأَبُو الزُّبَيْرِ، وَمَنْصُورٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، مَعْنَاهُمْ كُلُّهُمْ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ، وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَمَّا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ، وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَرُوِيَ، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَ رِوَايَةِ نَافِعٍ، وَالزُّهْرِيِّ، "وَالْأَحَادِيثُ كُلُّهَا عَلَى خِلَافِ مَا قَالَ: أَبُو الزُّبَيْرِ".

ترجمہ ابوزبیر نے عبدالرحمٰن بن ایمن سے سنا انہوں نے ابن عمرؓ سے دریافت کیا اور ابوزبیر سن رہے تھے کہ آپؓ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو اپنی بیوی کو حیض آنے کی حالت میں طلاق دے؟ ابن عمرؓ نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے عہدِ نبوی میں اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی تھی تو عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کرتے ہوئے عرض کیا کہ عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی الغرض حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے اس عورت کو میری طرف لوٹا دیا یعنی رجعت کرادی اور اس کی طلاق کا کچھ اعتبار نہ کیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے دو یا اپنے پاس روک لو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: { يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ } ۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا: اس حدیث کو ابن عمرؓ سے یونس بن جبیر' انس بن سیرین' سعید بن جبیر' زید بن اسلم' ابوزبیر، منصور ان چھ راویوں نے بواسطہ ابووائل نقل کیا اور تمام روایات میں یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پاک ہونے تک رجعت کا حکم فرمایا۔ پھر پاک ہونے کے بعد اختیار ہے چاہے طلاق دے چاہے رکھ لے تو ان روایات میں صرف ایک طہر کا ذکر ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے اسی طرح عن سالم عن ابن عمر سے روایت کی ہے اور زہری کی روایت جو سالم، نافع کے واسطے سے ابوالزبیر کی ابن عمرؓ سے ہے اس طرح مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابن عمرؓ کو رجعت کا حکم فرمایا یہاں تک کہ وہ عورت پاک ہو پھر حیض آئے پھر حیض سے پاک ہو پھر چاہے تو طلاق دے یا اپنے پاس رکھے (تو اس روایت میں طہر ثانی میں طلاق دینے کا حکم ہے) اور عطاء خراسانی نے حسن سے انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے نافع اور زہری کی روایت جیسی روایت بیان کی (اس میں بھی طہر ثانی مذکور ہے)۔ (اس اختلاف اوّل کے بعد دوسری اہم بات یہ ہے کہ) یہ تمام روایات ابوزبیر سے نقل کردہ روایت (لَمْ يَرَهَا شَيْئًا) کے برخلاف ہیں (تو روایت شاذ ہوئی)۔

تخریج صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٢٥) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٨) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٢٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤١) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٧١) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٨٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩١) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٣٩٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٠) سنن

النسائي - الطلاق (٣٥٥٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢١٨٥) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠١٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٣) موطأ مالك - الطلاق (١٢٢٠) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٢) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٣)

شرح الحديث وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے ابو الزبیر، یہ [1] زیادتی صرف اس کی روایت میں ہے اور یہ دلیل ہے ان علماء کی جو یہ کہتے ہیں کہ طلاق حائض واقع نہیں ہوتی۔ خطابیؒ کہتے ہیں: محدثین یہ فرماتے ہیں ابو الزبیر نے کبھی کسی روایت میں اس لفظ سے زیادہ منکر کوئی لفظ ذکر نہیں کیا [2]۔ خود مصنف نے بھی آگے چل کر یہ فرمایا ہے: وَالْأَحَادِيثُ كُلُّهَا عَلَى خِلَافِ مَا قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ اھ، دوسری صورت یہ ہے کہ اس جملہ کی تاویل کیجائے ای لم یرھا شیئًا مشروعاً اور یہ مطلب نہیں لم یرھا شیئًا معتبراً أو اقعاً یعنی معتبر ہونے کی نفی مقصود نہیں بلکہ جائز اور مباح ہونے کی نفی مراد ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ الخ یہ جو حدیث ابن عمرؓ چل رہی ہے طلاق فی الحیض والی اس میں رواۃ کا یہ اختلاف ہو رہا ہے کہ بعض نے اس میں صرف ایک طہر ذکر کیا ہے اور بعض نے دو طہر کہ رجوع کرنے کے بعد اگر طلاق دینا چاہیئے تو طہر اول میں نہیں بلکہ طہر ثانی میں دے، اسی اختلاف کو مصنف یہاں ذکر فرما رہے ہیں اس میں فقہاء کا بھی اختلاف ہے جس کو ہم شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

٥ - بَابُ الرَّجُلِ يُرَاجِعُ، وَلَا يُشْهِدُ

آدمی طلاق کے بعد رجوع کرے اور گواہ نہ بنائے [3]

اس باب کی حدیث ثانی ترجمۃ الباب کے مطابق ہے، لیکن حدیث اول مناسب نہیں کما لا یخفی، نیز بعض نسخوں میں یہاں یہ ترجمۃ الباب ہے ہی نہیں اس صورت میں حدیث اول تو ترجمہ سابقہ یعنی طلاق السنہ کے مطابق ہو گی، لیکن حدیث ثانی مطابق نہ ہو گی فھذا من تصرف الناسخین۔

٢١٨٦ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ، أَنَّ جَعْفَرَ بْنَ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَهُمْ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ، ثُمَّ يَقَعُ بِهَا، وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَلَا عَلَى رَجْعَتِهَا، فَقَالَ: «طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، أَشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَعَلَى رَجْعَتِهَا، وَلَا تَعُدْ».

---

[1] ابو الزبیر کی روایت مسلم میں بھی ہے لیکن وہاں یہ جملہ نہیں ہے یہ جملہ ابو داؤد اور نسائی میں ہے، ۱۲۔

[2] معالم السنن — ج ٣ ص ٢٣٥

[3] یہاں اختلاف نسخ ہے۔ معالم السنن اور بذل المجهود في حل أبي داود میں اس حدیث پر باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث کا ترجمہ قائم کیا گیا ہے۔ صاحب تقریر نے شرح نسخہ بذل کے مطابق کی ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ باب کی حدیث اول کی مناسبت ترجمۃ الباب سے نہیں لیکن محی الدین کے نسخہ کے مطابق ہے۔ حدیث ثانی متعلقہ باب کے تحت برقم 2195 آگے آرہی ہے۔

ترجمہ: مطرف بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ عمران بن حصینؓ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کو طلاق دے پھر اس عورت سے جماع کرے اور نہ اس نے طلاق دینے کے وقت کسی کو گواہ بنایا ہو اور نہ رجوع کرتے وقت۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے طلاق بھی خلافِ سنّت کے دی اور رجوع بھی خلافِ سنّت طریقہ پر کیا۔ تم طلاق دیتے وقت اور رجوع کرتے وقت گواہ بنالو اور آئندہ ایسا نہ کرنا (کہ بغیر گواہ بنائے طلاق دو یا بغیر گواہ بنائے رجوع کرو)۔

شرح الحدیث: اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے آدمی کو طلاق پر بھی گواہ بنانے چاہئیں اور رجعت پر بھی۔ اشہاد علی الطلاق تو کسی کے نزدیک واجب نہیں ہے صرف مستحب ہے لیکن اشہاد علی الرجعۃ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک تو غیر واجب ہے صرف مستحب ہے شافعیہ کا مسلک شرح الإقناع میں سنت ہونا لکھا ہے اور اس میں یہ بھی ہے خلافاً لمالك کہ ان کے نزدیک واجب ہے اور لکھا ہے: قول قدیم بھی شافعی کا یہی ہے، کما في الأم وعن احمد روایتان: الوجوب والاستحباب اھ۔

میں کہتا ہوں: شوکانی نے بھی امام مالکؒ کا مسلک وجوب الاشہاد علی الرجعۃ لکھا ہے، لیکن کتاب الکافی (لابن عبد البر) میں لکھا ہے: يستحب الاشهاد على الطلاق، وكذا على الرجعة، وقيل: الاشهاد على الرجعة اوكد اھ[1] اسی طرح تکملۃ المنہل[2] میں بھی استحباب ہی لکھا ہے، لہذا صحیح یہ ہے کہ جس طرح حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے اسی طرح مالکیہ کے نزدیک بھی اور امام شافعیؒ کے دو قول ہیں: جدید الاستحباب، قدیم الوجوب، اسی طرح امام احمدؒ کے بھی دونوں قول منقول ہیں[3]، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، والحديث أخرجه ابن ماجه قاله المنذري اھ[4]۔

٦- بَابٌ فِي سُنَّةِ طَلَاقِ الْعَبْدِ

غلام کی سنت طلاق کا بیان

٢١٨٧- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ مُعَتِّبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا حَسَنٍ مَوْلَى بَنِي نَوْفَلٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، اسْتَفْتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فِي مَمْلُوكٍ كَانَتْ تَحْتَهُ مَمْلُوكَةٌ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيقَتَيْنِ، ثُمَّ عُتِقَا بَعْدَ ذَلِكَ، هَلْ يَصْلُحُ لَهُ أَنْ يَخْطُبَهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، قَضَى بِذَلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: ابو الحسن جو کہ قبیلہ بنی نوفل کے آزاد کردہ غلام ہیں سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے

---

[1] والاشهاد على الطلاق ليس بواجب فرضا عند جمهور أهل العلم ولكنه ندب وإرشاد واحتياط للمطلق كالاشهاد على البيع والاشهاد على الرجعة كذلك وقد قيل الاشهاد على الرجعة أوكد. (الكافي في فقه أهل المدينة ج ٢ ص ٥٧٤ مكتبة الرياض الحديثة، الطبعة: الثانية، ١٤٠٠ھ)

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٠٣

[3] خلاصہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ اشہاد علی الرجعۃ امام ابو حنیفہ ومالک والشافعی فی قولہ الجدید مستحب ہے وعن احمد روایتان اور اشہاد علی الطلاق کسی کے نزدیک بھی ائمہ میں سے واجب نہیں صرف مستحب ہے، ١٢۔

[4] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٦ ص ٢٥٤

دریافت کیا کہ ایک غلام شخص تھا اور اس کے نکاح میں ایک باندی تھی۔ غلام نے اس باندی کو دو طلاقیں دے دیں۔ ان کے بعد دونوں آزاد ہو گئے۔ کیا وہ غلام اس باندی سے (باندی کے حلالہ کیے بغیر) پھر نکاح کر سکتا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جی ہاں! رسول اکرم ﷺ نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔ (یہ حدیث ائمہ اربعہ کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ انکے نزدیک اس صورت میں اس باندی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی لہٰذا حلالہ کے بغیر اس باندی سے اس غلام کا نکاح نہیں ہو سکتا)۔

۲۱۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا عَلِيٌّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ بِلَا إِخْبَارٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «بَقِيَتْ لَكَ وَاحِدَةٌ قَضَى بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لِمَعْمَرٍ: «مَنْ أَبُو الْحَسَنِ هَذَا؟ لَقَدْ تَحَمَّلَ صَخْرَةً عَظِيمَةً» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو الْحَسَنِ هَذَا رَوَى عَنْهُ الزُّهْرِيُّ» ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: «وَكَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ رَوَى الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ أَحَادِيثَ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو الْحَسَنِ مَعْرُوفٌ، وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ» .

ترجمہ حضرت علی بن مبارک بغیر لفظ حدثنا اور اخبرنا کے معنعن روایت کرتے ہیں (تو یہ روایت علی بن مبارک سے پہلے حدثنا اور اخبرنا سے مروی ہے اور علی بن مبارک عن سے نقل کرتے ہیں) کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ تمہاری ایک طلاق باقی ہے حضور اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد ابن حنبلؒ کو سنا، انہوں نے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے کہا کہ ابن مبارکؒ نے معمر سے پوچھا: یہ ابوالحسن کون ہے؟ اس نے بہت وزنی پتھر اٹھایا ہے۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ ابوالحسن وہی ہے جس سے زہری روایت کرتے ہیں۔ زہریؒ کہتے ہیں کہ یہ فقہاء میں سے تھے، اور زہری نے ان سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔ نیز امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابوالحسن معروف ہے مگر اس حدیث پر عمل نہیں ہے۔

تخریج سنن النسائي-الطلاق(٣٤٢٧) سنن النسائي-الطلاق(٣٤٢٨) سنن أبي داود-الطلاق(٢١٨٧) سنن ابن ماجه-الطلاق(٢٠٨٢)

شرح الأحاديث حدیث الباب کا مضمون یہ ہے: ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا: ایک مملوک جس کے نکاح میں مملوکہ تھی اس مملوک (شوہر) نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دی اسکے بعد ان دونوں کو آزاد کر دیا گیا، تو کیا اس عورت کا خاوند آزاد ہونے کے بعد اس سے (بلا حلالہ) نکاح کر سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں نکاح کر سکتا ہے۔

طلاق میں مرد کے حال کا اعتبار ہے یا عورت کے؟ یہ حدیث ائمہ اربعہ کے خلاف ہے البتہ ابن حزم ظاہری کا مسلک یہی ہے و نسب الی ابن عباس و روایۃ لاحمد، خلاف اس لئے ہے کہ جمہور کے نزدیک تو طلاق کا مدار رجال پر ہے مرد اگر حر ہے اس کا نصاب طلاق تین طلاقیں ہیں اور اگر وہ عبد ہے تو اس کا نصاب دو طلاقیں ہیں اور حنفیہ یہ کہتے ہیں: جس طرح عدت میں بالاتفاق عورت کا اعتبار ہے اسی طرح طلاق میں بھی عورت کا اعتبار ہے وہ اگر حرہ ہے تو اس کی طلاق تین ہوں گی اور اگر وہ امۃ ہے تو اس کی طلاق صرف دو ہوں گی، اس مسئلہ میں دونوں ہی غیر حر ہیں لہٰذا بالاتفاق نصاب طلاق صرف دو

طلاقیں ہوں گی، لہذا بغیر تحلیل کے دوبارہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے عمر بن معتّب [1] کی وجہ سے یا یہ کہا جائے: یہ حدیث منسوخ ہے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب طلاقِ ثلاثہ ایک شمار ہوتی تھی (کما سیأتي في الباب الآتي) وحديث ابن عباس هذا اخرجه احمد والنسائي والبيهقي اھ [2]۔

۲۱۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُظَاهِرٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «طَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ، وَقُرْؤُهَا حَيْضَتَانِ»، قَالَ أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنِي مُظَاهِرٌ، حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ حَدِيثٌ مَجْهُولٌ».

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باندی کی دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔ ابو عاصم نے کہا کہ مظاہر نے قاسم سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اسی طرح مرفوعاً روایت نقل کی ہے البتہ اس میں (وَقُرْؤُهَا حَيْضَتَانِ) کے بجائے وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ کے الفاظ ہیں۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا: یہ حدیث مجہول ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الطلاق (۱۱۸۲) سنن أبي داود - الطلاق (۲۱۸۹) سنن ابن ماجه - الطلاق (۲۰۸۰) سنن ابن ماجه - الطلاق (۲۰۸۰) سنن الدارمي - الطلاق (۲۲۹٤)

شرح الحدیث: حضرت شیخ الہندؒ کی تقریر ترمذی میں لکھا ہے: اس حدیث میں دو مسئلے مذکور ہیں اور وہ دونوں حنفیہ کے موافق ہیں۔ ① اول یہ کہ طلاق میں مرأۃ کا اعتبار ہوگا جس طرح کہ عدت میں اس کا اعتبار ہے (کما سبق آنفاً) ② دوسرا یہ کہ عدت بالحیض ہے نہ کہ بالاطہار [3]، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں مُظاهر بن أسلم راوی ضعیف ہے، اکثر محدثین نے ان کی تضعیف کی ہے، البتہ ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے [4]۔

تنبیہ: لیکن قابل تعجب بات یہ ہے کہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ اھ۔ حالانکہ امام شافعیؒ کے تو دونوں مسئلوں میں یہ حدیث خلاف ہے۔ صاحب الکوکب الدری [5] نے اسکی یہ توجیہ کی ہے کہ اس حدیث میں دو جزء

---

[1] قال ابن حجر العسقلاني في التقريب: ضعيف

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٠٦

[3] الورد الشذي على جامع الترمذي — ص ١٩٨

[4] قال ابن حجر العسقلاني في التقريب: ضعيف وأبو حاتم بن حبان البستي ذكره في الثقات.

[5] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٢٦٥ - ٢٦٦

ہیں: ① ایک طلاق ② دوسرا عدت۔ امام ترمذیؒ کا اشارہ علی ھذا سے صرف جزء ثانی یعنی عدت کے مسئلہ سے ہے کہ اس میں سب کے نزدیک عورت کے حال کا اعتبار ہے ورنہ طلاق کے مسئلہ میں تو علماء کا اختلاف ہے، عند الشافعی وغیرہ الطلاق بالرجال وعندنا الحنفیۃ الطلاق بالنساء اھ، اس توجیہ سے کسی قدر تو اشکال میں کمی آئی لیکن پھر بھی [1] اشکال باقی ہے اسلئے کہ باندی کی عدت اگرچہ بالاتفاق دو قرء ہے لیکن قرء کا مصداق شافعیہ کے نزدیک طہر ہے نہ کہ حیض اور یہاں حدیث میں حیض کی تصریح ہے واللہ تعالی اعلم، وحدیث عائشۃ ھذا أخرجہ البیھقی والدارقطنی وابن ماجہ والحاکم وصححہ والترمذی اھ [2]۔

٧۔ بَابٌ فِي الطَّلَاقِ قَبْلَ النِّكَاحِ

نکاح سے قبل طلاق دینے کا حکم

٢١٩٠۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا طَلَاقَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا بَيْعَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ»، زَادَ ابْنُ الصَّبَّاحِ: «وَلَا وَفَاءَ نَذْرٍ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا طلاق اس عورت کو ہو سکتی ہے جس کے تم مالک ہو (یعنی وہ تمہارے نکاح میں ہو) اور آزاد بھی اسی غلام کو کر سکتے ہو جس کے تم مالک ہو اور خرید و فروخت بھی اسی چیز کی کر سکتے ہو جس کے تم مالک ہو۔ مصنفؒ کے استاد ابن الصباحؒ نے یہ اضافہ فرمایا اور نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے جب تم اس شے کے مالک نہ ہو۔

٢١٩١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ: «مَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةٍ، فَلَا يَمِينَ لَهُ، وَمَنْ حَلَفَ عَلَى قَطِيعَةِ رَحِمٍ، فَلَا يَمِينَ لَهُ».

ترجمہ: عمرو بن شعیب سے اسی طرح روایت ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو شخص گناہ کے کام پہ قسم کھائے تو اس کی کوئی قسم نہیں ہوگی اور جو رشتہ داری ختم کرنے کی قسم تو اس کی بھی قسم نہیں ہوگی (یعنی گناہ اور رشتہ داری ختم کرنے کی قسم منعقد تو ہو جائے گی البتہ اس کو قسم توڑ کر کفارہ دینا چاہیئے)۔

---

[1] اس اشکال کا جواب کسی درجہ میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دراصل امام ترمذیؒ کا معمول تقریباً ہر جگہ یہ ہے کہ وہ حنفیہ شافعیہ وغیرہ سبھی کے مذاہب بیان کرتے ہیں اور بسا اوقات دوسرے فریق کی دلیل کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جب یہاں مصنف نے یہ حدیث ذکر کی جو حنفیہ کے موافق اور شافعیہ کے خلاف تھی تو مصنف کا ذہن شافعیہ کی دلیل کیطرف گیا لیکن ابھی تک وہ دلیل ذہن ہی میں تھی لکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنف نے فرمایا: والعمل علی ھذا عند أھل العلم الخ، امام ترمذیؒ جب حدیث الباب ذکر کرنے کے بعد، والعمل علی ھذا فرماتے ہیں اس میں اکثر جگہ انہوں نے بہت توسع سے کام لیا ہے بسا اوقات حدیث الباب سے اسکا تعلق نہیں ہوتا بلکہ جانب مخالف والی دلیل سے اس کا تعلق ہوتا ہے، کما لایخفی علی من امعن النظر فی کتابہ، ١٢۔

[2] فتح الملک المعبود تکملۃ المنھل العذب المورود ج ٤ ص ١١٠

٢١٩٢ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي هَذَا الْخَبَرِ زَادَ: «وَلَا نَذْرَ إِلَّا فِيمَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللهِ تَعَالَى» ذِكْرُهُ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ نذر درست نہیں مگر اس کام کی جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کی جائے (یعنی گناہ کے کام کی نذر ماننا جائز نہیں)۔

تخریج: سنن النسائي - البيوع (٤٦١١) سنن النسائي - البيوع (٤٦١٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢١٩٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٠٧)

حدیث کی شرح مع مذاہب ائمہ مفصلاً: اس حدیث کا صرف جزء اول اس باب سے متعلق ہے یعنی طلاق قبل النکاح، إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ میں ملک سے ملک متعہ مراد ہے جو نکاح کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے پس مطلب یہی ہوا کہ طلاق قبل النکاح معتبر نہیں، مسئلہ اختلافی ہے، شافعیہ، حنابلہ یہی کہتے ہیں، حنفیہ کہتے ہیں طلاق قبل النکاح کی دو صورتیں ہیں: ① اجنبیہ سے کہے أنت طالق، ② کسی عورت سے کہے ان نکحتك فانت طالق، یعنی نکاح تو اگرچہ ابھی تک نہیں ہوا لیکن طلاق کو معلق کردیا اضافة الی النکاح کے ساتھ، اول صورت ہمارے نزدیک بھی باطل ہے اور حنفیہ حدیث کو اسی پر محمول کرتے ہیں، دوسری تعبیر اس کی اس طرح بھی کیجاتی ہے کہ تطلیق کی دو صورتیں ہیں تنجیزاً اور تعلیقاً، حدیث میں نفی اول کی ہے کہ فی الواقع طلاق قبل النکاح وہی ہے نہ کہ ثانی کی اسلئے کہ اس میں طلاق قبل النکاح کہاں ہے، امام مالکؒ کی رائے بھی یہی ہے لیکن ہمارے اور انکے مسلک میں فرق ہے وہ کہتے ہیں اضافة الی النکاح کی صورت میں طلاق واقع ہونے کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ اس میں عموم نہ ہو بلکہ کسی قسم کی تخصیص ہو، مثلاً کسی عورت کو خطاب کر کے کہے ان نکحتك فانت طالق یا کسی شہر یا قبیلہ کا نام لیکر کہے کہ فلاں شہر یا قبیلہ کی عورت سے نکاح کروں تو اسکو طلاق ہے یا زمان کے لحاظ سے تخصیص کرے ان نکحت الیوم فھی طالق اور اگر عموم ہو جیسے ایما امرأة نکحتها فھی طالق، یہ باطل ہے اسلئے کہ اس صورت میں اس نے اپنے لئے نکاح کا بالکل سد باب ہی کرلیا ہے، جو منشأ شارع کے خلاف ہے، حنفیہ کے یہاں یہ تخصیص کی قید نہیں ہے تعمیم اور تخصیص دونوں صورتوں میں اس کا یہ کلام معتبر ہے، بذل المجہود میں لکھا ہے ومذھبنا مروی عن عمر وابن مسعود وابن عمر اھ [1]۔

آگے حدیث میں عتق کا مسئلہ مذکور ہے اس میں بھی حنفیہ اور شافعیہ کا یہی اختلاف ہے لیکن امام احمدؒ [2] عتق کے مسئلہ میں حنفیہ کے ساتھ ہیں اور طلاق کے مسئلہ میں شافعیہ کے ساتھ۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٠ ص ٢٧٤

[2] ان میں ان کی تین روایات ہیں: مثل الحنفية، مثل الشافعية، تيسرى الفرق بين الطلاق والعتق ورجح الموفق الرواية الثانية، والخرقي الرواية الثالثة اھ، من الأبواب والتراجم (ج٢ ص٧٨)

پھر حدیث میں اسکے بعد بیع کا مسئلہ مذکور ہے کہ ملک غیر کی بیع جائز نہیں، جس کو بیع فضولی کہتے ہیں، حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک نفی جواز کا تعلق بیع بات یعنی قطعی بیع سے ہے ورنہ بیع موقوفا علی اجازۃ المالک صحیح ہے، مالکیہ کے نزدیک تو بیع اور شراء دونوں جائز ہیں اور حنفیہ کے نزدیک صرف بیع جائز ہے نہ کہ شراء اور امام شافعیؒ کے قول جدید میں بیع فضولی ناجائز ہے اور قول قدیم میں جائز ہے ورجحه النووی، حاشیہ کوکب میں ہے: ابن الہمام نے امام مالک واحمد دونوں کو حنفیہ کے ساتھ قرار دیا ہے اھ لیکن نیل المآرب والروض المربع (فی فقه الحنابلة) میں عدم جواز کی تصریح کی ہے، حنفیہ کی دلیل حکیم بن حزام کے شراء اضحیہ کا قصہ ہے (وسیأتی فی البیوع)۔

اسکے بعد حدیث میں نذر کا مسئلہ ہے، اگر نذر فیما لا یملك تنجیزاً ہے تب تو بالاتفاق باطل ہے اور اگر تعلیقاً ہے اضافة الی الملك کے ساتھ اس میں وہی مذاہب ہیں جو مسئلہ طلاق میں گزر گئے (کذا فی الأبواب والتراجم ص ۱۹۷ و ۲۰۱)، قال المنذری: واخرجه الترمذی وابن ماجه بنحوه الی آخر ما قال۔

مَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةٍ. فَلَا يَمِينَ لَهُ: حنفیہ کے نزدیک اس میں کفارہ واجب ہے خواہ مطلق یمین ہو یا بطریق نذر، خطابیؒ نے شافعیہ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ اگر مطلق یمین ہے تب تو کفارہ ہوگا اور اگر نذر کی صورت ہے تو پھر اس میں کفارہ واجب نہیں کیونکہ نذر معصیت منعقد ہی نہیں ہوتی اھ[1]، نذر معصیت کا مسئلہ مشہور اختلافی ہے کہ اس کا ایفاء تو کسی کے نزدیک جائز نہیں اب یہ کہ کفارہ بھی واجب ہے یا نہیں؟ اس میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ نذر معصیت منعقد تو ہو جاتی ہے لیکن اس کا ایفاء جائز نہیں لہذا کفارہ واجب ہے اور یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک کفارہ واجب نہیں کذا فی المغنی وفیه: عن احمد ما یدل علی انه لا کفارة علیه اھ[2]، مغنی سے معلوم ہوا کہ اس میں امام احمدؒ کی دو روایت ہیں لیکن نیل المآرب اور الروض المربع میں وجوب کفارہ کی تصریح ہے دوسری روایت کو ذکر نہیں کیا۔

٨- بَابٌ فِي الطَّلَاقِ عَلَى غَلَطٍ

غصہ کی حالت کی طلاق کا بیان

اکثر نسخوں میں بجائے غلط کے غیظ[3] ہے اور حدیث الباب کا تقاضا بھی یہی ہے، اور ایک شارح نے غلط کی تفسیر یہ کی ہے کہ ایسی حالت جس میں غلطی کا امکان ہو یعنی فی حال الغضب۔ طلاق فی حال الغضب عند الجمہور واقع ہے امام احمد فی روایة واقع

---

[1] معالم السنن — ج ۳ ص ۲۴۲

[2] المغنی لابن قدامة — ج ۱۱ ص ۳۳٤

[3] شیخ عوامہ نے بھی اس اختلاف نسخ کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: علی حاشیة ص (القاجي شیخ المیانشي) بخط الحافظ: لعله: غیظ. بل هو كذلك في بعض النسخ، کما علی حاشیة ك (الطرطوشي من طریق المكناسي). (کتاب السنن — ج ۳ ص ٦٩)

نہیں ہوتی، بظاہر مصنف کا میلان اسی طرف ہے۔

۲۱۹۳ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ، أَنَّ يَعْقُوبَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُمْ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ الْحِمْصِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، الَّذِي كَانَ يَسْكُنُ إِيلِيَا، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ، حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ، فَبَعَثَنِي إِلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، وَكَانَتْ قَدْ حَفِظَتْ مِنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا طَلَاقَ، وَلَا عَتَاقَ فِي غِلَاقٍ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْغِلَاقُ: أَظُنُّهُ فِي الْغَضَبِ".

ترجمہ محمد بن عبید بن ابی صالح جو کہ ایلیا کے باشندے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں عدی بن عدی کندی کے ہمراہ چلا یہاں تک کہ ہم مکہ معظمہ پہنچے۔ پس انہوں نے مجھ کو صفیہ بنت شیبہ کے پاس بھیج دیا اور حضرت صفیہؓ نے اماں عائشہؓ سے بہت سی حدیثیں یاد کر رکھی تھیں، صفیہؓ نے فرمایا کہ میں نے اماں عائشہؓ سے سنا تھا وہ فرماتی تھیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ طلاق دینا اور (غلام باندی) کا آزاد کرنا جبراً (درست) نہیں۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا: غِلَاقٍ سے مراد حالتِ غصہ ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الطلاق (۲۱۹۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۷٦/٦)

شرح الحدیث لَا طَلَاقَ، وَلَا عَتَاقَ فِي غِلَاقٍ: مصنف نے اغلاق کی تفسیر غضب سے کی ہے کہا گیا ہے کہ امام احمدؒ سے بھی یہ تفسیر منقول ہے اس پر یہ نقد کیا گیا ہے کہ طلاق تو غضب ہی کی بناء پر دیجاتی ہے، لہٰذا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی طلاق بھی واقع نہ ہو لیکن اکثر علماء نے اس کی تفسیر اکراہ سے کی ہے اور جنون سے بھی کی گئی ہے۔

طلاق مکرہ میں اختلاف ائمہ: پھر طلاق مکرہ میں بھی اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک واقع ہو جاتی ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واقع نہیں ہوتی لحدیث: «رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ» [1]۔ حنفیہ کا استدلال عموماتِ نصوص سے ہے کقولہ علیہ السلام: کل طلاق جائز إلا طلاق الصبي والمعتوہ [2]، اور دلیل عقلی یہ ہے کہ اکراہ کی صورت میں زوج کی جانب سے ایقاع طلاق تو بہر حال پایا ہی جارہا ہے گو رضاء طبعی نہیں ہے اور رضاء کا پایا جانا وقوع طلاق کیلئے شرط نہیں ہے کما في الهازل (بذل [3])، قال المنذري: والحديث أخرجه ابن ماجه. وفي إسناده محمد بن عبيد بن أبي صالح وهو ضعيف اهـ [4].

---

[1] عَنْ ثَوْبَانَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي ثَلَاثَةً: الْخَطَأَ، وَالنِّسْيَانَ، وَمَا أُكْرِهُوا عَلَيْهِ". (المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ۱٤۳۰ – ج ۲ ص ۹۷)

[2] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ، إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ». (جامع الترمذي – أبواب الطلاق واللعان – باب ما جاء في طلاق المعتوه ۱۱۹۱)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۰ ص ۲۸٤

[4] عون المعبود شرح سنن أبي داود – ج ٦ ص ۲٦۲

زاد في المنهل: أحمد والبيهقي والحاكم. وقال: صحيح على شرط مسلم. ورد بأن في سنده محمد بن عبيد بن أبي صالح اه [1]۔

۹۔ بَابٌ فِي الطَّلَاقِ عَلَى الْهَزْلِ

ہنسی مذاق میں طلاق دینے کا بیان

٢١٩٤ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ".

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین اشیاء ایسی ہیں کہ ان کو جان بوجھ کر کیا جائے یا ہنسی مذاق میں وہ درست ہو جائیں گی: ① نکاح، ② طلاق، ③ رجعت۔

تخریج جامع الترمذي- الطلاق (١١٨٤) سنن أبي داود- الطلاق (٢١٩٤) سنن ابن ماجه- الطلاق (٢٠٣٩)

شرح الحدیث ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: طلاق ہازل باتفاق واقع ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اه. بذل المجهود میں علامہ شوکانی سے طلاق کے مسئلہ میں امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ ان دونوں کے نزدیک طلاق ہازل واقع نہیں ہوتی، لیکن یہ بات درست نہیں، ائمہ اربعہ کے نزدیک اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، چنانچہ خود بذل المجهود ہی میں آگے چل کر قاضی عیاضؒ سے اس میں علماء کا اتفاق نقل کیا ہے، حضرت شیخؒ نے بھی حاشیہ بذل میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے [2]۔ والحديث أخرجه ابن ماجه والترمذي والحاكم وصححه اه. ملخصًا من المنهل [3]۔

۱۰۔ بَابُ نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ

طلاقِ ثلاثہ کے بعد رجوع کے حکم کے منسوخ ہونے کا بیان

اس مضمون کا باب اس سے قبل بھی گزر چکا اس لئے مصنف نے یہاں لفظ بقیہ [4] کا اضافہ فرمایا ہے۔

لیکن اس باب میں اور گزشتہ میں فرق ہے وہ یہ کہ گزشتہ باب سے تو یہ بیان کرنا چاہتے ہیں زمانہ جاہلیت میں طلاق میں تحدید نہ

---

① فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود- ج ٤ ص ١١٩

② بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٠ ص ٢٨٦

③ فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود- ج ٤ ص ١٢٠

④ محمد محی الدین عبد الحمید کے محقق نسخہ میں "بقية" کا لفظ نہیں ہے لیکن بقیہ نسخوں میں یہ اضافہ موجود ہے، جس کی طرف شیخ عوامہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ (كتاب السنن- ج ٣ ص ٧١)

تھی یعنی تین میں اس کا انحصار نہ تھا، تین سے زائد طلاق دینے کے باوجود زوج اپنی بیوی سے عدت کے اندر رجوع کر سکتا تھا، اسلام نے آکر اس طریقۂ جاہلیت کو ختم کیا، اور اس دوسرے باب سے مقصود یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں طلقات ثلاث ایک طلاق شمار ہوتی تھیں یعنی اگر کوئی شخص دفعۃً تین طلاقیں دے تو وہ تینوں واقع نہ ہوتی تھیں بلکہ صرف ایک واقع ہوتی تھی، بعد میں یہ منسوخ ہو گیا اور تین ہی شمار ہونے لگیں۔

طلاقِ ثلاث کے وقوع وعدم وقوع کی مفصل بحث: جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے گو ائمہ کا اس میں تو اختلاف ہے کہ دفعۃً تین طلاق دینا سنت کے خلاف ہے یا نہیں؟ لیکن وقوع میں کوئی اختلاف نہیں البتہ بعض دوسرے علماء کا اس میں اختلاف ہے: ① لا يقع اصلاً عند الرافضة وبعض الظاهر يتوعند بعضهم لا يقع كل طلاق منهي عنه كطلاق الحائض، ② يقع واحد رجعي عند عكرمة وغيره ونسب إلى ابن عباسؓ، ③ للمدخول بها ثلاث ولغيرها واحدة بائنة عند اسحق بن راهويه.

ان اختلافات کا منشأ دو روایتیں ہیں: ① قصہ طلاق رکانہ جو اس باب کی پہلی حدیث ہے، ② حدیث ابن عباس جو حکماً مرفوع ہے اور اسی باب کے اخیر میں آرہی ہے، ہر ایک روایت پر کلام آگے آرہا ہے۔

۲۱۹۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: { وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ[1] } الْآيَةَ، "وَذَلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، فَهُوَ أَحَقُّ بِرَجْعَتِهَا، وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَنُسِخَ ذَلِكَ، وَقَالَ: { الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ[2] }.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ الْآيَةَ (ترجمہ) اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء (حیض یا طہر) تک روکے رکھیں اور ان کیلئے یہ درست نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے انکے رحم میں پیدا کی ہے کا شانِ نزول یہ ہے کہ (زمانہ جاہلیت میں) جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا تو اسے بیوی کو نکاح میں واپس لانے کا اختیار حاصل رہتا تھا اگرچہ وہ شخص تین طلاق دے چکا ہو پھر یہ حکم منسوخ ہوا اور فرمایا گیا: طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد بیوی کو رکھنا ہے یا اس کو چھوڑ دینا ہے الخ۔

شرح الحدیث: وَذَلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الخ: یہ باب کی حدیث ثانی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں طلاق کا عدد محدود اور متعین نہیں تھا بلکہ آدمی جتنی چاہے طلاقیں دے دے عدت کے اندر رجوع کر سکتا تھا۔ آیت کریمہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے نزول سے طلاق کی تحدید ہوئی۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے بروایت عائشہ جس میں زیادہ

---

① اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک اور ان کو حلال نہیں کہ چھپا رکھیں جو پیدا کیا اللہ نے ان کے پیٹ میں (سورۃ البقرۃ ۲۲۸)

② طلاق رجعی ہے دو بار تک (سورۃ البقرۃ ۲۲۹)

تفصیل ہے اس کو دیکھا جائے۔

۲۱۹۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي بَعْضُ بَنِي أَبِي رَافِعٍ، مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَلَّقَ عَبْدُ يَزِيدَ أَبُو رُكَانَةَ، وَإِخْوَتِهِ أُمَّ رُكَانَةَ، وَنَكَحَ امْرَأَةً مِنْ مُزَيْنَةَ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: مَا يُغْنِي عَنِّي إِلَّا كَمَا تُغْنِي هَذِهِ الشَّعْرَةُ، لِشَعْرَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ رَأْسِهَا، فَفَرِّقْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَأَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِيَّةٌ، فَدَعَا بِرُكَانَةَ، وَإِخْوَتِهِ، ثُمَّ قَالَ لِجُلَسَائِهِ: «أَتَرَوْنَ فُلَانًا يُشْبِهُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا؟، مِنْ عَبْدِ يَزِيدَ، وَفُلَانًا يُشْبِهُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ يَزِيدَ: «طَلِّقْهَا» فَفَعَلَ، ثُمَّ قَالَ: «رَاجِعِ امْرَأَتَكَ أُمَّ رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ؟» قَالَ: إِنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا» وَتَلَا: { يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ [1] }، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رُكَانَةَ، طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَصَحُّ، لِأَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ، وَأَهْلَهُ أَعْلَمُ بِهِ، إِنَّ رُكَانَةَ إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَجَعَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عبدیزید نے جو کہ رُکانہ اور انکے بھائیوں کے والد تھے نے (اپنی بیوی) اُمّ رکانہ کو طلاق دے دی اور ایک خاتون جو کہ قبیلہ مزینہ میں سے تھیں سے نکاح کر لیا۔ وہ خاتون حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! ابورکانہ سے مجھے کچھ نفع نہیں ملتا مگر اس بال کے برابر اور انہوں نے اپنے سر کا ایک بال پکڑا (یعنی وہ جماع پر قادر نہیں) پس آپ میرے اور ان کے درمیان تفریق کروادیں۔ حضوراکرم ﷺ کو یہ بات سن کر بڑی غیرت اور غصہ آگیا اور آپ ﷺ نے رُکانہ اور ان کے بھائیوں کو طلب فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے حاضرین مجلس سے ارشاد فرمایا: کیا تم فلاں لڑکے کو (عبدیزید کے ایک بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) دیکھتے ہو کہ ابورکانہ سے کس قدر مشابہ ہے؟ اور پھر عبدزید کے دوسرے بیٹے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابورکانہ عبدیزید کے کس قدر مشابہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پس آپ ﷺ نے عبدیزید سے ارشاد فرمایا: تم اس عورت کو طلاق دے دو۔ تو انہوں نے طلاق دے دی۔ پھر آپ ﷺ نے عبدیزید سے فرمایا: اُمّ رکانہ اور رکانہ کے بھائیوں سے رجعت کر لو۔ ابورکانہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس عورت کو تین طلاقیں دیں تھیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس بات سے واقف ہوں تم اس عورت سے رجعت کر لو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔

امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: اس حدیث کو نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی بن یزید بن رُکانہ نے اپنے والد علی سے روایت کیا، انہوں نے اپنے دادا یزید سے روایت کیا کہ حضرت رُکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تھی، پھر حضور اکرم ﷺ نے ان سے

[1] اے نبی! جب تم طلاق دو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر۔ (سورۃ الطلاق ۱)

رجوع کروادیا۔ اور یہ بات زیادہ صحیح ہے (کہ اس واقعہ میں رکانہ نے طلاق دی تھی نہ کہ عبد یزید نے)۔ نیز اس واقعہ پر طلاق ثلاثہ کا ذکر صحیح نہیں بلکہ طلاق البتہ کا ذکر صحیح ہے) کیونکہ حضرت رُکانہؓ کی اولاد اور ان کے اہل خانہ اس واقعہ سے بخوبی واقف ہوں گے کہ حضرت رُکانہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھیں اور حضور اکرم ﷺ نے اس کو ایک طلاق شمار فرمایا۔

شرح الحدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَلَّقَ عَبْدُ يَزِيدَ أَبُو رُكَانَةَ، وَإِخْوَتِهِ الخ: یعنی عبد یزید جو کہ رکانہ اور اسکے دوسرے بھائیوں کا باپ ہے (عبد یزید ایک شخص کا نام ہے اضافی معنی مراد نہیں، اور ابو رکانہ یہ کنیت نہیں بلکہ اضافی معنی مراد ہیں) حاصل یہ ہے کہ عبد یزید جو کہ صاحب اولاد شخص تھا اس نے اپنی بیوی ام[1] رکانہ کو طلاق دی اور اس کے بعد ایک قبیلۂ مزینہ کی عورت سے شادی کر لی، اسکے بعد یہ ہوا کہ اس نئی بیوی نے حضور ﷺ سے آکر اپنے شوہر عبد یزید کے بارے میں یہ شکایت کی کہ وہ میرے کام کا نہیں ہے، عنین ہے (حالانکہ عبد یزید کا صاحب اولاد ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے) حضور ﷺ کو اس کی بات پر بڑی غیرت اور غصہ آیا، چنانچہ آپ ﷺ نے عبد یزید کی اولاد رکانہ وغیرہ کو بلا کر حاضرین مجلس کے سامنے دریافت فرمایا کہ دیکھو یہ بیٹا اپنے باپ کے اس چیز میں مشابہ ہے اور یہ بیٹا اپنے باپ کے اس چیز کے مشابہ ہے (مطلب یہ کہ مشاہدہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سب فی الواقع عبد یزید ہی کے بیٹے ہیں۔ لہذا یہ عورت اپنے دعوی میں جھوٹی ہے)۔ بہر حال آپ ﷺ نے عبد یزید سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دیدے اس نے اس کو طلاق دیدی آپ نے عبد یزید سے فرمایا اب تو اپنی سابق بیوی سے رجوع کر لے، عبد یزید نے عرض کیا میں نے تو اس کو تین طلاقیں دی ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تب بھی تو اس سے رجوع کر لے۔

اب آگے امام ابوداودؒ اس روایت کے بارے میں اپنی تحقیق ذکر کرتے ہیں قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ الخ، اس حدیث کے جن طرق کی طرف مصنف اشارہ فرما رہے ہیں وہ آئندہ بَابٌ فِي الْبَتَّةِ میں آرہے ہیں، مصنفؒ نے یہاں دو باتیں ارشاد فرمائیں اول یہ کہ یہ قصہ طلاق عبد یزید سے متعلق نہیں بلکہ ان کے بیٹے رکانہ کا ہے، دوسری بات یہ کہ اس قصہ میں تین طلاقیں نہ تھیں بلکہ طلاق بتہ تھی، اور پھر ان دونوں باتوں کی دلیل یہ بیان فرمائی، لِأَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ، وَأَهْلَهُ، یعنی جو میں کہہ رہا ہوں وہ اس لئے اصح ہے کہ اس طرح بیان کرنے والے صاحب واقعہ کے اہل اور اس کی اولاد ہیں اور ظاہر بات ہے کہ آدمی کے گھر والے اس کی بات کو زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں بنسبت دوسرے لوگوں کے۔

میں کہتا ہوں اسی لئے مصنف نے آگے چل کر بَابٌ فِي الْبَتَّةِ میں اس قصہ کو دوبارہ ذکر کیا ہے، اسی طرح امام ترمذیؒ نے بھی اس

---

[1] قیل: اسمہا عجلۃ بنت عجلان، ۱۲۔

حدیث کو من طریق عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ بَابٌ فِي الْبَتَّةِ میں ذکر فرمایا ہے [1]، معلوم ہوا امام ابوداؤدؒ وامام ترمذیؒ دونوں حضرات کی تحقیق میں یہ قصہ طلاق بتہ کا ہے طلاق ثلاث کا نہیں ہے، اسی طرح امام بیہقی [2] نے بھی اس قصہ کی تخریج کی ہے اور پھر اخیر میں انہوں نے بھی یہی کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ رکانہ نے طلاق واحدہ دی تھی اسلئے کہ اولاد رکانہ نے رکانہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، والحديث أخرجه النسائي وفي إسناده علي بن الحسين بن واقد وفيه مقال قاله المنذري اھ [3].

ہم نے شروع باب میں کہا تھا کہ جو لوگ طلاق ثلاث کو ایک قرار دیتے ہیں ان کے اس قول کا منشأ دو روایتیں ہیں ایک قصہ رکانہ، قصہ رکانہ کا تو یہ جواب ہو گیا، دوسرا منشأ اس کا حدیث ابن عباسؓ ہے، جو آگے کتاب میں اس طرح آرہی ہے۔

٢١٩٧ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ، فَيَرْكَبُ الْحَمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، وَإِنَّ اللهَ قَالَ: { وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا [4] }، وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَلَمْ أَجِدْ لَكَ مَخْرَجًا، عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ، وَإِنَّ اللهَ قَالَ: { يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ } فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حُمَيْدٌ الْأَعْرَجُ، وَغَيْرُهُ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَيُّوبُ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، جَمِيعًا عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ الْأَعْمَشُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كُلُّهُمْ قَالُوا: فِي الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ أَنَّهُ أَجَازَهَا، قَالَ: وَبَانَتْ مِنْكَ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، إِذَا قَالَ: «أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ»، وَرَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، هَذَا قَوْلُهُ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَجَعَلَهُ قَوْلَ عِكْرِمَةَ.

ترجمہ: حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ یہ بات سن کر عبد اللہ بن عباسؓ خاموش رہے (آپ کی خاموشی سے) میں یہ سمجھا کہ عبد اللہ بن عباسؓ اس مرد کو اسکی بیوی لوٹادیں گے یعنی رجعت کرالیں گے پھر

---

[1] جامع الترمذي – كتاب الطلاق واللعان – باب ما جاء في الرجل يطلق امرأته البتة ١١٧٧

[2] السنن الكبرى للبيهقي – كتاب الخلع والطلاق – باب الاختيار للزوج أن لا يطلق إلا واحدة ١٤٩٣٧ (ج٧ ص٥٣٩)

[3] عون المعبود شرح سنن أبي داود – ج٦ ص ٤٠٠

[4] اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ کردے اس کا گذارہ (چھٹکارا) (سورۃ الطلاق ٢)

انہوں نے کہا کہ تم لوگوں میں سے ایک شخص اٹھتا ہے اور حماقت پر سوار ہوجاتا ہے پھر پکارتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس (یعنی اس مشکل سے نجات کی تدبیر بتاؤ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص خوف الٰہی کرے گا تو اسکو مشکل سے نکلنے کی جگہ مل جائے گی اور تم نے خوفِ الٰہی کو پیشِ نظر نہیں رکھا اب میں تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا ہوں تم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو شروع عدت میں طلاق دو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کو حمید الاعرج نے ابن عباسؓ کے شاگرد مجاہد سے اور شعبہ نے ابن عباسؓ کے دوسرے شاگرد سعید بن جبیر سے اور ایوب اور ابن جریج نے ابن عباسؓ کے اسی شاگرد سعید بن جبیر سے اور ابن جریج نے دوسری سند میں ابن عباس کے تیسرے شاگرد عطاء سے نیز اعمش نے ابن عباسؓ کے چوتھے شاگرد مالک بن حارث سے اور ابن جریج نے ایک روایت میں ابن عباسؓ کے پانچویں شاگرد عمرو بن دینار سے ان تمام روایتوں میں پانچوں شاگرد ابن عباسؓ سے نقل کررہے ہیں کہ ابن عباسؓ نے تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا کہ تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی جیسا کہ اسماعیل راوی نے اپنی سند سے نقل کیا تھا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: حماد بن زید نے عن ایوب، عن عکرمہ، عن ابن عباسؓ اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک سانس میں تین طلاقیں دینے سے ایک واقع ہوگی (یہ عکرمہ راوی ابن عباسؓ کے پانچوں شاگردوں کے خلاف نقل کرتے ہیں) اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب سے روایت کی ہے کہ یہ عکرمہ کا قول ہے اس میں ابن عباسؓ کا تذکرہ نہیں بلکہ یہ طلاقِ ثلاث کو طلاقِ واحد کہنا عکرمہ کا اپنا قول ہے۔ (امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ کا قول اگلی حدیث میں مذکور ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں)۔

۲۱۹۸ - وَصَارَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيمَا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَهَذَا حَدِيثُ أَحْمَدَ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَأَبَا هُرَيْرَةَ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، سُئِلُوا عَنِ الْبِكْرِ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا؟ فَكُلُّهُمْ قَالُوا: «لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ، أَنَّهُ شَهِدَ هَذِهِ الْقِصَّةَ حِينَ جَاءَ مُحَمَّدُ بْنُ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَاصِمِ بْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُمَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَا: اذْهَبْ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ فَإِنِّي تَرَكْتُهُمَا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، ثُمَّ سَاقَ هَذَا الْخَبَرَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ: أَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ تَبِينُ مِنْ زَوْجِهَا مَدْخُولًا بِهَا، وَغَيْرَ مَدْخُولٍ بِهَا، لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، هَذَا مِثْلُ خَبَرِ الصَّرْفِ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ إِنَّهُ رَجَعَ عَنْهُ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ".

ترجمہ: محمد بن ایاس سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی باکرہ بیوی کو تین طلاقیں دے دے (تو کیا واقع ہوجائیں گی؟) تمام حضرات نے کہا کہ پھر وہ عورت اس شخص

کیلئے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: اس حدیث کو مالک نے معاویہ بن ابی عیاش سے روایت کیا اور وہ اس واقعہ میں موجود تھے جس وقت کہ محمد بن ایاس، ابن زبیر اور عاصم بن عمر کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے آئے۔ انہوں نے فرمایا: ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ۔ میں ان کو اماں عائشہ صدیقہؓ کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں پھر انہوں نے آخر حدیث تک روایت بیان کی۔ امام ابوداؤدؒ نے کہا: ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ وہ تین طلاقیں دینے سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور دوسرے شوہر سے نکاح ہوئے بغیر اس کیلئے حلال نہیں، یہ بیع صرف والی حدیث کی طرح ہے اس میں یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

۲۱۹۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ: أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، "كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ. فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا، قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ".

ترجمہ حضرت طاوسؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص جس کو ابوصہباء کہا جاتا تھا وہ مسائل بہت دریافت کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرتبہ اس شخص نے دریافت کیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ ایک طلاق شمار کی جاتی تھی عہدِ نبوی میں اور حضرت صدیقِ اکبرؓ کے دور میں اور حضرت عمر فاروقؓ کے شروع دور میں بھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جی ہاں! میں جانتا ہوں، جس وقت کوئی شخص اپنی بیوی کو ہمبستری کرنے سے قبل تین طلاقیں دے دیتا تو وہ ایک ہی طلاق شمار کی جاتی تھی رسول اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کے ابتدائی دور تک۔ جب حضرت فاروقِ اعظمؓ نے دیکھا کہ لوگ زیادہ تر تین طلاقیں دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں ان تینوں کو ان پر نافذ کر دوں گا۔

تخریج صحيح مسلم - الطلاق (١٤٧٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٦) سنن أبي داود - الطلاق (٢١٩٩)

شرح الحدیث حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت میں یہ ہے حضور ﷺ کے زمانہ میں جو شخص غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دیتا تھا وہ ایک طلاق شمار ہوتی تھی، صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح ہوتا رہا اور خلافت فاروقی کے شروع میں بھی یہی ہوتا رہا پھر بعد میں جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ مسلسل اور پے در پے طلاق دینے لگے ہیں (طلاق دینے میں جری ہو گئے ہیں) تو انہوں نے تینوں طلاقیں نافذ فرما دیں۔

اس حدیث شریف کا جس قدر حصہ مرفوع ہے وہ تو یہی ہے کہ طلاق ثلاث ایک شمار ہوتی تھی، نیز حدیث ابن عباسؓ کے اس

طریق میں یہ قید بھی ہے کہ یہ حکم اس وقت مدخول بہا کا تھا، اسکے بعد یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے آرہی ہے اس میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا سے کوئی تعرض نہیں ہے، یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی متعدد طرق سے ہے اس میں بھی غیر مدخول بہا کی قید نہیں ہے۔

لہذا ایک جواب تو جمہور کی طرف سے اس حدیث کا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ حکم غیر مدخول بہا کا تھا، اسکے بعد جاننا چاہئے کہ غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں: ① بکلمۃ واحدۃ، انت طالق ثلاثاً، اس صورت میں تو ائمہ اربعہ کے نزدیک تینوں واقع ہو جاتی ہیں، ② متفرقاً، انت طالق، انت طالق، انت طالق، اس صورت میں عند الجمہور صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور اسی سے بینونۃ ہو جاتی ہے اسکے بعد پھر وہ عورت طلاق کا محل ہی نہیں رہتی اس لئے بعد کا کلام لغو ہو جاتا ہے، لہذا ابن عباسؓ کی یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے، دوسرا جواب اسکا یہ دیا گیا ہے یہ حدیث طلاق ثلاث کی ایک خاص صورت پر محمول ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا انت طالق، انت طالق، انت طالق، اور زوج اس سے تاکید یا تاسیس کا کوئی ارادہ نہ کرتا تو بوجہ ان حضرات کے سلامتی صدور کے اسکے اس کلام کو تاکید پر محمول کرتے ہوئے ایک ہی طلاق مانی جاتی تھی، لیکن پھر بعد میں لوگوں کے احوال میں جب تغیر پیدا ہو گیا اور طلاق دینے میں لوگ بیباک ہو گئے تو بجائے تاکید کے اس کلام کو تاسیس پر محمول کرتے ہوئے تین طلاقیں واقع ہونے لگیں، امام نوویؒ نے شرح مسلم [1] میں اسی جواب کو پسند کیا ہے، امام نوویؒ نے اسکا ایک جواب یہ بھی نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی مراد تغیر فی الحکم کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ تغیر عادت کو بیان کر رہے ہیں کہ شروع زمانہ میں جس حالت میں لوگ ایک طلاق دیتے تھے اب اس حالت میں بجائے ایک کے تین طلاق دینے لگے ہیں اسی کو انہوں نے اسطرح تعبیر فرمایا کہ شروع زمانہ میں تین طلاق کی ایک طلاق ہوتی تھی، یعنی تین کے بجائے ایک ہی پر اکتفا کرتے تھے (نہ یہ کہ تین دینے کے باوجود ایک ہوتی تھی) حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجهود میں اس حدیث کی آٹھ توجیہات شراح حدیث سے نقل کی ہیں اوپر والی تین بھی ان میں شامل ہیں، حضرتؒ نے بڑی تفصیل سے اس پر کلام فرمایا ہے [2]۔

اسکے بعد جاننا چاہئے کہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث صحاح ستہ میں سے صحیح مسلم اور سنن ابوداود میں آئی ہے امام بیہقیؒ السنن الکبریٰ [3] میں فرماتے ہیں: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ مختلف ہیں امام مسلمؒ نے اسکی تخریج کی ہے، امام بخاری نے اسکی تخریج نہیں کی جسکی وجہ بظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباسؓ کی باقی تمام روایات کے خلاف ہے (یعنی انکے فتویٰ کے خلاف ہے) اور پھر انہوں نے متعدد طرق سے ابن عباسؓ کا فتویٰ وقوع الثلاث کا بیان کیا، میں کہتا ہوں یہی

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٠ ص ٧٢

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٣٠١

[3] السنن الكبرى للبيهقي — ج ٧ ص ٥٣٧

رائے امام ابوداودؒ کی ہے انہوں نے بھی متعدد طرق سے ابن عباسؓ کا فتویٰ اور بڑے زور دار طریقہ سے ان کا فیصلہ وقوع ثلاث کا متعدد اسانید سے بیان کیا ہے، اور جس طریق میں وقوع واحدہ آیا ہے یعنی طریقہ عکرمہؒ مصنف نے اس میں اضطراب ثابت کر کے اسکو غیر معتبر قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے ان سب کی تفصیل آرہی ہے: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا. قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ، فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ الخ[1]

یہ ہے وہ فتویٰ ابن عباسؓ کا جس کو وہ بہت زور وشور اور مبالغہ کیساتھ بیان فرمارہے ہیں، مجاہد فرماتے ہیں: ایک دن ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا انکی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں (مطلب یہ تھا اب اس کا حل کیا ہے) اسکے اس سوال پر وہ خاموش رہے مجاہد کہتے ہیں: میں یہ سمجھا شاید رجوع کی اجازت دیں گے، (مگر اس کے خلاف نکلا اور ناگواری کے اظہار کے ساتھ) انہوں نے فرمایا تم میں سے بعض کا حال یہ ہے کہ چلتا ہے اور حماقت کی سواری پر سوار ہوتا ہے، اور پھر کہتا ہے یَا ابْنَ عَبَّاسٍ، یَا ابْنَ عَبَّاسٍ (ابن عباسؓ اب کیا کرنے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: { وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا }، نجات کی سبیل تو اس شخص کیلئے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اور تو نے تقوی کے خلاف کام کیا لہذا تیرے لئے اب کوئی شکل کامیابی کی نہیں ہے تیری زوجہ تجھ سے جدا ہو چکی ہے، اور اس کو طلاق بائن پڑ گئی ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ: مصنفؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کا یہ فتویٰ بہت مشہور ہے ان کے متعدد تلامذہ ان سے اسکو روایت کرتے ہیں، چنانچہ مجاہد کے علاوہ سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن الحارث، عمرو بن دینار یہ چاروں بھی ابن عباسؓ سے اس کو روایت کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: مصنفؒ فرمارہے ہیں ابن عباسؓ کے تلامذہ میں سے عکرمہ ایک ایسے ہیں جنہوں نے ان سے اسکے خلاف نقل کیا یعنی یہ کہ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، لیکن مصنفؒ فرماتے ہیں عکرمہ کی یہ روایت اس لئے معتبر نہیں ہے کہ رواۃ کا اس میں اختلاف ہورہا ہے، چنانچہ بعض راویوں نے اس کو بجائے ابن عباسؓ تک پہونچانے کے اس کو خود عکرمہ کا قول قرار دیا ہے لہذا عکرمہ کی روایت بوجہ تعارض کے کالعدم ہوگئی، اور ابن عباسؓ کا فتویٰ یہی رہا کہ وہ وقوع ثلاث کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وَصَارَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيمَا حَدَّثَنَا یعنی آگے جو روایت ہم ذکر کر رہے ہیں اس سے یہ بات منقح ہو جاتی ہے کہ ابن عباسؓ کا مسلک وقوع ثلاث ہی ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ: اب مصنفؒ ابن عباسؓ کی وہ روایت مرفوعہ ذکر کرتے ہیں جس کا حوالہ ہمارے ہاں شروع میں کئی بار آچکا ہے اور اسکی توجیہات بھی گزر چکی ہیں۔

---

[1] یہ فتویٰ رقم الحدیث ۲۱۹۷ کے تحت درج ہے۔

ابن عباسؓ کی اس روایت مرفوعہ کے راوی ان کے شاگردوں میں سے وہ ہیں جن کو أبو الصَّهباء کہا جاتا ہے۔
الحمدللہ تعالیٰ وقوعِ طلاقِ ثلاث کی بحث پوری ہوئی جو نہایت مرتب و منقح ہے اس کو خوب غور سے پڑھئے، واللہ الموفق

۲۲۰۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَعْلَمُ أَنَّمَا كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَثَلَاثًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «نَعَمْ».

ترجمہ: حضرت طاؤسؒ سے روایت ہے کہ ابو صہباء نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت کے ابتدائی تین سال تک تین طلاقیں ایک طلاق شمار کی جاتی تھی؟ حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا: جی ہاں۔

تخریج: صحيح مسلم - الطلاق (۱٤٧٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٦) سنن أبي داود - الطلاق (۲۲۰۰)

۱۱ - بَابٌ فِيمَا عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ وَالنِّيَّاتُ

ان الفاظ کا بیان جن سے طلاق مراد ہوتی ہے اور طلاق میں نیت کرنے کا بیان

وَالنِّيَّاتُ کا عطف مَا عُنِيَ پر ہے، لہٰذا فِي کے ماتحت ہونے کی وجہ سے اسکو مجرور پڑھا جائیگا یعنی ان الفاظ کے بیان میں جن سے طلاق مراد لیجاتی ہے اور نیات کے بیان میں، چونکہ کنایات طلاق میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے اسلئے اس مناسبت سے ترجمۃ الباب میں اسکو بھی ذکر کیا۔

۲۲۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ».

ترجمہ: علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت ہے کہ میں نے عمر فاروقؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی تو جس شخص کی ہجرت اللہ اور رسول کیلئے ہوئی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کیلئے ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا کیلئے ہوئی یا کسی عورت سے شادی کرنے کیلئے ہوئی تو اس کی ہجرت اس شے کیلئے ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الوحي (۱) صحيح البخاري - الإيمان (٥٤) صحيح البخاري - العتق (۲۳۹۲) صحيح البخاري - المناقب (۳٦۸٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٨٣) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١١) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٥٣)

صحيح مسلم - الإمارة (١٩٠٧) جامع الترمذي - فضائل الجهاد (١٦٤٧) سنن النسائي - الطهارة (٧٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٣٧) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٩٤) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٠١) سنن ابن ماجه - الزهد (٤٢٢٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٥/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٤٣/١)

شرح الحديث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى: اعمال کا اعتبار شرعا نیت پر ہے وجود مراد نہیں، وجود تو بغیر نیت کے بھی ہو جاتا ہے، جیسے کوئی شخص اسٹیشن کے راستہ پر چلے اور قصد اسکا اسٹیشن پہونچنا نہ ہو بلکہ محض سیر و تفریح مقصود ہو تو یہ شخص چلتا چلتا اسٹیشن پہنچ ہی جائے گا حالانکہ اسکا مقصود اسٹیشن جانا نہ تھا، اسی طرح اگر کوئی شخص جملہ اعضاء وضو سب دھوڈالے تنظیف یا تبرید کی نیت سے تو عند الجمہور اسکی وضوء نہیں ہوئی اسی حدیث کے پیش نظر اسمیں حنفیہ کا اختلاف مشہور ہے جو اپنے مقام پر گزر گیا اعادہ کی حاجت نہیں ہے، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى سے مقصود یا تو ما قبل ہی کی تاکید ہے یا یہ تاسیس ہے آگے کی بات بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ بغیر نیت کے عمل معتبر نہیں تو آدمی کو چاہیئے کہ اپنی نیت متعین کرے، یعنی تعیین منوی ضروری ہے، لہذا جب آدمی مثلاً نماز پڑھے تو مطلق نماز کی نیت کافی نہیں بلکہ اس کی تعیین بھی کرے کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے ظہر یا عصر، اسی طرح قضاء نماز کا بھی مسئلہ ہے اس میں بھی تعیین ضروری ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس جملہ سے مقصود تعدد منوی کیطرف اشارہ کرنا ہے کہ مکلف جس جس چیز کی بھی نیت کریگا اسکو وہ سب کچھ ملے گا، اگر ایک عمل سے متعدد نیات کی گئیں تو سب کا ثواب حاصل ہو گا جسکی مثال مظاہر حق میں لکھی ہے ایک مثال اسمیں اسکی مسجد میں جانیکی لکھی ہے کہ دیکھئے یہ ایک عمل ہے اس میں متعدد نیتیں ہو سکتی ہیں اور پھر انہوں نے اسمیں بارہ اعمال کی نیتیں لکھی ہیں چنانچہ اخیر میں لکھتے ہیں پس یہ بارہ نیتیں ایک مسجد کے آنے میں ہو سکتیں ہیں کہ ہر ایک کا ثواب علیحدہ پاوے گا اھ [1]۔

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ: یہاں شرط و جزاء کے اتحاد کا اشکال مشہور ہے جواب بھی مشہور ہے، وہ یہ کہ یہاں دونوں جملوں میں فرق اعتباری ملحوظ ہے، پہلے جملہ میں نیۃً اور دوسرے جملہ میں ثواباً یا حکماً و شرعاً یعنی جس شخص کی ہجرت اپنی نیت کے لحاظ سے اللہ اور رسول کی طرف ہو گی تو اس کی یہ ہجرت، حکماً و شرعاً یا اجر و ثواب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کیطرف ہو گی یعنی یقیناً وہ ثواب کا مستحق ہو گا۔

دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ بعض مرتبہ تکرار افادۂ کمال کیلئے ہوتا ہے جیسے "أنا أبو النجم، شِعْرِي شِعْرِي" ان دونوں مثالوں میں بھی مبتداء خبر کا اتحاد ہو رہا ہے مگر اس کے باوجود جائز ہے، فصحاء کے کلام میں پایا جا رہا ہے کیونکہ اس سے مقصود کمال کو بیان کرنا ہے، یعنی میں واقعی ابو النجم اور اسم با مسمی ہوں اسی طرح دوسری مثال میں میرا شعر واقعی شعر ہے یعنی شعر کہے جانے کے مستحق ہے تو مطلب یہ ہوا جو شخص اخلاص کے ساتھ ہجرت کرتا ہے تو اس کی ہجرت واقعی قابل تعریف اور مقبول ہے۔

وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ: بعض شراح نے لکھا ہے شرط و جزاء ایسے ہی

[1] مظاہر حق جدید — ج ۱ ص ۷۶

مبتدا و خبر کا اتحاد گاہے مبالغہ کیلئے ہوتا ہے یا تو مبالغہ فی التعظیم جیسا کہ یہاں حدیث کے جملۂ اولیٰ میں اور یا مبالغہ فی التحقیر، جیسا حدیث کے اس جملہ میں، پس مطلب یہ ہوا جس نے دنیوی غرض کے حصول کیلئے یا کسی عورت سے شادی کیلئے ہجرت کی اس کی ہجرت بہت گھٹیا درجہ کی ہے (اس ہجرت کے برابر نہیں ہو سکتی جو خالص اللہ کیلئے ہو) اور بعض نے لکھا ہے: فَهِجْرَتُهُ ترکیب میں مبتداء اور إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ جار مجرور اسکے متعلق اور خبر اس مبتداء کی محذوف ہے ای قبیحۃٌ غیر مقبولۃٍ، ترجمہ یہ ہوگا پس ایسے شخص کی ہجرت جس چیز کی طرف اس نے کی ہے غیر مقبول اور مردود ہے، لیکن اس پر بعض دوسرے شراح نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس قسم کی ہجرت کو مطلقاً غیر مقبول قرار دینا درست نہیں ہے، کیونکہ جو شخص اپنے وطن کو ترک کر رہا ہے اسکے دار الکفر ہونے کے وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اسکو دوسری جگہ جا کر شادی کرنی ہے یہ ہجرت غیر مقبول اور مردود نہیں ہے ہاں یہ دوسری بات ہے کہ یہ ہجرت اس ہجرت سے جو خالص اللہ کیلئے ہو اس سے کمتر ہے (کذا فی القسطلانی [1])۔

اس حدیث سے نیت کی بڑی اہمیت معلوم ہو رہی ہے، لہذا آدمی کو ہر عمل سے پہلے اپنی نیت کو دیکھنا چاہیئے کہ اس میں کوئی نقص تو نہیں ہے، بعض مرتبہ شروع میں نیت کچھ ہوتی ہے اور بعد میں اس میں نفس و شیطان کے تصرف سے تغیر آجاتا ہے، اسلئے جو عمل ایسا ہو کہ اس میں امتداد ہو وہاں درمیان میں تجدید نیت کرتا رہے، اس حدیث کی تشریح میں شراح نے بہت تفصیلی کلام فرمایا ہے ہم نے اپنی عادت کے مطابق مختصر سا لکھا ہے، ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے اس حدیث کا حاصل تصحیح نیت ہے جو کہ تصوف کی ابتداء ہے اور تصوف کی انتہاء وہ ہے جو حدیث جبرئیل [2] میں آتا ہے یعنی احسان جس کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کریں گویا ہم اس کو دیکھ رہے ہیں، واللہ الموفق والمیسر. والحدیث اخرجہ الجماعۃ اھ۔

اس کے بعد مصنف نے حضرت کعب بن مالک کی حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر فرمایا ہے جس میں ہے الْحَقِي بِأَهْلِكِ، یہ لفظ کنایات طلاق میں سے ہے مگر چونکہ انہوں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

۲۲۰۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ، - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ - قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَسَاقَ قِصَّتَهُ فِي تَبُوكَ، قَالَ: حَتَّى "إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ مِنَ الْخَمْسِينَ، إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي، فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ»، قَالَ: فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟، قَالَ: «لَا، بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا»، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ سُبْحَانَهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ.

---

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري ج ۱ ص ۵۵

[2] صحيح البخاري - الإيمان (۵۰) صحيح البخاري - تفسير القرآن (۴۴۹۹) صحيح مسلم - الإيمان (۹) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (۴۹۹۱) سنن ابن ماجه - المقدمة (۶۴) سنن ابن ماجه - الفتن (۴۰۴۴)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے (اور عبد اللہ، کعب بن مالک کی اولاد میں سے وہ ہیں کہ جب حضرت کعب بن مالک نابینا تھے تو یہ ان کے رہبر تھے) کہ میں نے حضرت کعب بن مالک سے سنا انہوں نے غزوۂ تبوک کا واقعہ بیان فرمایا اسی میں یہ بھی فرمایا: جب پچاس دن میں سے چالیس روز گزر گئے تو حضور اکرم ﷺ کا قاصد آیا اور اس نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ آپ لوگوں کو بیوی سے علیحدہ رہنے کا حکم فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا میں اسکو طلاق دے دوں؟ یا جو حکم ہو اسکو بجالاؤں۔ انہوں نے کہا نہیں (بلکہ) اس عورت سے ہمبستری نہ کرو اور اس سے علیحدہ رہو۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم میکے چلی جاؤ اور وہیں جاکر رہو۔ جب تک اللہ اس معاملہ کا فیصلہ فرمائیں۔

تخریج صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠٧) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٩٢٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٩٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٩٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٠٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٠١) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٠٠) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٩٨) صحيح مسلم - التوبة (٢٧٦٩) سنن النسائي - المساجد (٧٣١) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٢٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٢٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٢٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٢٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٢٦) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٢٣) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٢٤) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٢٥) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٢٦) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٠٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٥٢٠)

١٠٢ - بَابٌ فِي الْخِيَارِ

عورت کو طلاق کا اختیار دینے کا بیان

٢٢٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «خَيَّرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذَلِكَ شَيْئًا».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اکرم ﷺ نے اختیار عطا فرمایا تو ہم نے آپ ﷺ کو اختیار کیا پھر آپ ﷺ نے اس کو کچھ شمار نہ فرمایا (یعنی طلاق نہیں خیال فرمایا)۔

تخریج صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٦٢) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٦٣) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٧٧) جامع الترمذي - الطلاق (١١٧٩) سنن النسائي - النكاح (٣٢٠٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٠٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٣٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤١) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٥) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٠٣) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٥٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٥٣) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٩)

شرح الحدیث **مسئلة الباب میں اختلاف علماء:** اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دیدے، اس کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا، تو اس سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ عند الجمهور لا طلاق في التخيير إذا اختارت الزوج [1] خلافا لعلي وزيد بن ثابت، امام ترمذیؒ نے اس باب میں اختلافِ علماء بالتفصیل بیان فرمایا ہے، حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت اپنے نفس

[1] اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو اس میں تفصیل ہے جو آئندہ باب أمرك بيدك کے ذیل میں آرہی ہے۔

کو اختیار کرے تب تو واحدہ بائنہ واقع ہوگی اور زوج کو اختیار کرے تو واحدہ رجعیہ، اور حضرت زید بن ثابتؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر زوج کو اختیار کرتی ہے تو واحدہ (بائنہ) اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے تو پھر تین طلاق واقع ہوں گی، اس حدیث میں حضرت عائشہؓ ان لوگوں پر رد فرمارہی ہیں جو کہتے ہیں کہ نفس تخییر طلاق ہے، اس حدیث میں حضرت عائشہؓ جس تخییر کو بیان فرمارہی ہیں یہ وہی تخییر ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں اس آیت کریمہ میں مذکور ہے: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ [1]۔

اس تخییر کا منشا کیا ہوا تھا؟ اس میں روایات مختلف ہیں، مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ اس کا سبب نفقہ میں زیادتی طلب کرنا تھا، جس پر آپ ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک ماہ کیلئے اعتزال فرمایا تھا، مسلم کی روایت میں ہے ثُمَّ نَزَلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا [2] الآية. والحديث أخرجه أيضاً أحمد مطولاً. وباقي الستة بلفظ المصنف، قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. (قاله في المنهل [3])۔

۱۳۔ بَابٌ فِي أَمْرُكِ بِيَدِكِ

بیوی کو یہ کہنا کہ تیرا معاملہ تیرے سپرد ہے [4]

باب سابق والے مسئلہ میں اور اس میں کیا فرق ہے اس کو حاشیہ میں دیکھئے، اس کے بعد سمجھئے کہ یہ شوہر کا اپنی بیوی سے أَمْرُكِ بِيَدِكِ کہنا توکیل اور تفویض کے قبیل سے ہے اور یہ تطلیق نہیں ہے [5]۔

---

[1] اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ پہنچادوں تم کو اور رخصت کردوں بھلی طرح سے رخصت کرنا اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اسکے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے ان کیلئے جو تم میں نیکی پر ہیں بڑا ثواب (سورۃ الأحزاب ۲۸۔۲۹)

[2] صحيح مسلم - كتاب الطلاق - باب بيان أن تخيير امرأته لا يكون طلاقا إلا بالنية ۱۴۷۸

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود - ج ٤ ص ۱۴۹

[4] اس طریقہ تطلیق کو فقہاء تملیک سے تعبیر کرتے ہیں، اور جس عورت سے یہ کہا جائے اس کو مملکہ کہا جاتا ہے، پھر جاننا چاہئے کہ باب سابق میں مسئلہ تخییر مذکور ہے اور اس میں مسئلہ تملیک، بظاہر ان دونوں میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا، لیکن عند الفقہاء ان دونوں میں فرق ہے، علامہ ابن رشد مالکیؒ نے بدایۃ المجتهد ونہایۃ المقتصد (ج ۲ ص ۷۱) میں اس پر کلام کیا ہے، اس میں انہوں نے مالکیہ اور شافعیہ کا اختلاف بیان کیا ہے اور یہ کہ عند المالکیہ ان دونوں میں فرق ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ "اختاری" اور "أَمْرُكِ بِيَدِكِ" میں کسی فرق کے قائل نہیں، ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تملیک (أَمْرُكِ بِيَدِكِ) میں تعدد طلاق اور عدم تعدد دونوں کی گنجائش اور احتمال ہے اسی لئے اس میں زوج زوجہ سے اختلاف کر سکتا ہے مافوق الواحدہ میں، اور تخییر میں یہ ہوتا ہے کہ عورت یا تو زوج ہی کو اختیار کرے یا پھر بالکل عصمت نکاح سے جدا ہو جائے تین طلاق کے ذریعہ۔

[5] قال الفقهاء: إن لفظ «أمرك بيدك، واختاري نفسك، وأنت طالق إن شئت» ألفاظ التوكيل لا التطليق وإنما تقع الطلاق بعد اختيار المرأة الطلاق، وذكرها في الكنايات يوهم أنها من الكنايات وأنها ألفاظ التوكيل، واختلف أبو حنيفة والشافعي في إرادة الثنتين في هذه الألفاظ اهـ. من العرف الشذي شرح سنن الترمذي (ج ۲ ص ٤۱٤)

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: لہٰذا جب تک وہ اپنے نفس کو اختیار نہ کرے گی طلاق واقع نہ ہوگی، عند الأئمة الأربعة، البتہ اسمیں ربیعة الرأي کا اختلاف ہے، اور جب اپنے نفس کو اختیار کرے تو کون سی طلاق واقع ہوگی؟ مسئلہ اختلافی ہے، جمہور کے نزدیک اگر اس نے کچھ نیت نہیں کی یا ایک طلاق کی نیت کی دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی، ائمہ ثلاث کے نزدیک رجعیہ اور حنفیہ کے نزدیک بائنہ اور اگر عورت ایک سے زائد کی نیت کرے تو یہ بھی درست ہے بشرط موافقة نية الزوج، خواہ دو کی نیت کرے یا تین کی اور یہ ائمہ ثلاث کے نزدیک ہے، اور حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ یہ انکا مسلک مشہور ہے لایصح نیة الاثنین، البتہ تین کی نیت کرنا درست ہے (کما تقرر فی اصول الفقه) اور اگر دونوں کی نیتوں میں اختلاف واقع ہو جائے، مثلاً عورت تین کی نیت کرے اور مرد ایک طلاق کی، تو اس صورت میں ائمہ ثلاث کے نزدیک جس میں حنفیہ بھی ہیں القضاء ماقضی الزوج یعنی زوج کی نیت کا اعتبار ہوگا، وعند احمد القضاء ماقضت المرأة اھ (ملخصًا من الأوجز)۔

۲۲۰۴- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَيُّوبَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا قَالَ بِقَوْلِ الْحَسَنِ فِي «أَمْرُكِ بِيَدِكِ»، قَالَ: لَا، إِلَّا شَيْئًا حَدَّثَنَاهُ قَتَادَةُ، عَنْ كَثِيرٍ مَوْلَى ابْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ، قَالَ أَيُّوبُ: فَقَدِمَ عَلَيْنَا كَثِيرٌ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: "مَا حَدَّثْتُ بِهَذَا قَطُّ. فَذَكَرْتُهُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ: بَلَى، وَلَكِنَّهُ نَسِيَ".

ترجمہ: حماد بن زید نے ایوب سے پوچھا کہ کیا آپ کسی ایسے عالم سے واقف ہیں کہ جس نے أَمْرُكِ بِيَدِكِ میں حسن بصریؒ کا قول اختیار کیا ہو؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، لیکن کثیر سے قتادہ نے روایت کی انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا (کہ أَمْرُكِ بِيَدِكِ سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں) ایوب نے کہا پھر کثیر میرے پاس آئے ان سے میں نے دریافت کیا انہوں نے فرمایا میں نے کبھی یہ حدیث بیان نہیں کی۔ ایوب کہتے ہیں کہ یہ بات سُن کر میں نے قتادہ سے کہا انہوں نے کہا کہ مجھ سے کثیر نے یہ حدیث بیان کی تھی لیکن وہ بھول گئے۔

۲۲۰۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ فِي: «أَمْرُكِ بِيَدِكِ»، قَالَ: ثَلَاثٌ.

ترجمہ: حسن نے فرمایا کہ "تیرا معاملہ تیرے سپرد ہے" کے کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

تخریج: جامع الترمذي - الطلاق (۱۱۷۸) سنن النسائي - الطلاق (۳۴۱۰) سنن أبي داود - الطلاق (۲۲۰۴)

شرح الأحاديث: ابو داؤد کی اس روایت میں اختصار ہے ترمذی کی روایت اس میں صاف اور واضح ہے، جس میں تصریح ہے کہ حضرت حسنؒ کے نزدیک " أَمْرُكِ بِيَدِكِ" میں تین طلاقیں ہیں تو اس روایت میں حماد ایوب سختیانی سے دریافت کر رہے ہیں کہ کیا حسنؒ کے علاوہ بھی کوئی شخص اس کا قائل ہے، انہوں نے انکار کیا کہ ان کے علاوہ کوئی قائل نہیں، پھر ان کو ایک روایت یاد آئی جو ان کو قتادہ سے پہنچی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ " أَمْرُكِ بِيَدِكِ" سے تین طلاق واقع ہوتی ہے تو گویا

انہوں نے قتادہ کا استثناء کر دیا کہ وہ بھی تین ہونے کے قائل ہیں۔

شرح السند: قَالَ أَيُّوبُ. فَقَدِمَ عَلَيْنَا كَثِيرٌ فَسَأَلْتُهُ. فَقَالَ: "مَا حَدَّثْتُ بِهٰذَا قَطُّ. فَذَكَرْتُهُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ: بَلٰى. وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ"

اسکی شرح یہ ہے کہ اوپر ایوب نے ابوہریرہؓ کی جو حدیث قتادہ سے روایت کی تھی اور قتادہ کثیر سے روایت کرتے تھے، اب ایوب یہ فرمارہے ہیں کہ بعد میں میں نے یہ حدیث براہ راست کثیر سے دریافت کی تو انہوں نے اسکا انکار کر دیا کہ میں نے تو یہ حدیث قتادہ سے بیان نہیں کی۔ ایوب کہتے ہیں: پھر میں نے قتادہ سے اسکا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں کثیر نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی، ان سے نسیان ہو رہا ہے۔

فائدہ: جاننا چاہیئے کہ یہ حدیث "مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ"[1] کے قبیل سے ہے، جو اصول حدیث کی ایک مستقل نوع ہے، محدثین کا مسلک اس کے بارے میں یہ ہے کہ شیخ کا انکار اپنی مروی سے اگر بالجزم ہے تب تو وہ حدیث معتبر نہیں، اور اگر اس کا انکار احتمالاً ہو تب قابل قبول ہے، اصح قول میں۔

ابوداؤد کی تو اس روایت میں انکار بالجزم ہے، لیکن ترمذیؒ اور نسائیؒ کے لفظ اس سے مختلف ہیں اس میں بجائے صریح انکار کے اس طرح ہے: فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، لہٰذا اس صورت میں یہ معتبر ہوگی۔

تنبیہ: یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی جو مرفوعاً مروی ہے، یہ غیر صحیح ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ پر موقوف ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ. وَإِنَّمَا هُوَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفٌ، اسی طرح امام نسائی نے فرمایا: هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ (من المنهل[2])۔

١٤ ۔ بَابٌ فِي الْبَتَّةِ

طلاقِ بتہ کا بیان

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے: "أَنْتِ طَالِقٌ أَلْبَتَّةَ" تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالکؒ کے نزدیک اس سے تین طلاق واقع ہوتی ہے ایسے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک بھی، چنانچہ امام مالکؒ نے مؤطا میں ان سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: من قال لامرأته انت طالق البتة فقد رمى الغاية القصوى[3] اس نے

---

[1] یعنی کوئی شاگرد اپنے استاذ سے حدیث روایت کرے اور استاذ اس روایت کا انکار کرے تو اسے اصطلاح میں مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امام دار قطنیؒ نے اس نوع پر کتاب "مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ" لکھی ہے۔

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٥١

[3] مالك، عن يحيى بن سعيد، عن أبي بكر بن حزم، أن عمر بن عبد العزيز، قال: البتة، ما يقول الناس فيها؟ قال أبو بكر: فقلت له: كان أبان بن عثمان، يجعلها واحدة. فقال عمر بن عبد العزيز: لو كان الطلاق ألفا، ما أبقت البتة منه شيئا. من قال البتة، فقد رمى الغاية القصوى. (موطأ مالك - كتاب الطلاق - باب ما جاء في البتة ٢٠٢٣)

طلاق کو اس کی آخری حد تک پہونچا دیا، اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے "ان نوی فما نوی والا فواحدة رجعية"، کہ جیسی نیت ہوگی ویسی ہی طلاق واقع ہوگی، اور اگر کچھ نیت نہ کرے تو واحدہ رجعیہ ہوگی، اور حنفیہ کے نزدیک واحدہ بائنہ واقع ہوگی، وان نوی الثلاث فصحیح ولا یصح نیة الاثنین اور امام احمدؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں، ایک مثل امام مالکؒ کے، اور دوسری یہ کہ اس میں نیت کا اعتبار ہے (کذا فی العدة) اور خطابیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا أخشي أن يكون ثلاثا ولا أجترىء أفتي به یعنی مجھے تین طلاق ہونے کا اندیشہ ہے گو میں اس کے فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کرتا[1]۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے کہ مصنفؒ نے طلاق رکانہ کی روایت ذکر فرمائی ہے جس پر تفصیلی کلام ہمارے یہاں قریب میں گزر چکا ہے کہ مصنف علام کی تحقیق یہ ہے کہ یہ قصہ طلاق ثلاث کا نہیں ہے بلکہ طلاق بتہ کا ہے اسی لئے مصنف اس واقعہ کو یہاں اس باب میں لائے ہیں۔

۲۲۰۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ أَبُو ثَوْرٍ، فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ، حَدَّثَنِي عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ شَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، وَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَاللَّهِ مَا أَرَدْتَ إِلَّا وَاحِدَةً؟»، فَقَالَ رُكَانَةُ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زَمَانِ عُمَرَ، وَالثَّالِثَةَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَوَّلُهُ لَفْظُ إِبْرَاهِيمَ، وَآخِرُهُ لَفْظُ ابْنِ السَّرْحِ».

ترجمہ نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سہیمہ نامی اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی اور حضور اکرم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور رُکانہ نے عرض کیا کہ پروردگار کی قسم میں نے ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی (تین طلاق کی نیت نہیں کی تھی)۔ حضرت رکانہ نے پھر عرض کیا: واللہ! میں نے صرف ایک ہی طلاق دینے کی نیت کی تھی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کی بیوی ان کو واپس لوٹا دی۔ اس کے بعد حضرت رُکانہ نے حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں تیسری طلاق دی۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ اس روایت میں پہلا مضمون ابراہیم بن خالد استاد کا ہے اور اخیر میں فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زَمَانِ عُمَرَ، وَالثَّالِثَةَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ ابن السرح کے الفاظ ہیں۔

۲۲۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُمْ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيسَ، حَدَّثَنِي عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ السَّائِبِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، عَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ رُکانہ بن عبد یزید سے اسی طریقہ پر مرفوعاً روایت مروی ہے۔

---

[1] معالم السنن — ج ۳ ص ۲۴۸، فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ۴ ص ۱۵۳

تخریج: جامع الترمذي-الطلاق(١١٧٧)سنن أبي داود-الطلاق(٢٢٠٦)سنن ابن ماجه-الطلاق(٢٠٥١)سنن الدارمي-الطلاق(٢٢٧٢)

٢٢٠٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا أَرَدْتَ، قَالَ: وَاحِدَةً، قَالَ: «آللهِ؟» ، قَالَ: آللهِ، قَالَ: «هُوَ عَلَى مَا أَرَدْتَ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، لِأَنَّهُمْ أَهْلُ بَيْتِهِ، وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِ، وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ رَوَاهُ عَنْ بَعْضِ بَنِي أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن علی بن یزید بن رُکانہ سے روایت ہے کہ رُکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: تم نے طلاق دینے کے وقت کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ایک طلاق دینے کا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ کی قسم واقعی تم نے (ایک طلاق دینے کی نیت کی تھی؟) انہوں نے عرض کیا: اللہ کی قسم (میں نے ایک ہی طلاق دینے کی نیت کی تھی)۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو تمہاری بیوی پر ایک ہی طلاق واقع ہوئی جس طرح تم نے نیت کی۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: یہ روایت ابن جریج کی روایت سے زیادہ صحیح ہے کہ اس میں (ابن جریج کی رایت میں) ہے کہ حضرت رُکانہ نے تین طلاقیں دے دیں کیونکہ گھر کے افراد گھریلو معاملات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اور ابن جریج کی روایت منقول ہے بنوابی رافع کے بعض افراد سے عن عکرمہ عن ابن عباسؓ اور بنوابی رافع کے یہ بعض افراد مجہول ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي-الطلاق(١١٧٧)سنن أبي داود-الطلاق(٢٢٠٨)سنن ابن ماجه-الطلاق(٢٠٥١)سنن الدارمي-الطلاق(٢٢٧٢)

شرح الحدیث: **متن میں ایک غلطی اور اس کی تصحیح:** جاننا چاہیے کہ حدیث الباب میں یہ ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی، اور حدیث ابن جریج جو بَابُ نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ میں گزری ہے اس میں یہ ہے کہ ابورکانہ یعنی عبدیزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی (رقم الحدیث ٢١٩٦)، مصنف کی تحقیق چونکہ یہ ہے کہ طلاق دینے والا رکانہ ہی ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے نہ کہ ابورکانہ، اسلئے مصنف یہاں ابن جریج کی گزشتہ روایت کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ وہ غلط ہے یعنی ان ابا رکانة طلق، لیکن ہمارے اس نسخہ میں مصنف کے کلام میں بجائے "أَنَّ أَبَا رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا" کے "أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا" واقع ہے، یہ نسخہ کی غلطی ہے کما ھو ظاھر بین۔ اس پر حضرتؒ نے بھی بذل المجہود [1] میں تنبیہ فرمائی ہے، ایسے ہی صاحب منہل [2] نے بھی، مصنف کی رائے کی کامل وضاحت باب سابق میں دیکھی جائے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٠ ص ٣١٨-٣١٩

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود— ج ٤ ص ١٥٦

١٥ ـ بَابٌ فِي الْوَسْوَسَةِ بِالطَّلَاقِ

محض طلاق کے خیال سے طلاق واقع نہ ہو گی

٢٢٠٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ، أَوْ تَعْمَلْ بِهِ، وَبِمَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک! اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے وہ خیالات اور وساوس معاف کر دیئے ہیں جو قلب میں آتے ہیں جب تک زبان سے نہ کہے یا اس پر عمل نہ کرے۔

تخریج: صحيح البخاري - العتق (٢٣٩١) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٦٨) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٨٧) صحيح مسلم - الإيمان (١٢٧) جامع الترمذي - الطلاق (١١٨٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٣٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٣٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٣٥) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٠٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٤٠) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٨١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩١).

شرح الحدیث: وسوسۂ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی، کما ہو مقتضی حدیث الباب، لیکن بعض علماء وقوع طلاق کے قائل ہیں چنانچہ امام زہریؒ فرماتے ہیں: "إذا طلق زوجته في نفسه ولم يتكلم به لزمه الطلاق" بذل اور منہل میں لکھا ہے کہ اشہب کی روایت بھی امام مالکؒ سے یہی ہے [1]۔ ابن العربیؒ [2] نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے، انہوں نے اس کو کفر بالقلب اور اصرار علی المعصیۃ اور مراءاۃ بالعمل وغیرہ امور پر قیاس کیا کہ دیکھئے یہاں صرف عمل قلب پایا گیا ہے، دون اللسان. قال الخطابي: والحديث حجة عليهم، لہٰذا حدیث الباب جمہور کی دلیل ہے۔ والحديث أخرجه أيضا باقي الستة. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح (كذا في المنهل [3])۔

١٦ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتِي

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بہن کہہ کر پکارے تو کیا اس طرح حرمت واقع ہو جائے گی؟

٢٢١٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، وَخَالِدٌ الطَّحَّانُ، الْمَعْنَى كُلُّهُمْ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُخْتُكَ هِيَ؟». فَكَرِهَ ذَلِكَ وَنَهَى عَنْهُ.

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٣٢٠، فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٥٨

[2] عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي — ج ٥ ص ١٥٥ ـ ١٥٦.

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٥٩

ترجمہ حضرت ابو تمیمہ ہجیمی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اے چھوٹی بہن! تو آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ تمہاری بہن ہے؟ اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس بات کو ناگوار سمجھا اور ایسے الفاظ کہنے کی ممانعت فرمائی۔

شرح الحدیث أُخَيَّةُ تصغیر ہے أخت کی، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی بیوی کو أخت کہنے سے منع فرمایا اس لئے کہ قرابت اخوۃ محرم ہے لہذا اپنی بیوی کو ایسا کہنے میں مظنہ تحریم ہے، اسی لئے بعض علماء کے نزدیک اس سے ظہار ہو جاتا ہے۔

مسئلہ فقہیہ: دراصل اس میں تفصیل ہے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے "انت کاختی" تو اس کی چند صورتیں ہیں، اگر اس کا یہ کہنا بہ نیت ظہار ہے تب تو عند الأکثر ظہار ہو جائے گا، اور اگر بہ نیت کرامت کہے تو اس میں کچھ ضرر نہیں خلاف احتیاط ہے اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے، اکثر علماء کے نزدیک تو اس میں کچھ ضرر نہیں، اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اس طرح کہنا تحریم ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہے [1] (منهل عن الخطابي [2])۔

۲۲۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ قَوْمِهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ، «فَنَهَاهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حضرت ابو تمیمہ کی قوم میں سے ایک شخص نے حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک شخص سے سنا جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا اے میری بہن تو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس سے منع فرمادیا اور امام ابو داودؒ نے فرمایا یہ روایت عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ کی سند سے حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مرفوعاً اور مرسلاً کی ہے۔

شرح الحدیث پہلی سند مرسل تھی، ابو تمیمہ طریف بن مجالد تابعی ہیں، اور یہ دوسری روایت مسند ہے، رجل مبہم سے مراد أبو جُرَي ہیں، کما قال الحافظ في "التقريب": في باب المبهمات، ونقله عنه في البذل [3]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ خَالِدٍ الخ: مصنف نے اس روایت کو چار طرق سے ذکر کیا: ① طریق

---

[1] وفي البدائع: ولو قال: أنت علي كأمي أو مثل أمي يرجع إلى نيته فإن نوى به الظهار كان مظاهرا. وإن نوى به الكرامة كان كرامة. وإن نوى به الطلاق كان طلاقا. وإن نوى به اليمين كان إيلاء؛ لأن اللفظ يحتمل كل ذلك إذ هو تشبيه المرأة بالأم فيحتمل التشبيه في الكرامة والمنزلة أي أنت علي في الكرامة والمنزلة كأمي ويحتمل التشبيه في الحرمة ثم يحتمل ذلك حرمة الظهار ويحتمل حرمة الطلاق وحرمة اليمين فأي ذلك نوى فقد نوى ما يحتمله لفظه فيكون على ما نوى. وإن لم يكن له نية لا يكون ظهارا عند أبي حنيفة وهو قول أبي يوسف إلا أن عند أبي حنيفة لا يكون شيئا. وعند أبي يوسف يكون تحريم اليمين، وعند محمد يكون ظهارا اهـ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ٣ ص ٢٣١)، بدائع کی اس عبارت کا تعلق اگرچہ ام سے ہے لیکن باب ظہار میں ام اور اخت دونوں کا حکم یکساں ہے۔

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٦٠

[3] تقريب التهذيب — ص ١٣٣٦. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٣٢٣

حماد عن خالد، ② طریق عبد السلام عن خالد، ③ عبد العزیز عن خالد، ④ شعبہ عن خالد، ان چار طرق میں سے صرف طریق عبد السلام مسند متصل ہے باقی تین طریق مرسل ہیں، قال ابو داؤد سے مصنفؒ کی غرض طریق مرسل کی ترجیح ہے، ساتھ ہی مصنف یہاں اس میں ایک دوسرے اختلاف کی طرف بھی اشارہ کر رہے ہیں وہ یہ کہ حماد اور عبد السلام کی روایت میں خالد اور ابو تمیمہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں، بخلاف طریقین اخیرین کے کہ ان میں خالد اور ابو تمیمہ کے درمیان ایک واسطہ کی زیادتی ہے، ایک میں ابو عثمان کی اور ایک میں رجل مبہم کی، ہو سکتا ہے اس رجل مبہم سے مراد ابو عثمان ہی ہوں، حاصل یہ کہ اس حدیث کی سند میں دو اختلاف ہوئے ایک ارسال واسناد کا اور دوسرا واسطہ اور عدم واسطہ کا، حضرت نے بذل المجہود میں ان طرق مختلفہ میں تطبیق اور عدم تعارض تحریر فرمایا ہے۔

۲۲۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ قَطُّ، إِلَّا ثَلَاثًا: ثِنْتَانِ فِي ذَاتِ اللهِ تَعَالَى: قَوْلُهُ: { إِنِّي سَقِيمٌ }، وَقَوْلُهُ: { بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا }، وَبَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ فِي أَرْضِ جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ إِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا، فَأُتِيَ الْجَبَّارُ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ نَزَلَ هَاهُنَا رَجُلٌ مَعَهُ امْرَأَةٌ هِيَ أَحْسَنُ النَّاسِ، قَالَ: فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا، فَقَالَ: إِنَّهَا أُخْتِي، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَيْهَا، قَالَ: إِنَّ هٰذَا سَأَلَنِي عَنْكِ فَأَنْبَأْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي، وَإِنَّهُ لَيْسَ الْيَوْمَ مُسْلِمٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، وَإِنَّكِ أُخْتِي فِي كِتَابِ اللهِ، فَلَا تُكَذِّبِينِي عِنْدَهُ"، وَسَاقَ الْحَدِيثَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْخَبَرَ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن تین مرتبہ ان میں دو مرتبہ تو اللہ کیلئے جھوٹ بولا انہوں نے اِنِّي سَقِيمٌ فرمایا اور دوسرے موقع پر بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ ارشاد فرمایا اور تیسری مرتبہ وہ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں تشریف لے جا رہے تھے (وہ بادشاہ لوگوں کی عورتیں چھین لیتا تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مقام پر پہنچے تو اس ظالم شخص کو بتلایا گیا کہ یہاں ایک ایسا شخص آیا ہوا ہے جس کی بیوی بہت خوبصورت ہے۔ چنانچہ اس ظالم بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کرنے کیلئے اپنا قافلہ بھیجا۔ اس ظالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس عورت کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بادشاہ سے کہا کہ وہ میری بہن ہے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ بادشاہ نے مجھ سے تمہارے بارے میں دریافت کیا تو میں نے کہا کہ میری بہن ہے اور آج کے روز میرے علاوہ دنیا میں کوئی مسلمان موجود نہیں ہے اسلئے تم میری دینی بہن ہو تم مجھے اس ظالم بادشاہ کے سامنے جھوٹا قرار نہ دینا۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا: شعیب بن ابی حمزہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے اسی طرح مرفوعاً بیان کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢١٠٤) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣١٧٩) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٩٦) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٧١) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣١٦٦) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٠٤)

شرح الحدیث: یہ حدیث مشہور ہے، ابو داؤد کے علاوہ صحیحین اور مسند احمد میں بھی ہے اور ترمذی میں مختصراً ہے، آپ ﷺ

ارشاد فرمارہے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مدۃ العمر میں صرف تین بار کذب کا صدور ہوا جس میں سے دو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے تھے، پہلا انکا قول {اِنِّیْ سَقِیْمٌ} آیت کریمہ اسطرح ہے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝ [1] جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم انکو اپنے کسی مذہبی تہوار میں لیجانا چاہتی تھی تو انہوں نے ستاروں کی طرف دیکھ فرمایا (کیونکہ انکی قوم علم نجوم کی قائل تھی) کہ میری طبیعت ناساز ہے میں تمہارے ساتھ جانے سے معذور ہوں، اور کذب ثانی جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے وہ انکا قول ہے {بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا} آیت کریمہ اسطرح ہے وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۝ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ۝ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ۝ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ۝ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۝ [2] ہوا یہ تھا کہ جب انکی قوم اپنے اس تہوار اور میلہ میں چلی گئی جس میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لیجانا چاہتی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکے جانے کے بعد ان کے جو چھوٹے چھوٹے اصنام تھے ان کو توڑ کر جس آلہ سے توڑا اسکو بڑے بت کے گلے میں ڈالدیا، اس طرف اشارہ کرنے کیلئے کہ یہ عمل اس بڑے بت کا ہے، چنانچہ جب انکی قوم واپس آئی تو یہ منظر دیکھ کر پریشان ہوئی اور اسکی جستجو میں لگ گئی کہ یہ کس کی حرکت ہے تا آنکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی سوال کیا گیا کہ کیا یہ کام آپ نے کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ تو اس بڑے کی حرکت معلوم ہو رہی ہے لہذا تم ان ہی (اصنام صغار) سے دریافت کرلو اگر یہ جواب دے سکتے ہوں، تیسرے کذب کا بیان آگے آرہا ہے۔

اس روایت میں یہ فرمایا گیا ہے: ثِنْتَانِ فِي ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى، یعنی صرف دو کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ ان دو میں کذب اللہ تعالیٰ کیلئے تھا، حالانکہ تیسرا کذب بھی اللہ ہی کے لئے تھا، حافظ فرماتے ہیں کہ دو کی تخصیص اس لئے ہے کہ اگرچہ قصہ سارہ بھی فی ذات اللہ تعالیٰ تھا، لکِنْ تَضَمَّنَتْ حَظًّا لِنَفْسِهٖ وَنَفْعًا لَهٗ، یعنی اس قصہ میں چونکہ فی الجملہ حظ نفس بھی تھا یعنی اپنا ذاتی فائدہ، بخلاف پہلے دو کے کہ ان میں حظ نفس کا شائبہ نہ تھا [3]، یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے اِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ فِي ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى [4]، اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے مَا مِنْهَا كَذِبَةٌ اِلَّا مَا حَلَّ بِهَا عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى [5]، یعنی ان کذبات میں سے کوئی بھی کذب ایسا نہیں تھا جس کو انہوں نے حیلہ اور ذریعہ نہ بنایا ہو اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کا۔

---

[1] پھر نگاہ کی ایک بار تاروں میں پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں (سورۃ الصافات ۸۸-۸۹)

[2] اور قسم اللہ کی میں علاج کروں گا تمہارے بتوں کا جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر پھر کر ڈالا ان کو ٹکڑے ٹکڑے مگر ایک بڑا ان کا کہ شاید اس کی طرف رجوع کریں کہنے لگے کس نے کیا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ وہ تو کوئی بے انصاف ہے وہ بولے ہم نے سنا ہے ایک جوان بتوں کو کچھ کہا کرتا ہے، اس کو کہتے ہیں ابراہیم وہ بولے اس کو لے آؤ لوگوں کے سامنے شاید وہ دیکھیں بولے کیا تو نے کیا ہے یہ ہمارے معبودوں کے ساتھ اے ابراہیم بولا نہیں پر یہ کیا ہے ان کے اس بڑے نے سو ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں۔ (سورۃ الأنبیاء ۵۷-۶۳)

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري— ج ٦ ص ٣٩٢

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري— ج ٦ ص ٣٩٢

[5] جامع الترمذي— كتاب التفسير— باب: ومن سورة بني إسرائيل ٣١٤٨

کذب کا اطلاق نبی پر: اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ اس حدیث شریف میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے حق میں کذب کا اطلاق کیا گیا ہے جس پر اشکال ہونا ظاہر ہے [1]، لیکن تمام شراح اس پر متفق ہیں کہ اس حدیث شریف میں کذب سے مراد کذب حقیقی نہیں ہے کیونکہ وہ تو معصیت اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے ہو ہی نہیں سکتا بلکہ اس سے مراد معاریض اور توریہ ہے اور توریہ میں صورت کذب پائی جاتی ہے، ای من حیث السامع لامن حیث المتکلم اور توریہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک کلام کے دو معنی ہوں ظاہری اور باطنی، یا یہ کہئے متبادر اور غیر متبادر، متکلم کی مراد تو غیر متبادر معنی ہوں اور سامع کے ذہن میں معنی متبادر ہوں جو واقعہ کے خلاف ہیں، اور غیر متبادر معنی واقعہ کے مطابق ہوتے ہیں جس کو متکلم نے مراد لیا ہے، پس یہاں پر کذب اگر ہوا تو سامع کے لحاظ سے ہوا دون المتکلم، لہٰذا اس توجیہ کے پیش نظر سقیم کے وہ غیر متبادر معنی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مراد لئے وہ مختلف ہوسکتے ہیں، یا تو یوں کہا جائے کہ ہر شخص کیلئے کچھ نہ کچھ سقم اور مرض ہوتا ہی ہے فی الحال ہو یا فی المآل، اور یا یہ کہئے کہ انہوں نے سقیم سے مراد لیا سقیم الحجۃ [2] فی الخروج معھم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حمی نوبتی میں مبتلا تھے لیکن یہ دن بخار کا نہ تھا بلکہ یوم الراحۃ تھا، پس ایک لحاظ سے جھوٹ ہوا اور دوسرے لحاظ سے نہیں، اسی طرح { بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا } میں توریہ اس طور پر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مراد { بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا } سے یہ ہے کہ موجودہ صورت حال جس کا نقشہ سامنے ہے یہ بتلا رہا ہے کہ یہ کام اس بڑے بت کا ہے اور انکی یہ مراد نہیں تھی کہ واقعۃً اسی نے ایسا کیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

آگے حدیث میں تیسرا کذب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السلام کسی جابر اور ظالم بادشاہ کے دور میں سفر فرمارہے تھے [3] درمیان میں ایک منزل پر اترے آپ کے ساتھ اس وقت میں آپکی حریم حضرت سارہ تھیں کسی شخص نے جاکر اسکی اس جبار کو اطلاع کردی کہ یہاں پر ایک ایسا شخص ٹھہرا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک بہت خوبصورت عورت ہے، وہ جابر حسین عورتوں پر فریفتہ تھا ان پر قبضہ کرلیا کرتا تھا، جب اس کو اس کی اطلاع ہوگئی تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس قاصد بھیج کر ان کو بلایا، بلانے کے بعد اس نے اس عورت کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا إِنَّهَا أُخْتِي، اور وہاں سے واپس آکر حضرت سارہ سے فرمایا کہ اس جبار نے مجھ سے تمہارے بارے میں سوال کیا تھا تو میں نے یہ جواب دیا کہ وہ میری

---

[1] اسی وجہ سے بعض لوگوں نے اس حدیث کی صحت سے انکار کردیا جو سراسر غلط ہے، اس لئے کہ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے، ان کے علاوہ بھی حدیث کی بہت سی معتبر اور مستند کتابوں میں اسانید صحیحہ کے ساتھ مذکور ہے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت میں آج تک کسی امام حدیث نے کلام نہیں کیا اور نہ کلام کی گنجائش ہے اھ (معارف القرآن — ج۵ ص ۲۳۱)۔

[2] یعنی میرے لئے تمہارے ساتھ جانے میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے، ۱۲۔

[3] یہ بادشاہ عمرو بن امرؤ القیس مصر کا بادشاہ تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بابل کو اور اپنی قوم کو چھوڑ کر سفر کا ارادہ فرمایا براستہ حران کنعان (بلاد فلسطین) پہنچے، حران میں آپ کی شادی حضرت سارہ سے ہوئی، وہاں سے مصر کا سفر فرمایا جہاں کے بادشاہ کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا۔

بہن ہے اور تم میری دینی لحاظ سے بہن ہو ہی، لہذا اگر تم سے سوال کرے تو تم بھی یہی کہنا۔

اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت اسی جزء کے لحاظ سے ہے، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کو یا أختی بلا کسی ضرورت یا مصلحت کے تو نہیں کہنا چاہیئے کما مر فی الحدیث السابق، لیکن ضرورۃً و مصلحۃً کہا جائے تو وہ امر آخر ہے۔

وَإِنَّهُ لَيْسَ الْيَوْمَ مُسْلِمٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ: اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت سارہ کے علاوہ اس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایمان لانے والوں میں حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے، کما قال اللہ تعالیٰ: فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ [1]، اس کا جواب دیا گیا کہ مراد یہ ہے کہ اس ناحیہ میں جہاں یہ واقعہ پیش آیا کوئی اور مؤمن نہیں تھا، گو لوط تھے مگر وہ دوسری جگہ تھے۔

شراح نے لکھا ہے کہ اس بادشاہ کی عادت یہ تھی کہ شوہر والی عورت ہی سے تعرض کیا کرتا تھا اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ تم اس سے یہ نہ کہنا کہ میں بیوی ہوں بلکہ بہن ہوں۔

وَسَاقَ الْحَدِيثَ: مصنف فرمارہے ہیں کہ میرے استاذ نے تو واقعہ اخیر تک بیان کیا تھا لیکن میں آگے اختصار کرتا ہوں، حضرت نے بذل المجہود [2]، میں تحریر فرمایا ہے کہ تمام قصہ صحیح بخاری میں ہے جس میں یہ ہے کہ پھر اس جبار نے حضرت سارہ کو اپنے محل میں طلب کیا وہ جب وہاں پہنچیں تو اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن فوراً اس کا ہاتھ اینٹھ گیا اور شل ہو گیا، بادشاہ سمجھ گیا کہ یہ ان کی بد دعا سے ایسا ہوا اس نے کہا حضرت سارہ سے کہ میرے لئے دعا کیجئے میں آپ کو کچھ ضرر نہ پہنچاؤں گا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس کا ہاتھ درست ہو گیا، لیکن پھر دوبارہ اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس کا ہاتھ پھر دوبارہ شل ہو گیا، اور پھر اسی طرح ان کی دعا سے دوبارہ ٹھیک ہو گیا، پھر اس نے اپنے دربان کو بلا کر کہا: تو میرے پاس کس کو لے آیا، وہ انسان معلوم نہیں ہوتی شاید کوئی جن ہے، اور پھر اس نے حضرت سارہ کی خدمت میں اپنی ایک باندی ہاجرہ کو ہبہ کر کے رخصت کر دیا، والحدیث اخرجہ ایضا احمد والشیخان، وکذا الترمذی مختصرًا، قالہ فی المنہل [3]۔

١٧ - بَابٌ فِي الظِّهَارِ

ظہار کے احکام کا بیان

ظہار اہل جاہلیہ کی طلاق میں سے ہے، اہل جاہلیہ کے نزدیک تو ظہار سبب تحریم تھا، اللہ تعالیٰ نے اسلام میں نفس ظہار کو تو باقی رکھا لیکن اس کے حکم میں تغیر کر دیا، تحریم مؤبد سے تحریم مؤقت کی طرف یعنی الی اداء الکفارۃ کفارہ ادا کرنے کے بعد وہ عورت حسب سابق حلال ہو جاتی ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے جو ظہار واقع ہوا وہ اوس بن الصامت کا ظہار ہے جو باب کی حدیث ثانی

---

[1] پھر مان لیا اس کو لوط (علیہ السلام) نے (سورۃ العنکبوت ٢٦)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٣٢٩

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٧٠

میں مذکور ہے۔

ظہار سے متعلق مباحث اربعہ: یہاں پر چار بحثیں ہیں: ① حقیقت ظہار اور اس میں اختلاف علماء، ② دوسری حکم ظہار، ③ تیسری اگر قبل التکفیر جماع کیا تو اس کا کیا حکم ہے، ④ چوتھی توقیت فی الظہار صحیح ہے یا نہیں۔

بحث اول (حقیقت ظہار و اختلاف العلماء): ظہار کی تعریف ہماری کنز الدقائق میں اس طرح لکھی ہے: تشبیہ المنکوحة بمحرمة علیہ علی التأبید یعنی شوہر کا اپنی بیوی کو ایسی عورت کیساتھ تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو [1]، تشبیہ خواہ ذات کے ساتھ ہو یا کسی ایسے جزء کے ساتھ ہو جس کو کل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے ظہر مثلاً۔

مذکورہ بالا تعریف سے معلوم ہوا کہ ظہار کی حقیقت تشبیہ بالأم میں منحصر نہیں ہے بلکہ جو بھی عورت اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو خواہ وہ حرمت رضاع کی وجہ سے ہو یا مصاہرت سے ہو، اسی طرح امام مالکؒ کے نزدیک بھی ظہار تشبیہ بالأم کیساتھ خاص نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سے دونوں روایتیں ہیں۔ امام شافعیؒ کے قول قدیم میں ام کیساتھ خاص ہے اور قول جدید میں ام کیساتھ خاص نہیں۔

بحث ثانی (حکم ظہار): ظہار کا حکم یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مرد پر اپنی بیوی کیساتھ جماع حرام ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کفارہ ادا کرے دواعی جماع مس اور تقبیل وغیرہ بھی حرام ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کے یہاں وہ بھی حرام ہو جاتے ہیں یہی مذہب امام مالک کا ہے اور شافعیہ اور حنابلہ کی اس میں دونوں روایتیں ہیں، حرمت و عدم حرمت (من الأوجز [2])۔

بحث ثالث (اختلاف علماء جب مظاہر قبل التکفیر جماع کر لے): یہ ہے کہ اگر مظاہر قبل التکفیر جماع کر لے تو اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک اس پر توبہ و استغفار ہے اور یہ کہ آئندہ قبل التکفیر جماع نہ کرے، امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ، اس میں انہوں نے اکثر علماء کا یہی مسلک نقل فرمایا ہے۔ ائمہ ثلاث کا مسلک بھی یہی لکھا ہے اور عبد الرحمن بن مہدی کا قول یہ لکھا ہے کہ اس صورت میں ان کے نزدیک اس پر دو کفارے واجب ہیں اور أوجز [3] میں حسن بصری اور نخعی سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک تین کفارات واجب ہیں اور مغنی سے نقل کیا ہے کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ اس صورت میں کفارہ مطلقاً ساقط ہو جائے گا لانہ فات وقتہا۔

بحث رابع (توقیت فی الظہار): یعنی ظہار موقت جیسا کہ حدیث الباب یعنی سلمۃ بن صخرؓ کے قصہ میں واقع ہے، یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے حنفیہ کے نزدیک ظہار موقت صحیح ہے اور یہی امام احمدؒ کی رائے ہے اور امام شافعیؒ کے اس میں دو

---

[1] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق — ج ۳ ص ۲

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۱۱ ص ۱۰۸

[3] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۱۱ ص ۱۱۸-۱۱۹:

قول ہیں: الأول یکون ظهارًا والآخر لا یکون ظهارًا اور امام مالکؒ کے نزدیک توقیت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ ظہار مطلق ہو جائے گا (کما فی ہامش البذل عن الأوجز [1])۔

۲۲۱۳ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، - قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: ابْنِ عَلْقَمَةَ بْنِ عَيَّاشٍ - عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ قَالَ: ابْنُ الْعَلَاءِ الْبَيَاضِيُّ قَالَ: كُنْتُ امْرَأً أُصِيبُ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَا يُصِيبُ غَيْرِي، فَلَمَّا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ خِفْتُ أَنْ أُصِيبَ مِنَ امْرَأَتِي شَيْئًا يُتَابَعُ بِي حَتَّى أُصْبِحَ، فَظَاهَرْتُ مِنْهَا حَتَّى يَنْسَلِخَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فَبَيْنَا هِيَ تَخْدُمُنِي ذَاتَ لَيْلَةٍ، إِذْ تَكَشَّفَ لِي مِنْهَا شَيْءٌ، فَلَمْ أَلْبَثْ أَنْ نَزَوْتُ عَلَيْهَا، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ خَرَجْتُ إِلَى قَوْمِي فَأَخْبَرْتُهُمُ الْخَبَرَ، وَقُلْتُ امْشُوا مَعِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: لَا وَاللَّهِ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «أَنْتَ بِذَاكَ يَا سَلَمَةُ؟» ، قُلْتُ: أَنَا بِذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ وَأَنَا صَابِرٌ لِأَمْرِ اللَّهِ، فَاحْكُمْ فِيَّ مَا أَرَاكَ اللَّهُ، قَالَ: «حَرِّرْ رَقَبَةً» ، قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَمْلِكُ رَقَبَةً غَيْرَهَا، وَضَرَبْتُ صَفْحَةَ رَقَبَتِي، قَالَ: «فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ» ، قَالَ: وَهَلْ أَصَبْتُ الَّذِي أَصَبْتُ إِلَّا مِنَ الصِّيَامِ، قَالَ: «فَأَطْعِمْ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّينَ مِسْكِينًا» ، قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ بِتْنَا وَحْشَيْنِ مَا لَنَا طَعَامٌ، قَالَ: «فَانْطَلِقْ إِلَى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِي زُرَيْقٍ فَلْيَدْفَعْهَا إِلَيْكَ، فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ وَكُلْ أَنْتَ وَعِيَالُكَ بَقِيَّتَهَا» ، فَرَجَعْتُ إِلَى قَوْمِي، فَقُلْتُ: وَجَدْتُ عِنْدَكُمُ الضِّيقَ، وَسُوءَ الرَّأْيِ، وَوَجَدْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّعَةَ، وَحُسْنَ الرَّأْيِ، وَقَدْ أَمَرَنِي أَوْ أَمَرَ لِي بِصَدَقَتِكُمْ، زَادَ ابْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ: بَيَاضَةُ بَطْنٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ.

ترجمہ حضرت سلمہ بن صخر بیاضی سے روایت ہے کہ میں خواتین سے اس قدر دلچسپی لیتا تھا کہ شاید ہی کوئی اس قدر دلچسپی لیتا ہو (یعنی کثرت سے ہمبستری کرتا تھا) جب ماہِ رمضان المبارک آیا تو مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں رمضان کی رات بیوی سے جماع کرلوں اور اس فعل میں طلوع فجر کے بعد تک مشغول رہوں جس کی برائی مجھ کو صبح تک نہ چھوڑے اس اندیشہ کے پیشِ نظر میں نے (بیوی سے) آخر رمضان تک ظہار کر لیا۔ ایک رات وہ عورت میری خدمت گزاری میں تھی کہ اچانک اسکے جسم کا حسن وجمال مجھ پر ظاہر ہوا اور مجھ سے رہا نہ گیا۔ سو میں نے اس سے صحبت کرلی۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنی قوم کے پاس گیا اور ان لوگوں سے پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ تم لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں مجھے لے چلو۔ انہوں نے کہا: واللہ! ہم نہیں جائیں گے۔ تو میں اکیلا ہی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ ﷺ سے پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اے سلمہ! کیا تم نے واقعی یہ کام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں نے یہ کام کیا ہے اور آپ ﷺ نے یہ بات دوبار پوچھی۔ پھر میں نے کہا کہ میں حکم الٰہی پر صابر ہوں اور اب میرے لئے جو حکم الٰہی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ۱۰ ص ۳۳۸

ہو وہ صادر فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایک غلام آزاد کرو۔ میں نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم کہ جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا میں اس کے علاوہ کسی گردن کا مالک نہیں ہوں اور میں نے اپنی گردن پر ہاتھ مارا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا اب تم دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو۔ میں نے عرض کیا مجھ پر یہ پریشانی روزہ رکھنے ہی کی وجہ سے آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کھجوروں کے ساٹھ صاع ساٹھ مساکین کو صدقہ کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم کہ جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے ہم دونوں شوہر و بیوی رات کو فاقہ سے رہے۔ ہمارے پاس کھانے کیلئے کچھ موجود نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم (قبیلہ) بنی زریق کے صدقہ وصول کرنے والے عامل کے پاس جاؤ، وہ تم کو کھجوریں دے گا تم ان کھجوروں میں سے ساٹھ صاع ساٹھ مساکین کو دے دینا اور باقی کھجوریں تم اور تمہاری اہلیہ کھالینا۔ چنانچہ میں اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور میں نے کہا: تم لوگوں کے پاس میں نے تنگی اور بُرے مشورہ کو پایا اور رسول اکرم ﷺ کے یہاں وسعت اور اچھا مشورہ پایا اور آپ ﷺ نے میرے لئے صدقہ کا حکم فرمایا۔ ابن العلاء نے یہ اضافہ کیا کہ ابن ادریس نے کہا کہ بیاضہ قبیلہ بنی زریق ہی کی ایک شاخ ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الطلاق (١٢٠٠) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٢٩٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢١٣) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٣٦) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٣)

شرح الحدیث مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں؛ اولاً یہ سلمۃ بن صخر البیاضی کی حدیث جن کو سلمان بن صخر بھی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں کفارۂ ظہار بھی بالتفصیل مذکور ہے کما ہو فی القرآن، پھر ثانیاً اوس بن الصامت کی حدیث کو ذکر فرمایا جنہوں نے اپنی بیوی خولہ سے ظہار کیا تھا اور اسی قصہ میں آیت ظہار کا نزول ہوا تھا، بظاہر قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اس ثانی حدیث کو مصنف اولاً ذکر فرماتے، میرے خیال میں اس کا عکس اس لئے کیا کہ اس پہلی حدیث میں کفارۂ ظہار مذکور ہے جو کہ حکم ظہار ہے اور معرفت حکم ہی اہم اور مقصود ہے، اس لئے مصنف نے اس کو مقدم کر دیا۔

مضمون حدیث: مضمون حدیث یہ ہے، سلمۃ بن صخر کہتے ہیں کہ چونکہ مجھ کو جماع کی زیادہ نوبت آتی تھی اتنی کہ شاید کسی کو اتنی نہ آتی ہو (وفور قوت اور شدتِ شہوت کی وجہ سے) تو جب رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو مجھے اپنے سے یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میں رمضان کی رات میں اپنی بیوی کے ساتھ ایسا مشغول ہوں کہ اس سے جدا نہ ہو سکوں یہاں تک کہ صبح ہو جائے (یہ ترجمہ یُتَابِعُ بِي کا ہے جس کے معنی لزوم کے ہیں) لہذا میں نے اس سے آخر رمضان تک کے لئے ظہار کر لیا۔ آگے مضمون حدیث واضح ہے۔ یہ ظہار ظہار موقت ہوا، اس کا حکم ابتدائی مباحث میں گزر چکا۔

آگے یہاں حدیث الباب میں کفارۂ ظہار کی تفصیل مذکور ہے، یعنی الاعتاق یا صوم ستین یوماً یا اطعام ستین مسکیناً، اعتاق رقبہ حنفیہ کے یہاں مطلق ہے اور عند الجمہور اس میں مؤمنہ کی قید ہے، پھر اطعام ستین کی مقدار میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک مقدار طعام ہر مسکین کے صدقۃ الفطر کے برابر ہے، من التمر صاع لکل مسکین ومن البر نصف صاع، وعند

الشافعی لکل مسکین ربع صاع من کل شيء، فالمجموع خمسة عشر صاعاً، وعند مالك نصف صاع من کل شيء، فالمجموع ثلاثون صاعاً، وعند الامام احمد من البر ربع صاع ومن غيره نصف صاع، اس اختلاف کا منشأ اختلاف روایات ہے جو خود یہاں سنن ابوداؤد میں موجود ہے، والحدیث اخرجه ایضا احمد و ابن ماجه والحاکم وقال هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، وأخرجه البیهقی والترمذی وقال: هذا حدیث حسن صحیح وصححه ابن خزیمة قال فی المنهل [1]۔

۲۲۱٤ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ خُوَيْلَةَ بِنْتِ مَالِكِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَتْ: ظَاهَرَ مِنِّي زَوْجِي أَوْسُ بْنُ الصَّامِتِ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْكُو إِلَيْهِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَادِلُنِي فِيهِ، وَيَقُولُ: «اتَّقِي اللَّهَ فَإِنَّهُ ابْنُ عَمِّكِ» . فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ: ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا [2]﴾ ، إِلَى الْفَرْضِ، فَقَالَ: «يُعْتِقُ رَقَبَةً» قَالَتْ: لَا يَجِدُ، قَالَ: «فَيَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ» ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَا بِهِ مِنْ صِيَامٍ، قَالَ: «فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا» ، قَالَتْ: مَا عِنْدَهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَصَدَّقُ بِهِ، قَالَتْ: فَأُتِيَ سَاعَتَئِذٍ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنِّي أُعِينُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ، قَالَ: «قَدْ أَحْسَنْتِ، اذْهَبِي فَأَطْعِمِي بِهَا عَنْهُ سِتِّينَ مِسْكِينًا، وَارْجِعِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ» ، قَالَ: وَالْعَرَقُ: سِتُّونَ صَاعًا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «فِي هَذَا إِنَّهَا كَفَّرَتْ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْتَأْمِرَهُ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَخُو عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ.

ترجمہ: خویلہؓ بنت مالک بن ثعلبہ سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے شوہر حضرت اوس بن صامتؓ نے ظہار کیا تو میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں شوہر کی شکایت کرنے کیلئے حاضر ہوئی (یعنی ان کے اخلاق اچھے نہیں اور ان کی طبیعت میں سختی ہے)۔ حضور اکرم ﷺ مجھ سے میرے شوہر کے بارے میں اختلاف فرمانے لگے اور فرمانے لگے کہ تم اللہ تعالیٰ کا خوف کرو وہ تمہارے چچا کے بیٹے ہیں لہٰذا تم ان کے ساتھ نباہ کی کوشش کرو میں آپ ﷺ کی مجلس سے جدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ وحی نازل ہوئی اور آیت کریمہ: قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے۔ خویلہؓ نے کہا کہ اس کی طاقت نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ مسلسل دو ماہ روزے رکھے۔ خویلہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ شخص ضعیف العمر ہے، اس میں روزہ رکھنے کی قوت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ساٹھ مساکین کو (پیٹ بھر کر) کھانا کھلادے۔ خویلہؓ نے عرض کیا کہ اس کے پاس کوئی چیز نہیں کہ وہ صدقہ کرے اتنے میں کھجور کا ایک ٹوکرا آیا۔ خویلہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کھجور کا ایک دوسرا ٹوکرا بھی انکو دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ کھجور کا ٹوکرا لے جاؤ اور ان کی جانب سے ساٹھ مساکین کو کھلادو پھر تم اپنے چچا کے بیٹے کے پاس رہو۔ راوی نے بیان کیا کہ وہ ٹوکرا

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٧٥

[2] سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں (سورة المجادلة ١)

جس کو عرب میں عرق کہا جاتا ہے وہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ اس عورت نے شوہر سے دریافت کیے بغیر کفارہ ادا کیا ہے۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا: اوسؓ، عبادہؓ بن صامت کے بھائی تھے۔

۲۲۱۵ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: وَالْعَرَقُ مِكْتَلٌ يَسَعُ ثَلَاثِينَ صَاعًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ آدَمَ.

ترجمہ: ابن اسحاق سے بھی اسی طرح روایت ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عرق ایک ٹوکرے کا نام جس کے اندر تیس صاع آتے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث یحیٰ بن آدم کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

۲۲۱۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: يَعْنِي بِالْعَرَقِ: زِنْبِيلًا يَأْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا.

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا کہ عرق سے وہ ٹوکرا مراد ہے کہ جس میں کھجوروں کے پندرہ صاع آتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الطلاق (٢٢١٤) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/ ٤١١).

شرح الأحادیث: یہ وہ حدیث ثانی ہے جس میں اوس بن الصامتؓ کا ظہار مذکور ہے جس کے بعد آیات ظہار کا نزول ہوا۔ ان کی بیوی کے نام میں اختلاف ہے، یہاں اس روایت میں تو ان کا نام خویلہ مذکور ہے اور آگے ایک دوسرے طریق (۲۲۱۹) میں أَنَّ جَمِيلَةَ كَانَتْ تَحْتَ أَوْسِ بْنِ الصَّامِتِ آرہا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام جمیلہ ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں: ابو نعیم نے اس کو تصحیف قرار دیا ہے۔ حافظؒ کہتے ہیں: ولیس کما زعم، اس لئے کہ یہ تسمیہ مسند احمد میں حدیث عائشہؓ میں بھی واقع ہوا ہے لیکن معروف خویلہ ہی ہے، پس ہو سکتا ہے جمیلہ ان کا لقب ہو۔

اس روایت میں خویلہ اپنا واقعہ خود بیان کر رہی ہیں کہ میرے شوہر نے جب مجھ سے ظہار کر لیا تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اپنے شوہر کی شکایت کرنے کے لیے، یعنی انکے سوء خلق اور شدت طبع کی لیکن رسول اللہ ﷺ مجھ سے ان کے بارے میں جھگڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر، تیرا شوہر تیرا چچازاد بھائی بھی ہے۔ اس روایت میں آگے یہ ہے کہ پھر اسکے بارے میں قرآن کی آیات نازل ہو گئیں۔ ابو داؤد کی اس روایت میں اختصار ہے، مجموع روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں خویلہ حضور ﷺ سے اپنے شوہر کی بد خلقی کی شکایت کرتی رہیں، پھر جب اس پر آپ ﷺ نے ان سے یہ فرمایا: حَرُمْتِ عَلَيْهِ، تب وہ پریشان ہو کر رونے لگیں اور اپنے فقر وفاقہ اور تنہائی کا شکوہ کرنے لگیں، اور کہنے لگیں أَشْكُو إِلَى اللهِ فَاقَتِي وَوَحْدَتِي [1]، اسکے بعد پھر آیت ظہار نازل ہو گئی جس سے انکی مشکل حل ہوئی، اسلئے کہ شروع میں تو ظہار سے تحریم مؤبد

[1] الجامع لأحكام القرآن المعروف بتفسير القرطبي - ج: ٢ ص ٢٨٢

ہو جاتی تھی اسی کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا بھی تھا حَرُمْتِ عَلَيْهِ جیسا کہ شروع میں گزر چکا کہ ظہار سے جاہلیت میں تحریم مؤبد ہو جاتی تھی، اسلام میں آکر اس میں ترمیم کر دی گئی۔

قَالَتْ: فَأُتِيَ سَاعَتَئِذٍ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنِّي أُعِينُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ. قَالَ: قَدْ أَحْسَنْتِ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہؓ سے فرمایا تھا کہ تمہارے شوہر کو چاہیے کہ وہ کفارۂ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میرے شوہر کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آگے وہ کہتی ہیں کہ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑا زنبیل کھجوروں کا آپہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زنبیل کفارہ میں دینے کیلئے خولہؓ کو دے دیا، وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا کہ اس میں میں ایک زنبیل اور شامل کرلوں گی، آپ نے فرمایا بہتر ہے، اور اس کو لے جاؤ اور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور اپنے شوہر جو کہ تمہارے چچازاد بھائی ہیں ان کے پاس لوٹ جاؤ (اور آرام سے رہو) والحدیث اخرجہ البیہقی من طریق المصنف واخرجہ احمد مطولاً قالہ فی المنہل [1]۔

قَالَ: وَالْعَرَقُ: سِتُّونَ صَاعًا: یہ پہلے گزر چکا کہ مقدار عرق میں روایات مختلف ہیں، اس روایت میں سِتُّونَ صَاعًا ہے اور اس سے اگلی روایت میں ثَلَاثِينَ صَاعًا آرہا ہے جس کو مصنف فرمارہے ہیں وَهَذَا أَصَحُّ معلوم ہوا سِتُّونَ صَاعًا کی روایت صحیح نہیں، اس لئے کہ اگر اس کو صحیح مانتے ہیں تو پھر اس میں عرق آخر کے شامل کرنے کی کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے؟ طعام کی مقدار تو ستین صاعاً سے زائد کسی کے یہاں نہیں ہے اس سے اگلی روایت میں آرہا ہے قَالَ: يَعْنِي بِالْعَرَقِ: زِنْبِيلًا يَأْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا، اس کو امام شافعیؒ کی دلیل کہہ سکتے ہیں۔ مقدار طعام میں علماء کا اختلاف پہلے گزر ہی چکا ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «فِي هَذَا إِنَّهَا كَفَّرَتْ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْتَأْمِرَهُ»: مصنف فرمارہے ہیں کہ اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہو رہا ہے کہ خولہ نے کفارۂ ظہار اپنے شوہر کی جانب سے خود ہی بغیر زوج کی اطلاع کے ادا کر دیا، لیکن ظاہر ہے کہ جب کفارہ کا وجوب شوہر پر ہے تو اس میں کم از کم اس کی اجازت ضروری ہے بغیر اس کے کفارہ کیسے ادا ہو گا اور یہ مصنف کی اپنی رائے ہے ورنہ شراح نے لکھا ہے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس وقت دونوں ہی موجود تھے لہذا مصنف کی رائے تسلیم نہیں۔

۲۲۱۷- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْ خَمْسَةِ عَشَرَ صَاعًا، قَالَ: «تَصَدَّقْ بِهَذَا»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، عَلَى أَفْقَرَ مِنِّي وَمِنْ أَهْلِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلْهُ أَنْتَ وَأَهْلُكَ».

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٧٨

ترجمہ: حضرت سلیمان بن یسار سے اسی طرح حدیث مروی ہے (البتہ اس حدیث میں اس طرح) ہے) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہیعہ بن صخر کو وہ کھجوریں عطا فرمادیں اور وہ کھجوریں تقریباً پندرہ صاع تھیں اور ارشاد فرمایا کہ ان کھجوروں کو صدقہ کر دینا۔ ان صحابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں یہ کھجوریں ان لوگوں کو صدقہ کروں جو مجھ سے اور میرے گھر والوں سے بھی زیادہ حاجت مند ہوں؟ (یعنی مجھ سے زیادہ کون فقیر ہوگا) ارشاد فرمایا: اچھا وہ کھجوریں تم اور تمہارے گھر والے کھالیں۔

شرح الحدیث: قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، عَلَى أَفْقَرَ مِنِّي وَمِنْ أَهْلِي؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جاؤ اس کو صدقہ کر دو، اس پر وہ کہنے لگے کہ کیا کسی اپنے سے زائد محتاج پر صدقہ کروں؟ مطلب یہ تھا کہ میں خود ہی سب سے زیادہ فقیر ومحتاج ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اس کو تو ہی کھالے، اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ اعسار اور تنگدستی کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ فی الحال تم اس کو خرچ کرلو، کفارہ ذمہ میں باقی رہے گا، جب تمہیں قدرت ہوگی ادا کر دینا۔

۲۲۱۸ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ وَزِيرٍ الْمِصْرِيِّ، قُلْتُ لَهُ: حَدَّثَكُمْ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، عَنْ أَوْسٍ، أَخِي عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَعَطَاءٌ لَمْ يُدْرِكْ أَوْسًا، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَدِيمُ الْمَوْتِ، وَالْحَدِيثُ مُرْسَلٌ» ، وَإِنَّمَا رَوَوْهُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّ أَوْسًا.

ترجمہ: امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ محمد بن وزیر المصری پر میں نے قرأت کی کہ بشر بن بکر نے آپ کو عطاء کی سند سے عبادہ بن صامتؓ کے بھائی حضرت اوس سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساٹھ مساکین کے کھلانے کیلئے جو پندرہ صاع عنایت فرمائے۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ عطاء کی ملاقات حضرت اوس سے ثابت نہیں کیونکہ اوس اہل بدر میں سے ہیں جن کا عطاء سے قبل انتقال ہو گیا تھا اور یہ حدیث منقطع ہے۔

۲۲۱۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، «أَنَّ جَمِيلَةَ كَانَتْ تَحْتَ أَوْسِ بْنِ الصَّامِتِ، وَكَانَ رَجُلًا بِهِ لَمَمٌ، فَكَانَ إِذَا اشْتَدَّ لَمَمُهُ ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ كَفَّارَةَ الظِّهَارِ».

ترجمہ: ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ جمیلہؓ اوس بن صامتؓ کی منکوحہ تھیں اور اوس ایک مجنون شخص تھے۔ جب انکے جنون میں اضافہ ہوتا تو وہ اپنی بیوی سے ظہار کر لیتے اس پر اللہ تعالیٰ نے ظہار کے کفارہ کا حکم نازل فرمایا۔

شرح الحدیث: جمیلہ اوس بن الصامت کے نکاح میں تھیں اور وہ ایسے شخص تھے جن میں لمم تھا جب اس لمم میں شدت ہوتی تھی تو وہ اپنی بیوی سے ظہار کر لیتے تھے۔

یہاں پر لَمَمٌ کی تفسیر میں شراح کا اختلاف ہو رہا ہے، بعض نے اسکی تفسیر الإلمام بالنساء سے کی ہے، یعنی شدة الحرص علی

الجماع، لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ جب لَمَمٌ کے معنی یہ ہیں تو پھر اس کا مقتضی تو ظہار نہیں ہے ظہار کا ترتب تو اس معنی پر درست نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنون ہے، اس پر بھی اشکال ہے کہ جنون کی حالت کا تو ظہار یا کوئی اور عمل جو بھی ہو معتبر نہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ان کا جنون مطلق نہیں تھا کبھی کبھی افاقہ ہوتا رہتا تھا، اور یہ ظہار کا واقعہ افاقہ کے وقت میں پیش آیا اور شاہ ولی اللہ صاحب کی رائے اس میں یہ ہے کہ ان المراد باللمم سوء الفکر والغضب فیما لایغضب فیه الناس، یعنی مزاج کا غصہ اور تیزی اور ناعاقبت اندیشی۔ هذا الأثر مرسل وقد أخرجه عن عائشة الحاكم وصححه والبيهقي قاله في المنهل [1]۔

۲۲۲۰ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

۲۲۲۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ، ثُمَّ وَاقَعَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: «مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟»، قَالَ: رَأَيْتُ بَيَاضَ سَاقِهَا فِي الْقَمَرِ، قَالَ: «فَاعْتَزِلْهَا حَتَّى تُكَفِّرَ عَنْكَ».

ترجمہ: عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بیوی سے ظہار کیا پھر کفارۂ ظہار ادا کرنے سے قبل بیوی سے صحبت کرلی۔ اسکے بعد خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہیں اس چیز پر کس نے اُبھارا؟ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس عورت کی پنڈلی سفید چاند کی روشنی میں دیکھی (تو صحبت کرلی)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک کہ کفارہ ظہار ادا نہ کرو اس وقت تک اس عورت سے علیحدہ رہنا۔

تخریج: جامع الترمذي - الطلاق (۱۱۹۹) سنن النسائي - الطلاق (۳٤۵۷) سنن النسائي - الطلاق (۳٤۵۸) سنن النسائي - الطلاق (۳٤۵۹) سنن أبي داود - الطلاق (۲۲۲۱) سنن ابن ماجه - الطلاق (۲۰۶۵)

۲۲۲۲ - حَدَّثَنَا الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ، فَرَأَى بَرِيقَ سَاقِهَا فِي الْقَمَرِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَأَمَرَهُ أَنْ يُكَفِّرَ».

ترجمہ: عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے ظہار کیا پھر جب عورت کی پنڈلی سفید چاند کی روشنی میں دیکھی تو صحبت کرلی۔ پس وہ شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور سارا قصہ سنایا)۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا (کہ جب تک کفارہ ادا نہ کرلو اپنی بیوی سے علیحدہ رہو)۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٨٢

۲۲۲۳- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ. وَلَمْ يَذْكُرِ السَّاقَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے بھی اسی طرح حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا مگر اس میں پنڈلی دیکھنے والی بات کا ذکر نہیں ہے۔

۲۲۲٤- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ الْمُخْتَارِ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنِي مُحَدِّثٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ سُفْيَانَ.

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے سفیان کے طریقہ پر مرسلاً روایت ہے۔

۲۲۲٥- قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عِيسَى يُحَدِّثُ بِهِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَكَمَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: عَنْ عِكْرِمَةَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَتَبَ إِلَيَّ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: امام ابوداودؒ نے فرمایا: معتمر سے محمد بن عیسیٰ نے نقل کیا کہ یہ روایت حکم بن ابان سے مروی ہے البتہ اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا تذکرہ نہیں ہے (یہ حدیث مرسل ہے)۔ نیز امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ حسین بن حریث نے مجھے یہ لکھ کر بھیجا کہ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ کی سند سے، حضرت ابن عباسؓ سے اسکے ہم معنی روایت نبی کریم ﷺ سے نقل کی ہے (یہ حدیث مسند ہے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الطلاق (۱۱۹۹) سنن النسائي - الطلاق (۳٤٥۷) سنن النسائي - الطلاق (۳٤٥۸) سنن النسائي - الطلاق (۳٤٥۹) سنن أبي داود - الطلاق (۲۲۲۲) سنن ابن ماجه - الطلاق (۲۰٦٥)

شرح الحدیث: كَتَبَ إِلَيَّ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ الخ: یہ ابتدائے سند ہے اسی لئے بعض نسخوں میں لفظ کتب جلی قلم سے لکھا ہے۔ حسین بن حریث مصنف کے استاذ ہیں۔ کتاب النکاح کے شروع میں بھی (رقم الحدیث ۲۰٤۹) مصنف نے ان سے ایک روایت بیان کی ہے وہاں بھی اسی طرح ہے كَتَبَ إِلَيَّ۔ ممکن ہے مصنف حسین بن حریث سے بالمشافہہ روایت نہ کرتے ہوں بطریق مکاتبت ہی ان سے روایات لی ہوں۔

۱۸- بَابٌ فِي الْخُلْعِ

احکام خلع کے بیان میں

خلع کے لغوی معنی النزع والإزالة۔ خلع کا استعمال جب باب الطلاق میں ہوتا ہے تو خاء کو ضمہ دیا جاتا ہے اور جب لباس وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں تو وہاں خاء مفتوح ہوتی ہے تفرقةً بین الحسی والمعنوی۔

خلع کی تعریف اور اسکی حقیقت میں فقہاء کا اختلاف: وفی المنهل: الخلع لغة النزع والإزالة

وشرعًا إزالة ملك النكاح ببدل بلفظ الخلع ونحوه كالمبارأة والبيع والشراء [1]، ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: جب کسی عورت کو اپنا شوہر پسند نہ ہو کسی وجہ سے مثلاً سوء خلق یا عدم تدین یا ضعف وغیرہ اور اس کو اندیشہ ہو زوج کی حق تلفی کا تو اس کیلئے خلع بعوض جائز ہے لقوله تعالى: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ [2]، ولقصة حبيبة بنت سهل وهو حديث صحيح ثابت الأسناد ورواه الأئمة مالك واحمد وغيرهما ولرواية البخاري في قصة امرأة ثابت بن قيس، پھر آگے لکھتے ہیں: جملہ فقہاء حجاز وشام اسی کے قائل ہیں، ہمارے علم میں نہیں کہ کسی نے اسکی مشروعیت کا انکار کیا ہو سوائے بکر بن عبد اللہ المزنی کے کہ وہ اسکو جائز نہیں سمجھتے، وہ یہ کہتے ہیں کہ آیت خلع منسوخ ہے ایک دوسری آیت سے یعنی باری تعالیٰ کا قول وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا [3] الى آخر ما قال [4]. واجاب عنه فارجع اليه ان شئت، بذل المجهود میں تحریر ہے، ماہیت خلع میں علماء کا اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک وہ طلاق ہے اور امام شافعیؒ کے دو قول ہیں، ایک قول مثل حنفیہ کے اور دوسرا قول یہ کہ وہ طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے اور ثمرہ اختلاف یہ ہوگا کہ خلع کے بعد اگر دوبارہ اس سے نکاح کرے گا تو صرف دو طلاق کا اختیار باقی رہے گا، ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین طلاق کا حق ہوگا، چنانچہ ہمارے یہاں خلع کے بعد دو طلاق دینے سے حرمت غلیظہ ہو جائے گی، ان کے یہاں دو سے نہیں بلکہ تین سے ہوگی اھ [5]، اور أوجز المسالك میں ہے کہ خلع حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طلاق بائن ہے امام شافعیؒ اور احمدؒ سے دو روایتیں ہیں، لیکن اصح عند الشافعي یہی ہے کہ وہ طلاق ہے اور احمدؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ فسخ ہے، نیز ایک اور ثمرۂ اختلاف خلع کے طلاق یا فسخ نکاح ہونے میں یہ بھی ہوگا کہ جمہور کے نزدیک جو اس کے طلاق ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک مختلعہ کی عدت ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ہوگی اور جو فسخ کے قائل ہیں انکے نزدیک حیضہ واحدہ جیسا کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں آگے آرہا ہے، لیکن امام احمدؒ کے نزدیک باوجود اس کے کہ وہ فسخ کے قائل ہیں مختلعہ کی عدت ان کے نزدیک بھی ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ہی ہے، صرح به الحافظ في الفتح، حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ کے نزدیک فسخ اور نقص عدت میں تلازم نہیں، یعنی یہ ضروری نہیں کہ فسخ کی عدت طلاق کی عدت سے کم ہو۔

٢٢٢٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٩٠

[2] پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کا حکم تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دیکر چھوٹ جاوے (سورة البقرة ٢٢٩)

[3] اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو اور دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو اس میں سے کچھ (سورة النساء ٢٠)

[4] المغني لابن قدامة — ج ٨ ص ١٧٣ - ١٧٤

[5] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٣٥٧

رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ».

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت انتہائی شدید مجبوری کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

تخریج: جامع الترمذي- الطلاق (١١٨٧) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٢٦) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٥٥) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٥/٢٧٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٨٣) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٠)

شرح الحدیث: جو عورت بلاوجہ خواہ مخواہ اپنے شوہر سے خلع کرے اس پر جنت کی بو حرام ہے، اور ترمذی کی روایت میں ایسی عورتوں کو منافق بتایا ہے، کیونکہ نکاح کا تقاضا محبت ہے اور خلع ہوتا ہے نفرت کی بناء پر، اور ترمذی کی روایت میں جو ثوبان سے مرفوعاً مروی ہے یہ ہے اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ، قال الترمذي هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ [1]، اس کے بعد پھر امام ترمذیؒ نے ابوداؤد والی روایت کی تخریج کے بعد فرمایا: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، والحديث أخرجه أيضا ابن ماجه والترمذي وحسنه والبيهقي والحاكم وقال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين قاله في المنهل [2]۔

٢٢٢٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصُّبْحِ فَوَجَدَ حَبِيبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ عِنْدَ بَابِهِ فِي الْغَلَسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ هَذِهِ؟» فَقَالَتْ: أَنَا حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ، قَالَ: «مَا شَأْنُكِ؟» قَالَتْ: لَا أَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ لِزَوْجِهَا، فَلَمَّا جَاءَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذِهِ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ»، وَذَكَرَتْ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَذْكُرَ، وَقَالَتْ حَبِيبَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كُلُّ مَا أَعْطَانِي عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ: «خُذْ مِنْهَا»، فَأَخَذَ مِنْهَا، وَجَلَسَتْ هِيَ فِي أَهْلِهَا.

ترجمہ: حبیبہ بنت سہل الانصاریہؓ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی منکوحہ تھیں۔ ایک دن حضور اکرم ﷺ نماز فجر کیلئے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کے حبیبہ بنت سہلؓ آپ ﷺ کے دروازے پر اندھیرے میں کھڑی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کون کھڑی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا تو میں نہیں یا (میرے شوہر) ثابت بن قیس نہیں (یعنی اب ہمارا ایک ساتھ رہنا مشکل ہے)۔ جب حضرت ثابت بن قیسؓ آئے تو حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ خاتون حبیبہ بنت سہل ہیں اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا اس نے مجھ سے بیان کیا۔ حبیبہ نے عرض کیا: مجھ کو ثابت بن قیسؓ نے جو

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الطلاق واللعان - باب ما جاء في المختلعات ١١٨٦

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود - ج ٤ ص ١٩٢

کچھ دیا ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس سے کہا: جو کچھ تم نے حبیبہ کو دیا ہے وہ تم اس سے لے لو۔ چنانچہ حضرت ثابتؓ نے ان سے وہ (سامان وغیرہ) واپس لے لیا اس کے بعد حبیبہ اپنے گھر کے لوگوں (میکہ) میں بیٹھ گئیں (یعنی خلع واقع ہو گئی)۔

تخریج سنن النسائي - الطلاق (٣٤٦٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٢٧) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٣٤) موطأ مالك - الطلاق (١١٩٨) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧١)

مضمونِ حدیث حبیبہ بنت سہلؓ اپنے زوج ثابت بن قیسؓ کے خلع کا واقعہ خود ہی بیان کر رہی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے شوہر نے میری خوب پٹائی کی تو میں صبح کی نماز سے پہلے غلس ہی میں حضور ﷺ کے دروازہ پر جا کر بیٹھ گئی (کہ جب حضور ﷺ نماز کیلئے باہر اس دروازہ سے تشریف لائیں گے تو اپنا قصہ آپ ﷺ سے بیان کروں گی) چنانچہ جب حضور ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حبیبہ بنت سہلؓ ہے، حضور ﷺ کے دریافت کرنے پر میں نے عرض کیا: لَا أَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ کہ میں اپنے شوہر ثابت بن قیسؓ کے ساتھ نہیں رہ سکتی، پھر جب ثابت بن قیسؓ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ تمہاری بیوی ہیں جو تمہاری شکایت کر رہی ہیں اور خلع کرنا چاہتی ہیں، حبیبہؓ کہتی ہیں میں نے یہ بھی عرض کیا کہ جو کچھ مہر انہوں نے مجھ کو دیا ہے وہ میرے پاس موجود ہے، حضور ﷺ نے ثابتؓ سے فرمایا کہ ان سے خلع کر لو اور جو کچھ ان کے پاس تمہارا ہے وہ لے لو، وَجَلَسَتْ هِيَ فِي أَهْلِهَا، چنانچہ انہوں نے اس سے بدل خلع وصول کر لیا اور ان کی بیوی اپنے گھر آرام سے جا بیٹھی، منہل میں لکھا ہے کہ انقضاء عدت کے بعد ان سے ابی بن کعبؓ نے نکاح کر لیا تھا (ج ٤ ص ١٩٤)، والحديث أخرجه أيضًا الأئمة والنسائي والبيهقي، وصححه ابن خزيمة وابن حبان قاله في المنهل [1]، آگے روایت (٢٢٢٨) میں یہ ہے فَإِنِّي أَصْدَقْتُهَا حَدِيقَتَيْنِ، وَهُمَا بِيَدِهَا کہ میں نے اس کو مہر میں دو باغ دیئے ہیں جو اس کے پاس موجود ہیں۔

تنبیہ: ابوداؤد کی اس روایت میں یہ ہے کہ ثابت بن قیسؓ نے اپنی جس بیوی سے خلع کیا وہ حبیبہ بنت سہل ہے، اس میں دو روایتیں ہیں نسائی کی ایک روایت میں تو اسی طرح ہے اور ایک روایت میں بجائے حبیبہ کے جمیلہ وارد ہوا ہے پس بعض محدثین نے تو اس اختلاف کو اختلاف فی التسمیہ پر محمول کیا ہے، اور حافظؒ نے ابن عبد البرؒ سے ان کی رائے یہ نقل کی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ دو قصے ہیں جو دو عورتوں کے ساتھ الگ الگ پیش آئے، حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں بذل میں کہ چونکہ ثابت بن قیسؓ کے مزاج میں شدت اور سختی تھی اس لئے ہو سکتا ہے انہوں نے اپنی دونوں بیویوں سے الگ الگ وقت میں خلع کیا ہو۔

فائدہ: ابوداؤد کی اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ سبب خلع اس قصہ میں انکے شوہر کا سوء خلق اور مزاج کی سختی ہے، اور ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا ظاہری سبب انکا بدشکل ہونا ہے، چنانچہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے عَنْ عَمْرِو بْنِ

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ١٩٦

شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَتْ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَكَانَ رَجُلًا دَمِيمًا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ، لَوْلَا مَخَافَةُ اللهِ، إِذَا دَخَلَ عَلَيَّ لَبَصَقْتُ فِي وَجْهِهِ [1]، اس بارے میں اور دوسری مختلف روایات حضرت شیخ نے أوجز المسالك میں ذکر فرمائی ہیں، بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے وہ کہتی ہیں مَا أَعْتِبُ [2] عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ، قال الحافظ أي أكره إن أقمت عنده أن أقع فيما يقتضي الكفر [3]۔

۲۲۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو السَّدُوسِيُّ الْمَدِينِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ، كَانَتْ عِنْدَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ فَضَرَبَهَا فَكَسَرَ بَعْضَهَا، فَأَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الصُّبْحِ، فَاشْتَكَتْهُ إِلَيْهِ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَابِتًا، فَقَالَ: «خُذْ بَعْضَ مَالِهَا، وَفَارِقْهَا»، فَقَالَ: وَيَصْلُحُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟، قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَإِنِّي أَصْدَقْتُهَا حَدِيقَتَيْنِ، وَهُمَا بِيَدِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُذْهُمَا وَفَارِقْهَا»، فَفَعَلَ.

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حبیبہ بنت سہل، ثابت بن قیس بن شماس کی منکوحہ تھیں۔ حضرت ثابتؓ نے اسے مارا پیٹا یہاں تک کہ جسم کا ایک عضو توڑ دیا، نماز فجر کے بعد وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے ان کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ثابت کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ حبیبہ سے کچھ مال لے کر اسکو اپنے سے علیحدہ کر دو۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ درست ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس کو دو باغ دیئے ہیں جو کہ اسکے پاس ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان باغوں کو لے لو اور حبیبہ کو علیحدہ کر دو۔ چنانچہ حضرت ثابتؓ نے اس پر عمل کیا۔

۲۲۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْهُ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّتَهَا حَيْضَةً»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ثابتؓ بن قیس کی بیوی نے اپنے خاوند سے خلع حاصل کی تو حضور اکرم ﷺ نے ایک حیض (کا آنا) ان کی عدت متعین فرمائی۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا: یہ حدیث عَبْدُ الرَّزَّاقِ،

---

[1] سنن ابن ماجة – كتاب الطلاق – باب المختلعة تأخذ ما أعطاها ۲۰۵۷

[2] مجھ کو اس پر عتاب نہ اسکے اخلاق پر ہے اور نہ اس کے دین پر ہے بلکہ بات یہ ہے کہ مجھ کو اپنے کفر کا اندیشہ ہے اسلام میں یعنی اس کے ساتھ رہنے میں مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ کسی ایسے فعل میں مبتلا ہو جاؤں جس سے کفر لازم آجائے۔

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري – ج ۹ ص ۴۰۰

عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسلاً روایت ہے۔

۲۲۳۰- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: «عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ حَيْضَةٌ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ خلع والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔

۱۹- بَابٌ فِي الْمَمْلُوكَةِ تُعْتَقُ وَهِيَ تَحْتَ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ

اگر باندی، غلام یا آزاد شخص کی منکوحہ ہو اور وہ پھر آزاد ہو جائے تو اسے خیار عتق حاصل ہو گا یا نہیں

اس ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے اس کا نام ہے خیارِ عتق، اور امام مالکؒ نے مؤطا میں باب قائم کیا ہے: مَا جَاءَ فِي الْخِيَارِ۔

نکاح میں خیار کی قسمیں: اور حضرت شیخؒ نے أوجز[1] میں عورت کو نکاح کے بارے میں جو خیار حاصل ہوتا ہے اس کی کئی قسمیں لکھی ہیں: ایک لاجل العیب فی الزوج، اور ایک خیار وہ ہے جو حرہ کو حاصل ہوتا ہے جبکہ اس کا شوہر اس پر باندی سے نکاح کرلے جس کے صرف امام مالکؒ قائل ہیں، اور ایک قسم ہے خیار البلوغ، یعنی خیار الزوجین بعد البلوغ، اور ایک خیار وہ ہے جو ابھی قریب میں گزرا یعنی تخییر الطلاق، اور ایک خیار عتق، جس کو مصنفؒ یہاں بیان کر رہے ہیں مصنفؒ نے اس باب میں قصہ بریرہ کو ذکر فرمایا ہے اور چونکہ ان کے شوہر کے بارے میں روایات مختلف ہیں کہ وہ عتق بریرہ کے وقت ان سے پہلے آزاد ہو چکے تھے یا نہیں بلکہ بعد میں ہوئے، اسی بناپر مصنف نے یہاں ترجمۃ الباب میں وَهِيَ تَحْتَ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ فرمایا۔

خیار عتق میں اختلاف ائمہ: اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ خیار عتق کا مسئلہ مختلف فیہ بین الائمہ ہے، حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ امۃ مزوجہ کو اگر آزاد کر دیا جائے تو اس کو آزاد ہونے کے بعد ہر حال میں خیار حاصل ہوتا ہے خواہ اسکا شوہر حر ہو یا عبد جس کی دلیل آگے آرہی ہے، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک معتقہ باندی کو یہ خیار اس وقت حاصل ہو گا جب اس کا شوہر عبد ہو اور اگر حر ہو تب نہیں، جمہور کے نزدیک اس خیار کی علت عدم کفاءت ہے کہ وہ عورت پہلے باندی تھی اب حرہ ہو گئی، اور عدم کفاءت اسی صورت میں پایا جائے گا جب کہ اس کا شوہر عبد ہو، اور حنفیہ کے نزدیک اسکی علت زیادتی ملک ہے کہ اس باندی کے شوہر کو پہلے صرف دو طلاق دینے کا اختیار تھا اسی سے بینونت واقع ہو جاتی تھی اور اب اس کے آزاد ہونے کے بعد شوہر کو تین طلاق دینے کا اختیار ہو جاتا ہے تو شریعت نے عورت کی رعایت کرتے ہوئے کہا کہ ہو سکتا ہے اس کو یہ بات ناپسند ہو اس لئے اس کو اختیار دیدیا سابق شوہر کے نکاح میں رہنے نہ رہنے کا، یہ دلیل تو ہے نظری اور عقلی۔

عتق بریرہ کے بارے میں اختلاف روایات: اور دلیل نقلی حنفیہ کے نزدیک قصہ بریرہ ہے کہ ان کے آزاد ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ان کو خیار مرحمت فرمایا جب کہ ان کے شوہر حنفیہ کی تحقیق میں عتق بریرہ کے وقت میں حر تھے اور شافعیہ

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١١ ص ١٣٩ - ١٤٠

وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ عتق بریرہ کے وقت ان کے شوہر عبد تھے نہ کہ حر، اس میں شک نہیں کہ روایات اس میں دونوں طرح کی ہیں، مصنفؒ نے اس باب میں دو روایتیں ذکر فرمائی ہیں: ① ایک ابن عباسؓ کی، ② دوسری حضرت عائشہؓ کی۔ ابن عباسؓ کی روایت مصنفؒ نے دو طریق سے ذکر کی، ان دونوں میں تو زوج بریرہ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ عبد تھے جن کا نام مغیث ہے اور حضرت عائشہؓ کی حدیث میں اختلاف ہے ان کی حدیث کے ایک طریق (۲۲۳۳) میں یہ ہے: كَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا اور دوسری (۲۲۳۵) میں ہے: كَانَ حُرًّا۔

ابن الہمامؒ فرماتے ہیں: حدیث عائشہؓ میں راجح وہ ہے جس میں ہے أنه كان حرا اور یہ اس لئے کہ اس حدیث کو حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے والے تین شخص ہیں، اسود، عروہ، ابن القاسم، اسود کی روایت میں تو صرف یہ ہے أنه كان حرا، اور عروہ سے دو روایتیں ہیں جو دونوں صحیح ہیں إحداهما أنه كان حرا، والأخرى أنه كان عبدا، (لہٰذا تعارض کی وجہ سے عروہ کی روایت تو ساقط ہو گئی) اور ابن القاسم سے بھی دو روایتیں ہیں ایک میں ہے بالجزم أنه كان حرا، اور دوسری روایت شک کے ساتھ ہے، لہٰذا جزم والی روایت کے مقابلہ میں شک والی روایت ساقط ہو جائے گی، اب نتیجۃً یہ ثابت ہوا: أنه كان حرا، (من الأوجز [1])۔

حضرت شیخ نے یہ مضمون أوجز میں ابن الہمامؒ سے نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے وهكذا حكى الشيخ في البذل (ج ۱۰ ص ۳۶۲)، عن ابن القيم في الرواة عن عائشة، اس کے بعد أوجز میں اس پر مزید کلام ہے علامہ عینیؒ وغیرہ سے [2]۔

۲۲۳۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ مُغِيثًا كَانَ عَبْدًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ اشْفَعْ لِي إِلَيْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا بَرِيرَةُ اتَّقِي اللهَ، فَإِنَّهُ زَوْجُكِ وَأَبُو وَلَدِكِ». فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَأْمُرُنِي بِذَلِكَ، قَالَ: «لَا، إِنَّمَا أَنَا شَافِعٌ فَكَانَ دُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى خَدِّهِ»، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ: «أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ، وَبُغْضِهَا إِيَّاهُ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (بریرہ کے شوہر) مغیث جو کہ غلام تھے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ میری بریرہ سے سفارش فرمائیں تا کہ وہ مجھ کو نہ چھوڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بریرہ! تم اللہ کا خوف کرو وہ تمہارا شوہر ہے اور تمہارے بچہ کا باپ ہے۔ بریرہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھ کو اس شخص سے ملنے (یعنی اس کے نکاح میں رہنے) کا حکم فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں تو (صرف) اسکی سفارش کر رہا ہوں تو (اس وقت) مغیث کی آنکھوں سے ان کے رخسار پر بوجہ غم کے آنسو جاری تھے۔ آپ نے عباسؓ سے فرمایا: کیا تم کو بریرہ سے مغیث کی محبت اور بریرہ کی ان سے بغض پر تعجب نہیں ہوتا؟

---

[1] شرح فتح القدير للكمال ابن الهمام — ج ۳ ص ۳۸۰—۳۸۱. أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۱۱ ص ۱٤٤

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۱۱ ص ۱٤٤

تخریج: صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٧٦) صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٧٧) صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٧٨) صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٧٩) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٦) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤١٧) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٣١) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢١٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٨١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦١) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩٢)

شرح الحدیث: حضرت بریرہؓ کے شوہر مغیث نے حضور ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بارے میں بریرہؓ سے سفارش کر دیجئے، اس پر حضور ﷺ نے بریرہؓ کو سمجھایا، اس پر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کا امر ہے جو مجھ سے فرما رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: امر نہیں سفارش ہے، مطلب یہ تھا کہ اگر امر ہے تب تو اسکا ماننا ضروری ہے، اور اگر صرف سفارش کا درجہ ہے تو پھر مجھے اختیار ہے۔

آگے روایت میں مغیث کی بے قراری کا حال مذکور ہے کہ وہ بریرہ کے فراق میں روتے پھرتے تھے، حضور ﷺ نے ان کو دیکھ کر حضرت عباسؓ سے فرمایا: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ، وَبُغْضِهَا إِيَّاهُ، دیکھتے نہیں کیا اللہ کی قدرت ہے کہ مغیث کو تو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو اس سے کیسی نفرت، والحديث أخرج نحوه البخاري وابن ماجه والترمذي (المنهل[1])۔

٢٢٣٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُسَمَّى مُغِيثًا» فَخَيَّرَهَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بریرہؓ کے شوہر ایک سیاہ رنگ کے غلام تھے جن کا نام مغیث تھا۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے بریرہؓ کو (اپنے شوہر کے نکاح میں رہنے یا شوہر کو چھوڑ دینے کا) اختیار عطا فرمایا تھا (چنانچہ انہوں نے مغیث کو چھوڑ دیا) اور آپ ﷺ نے بریرہؓ کو عدت گزارنے کا حکم فرمایا (یعنی تین حیض عدت گزاریں)۔

تخریج: صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٧٦) صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٧٧) صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٧٨) صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٧٩) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٦) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤١٧) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٣٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢١٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٨١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦١) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩٢)

٢٢٣٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، فِي قِصَّةِ بَرِيرَةَ، قَالَتْ: «كَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا».

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے بریرہؓ کے واقعہ کے سلسلہ میں روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ بریرہ کا شوہر سیاہ رنگ کا

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٠٣

غلام تھا تو رسول اکرم ﷺ نے ان کو اختیار عنایت فرمایا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کیا (یعنی شوہر کو اختیار نہیں کیا) اگر ان کا شوہر آزاد ہوتا تو حضور ﷺ بریرہؓ کو اختیار نہ دیتے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٤) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٩) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٢) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٤) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٥) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٦) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٨٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٩) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٧٥) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٨٠) صحيح البخاري - الأطعمة (٥١١٤) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٩) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٠) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٣) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٧) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٩) صحيح مسلم - العتق (١٥٠٤) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٤) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٥) جامع الترمذي - البيوع (١٢٥٦) جامع الترمذي - الوصايا (٢١٢٤) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦١٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥١) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٤) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٢) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٣) سنن النسائي - البيوع (٤٦٥٥) سنن النسائي - البيوع (٤٦٥٦) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٣٣) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢١) موطأ مالك - الطلاق (١١٩٢) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥١٩) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢٠) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢١) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٩) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩٠) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩١)

٢٢٣٤ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَالْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ بَرِيرَةَ خَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا».

ترجمہ اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بریرہؓ کو اختیار عنایت فرمایا اور اس کا شوہر غلام تھا۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٤) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢٢) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٤٧) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٦٠) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٩) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٢) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٤) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٥) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٦) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٦٨) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧٦) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٨٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٩) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٧٥) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٨٠) صحيح البخاري - الأطعمة (٥١١٤) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٩) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٠) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٣) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٧) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٩) صحيح مسلم - العتق (١٥٠٤) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٤) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٥) جامع الترمذي - البيوع (١٢٥٦) جامع الترمذي - الوصايا (٢١٢٤) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦١٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥١) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٤) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٢) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٣) سنن النسائي - البيوع (٤٦٥٥) سنن النسائي

- البيوع (٤٦٥٦) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٣٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢١) موطأ مالك - الطلاق (١١٩٢) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥١٩) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢٠) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢١) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٩) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩٠) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩١)

٢٠ - بَابُ مَنْ قَالَ: كَانَ حُرًّا

جس شخص نے کہا بریرہؓ کا شوہر آزاد شخص تھا

دیکھئے مصنف زوجہ بریرہؓ کے حر ہونے پر مستقل باب قائم کر رہے ہیں۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ ان روایاتِ مختلفہ میں کوئی سی بھی روایت حنفیہ کے مسلک کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ سب روایات اس پر تو متفق ہیں کہ بریرہ کو انکے عتق کے بعد اختیار دیا گیا تھا، اختیار دیئے جانے میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ روایات کا اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ جس وقت بریرہ کو اختیار دیا گیا اس وقت انکے شوہر کیا تھے؟ اب حنفیہ کے نزدیک اختیار ہر حال میں ہوتا ہی ہے خواہ وہ عبد تھے یا حر، لیکن ان روایات میں ایک قسم روایات کی جمہور کے خلاف ہو گی، جس میں یہ ہے: كَانَ حُرًّا ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر كَانَ حُرًّا ثابت ہوتا ہے تو حنفیہ کے حق میں مزید مفید ہے کما هو ظاهر۔

٢٢٣٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، "أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ حُرًّا حِينَ أُعْتِقَتْ، وَأَنَّهَا خُيِّرَتْ، فَقَالَتْ: مَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ مَعَهُ، وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا".

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ بریرہؓ جس وقت آزاد ہوئیں تو (اس وقت) ان کے شوہر آزاد تھے اور بریرہؓ کو اختیار عطا فرمایا گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھ کو ان کے ساتھ رہنا (یعنی حضرت مغیث کے ساتھ رہنا) قبول نہیں اگرچہ مجھ کو اتنا اتنا مال ملے۔

شرح الحدیث: یہ پہلے گزر ہی چکا کہ اسود سے تمام روایات میں زوجِ بریرہ کا حر ہونا مروی ہے، وقد اخرج الحديث البيهقي والترمذي، واخرجه النسائي مطولاً (المنهل[1] مختصرًا)۔

٢١ - بَابُ حَتَّى مَتَى يَكُونُ لَهَا الْخِيَارُ؟

باندی کے لئے خیارِ عتق کب تک باقی رہتا ہے؟

٢٢٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، وَعَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ بَرِيرَةَ أُعْتِقَتْ وَهِيَ عِنْدَ مُغِيثٍ عَبْدٍ لِآلِ أَبِي أَحْمَدَ فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ لَهَا: «إِنْ قَرِبَكِ فَلَا خِيَارَ لَكِ».

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود - ج ٤ ص ٢٠٣

ترجمہ اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ بریرہؓ جس وقت آزاد ہوئیں تو وہ حضرت مغیثؓ کی منکوحہ تھیں اور حضرت مغیثؓ ابو احمد کے خاندان کے ایک غلام شخص تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو اختیار عنایت فرمایا اور فرمایا تم سے اگر مغیثؓ نے جماع کر لیا تو پھر تم کو اختیار باقی نہیں رہے گا۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٤) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢٢) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٤٧) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٦٠) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٩) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٢) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٤) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٥) صحيح البخاري - العتق (٢٤٢٦) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٦٨) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧٦) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٨٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٩) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٧٥) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٨٠) صحيح البخاري - الأطعمة (٥١١٤) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٩) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٠) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٣) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٧) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٩) صحيح مسلم - العتق (١٥٠٤) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٤) جامع الترمذي - الرضاع (١١٥٥) جامع الترمذي - البيوع (١٢٥٦) جامع الترمذي - الوصايا (٢١٢٤) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦١٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥١) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٥٤) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٢) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٣) سنن النسائي - البيوع (٤٦٥٥) سنن النسائي - البيوع (٤٦٥٦) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٣٦) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢١) موطأ مالك - الطلاق (١١٩٢) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥١٩) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢٠) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢١) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٩) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩٠) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩١)

شرح الحدیث یعنی خیارِ عتق جو عتق کے بعد باندی کو حاصل ہوتا ہے وہ اس کو کب تک رہتا ہے؟ مسئلہ میں فی الجملہ اختلاف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ خیار علی التراخی ہے یہاں تک کہ وہ قدرت دے زوج کو اپنے نفس پر فَإِنْ وَطِئَهَا فَلَا خِيَارَ لَهَا[1] اور امام شافعیؒ کے ایک قول میں یہ خیار علی الفور ہے، وعنہ الی ثلاثۃ ایام اور عند الحنفیہ معتقہ کو یہ خیار حاصل رہتا ہے جب تک وہ مجلس سے کھڑی نہ ہو یعنی مجلس عتق کے اندر اندر رہتا ہے اس کے بعد باقی نہیں رہتا الّا یہ کہ مجلس میں کوئی چیز عورت کی جانب سے ایسی پائی جائے جو اعراض پر دلالت کرے تو پھر باوجود قیام مجلس کے بھی خیار باقی نہ رہے گا۔

٢٢ - بَابٌ فِي الْمَمْلُوكَيْنِ يُعْتَقَانِ مَعًا هَلْ تُخَيَّرُ امْرَأَتُهُ؟

غلام و باندی (شوہر و بیوی) جب ایک ساتھ آزاد کیئے جائیں تو کیا اس صورت میں اس باندی کو خیارِ عتق حاصل ہو گا؟

یعنی اگر زوجین دونوں مملوک ہوں ایک باندی ہے دوسرا غلام اگر ان کو ان کا مالک ایک ساتھ آزاد کر دے تو کیا اس صورت میں عورت کو خیار عتق حاصل ہو گا؟ گزشتہ باب میں جو ضابطہ ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ عند

---

[1] مسند أحمد - مسند المدنيين - حديث رجال يتحدثون ١٦٦١٩

الحنفیہ تو خیار حاصل ہوگا اور ائمہ ثلاث کے نزدیک حاصل نہ ہوگا، لیکن امام احمدؒ سے اس صورت میں دو روایتیں مروی ہیں، ایک تو یہی کہ لاخیار لھا وھو الأصح، والثانیۃ لھا الخیار، قالہ ابن قدامۃ (تکملۃ المنہل [1])۔

۲۲۳۷- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تُعْتِقَ مَمْلُوكَيْنِ لَهَا زَوْجٌ، قَالَ: فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، «فَأَمَرَهَا أَنْ تَبْدَأَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْأَةِ» . قَالَ نَصْرٌ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ.

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے غلام اور باندی کے آزاد کرنے کا ارادہ فرمایا جو کہ آپس میں میاں بیوی تھے تو حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم شوہر کو پہلے آزاد کرنا۔ نصر بن علی نے کہا کہ مجھ کو یہ روایت ابو علی الحنفی نے عبید اللہ سے معنعن روایت کی۔

تخریج: سنن النسائي - الطلاق (۳۴۴۶) سنن أبي داود - الطلاق (۲۲۳۷) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲۵۳۲)

شرح الحدیث: اس حدیث میں ترجمۃ الباب والی صورت مذکور ہے، جب حضرت عائشہؓ نے ان دونوں کو آزاد کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے حضور ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ اعتاق کی ابتداء کس سے کروں؟ غلام سے یا باندی سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مرد سے ابتداء کرو۔ حنفیہ تو اس کی مصلحت یہ بیان کرتے ہیں: انما قدم الرجل لشرفه، اور جمہور اپنے مسلک کے پیش نظر یہ مصلحت بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تقدیم رجل کا مشورہ اسلئے دیا تاکہ حرۃ تحت العبد والی شکل نہ پائی جائے اور نکاح قائم اور باقی رہے اور عورت کو خیار حاصل نہ ہو ورنہ اسکے عکس کی صورت میں عورت کو خیار حاصل ہوتا، یہ مصلحت جمہور نے اپنے مسلک کے پیش نظر اور اسکی رعایت اور تائید میں بیان کی ہے، ہمارے بعض اساتذہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر یہ بات ہوتی جو آپ کہہ رہے ہیں یعنی تقدیم مرأۃ کی صورت میں عورت کو خیار حاصل ہو جاتا تو ہم کہیں گے کہ پھر آپ تقدیم رجل کا مشورہ نہ دیتے کیونکہ اس میں حق امرأۃ کی اضاعت اور اس کا اتلاف تھا اور آپ کسی کو ایسا مشورہ نہیں دے سکتے جس میں کسی کے حق کی اضاعت ہو۔ والحدیث أخرج نحوہ النسائی وابن ماجہ (تکملۃ المنہل [2])۔

۲۳- بَابُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ

جس وقت شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک اسلام قبول کرے

۲۲۳۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، "أَنَّ رَجُلًا جَاءَ مُسْلِمًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَتِ امْرَأَتُهُ مُسْلِمَةً بَعْدَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا قَدْ كَانَتْ أَسْلَمَتْ مَعِي،

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢١١

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢١١

فَرُدَّهَا عَلَيَّ".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں ایک شخص دارالحرب سے مسلمان ہو کر حاضر ہوا۔ اس کے بعد اس کی بیوی مسلمان ہو کر حاضر ہوئی اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ عورت میرے ساتھ اسلام لائی تھی۔ تو آنحضرت ﷺ نے وہ عورت اس شخص کو لوٹا دی۔

تخریج: جامع الترمذي - النكاح (١١٤٤) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٣٨) سنن ابن ماجه - النكاح (٢٠٠٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٢/١)

شرح الحدیث: **تباینِ دارین میں جمہور اور حنفیہ کا مسلک:** اگر احد الزوجین اسلام لا کر دارالحرب سے دارالاسلام میں آجائے تو اس سے حنفیہ کے یہاں فرقت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ عند الحنفیہ تباینِ دارین موجب فرقت ہے۔ بخلاف جمہور کے کہ ان کے نزدیک تباین موجبِ فرقت نہیں بلکہ سبی الزوجین یا سبی احد الزوجین موجب فرقت ہے یعنی مسلمان، زوجین مشرکین میں سے دونوں کو یا دونوں میں سے ایک کو قید کر لیں تو اس سے ان کے یہاں نکاح فسخ ہو کر فرقت واقع ہو جاتی ہے۔

حدیث بالا کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں زوجین مشرکین میں سے مرد اسلام لا کر دارالحرب سے دارالاسلام چلا آیا پھر کچھ روز بعد اس کی بیوی بھی اسلام لا کر ادھر چلی آئی، زوج نے حضور ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ میری بیوی میرے ساتھ ہی اسلام لے آئی تھی (مگر ہجرت کرنے میں آگے پیچھے ہو گئے) آپ ﷺ نے اسکی بیوی کو اسی کی طرف لوٹا دیا، یعنی نکاح کو برقرار رکھا۔

توجیه الحدیث علی مسلک الحنفیه: یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ میں تباینِ دارین پایا گیا ہے مگر اس کے باوجود دونوں میں فرقت نہیں ہوئی گویا حدیث حنفیہ کے خلاف ہوئی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں تباینِ دارین صرف صورۃً پایا گیا، صورۃً و حکماً، نہیں پایا گیا، اس لئے کہ جب عورت بھی شوہر کے ساتھ ہی اسلام لے آئی تھی تو گو اس کو مدینہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی لیکن اسلام لانے کے بعد وہ علی شرف الہجرۃ ہی تھی، ہجرت کا موقع دیکھ رہی تھی پس یہاں پر تباینِ دارین صورۃً تو ہوا لیکن حکماً نہ ہوا اور ہمارے نزدیک تباینِ دارین وہ موجبِ فرقت ہے جو صورۃً و حکماً دونوں ہو۔ فلا اشکال، والحدیث أخرجه أيضًا الترمذي (تكملة المنهل [1])۔

اس کے بعد جو دوسری حدیث آرہی ہے اس کے راوی بھی ابن عباسؓ ہی ہیں اس کا مضمون بھی تقریباً یہی ہے مگر وہاں پر ہجرت کا معاملہ برعکس ہے یعنی اسلام لا کر عورت پہلے مدینہ میں آئی اور اس کا شوہر بعد میں پہنچا، اور ایک فرق اور بھی ہے وہ یہ کہ پہلی روایت میں تو اس بات کی تصریح تھی کہ دونوں کا اسلام ایک ساتھ ہوا تھا اور اس دوسری روایت میں ایک ساتھ اسلام

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٦٢

لانے کی تصریح نہیں ہے، اب یا تو اسکو بھی معیت پر ہی محمول کیا جائے، اور اگر معیت نہ مانی جائے تو پھر یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہوگی، لیکن جمہور کے مسلک کے پیش نظر بھی یہ کہا جائے گا کہ مرد کا اسلام انقضاء عدت سے پہلے تھا اسلئے کہ انقضاء عدت قبل اسلام الآخر بالاجماع موجب فرقت ہے۔

۲۲۳۹ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَسْلَمَتِ امْرَأَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَوَّجَتْ، فَجَاءَ زَوْجُهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَسْلَمْتُ، وَعَلِمَتْ بِإِسْلَامِي، «فَانْتَزَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْآخَرِ، وَرَدَّهَا إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور اکرم ﷺ کے دور میں اسلام لائی اور اس نے مدینہ منورہ میں (ایک مسلمان سے) نکاح کر لیا۔ اس کے بعد اس کا شوہر آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بھی دارالحرب میں مسلمان ہو چکا تھا اور وہ عورت میرے مسلمان ہونے سے واقف تھی (لیکن اسکے باوجود اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا) تو آپ ﷺ نے اس عورت کو دوسرے شوہر سے لے کر پہلے شوہر کی طرف لوٹا دیا۔

تخریج: جامع الترمذي- النكاح (١١٤٤) سنن أبي داود- الطلاق (٢٢٣٩) سنن ابن ماجه- النكاح (٢٠٠٨) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (١/٢٣٢)

٢٤ - بَابٌ إِلَى مَتَى تُرَدُّ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ إِذَا أَسْلَمَ بَعْدَهَا؟

جب کوئی مرد بیوی کے اسلام لانے کے بعد اسلام لائے تو وہ عورت کب تک اس مرد کی طرف لوٹائی جائے گی؟

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ زوجین مشرکین میں سے اگر احدھما قبل الآخر اسلام لائے یعنی دونوں کے اسلام میں فصل پایا جا رہا ہو تو آخر کب تک اس عورت کو اس مرد کی طرف لوٹایا جائے گا، یعنی کب تک ان میں نکاح باقی رہے گا؟ اس مسئلہ کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اگر اسلام آخر قبل انقضاء العدۃ ہے تب تو دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا اور اگر اسلام آخر بعد انقضاء العدۃ ہے تب نہیں۔

۲۲۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، الْمَعْنَى، كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: «رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ». لَمْ يُحْدِثْ شَيْئًا، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، فِي حَدِيثِهِ: بَعْدَ سِتِّ سِنِينَ، وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: بَعْدَ سَنَتَيْنِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی زینبؓ، حضرت ابو العاصؓ کو نکاح اوّل پر لوٹا دی اور کوئی نیا نکاح نہیں فرمایا۔ محمد بن عمرو نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ چھ سال بعد لوٹایا اور حسن بن علی نے فرمایا دو سال بعد حضرت زینبؓ کو ابو العاصؓ پر لوٹایا۔

تخريج: جامع الترمذي - النكاح (١١٤٣) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٤٠) سنن ابن ماجه - النكاح (٢٠٠٩)

شرح الحديث مذکورہ بالا ترجمۃ الباب کے تحت، مصنف رد زینب کے واقعہ کو لائے ہیں۔ اس واقعہ کی شرح یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ ابو العاص بن الربیع کے نکاح میں تھیں جو اس وقت تک غیر مسلم تھے، اور یہ واقعہ قبل الہجرۃ کا ہے۔ ابتداء اسلام میں مسلمہ تحت المشرک کہ جائز تھا یعنی مسلمان عورت کی شادی غیر مسلم سے جائز تھی، اسی بنیاد پر حضرت زینبؓ کی شادی بھی آپ ﷺ نے ابو العاص سے کی تھی پھر اسکے بعد حضور ﷺ اور صحابہ کی ہجرت کا واقعہ پیش آیا، اور پھر ۲ ہجری میں جنگ بدر پیش آئی، اساریٰ بدر کا مسئلہ پیش آیا کہ انکے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، مشورہ کے بعد طے ہوا جیسا کہ مشہور و معروف ہے کہ ہر ایک سے فدیہ لے کر اسکو چھوڑ دیا جائے، تمام قیدیوں نے فدیہ کا انتظام کیا، ان قیدیوں میں آپ ﷺ کے داماد ابو العاص بن الربیع بھی شامل تھے، انہوں نے فدیہ میں پیش کرنے کیلئے اپنی اہلیہ زینب کا مکہ مکرمہ سے ہار منگایا اور اسکو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ قلادہ حضرت خدیجہؓ کا تھا جو انہوں نے جہیز میں حضرت زینبؓ کو دیا تھا، حضور ﷺ نے جب اسکو دیکھا رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيدَةً [1]، آپ ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی، حضرت خدیجہؓ کا دور یاد آیا تو آپ ﷺ نے یہ کیا کہ صحابۂ کرامؓ سے اس بات کا مشورہ اور اجازت لی کہ اگر آپ سب متفق ہوں تو میں یہ ہار جو فدیہ میں پیش کر رہے ہیں اس کو واپس کر دوں، صحابہؓ نے بخوشی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ ہار ابو العاص ہی کے حوالہ فرمادیا اور ان سے یہ معاہدہ ہو گیا کہ وہ مکہ پہنچتے ہی زینبؓ کو وہاں سے مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ ابو العاص نے اس وعدہ کو پورا کیا اور مکہ پہنچتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا [2]۔ اسکے تقریباً چھ سال بعد ابو العاص اسلام لے آئے اور ہجرت کر کے مدینہ میں آئے، تو اب اس حدیث الباب حدیث ابن عباسؓ میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے زینب کو ابو العاص کی طرف لوٹا دیا بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ، لَمْ يُحْدِثْ شَيْئًا، یعنی از سر نو نکاح نہیں کیا۔

حنفیہ پر اشکال اور اس کا جواب: اس قصہ میں حنفیہ پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ دیکھئے اس واقعہ میں تباین دارین پایا گیا اور اسکے باوجود بھی فرقت واقع نہیں ہوئی، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ یہ حدیث نہ صرف ہمارے بلکہ آپ کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ زینب کو ابو العاص کی طرف چھ سال بعد لوٹایا گیا تو کیا چھ سال کی مدت میں انقضاء عدت نہ ہوا تھا، حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ اسلام احد الزوجین کی صورت میں اگر دوسرا انقضاء عدت کے بعد اسلام لائے تو بالاتفاق فرقت

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في فداء الأسير بالمال ٢٦٩٢

[2] حضور اقدس ﷺ نے ایک موقعہ پر انکی اس وعدہ وفائی کی مدح بھی فرمائی تھی، وہ اسطرح کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں ہونے کے باوجود ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کا ارادہ کیا تھا جس پر حضور ﷺ کو سخت ناگواری ہوئی تھی اور اس موقعہ پر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے سامنے اپنے اس داماد کی تعریف فرمائی تھی، یہ واقعہ ابو داؤد میں گزر چکا، آپ ﷺ نے فرمایا تھا: حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَّى لِي (سنن أبي داود - كتاب النكاح - باب ما يكره أن يجمع بينهن من النساء ٢٠٦٩)

واقع ہو جاتی ہے، اس لئے اس حدیث ابن عباسؓ پر عمل نہ ہمارے لئے ممکن ہے نہ آپ کیلئے، لہٰذا اس سلسلہ کی جو دوسری حدیث ہے جس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، «أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ بِمَهْرٍ جَدِيدٍ وَنِكَاحٍ جَدِيدٍ» [1] اس پر عمل کیا جائے گا۔

اس مقام کو حل کرنے کیلئے سنن ترمذی کا یہ مقام دیکھا جائے، اس سے بخوبی حقیقت کا انکشاف ہو گا، امام ترمذیؒ نے اس جگہ خوب واضح کلام فرمایا ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ عمرو بن شعیب والی حدیث ابن عباسؓ کی حدیث کے مقابلہ میں ضعیف ہے لیکن عمل عمرو بن شعیب ہی کی حدیث پر ہے اور حدیث ابن عباسؓ کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: لَا نَعْرِفُ وَجْهَهٗ [2]، حاصل یہ کہ رد زینب علی ابی العاص کے بارے میں دو متعارض حدیثیں وارد ہیں، حدیث ابن عباسؓ، اور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، دونوں کا مضمون مختلف ہے یعنی تجدید نکاح اور عدم تجدید، عدم تجدید والی روایت پر قوی اشکال ہونے کی وجہ سے اسکو ترک کر کے دوسری حدیث کو اختیار کیا جائے گا، حضرت امام ترمذیؒ نے تو قوت اشکال کی بنا پر حدیث ابن عباسؓ کو ترک کر دیا، لیکن بعض شراح شافعیہ جیسے خطابیؒ وغیرہ انہوں نے حدیث ابن عباسؓ ہی کو اختیار کیا ہے لقوۃ سندہ، اور اس پر جو عقلی اشکال ہوتا ہے اسکی انہوں نے تاویل کی ہے، تاویل یہ [3] ہے کہ صورت حال یہ ہے کہ ہجرت زینب کے چار سال بعد تو آیت تحریم: لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ [4] نازل ہوئی، لہٰذا یہ چار سال تو عدت میں شمار نہ ہوں گے کیونکہ اس وقت تک تو مسلمہ تحت المشرک جائز ہی تھا، عدت کی ابتداء نزول آیت سے ہو گی، آگے نزول آیت اور اسلام زوج میں صرف دو سال رہ جاتے ہیں اور دو سال کی کوئی بڑی بات نہیں ہے، بعض مرتبہ کسی عارض کی وجہ سے عدۃ کا تطاول اتنے زمانہ تک ممکن ہے، امام بیہقیؒ کا میلان بھی توجیہ خطابیؒ کی طرف ہے اور امام ابن عبد البرؒ کی رائے یہ ہے کہ عمل تو ہو گا حدیث عمرو بن شعیب ہی پر لیکن وہ کہتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ اس کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ مؤول ہے جمع بین الحدیثین اولی ہے، الغاء احدھما سے اسی لئے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ میں بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ سے مراد ہے أي بشروط النكاح الأول، یعنی جو شرطیں نکاح اول میں کی گئی تھیں ان ہی کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا گیا، لہٰذا اب یہاں تین مسلک ہو گئے، ایک امام ترمذیؒ والی رائے یعنی صرف عمرو بن شعیب والی حدیث کا اعتبار، دوسرا مسلک خطابیؒ اور بیہقیؒ کا یعنی حدیث ابن عباسؓ کی ترجیح، تیسری رائے ابن عبد البرؒ کی جمع بین الروایتین۔

---

[1] جامع الترمذی - کتاب النکاح - باب ما جاء في الزوجين المشركين يسلم أحدهما ۱۱۴۲، واخرجه ایضاً سنن ابن ماجه - کتاب النکاح - باب الزوجين يسلم أحدهما قبل الآخر ۲۰۱۰۔

[2] جامع الترمذی - کتاب النکاح - باب ما جاء في الزوجين المشركين يسلم أحدهما ۱۱۴۳

[3] اسکو سمجھنے کیلئے یہ ذہن میں رہے کہ ہجرت زینب ۲ سنہ میں ہے اور نزول آیت ٦ سنہ میں اور اسلام ابو العاص ورد زینب ۸ سنہ میں قبل الفتح، ۱۲۔

[4] نہ یہ عورتیں حلال ہیں ان کافروں کو اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو (سورۃ الممتحنۃ ۱۰)

اسلام احد الزوجین کے مسئلہ پر تفصیلی بحث: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اسلام احد الزوجین والا مسئلہ ذرا تفصیل طلب ہے جس میں دو مسلک ہیں: ① مسلک الاحناف ② اور مسلک الجمہور۔ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام احد الزوجین کی اولاً دو صورتیں ہیں، وہ دونوں اسلام کے وقت دارالاسلام میں ہوں گے یا دارالحرب میں، اگر دونوں دارالاسلام میں ہیں تو دوسرے شخص پر اسلام پیش کیا جائے گا، اگر وہ اسلام لے آیا تو فبہا وھما علی نکاحھما، اور اگر اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تو اس اباء عن الاسلام کی وجہ سے دونوں میں فرقت واقع ہو جائے گی، اور اگر دونوں دارالحرب میں ہوں تو اسلام احد الزوجین کے بعد دو شکلیں ہیں: ① ایک یہ کہ دوسرا ابھی انقضاء عدت سے پہلے اسلام لے آئے فھما علی نکاحھما، اور اگر انقضاء عدت تک اسلام نہیں لایا، ② یا اسلام لانے والا ہجرت کر کے دارالحرب سے دارالاسلام چلا آئے تو ان دونوں صورتوں (انقضاء عدت اور تباین دارین) میں فرقت واقع ہو جائے گی۔

اور عند الجمہور یہ تفصیل نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اسلام احد الزوجین کے وقت دیکھا جائے گا کہ عورت مدخول بہا ہے یا غیر مدخول بہا، اگر غیر مدخول بہا ہے تو احدھما کے اسلام لانے کے بعد فوراً فرقت واقع ہو جائے گی، اور اگر عورت مدخول بہا ہے تو اگر انقضاء عدت سے پہلے دوسرا اسلام لے آئے فھما علی نکاحھما والا وقعت الفرقۃ بانقضاء العدۃ، خواہ دونوں دارالحرب میں ہوں یا دارالاسلام میں، اس کا کوئی فرق ان کے یہاں نہیں۔

پھر اسکے بعد جاننا چاہئے کہ یہ بات پہلے کئی بار آچکی کہ حنفیہ کے نزدیک تباین دارین موجب فرقت ہے اسکے بالمقابل جمہور کی رائے یہ ہے کہ تباین دارین موجب فرقت نہیں بلکہ سبی الزوجین یا سبی احد الزوجین یہ چیز موجب فرقت ہے اب اس حنفیہ اور جمہور کے اختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے چار صورتیں پیدا ہوں گی، دو اتفاقی اور دو اختلافی: ① سبی بھما اس صورت میں جمہور کے یہاں فرقت واقع ہوگی، حنفیہ کے یہاں نہیں عدم تباین کی وجہ سے، ② جاء احدھما بنفسہ یعنی احد الزوجین اسلام لا کر یا امن طلب کر کے دارالحرب سے دارالاسلام آگیا بلا قید کے، ہمارے یہاں فرقت واقع ہو جائے گی جمہور کے یہاں نہیں، ③ انتقلا بغیر سبی یعنی زوجین بغیر قید کے دارالاسلام چلے آئے، ④ سبی احدھما احد الزوجین کو قید کر کے یہاں لایا گیا، یہ دونوں صورتیں اتفاقی ہیں، تیسری میں بالاتفاق فرقت واقع نہ ہوگی اور چوتھی صورت میں بالاتفاق فرقت واقع ہو جائے گی، شروع کی دو صورتیں اختلافی تھیں، یہ چاروں صورتیں بذل المجہود [1] میں شیخ ابن الہمامؒ کے کلام سے منقول ہیں فارجع الیہ ان شئت۔

ست سنین اور سنتین کی توجیہ: حدیث ابن عباسؓ کے اخیر میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے اختلاف کے ذیل میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ بعض کی روایت میں ہے بَعْدَ سِتِّ سِنِينَ، اور بعض کی روایت میں بَعْدَ سَنَتَيْنِ یعنی رد زینب الی ابی العاص، بعض نے کہا چھ سال بعد ہوا اور بعض نے کہا دو سال کے بعد، اس اختلاف کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ جنہوں نے چھ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٣٧٣ - ٣٧٤

سال کے بعد کہا انکی مراد بین ہجرۃ زینب واسلام زوجہا ہے، اور جنہوں نے بعد سنتین کہا ان کی مراد ہے یعنی بعد سنتین من نزول آیۃ التحریم، سابق حاشیہ کا مضمون ذہن میں رکھنے سے یہ جواب بسہولت سمجھ میں آسکتا ہے، والحدیث أخرجه أيضاً أحمد، والحاكم وصححه وابن ماجه والبيهقي والترمذي (تكملة المنهل [1])، الحمد للہ یہ حدیث شریف ہوئی جو سبق میں مجھے ہمیشہ مشکل معلوم ہوتی رہی۔

٢٥ - بَابٌ فِي مَنْ أَسْلَمَ وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعٍ أَوْ أُخْتَانِ

جو شخص اسلام لائے اور اس کی چار سے زائد بیویاں ہوں یا (اس کے نکاح میں) دو بہنیں ہوں

٢٢٤١ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حُمَيْضَةَ بْنِ الشَّمَرْدَلِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: ابْنِ عُمَيْرَةَ وَقَالَ وَهْبٌ: الْأَسَدِيِّ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانُ نِسْوَةٍ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا بِهِ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، بِهَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: قَيْسُ بْنُ الْحَارِثِ، مَكَانَ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: «هَذَا هُوَ الصَّوَابُ يَعْنِي قَيْسَ بْنَ الْحَارِثِ».

ترجمہ حضرت حارث بن قیس ابن عمیرہ الاسدی سے روایت ہے کہ میں اسلام لایا اور میری آٹھ بیویاں تھیں تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان میں سے چار عورتوں کو منتخب کر لو (اور باقی کو چھوڑ دو)۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ احمد بن ابراہیم نے ہشیم سے صحابی کا نام حارث بن قیس کی جگہ قیس بن الحارث نقل کیا۔ احمد بن ابراہیم نے بیان کیا کہ یہی درست ہے کہ صحابی کا نام قیس بن حارث ہے۔

٢٢٤٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَاضِي الْكُوفَةِ، عَنْ عِيسَى بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حُمَيْضَةَ بْنِ الشَّمَرْدَلِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَارِثِ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ حضرت قیس بن الحارث سے اسی طرح روایت ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٤١) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٥٢)

شرح الأحاديث اس طریق میں حارث بن قیس ہے اور آگے روایت میں آرہا ہے کہ صحیح قیس بن الحارث ہے، گویا اس نام میں قلب [2] واقع ہو گیا، یہ مقلوب الاسماء میں سے ہے۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢١٦.

[2] لغوی اعتبار سے مقلوب "قلب" کا اسم مفعول ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی چیز کا رخ تبدیل کرنا، اصطلاحی مفہوم میں مقلوب ایسی حدیث کو کہتے ہیں جسکی سند یا متن میں سے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے تبدیل کر دیا گیا ہو، دو الفاظ کو آگے پیچھے کر کے یا ایک کی جگہ دوسرا لفظ استعمال کر کے ایسا کیا جاتا ہے

مضمون حدیث یہ ہے کہ قیس بن الحارث فرماتے ہیں کہ جب میں اسلام میں داخل ہوا تو اس وقت میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں، میں نے اس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان میں سے کوئی سی بھی چار اختیار کر لے۔

حدیث کی تشریح فقہاء کے مسلک کے پیش نظر: ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک تو یہ حدیث مطلق ہے اور اپنے ظاہر پر ہے، اور شیخینؒ (ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ) کے نزدیک اس صورت میں حکم یہ ہے کہ یہاں یہ دیکھا جائے گا کہ اس شخص نے چار سے زائد کیساتھ نکاح عقد واحد میں کیا ہے یا مختلف عقود میں اگر عقد واحد میں کیا ہے تو یہ سب نکاح فاسد اور غیر درست ہیں، لہذا اب از سر نو نکاح کی ضرورت ہو گی صرف چار سے، اور اگر نکاح مختلف عقود میں ہوئے تھے یکے بعد دیگرے تو اس صورت یہ شخص اسلام لانے کے بعد آٹھ بیویوں میں سے پہلی چار کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے بدون تجدید نکاح کے۔

امام محمدؒ اور شیخینؒ کا ایک اصولی اختلاف: یہ اختلاف ان حضرات کا ایک اصولی اختلاف پر متفرع ہے، وہ یہ کہ ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک مشرکین کے وہ معاملات اور مناکحات جو انہوں نے کفر کی حالت میں کئے ہیں خواہ وہ ہماری شریعت کے مطابق ہوں یا مخالف، اسلام لانے کے بعد بہر صورت وہ معتبر ہوں گے، اور حضرات شیخینؒ کا مسلک یہ ہے کہ مشرکین کے سابق معاملات اگر شریعت کے مطابق ہوں گے تو ان کے اسلام لانے کے بعد وہ معتبر ہوں گے، اور اگر شریعت کے خلاف ہوں گے تو پھر ان کا اعتبار نہیں، ان کو فاسد قرار دیا جائیگا اس لئے یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو اپنے عموم اور اطلاق پر ہے اور حضرات شیخینؒ کا مسلک تو چونکہ اس میں مطلق نہیں ہے اور حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے مطلق ہے اس لئے ان کے مسلک کے پیش نظر حدیث کے معنی یہ ہوں گے أختر منهن أربعا للنكاح، یعنی اب تم ان میں سے صرف چار کو اپنے نکاح کے لئے اختیار کر لو اور یہ مطلب نہیں کہ چار کو نکاح میں باقی رکھو، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، والحديث أخرجه البيهقي (تكملة المنهل[1])۔

٢٢٤٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ، يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنِ الضَّحَّاكِ[2] بْنِ فَيْرُوزَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي

بقیہ سکتا ہے۔ أو إن كانت المخالفة بتقديم أو تأخير أي في الأسماء كمُرَّةَ بن كعب، وكعب بن مُرَّة؛ لأن اسم أحدهما اسم أبي الآخر، فهذا هو المقلوب. وللخطيب فيه كتاب: رافع الارتياب. وقد يقع القلب في المتن، أيضًا، كحديث أبي هريرة عند مسلم في السبعة الذين يظلهم الله في عرشه، ففيه: ورجل تصدق بصدقة أخفاها حتى لا تعلم يمينه ما تُنفق شماله. فهذا مما انقلب على أحد الرواة، وإنما هو: حتى لا تعلم شماله ما تنفق. (نزهة النظر — ص ٩١)

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢١٧

[2] ضحاک بن فیروز کے بھائی عبد اللہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جن کی روایت ابواب الاستنجاء میں گزر چکی، لیکن وہاں اپنے باپ سے نہیں ہے بلکہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے ہے۔

أُخْتَانِ؟، قَالَ: «طَلِّقْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ».

ترجمہ: ضحاک بن فیروز اپنے والد فیروز دیلمی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ایک کو طلاق دے دو جس کو تم چاہو۔ (یہ وہی فیروز دیلمی ہیں جنھوں نے عہدِ نبوی میں مدعی نبوت اسود عنسی کو قتل فرمایا تھا)۔

تخریج: جامع الترمذی-النكاح(١١٢٩) جامع الترمذي-النكاح(١١٣٠)سنن أبي داود-الطلاق(٢٢٤٣)سنن ابن ماجه-النكاح(١٩٥١)

شرح الحدیث: ضحاک بن فیروز دیلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ میں ایسی حالت میں اسلام لایا ہوں جبکہ میرے نکاح میں ایسی دو عورتیں ہیں جو آپس میں بہنیں ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے کر ایک کو رکھ لے۔

طلاق کے لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ دونوں نکاح صحیح تھے کیونکہ طلاق تو نکاح صحیح ہی میں ہوتی ہے، حالانکہ جمع بین الاختین حرام ہے، تو اس کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ یہ جمع بین الاختین انہوں نے اس وقت میں کیا ہوگا جس وقت اسلام میں جمع بین الاختین کی تحریم نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ نکاح صحیح ہوا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہاں پر مراد تطلیق سے تفریق ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو جدا کر دے اور دوسری سے نکاح کر لے۔

یہ حدیث سنن ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے اختَرْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ، اس میں بجائے طلق کے اختر ہے اور اس کی تشریح بھی علی اختلاف المسلکین اسی طرح کی جائے گی جو باب کی حدیث اول میں کی گئی، یعنی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو یہ حدیث اپنے عموم پر ہوگی، اور شیخین کے نزدیک ان کے مسلک کے مطابق ایک صورت میں تو دونوں ہی نکاح فاسد ہوں گے لہذا تجدید نکاح کی ضرورت پیش آئے گی اور ایک صورت میں صرف اولی کو اپنے نکاح میں رکھ سکے گا نہ کہ ثانیہ کو، والحديث أخرجه أيضًا احمد وابن ماجه والبيهقي، واخرجه الترمذي من طريق ابن لهيعة (قاله في تكملة المنهل [1])۔

٢٦ - بَابٌ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الْأَبَوَيْنِ، مَعَ مَنْ يَكُونُ الْوَلَدُ؟

جب والدین میں سے ایک اسلام لے آئے تو اولاد ان میں سے کس کے پاس رہے گی؟

جاننا چاہئے کہ مسئلہ حضانت بھی علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے جسکی تفصیل اس باب میں آئے گی جو آگے کتاب میں تقریباً دس ابواب کے بعد آرہا ہے بَابُ مَنْ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ، وہاں پر یہ حدیث آرہی ہے کہ آپ ﷺ نے بچہ کی والدہ سے فرمایا: أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي، چنانچہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے أن الأم أحق بالحضانة مالم تنكح لیکن یہاں مسئلہ حضانت میں ایک اور

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٢٣

اختلاف ہے هل للكافر حق الحضانة على المسلم . یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک کافر ماں کو ولد مسلم پر حق حضانت حاصل نہیں، لان الحضانة ولاية ولا ولاية للكافر على المسلم. وعن مالك روايتان، اور حنفیہ کے نزدیک حق حضانت میں مسلمہ اور کافرہ کا کوئی فرق نہیں ہے، ان کے نزدیک ماں کو حق حضانت حاصل ہے مطلقاً مسلمہ ہو یا کافرہ۔

حدیث الباب حنفیہ کی دلیل ہے: اس سلسلہ میں حنفیہ کی دلیل حدیث الباب ہے یعنی رافع بن سنان والی حدیث جس کا مضمون آگے آرہا ہے اسی لئے ابن قدامہؒ نے اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے [1] فیہ مقال۔

٢٢٤٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ، أَنَّهُ أَسْلَمَ، وَأَبَتِ امْرَأَتُهُ أَنْ تُسْلِمَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: ابْنَتِي وَهِيَ فَطِيمٌ أَوْ شَبَهُهُ، وَقَالَ رَافِعٌ: ابْنَتِي، قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْعُدْ نَاحِيَةً»، وَقَالَ لَهَا: «اقْعُدِي نَاحِيَةً»، قَالَ: «وَأَقْعَدَ الصَّبِيَّةَ بَيْنَهُمَا»، ثُمَّ قَالَ «ادْعُوَاهَا». فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أُمِّهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ اهْدِهَا»، فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أَبِيهَا، فَأَخَذَهَا.

ترجمہ حضرت رافع بن سنان سے روایت ہے کہ وہ اسلام لے آئے اور ان کی بیوی نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تو ان کی بیوی خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا مجھے میری بچی دلادیں۔ اس بچی کے دودھ پینے کی مدت پوری ہوگئی تھی یا ہونے والی تھی۔ حضرت رافع نے عرض کیا: آپ میری بچی مجھ کو دلادیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے حضرت رافع سے فرمایا: تم ایک کونے میں بیٹھو اور عورت سے فرمایا تم ایک کونے میں بیٹھو اور اس بچی کو ان دونوں کے درمیان بٹھادیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ اس بچی کو بلاؤ وہ بچی بلانے پر ماں کی طرف مائل ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! اس کو ہدایت عطا فرما پھر وہ لڑکی اپنے والد کی جانب چلی آگئی چنانچہ اس بچی کو باپ نے لے لیا۔

تخریج سنن أبي داود–الطلاق (٢٢٤٤) مسند أحمد–باقي مسند الأنصار (٥/٤٤٦)

شرح الحدیث رافع بن سنانؓ فرماتے ہیں کہ میں تو اسلام لے آیا لیکن میری بیوی نے اسلام لانے سے انکار کر دیا (ان دونوں کے درمیان ایک چھوٹی بچی تھی جس کے بارے میں ان دونوں کا اختلاف ہوا) بچی کی ماں کہتی تھی کہ یہ بچی میری ہے میرے پاس رہے گی اور رافع کہتے تھے کہ یہ میری بچی ہے میرے پاس رہے گی، آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ اس طور سے فرمایا کہ ان دونوں میاں بیوی کو آمنے سامنے فاصلہ سے بٹھادیا اور اس بچی کو ان دونوں کے بیچ میں بٹھادیا اور آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ ہر ایک تم میں سے اس بچی کو اپنی طرف بلائے (جس کی طرف بچی چلی جائے گی اسی کو حق حاصل ہو جائے گا) چنانچہ ان دونوں نے اس بچی کو اشارہ سے بلایا، وہ بچی فطرتاً اپنی ماں کی طرف مائل ہونے لگی (جو کہ غیر مسلمہ تھی)

---

[1] اس پر مزید کلام باب کے اخیر میں آرہا ہے، ۱۲۔

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اس کو ہدایت فرما آپ ﷺ کی دعا کے بعد وہ بجائے ماں کے باپ کی طرف مائل ہوگئی، اور پھر باپ اس کو لے گیا۔

حنفیہ کا طریقہ استدلال اس حدیث سے یہ ہے کہ اگر قاعدہ یہ ہوتا کہ کافر کیلئے حق حضانت نہیں ہوتا تو آپ ﷺ صاف ارشاد فرمادیتے، اس تدبیر کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی جو آپ ﷺ نے اختیار فرمائی؟ مگر چونکہ آپ ﷺ نے مصلحت اس میں سمجھی کہ وہ بچی باپ ہی کے پاس رہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس کی دعا فرمائی، اسی لئے ابن قدامہ کو ضرورت پیش آئی اس حدیث کا جواب دینے کی کما مر آنفًا۔

فائدہ: مسئلہ حضانت جسکی تفصیل اور اختلاف بین الائمہ آگے اپنے محل میں آرہا ہے، وہاں یہ بھی آئے گا کہ احناف اس مسئلہ میں تخییر کے قائل نہیں بخلاف شافعیہ وحنابلہ کے ان کے نزدیک تخییر ہے، اور حدیث الباب سے بھی بظاہر تخییر معلوم ہو رہی ہے لہذا اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ حدیث مسئلہ تخییر میں حنفیہ کے خلاف ہے، اسلئے کہ ان حضرات کے نزدیک تخییر سن تمیز کو پہنچنے کے بعد ہے جب بچہ بڑا ہو جائے، وههنا ليس كذلك، اسلئے کہ روایت میں ہے، وهِيَ فَطِيمٌ أَوْ شِبْهُهُ فتدبر وتشکر، لیکن تعجب ہے کہ ہمارے فقہ کی مشہور کتابوں میں بدائع اور فتح القدیر وزیلعی علی الکنز میں اس حدیث کو مسئلہ تخییر ہی کے ذیل میں لے کر اور پھر اس کا حنفیہ کی طرف سے جواب اور توجیہ لکھی ہے البتہ ابن قدامہؒ نے مغنی میں اس حدیث حضانة الكافرة على ولدها المسلم کے تحت میں لکھ کر اور اسکو حنفیہ کی دلیل ٹھہراتے ہوئے اسکا جواب دیا ہے "في سنده مقال" وغیرہ کہہ کر فللہ دره، والحديث أخرجه أيضًا احمد والدارقطني (تكملة المنهل) ❶۔

۲۷۔ بَابٌ فِي اللِّعَانِ

احکام لعان کے بیان میں

عام قاعدہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ تہمت لگانے والا شہود کے ذریعہ اپنے دعوی کو ثابت کرے اور اگر ثابت نہ کر سکے تو پھر اس پر حد قذف جاری ہوتی ہے، لیکن زوجین کا حکم یہ نہیں ہے، مرد اگر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور چار گواہ نہ پیش کر سکے تو پھر حد قذف کے بجائے شوہر پر لعان واجب ہے اور اگر وہ لعان کیلئے تیار نہ ہو تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک لعان کرے یا پھر اپنے نفس کی تکذیب کرے اور تکذیب نفس کی صورت میں عورت کے مطالبہ پر اس پر حد قذف جاری ہوگی، تو یہاں حد قذف تکذیب کی صورت میں ہے کہ زوج خود اپنی تکذیب کردے بہر حال لعان مرد کے حق میں گویا حد قذف کے قائم مقام ہے اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہے کما في الهداية ❷۔

---

❶ فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٢٤

❷ الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٣ ص ٣١٢-٣١٤

حقیقتِ لعان میں حنفیہ اور جمہور کا اختلاف: اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ حقیقت لعان کے بارے میں حنفیہ اور جمہور کا اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک لعان کی حقیقت شہادات مؤکدات بالأیمان ہے اور عند الجمہور اس کی حقیقت أیمان مؤکدات بلفظ الشهادة ہے یعنی ہمارے نزدیک تو شہادت کے قبیل سے ہے اور جمہور کے نزدیک ایمان کے قبیل سے ہے، اسی لئے ہمارے نزدیک زوجین میں اہلیت شہادت کا ہونا ضروری ہے، فيجري اللعان عندنا بين المسلمين الحرين العاقلين البالغين، وعندا ... هو يجري بين المسلم وامرأته الكافرة أي الكتابية، وبين العبد وامرأته وبالعكس، حنفیہ کی تائید ظاہر قرآن سے ہوتی ہے لقوله تعالى: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ [1]۔

لعان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ زوج شروع میں قسم کھا کر اس طرح گواہی دیتا ہے إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ چار مرتبہ والخامسة أن لعنة الله عليه إن كان من الكاذبين، اس کے بعد عورت کا نمبر آتا ہے وہ کہتی ہے، اپنے زوج کے بارے میں إنه لمن الكاذبين اور پانچویں مرتبہ کہے گی غضب الله عليها إن كان من الصادقين [2]، یہاں پر چونکہ مرد کے کلام میں لعنت کا لفظ ہوتا ہے اور عورت کے کلام میں غضب کا اس لئے مرد کے کلام کو ترجیح دیتے ہوئے اس کا نام لعان رکھا گیا ہے نہ کہ غضاب۔

حکم لعان میں علماء کا اختلاف: نیز جاننا چاہیئے کہ لعان کے بعد امام زفرؒ اور جمہور کے نزدیک نفس لعان ہی سے فرقت واقع ہو جاتی ہے اور حنفیہ کے نزدیک نفس لعان سے فرقت واقع نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد تطلیق زوج سے یا تفریق قاضی سے اور پھر دوسرا اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ طرفین (ابو حنیفہؒ اور محمدؒ) کے نزدیک یہ فرقت طلاق بائن کے حکم میں ہوتی ہے اور جمہور علماء ائمہ ثلاث اور امام ابو یوسفؒ وزفرؒ کے نزدیک لعان سے فرقت مؤبدہ پیدا ہو جاتی ہے، ان کے نزدیک یہ طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے، جمہور نے استدلال کیا اس لفظ سے جو حدیث لعان (٢٢٥٠) میں آتا ہے ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا اور حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ دونوں اپنے لعان پر قائم ہیں تو جمع نہیں ہو سکیں گے لیکن ان میں سے کوئی سا ایک اپنی تکذیب کر دے تب یہ حکم نہیں۔

٢٢٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُوَيْمِرَ بْنَ أَشْقَرَ الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَسَأَلَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

---

[1] اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی جوروؤں کو اور شاہد نہ ہوں ان کے پاس سوائے ان کی جان کے تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کی قسم کھا کر (سورۃ النور ٦)

[2] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٣ ص ٣١٧۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ، جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ. فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عَاصِمٌ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا. فَقَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا. فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَسْطَ النَّاسِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ أُنْزِلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ قُرْآنٌ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا» . قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا فَرَغَا. قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا عُوَيْمِرٌ ثَلَاثًا، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ.

ترجمہ حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ عویمر بن اشقر عجلانی عاصم بن عدی کے پاس آئے تو عویمر نے ان سے کہا کہ اے عاصم! اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس کسی غیر شخص کو دیکھے اور وہ شخص (شوہر) اس اجنبی شخص کو قتل کر دے تو لوگ (بدلہ میں) اسکو قتل کر دیں گے اگر وہ شوہر اس عورت کو قتل نہ کرے تو پھر کیا کرے اتم میرے لئے یہ مسئلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو، چنانچہ حضرت عاصمؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کرنے پر ناگواری فرمائی اور ایسے سوال کو معیوب خیال فرمایا۔ یہ بات عاصم پر گراں گزری جب عاصم اپنے گھر واپس تشریف لے آئے تو عویمر، عاصم کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟ عاصم نے کہا تم نے میرے ساتھ کبھی بھلائی نہیں کی (کیونکہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو ناگوار سمجھا جو کہ تم نے مجھ سے معلوم کیا۔ عویمر نے کہا کہ بخدا میں کبھی باز نہیں رہوں گا جب تک کہ یہ مسئلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں۔ اسکے بعد عویمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ عویمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ کو اس شخص کے بارے میں مطلع فرمائیں کہ جو کہ اپنی بیوی کے پاس کسی غیر (محرم) کو پائے؟ اور اسے قتل کر دے تو کیا اس کو بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا یا کیا صورت اختیار کی جائے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اور تمہاری اہلیہ کے معاملہ میں وحی نازل فرمائی گئی ہے تم اپنی اہلیہ کو بلا کر لاؤ۔ پھر سہل نے بیان کیا کہ دونوں نے لعان کیا اور میں دیگر افراد کے ہمراہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ جب دونوں لعان کر چکے تو عویمر نے کہا: یارسول اللہ! میں جھوٹا قرار پاؤں گا اگر میں اس کو اپنے پاس رکھ لوں؟ پھر عویمر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے بغیر تین طلاقیں دے ڈالیں؟ ابن شہاب کہتے ہیں کہ پھر لعان کرنے والوں کے درمیان یہی طریقہ رائج ہو گیا (کہ لعان کے بعد شوہر طلاق دے دیتا یا یہ مطلب ہے کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کے درمیان جدائی کر دی جاتی)۔

۲۲۴۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ: «أَمْسِكِ الْمَرْأَةَ عِنْدَكَ حَتَّى تَلِدَ».

ترجمہ: حضرت سہلؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول ﷺ نے عاصم بن عدی سے فرمایا کہ جب تک ولادت نہ ہو تم عورت کو اپنے پاس رکھو۔

۲۲۴۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: حَضَرْتُ لِعَانَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ خَرَجَتْ حَامِلًا فَكَانَ الْوَلَدُ يُدْعَى إِلَى أُمِّهِ.

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ میں ان دونوں کے لعان کے وقت موجود تھا اور میری عمر پندرہ سال تھی۔ اس کے بعد وہ عورت حاملہ ثابت ہوئی تو بچے کو اس کی والدہ کی جانب منسوب کیا جاتا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤١٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٦٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٦٩) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٩) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠٣) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٦) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٤) صحيح مسلم - اللعان (١٤٩٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٤٥) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣١/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٥/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٧/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٧/٥) موطأ مالك - الطلاق (١٢٠١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٩)

شرح الاحادیث: **احادیث الباب کا تجزیہ اور تشریح علی اتم وجہ:** مصنف نے اس باب میں لعان سے متعلق دو قصے ذکر کئے ہیں، اولاً عویمر بن اشقر العجلانی کا قصہ، ثانیاً ہلال بن امیہ کا قصہ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عویمر کو اپنی بیوی کے بارے میں پہلے ہی سے کچھ بعض قرائن کیوجہ سے شک وشبہ تھا لیکن ابھی تک فاحشہ کا وقوع نہیں ہوا تھا اسلئے انہوں نے اپنی بیوی کے حال کے پیش نظر ایک شخص سے جس کا نام عاصم بن عدی ہے جو قبیلہ عجلان کے سرداروں میں سے تھا، عویمر نے اس سے اپنے شک وشبہ کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے تو اب وہ شخص اگر اسکو قتل کردے تو لوگ قصاص میں اس کو قتل کریں گے تو اب کرے تو کیا کرے آگے روایت میں یہ ہے کہ اگر وہ شخص کچھ بولے تو تم اس پر حد قذف جاری کردوگے اور اگر وہ قتل کردے تو تم اس کو قتل کردوگے، وَإِنْ سَكَتَ، سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ [1] یعنی اگر خاموش رہتا ہے تو اندر ہی اندر غصہ میں جلے بھنے گا سَلْ لِي يَا عَاصِمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ کہ اے عاصم میرے اس مسئلہ کو حضور ﷺ سے دریافت کرو اس پر عاصم بن عدی نے حضور ﷺ سے اس مسئلہ کے

[1] صحیح مسلم - کتاب اللعان ۱۴۹۵

بارے میں دریافت کیا، روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ان کا یہ سوال ناگوار گزرا، بظاہر اسلئے کہ یہ سوال قبل از وقت، حاجت پیش آنے سے پہلے تھا، اور جب کہ اس کا تعلق بھی ایک قبیح چیز سے تھا جس میں ایک مسلمان کی ہتک حرمت اور پردہ دری ہے، روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے عاصم سے بہت زیادہ ناگواری کا اظہار فرمایا جس کو عاصم نے محسوس کیا، جب عاصم لوٹ کر اپنے گھر آگئے تو عویمر نے ان سے جاکر دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا، عاصم نے جواب دیا تم نے میرے ساتھ اچھا معاملہ نہیں کیا اور میرے ذریعہ ایسی بات آپ ﷺ سے دریافت کرائی جس سے آپ ﷺ کو ناگواری ہوئی، اس پر عویمر نے کہا کہ چاہے کچھ ہو مجھے تو اس کا حکم حضور ﷺ سے دریافت کرنا ہی ہے چنانچہ آگے روایت میں ہے کہ عویمر یہی بات دریافت کرنے کیلئے حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں پہنچ گئے جبکہ وہاں دوسرے لوگ بھی موجود تھے، اور جاکر وہی سوال کیا جو عاصم کے ذریعہ کرایا تھا، اس کے بعد اس روایت میں ہے: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أُنْزِلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ قُرْآنٌ، یعنی عویمر کے سوال کرنے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں میاں بیوی کے اس معاملہ کے بارے میں قرآن میں حکم نازل ہوچکا ہے، لہذا تو اپنی بیوی کو بلا کر لا۔

جاننا چاہیئے کہ آپ ﷺ کو اس سے قبل عاصم کے سوال کرنے پر ناگواری ہوئی تھی اور اس مرتبہ خود عویمر کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ کو ناگواری نہیں ہوئی، جس کی وجہ یہ ہے کہ عاصم کا سوال پیشگی وقوع فاحشہ سے پہلے تھا، خود عویمر کا سوال بعد وقوع فاحشہ کے بعد تھا۔

آیات لعان کا نزول کس کے قصہ میں ہوا؟ پھر اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ آیات لعان کا نزول کس کی وجہ سے ہوا؟ موجودہ روایت سے معلوم ہورہا ہے کہ قصہ عویمر کیوجہ سے ہوا اور آگے چند روایات کے بعد ابن عباسؓ کی حدیث سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ نزول لعان ہلال بن امیہ کے قصہ کے وجہ سے ہوا۔ اس اختلاف کی توجیہ حافظ ابن حجرؒ نے اسی طرح بیان کی ہے کہ صورت حال یہ ہے اولاً اس کے بارے میں سوال آپ ﷺ سے عاصم نے کیا تھا جس پر حضور ﷺ کو ناگواری ہوئی تھی اس کے بعد ہلال بن امیہ کی بیوی کے زنا کا قصہ پیش آیا وہ یہ ماجرا دیکھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، چونکہ اس وقت تک بھی نزول لعان نہیں ہوا تھا اس لئے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا جیسا کہ آگے روایت میں آرہا ہے: الْبَيِّنَةُ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ، کہ یا تو زنا پر شہود پیش کرو ورنہ حد قذف جاری ہوگی، اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کی بیوی زنا کر رہی ہو اور وہ شاہد تلاش کرتا پھرے عینی شہادت دینے کے لئے؟ حضور ﷺ نے پھر یہی ارشاد فرمایا: الْبَيِّنَةُ وَإِلَّا فَحَدٌّ فِي ظَهْرِكَ، اس پر انہوں نے فرمایا: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا، إِنِّي لَصَادِقٌ، وَلَيُنْزِلَنَّ اللهُ فِي أَمْرِي مَا يُبَرِّئُ بِهِ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ. فَنَزَلَتْ: { وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ [1] }، یعنی ہلال نے آپ سے عرض کیا کہ واللہ میں صحیح عرض کر رہا ہوں (بیوی کے زنا کے بارے

---

[1] اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی جوروؤں کو اور شاہد نہ ہوں ان کے پاس سوائے ان کی جان کے (سورۃ النور ٦)

میں) اور مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس کے بارے میں کوئی ایسا حکم نازل فرمائیں گے جس کی وجہ سے میں حد قذف سے بری ہو جاؤں گا، چنانچہ فوراً آیت لعان نازل ہو گئی۔

آپ نے دیکھا کہ اس روایت میں تصریح ہے کہ ہلال کا سوال فاحشہ کے پیش آنے کے بعد ہوا تھا، اور اس پر نزول لعان فوراً ہو گیا، لہذا جو روایت ہمارے یہاں چل رہی ہے عویمر کے قصہ کی اس میں یہ کہا جائیگا کہ عاصم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر کے چلے گئے تو اب اس کے اور دوبارہ عویمر کے سوال کرنے کے درمیان ہلال کا واقعہ پیش آگیا جس میں نزول حکم بھی ہوا، اس کے بعد عویمر جب اس قصہ میں مبتلا ہو گئے یعنی بیوی کے زنا کے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنا مسئلہ لے کر تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جو یہاں روایت میں ہے قَدْ أُنْزِلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ قُرْآنٌ، یعنی تم جیسے قصہ کے بارے میں حکم نازل ہو چکا ہے، حاصل یہ کہ عاصم اور عویمر دونوں کے سوالوں کے درمیان ہلال بن امیہ کا واقعہ پیش آگیا جس میں نزول لعان ہوا اور یہ درمیان میں پیش آنے والا واقعہ یہاں موجودہ روایت میں اختصاراً ذکر سے رہ گیا۔

اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ ہلال بن امیہ کی بیوی کے قصہ کے بارے میں تو تصریح ہے کہ وہ شریک بن سحماء کے ساتھ پیش آیا لیکن عویمر بن اشقر کی بیوی کے زنا کے بارے میں زانی کی تصریح یہاں کسی روایت میں تو نہیں ہے لیکن حضرت گنگوہیؒ کی ایک تقریر میں یہ ہے کہ دونوں قصوں میں زانی شریک بن سحماء ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم، نیز جاننا چاہیئے کہ عویمر کے سوال میں یہ ہے أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ اس پر بذل المجہود میں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لے اور وہ اس زانی کو قتل کر دے تو اس صورت میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس قاتل کو بھی قصاصاً قتل کر دیا جائیگا کیونکہ یہ قتل بغیر شہود کے ہے، ہاں اگر بینہ قائم ہو جائے یا زانی کے ورثاء اعتراف کر لیں زنا کا تو پھر اس صورت میں قصاص نہیں [1]، یہ حکم تو قضاءً تھا، اور دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اس پر اس قتل کا کوئی گناہ نہیں، اس کے صادق ہونے کی صورت میں۔

فَلَمَّا فَرَغَا. قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا. فَطَلَّقَهَا عُوَيْمِرٌ ثَلَاثًا الخ یعنی لعان سے فارغ ہونے کے بعد عویمر بن اشقر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ سب کچھ (زنا و لعان) پیش آنے کے بعد بھی اگر اس عورت کو میں اپنے پاس رکھتا ہوں تو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے اس پر زنا کا غلط الزام لگایا تھا، مطلب یہ ہے کہ اب میں اس عورت کو اپنے پاس ہرگز رکھنا نہیں چاہتا وہ اب اس قابل ہی نہیں ہے، چنانچہ یہ کہہ کر عویمر نے اسکو تین طلاقیں دیدیں، اس روایت سے طرفین کی تائید ہو رہی ہے اس مسئلہ میں جو شروع میں گزر چکا کہ عند الجمہور و ابو یوسف لعان ہی سے فرقت واقع ہو جاتی ہے، اور طرفین کے نزدیک یا قاضی تفریق کرے یا خود زوج طلاق دے۔

چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر ترجمہ قائم کیا ہے: بَابُ اللِّعَانِ وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللِّعَانِ، حافظؒ لکھتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۰ ص ۳۹۱-۳۹۲

اشارہ ہے اس اختلاف کی طرف کہ لعان میں نفس لعان سے فرقت واقع ہو جاتی ہے یا تفریق حاکم سے یا تطلیق زوج سے؟ امام مالکؒ وشافعیؒ فرماتے ہیں کہ فرقت نفس لعان سے واقع ہو جاتی ہے، اور سفیان ثوریؒ وابو حنیفہؒ اور ان کے متبعین فرماتے ہیں کہ بغیر تفریق حاکم کے فرقت واقع نہیں ہوتی، وعن احمد روایتان، اور عثمان بتی کہتے ہیں کہ فرقت صرف ایقاع زوج سے واقع ہوتی ہے [1]۔

أوجز میں بدائع سے فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ کی شرح میں لکھا ہے یعنی ہو گیا زوج کا طلاق دینا لعان کے بعد متلاعنین کا طریقہ، اس لئے کہ عویمر نے لعان کے بعد اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دی حضور ﷺ کے سامنے، پس آپ نے اس تطلیق کو نافذ فرمایا، لہٰذا ہر ملاعن پر واجب ہے یہ بات کہ وہ طلاق دے اور اگر اس نے طلاق نہیں دی تو اس صورت میں قاضی زوج کے قائم مقام ہوگا تفریق میں، اور یہ تفریق قاضی حکم میں طلاق کے ہوگی [2]، والحديث أخرجه الأئمة وباقي الستة إلا الترمذي (تكملة المنهل [3])۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ: «أَمْسِكِ الْمَرْأَةَ عِنْدَكَ حَتَّى تَلِدَ»: حضور ﷺ نے عاصم بن عدی سے فرمایا کہ زوجہ عویمر جس نے لعان کیا ہے اسکو اپنے پاس ٹھہراؤ یہاں تک کہ ولادت سے فارغ ہو، آپ ﷺ نے عاصم کو اس بات کا حکم اس واسطے دیا کہ وہ اپنی قوم کے بڑے اور سردار تھے، نیز اس عورت کو ان سے قرابت بھی تھی، والحديث أخرجه أحمد مطولاً (تكملة المنهل [4])۔

فَكَانَ الْوَلَدُ يُدْعَى إِلَى أُمِّهِ: لعان کے بعد جو اس عورت سے بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا نسب صرف ملاعنہ سے ثابت ہوتا ہے اور باپ سے اسکا نسب ثابت نہیں ہوتا اسی لئے اس کو ولد الملاعنہ کہتے ہیں، میراث وغیرہ بھی صرف ان دو میں جاری ہوتی ہے۔

۲۲٤٨ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرْكَانِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي خَبَرِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ، فَلَا أُرَاهُ إِلَّا كَاذِبًا» . قَالَ: فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الْمَكْرُوهِ.

ترجمہ حضرت سہل بن سعد سے اسی لعان والی حدیث میں روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس عورت کے ایسا بچہ پیدا ہو کہ جس کی بہت کالی آنکھیں ہوں اور اسکے سرین بڑے ہوں تو میں عویمر کو سچا سمجھوں گا اور اگر وہ بچہ لال رنگ (گرگٹ کی طرح لال رنگ) کا ہوگا تو عویمر جھوٹا ہے۔ پھر اسکا بچہ بری شکل وصورت پر پیدا ہوا۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٤٤٧

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ٣ ص ٢٤٥ ، أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١١ ص ٢١٦ - ٢١٧

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٣١

[4] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٣٢

(عویمر کا الزام سچا ثابت ہوا)۔

شرح الحدیث قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ، فَلَا أُرَاهُ إِلَّا كَاذِبًا»: لعان سے فارغ ہونے کے بعد ملاعنہ کے بارے میں آپ ﷺ نے بعض لوگوں سے فرمایا کہ اب جب اسکے بچہ پیدا ہو تو اس کی صورت شکل وغیرہ دریافت کرنا، کس صورت شکل کا بچہ پیدا ہوتا ہے، پہلے آپ ﷺ نے زانی کے اوصاف بیان فرمائے کہ اگر بچہ ایسا ہو تو اسکا تقاضا یہ ہے کہ مرد صادق تھا، اور عورت جھوٹی، اسکے بعد بعض اوصاف خود زوج کے بیان کئے اور فرمایا کہ اگر بچہ اس رنگ کا ہو تو پھر مرد جھوٹا ہوا اور بیوی سچی۔ آگے راوی کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جب اسکو دیکھا گیا تو وہ مکروہ صفت پر تھا یعنی زانی کی صفت پر أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ یعنی اسود العینین، أُحَيْمِرَ تصغیر ہے احمر کی یعنی سرخ رنگ کا، وَحَرَةٌ ایک جانور کا نام ہے جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے، اسکو گرگٹ کہتے ہیں جو چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے، وهذه الرواية أخرجها الشافعي أيضاً وذكرها أحمد رواية في قصة عويمر العجلاني وكذا البيهقي وقال رواه البخاري (تكملة المنهل [1])۔

۲۲۴۹ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَكَانَ يُدْعَى يَعْنِي الْوَلَدَ لِأُمِّهِ.

ترجمہ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ ہے پھر اس کے بچے کو اس کی والدہ کی جانب منسوب کر کے پکارا جاتا تھا۔

۲۲۵۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْفِهْرِيِّ، وَغَيْرِهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مَا صُنِعَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم سُنَّةً. قَالَ سَهْلٌ: حَضَرْتُ هَذَا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَضَتِ السُّنَّةُ بَعْدُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا.

ترجمہ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ عویمر نے اس عورت کو رسول اکرم ﷺ کی موجودگی میں تین طلاقیں دے دیں۔ آپ ﷺ نے اس کو نافذ فرما دیا اور جو عمل آپ ﷺ کی موجودگی میں کیا جائے وہ مسنون ہوتا ہے۔ سہل نے بیان کیا کہ میں اس لعان کے وقت خدمتِ نبوی میں موجود تھا پھر یہی طریقہ لعان کرنے والوں کے بارے میں جاری ہو گیا کہ ان دونوں میں تفریق واقع کر دی جائے گی اور وہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے نہیں مل پائیں گے (یعنی دونوں کا کبھی باہمی نکاح درست نہیں ہو سکے گا جب تک وہ دونوں اپنے لعان کے دعوے پر قائم رہیں گے)۔

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٣٤

صحيح البخاري - الصلاة (٤١٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٦٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٦٩) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٩) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠٣) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٦) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٤٨) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣١/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٥/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٧/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٧/٥) موطأ مالك - الطلاق (١٢٠١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٩)

حدیث کی توجیہ علی مسلک الطرفین: ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا: یعنی متلاعنین کے درمیان ہمیشہ کیلئے فرقت واقع ہو جاتی ہے دوبارہ اس سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ جمہور کہتے ہیں اور طرفین کے نزدیک یہ مؤول ہے أي لا يجتمعان ابداً ماداما علی لعانهما، كما تقدم في اول باب اللعان، والحديث أخرجه أيضاً الدارقطني من طريق يونس بن عبد الأعلى، وأخرجه البيهقي من طريق المصنف (تكملة المنهل [1])۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ «فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَلَاعَنَا»، وَتَمَّ حَدِيثُ مُسَدَّدٍ، وَقَالَ الْآخَرُونَ: إِنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ عَلَيْهَا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ يُتَابِعِ ابْنَ عُيَيْنَةَ أَحَدٌ عَلَى أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ».

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ مصنف کے استاد مسددؒ کے یہ الفاظ ہیں کہ سہل بن سعد نے کہا میں لعان کے وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر تھا اور اس وقت میری عمر پندرہ سال کی تھی، آپ ﷺ نے ان دونوں میں تفریق فرمادی مصنف کے دوسرے استاد "وہب" احمد اور عمر ابن عثمان نے حضرت سہل کے متعلق متکلم کی ضمیر کے بجائے، غائب کی ضمیر ذکر کی تھی اور اس طرح بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعد رسول اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے اور رسول اکرم ﷺ نے لعان کرنے والوں کے بارے میں تفریق فرمادی تو اس شخص نے عرض کیا: اگر میں پھر اس عورت کو رکھوں تو گویا کہ اس نے میں نے جھوٹ بولا۔ مصنف کے ایک استاد نے كَذَبْتُ کے بعد لفظ عَلَيْهَا ذکر نہیں کیا۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا: ابن عیینہ کا ان الفاظ کو نقل کرنے میں کوئی متابع نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق واقع فرمادی۔

شرح الحدیث: فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَلَاعَنَا: گزشتہ تمام روایات میں تطلیق زوج کا ذکر آیا ہے آپ ﷺ کا تفریق کرنا نہیں آیا، اسی لئے مصنف نے اس لفظ پر کلام کیا ہے۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود ج ٤ ص ٢٣٦

۲۲۵۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ، وَكَانَتْ حَامِلًا، فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا، فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا، ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيرَاثِ: أَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهَا.

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ وہ عورت حاملہ تھی۔ عویمر نے اس عورت کا حمل کا اپنے سے ہونے سے انکار کر دیا پھر اسکا بچہ ماں کے نام سے پکارا جاتا تھا اس کے بعد وراثت میں یہ سنّت جاری ہو گئی۔ لڑکا اپنی والدہ کا وارث ہو گا اور والدہ اس لڑکے کے اتنے حصّہ کی وارث ہو گی جس قدر اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے حصّہ مقرر فرمایا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤١٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٦٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٦٩) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٥٩) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠٢) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠٣) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٦) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٤) صحيح مسلم - اللعان (١٤٩٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٥١) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٣٧) موطأ مالك - الطلاق (١٢٠١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٩)

۲۲۵۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ [بْنِ مَسْعُودٍ] قَالَ: إِنَّا لَلَيْلَةُ جُمُعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ بِهِ جَلَدْتُمُوهُ، أَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ؟ فَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ، وَاللَّهِ لَأَسْأَلَنَّ عَنْهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ بِهِ جَلَدْتُمُوهُ، أَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ أَوْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ؟، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ افْتَحْ»، وَجَعَلَ يَدْعُو، فَنَزَلَتْ آيَةُ اللِّعَانِ: {وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ} هَذِهِ الْآيَةَ، فَابْتُلِيَ بِهِ ذَلِكَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ، فَجَاءَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا: فَشَهِدَ الرَّجُلُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ، ثُمَّ لَعَنَ الْخَامِسَةَ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ، قَالَ: فَذَهَبَتْ لِتَلْتَعِنَ، فَقَالَ لَهَا: النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «مَهْ»، فَأَبَتْ، فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا أَدْبَرَا، قَالَ: «لَعَلَّهَا أَنْ تَجِيءَ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا» فَجَاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا.

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں جمعہ کی شب مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک انصاری شخص مسجد میں آیا اور معلوم کرنے لگا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی (اجنبی کو دیکھے) پھر اسکو بیان کرے (یعنی یہ کہے کہ میری بیوی زنا کی مرتکب ہو گئی) تو تم اس مرد کو (حد قذف لگاؤ گے) اگر وہ اسکو مار دے تو تم بھی اسکو (قصاص میں) قتل کر دو گے اگر یہ شخص خاموش رہے تو اپنا خون پیے۔ اللہ کی قسم اس مسئلہ کو میں ضرور حضور اکرم ﷺ سے دریافت کروں گا۔ جب دوسرے روز صبح ہوئی تو وہ شخص خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے یہی دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی اجنبی شخص کو پائے پھر وہ شخص اس بات کا تذکرہ کرے کہ اس شخص نے میری بیوی سے زنا کیا ہے تو آپ اس دعویٰ کرنے والے شوہر کو

کوڑے ماریں گے یا اگر وہ اسے قتل کر دے تو آپ بھی اسکو قتل کر دیں گے یا اگر خاموش ہو جائے تو خون کے گھونٹ پئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے پروردگار! (اس مشکل) کو آسان فرما (یعنی اس سلسلہ میں کوئی حکم نازل فرما) ان پر آیت لعان: {وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ} نازل ہوئی تو سب سے پہلے وہی شخص اس آفت میں مبتلا ہوا۔ وہ شخص اور اسکی بیوی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور ان دونوں نے لعان کیا پہلے چار مرتبہ اللہ کے نام کی قسم کھا کر مرد نے شہادت دی کہ وہ سچا ہے پھر پانچویں مرتبہ میں کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو اسکے بعد اس عورت نے لعان کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اسکو ڈانٹ دیا لیکن اس عورت نے نہیں مانا اور لعان کیا (یعنی اللہ تعالیٰ کا چار مرتبہ نام لے کر شہادت دی کہ اسکا شوہر جھوٹا ہے۔ پھر پانچویں مرتبہ میں بیان کیا کہ اگر شوہر سچا ہو تو غضب الٰہی نازل ہو)۔ جب دونوں وہاں سے چلے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید اس عورت کا بچہ گھنگریالے بال والا سیاہ رنگ کا پیدا ہو گا وہ بچہ اسی طرح کا پیدا ہوا۔ کہ وہ گھنگریالے بال والا سیاہ رنگ کا تھا۔

تخریج صحیح مسلم - اللعان (١٤٩٥) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٥٣) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٨)

شرح الحدیث اس رجل سے کیا مراد ہے؟ بذل المجهود میں حضرتؒ نے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے اس سے مراد عویمر ہیں جن کا واقعہ پہلے سے چل رہا ہے، یا ہلال بن امیہ جن کا قصہ آگے کتاب میں آرہا ہے اھ[1]، اور صاحب منہل نے احتمال ثانی کو ظاہر قرار دیا ہے صحیح مسلم کی ایک روایت کے پیش نظر جس میں یہ ہے کہ ہلال بن امیہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اسلام کے اندر لعان کیا اھ[2]۔ میں کہتا ہوں: یہ بھی واضح رہے کہ اب تک جتنی روایات لعان کے بارے میں گزریں ان کا تعلق عویمر بن اشقر سے تھا جن کو مصنف نے سہل بن سعد سے مختلف طرق سے روایت کیا، اور آئندہ ہلال بن امیہ کے لعان کا جو قصہ آرہا ہے وہ بروایت ابن عباسؓ ہے اور یہ درمیانی روایت جو رجل مبہم کے ساتھ ہے، یہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے۔ اسکے بعد جاننا چاہیے کہ باب اللعان کی سب سے پہلی حدیث جس کے ذیل میں آیت لعان کے نزول کے بارے میں اختلاف روایات اور پھر حافظ ابن حجرؒ سے ان کے درمیان تطبیق بیان کی گئی ہے وہاں یہ بھی گزرا ہے کہ سیاق روایات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ عویمر کا سوال وقوع فاحشہ سے قبل تھا، اور یہاں اس روایت میں بھی یہی آرہا ہے: فَابْتُلِيَ بِهِ ذَلِكَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ. فَجَاءَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا الخ، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس روایت میں رجل مبہم سے مراد عویمر بن اشقر ہی ہے، كما استظهره صاحب البذل، والله تعالى اعلم، والحديث أخرجه أيضًا مسلم وابن ماجه، وأخرجه أحمد مختصرًا (تكملة المنهل[3])۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٤٠٢

[2] وَكَانَ أَوَّلَ رَجُلٍ لَاعَنَ فِي الْإِسْلَامِ، قَالَ: فَلَاعَنَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَبْيَضَ سَبِطًا قَضِيءَ الْعَيْنَيْنِ فَهُوَ لِهِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ (صحيح مسلم - كتاب اللعان ١٤٩٦)

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٤١

۲۲۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْبَيِّنَةُ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ» . قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِذَا رَأَى أَحَدُنَا رَجُلًا عَلَى امْرَأَتِهِ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْبَيِّنَةُ وَإِلَّا فَحَدٌّ فِي ظَهْرِكَ» . فَقَالَ هِلَالٌ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا، إِنِّي لَصَادِقٌ، وَلَيُنْزِلَنَّ اللهُ فِي أَمْرِي مَا يُبْرِئُ بِهِ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ. فَنَزَلَتْ: {وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنفُسُهُمْ} . فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ {مِنَ الصَّادِقِينَ [1]} فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا، فَجَاءَا، فَقَامَ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ، فَشَهِدَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا مِنْ تَائِبٍ؟» . ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْخَامِسَةِ أَنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ، وَقَالُوا لَهَا: إِنَّهَا مُوجِبَةٌ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا سَتَرْجِعُ، فَقَالَتْ: لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ، فَمَضَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ، سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ» ، فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللهِ، لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ حَدِيثُ ابْنِ بَشَّارٍ حَدِيثُ هِلَالٍ»

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ہلال بن امیہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت زنا لگائی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ہلال سے فرمایا گواہ پیش کرو ورنہ حد قذف میں تمہاری پشت پر کوڑے لگائیں جائیں گے۔ ہلال نے عرض کیا کہ کیا ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی شخص سے زنا کرتے دیکھے تو کیا وہ گواہ تلاش کرنے جائے تو حضور اکرم ﷺ یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ ورنہ تہمت لگانے کی حد تمہاری پشت پر ماری جائے گی۔ ہلال نے عرض کیا کہ اس ذات پاک کی قسم کہ جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے بلاشبہ میں سچا ہوں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایسا حکم نازل فرمائے گا کہ وہ میری پشت حد قذف مارے جانے سے بچالے گا اتنے میں من جانب اللہ تعالیٰ یہ آیت کریمہ: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ نازل ہوئی نبی کریم ﷺ نے یہ آیات کریمہ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ تک تلاوت فرمائی۔ اسکے بعد حضور ﷺ نے حضرت ہلال بن امیہ اور ان کی بیوی کو طلب فرمایا دونوں حاضر ہوئے پہلے حضرت ہلال بن امیہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی، لعان کے درمیان جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے جاتے تھے کہ دیکھو بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں تم میں سے ایک شخص لازمی طور پر جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے۔ پھر وہ عورت

---

[1] اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی جوروؤں کو اور شاہد نہ ہوں ان کے پاس سوائے ان کی جان کے تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کی قسم کھا کر کہ مقرر وہ شخص سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی پھٹکار ہو اس شخص پر اگر ہو وہ جھوٹا اور عورت سے ٹل جائے گی ماریوں کہ وہ گواہی دے چار گواہی اللہ کی قسم کھا کر کہ مقرر وہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں یہ کہ اللہ کا غضب آئے اس عورت پر اگر وہ شخص سچا ہے (سورۃ النور ۶ - ۹)

کھڑی ہوئی اس نے گواہیاں دیں۔ جب پانچویں گواہی آئی کہ اللہ تعالیٰ کا اس عورت پر غضب نازل ہو اگر شوہر سچا ہو۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اگر تم پانچویں مرتبہ گواہی کے الفاظ کہوگی تو اللہ تعالیٰ کا غضب ضرور نازل ہوگا ابن عباسؓ نے فرمایا: اس پر وہ عورت ہچکچائی اور اُلٹی واپس ہوگئی یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ وہ عورت اپنے بیان سے منحرف ہوجائے گی۔ پھر اس عورت نے عرض کیا کہ میں اپنی قوم کو زمانہ میں ذلیل نہیں کروں گی یہ کہہ کر اس نے پانچویں گواہی بھی دے دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس عورت کا لڑکا اگر سیاہ آنکھوں والا بڑے بڑے کولہے والا اور موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو وہ لڑکا شریک بن سحماء کا ہے تو پھر اسی شکل وصورت والا لڑکا پیدا ہوا، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس سلسلہ میں حکم الٰہی کہ لعان کرنے سے عورت پر سے حد زنا ختم ہو جاتی ہے نازل نہ ہوتا تو میں اس عورت کو سزا دیتا یعنی اسکو حد زنا مارتا۔ ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ ہلال بن زید اس روایت کو محمد بن بشار استاد اہل مدینہ کے حضرات سے نقل کرنے میں منفرد ہیں۔

تخريج صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٢٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٧٠) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠١) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣١٧٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٥٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٣/١).

شرح الحديث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ ..... بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ: ہمارے یہاں شروع میں گزر چکا عن تقریر الگنگوہی کہ قصہ عویمر میں بھی رجل مبہم شریک بن سحماء ہی تھے، فتذکر۔

نَشْهَدُ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا مِنْ تَائِبٍ؟ یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں لعان کا قصہ پیش آتا ہے وہاں مرد اور عورت دونوں میں ایک صادق ہوتا ہے اور دوسرا کاذب، یہ تو ممکن ہی نہیں کہ دونوں صادق ہوں یا دونوں کاذب، اسی لئے حضور اقدس ﷺ درمیان لعان کے از راہ شفقت تنبیہ فرماتے رہے کہ دیکھو تم دونوں میں سے یقیناً ایک کاذب ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم میں سے جس نے جھوٹ بولا ہو وہ اپنی بات سے رجوع اور توبہ کرلے آگے اسی روایت میں آرہا ہے کہ جب عورت لعان کر رہی تھی تو جب اسکو تنبیہ کی گئی تو فَتَلَكَّأَتْ وہ ذرا ٹھٹکی اور مذبذب سی ہوئی، یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ شاید وہ رجوع کرلے گی، لیکن پھر بجائے رجوع کے کہنے لگی لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ (کہ خدانخواستہ) میں رجوع کرکے اپنی قوم اور خاندان کو ساری عمر کیلئے رسوا تھوڑا ہی کروں گی اور یہ کہہ کر اپنا لعان اس نے پورا کرلیا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللهِ، لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ: یعنی جب پیدا ہونے والا بچہ زانی کے ہم شکل نکلا تب حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر لعان کا حکم نازل نہ ہوا ہوتا تو پھر میں اس عورت کو اچھی طرح مزا چکھاتا، اس سے مراد حد زنا اور رجم ہے۔ والحديث أخرجه أيضا البخاري وابن ماجه (تكملة المنهل).

٢٢٥٥ حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلًا حِينَ أَمَرَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، أَنْ يَتَلَاعَنَا أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فِيهِ عِنْدَ الْخَامِسَةِ، يَقُولُ: «إِنَّهَا مُوجِبَةٌ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں کو لعان

کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص کو حکم فرمایا کہ پانچویں مرتبہ میں اس شوہر کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پانچویں گواہی تمہارے جھوٹے ہونے کی صورت میں عذاب کا باعث ہے۔

تخریج صحیح البخاري - تفسیر القرآن (٤٤٧٠) جامع الترمذي - تفسیر القرآن (٣١٧٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٥٥) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٧)

٢٢٥٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ، فَجَاءَ مِنْ أَرْضِهِ عَشِيًّا فَوَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ رَجُلًا، فَرَأَى بِعَيْنِهِ وَسَمِعَ بِأُذُنِهِ، فَلَمْ يَهِجْهُ حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ غَدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي جِئْتُ أَهْلِي عِشَاءً، فَوَجَدْتُ عِنْدَهُمْ رَجُلًا، فَرَأَيْتُ بِعَيْنَيَّ، وَسَمِعْتُ بِأُذُنَيَّ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَاءَ بِهِ، وَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَنَزَلَتْ: {وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ} الْآيَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا، فَسُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَبْشِرْ يَا هِلَالُ، قَدْ جَعَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا»، قَالَ هِلَالٌ: قَدْ كُنْتُ أَرْجُو ذَلِكَ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْسِلُوا إِلَيْهَا»، فَجَاءَتْ، فَتَلَاهَا عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَّرَهُمَا وَأَخْبَرَهُمَا أَنَّ عَذَابَ الْآخِرَةِ أَشَدُّ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا، فَقَالَ هِلَالٌ: وَاللهِ لَقَدْ صَدَقْتُ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: قَدْ كَذَبَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَاعِنُوا بَيْنَهُمَا»، فَقِيلَ لِهِلَالٍ: اشْهَدْ، فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قِيلَ لَهُ يَا هِلَالُ: اتَّقِ اللهَ، فَإِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ هَذِهِ الْمُوجِبَةُ الَّتِي تُوجِبُ عَلَيْكَ الْعَذَابَ، فَقَالَ: وَاللهِ لَا يُعَذِّبُنِي اللهُ عَلَيْهَا كَمَا لَمْ يُجَلِّدْنِي عَلَيْهَا، فَشَهِدَ الْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ، ثُمَّ قِيلَ لَهَا: اشْهَدِي، فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ، إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قِيلَ لَهَا: اتَّقِي اللهَ، فَإِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ هَذِهِ الْمُوجِبَةُ الَّتِي تُوجِبُ عَلَيْكِ الْعَذَابَ، فَتَلَكَّأَتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ لَا أَفْضَحُ قَوْمِي، فَشَهِدَتِ الْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ، فَفَرَّقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَقَضَى أَنْ لَا يُدْعَى وَلَدُهَا لِأَبٍ، وَلَا تُرْمَى، وَلَا يُرْمَى وَلَدُهَا، وَمَنْ رَمَاهَا أَوْ رَمَى وَلَدَهَا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ، وَقَضَى أَنْ لَا بَيْتَ لَهَا عَلَيْهِ، وَلَا قُوتَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُمَا يَتَفَرَّقَانِ مِنْ غَيْرِ طَلَاقٍ، وَلَا مُتَوَفًّى عَنْهَا، وَقَالَ: «إِنْ جَاءَتْ بِهِ أُصَيْهِبَ أُرَيْصِحَ أُثَيْبِجَ حَمْشَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِهِلَالٍ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ فَهُوَ لِلَّذِي رُمِيَتْ بِهِ»، فَجَاءَتْ بِهِ أَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْلَا الْأَيْمَانُ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ»، قَالَ عِكْرِمَةُ: «فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمِيرًا عَلَى مِصْرَ وَمَا يُدْعَى لِأَبٍ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ہلال بن اُمیہ ان تین افراد میں سے تھے کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک کے واقعہ پر غلطی کو معاف کر دیا تھا (کیونکہ یہ لوگ جہاد میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے) تو حضرت

ہلال بن اُمیہ اپنی زمین میں سے رات کے وقت اپنی بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے ایک شخص کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا۔ حضرت ہلال نے اس شخص کو نہ تو ڈانٹ ڈپٹ کی اور نہ ہی دھمکایا۔ جب صبح ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! شام کے وقت جب میں اپنے گھر میں گیا تو میں نے ایک شخص کو اپنی بیوی کے پاس اپنی آنکھوں سے دیکھا، اپنے کانوں سے میں نے سنا۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حضرت ہلال کی یہ گفتگو ناگوار لگی حضرت ہلال کو یہ بات گراں گزری تو اس پر آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ الخ نازل ہوئی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر سے وحی کی سختی جاتی رہی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ہلال! تم خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے راستہ کھول دیا۔ ہلال نے کہا: اپنے پروردگار سے مجھ کو یہی توقع تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اس عورت کو بلا بھیجو۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دونوں شوہر و بیوی کو یہی آیت کریمہ پڑھ کر سنائی اور نصیحت فرمائی اور ان سے بیان کیا کہ عذابِ الٰہی دُنیا کی تکلیف سے زیادہ شدید ہے۔ حضرت ہلالؓ نے عرض کیا: بخدا اس عورت کا حال میں نے سچ بیان کیا ہے۔ عورت نے کہا یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرامؓ کو حکم فرمایا کہ ان دونوں کا لعان کراؤ۔ ہلال سے پہلے یہ بات کہی گئی کہ تم گواہیاں پیش کرو۔ انہوں نے اس طرح پر چار گواہیاں پیش کیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کہ میں سچ کہتا ہوں جب پانچویں مرتبہ لعان ہوا تو حضرت ہلال سے فرمایا گیا کہ اے ہلال اللہ سے ڈرو کہ دنیاوی عذاب آخرت سے زیادہ آسان ہے یہی آخری شہادت ہے اگر تم جھوٹے ہو تو یہ گواہی تم پر عذاب کو لاگو کر دے گی۔ ہلال نے کہا: پروردگار کی قسم! اللہ تعالیٰ اس عورت کے سلسلہ میں مجھ پر کبھی عذاب نہیں نازل فرمائے گا جیسے خداوند قدوس نے اس عورت پر تہمت لگانے پر مجھ کو کوڑے نہیں لگوائے تو اس شخص نے آخری شہادت بھی دے دی کہ میں اگر جھوٹا ہوں تو میرے اُوپر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسکے بعد عورت سے کہا گیا: اب تم شہادتیں پیش کرو تو اس عورت نے اللہ کا نام لے کر چار شہادتیں پیش کیں کہ میرا شوہر جھوٹ بولتا ہے۔ جب پانچویں مرتبہ گواہی ہوئی لوگوں نے اس سے کہا: دیکھو اللہ سے ڈرو۔ عذابِ آخرت سے دُنیاوی عذاب آسان ہے اور یہی پانچویں گواہی ہے جو تم پر عذابِ الٰہی واجب کر دے گی یہ سُن کر وہ عورت ایک گھڑی تک ہچکچائی پھر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی قوم کو ذلیل نہیں کروں گی اور اس نے پانچویں شہادت بھی دے دی کہ اگر میرا شوہر سچا ہو تو میرے اُوپر غضبِ الٰہی نازل ہو۔ اسکے بعد حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان دونوں میں علیحدگی کر دی اور یہ فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کے پیٹ سے جو لڑکا ہو اسکے والد کی طرف وہ منسوب نہ کیا جائے لیکن اس عورت کو تہمتِ زنا نہ لگائی جائے اور نہ ہی اسکے لڑکے کو، اور کوئی شخص اس کے لڑکے کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف لگے گی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ شوہر پر اس کو رہائش کی جگہ دینا یا اس کا نفقہ دینا واجب نہیں کیونکہ یہ دونوں بغیر طلاق کے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے ہیں اسی طرح بغیر وفات کے علیحدہ ہوئے ہیں اور فرمایا اگر لڑکا بھورے رنگ کے بالوں والا دُبلے پتلے کولہے والا چوڑے پیٹ والا باریک پنڈلی والا پیدا ہو تو وہ ہلال کا ہے اور اگر وہ بچہ گندمی رنگ کا گھنگھریالے بال والا

موٹا بھاری پنڈلی والا بڑے کولہوں والا ہو تو وہ اس شخص کا بچہ ہے جس کے ساتھ اس کو تہمت زنا لگائی گئی۔ پھر اس عورت کا بچہ گندمی رنگ گھنگریالے بال والا موٹی پنڈلیوں وزن دار کولہے والا پیدا ہوا، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر پہلی شہادتیں نہ ہو چکی ہوتیں تو میں اس عورت کو کچھ کرتا (یعنی دوسروں کی عبرت کیلئے اس کو سزا دیتا)۔ عکرمہ نے بیان کیا پھر وہ لڑکا مصر کا حاکم ہو گیا لیکن وہ والد کے نام سے نہیں بلایا جاتا تھا۔

صحيح البخاري- الشهادات (٢٥٢٦) صحيح البخاري- تفسير القرآن (٤٤٧٠) صحيح البخاري- الطلاق (٥٠٠١) جامع الترمذي- تفسير القرآن (٣١٧٩) سنن أبي داود- الطلاق (٢٢٥٦) سنن ابن ماجه- الطلاق (٢٠٦٧) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (٢٧٣/١)

وَقَضَى أَنْ لَا يُدْعَى وَلَدُهَا لِأَبٍ، وَلَا تُرْمَى، وَلَا يُرْمَى وَلَدُهَا: یعنی لعان کے بعد آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اسکے بعد پیدا ہونے والا بچہ صرف ماں سے اسکا نسب ثابت ہو گا باپ کی طرف اسکو منسوب نہ کیا جائے، اور ایسے ہی آئندہ عورت کی طرف یا اس کے بچہ کی طرف زنا کی نسبت نہ کی جائے، اور اگر کوئی کرے گا تو اس پر حد قذف جاری ہو گی۔

وَقَضَى أَنْ لَا بَيْتَ لَهَا عَلَيْهِ، وَلَا قُوتَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُمَا يَتَفَرَّقَانِ مِنْ غَيْرِ طَلَاقٍ: لعان کے ابتدائی مباحث میں یہ گزر چکا کہ طرفین کے نزدیک لعان طلاق بائن کے حکم میں ہے، یہ روایت طرفین کے مسلک کے خلاف ہے سو اجیب عنہ بأن فی سندہ عباد بن منصور وھو ضعیف، اور فی نفسہ یہ مسئلہ کہ مطلقہ بائنہ کے لئے بزمانۂ عدت نفقہ و سکنی ہے یا نہیں؟ مختلف فیہ بین الأئمۃ ہے، جس کا آئندہ مستقل باب آنے والا ہے [1]۔

وَقَالَ: إِنْ جَاءَتْ بِهِ أُصَيْهِبَ أُرَيْصِحَ أُثَيْبِجَ حَمْشَ السَّاقَيْنِ: أُصَيْهِب تصغیر ہے أصہب کی جو ماخوذ ہے صہبۃ سے یعنی حمرۃ الشعر بالوں کا سرخ ہونا جس کو ہمارے یہاں بھورا کہتے ہیں، أُرَيْصِحَ بمعنی خفیف الالیتین، اور أُثَيْبِجَ تصغیر ہے أثبج کی جو ماخوذ ہے ثبج سے کمر اور گردن کے بیچ کا حصہ، جس شخص کا یہ حصہ ذرا موٹا ابھرا ہوا ہو اس کو أثبج کہتے ہیں حَمْشَ السَّاقَيْنِ، یعنی پتلی پنڈلیوں والا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، یعنی اسمر اللون، گندمی رنگ والا، جَعْدًا وہ شخص جس کے بال گھنگھریالے ہوں، جُمَالِيًّا، ضم جیم اور تشدید یاء کے ساتھ، الضخم الاعضاء موٹے اور مضبوط اعضاء والا، کانہ جمل، خَدَلَّج بمعنی عظیم۔

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْلَا الْأَيْمَانُ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ»: گزشتہ روایت میں بجائے أَيْمَان کے کِتَابُ اللهِ کا لفظ تھا جس سے مراد لعان ہے، اس روایت میں گویا لعان کو أَيْمَان سے تعبیر کیا گیا ہے، لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ بظاہر یہ روایت جمہور کی مؤید ہے حقیقت لعان کے بارے میں، وقد مر الاختلاف فیہ۔

قَالَ عِكْرِمَةُ: «فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمِيرًا عَلَى مُضَرَ وَمَا يُدْعَى لِأَبٍ»: عکرمہ کہتے ہیں کہ اس لعان کے بعد پیدا ہونے والا بچہ بڑا ہو

---

[1] وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک اس کیلئے نفقہ و سکنی دونوں ہیں اور حنابلہ کے نزدیک دونوں نہیں، اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک سکنی ہے نفقہ نہیں۔

کر قبیلہ مضر کا امیر ہوا، لیکن اسکی نسبت باپ کی طرف نہیں کی جاتی تھی (بلکہ حسب قاعدہ ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا) ابو داؤد کے بعض نسخوں میں بجائے مُضَر کے مصر واقع ہوا ہے[1] والحديث أخرجه أيضا البيهقي من طريق المصنف، وأخرجه أحمد والطيالسي مطولا، وأخرجه الحاكم (تكملة المنهل[2])۔

٢٢٥٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: سَمِعَ عَمْرٌو، سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: «حِسَابُكُمَا عَلَى اللَّهِ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَالِي؟ قَالَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَلِكَ أَبْعَدُ لَكَ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں کو ارشاد فرمایا کہ تم دونوں کا حساب اللہ کے یہاں ہو گا تم دونوں میں سے ایک نہ ایک ضرور جھوٹا ہے۔ مرد سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت پر کوئی زور نہیں۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا مال۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے عورت کے بارے میں سچ کہا ہے تو تمہارا وہ مال اس شے کے عوض چلا گیا کہ تم نے عورت کی شرم گاہ کو (نکاح کے ذریعہ) اپنے پر حلال کر لیا اور اگر تم نے اس عورت پر جھوٹا الزام لگایا تو مہر کا مطالبہ کرنا تجھے زیب نہیں دیتا۔

تخریج صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠٥) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٠٦) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٣٤) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠٣٥) صحيح مسلم - اللعان (١٤٩٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٦) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٥٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٧/٢)

٢٢٥٨ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ، قَالَ: فَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: «اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟»، يُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَأَبَيَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ حضرت سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر تہمتِ زنا لگائے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے عویمر بن عجلان کے بہن بھائی کو علیحدہ کر دیا (مراد عویمر اور انکی اہلیہ ہیں) آپ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی نہ کوئی جھوٹا ہے۔ پھر تم میں سے کیا کوئی شخص تائب ہونا چاہتا ہے؟ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا (لیکن مرد اور عورت دونوں میں سے کسی نے توبہ نہ کی اور اپنی بات پر اَڑے رہے

---

[1] وكذا عند أحمد: "أمير أعلى مصر" بالصاد المهملة، وعند الطيالسي: قال عباد: سمعت عكرمة يقول: لقد رأيته أمير أعلى مصر من الأمصار۔ قال الحافظ: وظن بعض شيوخنا أنه أراد مصر البلد المشهور، وفيه نظر، لأن أمراء مصر معروفون معدودون وليس فيهم هذا اهـ (تكملة المنهل ج ٤ ص ٢٤٨)۔

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود ج ٤ ص ٢٥٢

تو) آپ ﷺ نے ان دونوں میں تفریق فرمادی۔

تخریج صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٠) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٥) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٦) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٧) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٨) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٩) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٣٤) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٣٥) صحیح البخاري - الفرائض (٦٣٦٧) صحیح مسلم - اللعان (١٤٩٣) صحیح مسلم - اللعان (١٤٩٤) جامع الترمذي - الطلاق (١٢٠٢) جامع الترمذي - الطلاق (١٢٠٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٧) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٥٨) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٩) موطأ مالك - الطلاق (١٢٠٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٣١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٣٢)

٢٢٥٩ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَأَتَهُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا «فَفَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مَالِكٌ قَوْلُهُ: «وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ» . وَقَالَ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي حَدِيثِ اللِّعَانِ وَأَنْكَرَ حَمْلَهَا فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا.

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے دور میں ایک شخص نے اپنی اہلیہ سے لعان کیا اور اس نے اپنے لڑکے کے (اپنے نسب) سے ہونے کا انکار کر دیا (یعنی یہ کہہ دیا کہ یہ بچہ مجھ سے نہیں ہے) تو آپ ﷺ نے اس شخص اور اس عورت کے درمیان تفریق کر دی اور اس لڑکے کو عورت سے منسوب کر دیا۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ بیان کرنے میں مالک منفرد ہیں اور یونس نے زہری سے، سہل بن سعد کے حوالے سے یوں روایت کیا ہے: وَأَنْكَرَ حَمْلَهَا فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا (اور اسکے حمل کا انکار کیا پس اس کا بیٹا اسی کے نام سے پکارا جاتا تھا)۔

تخریج صحیح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٧١) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٠) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٥) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٦) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٧) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٨) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٠٩) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٣٤) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٣٥) صحیح البخاري - الفرائض (٦٣٦٧) صحیح مسلم - اللعان (١٤٩٣) صحیح مسلم - اللعان (١٤٩٤) جامع الترمذي - الطلاق (١٢٠٢) جامع الترمذي - الطلاق (١٢٠٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٧) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٥٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٦٩) موطأ مالك - الطلاق (١٢٠٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٣١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٣٢)

٢٨ - بَابٌ إِذَا شَكَّ فِي الْوَلَدِ

جب لڑکے کے نسب کے بارے میں شک ہو جائے؟

اگر کسی شخص کو اپنی بیوی سے پیدا ہونے والے بچہ کے بارے میں اختلاف لون کے وجہ سے شک پیدا ہو تو کیا اس شخص کے لئے اس بچہ کی اپنے سے نفی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء[1] نے اس کے عدم جواز پر اجماع نقل کر دیا ہے لیکن اجماع نقل

[1] جیسے قرطبی اور ابن رشد، وتعقبهما الحافظ الى آخر ما في البذل عن الشوكاني.

کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

مسئلة الباب میں اختلاف ائمہ: وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک تو نفی کرنا جائز نہیں ہے، اور امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک زوج کیلئے اختلافِ لون کیوجہ سے نفی کرنا جائز ہے بشرطیکہ اختلافِ لون کے علاوہ کوئی دوسرا قرینہ بھی اس کا مؤید پایا جائے امام شافعیؒ کے نزدیک تو وہ قرینہ ثانیہ یہ ہے کہ جس لون کا بچہ پیدا ہوا ہے رجل متہم سے اس کا رنگ ملتا ہو، لہٰذا یہ دو قرینے ہو گئے ایک نفس اختلاف لون، دوسرا اتحاد اللون مع الرجل المتهم، اور امام احمدؒ کے نزدیک وہ دوسرا قرینہ مطلق ہے، اختلاف لون کے علاوہ کوئی دوسرا قرینہ ہونا چاہئے خواہ کچھ بھی ہو۔

۲۲۶۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ، فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي جَاءَتْ بِوَلَدٍ أَسْوَدَ، فَقَالَ: «هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «مَا أَلْوَانُهَا؟»، قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: «فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟»، قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا، قَالَ: فَأَنَّى تُرَاهُ؟، قَالَ: «عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ»، قَالَ: «وَهَذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بیوی کے ہاں کالے رنگ کا ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ اُونٹ بھی ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا: جی ہاں، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان اُونٹوں کا کیسا رنگ ہے؟ اس نے عرض کیا: لال رنگ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا ان اُونٹوں میں کوئی اونٹ بھورے رنگ کا بھی ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں ایک بھورے رنگ کا بھی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ بھورے رنگ کا اُونٹ کہاں سے آیا؟ اس نے عرض کیا: ہو سکتا ہے کہ کسی ایک رگ نے یہ رنگ کھینچ کیا ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید تمہارے لڑکے کے رنگ کو بھی کسی رَگ نے کھینچ لیا ہو۔

۲۲۶۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَهُوَ حِينَئِذٍ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَنْفِيَهُ.

ترجمہ: امام زہریؒ سے اسی سند اور معنٰی کے ساتھ مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ وہ شخص بچہ کے نسب سے (اس کے کالے رنگ کی وجہ سے) انکار کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔

۲۲۶۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أُنْكِرُهُ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ! میری بیوی کے ہاں کالے رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے میں اس سے انکار کرتا ہوں گزشتہ حدیث کے طریقہ پر (بیان کیا)۔

تخریج صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٩٩) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٥٥) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٨٤) صحيح مسلم - اللعان (١٥٠٠) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٧٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٨٠) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٦٠) سنن ابن ماجه - النكاح (٢٠٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٠٩)

شرح الاحادیث ایک صحابی جن کا نام ضمضم بن قتادہ ہے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ میری بیوی کے یہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے (تعریض ہے نفی ولد کی جیسا کہ آگے روایت میں آرہا ہے) آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: تیرے یہاں کچھ اونٹ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کس رنگ کے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: سرخ رنگ کے ہیں، یعنی بڑے اونٹ ایسے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا ان میں کوئی اورق یعنی مائل الی السواد بھی ہے؟ یعنی ان اونٹنیوں کے بچوں میں، انہوں نے عرض کیا: بیشک! اس قسم کے بھی بعض ہیں (ورق جمع اورق کی) آپ ﷺ نے پوچھا: اس طرح کے جو ہیں تو انکو کہاں سے دیکھتا ہے، یعنی اس رنگ کے کہاں سے آگئے؟ انہوں نے عرض کیا: عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ، کہ ہو سکتا ہے اس قسم کے رنگ کو کوئی رگ کھینچ لائی ہو یعنی موجودہ اونٹنیاں جن اونٹنیوں کی نسل سے ہیں شاید ان میں کوئی اس رنگ کی ہو یعنی اورق، اور یہ رنگ وہاں سے آگیا ہو، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں بھی ایسا ہی ہو سکتا ہے، یعنی تیرے اصول میں کوئی سیاہ رنگ کا ہو۔ والحديث أخرجه أيضًا الشافعي، وباقي السبعة إلا الترمذي (تكملة المنهل [1])۔

٢٩ - بَابُ التَّغْلِيظِ فِي الِانْتِفَاءِ

لڑکے کے نسب سے منکر ہونے کی وعید

٢٢٦٣ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلَى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ، فَلَيْسَتْ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ، وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللَّهُ جَنَّتَهُ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ، وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، احْتَجَبَ اللَّهُ مِنْهُ، وَفَضَحَهُ عَلَى رُءُوسِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جس وقت لعان کے سلسلہ میں آیت کریمہ نازل ہوئی تو جس خاتون نے اپنے بیٹے کو ایسی قوم میں شامل کیا کہ وہ بچہ اس قوم میں سے نہیں ہے (یعنی عورت کے زنا کرنے سے بچہ پیدا ہوا اور اس نے وہ بچہ شوہر کی جانب منسوب کیا) تو اس عورت کا اللہ کی

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٥٨

رحمت سے کسی بھی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اس عورت کو ہر گز اپنی جنت میں داخل نہیں فرمائے گا اور جو شخص ایسا ہو کہ وہ قصداً اپنی اولاد ہونے سے منکر ہو جائے تو ایسے شخص کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہیں ہو گا اللہ تعالیٰ اس کو تمام دنیا کے سامنے ذلیل کریں گے۔

سنن النسائي - الطلاق (٣٤٨١) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٦٣) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٣٨)

شرح الحديث یہ پہلے گزر چکا کہ لعان کی صورت میں لامحالہ دونوں میں سے ایک کاذب ہو گا، اس باب میں جو حدیث مصنف لائے ہیں اس میں ایسے ہی کاذب شخص کے حق میں سخت وعید مذکور ہے، جس کا مضمون ظاہر ہے، وحديث الباب أخرجه النسائي وابن ماجه قاله المنذري [1]۔

٣٠- بَابٌ فِي ادِّعَاءِ وَلَدِ الزِّنَا

زنا سے پیدا شدہ اولاد کے دعوی کا بیان

٢٢٦٤ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ سَلْمٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الذَّيَّالِ، حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا مُسَاعَاةَ فِي الْإِسْلَامِ، مَنْ سَاعَى فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَدْ لَحِقَ بِعَصَبَتِهِ، وَمَنِ ادَّعَى وَلَدًا مِنْ غَيْرِ رِشْدَةٍ فَلَا يَرِثُ، وَلَا يُورَثُ».

ترجمہ حضرت سعید بن جبیر، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں بدکاری نہیں ہے اور جس شخص نے دورِ جاہلیت میں بدکاری کی پھر اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کا نسب اس کے مولیٰ سے منسوب ہو گا۔ جب کوئی شخص کسی بچہ کے نسب کا نکاح کے بغیر دعویٰ کرے (یا ملکیت کے بغیر دعویٰ کرے) تو نہ بچہ اس کا وارث ہو گا اور نہ ہی وہ شخص بچہ کا وارث ہو گا۔

تخريج سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٦٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٢)

شرح الحديث مُسَاعَاةَ کا اطلاق زنا پر ہوتا ہے اور اصمعی اس کو مختص قرار دیتے تھے اماء کے ساتھ دون الحرائر، اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی باندیوں سے بذریعہ زنا کمائی کراتے تھے، اور ہر ایک باندی پر ایک مخصوص مقدار اجرت زنا کی مقرر کر دیا کرتے تھے، مزید برآں یہ ہوتا تھا کہ ولد الزنا کا نسب زانی سے تسلیم کیا جاتا تھا اور وہ ایسا بلا تکلف کرتے تھے اس کو عیب نہ جانتے تھے، اسلام نے آکر اس کو مٹایا جیسا کہ حدیث الباب میں ہے لَا مُسَاعَاةَ فِي الْإِسْلَامِ، پھر آگے حدیث الباب میں یہ ہے کہ جس شخص نے اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں مُسَاعَاةَ کے ذریعہ زانی نے نسب ثابت کر دیا ہو تو وہ بچہ اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گا (ہم اس سے تعرض نہ کریں گے) لیکن جو شخص اب یعنی اسلام میں ولد الزنا کے بارے میں دعویٰ کرے گا

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ٣٥٢

یعنی زانی اس کو اپنا ولد قرار دے گا (تو ایسا نہیں ہو گا) پس ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے، والحدیث أخرجه أيضا أحمد في المسند (تكملة المنهل [1])۔

٢٢٦٥ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ وَهُوَ أَشْبَعُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: «إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَضَى أَنَّ كُلَّ مُسْتَلْحَقٍ اسْتُلْحِقَ بَعْدَ أَبِيهِ الَّذِي يُدْعَى لَهُ ادَّعَاهُ وَرَثَتُهُ، فَقَضَى أَنَّ كُلَّ مَنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ يَمْلِكُهَا يَوْمَ أَصَابَهَا، فَقَدْ لَحِقَ بِمَنِ اسْتَلْحَقَهُ، وَلَيْسَ لَهُ مِمَّا قُسِمَ قَبْلَهُ مِنَ الْمِيرَاثِ شَيْءٌ، وَمَا أَدْرَكَ مِنْ مِيرَاثٍ لَمْ يُقْسَمْ فَلَهُ نَصِيبُهُ، وَلَا يَلْحَقُ إِذَا كَانَ أَبُوهُ الَّذِي يُدْعَى لَهُ أَنْكَرَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ لَمْ يَمْلِكْهَا، أَوْ مِنْ حُرَّةٍ عَاهَرَ بِهَا، فَإِنَّهُ لَا يَلْحَقُ بِهِ وَلَا يَرِثُ، وَإِنْ كَانَ الَّذِي يُدْعَى لَهُ هُوَ ادَّعَاهُ فَهُوَ وَلَدُ زِنْيَةٍ مِنْ حُرَّةٍ كَانَ أَوْ أَمَةٍ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس مسئلہ کے بارے میں فرمایا کہ جو لڑکا اپنے والد کے انتقال کے بعد اس سے ملایا جائے یعنی اس باپ سے کہ وہ لڑکا جس کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اسکے باپ کا ورثاء اس کو ملانا چاہیں، یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر وہ لڑکا باندی سے ہے کہ جس کا مالک صحبت کرنے کے وقت اس کا باپ تھا تو اس کا نسب ملانے والے شخص سے مل جائے گا لیکن اس کے ملائے جانے سے قبل جو ترکہ تقسیم ہو گیا اس ترکہ میں اس کا حصہ نہیں ہو گا البتہ جو ترکہ (ابھی) تقسیم نہیں ہوا اس ترکہ میں اس کا بھی حصہ ہو گا لیکن جب وہ باپ کہ جس سے اسکا نسب ملایا جا رہا ہے اور وہ اپنی زندگی میں اسکے نسب کا انکار کرتا رہا ہو تو ورثہ کے ملانے سے نسب نہیں ملے گا اگر وہ لڑکا ایسی باندی سے پیدا ہو کہ جس کا مالک اس کا والد نہیں تھا یا وہ لڑکا آزاد عورت سے پیدا ہو کہ جس سے اسکے والد نے زنا کیا تھا تو اس بچہ کا نسب نہیں ملے گا اور نہ وہ بچہ اس کا وارث ہو گا اگرچہ اس کے والد نے اپنی حیات میں اس کا دعویٰ کیا ہو کہ یہ میرا بچہ ہے کیونکہ وہ بچہ زنا سے پیدا شدہ ہے چاہے آزاد عورت کے پیٹ سے پیدا ہو یا باندی کے پیٹ سے۔

٢٢٦٦ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، زَادَ: «وَهُوَ وَلَدُ زِنًا لِأَهْلِ أُمِّهِ مَنْ كَانُوا حُرَّةً أَوْ أَمَةً، وَذَلِكَ فِيمَا اسْتُلْحِقَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، فَمَا اقْتُسِمَ مِنْ مَالٍ قَبْلَ الْإِسْلَامِ فَقَدْ مَضَى».

ترجمہ: محمد بن راشد سے اسی سند اور معنی کی روایت مروی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ زنا سے پیدا شدہ لڑکا اپنی والدہ کے لوگوں میں داخل ہو گا خواہ وہ آزاد عورت سے ہو یا باندی سے۔ یہ حکم اس مال میں ہے جو کہ شروع اسلام میں ہوا اور جو اسلام سے قبل تقسیم ہوا وہ گزر چکا۔

تخریج: سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٦٥) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٤٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١٩/٢)

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود ج ٤ ص ٢٦٢

شرح الأحادیث: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَضَى أَنَّ كُلَّ مُسْتَلْحَقٍ اسْتُلْحِقَ بَعْدَ أَبِيهِ الَّذِي يُدْعَى لَهُ ادَّعَاهُ وَرَثَتُهُ: اس پورے جملے میں راوی نے صرف صورۃ مسئلہ کو اپنی جانب سے بیان کیا ہے، جیسے مستفتی لکھا کرتا ہے کہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں اور پھر اس مسئلہ کو لکھتا ہے اور اسکے بعد جو عبارت آرہی ہے فَقَضَى أَنَّ كُلَّ مَنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ يَمْلِكُهَا يَوْمَ أَصَابَهَا الخ، یہ حضور اکرم ﷺ کی جانب سے جواب مسئلہ ہے، اس جواب مسئلہ میں صورت مسؤلہ کا تفصیلی جواب ارشاد فرمایا گیا ہے۔

حدیث کی عبارت کا حل: اب عبارت کا حل شروع سے لیجئے مُسْتَلْحَقٍ وہ تو مولود بچہ ہے جو زنا سے پیدا ہوا ہو، اور موت زانی وموت سید کے بعد ہر ایک کے ورثاء اس کے بارے میں جھگڑا کریں اور ہر فریق اس کا انتساب اپنی طرف کرنا چاہے، ترجمہ عبارت کا یہ ہے کہ ہر وہ مُسْتَلْحَقٍ کہ جس کے باپ کے مرنے کے بعد (باپ سے مراد بظاہر زانی) استلحاق کیا جارہا ہو آگے استلحاق کی تفسیر ہے کہ جس کے بارے میں زانی کے ورثاء دعوی کررہے ہوں۔

یہ تو ہوا صورت مسئلہ آگے حضور ﷺ کی جانب سے اس کا فیصلہ مذکور ہے وہ یہ کہ ہر وہ بچہ جو واطی کی امۃ مملوکہ سے ہوگا جس دن کہ اس نے اس سے وطی کی تھی تو اس کا استلحاق جس سے کیا جارہا ہے یعنی سید سے وہ ہو جائے گا، اور جو میراث اس استلحاق سے قبل تقسیم ہو چکی ہوگی اس میں اس ولد کا کوئی حصہ نہ ہوگا، اور جو میراث ایسی ہو کہ جو ابھی تک تقسیم نہیں کی گئی (اور اس اثناء میں اس بچہ کا استلحاق اس کے سید سے کر دیا گیا) اس صورت میں اس میراث میں اس بچہ کا حصہ ہوگا۔

وَلَا يَلْحَقُ إِذَا كَانَ أَبُوهُ الَّذِي يُدْعَى لَهُ أَنْكَرَهُ: یہ جملہ حکم ماقبل کی شرط ہے یعنی امۃ موطوءہ مملوکہ سے پیدا ہونے والے بچہ کا استلحاق مولی سے ثابت اس شرط کے ساتھ ہوگا جب کہ اس نے اپنی زندگی میں اس بچہ کا انکار نہ کیا ہو، اور اگر انکار کرچکا ہوگا تو پھر ورثہ مولی کے ادعاء سے استلحاق نہ ہوگا۔

وَإِنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ لَمْ يَمْلِكْهَا: یعنی اگر وہ نومولود بچہ واطی کی غیر مملوکہ باندی سے ہوگا یعنی مزنیہ سے یا ایسی حرہ سے ہوگا جس کے ساتھ اس نے زنا کیا تھا تو ان دونوں صورتوں میں (امۃ غیر مملوکہ مزنیہ اور حرۂ مزنیہ سے) اس کا استلحاق صحیح نہ ہوگا (اسلئے کہ اسلام میں زانی سے نسب ثابت نہیں ہوتا)۔

وَإِنْ كَانَ الَّذِي يُدْعَى لَهُ هُوَ ادَّعَاهُ: یہ إِنْ وصلیہ ہے، یعنی اگرچہ اس شخص نے جس کے ساتھ اس بچہ کا استلحاق کیا جارہا ہے اپنی زندگی میں اس بچہ کا دعوی کیا ہو۔

فَهُوَ وَلَدُ زِنْيَةٍ مِنْ حُرَّةٍ، كَانَ أَوْ أَمَةٍ: پس یہ بچہ ولد الزنا ہوگا مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں، لہذا کسی سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا، احادیث میں ثابت النسب بچہ کو ولد رشدہ اور غیر ثابت النسب کو ولد زنیہ سے تعبیر کیا گیا ہے اس حدیث کے ذیل میں۔

اہل جاہلیت کی خراب عادت: امام خطابیؒ معالم السنن میں فرماتے ہیں: اہل جاہلیت کیلئے ایسی باندیاں ہوتی تھیں

جوان کے لئے ناجائز کمائی کرتی تھیں، اور یہ وہی بغایا ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں فرمایا ہے: وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا [1]، اور ہوتا یہ تھا کہ ان باندیوں کے مالک بھی ان سے وطی کرتے تھے اور پرہیز نہیں کرتے تھے، تو اس صورت میں جب اس باندی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ اس بچہ کا زانی بھی دعوی دار ہو جاتا تھا اور سید بھی، تو اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کا فیصلہ سید کیلئے کیا، اسلئے کہ امۃ اس سید کی فراش ہے مثل حرہ کے، اور نفی فرمادی آپ نے اسکی زانی سے [2]، والحديث أخرجه أيضا أحمد (تكملة المنهل [3])۔

۳۱۔ بَابٌ فِي الْقَافَةِ

علم قیافہ جاننے سے متعلق

قَافَةِ قائف کی جمع ہے، قائف وہ شخص ہے جو آثار و علامات دیکھ کر فروع کو اصول کے ساتھ لاحق کر دے کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے یا اس کا بھائی ہے، ہمارے یہاں اس کو قیافہ شناس کہتے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ قائف کا قول شرعاً معتبر ہے یا نہیں جیسا کہ آگے شرح حدیث میں آرہا ہے۔

۲۲۶۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، الْمَعْنَى، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، - قَالَ مُسَدَّدٌ: وَابْنُ السَّرْحِ - يَوْمًا مَسْرُورًا، - وَقَالَ عُثْمَانُ: - تُعْرَفُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ، فَقَالَ: "أَيْ عَائِشَةُ، أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ رَأَى زَيْدًا، وَأُسَامَةَ قَدْ غَطَّيَا رُءُوسَهُمَا بِقَطِيفَةٍ، وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «كَانَ أُسَامَةُ أَسْوَدَ، وَكَانَ زَيْدٌ أَبْيَضَ».

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہشاش بشاش تشریف لائے۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے خوشی کے آثار دور سے معلوم ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم کو خبر نہیں کہ مجزز مدلجی (نامی ایک قیافہ جاننے والے شخص) نے حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو دیکھا دونوں نے چادر سے اپنا سر چھپالیا تھا اور ان کے پیر کھلے ہوئے تھے اور اس نے کہا کہ یہ پیر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ اسامہ کا رنگ کالا تھا اور حضرت زیدؓ کا سفید رنگ تھا۔

۲۲۶۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَأَسَارِيرُ وَجْهِهِ لَمْ يَحْفَظْهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَسَارِيرُ وَجْهِهِ هُوَ تَدْلِيسٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ، لَمْ

---

[1] اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے اگر وہ چاہیں قید سے رہنا (سورۃ النور ۳۳)

[2] معالم السنن ـ ج ۳ ص ۲۷۳ ـ ۲۷۴

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود ـ ج ٤ ص ٢٦٤

يَسْمَعْهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ إِنَّمَا سَمِعَ الْأَسَارِيرَ مِنْ غَيْرِهِ، قَالَ: وَالْأَسَارِيرُ فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ، وَغَيْرِهِ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ صَالِحٍ، يَقُولُ: «كَانَ أُسَامَةُ أَسْوَدَ شَدِيدَ السَّوَادِ مِثْلَ الْقَارِ، وَكَانَ زَيْدٌ أَبْيَضَ مِثْلَ الْقُطْنِ».

ترجمہ: ابن شہاب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی لکیریں بوجہ خوشی کے روشن ہونے لگیں۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٣٦٢) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٢٥) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٨٨) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٨٩) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٥٩) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٩٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٩٤) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٦٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٤٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٨٢)

شرح الاحادیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پاس حضور اقدس ﷺ تشریف لائے، نہایت مسرور تھے، آپ کی پیشانی کے خطوط خوشی کی وجہ سے پہچانے جارہے تھے، یعنی چمک رہے تھے اور فرمانے لگے کہ اے عائشہؓ! تمہیں خبر بھی ہے آج کیا واقعہ پیش آیا؟ وہ یہ کہ مجزز مدلجی [1] نے (یہ ایک مشہور قائف تھا) اسامہؓ اور زیدؓ جبکہ دونوں چادر اوڑھے لیٹے تھے سر اور چہرہ سب ڈھکا ہوا تھا، صرف ان کے اقدام کھلے ہوئے تھے تو اس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ، کہ بلاشک یہ قدم باپ بیٹوں کے ہیں۔

آگے امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: كَانَ أُسَامَةُ أَسْوَدَ شَدِيدَ السَّوَادِ مِثْلَ الْقَارِ، وَكَانَ زَيْدٌ أَبْيَضَ مِثْلَ الْقُطْنِ، یعنی ان دونوں باپ بیٹوں کا رنگ بالکل مختلف تھا اسامہؓ بالکل سیاہ فام تھے اور زیدؓ گورے چٹے لکھا ہے کہ حضرت اسامہؓ کی والدہ ام ایمنؓ جن کا نام برکہ تھا حبشیہ سیاہ فام تھیں، چنانچہ اسی وجہ سے مشرکین نسب اسامہؓ میں شک کرتے تھے اور عیب لگاتے تھے۔

جمہور کا اس حدیث سے استدلال: یہاں پر حضور اقدس ﷺ کی مسرت کی وجہ ظاہر ہے وہ یہ کہ قائف کا قول اگرچہ شرعاً حجت نہیں لیکن جو لوگ نسب اسامہؓ میں طعن کرتے تھے یعنی مشرکین ان کے نزدیک قائف کا قول حجت ہوتا تھا، خصوصاً جبکہ وہ قائف بھی ان ہی کا آدمی تھا، لیکن بہت سے شراح شافعیہ وغیرہ نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے اس پر کہ قائف کا قول انساب کے بارے میں معتبر [2] ہے اور یہ کہ اس کے قول کو اثبات نسب میں دخل ہے، ورنہ حضور ﷺ اس کے قول پر کیوں خوش ہوتے؟ لیکن اس کا جواب تقریر بالا سے ظاہر ہے، بہر حال ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قائف کا قول

---

[1] مجزز میم کے ضمہ اور جیم کے فتحہ اور زائے مشددہ کے کسرہ کے ساتھ ہے اور ایک روایت میں زا کا فتحہ بھی منقول ہے یعنی المجزَّز اور کہا گیا ہے کہ یہ لفظ المحرز حاء مہملہ کے سکون اور راء کے ساتھ ہے والصواب الاول، اور مدلجی نسبت ہے قبیلہ بنو مدلج کیطرف اس قبیلہ میں اور قبیلہ بنو اسد میں علم قیافہ کا فن عربوں کے نزدیک مشہور و معروف تھا اھ (تکملۃ المنھل - ج ٤ ص ٢٦٦-٢٦٧)

[2] ایسے ہی ان حضرات نے اس سے بھی استدلال کیا ہے جو قصہ لعان میں حضور ﷺ کا ارشاد وارد ہے کہ اگر بچہ اس رنگ اور اس شکل کا ہو تو زوج کا ہے اور اگر ایسی صورت شکل کا ہو تو زانی کا ہے، اس کا جواب ہماری طرف سے دیا گیا ہے کہ آپ نے یہ بات علم قیافہ کی رو سے نہیں فرمائی تھی اور نہ آپ ﷺ قائف تھے بلکہ یہ بات آپ ﷺ نے بحکم وحی فرمائی تھی، نیز اگر قیافہ شرعاً معتبر ہوتا تو لعان کی پھر کیا ضرورت تھی بلکہ قائف کے قول کا اعتبار کیا جاتا، (من البذل - ج ١٠ ص ٤٢٩)

معتبر ہے، اور امام مالکؒ سے ایک روایت یہ ہے یعتبر فی الاماء دون الحرائر، اور دوسری روایت ان سے یہ ہے یعتبر مطلقاً۔ قول قائف کے معتبر ہونے کی مثال بذل المجہود میں فقہاء کے کلام سے نقل کی ہے، اس کی ایک مثال خود یہاں آئندہ باب میں آرہی ہے، والحدیث أخرجه أيضاً باقي السبعة إلا الترمذي (تكملة المنهل [1])۔

۳۲۔ بَابُ مَنْ قَالَ بِالْقُرْعَةِ إِذَا تَنَازَعُوا فِي الْوَلَدِ

ایک بچہ کے کئی دعویدار ہوں تو قرعہ اندازی کی جائے

۲۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَجْلَحِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْخَلِيلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: إِنَّ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ أَتَوْا عَلِيًّا، يَخْتَصِمُونَ إِلَيْهِ فِي وَلَدٍ، وَقَدْ وَقَعُوا عَلَى امْرَأَةٍ فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ: لِاثْنَيْنِ مِنْهُمَا طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا فَغَلَيَا، ثُمَّ قَالَ: لِاثْنَيْنِ طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا فَغَلَيَا، ثُمَّ قَالَ: لِاثْنَيْنِ طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا فَغَلَيَا، فَقَالَ: أَنْتُمْ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ، إِنِّي مُقْرِعٌ بَيْنَكُمْ فَمَنْ قَرَعَ فَلَهُ الْوَلَدُ، وَعَلَيْهِ لِصَاحِبَيْهِ ثُلُثَا الدِّيَةِ، فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَجَعَلَهُ لِمَنْ قَرَعَ، «فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَضْرَاسُهُ أَوْ نَوَاجِذُهُ».

ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اسی وقت یمن سے ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یمن میں ایک لڑکے کے بارے میں تین اشخاص حضرت علیؓ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے اور ان تینوں نے ایک ہی طہر میں ایک عورت سے صحبت کی تھی۔ آپ نے دونوں کو ان میں سے علیحدہ کر کے کہا کہ تم دونوں یہ لڑکا تیسرے شخص کو دے دو۔ ان لوگوں نے یہ بات نہیں مانی اور وہ لوگ چیخے۔ پھر آپ نے اُن میں سے دوسرے دو کو الگ کر کے یہی فرمایا: انہوں نے نہیں مانا اور وہ لوگ چیخ و پکار کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: تم جھگڑا کرنے والے شرکاء میں تو اس معاملہ میں قرعہ اندازی کروں گا جس شخص کے نام پر قرعہ نکلے وہ لڑکا لے لے اور اپنے دونوں رفقاء کو ایک ایک تہائی دیت ادا کرے۔ پھر آپ نے قرعہ ڈالا اور قرعہ جس کے نام نکلا آپ نے وہ لڑکا اُسی کو دلوا دیا۔ یہ بات سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں کھل گئیں۔

تخریج: سنن النسائي-الطلاق(۳٤۸۸) سنن النسائي-الطلاق(۳٤۹۰) سنن أبي داود-الطلاق(۲۲٦۹) سنن ابن ماجه-الأحكام(۲۳٤۸)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک شخص یمن سے آیا (اور اس نے آکر حضرت علیؓ کے ایک فیصلہ کو نقل کیا) اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ تین شخص یمنی حضرت علیؓ کے پاس آئے جو اس بچہ کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو ان تینوں کی وطی سے طہر واحد میں پیدا ہوا تھا یعنی ایسی باندی سے جو ان تینوں کے درمیان مشترک تھی،

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٦٧

حضرت علیؓ نے اپنے فیصلہ کی ابتداء اس طرح کی کہ ان تین میں سے دو سے یہ فرمایا کہ تم دونوں بطیب خاطر اس بچہ کو تیسرے شخص کو دے دو، اس پر وہ بھڑک اٹھے اور راضی نہ ہوئے اس کے بعد انہوں نے دوسرے دو کو لیا اور ان سے بھی یہی کہا وہ بھی راضی نہ ہوئے، اسکے بعد پھر تیسری مرتبہ دو کو لیا وہ بھی راضی نہ ہوئے، حضرت علیؓ نے فرمایا: أَنْتُمْ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ، کہ تم سب جھگڑالو ہو، اب میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں جس کا نام قرعہ میں نکل آئے گا یہ ولد اسی کے لئے ہوگا اور اس پر اپنے دونوں ساتھیوں کے لئے دو ثلث باندی کی قیمت کے ہوں گے، ہر ایک کے لئے ایک ایک ثلث، چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی، اور قرعہ میں جس کا نام نکلا تھا وہ بچہ اس کو دے دیا گیا۔

آگے روایت میں ہے کہ یہ قصہ سنکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنسے، یعنی ان کی ذکاوت اور سمجھ پر۔

مسئلة الباب میں ائمه کا اختلاف: مذکورہ بالا صورت میں مسئلہ اختلافی ہے، اسحاق بن راہویہؒ اور امام شافعیؒ فی روایۃ، اس مسئلہ میں قرعہ اندازی ہی کے قائل ہیں اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فی روایۃ و احمد اس مسئلہ میں قیافہ کے قائل ہیں، امام احمدؒ سے منقول ہے: حديث القافة أحب إلي من حديث ابن ارقم اور حنفیہ تو چونکہ نہ قرعہ کے قائل ہیں نہ قیافہ کے اس لئے ان کے نزدیک اس صورت میں وہ ولد تینوں کے درمیان مشترک ہوگا، نیز یہ بھی جاننا چاہئے کہ یہ تینوں شخص تعزیر کے مستحق ہوں گے کیونکہ یہ وطی حرام ہے مگر شبهة الملك کی وجہ سے نسب ثابت ہو جائیگا اور کسی شخص پر حد واجب نہ ہوگی، اس حدیث کا جواب حنفیہ کی طرف تو یہ ہے کہ ان کے نزدیک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قرعہ منسوخ ہو چکا ہے لیکن جمہور علماء توجیت قرعہ کے قائل ہیں ان سے یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ان حضرات نے اس حدیث کو کیوں نہیں اختیار کیا، اور یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کی یہ قضا اجتہاداً تھی، پس یہ فیصلہ ان کا قضایا وقتیہ میں سے تھا بطریق صلح کے یشیر الیه ضحکه صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ بات اپنے مقام پر آئے گی کہ قاضی کو خصمین کے درمیان صلح کرانے کا بھی حق ہے اور حضرتؒ نے بذل میں بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اھ[1]۔ بظاہر مراد یہ ہے کہ غیر قوی ہے اس لئے کہ مصنف نے اس واقعہ کو دو طریق سے ذکر کیا ہے، بطریق الاجلح عن الشعبی اور بطریق سلمہ بن کہیل عن الشعبی، جیسا کہ یہ روایت اس کے بعد آرہی ہے، اور ان دونوں کی روایت میں کافی فرق ہے، چنانچہ آنے والی روایت میں مصنفؒ فرمارہے ہیں: لَمْ يَذْكُرِ الْيَمَنَ، وَلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا قَوْلَهُ: طِيبَا بِالْوَلَدِ، لہذا اس اختلاف کی وجہ سے حدیث میں ضعف آگیا، والله تعالى أعلم بالصواب، والحديث أخرجه أحمد والنسائي (تكملة المنهل[2])۔

۲۲۷۰ حَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٠ ص ٤٣١

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٧٣

خيرٍ، عن زيدِ بنِ أرقمَ قال: أُتِيَ عليٌّ رضي الله عنه بثلاثةٍ، وهو باليمنِ وقعوا على امرأةٍ في طُهرٍ واحدٍ، فسأل اثنينِ: أتُقِرّانِ لهذا بالولدِ؟ قالا: لا. حتى سألهم جميعًا، فجعل كلما سأل اثنين، قالا: لا. فأقرع بينهم فألحق الولد بالذي صارت عليه القرعةُ، وجعل عليه ثُلُثَيِ الدِّيةِ. قال: «فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فضحك حتى بدت نواجذُه».

ترجمہ: خشیش بن اصرم، عبد الرزاق، ثوری، صالح الہدانی، شعبی، عبد خیر، زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ علیؓ کی خدمت میں یمن میں تین افراد آئے کہ جنہوں نے ایک (ہی) عورت سے ایک طہر میں صحبت کی تھی۔ آپ نے دو دو کو علیحدہ کر کے دریافت فرمایا: کیا تم تیسرے کیلئے اس لڑکے کا اقرار کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے تینوں آدمیوں سے معلوم فرمالیا۔ اس کے بعد قرعہ ڈالا کہ قرعہ جس شخص کے نام پر نکلا لڑکے کو اُسی کو دلوادیا۔ اور ان دونوں کو ایک ایک تہائی دیت اس شخص سے دلوائی۔ رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھیں مبارک کھل گئیں۔

۲۲۷۱ - حدثنا عبيدُ الله بنُ معاذٍ، حدثنا أبي، حدثنا شعبةُ، عن سلمةَ، سمع الشعبيَّ، عن الخليلِ أو ابنِ الخليلِ، قال: أُتِيَ عليٌّ رضي الله عنه في امرأةٍ ولدت من ثلاثةٍ، نحوَه لم يذكرِ اليمنَ، ولا النبيَّ صلى الله عليه وسلم، ولا قولَه طِيبًا بالولدِ.

ترجمہ: خلیل یا ابن خلیل کی حضرت علیؓ سے موقوفاً روایت ہے اور اس روایت میں نہ تو یمن کا اور نہ رسول اکرم ﷺ کا اور نہ ہی حضرت علیؓ کے جملہ: طِيبًا بالولدِ کا تذکرہ ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الطلاق (٣٤٨٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٩٠) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٧٠) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٤٨)

۳۳ - بابٌ في وُجوهِ النِّكاحِ التي كان يتناكحُ بها أهلُ الجاهليةِ

ایام جاہلیت کے نکاحوں کا بیان

۲۲۷۲ - حدثنا أحمدُ بنُ صالحٍ، حدثنا عنبسةُ بنُ خالدٍ، حدثني يونسُ بنُ يزيدَ، قال: قال محمدُ بنُ مسلمِ بنِ شهابٍ: أخبرني عروةُ بنُ الزبيرِ، أن عائشةَ رضي الله عنها زوجَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم أخبرته، "أن النكاحَ كان في الجاهليةِ على أربعةِ أنحاءٍ: فنكاحٌ منها: نكاحُ الناسِ اليومَ، يخطبُ الرجلُ إلى الرجلِ وليَّتَه فيُصدِقُها، ثم ينكِحُها. ونكاحٌ آخرُ كان الرجلُ يقولُ لامرأتِه إذا طهُرت من طمثِها: أرسلي إلى فلانٍ فاستبضعي منه، ويعتزلُها زوجُها، ولا يمسُّها أبدًا حتى يتبيَّنَ حملُها من ذلك الرجلِ الذي تستبضعُ منه، فإذا تبيَّن حملُها أصابها زوجُها إن أحبَّ، وإنما يفعلُ ذلك رغبةً في نجابةِ الولدِ. فكان هذا النكاحُ يُسمّى نكاحَ الاستبضاعِ. ونكاحٌ آخرُ يجتمعُ الرهطُ دونَ العشرةِ، فيدخلون على المرأةِ كلُّهم يصيبُها. فإذا حملت ووضعت، ومرَّ ليالٍ بعد أن تضعَ حملَها، أرسلت إليهم فلم يستطعْ رجلٌ منهم أن يمتنعَ حتى يجتمعوا عندَها، فتقولُ لهم: قد عرفتُم الذي كان من أمرِكم وقد ولدتُ، وهو ابنُك يا فلانُ. فتُسمّي من أحبَّت منهم باسمِه، فيلحقُ به ولدُها. ونكاحٌ رابعٌ يجتمعُ الناسُ الكثيرُ، فيدخلون على المرأةِ لا تمتنعُ ممن جاءها وهنَّ البغايا كُنَّ ينصِبنَ على أبوابِهنَّ راياتٍ يكُنَّ علمًا لمن

أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ. فَإِذَا حَمَلَتْ فَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا، وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ، ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَهُ، وَدُعِيَ ابْنَهُ لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ. فَلَمَّا بَعَثَ اللهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ نِكَاحَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ الْيَوْمَ".

ترجمہ عروہ بن زبیر، اماں عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ دورِ جاہلیت میں چار طریقوں پر نکاح ہوا کرتا تھا۔ ① ایک طریقہ تو ایسا ہے کہ جس طریقہ پر آج کے دور میں نکاح ہوتا ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کی لڑکی یا اسکی ہمشیرہ کو پیغام دیتا ہے وہ مہر مقرر کرتا ہے اور اس شخص سے نکاح کر دیتا ہے۔ ② اور ایک نکاح اس طریقہ پر ہوتا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جب وہ عورت حیض سے پاک ہو جاتی کہتا کہ فلاں شخص کو بلا بھیجو اور اس سے ہمبستری کرو پھر وہ شوہر اس عورت سے علیحدہ رہتا اور اس سے کبھی بھی صحبت نہ کرتا جب تک کہ اس کو علم نہ ہو جاتا کہ وہ عورت اس سے حاملہ ہو چکی ہے جس سے اس نے جماع کرایا تھا۔ جب علم ہو جاتا کہ وہ عورت حاملہ ہو گئی ہے تو اس وقت اگر شوہر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا اور یہ طریقہ اس وجہ سے اختیار کرتے تاکہ لڑکا خوبصورت، طاقتور اور عمدہ ہو تو وہ لوگ کسی شریف النفس اور خوبصورت شخص کے پاس عورت کو بھیج دیتے جو کہ خاندانی اور اچھے اعلیٰ نسب کا شخص ہوتا تاکہ اس شخص سے نطفہ حاصل کریں تاکہ اپنے خاندان میں بھی ویسی ہی ولادت ہو اس نکاح کو نکاح استبضاع کہا کرتے تھے۔ ③ اور ایک تیسری قسم کے نکاح کا طریقہ یہ تھا کہ آٹھ دس مرد ایک عورت کے پاس آتے جاتے، ان میں سے ہر ایک شخص اس عورت سے جماع کرتا جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور اس کے بچہ پیدا ہوتا تو بچہ پیدا ہونے کے کچھ دن کے بعد وہ عورت ان سب کو بلا بھیجتی کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا تھا جب وہ سب کے سب اکٹھے ہو جاتے تو وہ عورت ان لوگوں سے کہتی کہ تم لوگ اپنا حال خوب جانتے ہو اور اب میرے بچہ پیدا ہوا ہے اور تم میں سے فلاں شخص کا یہ بچہ ہے وہ عورت جس شخص کا نام لے دیتی پھر وہ بچہ اس کا شمار ہوتا۔ ④ اور ایک چوتھی قسم کا نکاح یہ تھا کہ بہت سے مرد ایک عورت کے پاس آیا جایا کرتے وہ عورت کسی شخص کو منع نہ کرتی اور ایسی عورت کو بغایا سے تعبیر کرتے (یعنی اس عورت کو رنڈی یا زانیہ کہا جاتا) اور ان عورتوں کے گھروں پر جھنڈے لگے رہتے یہی علامت تھی جو شخص چاہتا وہ ان عورتوں کے پاس چلا جاتا۔ جب وہ عورت حمل سے ہو جاتی اور اس کے بچہ پیدا ہوتا تو اس عورت کے سب آشنا اکٹھا ہوتے اور قیافہ جاننے والوں کو بلاتے اس کے بعد وہ قیافہ شناس جس کا لڑکا بتلاتے اس لڑکے کو اس شخص سے ملاتے (یعنی اسی کی طرف منسوب کرتے) وہ شخص کچھ نہ بولتا جب اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو پیغمبر برحق بنا کر مبعوث فرمایا تو انہوں نے دورِ جاہلیت کے نکاحوں کو باطل فرما دیا اور وہی نکاح باقی رہ گیا جو کہ مسلمانوں میں مروج ہے (اور باقی تمام قسم کے نکاح کو اسلام میں ختم اور منسوخ کر دیا گیا)۔

تخریج صحيح البخاري - النكاح (٤٨٣٤) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٧٢)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ جو کہ بڑی عالمہ تھیں زمانہ جاہلیت تک کے احوال سے واقفیت رکھتی تھیں ان کے بھانجے حضرت عروہ ان سے نقل کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح چار قسم کے ہوتے تھے، پھر آگے ان چاروں کا تفصیلی بیان ہے: ① ایک

تو وہ نکاح جو آج کل لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ آدمی لڑکی کے ولی کی طرف پیغام نکاح بھیجتا ہے اور اسکی منظوری کے بعد باقاعدہ مہر مقرر کر کے نکاح ہو جاتا ہے اب آگے ان تین نکاحوں کا بیان ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھے، ② خاوند اپنی بیوی سے کہتا کہ فلاں قبیلہ کے فلاں شخص کے پاس جا کر تو اس سے وطی کرالے، چنانچہ وہ ایسا کرا کر آجاتی، اب جب تک استقرار حمل ظاہر نہ ہوتا اس کے پاس نہ جاتا، اور ظہور حمل کے بعد اگر وہ چاہتا تو اس سے خود بھی صحبت کرتا وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الْوَلَدِ، یعنی نجابت ولد کے حرص میں وہ ایسا کرتا تھا کیونکہ جس کے پاس وہ وطی کرانے کیلئے بھیجتا تھا وہ اس کے نزدیک اونچے اور اچھے خاندان کا فرد ہوتا تھا عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس نکاح کا نام اس زمانہ میں نکاح الاستبضاع تھا، ③ ایک قسم نکاح کی یہ تھی کہ دس آدمیوں سے کم کی جماعت اکٹھے ہو کر کسی زانیہ کے یہاں جا کر اس سے وطی کرتی، پھر جب اسکے حمل ٹھہر جاتا اور بچہ کی ولادت ہو جاتی اور وضع حمل کے بعد چند دن گزر جاتے تو یہ مزنیہ ان لوگوں کو آدمی بھیج کر بلاتی، کسی کو مجال نہ ہوتی انکار کرنے کی اور سب اسکے یہاں آکر جمع ہو جاتے، انکے جمع ہو جانے کے بعد وہ عورت ان سب کو خطاب کر کے کہتی کہ میرے اور تمہارے درمیان جو عمل ہوا تھا تم سب اس کو جانتے ہو، اور یہ دیکھو یہ بچہ پیدا ہوا ہے، اور ان حاضرین میں سے جس کیلئے وہ چاہتی اس سے کہتی "ھو ابنك یا فلان"، بس پھر وہ بچہ اسی کا ہو جاتا، اس کے بعد مجلس ختم سب اٹھ کر چلے جاتے، ④ چوتھی قسم بھی اسی طرح ہے کہ بہت سے لوگ (جن میں دس سے کم ہونے کی قید نہیں تھی) طوائف میں سے کسی طوائف کے یہاں جاتے، جا کر اس سے صحبت کرتے، اسکے بعد بچہ پیدا ہوتا تو یہ سب لوگ کسی قائف کو بلاتے، پھر قائف کے فیصلہ کے مطابق اس بچہ کو ان میں سے کسی ایک کا قرار دے دیا جاتا اور اس میں کسی کو اختلاف نہ ہوتا، جس عورت کے پاس جانے کا اس قسم میں ذکر ہے ان کے بارے حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں: وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ يَكُنَّ عَلَمًا لِمَنْ أَرَادَهُنَّ، بغایا بغی کی جمع ہے بمعنی زانیہ (رنڈی) فرماتی ہیں یہ عورت ان بغایا میں سے ہوتی جن کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کے دروازوں پر علامت کے طور پر جھنڈے گاڑ لیتی ہیں تا کہ اس علامت کو دیکھ کر جو ان کے پاس جانا چاہے چلا جائے۔

فَلَمَّا بَعَثَ اللهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ نِكَاحَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ الخ: حضور ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد نکاح کی ان سب قسموں کو مٹا دیا بجز نکاح اہل اسلام کے جو اب ہو رہا ہے، فالحمد لله الذی هدانا للاسلام واعزنا ببعثة النبی صلی الله علیه وسلم، والحدیث أخرجه أیضًا البخاری والدارقطنی (تکملة المنهل [1])۔

۳۴۔ بَابُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

بچہ اُسی کا شمار ہوگا کہ جس کی بیوی یا باندی ہے

یہ اسلام کا بنیادی قاعدہ وضابطہ ہے ثبوت نسب کے سلسلہ میں، زمانہ جاہلیت میں زنا کثرت سے رائج تھا نہ وہ اس کو حرام سمجھتے نہ

[1] فتح الملك المعبود تکملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٧٨

کوئی عیب کی بات، زانی برملا کہدیا کرتا کہ فلاں عورت کے اگر بچہ پیدا ہوگا تو وہ میرا ہوگا اور وہ لوگ ولد الزنا کا نسب زانی سے باقاعدہ تسلیم کرتے اور اس کو اس کا باپ قرار دیتے، اسلام نے اس طریق جاہلیت کو باطل اور پامال کیا اور آپ ﷺ نے صاف طور پر فرمایا: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

شرح حدیث: عورت پر فراش کا اطلاق کیا جاتا ہے خواہ وہ اس کی زوجہ ہو یا امۃ موطوءۃ، مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص کیلئے زوجہ یا ایسی باندی ہو جس سے وہ وطی کرتا ہو بشرطیکہ وہ زوجہ اور امۃ اس کی فراش بن چکی ہو اور پھر وطی کے بعد مدت امکان ولد میں جو کم از کم چھ ماہ ہے اس کے بچہ پیدا ہو تو ایسے بچہ کا نسب صاحب فراش سے ثابت ہوگا خواہ وہ بچہ اپنے والدین میں سے کسی ایک سے شکل وصورت میں مشابہ ہو یا نہ ہو، اب رہی یہ بات کہ عورت مرد کی فراش کب کہلاتی ہے یہ تفصیل طلب ہے، ہم نے شروع میں کہا تھا کہ فراش سے مراد یا زوجہ ہے یا امۃ موطوءۃ، پس زوجہ کی فراشیت کا تحقق تو نفس عقد ہی سے ہو جاتا ہے، عند الحنفیہ اور عند الجمہور عقد سے ہوتا ہے بشرط امکان الوطی، والافلا، اور حنفیہ کے نزدیک امکان وطی شرط نہیں، نکاح کے بعد زوجین کے درمیان مشرق ومغرب کا بھی اگر فرق ہو اور پھر مدت امکان یعنی نکاح کے چھ ماہ کے بعد ولادت ولد ہو تو نسب ثابت ہو جائیگا، اور عند الجمہور بغیر شرط مذکور کے نہ ہوگا، واما فراشیۃ الامۃ سو عند الجمہور وہ ثابت ہو جاتی ہے نفس وطی سے، یعنی وطی مولی، اور حنفیہ کے نزدیک نفس وطی سے نہیں بلکہ بعد ولادۃ الولد والحاقہ بہ یعنی اس باندی کے مولی کے وطی کرنے کے بعد جب بچہ پیدا ہو جائے اور وہ اس کے بارے میں اقرار کرلے کہ یہ میرا بچہ ہے ان دو چیزوں کے مجموعہ کے بعد باندی کی فراشیت ثابت ہوتی ہے۔

فراش کی قسمیں: مزید تفصیل کیلئے جاننا چاہئے کہ فقہاء نے فراش کی تین قسمیں قرار دی ہیں، قوی، متوسط، اور ضعیف، اول کا مصداق زوجہ منکوحہ ہے، منکوحہ فراش قوی ہے، منکوحہ میں اگر بچہ مدت امکان ولد میں پیدا ہو تو خود بخود اس کا نسب ثابت ہو جاتا ہے ادعاء زوج کی بھی حاجت نہیں بلکہ نفی سے بھی منتفی نہیں ہوتا، الا یہ کہ لعان کی نوبت آجائے تب نسب باپ سے منتفی ہوتا ہے، دوسرا فراش متوسط کا مصداق ام ولد ہے یعنی جب ایک مرتبہ اپنی امۃ موطوءۃ سے بچہ پیدا ہو گیا اور مولی نے اس کا اقرار بھی کرلیا تو یہ باندی اس کی ام ولد ہو گئی اب اگر دوبارہ اس کے یہاں ولادت ہو گئی تو اس بچہ کا نسب بدون اقرار کے بھی ثابت ہو جائے گا لیکن نفی کرنے سے بغیر لعان کے منتفی ہو جائیگا، تیسری قسم فراش ضعیف کا مصداق امۃ مملوکۃ موطوءۃ ہے جس کے پہلی بار بچہ پیدا ہو رہا ہو، یہاں ثبوت نسب کے لئے مولی کا اقرار ضروری ہے اور نفی سے منتفی ہو جاتا ہے۔

۲۲۷۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ: أَوْصَانِي أَخِي عُتْبَةُ إِذَا قَدِمْتُ مَكَّةَ أَنْ أَنْظُرَ إِلَى ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ فَإِنَّهُ ابْنُهُ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي ابْنُ أَمَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي، فَرَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ. فَقَالَ: «الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي عَنْهُ يَا سَوْدَةُ». زَادَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ، وَقَالَ: «هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ».

ترجمہ سعید بن جبیر، مسدد بن مسرہد، سفیان، زہری، عروہ، اماں عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کے سلسلہ میں جھگڑا کیا۔ حضرت سعدؓ نے بیان کیا کہ میرے بھائی عتبہ نے وصیت کی تھی کہ میں جب مکّہ معظمہ آؤں تو میں اس باندی کے لڑکے کو لے جاؤں کیونکہ وہ میرا لڑکا ہے۔ عبد بن زمعہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی ہے اور وہ میرے والد کی باندی سے پیدا شدہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے جب اس لڑکے کو دیکھا تو وہ لڑکا حضرت عتبہ کے قطعی طور پر ہم شکل تھا آپ ﷺ نے فرمایا لڑکا بستر والے کا ہے (یعنی لڑکا شوہر کی طرف منسوب ہو گا) اور زانی کیلئے پتھر ہیں اور آپ نے فرمایا: اے سودہ! تم اس بچہ سے پردہ کیا کرو۔ مسدد نے یہ اضافہ کیا کہ آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! وہ تمہارا بھائی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (١٩٤٨) صحيح البخاري - البيوع (٢١٠٥) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٩) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٦) صحيح البخاري - الوصايا (٢٥٩٤) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٥٢) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٦٨) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٨٤) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣١) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٦٠) صحيح مسلم - الرضاع (١٤٥٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٨٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٨٧) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٧٣) سنن ابن ماجه - النكاح (٢٠٠٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤٧/٦) موطأ مالك - الأقضية (١٤٤٩) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٣٦) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٣٧)

شرح الحدیث اس حدیث عائشہؓ کی شرح اور مضمون یہ ہے کہ زمعہ جو حضرت سودۃ ام المومنینؓ کے والد تھے جن کا اسلام بھی ثابت نہیں ان کی ایک باندی تھی جس سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کافر بھائی یعنی عتبہ بن ابی وقاص نے زنا کیا تھا، پھر فتح مکہ والے سال حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مکہ مکرمہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ مجھ کو میرے بھائی عتبہ نے وصیت کی تھی کہ جب میں مکہ آؤں تو زمعہ کی باندی کا جو بیٹا ہے اس کو لے کر اس پر قبضہ کر لوں اس لئے کہ وہ میرا بیٹا ہے، مقصد ان کا حضور ﷺ سے عرض کرنے کا یہ تھا کہ امۃ زمعہ کے بیٹے کو ان کو دے دیا جائے، دوسری جانب حضرت سودہؓ کے بھائی عبد بن زمعہ کھڑے ہوئے انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یہ بچہ تو میرا بھائی ہے میرے باپ کی باندی سے پیدا ہوا ہے، آگے روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس بچہ کو بین طور پر عتبہ کے مشابہ پایا یعنی زانی کے مشابہ، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس مقدمہ کا فیصلہ یہ فرمایا اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، فراش سے مراد صاحب فراش جس کا مصداق اس واقعہ میں زمعہ ہے یعنی آپ ﷺ نے اس بچہ کو زمعہ کا قرار دیا اور عبد بن زمعہ کا بھائی جیسا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میرا بھائی ہے، لیکن اس قانون کے مطابق فیصلہ کے بعد بھی آپ ﷺ نے فرمایا: اِحْتَجِبِي عَنْهُ يَا

سَوْدَةُ، ضابطہ میں تو وہ لڑکا حضرت سودہؓ کا بھائی تھا لیکن رعایۃً للمشاهدة وظاهر الصورة احتیاطاً آپ ﷺ نے حضرت سودہؓ سے یہ فرمایا کہ تم اس لڑکے سے پردہ کرنا، اس سے اسلام میں پردہ کی جو اہمیت سمجھ میں آرہی ہے وہ ظاہر ہے زَادَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ، وَقَالَ: «هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ»، آپ ﷺ نے عبد بن زمعہ سے اس لڑکے کے بارے میں فرمایا جا وہ تیرا بھائی ہے۔ والحديث أخرجه أيضاً الشافعي وباقي الجماعة إلا الترمذي (تكملة المنهل [1])۔

یہ جو حدیث میں آتا ہے، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، یعنی زانی کیلئے پتھر ہے بعض نے یہ سمجھا کہ اس سے مراد آپ ﷺ کی رجم ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہر زانی مستحق رجم نہیں ہوتا بلکہ یہ کنایہ ہے ناکامی اور حرمان سے، جیسے محاورہ میں کہہ دیتے ہیں "فلاں کیلئے خاک"۔

٢٢٧٤ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فُلَانًا ابْنِي عَاهَرْتُ بِأُمِّهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا دَعْوَةَ فِي الْإِسْلَامِ، ذَهَبَ أَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ».

ترجمہ زہیر بن حرب، یزید بن ہارون، حسین معلم، عمرو بن شعیب، شعیب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ فلاں شخص میرا بیٹا ہے میں نے اس کی والدہ سے ایام جاہلیت میں زنا کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب اسلام میں داخل ہونے کے بعد (اس لڑکے پر) دعویٰ نہیں ہوسکتا دورِ جاہلیت کی رسم مِٹ گئی اب تو لڑکا صاحب فراش کا ہے (یعنی بچہ شوہر یا آقا کی طرف منسوب ہوگا) اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔

تخريج سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٧٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٠٧/٢)

٢٢٧٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ أَبُو يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَبَاحٍ قَالَ: زَوَّجَنِي أَهْلِي أَمَةً لَهُمْ رُومِيَّةً، فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ مِثْلِي فَسَمَّيْتُهُ عَبْدَ اللهِ، ثُمَّ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ مِثْلِي، فَسَمَّيْتُهُ عُبَيْدَ اللهِ، ثُمَّ طَبِنَ لَهَا غُلَامٌ لِأَهْلِي رُومِيٌّ، يُقَالُ لَهُ: يُوحَنَّةُ فَرَاطَنَهَا بِلِسَانِهِ: فَوَلَدَتْ غُلَامًا كَأَنَّهُ وَزَغَةٌ مِنَ الْوَزَغَاتِ. فَقُلْتُ لَهَا: مَا هَذَا؟ فَقَالَتْ: هَذَا لِيُوحَنَّةَ. فَرَفَعْنَا إِلَى عُثْمَانَ أَحْسَبُهُ، قَالَ مَهْدِيٌّ قَالَ: فَسَأَلَهُمَا فَاعْتَرَفَا، فَقَالَ لَهُمَا: أَتَرْضَيَانِ أَنْ أَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ» وَأَحْسَبُهُ قَالَ: فَجَلَدَهَا وَجَلَدَهُ وَكَانَا مَمْلُوكَيْنِ.

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٨٢

ترجمہ: موسیٰ بن اسماعیل، مہدی بن میمون، ابویحییٰ، محمد بن عبد اللہ بن ابی یعقوب، حضرت رباح سے روایت کرتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے میرا نکاح اپنی ایک روم کی رہنے والی باندی سے کر دیا میں نے اس باندی سے صحبت کی تو میرے ایک سانولے رنگ کا مجھ جیسا بیٹا پیدا ہوا میں نے اس لڑکے کا نام عبد اللہ تجویز کیا پھر اس کو ایک غلام نے جو کہ میرے گھر والوں کا ہی غلام تھا اس نے اس باندی کو پھانس لیا وہ غلام بھی روم کا رہنے والا تھا اور اسکا نام یوحنا تھا وہ اپنی زبانی میں اس لونڈی سے گفتگو کرتا تھا۔ پھر اسکے بعد ایک دوسرا لڑکا پیدا ہوا وہ لڑکا گویا گرگٹوں میں ایک گرگٹ تھا (یعنی اس لڑکے کا رنگ رومی لوگوں کی طرح سرخ رنگ تھا) میں نے کہا کہ یہ لڑکا کس قسم کا پیدا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ لڑکا یوحنا کا ہے اور ہم لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں یہ قضیہ پیش کیا انہوں نے باندی اور غلام کو بلا کر دریافت فرمایا انہوں نے اقرار کر لیا پھر حضرت عثمانؓ نے ان دونوں سے فرمایا کیا تم دونوں رضامند ہو، میں تم دونوں کا اس طریقہ پر فیصلہ کروں کہ جس طریقہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ لڑکا صاحبِ فراش کا ہے راوی کہتے ہیں کہ مجھ کو گمان ہے کہ پھر حضرت عثمانؓ نے ان دونوں کو کوڑے مارے (یعنی حد زنا جاری فرمائی)۔

تخریج: سنن أبي داود - الطلاق (۲۲۷۵) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۵۹)

شرح الحدیث: رباح سے روایت ہے (یہ رباح کون ہیں کس کے بیٹے ہیں معلوم نہیں، فی التقریب، مجھول) وہ کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے اپنی ایک رومی باندی سے شادی کر دی، میری صحبت سے اس سے ایک مجھ جیسا سیاہ لڑکا پیدا ہوا، کچھ روز بعد دوسرا لڑکا پیدا ہوا، دونوں لڑکے مجھ جیسے سیاہ تھے ثُمَّ طَبِنَ لَهَا غُلَامٌ لِأَهْلِي رُومِيٌّ، پھر یہ ہوا کہ ہمارے گھر والوں کے پاس ایک رومی غلام بھی تھا جس کا نام یوحنا تھا، اس نے میری بیوی (امۃ رومیہ) کو بگاڑا خراب کیا یعنی بہلایا پھسلایا اور اس سے اپنی زبان میں بات چیت کر لی، چنانچہ کچھ روز بعد ایک لڑکا پیدا ہو جو رنگ میں گرگٹ جیسا تھا یعنی گورا، جب میں نے اس کو دیکھا تو اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ کیسا ہے، تو اس نے کہا کہ یہ یوحنا کا ہے، پھر ہمارا یہ مسئلہ حضرت عثمانؓ کے یہاں لیجایا گیا، انہوں نے ان دونوں یعنی رومی اور رومیہ سے سوال کیا، ان دونوں نے زنا کا اعتراف کر لیا، آگے روایت میں یہ ہے کہ پھر آپ نے اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ قاعدہ کے تحت فیصلہ فرمایا اور ان دونوں کے کوڑے لگائے حداً اور رجم نہیں کیا کیونکہ وہ دونوں مملوک تھے (لہذا غیر محصن ہوئے اسی لئے رجم نہیں کیا)۔

روایت میں مذکور ہے فَرَاطَنَهَا بِلِسَانِهِ، رطانۃ کہتے ہیں اصطلاحی گفتگو کرنے کو اشارات وکنایات میں جس کو ہر شخص نہ سمجھ سکے، ویطلق علی لسان العجم، اور عجمی تو یہ دونوں تھے ہی کہ رومی تھے۔

اوپر روایت میں تھا أَحْسِبُهُ. قَالَ مَهْدِيٌّ قَالَ: فَسَأَلَهُمَا اس عبارت میں مصنف جو تردد ظاہر کر رہے ہیں اس کا تعلق صرف قَالَ: فَسَأَلَهُمَا سے ہے، مصنف کہہ رہے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ میرے استاذ موسیٰ بن اسماعیل نے یہ کہا تھا کہ میرے

استاذ مہدی بن میمون نے بوقت روایت اس روایت میں قال: فسألهما بھی ذکر کیا تھا، والحديث أخرجه ايضًا أحمد (تكملة المنهل [1])۔

۳۵- بَابُ مَنْ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ

بچہ کی پرورش کا کون حقدار ہے؟

اس باب کا تعلق مسئلہ حضانت سے ہے، اس سے پہلے اس سلسلہ کا ایک اور باب گزر چکا إذا أسلم أحد الأبوين، مع من يكون الولد؟ اس کو بھی دیکھ لیا جائے۔

مسئلہ حضانت میں ائمہ کے مذاہب: حضانت کا تعلق صبی غیر ممیز سے ہوتا ہے، یعنی اگر زوجین میں جو کہ اس بچہ کے ابوین ہیں کسی وجہ فرقت ہو جائے تو اب وہ صبی کس کی پرورش میں رہے گا؟ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے الأم أحق بالولد من الأب مالم تنكح، یعنی چھوٹے بچہ کی حضانت کا استحقاق باپ کو نہیں بلکہ ماں کو ہے جب تک وہ دوسرا نکاح نہ کرے، لیکن اب آگے مسئلہ کی تفصیل میں اختلاف ہے، پس حنفیہ کے نزدیک حق حضانت ماں کیلئے ہے غلام یعنی لڑکے میں الی سن التمییز اور اسکے بعد پھر باپ کیلئے ہے، اور لڑکی میں اس کے بلوغ تک حق حضانت ماں کے لئے ہے وبعدہ للأب اور امام شافعیؒ کے نزدیک غلام اور بنت دونوں میں سن تمییز تک ماں کیلئے ہے ثم التخيير، یعنی سن تمییز کو پہنچنے کے بعد غلام اور بنت دونوں کو اختیار ہوگا والدین میں سے جس کے پاس رہنا چاہے، اور امام احمدؒ کے نزدیک كما في كتبهم، غلام میں تو اسی طرح ہے یعنی سن تمییز کے بعد تخییر اور بنت میں ماں کیلئے سن تمییز تک اس کے بعد باپ کیلئے ولا تخيير اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ جاریہ میں حق حضانت ماں کیلئے ہے اگرچہ بالغ ہو جائے جب تک کہ نکاح نہ کرے اور غلام میں ماں کیلئے حق حضانت اسکے بلوغ تک ہے، قاله الخطابي اور مالکیہ کی بعض کتب (الرسالة لابن ابي زيد) میں اس طرح ہے کہ لڑکے کے لئے حق حضانت ماں کیلئے اس کے بلوغ تک ہے اور لڑکی کیلئے نکاح کے بعد اس کے دخول تک [2]۔

۲۲۷۶- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً، وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي، وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي».

ترجمہ: محمود بن خالد، ولید، ابی عمر الاوزاعی، عمرو بن شعیب، شعیب، عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٨٤

[2] پھر اسکے بعد کی تفصیل یہ ہے کہ ماں کے بعد درجہ ہے نانی کا اسکے بعد ماں کی دادی کا پھر خالۃ المحضون، پھر خالۃ ام المحضون، پھر دادی، اسکے بعد باپ کا درجہ ہے۔

ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا لڑکا ہے میرا پیٹ اس کا غلاف تھا اور میری پستان اسکے پینے کا برتن تھی اور میری گود اسکے رہنے کی جگہ تھی اب مجھ کو اس کے والد نے طلاق دے دی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ لڑکا مجھ سے چھین لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس لڑکے کی حقدار ہو جب تک تم کسی دوسرے سے نکاح نہ کرو۔

سنن أبي داود - الطلاق (۲۲۷٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۸۲/۲)

حدیث: ایک خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے جس کیلئے میرا بطن ایک مدت تک ظرف بنا رہا اور میری پستان اس کیلئے مشکیزہ رہی اور میری گود اس کیلئے حفاظت کا ذریعہ رہی، اب اس کے باپ نے مجھ کو طلاق دے دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو ہی اس کی زیادہ حقدار ہے جب تک دوسرا نکاح نہ کرلے۔

مسئلہ حضانت اور اس میں ائمہ کے مذاہب اوپر گزر چکے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ والدہ کا حق حضانت تزوج سے ساقط ہو جاتا ہے، ائمہ اربعہ کا مذہب بھی یہی ہے خلافا للحسن البصري ورواية لأحمد وابن حزم، پھر دوسرا اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک یہ تزوج جس سے حق حضانت ساقط ہوتا ہے مطلق ہے اور حنفیہ کے نزدیک اس سے مراد تزوج بالاجنبی ہے اور یہی مذہب مالکیہ اور حنابلہ کا ہے کما في کتبهم، اور اگر اس عورت نے نکاح ایسے شخص سے کیا جو ولد محضون کا ذی رحم محرم ہو تب حق حضانت ساقط نہیں ہوتا، ہر ایک کی دلیل بذل المجهود [1] میں مذکور ہے، فارجع إليه لو شئت،

والحديث أخرجه أيضًا أحمد والبيهقي والحاكم وصححه والدارقطني (تكملة المنهل [2])۔

۲۲۷۷ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَأَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي زِيَادٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ، أَنَّ أَبَا مَيْمُونَةَ سَلْمَى مَوْلًى مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ رَجُلَ صِدْقٍ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ، جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَارِسِيَّةٌ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَادَّعَيَاهُ، وَقَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، فَقَالَتْ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، وَرَطَنَتْ لَهُ بِالْفَارِسِيَّةِ: زَوْجِي يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: اسْتَهِمَا عَلَيْهِ وَرَطَنَ لَهَا بِذَلِكَ، فَجَاءَ زَوْجُهَا، فَقَالَ: مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: اللَّهُمَّ إِنِّي لَا أَقُولُ هَذَا، إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ زَوْجِي يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي، وَقَدْ سَقَانِي مِنْ بِئْرِ أَبِي عِنَبَةَ، وَقَدْ نَفَعَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَهِمَا عَلَيْهِ، فَقَالَ زَوْجُهَا: مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا أَبُوكَ، وَهَذِهِ أُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ أَيِّهِمَا شِئْتَ». فَأَخَذَ بِيَدِ أُمِّهِ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ.

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ۱۱ ص ۱۳-۱۵

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود ج ٤ ص ۲۸۷

ترجمہ حسن بن علی، عبدالرزاق، ابو عاصم، ابن جریج، زیاد، حضرت ہلال بن اُسامہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو میمونہ کہ جس کا نام سلمٰی تھا اہل مدینہ کا آزاد کردہ غلام اور سچا انسان تھا۔ اس نے کہا کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک فارس کی رہنے والی عورت حاضر ہوئی۔ اس عورت کے ہمراہ ایک لڑکا تھا وہ عورت چاہتی تھی کہ وہ لڑکا اس کے پاس رہے اور اس کا شوہر چاہتا تھا کہ لڑکا اس کے پاس رہے۔ اس عورت کو شوہر نے طلاق دے دی۔ اس عورت نے فارسی میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ: اے ابو ہریرہؓ! میرا شوہر چاہتا ہے کہ وہ میرے لڑکے کو مجھ سے چھین لے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: تم دونوں اس معاملہ میں قرعہ ڈال لو اور انہوں نے عورت کو فارسی زبان میں سمجھا دیا۔ پھر اس عورت کا شوہر آیا اور اس نے کہا کہ میرے بیٹے کے معاملے میں مجھ سے کون جھگڑا کرتا ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: بخدا! میں یہ اسلئے کہہ رہا ہوں کہ ایک خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا شوہر چاہتا ہے کہ وہ میرے لڑکے کو مجھ سے چھین لے۔ حالانکہ وہ لڑکا مجھ کو ابو عتبہ کے کنویں سے لا کر پانی پلاتا ہے اور وہ مجھ کو نفع بخشتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں قرعہ ڈال لو۔ اس بات پر شوہر نے کہا کہ مجھ سے میرے لڑکے کے سلسلہ میں کون شخص جھگڑا کرتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تمہارے والد ہیں اور یہ تمہاری والدہ ہیں تم کو اختیار ہے تم جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو۔ اس نے اپنی والدہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ عورت اس لڑکے کو لے کر چل دی۔

تخریج جامع الترمذي - الأحكام (١٣٥٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٩٦) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٧٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤٧/٢) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٩٣).

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے، ابو میمونہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس تھا، ان کے پاس ایک فارسی عورت آئی جس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا، اور اس عورت کو اس کے زوج نے طلاق دی تھی، اس عورت نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فارسی زبان میں کہا کہ میرا شوہر میرے اس بیٹے کو لینا چاہتا ہے، اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کو فارسی زبان میں فرمایا کہ قرعہ اندازی کر لو، اسی دوران میں اس کا شوہر بھی آگیا اور کہنے لگا مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي، کہ کون میرے بیٹے کے بارے میں حق کا دعوی کر رہا ہے اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں جو قرعہ اندازی کا فیصلہ کر رہا ہوں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اسی طرح کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا تھا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی استہام یعنی قرعہ اندازی کا فیصلہ فرمایا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے باوجود اس عورت کے شوہر نے یہی کہا تھا مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي، اس کے بعد پھر یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو اختیار دیا کہ یہ تیری ماں بیٹھی ہے اور یہ تیرا باپ، ان میں سے جس کا جی چاہے ہاتھ پکڑ لے، اس نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اس کو لے کر چلی گئی۔

حدیث کی توجیہ حنفیہ کے نزدیک: اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تخییر پائی گئی جس کے امام شافعیؒ تو مطلقاً قائل ہیں اور امام احمدؒ صرف غلام میں، اور بہر حال حنفیہ کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تخییر کے قائل نہیں۔ اس کا جواب

ہماری طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ تخییر کا مسئلہ صبی ممیز میں ہے اور یہاں اس قصہ میں وہ بیٹا صبی نہیں تھا بلکہ کبیر تھا اس لئے کہ روایت میں ہے: وَقَدْ سَقَانِي مِنْ بِئْرِ أَبِي عِنَبَةَ وَقَدْ نَفَعَنِي ۔ بِئْرِ أَبِي عِنَبَةَ نہ جانے کہاں اور کتنی [1] دور ہوگا جہاں سے کھینچ کر یہ لڑکا پانی لاتا تھا، اور بالغ ہونے کے بعد تو سبھی کے نزدیک لڑکے کو اختیار ہوتا ہے چاہے جس کے پاس رہے۔

اس حدیث سے متعلق ایک سوال تو یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس معاملہ میں صرف استہام کا فیصلہ فرمایا اور اس کی دلیل میں جو حدیث انہوں نے ذکر کی اس میں استہام کے بعد آخری فیصلہ حضور ﷺ کا تخییر کا ہے تو دونوں فیصلوں میں موافقت نہ رہی اس کا جواب حضرت نے بذل میں یہ دیا ہے کہ ابوداود کی اس حدیث میں اختصار ہے علامہ زیلعیؒ [2] کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے فیصلہ میں بھی تخییر کا ذکر ہے کما فی روایۃ ابن حبان۔

دوسرا سوال یہ ہو سکتا ہے کہ اگر اصل حکم یہاں تخییر ہی تھا تو پھر آپ نے شروع میں استہام کا حکم کیوں فرمایا تھا؟ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ استہام کا مشورہ آپ نے اصلاح ذات البین کے طور پر دیا تھا، واللہ تعالیٰ اعلم ۔والحدیث أخرجه أيضًا احمد والنسائي والبيهقي، وأخرجه مختصرًا الشافعي والترمذي (تكملة المنهل) وزاد المنذري ابن ماجه.

۲۲۷۸ - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ إِلَى مَكَّةَ، فَقَدِمَ بِابْنَةِ حَمْزَةَ، فَقَالَ جَعْفَرٌ: أَنَا آخُذُهَا أَنَا أَحَقُّ بِهَا، ابْنَةُ عَمِّي، وَعِنْدِي خَالَتُهَا، وَإِنَّمَا الْخَالَةُ أُمٌّ. فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا، ابْنَةُ عَمِّي، وَعِنْدِي ابْنَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ أَحَقُّ بِهَا. فَقَالَ زَيْدٌ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا، أَنَا خَرَجْتُ إِلَيْهَا، وَسَافَرْتُ وَقَدِمْتُ بِهَا. فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ حَدِيثًا، قَالَ: «وَأَمَّا الْجَارِيَةُ فَأَقْضِي بِهَا لِجَعْفَرٍ تَكُونُ مَعَ خَالَتِهَا، وَإِنَّمَا الْخَالَةُ أُمٌّ».

ترجمہ عباس بن عبد العظیم، عبد الملک بن عمرو، عبد العزیز بن محمد، یزید بن الہاد، محمد بن ابراہیم، نافع بن عجیر، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن حارثہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت حمزہؓ کی لڑکی کو لے کر آئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے کہا کہ اس لڑکی کو میں لوں گا اس کا حقدار میں ہوں وہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور میرے یہاں اس لڑکی کی خالہ ہے اور خالہ، والدہ کی مانند ہوتی ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا اس لڑکی کا زیادہ حقدار میں ہوں کیونکہ (وہ) میرے چچا کی لڑکی ہے اور میرے یہاں رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) ہیں اور وہ اس لڑکی کی حق دار ہیں۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میں اس لڑکی کا حق دار ہوں کیونکہ میں مکہ مکرمہ گیا اور میں نے سفر کیا اور لڑکی کو لے کر

---

[1] فی بعض الحواشی: بئر أبي عنبة على ميل من المدينة ومثله في وفاء الوفاء (ج ۲ ص ۹۷۷) اھ.

[2] نصب الراية لأحاديث الهداية۔ ج ۳ ص ۲۶۹

آیا۔ پھر آپ ﷺ نکلے اور آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لڑکی اپنی خالہ کی زیر پرورش حضرت جعفرؓ کے پاس رہے گی کیونکہ خالہ، ماں کی مانند ہے (اور ماں کے بعد خالہ ہی حق دار ہے)۔

۲۲۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى: بِهَذَا الْخَبَرِ، وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ، قَالَ: وَقَضَى بِهَا لِجَعْفَرٍ، وَقَالَ: إِنَّ خَالَتَهَا عِنْدَهُ.

ترجمہ: محمد بن عیسیٰ، سفیان، ابی فروہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ لڑکی حضرت جعفرؓ کے پاس رہے کیونکہ ان کے نکاح میں اس لڑکی کی خالہ ہے۔

شرح الأحاديث: اختصام جعفرؓ و علیؓ کا واقعہ حضرت حمزہ کی بیٹی کے بارے میں عمرة القضاء ۷ھ میں پیش آیا، چنانچہ صحیح بخاری میں کتاب المغازی کے اندر باب عمرة القضاء کے ضمن میں یہ واقعہ بروایت حضرت براءؓ مذکور ہے حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہؓ مکہ مکرمہ گئے اور وہاں سے حضرت حمزہؓ کی بچی کو لیکر آئے [1]۔

اس میں اختصار ہے اس لئے کہ کہاں سے گئے وہ روایت مفصلہ میں مذکور ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کا یہ قافلہ عمرة القضاء سے فارغ ہو کر اور مکہ مکرمہ سے خروج کے بعد مر الظہران یا بطن یاجج میں آکر اترا تھا پھر وہاں سے کسی ضرورت کے پیش نظر [2] زید بن حارثہؓ مکہ مکرمہ گئے اور اس مرتبہ میں اس بچی کو اپنے ساتھ لے آئے، شرح میں لکھا ہے کہ حضرت زیدؓ حضرت حمزہؓ کے وصی بھی تھے، غرض کہ جب اس کو یہاں لے آئے تو اس بچی کے بارے میں اختلاف ہوا، حضرت جعفرؓ کہنے لگے کہ اسکو میں لوں گا میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، میرے چچا کی بیٹی ہے، دوسری وجہ یہ کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے، پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اس کا زیادہ حقدار میں ہوں، ایک تو اس لئے کہ میرے چچا کی بیٹی ہے، دوسرے اس لئے کہ میرے نکاح میں حضور ﷺ کی صاحبزادی ہیں، اور خود زید بن حارثہؓ نے کہا کہ اس کا زائد مستحق میں ہوں، میں ہی مکہ جاکر اس کو لیکر آیا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف ان حضرات کا آپس میں تھا۔ حضور ﷺ کے سامنے ابھی پیش نہیں کیا گیا تھا۔

فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ حَدِيثًا، قَالَ: «وَأَمَّا الْجَارِيَةُ فَأَقْضِي بِهَا لِجَعْفَرٍ تَكُونُ مَعَ خَالَتِهَا، وَإِنَّمَا الْخَالَةُ أُمٌّ»:

راوی کہہ رہا ہے کہ پس حضور ﷺ اس موقف سے روانہ ہوئے، مصنف کہہ رہے ہیں کہ آگے حضرت علیؓ نے اس سفر کے بارے میں اخیر تک ذکر کیا (اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جب آپ ﷺ کی خدمت میں اس مسئلہ کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا) کہ اس بچی کا فیصلہ یعنی اس کی حضانت کا فیصلہ میں جعفرؓ کے لئے کرتا ہوں تاکہ اپنی خالہ کیساتھ رہے اور

---

[1] صحیح البخاری - کتاب المغازی - باب عمرة القضاء ۴۰۰۵

[2] اور ہو سکتا ہے اس بچی ہی کو لینے کے لئے گئے ہوں۔

خالہ تو بمنزلہ ماں ہی کے ہوتی ہے، والحديث أخرجه البيهقي مختصرًا (تكملة المنهل [1])۔

۲۲۸۰ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانِئٍ، وَهُبَيْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: لَمَّا خَرَجْنَا مِنْ مَكَّةَ تَبِعَتْنَا بِنْتُ حَمْزَةَ تُنَادِي: يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ: دُونَكِ بِنْتَ عَمِّكِ، فَحَمَلَتْهَا. فَقَصَّ الْخَبَرَ، قَالَ: وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي، وَخَالَتُهَا تَحْتِي، فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا، وَقَالَ: «الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ».

ترجمہ عباد بن موسیٰ، اسماعیل بن جعفر، اسرائیل ابی اسحٰق، ہانی وہبیرہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ جس وقت مکہ مکرمہ سے نکلے تو حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی ہمارے پیچھے ہوگئی اور آواز دینے لگی چچا جان، چچا جان، حضرت علیؓ نے اس بچی کو اُٹھالیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت فاطمہؓ کے سپرد کر دیا اور فرمایا: اپنے چچا کی لڑکی کو سنبھالو۔ حضرت فاطمہؓ نے اس لڑکی کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔ اس کے بعد یہی واقعہ بیان کیا کہ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ وہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس لڑکی کی خالہ میرے نکاح میں ہے رسول اکرم ﷺ نے خالہ کو وہ لڑکی دلوادی اور فرمایا خالہ والدہ کے مانند ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الطلاق (۲۲۷۸) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۹۹/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۱۵/۱)

شرح حدیث حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم مکہ سے نکل رہے تھے تو ہمارے پیچھے پیچھے بنت حمزہ [2] آنے لگی حضور ﷺ کو پکارتی ہوئی: یا عمّ یا عمّ کہہ کر، اس پر حضرت علیؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنی اہلیہ حضرت فاطمہؓ کے پاس لے گئے اور کہا: لو اپنی چچازاد بہن کو، دراصل حضرت حمزہؓ حضور اقدس ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے اس لئے وہ حضرت فاطمہؓ کے رضاعی چچا ہیں۔

اشکال وجواب: یہ روایت بظاہر سابقہ کے خلاف ہے کیونکہ گزشتہ روایت میں تو ہے یہ کہ زید بن حارثہؓ اس کو مکہ سے لے کر آئے، اور اس روایت میں یہ ہے کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس کو مکہ سے لے کر تو زید بن حارثہؓ ہی آئے تھے لیکن جب انہوں نے یہاں مر الظہران میں اس کو اپنی گود سے اتارا تو دور سے حضور ﷺ کو دیکھ کر آپ کو یا عمّ یا عمّ کہہ کر آپ کی طرف دوڑی، اور پھر حضرت علیؓ نے اس کو اٹھا کر وقتی طور سے حضرت فاطمہؓ تک پہنچا دیا، اور پھر اسی حدیث میں آگے یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کا فیصلہ حضرت جعفرؓ کے لئے کیا بنت حمزہ کی خالہ کی وجہ سے۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ۲۹۳

[2] اختلف في اسمها، فقيل: عمارة، وقيل: فاطمة، وقيل: أمامة، وقيل: أمة الله، وقيل: سلمى، والأول هو المشهور، (بذل ج ۱۱ ص ۱۹) یہ عبارت حضرتؒ نے فتح الباری (ج ۷ ص ۵۰۵) سے لی ہے اور أسد الغابة في معرفة الصحابة میں عمارہ بنت حمزہ کے ترجمہ کے ذیل میں واقدی کی روایت سے بنت حمزہ کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے، اور اس روایت میں بنت حمزہ کا نام عمارہ واقع ہوا ہے، اس پر امام ابن الأثیر جزری نے خطیب بغدادی سے نقل کیا ہے: انفرد الواقدي بتسمية عمارة في هذا الحديث، وسماها غيره أمامة، وذكر غير واحد من العلماء أن حمزة كان له ابن اسمه عمارة، وهو الصواب اھ (ج ۷ ص ۱۹۶)

اس واقعہ میں آپ نے خالہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ بمنزلہ ماں کے ہے، ہمارے یہاں ہدایہ میں مسئلہ حضانت میں ترتیب اسی طرح لکھی [1] ہے کہ اگر ماں نہ ہو تو أم الأم أولی ہے أم الأب سے وإن بعدت "لأن هذه الولاية تستفاد من قبل الأمهات"، پھر آگے یہ ہے کہ اگر أم الأم نہ ہو تو أم الأب أولی ہوگی اخوات سے، اور أم الأب کے بعد درجہ ہے اخوات کا، اخوات ایک روایت میں مقدم ہیں عمات اور خالات سے، اور دوسری روایت یہ ہے الخالة أولی من الأخت لأب ؛لقوله عليه الصلاة والسلام: "الخالة والدة" اھ [2]. والحديث أخرجه أيضًا أحمد بلفظ تقدم ،والحاكم ،وقال: هذا حديث حسن صحيح الإسناد، ولم يخرجاه. (تكملة المنهل [3])۔

۳۶۔ بَابٌ فِي عِدَّةِ الْمُطَلَّقَةِ

عدت مطلقہ کے بیان میں

۲۲۸۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْبَهْرَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُهَاجِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّهَا «طُلِّقَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُطَلَّقَةِ عِدَّةٌ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ طُلِّقَتْ أَسْمَاءُ بِالْعِدَّةِ لِلطَّلَاقِ، فَكَانَتْ أَوَّلَ مَنْ أُنْزِلَتْ فِيهَا الْعِدَّةُ لِلْمُطَلَّقَاتِ».

ترجمہ: سلیمان بن عبد الحمید، یحییٰ بن صالح، اسماعیل بن عیاش، عمرو بن مہاجر، اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں ان کو طلاق دی گئی اور اس وقت مطلقہ عورت کیلئے عدت (واجب) نہیں تھی تو جس وقت اسماءؓ کو طلاق دی گئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: { وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ} نازل فرمائی، تو اسماءؓ وہ پہلی خاتون ہیں کہ جن کی شان میں عدتِ طلاق کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔

شرح الحدیث: اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں مطلقہ کے لئے عدت نہ تھی، پھر جب اسماء بنت یزید بن السکن کے طلاق کا واقعہ پیش آیا تب عدت مشروع ہوئی، اور اس کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی، اس روایت میں تو اس آیت کریمہ کی تعیین نہیں ہے۔

عدت کے بارے میں سب سے پہلی آیت: باقی اس سلسلہ کی سیاق روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی آیت یہ ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ [4]، عدت کے بارے میں یہ آیت بالکل ابتدائی اور مجمل ہے

[1] قال الحافظ: ويؤخذ منه أن الخالة في الحضانة مقدمة على العمة؛ لأن صفية بنت عبد المطلب كانت موجودة حينئذ، وإذا قدمت على العمة مع كونها أقرب العصبات من النساء، فهي مقدمة على غيرها الى آخر ماذكر. (فتح الباري—ج ۷ ص ۵۰٦، تكملة المنهل—ج ٤ ص ۲۹۲)

[2] الهداية شرح بداية المبتدی—ج ۳ ص ۳٦۷

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود—ج ٤ ص ۲۹۷

[4] اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک (سورۃ البقرۃ ۲۲۸)

کیونکہ تمام مطلقات کی یہ عدت نہیں ہے اور ایسے ہی نہ ہر مطلقہ کے لئے عدت ہے، اسی لئے مصنف نے عدت کے بارے میں آئندہ باب قائم کیا، حضرت نے بذل میں لکھا ہے: ولم أر هذا الحديث لغير أبي داود اه [1] بظاہر مراد یہ ہے کہ صحاح ستہ میں سے کسی اور کتاب میں نہیں، اور تکملہ منہل میں لکھا ہے: والحديث أخرجه أيضًا البيهقي وابن أبي حاتم وابن كثير اه، لیکن واضح رہے کہ بیہقی نے اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ سے من طريق أبي بكر ابن داسة ذکر کیا ہے۔

۳۷۔ بَابٌ فِي نَسْخِ مَا اسْتَثْنَى بِهِ مِنْ عِدَّةِ الْمُطَلَّقَاتِ

عدتِ طلاق کی آیت کریمہ میں سے جو حکم منسوخ ہو گیا

گزشتہ باب میں جو آیۃ العدۃ مذکور تھی اس میں اطلاق اور اجمال ہے، جبکہ عدت کے مسئلہ میں مطلقہ عورتوں کے اعتبار سے تفصیل ہے اسی کی توضیح کے لئے یہ باب قائم کیا گیا جیسا کہ اوپر بھی ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

۲۲۸۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: {وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ}، وَقَالَ: {وَالّٰٓـِٔي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ [2]}، فَنُسِخَ مِنْ ذَلِكَ، وَقَالَ: {ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا [3]}.

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا: {وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ} یعنی مطلقہ خواتین اپنے آپ کو تین قُرُوْٓءٍ (یعنی تین حیض تک) روکے رکھیں اس حکم میں سے وہ خواتین مستثنیٰ قرار دی گئیں جو کہ حیض کے آنے سے ناامید ہو جائیں اور فرمایا گیا کہ جو خواتین حیض سے مایوس ہو جائیں تو ان کی عدت تین مہینہ ہے اور اس میں مزید استثنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اگر تم نے صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی تو ایسی عورتوں پر کسی قسم کی عدت واجب نہیں ہے۔

شرح الحديث اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ نے عدت سے متعلق تین قسم کی آیات ذکر فرمائی ہیں اول وہ آیت جو مطلق و مجمل ہے اور اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ کی عدت ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ہے پھر اسکے بعد ابن عباسؓ نے اس سلسلہ کی دو دوسری آیتیں ذکر فرمائیں جن کے ذریعہ آیت اولی کی تقییدات معلوم ہو رہی ہے چنانچہ دوسری آیت [4] سے معلوم ہو رہا ہے کہ دو مطلقہ ایسی ہیں جن کی عدت بالاشہر ہے نہ کہ بالاقراء، اور ایک مطلقہ ایسی ہے یعنی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۲۵

[2] اور جو عورتیں ناامید ہو گئیں حیض سے تمہاری عورتوں میں اگر تم کو شبہ رہ گیا تو ان کی عدت ہے تین مہینے (سورۃ الطلاق ٤)

[3] پھر ان کو چھوڑ دو پہلے اس سے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ سو ان پر تم کو حق نہیں عدت میں بٹھلانا کہ گنتی پوری کراؤ (سورۃ الأحزاب ٤٩)

[4] یہاں حدیث الباب میں یہ آیت پوری مذکور نہیں، اس آیت کا بقیہ یہ ہے وَّالّٰٓـِٔي لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (اور ایسے ہی جن کو حیض نہیں آیا اور جن کے پیٹ میں بچہ ہے ان کی عدت یہ ہے کہ جن لیں پیٹ کا بچہ)۔

حاملہ جسکی عدت وضع حمل ہے لہٰذا اس دوسری آیت سے تین قسم کی مطلقات کا استثناء معلوم ہو گیا۔ اسکے بعد پھر حضرت ابن عباسؓ نے تیسری آیت ذکر فرمائی جس سے ایک چوتھی قسم کا استثناء ہو گیا یعنی غیر ممسوسہ اور یہ کہ اس پر عدت ہی واجب نہیں لہٰذا اب سب سے پہلی آیت کے ذیل میں وہ مطلقہ باقی رہ گئی جو ان چار قسموں کے علاوہ ہے یعنی وہ مطلقہ جس میں یہ چار صفات پائی جارہی ہوں، غیر آیسہ غیر صغیرہ، غیر حاملہ اور ممسوسہ۔

اب مصنف کے ترجمۃ الباب کے پیش نظر یا تو یہ کہئے کہ چار قسم کی مطلقات کا آیت اولیٰ سے استثناء کر دیا گیا ہے اور یا یہ کہئے کہ آیت اولیٰ ان چار کے اعتبار سے منسوخ کر دی گئی۔

ترجمۃ الباب کی عبارت کا حل: لیکن مصنفؒ نے ترجمۃ الباب میں جو عبارت لی ہے اس میں نسخ اور استثناء دونوں کو لیا ہے فِي نَسْخِ مَا اسْتَثْنَی بِهِ، حالانکہ استثناء کا نسخ نہیں ہو رہا ہے یا صرف نسخ کہئے یا صرف استثناء، لیکن کسی شارح نے اس عبارت کے حل سے تعرض نہیں کیا جو بظاہر مشکل ہے، اللّٰھم الا ان یقال: ان اضافۃ النسخ الی مابعدہ بیانیۃ. فالمعنی باب فی بیان ماوقع من النسخ والاستثناء فی عدۃ بعض المطلقات. واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٨ - بَابٌ فِي الْمُرَاجَعَةِ

احکام رجعت کے بیان میں

ترجمۃ الباب کی غرض: حضرتؒ نے بذل المجہود میں اور اسی طرح صاحب منہلؒ نے ترجمۃ الباب کی شرح میں لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے تو اس صورت میں رجعت کر سکتا ہے گویا مطلب یہ ہوا کہ تین طلاق کے بعد رجعت کا اختیار باقی نہیں رہتا لیکن اس مضمون کا باب کتاب الطلاق کے شروع میں گزر چکا ہے لہٰذا تکرار فی الترجمہ سے بچنے کیلئے یہ کہا جائے کہ مصنف کی غرض اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے طلاق رجعی یعنی جس طلاق کے بعد رجعت جائز ہے اس طرح کی طلاق اور پھر رجعت آپ سے ثابت ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے[1]۔

٢٢٨٣ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْعَسْكَرِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ، ثُمَّ رَاجَعَهَا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے اماں حفصہؓ کو طلاق دے دی اس کے بعد ان سے رجعت فرمائی۔

تخریج: سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٨٣) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠١٦) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٤)

شرح الحدیث: حضرتؒ نے بذل المجہود میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مدارج النبوۃ سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٢٨. فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٣٠٨

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو ایک طلاق دی تھی، جب اس کی خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو وہ اس سے غمگین ہوئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی، راجع حفصة فإنها صوامة قوامة وهي زوجتك في الجنة، پھر آگے بذل میں مستدرک حاکم [1] سے بروایت انسؓ بھی یہ مضمون نقل کیا ہے [2] والحدیث أخرجه أيضا الدارمي (تكملة المنهل [3])۔

۳۹۔ بَابٌ فِي نَفَقَةِ الْمَبْتُوتَةِ

جس خاتون کو تین طلاقیں دی گئی اسکے نفقہ کا حکم

یہاں پر تین مسائل ہیں: ① مبتوتہ یعنی مطلقہ بائنہ کیلئے زمانۂ عدت میں نفقہ ہو گا یا نہیں، مصنفؒ تو اس باب میں یہی مسئلہ بیان کر رہے ہیں اور ② ایک مسئلہ یہاں پر اور ہے جس کو خود مصنفؒ آگے چل کر بیان کریں گے یعنی جواز التحول من بیت العدة یعنی مطلقہ بائنہ بزمانۂ عدت بیت العدت سے منتقل ہو سکتی ہے یا نہیں، ③ یہاں ایک تیسرا مسئلہ بھی ہے مطلقہ معتدہ کیلئے جواز خروج فی النہار للحاجة، یہ تیسرا مسئلہ اس کے بعد متصلاً آنے والے باب میں آرہا ہے یہ تینوں مسئلے اختلافی ہیں۔

اب پہلا مسئلہ لیجئے سو جاننا چاہیئے کہ مطلقہ رجعیہ کیلئے عدت میں نفقہ وسکنی دونوں بالاجماع واجب ہیں لقیام النكاح وجواز الاستمتاع، اور مطلقہ بائنہ کی دو قسمیں ہیں حاملہ اور غیر حاملہ، حاملہ کیلئے دونوں واجب ہیں بالاجماع لقولہ تعالی: وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [4]، اور غیر حاملہ میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک اس کیلئے نفقہ وسکنی دونوں واجب ہیں، اور امام احمدؒ اور ظاہریہ کے نزدیک دونوں واجب نہیں، اور امام شافعیؒ ومالکؒ کے نزدیک صرف سکنی واجب ہے نفقہ نہیں، مغنی میں امام احمدؒ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ نفقہ تو اس کیلئے نہیں ہے اور سکنی میں دو روایتیں ہیں وجوب اور عدم وجوب، عدم وجوب ہی کی روایت کو ظاہر مذہب لکھا ہے اور دلیل میں فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو پیش کیا ہے جس میں دونوں کی نفی کی تصریح ہے۔

یہ تو ہوئے مسئلہ اولی میں مذاہب ائمہ، اب کچھ ان کے دلائل کے بارے میں بھی سنئے۔

امام احمدؒ کی دلیل: امام احمدؒ اور ظاہریہ کی دلیل حدیث الباب یعنی فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے: لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ..... ولا سکنی، لیکن مذہب احمد پر باری تعالیٰ کا قول: أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم [5] سے اشکال واقع ہو گا، وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ مطلقہ رجعیہ پر محمول ہے اس لئے کہ آیت کریمہ

[1] المستدرك على الصحيحين ٢٧٩٦ – ج ٢ ص ٢١٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١١ ص ٢٨

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود – ج ٤ ص ٣٠٩

[4] اور اگر رکھتی ہوں پیٹ میں بچہ تو ان پر خرچ کرو جب تک جنیں پیٹ کا بچہ (سورۃ الطلاق ٦)

[5] ان کو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں تم آپ رہو (سورۃ الطلاق ٦)

میں یہ ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ کہ جس جگہ تم رہتے ہو اسی جگہ ان کو بھی رکھو تو یہ اختلاط مطلقہ بائنہ میں کہاں جائز ہے، مطلقہ رجعیہ ہی میں ہو سکتا ہے، نیز سکنی فی بیت الزوج کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس میں رجوع آسان ہے، ولا رجعة فی الطلاق البائن. ففي المغني: ولأن هذه محرمة عليه تحريما لا تزيله الرجعة فلم يكن لها سكنى وأما الرجعية فلها السكنى والنفقة للآية الى آخر ماقال [1]، اس کا جواب ہم انشاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر دیں گے۔

مالکیہ وشافعیہ کی دلیل: اور مالکیہ وشافعیہ کی دلیل وجوب سکنی کے بارے میں تو باری تعالیٰ کا قول: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ اور عدم وجوب نفقہ کی دلیل میں وہ فرماتے ہیں کہ نفقہ کے بارے میں آیت کریمہ حبلی کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ پوری آیت اس طرح ہے اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۚ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [2]، لہذا مطلقہ بائنہ کے لئے نفقہ نہ ہوگا۔

حنفیہ کی دلیل: اور حنفیہ کی دلیل وجوب سکنی کے بارے میں تو وہی ہوگی جو مالکیہ اور شافعیہ کی ہے اور وجوب نفقہ وسکنی دونوں کے بارے میں آیت مذکورہ یعنی اَسْكِنُوْهُنَّ علی قراءة عبد الله بن مسعود رضی الله تعالى عنه أسكنوهن من حيث سكنتم وأنفقوا عليهن من وجدكم، واما التخصيص في قوله تعالى: وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ، فالجواب انا لانقول بالمفهوم المخالف. وايضا لو قيل بالتخصيص لوقع التعارض بين القرأتين، نیز ہماری دلیل حضرت عمرؓ کا قول جو اسی کتاب میں آئندہ باب بَابُ مَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ میں آرہا ہے: مَا كُنَّا لِنَدَعَ كِتَابَ رَبِّنَا، وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ، لَا نَدْرِي أَحَفِظَتْ ذٰلِكَ أَمْ لَا [3]۔ اس دلیل پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کتاب اور سنت میں سکنی ونفقہ ہر دو کا ثبوت کہاں ہے ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ حضرت عمرؓ کے اس قول میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے مجموعہ کا ثبوت مجموع کتاب وسنت سے ہے پس سکنی کا ثبوت کتاب سے ہے اس کو سبھی جانتے ہیں، اور نفقہ کا ثبوت حدیث سے ہے، اور حدیث وہ ہے جس کو روایت کیا امام طحاویؒ نے مطولاً بسنده الى عمر رضى الله تعالى، وفيه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لها السكنى والنفقة [4]۔ مگر طحاویؒ کی اس روایت پر حافظ ابن القیمؒ بڑے ناراض ہیں، قطعاً اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ یہ محض نصرت مذہب اور اس کے تعصب میں ہے اور اس حدیث کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ کذب محض ہے، بذل المجہود میں اس سب کو نقل کرنے کے بعد حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں: قلت: وأنا متعجب من جرأة

---

[1] المغني لابن قدامة — ج۹ ص ۲۹۰

[2] ان کو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں تم آپ رہو اپنے مقدور کے موافق اور ایذا دینا نہ چاہو ان کو تا کہ تنگ پکڑو ان کو اور اگر رکھتی ہوں پیٹ میں بچہ تو ان پر خرچ کرو جب تک جنیں پیٹ کا بچہ (سورۃ الطلاق ٦)

[3] سنن أبي داود — كتاب الطلاق — باب من أنكر ذلك على فاطمة بنت قيس ٢٢٩١

[4] شرح معاني الآثار للطحاوي ٤٥٢٢ — ج٣ ص ٦٧

الشيخ ابن القيمؒ علی رد الحديث المعتبر الثابت الی آخر ماقال فارجع اليه لوشئت [1] اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہر ایک کا ثبوت ہر ایک سے مراد ہو اس صورت میں کتاب کے مصداق میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت پیش کیجائیگی، اور حدیث کے مصداق میں وہی روایت جس کی امام طحاویؒ نے تخریج کی۔

فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی تخریج اور اس کا مرتبہ: جاننا چاہیئے کہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث جس کو امام ابوداؤدؒ نے اس باب میں متعدد طرق سے ذکر کیا ہے جس کے متن کے بعض اجزاء میں اختلاف بھی ہے مثلاً یہ کہ ان کو تین طلاق ایک ساتھ دی گئی تھیں یا متفرقًا اس کے باوجود آئندہ باب میں مصنفؒ نے اسکے رد پر متعدد روایات کو جمع کیا ہے، چنانچہ آئندہ باب کا عنوان یہ ہے: بَابُ مَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے بَاب قِصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ وَقَوْلِ اللهِ الخ، ترجمہ قائم کرنے کے بعد بجائے اس حدیث کی تخریج کرنے کے اس حدیث پر جو رد و اور انکار کئے گئے ہیں ان کو ذکر فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ ترجمہ بخاری کے تحت حدیث فاطمہ کے الفاظ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: هكذا أخرج مسلم قصتها من طرق متعددة عنها ولم أرها في البخاري وإنما ترجم لها كما ترى وأورد أشياء من قصتها بطريق الإشارة إليها ووهم صاحب العمدة فأورد حديثها بطوله في المتفق اھ [2]۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث افراد مسلم سے ہے اس کے علاوہ اصحاب سنن اربعہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ الحاصل امام بخاریؒ نے اسکی تخریج نہیں کی، میں کہتا ہوں: صاحب العمدۃ کی طرح ابن قدامہؒ نے مغنی میں بھی اس حدیث پر متفق علیہ کا اطلاق کیا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ حافظؒ نے بھی بلوغ المرام میں اس حدیث کو لیا ہے اور صرف مسلم کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، ویسے بھی صحیح بخاری میں یہ روایت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اسکے بعض اجزاء میں اختلاف، نیز ان کے شوہر کے نام میں اختلاف جیسا کہ ابوداؤد کی روایات سے معلوم ہوتا ہے، نیز بعض صحابہ اور صحابیات وغیرہ کا اس پر شدید انکار جس کو خود امام بخاریؒ نے بھی روایت کیا، اسی لئے ابن قدامہؒ مغنی میں اس حدیث کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وأما قول عمر ومن وافقه فقد خالفه علي وابن عباس ومن وافقهما والحجة معهم ولو لم يخالفه أحد منهم لما قبل قوله المخالف لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن قول رسول الله صلى الله عليه وسلم حجة على عمر وعلي غيره ولم يصح عن عمر أنه قال لا ندع كتاب ربنا وسنة نبينا لقول امرأة فإن أحمد أنكره وقال: أما هذا فلا ولكن قال: لا نقبل في ديننا قول امرأة الى آخر ما ذكر [3]۔

فائدہ: یہ پہلے بارہا گزر چکا کہ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک امام ابوداود حنبلی ہیں اس لئے کہ دلائل حنابلہ کا انہوں نے بہت اہتمام کیا وغیرہ وغیرہ، اور میری اپنی رائے بھی یہ پہلے گزر چکی ہے کہ سنن ابوداود میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٥٠

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٤٧٨

[3] المغني لابن قدامة — ج ٩ ص ٢٨٩ - ٢٩٠

بہت سے ابواب اور ان کی ترتیب مسلک حنابلہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ یہاں پر بھی مصنف نے پہلے باب میں فاطمہ بنت قیس کی روایت لانے کے بعد آئندہ باب اس کے خلاف اس حدیث کے رد میں قائم کیا، فتأمل۔

٢٢٨٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلَهُ بِشَعِيرٍ فَتَسَخَّطَتْهُ، فَقَالَ: وَاللهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، فَجَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ»، وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي، اعْتَدِّي فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى، تَضَعِينَ ثِيَابَكِ، وَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي»، قَالَتْ: فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ، وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ، انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ»، قَالَتْ: فَكَرِهْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: «انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ»، فَنَكَحْتُهُ، فَجَعَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا، وَاغْتَبَطْتُ بِهِ.

ترجمہ: اسود بن سفیان کے آزاد کردہ غلام ابو سلمہ بن عبد الرحمن، فاطمہ بن قیسؓ سے روایت ہے کہ ابو عمرو بن حفص نے انکو تین طلاق دے دیں اور وہ اس وقت کہیں گئے ہوئے تھے اور فاطمہ بنت قیس کے پاس اپنے وکیل کو جو دے کر بھیجا، وہ یہ دیکھ کر ناراض ہو گئیں۔ وکیل نے کہا: واللہ! ہمارے لئے آپ کو کچھ دینا ضروری نہ تھا۔ حضرت فاطمہؓ حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور آپ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ تمہارا خرچ اس پر نہیں ہے اور آپ ﷺ نے اُمّ شریکؓ کے مکان میں عدت گزارنے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس خاتون کے ہاں میرے اصحاب اکثر وبیشتر آتے جاتے رہتے ہیں اس لئے تم حضرت عبد اللہ بن اُمّ مکتومؓ کے مکان میں عدت گزارو کیونکہ وہ نابینا ہیں اگر تم کپڑے بھی اُتاردو گی تو تم کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی جس وقت تمہاری عدت پوری گزر جائے، تو مجھ کو اطلاع دینا۔ جب میری عدت پوری گزر گئی تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے مجھ کو نکاح کا پیغام دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو جہم تو اپنے کاندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے (یعنی بہت مارتے ہیں) اور معاویہ تو نادار اور تنگدست انسان ہیں کہ ان کے پاس کچھ مال نہیں تو تم حضرت اُسامہؓ سے نکاح کرلو۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت اسامہؓ کو ناپسند کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسامہ بن زیدؓ سے نکاح کرلو۔ چنانچہ میں نے اُسامہؓ سے نکاح کرلیا اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر رکھی اور میرے اُوپر عورتیں رشک کرنے لگیں۔

٢٢٨٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ، حَدَّثَتْهُ أَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ، طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ فِيهِ: وَأَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَنَفَرًا مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، وَإِنَّهُ

تَرَكَ لَهَا نَفَقَةً يَسِيرَةً. فَقَالَ: «لَا نَفَقَةَ لَهَا»، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَحَدِيثُ مَالِكٍ أَتَمُّ.

ترجمہ: فاطمہ بنتِ قیسؓ سے روایت ہے کہ ابو حفص ابن المغیرہ نے انکو تین طلاقیں دے دیں پھر یہی حدیث بیان فرمائی اور اسمیں اسطرح ہے کہ (قبیلہ) بنی مخزوم میں سے چند لوگوں اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ابو حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور انہوں نے اس کیلئے تھوڑا سا خرچ چھوڑا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کیلئے نفقہ نہیں ہے۔ پھر اسی طرح حدیث بیان کی اور مالک کی روایت زیادہ مکمل ہے۔

شرح الأحادیث: فاطمہ بنت قیس کے شوہر کی کنیت اس روایت میں تو ابو عمر بن حفص مذکور ہے اور آگے دوسرے طریق میں ابو حفص ابن المغیرہ آرہی ہے، نیز اس روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے فاطمہ کو طلاق بتہ (طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ) دی، اور آگے بعض طرق میں آرہاہے: طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، جس کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تین طلاقیں مجتمعاً دی گئیں، اور ایک طریق میں آرہاہے فَبَعَثَ إِلَيْهَا بِتَطْلِيقَةٍ. كَانَتْ بَقِيَتْ لَهَا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تین طلاقیں متفرقاً دی گئیں نیز اس روایت میں ہے طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ، غیبت سے مراد ان کا سفر الی الیمن ہے جس کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ یمن گئے تھے لیکن طحاویؒ کی بعض روایات [1] سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تطلیق کا واقعہ سفر الی الیمن سے پہلے پیش آیا، اس کی توجیہ بذل المجہود [2] میں یہ کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے طلاق تو سفر شروع میں ہونے سے پہلی دی ہو لیکن اس کا اظہار سفر میں جانے کے بعد کیا ہو اپنے وکیل کے ذریعہ جس کا ذکر روایت میں ہے: فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلَهُ بِشَعِيرٍ، اس وکیل سے مراد عیاش بن ابی ربیعہ اور حارث بن ہشام ہیں جیسا کہ آگے ایک طریق میں آرہاہے: وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي.

شرح الحدیث: پہلے آپ ﷺ نے ان سے یہ فرمایا کہ ام شریک کے گھر میں عدت گزار لینا، پھر آپ ﷺ کی رائے بدلی اور فرمایا کہ ان کے گھر میں نہیں اس لئے کہ ام شریک ایسی عورت ہیں جن کے یہاں میرے اصحاب کا جانا آنا ہے، اس کی وجہ شراح نے یہ لکھی ہے کہ وہ بڑی مہمان نواز تھیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بکثرت خرچ کرنے والی اسی لئے بہت سے لوگ ان کے یہاں جاتے تھے، لہٰذا فاطمہ کو ان سے پردہ کرنے میں دقت ہوگی اور اس کے بجائے آپ نے ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کو فرمایا کہ وہ نابینا تھے جہاں پردہ کے اہتمام کی زیادہ ضرورت نہیں تھی اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے: فَإِنَّكِ إِذَا وَضَعْتِ خِمَارَكِ لَمْ يَرَكِ [3]، امام نوویؒ فرماتے ہیں: احتج بعض الناس بهذا الحديث على جواز نظر المرأة إلى الأجنبي بخلاف

---

[1] شرح معاني الآثار، ٤٥١٠ — ج٣ ص٦٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج١١ ص٣٠

[3] صحیح مسلم - کتاب الطلاق - باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها ١٤٨٠

نظرہ الیہا وهذا قول ضعیف[1] الی آخر ما ذکرہ الشیخ فی أوجز المسالك۔ اس مسئلہ کی تفصیل یعنی نظر الرجل الی المرأۃ وبالعکس ہم نے الدر المنضود جلد ثالث کتاب الحج، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا[2] کے تحت لکھ دی ہے، اس کو دیکھ لیا جائے نیز آپ ﷺ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ جب تم عدت گزار کر حلال ہو جاؤ تو اپنے نکاح میں جلدی نہ کرنا بلکہ پہلے مجھے اطلاع کرنا، وہ کہتی ہیں جب میں اپنی عدت سے فارغ ہو گئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں آکر میں نے عرض کیا کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ اور ابو جہمؓ ان دونوں کی طرف سے الگ الگ میرے پاس پیغام نکاح آیا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ، وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ. انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، کہ ابو جہم کا حال تو یہ ہے کہ ہر وقت ان کے کاندھے پر لکڑی رکھی رہتی ہے یعنی پٹائی کیلئے مزاج میں تیزی اور غصہ ہے، اور معاویہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کنگال اور فقیر ہے اور پھر آپ ﷺ نے ان سے یہ فرمایا کی میری رائے یہ ہے کہ اسامۃ بن زیدؓ سے تو نکاح کر لے، اسامہؓ چونکہ سیاہ رنگ کے تھے (جیسا کہ باب القافہ میں گزر چکا: کان زید ابیض و اسامۃ اسود) اسکے علاوہ موالی میں سے تھے، جبکہ فاطمہ قرشیہ تھیں اور ضحاک بن قیس امیر کی بہن تھیں، نیز خوبرو اور عقلمند تھیں، ان کے زوج اول یعنی ابو عمرو بن حفص بھی قرشی تھے، اس لئے وہ فرماتی ہیں: قَالَتْ: فَكَرِهْتُهُ، کہ اسامہؓ کے بارے میں نے آپ ﷺ سے ناپسندیدگی ظاہر کی، لیکن حضور ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ اسی سے نکاح کر لے، آگے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اسامہ سے نکاح کر لیا جس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی خیر رکھی اور مجھ پر رشک کیا جانے لگا۔

اس حدیث سے خطبہ علی الخطبہ کا جواز معلوم ہو رہا ہے، اور مسئلہ یہ ہے کہ خطبہ علی الخطبہ اس صورت میں جائز ہے جبکہ مخطوبہ کا رکون الی الخاطب الاول نہ ہو یا رکون کا علم نہ ہو، علم بالرکون کے بعد ناجائز اور ممنوع ہے، امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں اس حدیث کے ذیل میں یہی تحریر فرمایا ہے۔ نیز حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے پس پشت اس کے عیب کو بیان کرنا کسی مصلحت اور ضرورت کی بنا پر جائز ہے جبکہ وہ غرض، غرض صحیح شرعی ہو، جیسا کہ اس حدیث میں اظہار عیب فاطمہ کی مصلحت اور خیر خواہی کی بنا پر تھا، وفی الحدیث: الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ[3]

۲۲۸٦ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ الْمَخْزُومِيَّ، طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَخَبَرَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ وَلَا مَسْكَنٌ»، قَالَ فِيهِ: وَأَرْسَلَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْ لَا تَسْبِقِينِي بِنَفْسِكِ».

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج—ج ١٠ ص ٩٦

[2] سنن أبي داود—كتاب الحج—باب الرجل يحج عن غيره ١٨٠٩

[3] جامع الترمذي—أبواب الأدب—باب أن المستشار مؤتمن ٢٨٢٢

فاطمہ بنتِ قیسؓ سے روایت ہے کہ ابو حفص مخزومی نے ان کو تین طلاقیں دیں پھر یہی حدیث بیان کی اور خالد بن ولیدؓ کی حالت بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کیلئے نہ رہنے کی جگہ ہے اور نہ نفقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہلوادیا کہ مجھ سے دریافت کئے بغیر کسی دوسرے سے نکاح نہ کرنا۔

شرح حدیث وَأَرْسَلَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْ لَا تَسْبِقِينِي بِنَفْسِكِ»: یعنی اپنے نکاح کے بارے میں مجھ پر سبقت مت لے جانا، یعنی میرے مشورہ کے بغیر نکاح مت کرلینا۔

۲۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ فَطَلَّقَنِي الْبَتَّةَ، ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ، قَالَ فِيهِ: «وَلَا تُفَوِّتِينِي بِنَفْسِكِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الشَّعْبِيُّ، وَالْبَهِيُّ وَعَطَاءٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَاصِمٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الْجَهْمِ، كُلُّهُمْ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا.

ترجمہ فاطمہ بنتِ قیسؓ سے روایت ہے کہ میں قبیلہ بنی مخزوم میں سے ایک شخص کے پاس تھی اس نے مجھ کو طلاق البتہ دے دی پھر یہ حدیث بیان کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے کو مجھ سے گم نہ کر دینا (یعنی کہ عدت گزارنے کے بعد مجھ سے معلوم کئے بغیر نکاح نہ کرلینا)۔ ابوداؤدؒ نے کہا شعبی اور البہی، عطاء نے عبد الرحمٰن بن عاصم سے اور ابوبکر بن ابی جہم نے فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ میرے خاوند نے مجھ کو تین طلاقیں دے دی۔

تخریج صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٢) جامع الترمذي - النكاح (١١٣٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٨٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢٢٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٣٧) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٤) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤١٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥١) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٨٤) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٦٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٥) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧٣/٦) موطأ مالك - الطلاق (١٢٣٤) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٧) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٤) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٥)

٢٢٨٨ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، «أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَقَةً وَلَا سُكْنَى».

فاطمہ بنتِ قیسؓ سے روایت ہے کہ ان کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دے دیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ان کو نفقہ دلایا اور نہ رہنے کو مکان دلوایا۔

تخریج صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٠) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٢) جامع الترمذي - النكاح (١١٣٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٨٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢٢٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٣٧) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٤) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٥)

سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤١٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥١) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٨٨) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٥) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٦) موطأ مالك - الطلاق (١٢٣٤) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٧) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٤) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٥)

٢٢٨٩ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ أَبِي حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، وَأَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَتْهُ فِي خُرُوجِهَا مِنْ بَيْتِهَا، فَأَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى". فَأَبَى مَرْوَانُ أَنْ يُصَدِّقَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ فِي خُرُوجِ الْمُطَلَّقَةِ مِنْ بَيْتِهَا، قَالَ عُرْوَةُ: وَأَنْكَرَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، وَاسْمُ أَبِي حَمْزَةَ دِينَارٌ وَهُوَ مَوْلَى زِيَادٍ».

ترجمہ فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ وہ ابو حفص ابن المغیرہ کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے ان کو تین طلاق میں سے آخری طلاق یعنی تیسری طلاق دی۔ فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے اس مکان سے نکلنے کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم حضرت ابن اُم مکتومؓ نابینا کے مکان میں جاکر رہو۔ مروان بن الحکم نے مطلقہ عورت کے گھر کے باہر نکلنے کے متعلق فاطمہ بنتِ قیسؓ کی حدیث کی تصدیق کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت عروہ نے کہا کہ اماں عائشہؓ نے فاطمہ بنت قیسؓ کی بات کا انکار کیا۔ ابو داؤدؒ نے کہا: صالح بن کیسان، ابن جریج، شعیب ابن ابی حمزہ نے زہری سے نقل کیا نیز بیان کیا کہ ابی حمزہ کا نام دینار ہے جو کہ زیاد کے آزاد کردہ غلام تھے۔

تخریج صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٠) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨١) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٢) جامع الترمذي - النكاح (١١٣٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٨٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢٢٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٣٧) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٤) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤١٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥١) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٨٩) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٦٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٥) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٦) موطأ مالك - الطلاق (١٢٣٤) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٧) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٤) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٥)

شرح الحديث فَأَبَى مَرْوَانُ أَنْ يُصَدِّقَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ فِي خُرُوجِ الْمُطَلَّقَةِ مِنْ بَيْتِهَا: ابو سلمہ کہتے ہیں مروان نے حدیث فاطمہ کی تصدیق سے انکار کردیا۔

٢٢٩٠ حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَرْسَلَ مَرْوَانُ، إِلَى فَاطِمَةَ فَسَأَلَهَا، فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ أَبِي حَفْصٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّرَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، يَعْنِي عَلَى بَعْضِ الْيَمَنِ، فَخَرَجَ مَعَهُ زَوْجُهَا، فَبَعَثَ إِلَيْهَا بِتَطْلِيقَةٍ، كَانَتْ بَقِيَتْ لَهَا، وَأَمَرَ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، وَالْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ أَنْ يُنْفِقَا عَلَيْهَا، فَقَالَا: وَاللهِ مَا لَهَا نَفَقَةٌ إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا»، وَاسْتَأْذَنَتْهُ فِي الِانْتِقَالِ، فَأَذِنَ لَهَا، فَقَالَتْ: أَيْنَ أَنْتَقِلُ يَا رَسُولَ اللهِ؟، قَالَ: «عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ»، وَكَانَ أَعْمَى، تَضَعُ ثِيَابَهَا عِنْدَهُ، وَلَا يُبْصِرُهَا، فَلَمْ تَزَلْ هُنَاكَ حَتَّى مَضَتْ عِدَّتُهَا فَأَنْكَحَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ فَرَجَعَ قَبِيصَةُ إِلَى مَرْوَانَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: لَمْ نَسْمَعْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنَ امْرَأَةٍ، فَسَنَأْخُذُ بِالْعِصْمَةِ الَّتِي وَجَدْنَا النَّاسَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: حِينَ بَلَغَهَا ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: { فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ } حَتَّى { لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا [1] }، قَالَتْ: فَأَيُّ أَمْرٍ يُحْدِثُ بَعْدَ الثَّلَاثِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَأَمَّا الزُّبَيْدِيُّ، فَرَوَى الْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا حَدِيثَ عُبَيْدِ اللهِ، بِمَعْنَى مَعْمَرٍ، وَحَدِيثَ أَبِي سَلَمَةَ بِمَعْنَى عُقَيْلٍ، وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ قَبِيصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ حَدَّثَهُ بِمَعْنًى دَلَّ عَلَى خَبَرِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، حِينَ قَالَ: فَرَجَعَ قَبِيصَةُ، إِلَى مَرْوَانَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ.

ترجمہ: حضرت عبید اللہ سے روایت ہے کہ فاطمہؓ کے پاس مروان نے کسی شخص (قبیصہ) کو حکم دریافت کرنے کیلئے بھیجا فاطمہؓ نے بیان کیا کہ میں ابو حفص کے نکاح میں تھیں اور رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن میں حاکم بنا کر روانہ فرمایا تھا میرا شوہر بھی ان ہی کہ ہمراہ گیا تھا اس نے (تین میں سے) ایک طلاق جو باقی رہ گئی تھی مجھے کہلا بھیجی اور عیاش بن ابی ربیعہ اور حارث بن ہشام کو میرے لئے نفقہ دینے کا حکم فرمایا۔ ان دونوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس عورت کیلئے نفقہ نہیں ہے البتہ اگر وہ عورت حمل ہوتی تو اس کو نفقہ ملتا۔ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک! تمہارے لئے کوئی خرچ نہیں ہے مگر یہ کہ تم حاملہ ہوتیں اور میں نے آپ ﷺ سے اُس گھر سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے اجازت عنایت فرمادی تو میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! میں کس جگہ رہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عبد اللہ بن مکتومؓ کے پاس رہو وہ نابینا شخص ہے۔ فاطمہؓ ان کی موجودگی میں کپڑے اُتارتی اور وہ نہ دیکھ پاتے۔ پھر وہ عدت پوری ہونے تک وہیں رہیں اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کا حضرت اُسامہؓ سے نکاح کر

[1] اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر اور گنتے رہو عدت کو اور ڈرو اللہ سے جو رب ہے تمہارا مت نکالو ان کو ان کے گھروں سے اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بے حیائی اور یہ حدیں ہیں باندھی ہوئی اللہ کی اور جو کوئی بڑھے اللہ کی حدوں سے تو اس نے برا کیا اپنا اس کو خبر نہیں شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد نئی صورت (سورۃ الطلاق ۱)

دیا۔ قبیصہ نے واپس ہو کر یہ کیفیت مروان سے بیان کی۔ مروان نے کہا ہم نے اس حدیث کو صرف ایک عورت کی زبانی سنا ہے۔ لہٰذا ہم لوگ اس کی اتباع کریں گے کہ جس بات پر لوگ (قائم) ہوں گے۔ جب فاطمہ بنتِ قیسؓ کو اس بات کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے کہا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے لوگو جس وقت تم لوگ خواتین کو طلاق دو تو عدت کے شروع ہوتے ہی طلاق دو (یعنی حالتِ طہر میں طلاق دو) وہ شخص (یعنی شوہر) واقف نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکے بعد کوئی نئی صورت پیدا کر دے تو تین طلاق کے بعد کیا نئی بات پیدا ہو گی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ زہری سے یونس نے روایت کیا اور زبیدی نے دونوں روایات عقیل کے طریقہ پر روایت کی ہیں اور محمد بن اسحاق، زہری نے بیان کیا کہ قبیصہ بن ذؤیب نے عبید اللہ بن عبد اللہ کے طریقہ سے روایت کی جس میں اس طریقہ پر ہے کہ قبیصہ، مروان کی جانب واپس ہوا اور اس نے اسکو اس واقعہ کی خبر دی۔

تخریج صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٠) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٢) جامع الترمذي - النكاح (١١٣٥) جامع الترمذي - الطلاق (١١٨٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢٢٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٣٧) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٤) سنن النسائي - النكاح (٣٢٤٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٤١٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٥) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥١) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٠) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٦٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٤) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٥) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧٣/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤١١/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤١٣/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤١٤/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤١٥/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤١٦/٦) موطأ مالك - الطلاق (١٢٣٤) سنن الدارمي - النكاح (٢١٧٧) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٤) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٧٥)

شرح الحديث **روایتوں کا باہمی تفاوت اور اس کی تشریح:** اس روایت میں اختصار ہے اس لئے کہ اس سے پہلے مروان کا کوئی ذکر نہیں آیا نہ یہ کہ مروان نے فاطمہ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ کوئی سوال کیا تھا یا نہیں؟ اور یہ روایت عقیل عن الزہری کی ہے، اسی لئے اس کے بعد اس سلسلہ کی روایتِ مفصلہ کو ذکر کر رہے ہیں: حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَرْسَلَ مَرْوَانُ إِلَى فَاطِمَةَ فَسَأَلَهَا، فَأَخْبَرَتْهُ الخ۔ یہ روایت معمر عن الزہری کی ہے دیکھئے اس میں یہ ہے کہ مروان نے اپنے کسی آدمی کو فاطمہ بنت قیس کے پاس ان کی طلاق کے قصہ کو معلوم کرنے کیلئے بھیجا، لیکن قاصد کی تصریح اس روایت میں بھی نہیں ہے، اس لحاظ سے اس میں بھی اجمال ہوا، لیکن آگے اسی روایت میں قاصد کے نام کی تصریح ہے یعنی قبیصہ "فَرَجَعَ قَبِيصَةُ إِلَى مَرْوَانَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ" یعنی قبیصہ جس کو مروان نے فاطمہ کے پاس صورتِ حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا تھا اس نے آکر مروان سے فاطمہ کا جواب نقل کر دیا، فَقَالَ مَرْوَانُ: لَمْ نَسْمَعْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنَ امْرَأَةٍ، فَسَنَأْخُذُ بِالْعِصْمَةِ الَّتِي وَجَدْنَا النَّاسَ عَلَيْهَا۔ مروان نے جواب فاطمہ کو سن کر کہا کہ یہ

حدیث ہم صرف ایک عورت سے سن رہے ہیں (اسکے علاوہ کسی اور مرد اور عورت سے نہیں سنی) یعنی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ تیرے لئے نفقہ اور سکنی کچھ نہیں ہے اور یہ کہ اس کو بیت العدۃ سے منتقل ہونے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تھی اس کے بارے میں مروان یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے، یعنی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بات فرمائی ہوگی، لہذا ہم تو اسی امر احوط کو اختیار کریں گے جس پر ہم نے سب لوگوں کو پایا ہے، یعنی یہ کہ مبتوتہ کے لئے سکنی وغیرہ ہے اور اس کے لئے انتقال جائز نہیں ہے (کما ھو الجمھور)۔

فاطمہ کے کلام کی تشریح: آگے روایت میں یہ ہے کہ فاطمہ کو جب مروان کی یہ بات پہنچی تو اس نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ حکم اور فیصل ہے، قال اللہ تعالی: { فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ } حَتَّى { لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا } . قَالَتْ: فَأَيُّ أَمْرٍ يُحْدِثُ بَعْدَ الثَّلَاثِ، پوری آیت اس طرح ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ، یعنی سورۂ طلاق کی شروع کی آیات جس میں یہ ہے: لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ کہ مطلقات کو بیت عدت سے مت نکالو، اور نہ ان کو خود نکلنا چاہئے اور پھر آگے اس آیت کے اخیر میں یہ ہے: لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا، فاطمہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ جو مطلقہ کے بارے میں قرآن کہہ رہا ہے کہ اس کے لئے حق سکنی ہے اور زوج کو چاہئے کہ اس کو وہاں سے نہ نکالے، اس کی مصلحت تو قرآن میں یہ بیان کی گئی ہے: لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا کہ ممکن ہے اللہ تعالی اس سکنی کی وجہ سے اور مطلقہ کے بیت العدت میں رہنے کی وجہ سے اللہ تعالی کوئی نئی بات پیدا فرمادیں، یعنی شوہر کے دل میں شوق رجوع، فاطمہ کہتی ہیں کہ رجوع تو طلاق رجعی ہی میں ہوتا ہے أَيُّ أَمْرٍ يُحْدِثُ بَعْدَ الثَّلَاثِ، تین طلاق دینے کے بعد کیا شوق پیدا ہوگا، طلاق ثلاث میں تو رجعت ہی نہیں ہوتی، لہذا اس آیت کا تعلق مطلقہ رجعیہ سے ہے نہ کہ بائنہ، اور مجھ کو تو تین طلاقیں مل چکی ہیں لہذا میں جو حدیث بیان کر رہی ہوں جس میں جواز خروج ہے اس حدیث میں اور آیت میں کہاں تعارض ہے۔

جاننا چاہئے کہ جمہور علماء نے فاطمہ کے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ آیت کریمہ میں یہ ضروری نہیں کہ احداث امر سے مراد وہی ہو جو فاطمہ کہہ رہی ہے یعنی شوق رجوع، بلکہ کوئی دوسرا حکم مراد ہو، اسلئے کہ زمانہ نزول وحی کا تھا۔ کیا معلوم حکم مذکور کے بعد اللہ تعالی کون سا دوسرا حکم نازل فرمادیں، مثلاً نسخ یا تخصیص وغیرہ۔ والحديث أخرجه أيضًا مسلم والبيهقي (تکملة المنهل).

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَأَمَّا الزُّبَيْدِيُّ، فَرَوَى الْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا حَدِيثَ عُبَيْدِ اللَّهِ، بِمَعْنَى مَعْمَرٍ، وَحَدِيثَ أَبِي سَلَمَةَ بِمَعْنَى عُقَيْلٍ: كَذَلِكَ کا اشارہ معمر عن الزھری کی طرف ہے، یعنی موجودہ روایت کی طرف جو چل رہی ہے اور اس کا مقابل اس سے اوپر والی روایت ہے، یعنی عقیل عن الزہری جس کے بارے میں ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ وہ مجمل ہے، اب گویا یہاں دو حدیثیں ہو گئیں ایک مجمل ایک مفصل۔ معمر کی حدیث جس کو روایت کرنے والے عبید اللہ ہیں

وہ مفصل اور عقیل کی حدیث جس کے راوی ابوسلمہ ہیں وہ مجمل، عقیل اور معمر ہر دو زہری کے شاگرد ہیں، اور تیسرے شاگرد ان کے زبیدی ہیں، ان کے بارے میں مصنف یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے زہری سے دونوں قسم کی روایتیں ذکر کی ہیں مجمل بھی مفصل بھی، بمعنی معمر اور بمعنی عقیل اس لئے کہا کہ زبیدی نے ان دونوں کی روایت بلفظھما ذکر نہیں کی بلکہ بالمعنی، لفظوں میں کچھ فرق ہوگا، آگے مصنفؒ یہ فرمارہے ہیں اور زہری کے چوتھے شاگرد محمد بن اسحاق انہوں نے زہری سے صرف حدیث مفصل کو روایت کیا ہے جس کے راوی عبید اللہ عن معمر تھے، یہاں بھی مصنف یہی فرمارہے ہیں کہ انہوں نے عبید اللہ والی روایت کو بلفظہ ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے معنی، حضرت نے بذل المجہود میں اس قال أبو داؤد کی تشریح اس طرح فرمائی ہے، وھکذا ینبغي ان یفھم ھذا المقام، واللہ الموفق وھو ولی المرام وبیدہ حسن الختام۔

٤٠- بَابُ مَنْ أَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَى فَاطِمَةَ

جو حضرات فاطمہ بنت قیس کے قول کا انکار فرماتے ہیں؟

٢٢٩١ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ مَعَ الْأَسْوَدِ، فَقَالَ: أَتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: «مَا كُنَّا لِنَدَعَ كِتَابَ رَبِّنَا، وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ، لَا نَدْرِي أَحَفِظَتْ ذَلِكَ أَمْ لَا».

ترجمہ حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے کہ میں اسودؓ ہمراہ، جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا انہوں نے بیان کیا کہ فاطمہ بنت قیسؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے یہی حدیث بیان کی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم ایسے لوگ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت نبوی کو محض ایک عورت کے قول کی وجہ سے ترک کردیں نہ معلوم کہ اس عورت کو یاد رہا ہو یا نہ رہا ہو۔

٢٢٩٢ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَقَدْ عَابَتْ ذَلِكَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَشَدَّ الْعَيْبِ - يَعْنِي حَدِيثَ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ - وَقَالَتْ: «إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا، فَلِذَلِكَ رَخَّصَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ اماں عائشہ صدیقہؓ اور فاطمہ بنت قیسؓ والی روایت پر بہت اعتراض فرماتی تھیں کہ فاطمہؓ کو جو اس مکان سے نکلنے کی رخصت ہوئی تو وہ اس وجہ سے کہ وہ ایک کھنڈر مکان میں تھیں وہاں پر ان کو ڈر لگتا تھا اس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منتقل ہونے کی رخصت عطا فرمائی۔

٢٢٩٣ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ قِيلَ لِعَائِشَةَ: أَلَمْ تَرَيْ إِلَى قَوْلِ فَاطِمَةَ؟ قَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ لَا خَيْرَ لَهَا فِي ذِكْرِ ذَلِكَ.

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ لوگوں نے عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا کہ آپ فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت کو نہیں ملاحظہ فرماتیں تو اماں عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس قسم کی روایت بیان کریں کہ جس سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہو۔

۲۲۹۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، فِي خُرُوجِ فَاطِمَةَ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنْ سُوءِ الْخُلُقِ.

ترجمہ: حضرت سلیمان بن یسارؒ سے روایت ہے کہ فاطمہؓ ان کے مکان سے اس وجہ سے نکلیں تھیں کہ ان کے اخلاق اچھے نہ تھے۔

تخریج: صحیح البخاري - الطلاق (٥٠١٥) صحیح مسلم - الطلاق (١٤٨١) صحیح مسلم - الطلاق (١٤٨١) صحیح مسلم - الطلاق (١٤٨١) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٢) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٢) موطأ مالك - الطلاق (١٢٣٠)

شرح الأحادیث: حدیث فاطمہ پر انکار کرنے والے حضرت عمرؓ وعائشہؓ ومروان تینوں ہیں، حضرت عمرؓ نے تو اسی طرح کا انکار فرمایا ہے جو مروان کا ہے کہ یہ صرف ایک عورت کی روایت ہے معلوم نہیں اسکو صحیح یاد ہے یا نہیں، اچھی طرح بات کو سمجھی یا نہیں اس لئے کہ اس کی حدیث کتاب وسنت کے خلاف ہے اور حضرت عائشہؓ کا انکار یہ ہے وہ اس طرح فرمارہی ہیں جیسا کہ اس باب کی حدیث ثانی میں آرہا ہے: إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا، فَلِذَلِكَ رَخَّصَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، یعنی فاطمہ کو جو حضور ﷺ نے خروج کی اجازت دی تھی وہ ایک عارض اور مجبوری کی وجہ سے تھی وہ یہ کہ ایک ویران اور تنہا مکان میں تھی جس کی وجہ سے ان کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ تھا، اور اس کی بعد تیسری روایت میں یحییٰ بن سعید نے اس حدیث فاطمہ کے بارے میں یہ فرمایا: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنْ سُوءِ الْخُلُقِ اور پھر اس کے بعد والی روایت میں یہ آرہا ہے کہ سعید بن المسیب کے سامنے جب حدیث فاطمہ کو پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: تِلْكَ امْرَأَةٌ فَتَنَتِ النَّاسَ، إِنَّهَا كَانَتْ لَسِنَةً، کہ وہ بڑی زبان دراز تھی اس لئے اس کو خروج کی اجازت دی گئی تھی۔

۲۲۹۵ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَكَمِ الْبَتَّةَ، فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فَقَالَتْ لَهُ: «اتَّقِ اللَّهَ، وَارْدُدِ الْمَرْأَةَ إِلَى بَيْتِهَا». فَقَالَ مَرْوَانُ - فِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ -: إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ غَلَبَنِي. وَقَالَ مَرْوَانُ - فِي حَدِيثِ الْقَاسِمِ -: أَوَمَا بَلَغَكِ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: «لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ». فَقَالَ مَرْوَانُ: إِنْ كَانَ بِكِ الشَّرُّ فَحَسْبُكِ مَا كَانَ بَيْنَ هَذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ.

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسارؒ سے روایت ہے کہ یحییٰ بن سعید بن العاص نے حضرت عبدالرحمٰن بن حکم کی صاحبزادی کی تین طلاقیں دے دیں تو حضرت عبدالرحمٰن نے اس مکان سے اپنی لڑکی کو منتقل کر دیا (یعنی وہاں سے

لڑکی کو نکال کر اپنے پاس رکھ لیا) اماں عائشہ صدیقہؓ نے مروان بن حکم کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور مروان بن حکم اس وقت مدینہ منورہ کے حکمران تھے اور اماں عائشہؓ نے کہلوایا کہ اللہ کا خوف کرو اور عورت کو اپنے پہلے گھر میں بھیج دو (کیونکہ عدت کے دوران نکلنا جائز نہیں ہے) تو ایک روایت میں ہے کہ مروان نے جواباً کہا کہ مجھ کو عبد الرحمن نے مجبور کر دیا دوسری روایت میں ہے کہ فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت آپ تک نہیں پہنچی، اماں عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تم فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت کا تذکرہ نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟ مروان نے عرض کیا اگر آپ بھی فرمائیں کہ وہاں پر فتنہ کا ڈر تھا تو یہاں پر بھی وہ فتنہ (شر) ہے۔

شرح الحدیث: عبد الرحمن بن الحکم یہ مروان بن الحکم امیر مدینہ کا بھائی تھا، اس کی بیٹی کو اس کے شوہر سعید بن العاص نے طلاق بتہ دی تھی اس کے بعد یہ ہوا کہ بیٹی کے باپ یعنی عبد الرحمن نے اپنی بیٹی کو اپنے یہاں بلا لیا، یعنی زمانہ عدت میں (جو ناجائز تھا) اس پر حضرت عائشہؓ نے امیر مدینہ مروان کے پاس قاصد بھیجا کہ اللہ سے ڈر اس عورت یعنی اپنی بھتیجی کو اس کے گھر یعنی بیت العدت واپس بھیج، اس پر ایک روایت میں یہ ہے کہ مروان نے یہ جواب دیا کہ عبد الرحمن میری نہیں مانتا إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ غَلَبَنِي، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مروان نے حضرت عائشہؓ کو یہ جواب دیا کہ کیا آپ کو فاطمہ بنت قیس کا قصہ نہیں پہنچا، اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ فاطمہ کا قصہ چھوڑ دو (کیونکہ ان کا انتقال ایک مجبوری اور شر کی وجہ سے تھا)، فَقَالَ مَرْوَانُ: إِنْ كَانَ بِكِ الشَّرُّ فَحَسْبُكِ مَا كَانَ بَيْنَ هَذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ کہ اگر فاطمہ کے قصہ میں کوئی شر اور مجبوری تھی تو کیا یہاں اس قصہ میں شر کچھ کم ہے، والأثر أخرجه أيضاً الشافعي والبخاري والبيهقي (تكملة المنهل [1])۔

٢٢٩٦ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، حَدَّثَنَا مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَدُفِعْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقُلْتُ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طُلِّقَتْ فَخَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا، فَقَالَ سَعِيدٌ: «تِلْكَ امْرَأَةٌ فَتَنَتِ النَّاسَ، إِنَّهَا كَانَتْ لَسِنَةً، فَوُضِعَتْ عَلَى يَدَيِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى».

ترجمہ: حضرت میمون بن مہران سے مروی ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو میں حضرت سعید بن المسیب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فاطمہ بن قیسؓ کو طلاق دے دی گئی تھی اور وہ اپنے مکان سے باہر آگئی تھیں۔ حضرت سعید نے کہا کہ فاطمہ بنت قیسؓ ایک ایسی خاتون ہے کہ جس نے لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر دیا تھا اصل بات یہ ہے کہ وہ بدزبان عورت تھی تو وہ حضرت عبد اللہ بن اُم مکتومؓ کے مکان میں رکھی گئیں تھیں۔

٤١ - بَابٌ فِي الْمَبْتُوتَةِ تَخْرُجُ بِالنَّهَارِ

تین طلاقیں دی گئی عورت کو دن میں نکلنے کا بیان

یہ ہے وہ تیسرا مسئلہ مسائل ثلاث میں سے گزشتہ باب کے شروع میں جن کی طرف اشارہ آیا تھا، یعنی خروج المعتدة بالنهار

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٣٢٤

للحاجة۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: سو حنفیہ کے نزدیک تو مطلقہ رجعیہ ہو یا بائنہ اس کیلئے دن میں اپنی ضروریات کیلئے نکلنا جائز نہیں [1] اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا بائنہ خروج جائز ہے، اور شافعیہ کے نزدیک صرف مبتوتہ کیلئے جائز ہے، اور مطلقہ رجعیہ کیلئے جواز خروج نہیں ہے، کذا قال ابن رسلان الشافعي وهكذا حكى الزرقاني المالكي مذهب مالك كما في الاوجز والابواب والتراجم، اور حنابلہ کا مذہب بھی ابن قدامہؒ نے مغنی میں جواز خروج المعتدة المطلقة [2] لکھا ہے، لیکن انہوں نے اس میں رجعیہ یا بائنہ کی کوئی تصریح نہیں کی نہ کسی اور کتاب میں ان کے مذہب کی تفصیل مل سکی یہ تفصیل تو متعلق ہے معتدة الطلاق سے، جو ترجمة الباب میں مذکور ہے۔

اسی مسئلہ کی ضرورت پیش آتی ہے معتدة الوفاة کے لئے بھی سو جاننا چاہئے کہ اس کے لئے اپنی ضروریات کے لئے صرف دن میں نکلنا اور پھر رات بیت العدة ہی میں گزارنا بالاتفاق جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

۲۲۹۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: طُلِّقَتْ خَالَتِي ثَلَاثًا، فَخَرَجَتْ تَجُدُّ نَخْلًا لَهَا، فَلَقِيَهَا رَجُلٌ، فَنَهَاهَا، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا: «اخْرُجِي فَجُدِّي نَخْلَكِ، لَعَلَّكِ أَنْ تَصَدَّقِي مِنْهُ أَوْ تَفْعَلِي خَيْرًا».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میری خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں وہ اپنی کھجوریں (دوران عدت) کاٹنے کیلئے گھر سے نکل گئیں ان کو راستہ میں ایک شخص ملا اس نے ان کو (عدت کے درمیان) نکلنے سے منع کیا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا تم (گھر سے ضرورت کی بناء پر) نکل جایا کرو ہو سکتا ہے کہ تم اس میں سے صدقہ نکالو یا اور کوئی نیکی کرو۔

تخریج صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٥٠) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٧) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢١) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٨)

شرح الحدیث حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ جن کو تین طلاقیں دی گئیں تھیں وہ زمانہ عدت میں اپنے کھجور کے درختوں کی دیکھ بھال اور پھل وغیرہ توڑنے کیلئے گھر سے نکلیں، راستہ میں ایک شخص ان کو ملا جس نے انکو نکلنے سے منع کیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے نکلنے کا ذکر کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا حاصل یہ ہے، ٹھیک ہے اس کام

---

[1] بذل المجهود (ج ١١ ص ٥٧) میں یہاں شوکانی سے جو مذاہب نقل کئے ہیں وہ اس طرح ہے حنفیہ کے نزدیک جواز خروج لاجل الحاجة اور ائمہ ثلاث کے نزدیک جواز خروج مطلقاً، بدون اعتبار حاجت، لیکن یہ صحیح نہیں، امام نوویؒ نے جو شرح مسلم میں مذاہب لکھے ہیں اسکے خلاف ہے والصحيح ما ذكرنا والله الموفق۔

[2] المغني لابن قدامة – ج ٩ ص ١٧٦

کیلئے تم نکل سکتی ہو، اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا یہ نکلنا کسی خیر یا صدقہ کا ذریعہ بنے اس حدیث سے جواز خروج للحاجة معلوم ہو رہا ہے جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے۔

حنفیہ کی طرف سے حدیث کی توجیہ: اور یہ حدیث بظاہر مسلک حنفیہ کے خلاف ہے، لیکن اس حدیث کا شروع کا حصہ کہ ایک شخص نے ان کو خروج سے روکا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مسئلہ یہی تھا اسکے بعد جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے آپ ﷺ سے اپنی پوری بات بیان کی تو آپ ﷺ نے سن کر اس طرح نہیں فرمایا کہ مسئلہ یہ نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ نے ان سے خصوصی خطاب سے فرمایا کہ تمہارے لئے اجازت ہے تم نکل سکتی ہو بطور کلیہ کے آپ ﷺ نے ان سے نہیں فرمایا، جس کے پیش نظر کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعة حال لا عموم لها کے قبیل سے ہے، اور یہ رخصت ان ہی کے ساتھ خاص ہے، بعد میں التعلیق الممجد [1] کو دیکھا گیا اس میں بھی مولانا عبد الحیؒ صاحبؒ نے اسی جواب کی طرف اشارہ کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم والحديث أخرجه أيضًا أحمد ومسلم والنسائي وابن ماجه والبيهقي (تكملة المنهل [2])۔

۴۲ ۔ بَابُ نَسْخِ مَتَاعِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا بِمَا فُرِضَ لَهَا مِنَ الْمِيرَاثِ

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو ایسی عورت کو ایک سال کا نفقہ دینا آیتِ میراث سے منسوخ ہو گیا

مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ: ابتداء میں زوج کیلئے یہ حکم تھا کہ مرنے سے پہلے اپنی زوجہ کیلئے اسکے نفقہ اور سکنی و کسوہ کیلئے وصیت کرے ایک سال تک کیلئے، نزول میراث کے وقت یہ حکم منسوخ ہو گیا، نفقہ کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ وہ مطلقاً واجب نہیں خواہ عورت حامل ہو یا غیر حامل، البتہ امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ حامل ہونے کی صورت میں نفقہ ہے، اور سکنی کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے یہاں تو مطلقاً واجب نہیں، امام شافعیؒ سے دو روایتیں ہیں وجوب اور عدم وجوب، لیکن اظہر الروایتین ان سے مطلقاً وجوب کی ہے، اور امام احمدؒ کے نزدیک اگر غیر حامل ہے تو نہیں اور اگر حامل ہے تو اس میں دو روایتیں ہیں وجوب اور عدم وجوب، کما فی تراجم البخاری 'عن المغني' اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر بیت زوج میت کی ملک ہے تب تو عورت کیلئے حق سکنی ہے و الا فلا۔

۲۲۹۸ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: { وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ [3] }،

---

[1] التعليق الممجد على موطا محمد — ج ۲ ص ۵۱۲

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ۳۳۷

[3] اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وصیت کر دیں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے (سورۃ البقرۃ ۲٤۰)

«فَلَسِخَ ذَلِكَ بِآيَةِ الْمِيرَاثِ بِمَا فَرَضَ لَهُنَّ مِنَ الرُّبُعِ وَالثُّمُنِ، وَنُسِخَ أَجَلُ الْحَوْلِ بِأَنْ جُعِلَ أَجَلُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ارشادِ الٰہی ہے: { وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ } یعنی تم لوگوں میں سے جن لوگوں کی وفات ہونے لگے اور وہ بیویاں چھوڑے تو ان بیویوں کیلئے ایک سال کے نفقہ کی وصیت کریں تو یہ آیت کریمہ آیت میراث سے منسوخ ہو گئی کہ جب شوہر کی اولاد ہو تو اسکو آٹھواں حصہ ملے گا اور جب اولاد نہ ہو تو اس کو چوتھائی حصہ ملے گا اور ایک سال تک نہ نکلنا منسوخ ہو گیا دوسری آیت کریمہ کی وجہ سے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی خواتین کی عدت چار ماہ دس دن مقرر فرمائی ہے۔

شرح الحدیث: ذَلِكَ کا اشارہ مَتَاعًا کی طرف ہے جس سے مراد نفقہ اور کسوۃ ہے بِآيَةِ الْمِيرَاثِ بِمَا فَرَضَ لَهُنَّ مِنَ الرُّبُعِ وَالثُّمُنِ، وَنُسِخَ أَجَلُ الْحَوْلِ بِأَنْ جُعِلَ أَجَلُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، أَجَلُ الْحَوْلِ سے مراد سکنی الی الحول ہے جس کا تقاضہ ہے کہ مدت عدت بھی ایک سال ہو۔ چنانچہ شروع میں عدت ایک ہی سال تھی، پھر دوسری آیت نے آکر، جس کو آیت تربص کہتے ہیں وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا [1]، أَجَلُ الْحَوْلِ کو منسوخ کر کے چار ماہ دس دن عدت کی مدت قرار دیدی۔

فائدہ: یہ جو اوپر ہم نے تشریح کی ہے یہ علی رأی الجمہور ہے ورنہ ابن عباسؓ کی رائے اس سلسلہ میں مسلک جمہور کے خلاف ہے جیسا کہ آگے بَابُ مَنْ رَأَى التَّحَوُّلَ میں ہم اس کو بیان کریں گے، الأثر أخرجه النسائي (تکملة المنهل [2])۔

٤٣ - بَابُ إِحْدَادِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا

شوہر کے انتقال پر بیوی کے غم منانے کا بیان

إِحْدَادِ [3] جسکو سوگ منانا کہتے ہیں یعنی ترکِ زینت اور اظہارِ حزن موت زوج [4] پر یعنی مدت العدت میں جو چار ماہ اور دس دن

---

[1] اور جو لوگ مر جاویں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن (سورۃ البقرۃ ٤: ٢٣٤)

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٣٣٩

[3] إِحْدَاد باب افعال سے اور اس میں دوسرا لغت حداد بھی ہے مجرد سے از باب نصر و ضرب، كذا في الدر المختار، قال ابن عابدين، وأنكر الأصمعي الثلاثي فاقتصر على الرباعي اهـ. (رد المحتار على الدر المختار — ج ٥ ص ٢١٦)

[4] الاحداد هو لغة كما في القاموس: تاركة الزينة للعدة. وشرعا ترك الزينة ونحوها لمعتدة بائن، أو موت اهـ، اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ترك الزينة للعدة. أي مطلقا ولو من رجعي، أو كانت كافرة، أو صغيرة فيكون أعم من الشرعي اهـ (رد المحتار على الدر المختار — ج ٥ ص ٢١٦ - ٢١٧)، یعنی لغوی معنی عام ہے وہ مطلقہ رجعیہ کو بھی شامل ہے ایسے ہی کتابیہ کو بخلاف معنی شرعی کے کہ وہ خاص ہے مطلقہ بائنہ مسلمہ کے ساتھ، لیکن یہ مسلمہ اور غیر مسلمہ کا فرق عند الحنفیہ ہے کما سیاتی۔

ہے، جس میں ایسا رنگین کپڑا پہننے کی ممانعت ہے جس سے مقصود زینت [1] ہو اور وہ جدید ہو، عدت کے زمانہ میں کن کن چیزوں سے بچنا ضروری ہے اسکا باب آگے آرہا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ متوفی عنہا زوجہا پر زمان عدت میں احداد واجب ہے، عند الجمهور ومنهم الأئمة الأربعة، اور حسن بصریؒ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک واجب نہیں، اور معتدۃ الطلاق کے بارے میں یہ ہے کہ مطلقہ رجعیہ پر تو بالاتفاق واجب نہیں اور مطلقہ بائنہ کے بارے میں جمہور کا مسلک تو یہی ہے لیکن اس میں حنفیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اس پر احداد واجب ہے۔

۲۲۹۹ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ. أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ الثَّلَاثَةِ، قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

ترجمہ حضرت حمید بن نافع نے کہا کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو تین حدیثیں سنائیں۔ زینب بنت ابی سلمہ سے روایت ہے کہ میں ام حبیبہؓ کے پاس گئی جب ان کے والد حضرت سفیانؓ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے خوشبو منگائی جس میں زرد رنگ تھا۔ اس میں سے لے کر ایک بچی کو خوشبو لگائی پھر وہ خوشبو اپنے رخساروں پر ملی اور فرمایا: بخدا! مجھ کو خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں لیکن میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو عورت اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتی ہو اس کیلئے حلال نہیں کہ تین روز سے زیادہ کسی میت پر غم منائے اور اپنا سنگھار چھوڑے ہاں اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن غم منائے (اور عدت گزارے)۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٢٢٢) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٠٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٠٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٢٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٣٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤١) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٢٦) موطأ مالك - الطلاق (١٢٦٨) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٤)

شرح الحدیث زینب بنت ابی سلمہ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ ہیں انہوں نے مسلسل یکے بعد دیگرے تین حدیثیں بیان کیں، تینوں کا تعلق مسئلہ احداد ہی سے ہے، اور یہ تینوں حدیثیں مروی بھی بسند واحد ہی ہیں۔

قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ: پہلی حدیث یہ ہے، حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ جب ام

---

[1] ففي الدر المختار: ولبس المعصفر والمزعفر. قال ابن عابدين: أي لبس الثوب المصبوغ بالعصفر والزعفران. والمراد بالثوب ما كان جديدا تقع به الزينة وإلا فلا بأس به لأنه لا يقصد به إلا ستر العورة. والأحكام تبتنى على المقاصد اهـ. (رد المحتار على الدر المختار — ج٥ ص٢١٨)

المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے والد ابو سفیان کی وفات ہوئی تو میں ان کے پاس گئی (بظاہر تعزیت کے لئے) تو جب میں ان کے پاس پہنچی تو اس وقت وہ اپنی کسی لڑکی کے رنگین خوشبو جس کو خلوق کہتے ہیں لگا رہی تھیں، جب لگا چکیں تو ہاتھوں پر جو اثر باقی تھا خوشبو کا اس کو اپنے دونوں رخساروں پر مل لیا، اور ملنے کے بعد کہنے لگیں کہ واللہ مجھے اس وقت خوشبو لگانے کی کوئی حاجت نہیں [1] تھی، اور اس وقت میں یہ خوشبو صرف اس لئے لگائی ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا کہ کسی ایمان والی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر سوگ منائے تین رات سے زائد بجز اپنے شوہر کے، تو گویا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ والد کی وفات پر تین دن گزر چکے ہیں، اس لئے میں نے قصداً یہ خوشبو، لگائی تاکہ اس حدیث پر عمل ہو جائے، یہ ان احادیث ثلاثہ میں سے ایک حدیث ہوئی، اب آگے وہ دوسری اور تیسری بیان کر رہی ہیں درمیان میں۔

کیا کتابیہ پر بھی احداد واجب ہے؟ اس حدیث سے جو ایک مسئلہ فقہیہ مستنبط ہو رہا ہے وہ سن لیجئے، وہ یہ کہ جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوا ہے وہ اگر ذمیہ یعنی کتابیہ ہو تو اس پر احداد واجب ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں وبہ قال ابو ثور وبعض المالکیہ، اس لئے کہ اس حدیث میں: تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فرمایا ہے۔ چنانچہ اس حدیث پر امام نسائی نے ترجمہ قائم کیا ہے: تَرْكُ الزِّينَةِ لِلْحَادَّةِ الْمُسْلِمَةِ دُونَ الْيَهُودِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ، اس میں جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک کتابیہ پر بھی احداد واجب ہے وہ اس کی وجہ بطور قیاس و دلیل عقلی کے یہ بیان کرتے ہیں کہ نکاح میں جو حقوق مسلمہ کیلئے حاصل ہیں وہی کتابیہ کے لئے بھی حاصل ہیں، اسی طرح جو حقوق مسلمہ پر واجب ہوں گے وہی کتابیہ پر بھی واجب ہوں گے (تکملة المنهل [2]) اور یہاں دوسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ وہ بیوہ لڑکی جس کے شوہر کا انتقال ہوا ہے اگر صغیرہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس پر احداد واجب نہیں اس کے غیر مکلف ہونے کی وجہ سے اور ائمہ ثلاث کے نزدیک اس کے حق میں بھی احداد ہے، لہٰذا اس کا جو ولی ہو اس پر یہ واجب ہوگا کہ اس صغیرہ سے احداد کرائے۔

۲۲۹۹- قَالَتْ زَيْنَبُ: وَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

ترجمہ: زینبؓ نے کہا کہ میں زینب بنت جحش کے پاس گئی جب ان کے بھائی (عبید اللہ بن جحش) کی وفات ہوئی انہوں نے خوشبو منگوا کر لگائی اس کے بعد کہا اللہ کی قسم مجھ کو خوشبو کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں نے حضور اکرم ﷺ سے منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے اس کے لئے حلال نہیں

---

[1] اس لئے کہ ان کے شوہر جناب رسول اللہ ﷺ وفات پاچکے ہیں اور عورت تو تزین اپنے شوہر ہی کی نیت سے کرتی ہے۔

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٤٤٣

ہے کسی مردے پر تین روز سے زیادہ غم منانا ہاں شوہر پر چار ماہ دس دن تک۔

تخریج صحیح البخاري – الجنائز (۱۲۲۲) صحیح مسلم – الطلاق (۱٤۸٦) سنن النسائي – الطلاق (۳۵۰۰) سنن النسائي – الطلاق (۳۵۰۲) سنن النسائي – الطلاق (۳۵۲۷) سنن النسائي – الطلاق (۳۵۳۳) سنن النسائي – الطلاق (۳۵۳۳) سنن النسائي – الطلاق (۳۵۳۳) سنن النسائي – الطلاق (۳۵٤۱) سنن أبي داود – الطلاق (۲۲۹۹) سنن أبي داود – الطلاق (۲۲۹۹) سنن أبي داود – الطلاق (۲۲۹۹) سنن ابن ماجه – الطلاق (۲۰۸٤) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (۳۲٦/٦) موطأ مالك – الطلاق (۱۲۱۷) سنن الدارمي – الطلاق (۲۲۸٤)

شرح الحدیث: یہ احادیث ثلاثہ میں سے دوسری حدیث ہے، بیان کرنے والی تو زینب بنت ابی سلمہؓ ہی ہیں، اور وہ اب جن کا قصہ بیان کر رہی ہیں وہ ام المومنین زینب بنت جحشؓ ہیں، اسکا مضمون بھی بعینہ پہلی حدیث کی طرح مس طیب ہی کا ہے، صرف فرق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں باپ کی وفات مذکور تھی اور اس میں بھائی کی وفات اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم رہی ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی دوسرے عزیز قریب کی وفات پر عورت کیلئے سوگ منانا تین دن سے زائد مباح نہیں ہے، فقہاء نے بھی یہی بات لکھی ہے، نیز صرف اباحت ہے نہ کہ وجوب (بذل [1])۔

۲۲۹۹ – قَالَتْ زَيْنَبُ: وَسَمِعْتُ أُمِّي أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا أَفَنَكْحُلُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا»، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلَّ ذَلِكَ، يَقُولُ: «لَا»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ، وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ»، قَالَ حُمَيْدٌ: فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ: وَمَا تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ؟ فَقَالَتْ زَيْنَبُ: «كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا، وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا، وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا وَلَا شَيْئًا، حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ، ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ، فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ، ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعْرَةً فَتَرْمِي بِهَا، ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْحِفْشُ: بَيْتٌ صَغِيرٌ".

ترجمہ: زینب نے بیان کیا کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ ام سلمہؓ سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ ایک خاتون خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری لڑکی کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس لڑکی کی آنکھیں دکھ رہی ہیں کیا ہم اسکے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے یہ سوال دو یا تین مرتبہ دہرایا اور آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا: نہیں۔ (یعنی آپ ﷺ نے سرمہ لگانے کی اجازت نہیں عطا فرمائی) پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب تو عدت (یعنی عدتِ وفات) صرف چار مہینے دس دن ہیں اور دورِ جاہلیت میں تمہارے میں سے ایک سال گزرنے پر مینگنی پھینکتی تھی۔ حدیث کے راوی حمید نے عرض کیا کہ میں نے حضرت زینب سے دریافت کیا کہ مینگنی پھینکنے سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ دورِ جاہلیت میں جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جاتا تو وہ عورت ایک کوٹھڑی میں داخل ہو جاتی اور وہ عورت خراب اور

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۱ ص ٦۱

بوسیدہ کپڑے پہن لیتی، وہ خوشبو لگاتی اور نہ کوئی اور چیز لگاتی یہاں تک کہ پورا ایک سال گزر جاتا پھر ایک جانور (اسکے پاس) لایا جاتا گدھا یا بکری یا پرندہ وہ عورت اس جانور کو اپنے جسم سے لگاتی (یعنی ملتی) اتفاقاً ایسا ہوتا کہ وہ جانور زندہ رہتا بلکہ عموماً وہ جانور مر جاتا اسکے بعد اس عورت کو ایک مینگنی دی جاتی وہ عورت مینگنی پھینکتی پھر عدت سے نکلتی اب وہ عورت جو دل چاہے خوشبو وغیرہ استعمال کرتی۔ امام داؤدؒ نے فرمایا: الا حفش چھوٹے مکان کو کہا جاتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٢٢٢) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٦) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٠٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٠٢) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٢٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٣٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٣٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٣٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٤١) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٩) سنن أبي داود - الطلاق (٢٢٩٩) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٢٦) موطأ مالك - الطلاق (١٢٦٨) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٤)

شرح الحديث یہ ان احادیث میں سے تیسری حدیث ہے جس کو حضرت زینب اپنی والدہ ام سلمہ سے بیان کرتی ہیں وہ یہ کہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے پاس آئی، اور آکر عرض کیا: یارسول اللہ! میری بیٹی کے شوہر کی وفات ہوگئی اس کی آنکھ دکھتی ہے کیا ہم اس کے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ تو اس پر آپ ﷺ نے مکرر دو یا تین مرتبہ فرمایا: نہیں۔ پھر آگے روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ. وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ۔

آپ ﷺ کو اس سوال پر ناگواری ہوئی کہ عورتیں زینت کیلئے بہانے ڈھونڈتی ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اب اسلام نے مدت عدت صرف چار ماہ دس دن ہے (تم سے اس مختصر مدت میں بھی صبر نہیں ہوتا) حالانکہ زمانہ جاہلیت میں بیوہ عورت کا یہ حال تھا کہ جب اس کی ایک سال کی عدت پوری ہو جاتی تھی تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ، مینگنیاں پھینکتی تھی عدت پوری ہونے پر، آگے روایت میں اس جملہ کی تشریح مذکور ہے وہ یہ کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کے شوہر کی وفات ہو جاتی تھی تو اس کی عدت ایک سال ہوتی تھی، اور وہ عدت کا ایک سال اس بری طرح پورا کرتی تھی کہ گھر کی کسی چھوٹی سی کوٹھری میں رہتی تھی اور بہت گھٹیا کپڑے پہنتی، اور نہ کسی قسم کی خوشبو لگا سکتی تھی، اپنے سارے کام اسی اندھیر کوٹھری میں کرتی تھی، پھر سال پورا ہونے پر اس کے پاس کوئی دابہ حمار یا بکری یا کوئی پرندلا یا جاتا تھا، پھر وہ اس دابہ سے اپنی شرمگاہ یا کوئی اور بدن کا حصہ رگڑتی تھی، نیز اس کو ایک مٹھی مینگنیوں کی دی جاتی تھی اس کو پھینکتی ہوئی اپنے مقام عدت سے باہر آتی تھی۔

اس روایت میں راوی نے یہ بھی بتایا کہ جس جانور سے وہ اپنے بدن کا حصہ رگڑتی تھی وہ بہت کم بچتا تھا اکثر ہلاک ہی ہو جاتا تھا جس کی وجہ بعض شراح نے یہ لکھی ہے کہ چونکہ وہ بیوہ اس ایک سال کی مدت طویلہ میں نہ غسل کرتی تھی نہ کپڑے صاف کر سکتی تھی، بدن اور کپڑے سب گندے ہوتے تھے جگہ بھی گندی ہوتی تھی تو اس گندگی کی وجہ سے اسکے بدن میں سمیت کے آثار پیدا ہو جاتے تھے اس وجہ سے وہ جانور پرندہ وغیرہ جو ہوتا تھا ہلاک ہو جاتا تھا اسی طرح تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ کی تشریح کے ذیل

میں بھی شروح میں بہت کچھ لکھا ہے، اسی طرح حضرت شیخ نے بھی أوجز المسالك میں تفصیل سے لکھا ہے جو چاہے اس کو دیکھ لے، أوجز میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان مینگنیوں کو آگے کی طرف پھینکتی تھی، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ پیچھے کی طرف پھینکتی تھی وغیرہ وغیرہ نیز لکھا ہے کہ رمی البعرہ اشارہ ہے رمی عدت کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے اس بلا کو مجھ سے دور کر دیا، اور کہا گیا ہے کہ وہ تفاؤلاً ایسا کرتی تھی کہ یہ دن مجھ سے دور ہو گئے اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ نہ دکھائے اور مینگنی کی خصوصیت عدت کی حقارت اور عظمت حق زوج کی طرف اشارہ کیلئے ہے [1]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحِفْشُ: بَيْتٌ صَغِيرٌ: امام ابوداودؒ بھی بعض مرتبہ امام ترمذیؒ کی طرح کہ وہ تو کثرت سے ایسا کرتے ہیں، یعنی بعض الفاظ حدیث کے لغوی معنی بیان کر دیتے ہیں، اور موطا کے اندر ہے: قَالَ مَالِكٌ: وَالْحِفْشُ الْبَيْتُ الرَّدِيءُ، والحديث أخرجه أيضًا الشافعي وباقي الجماعة (تكملة المنهل [2])۔

٤٤ ـ بَابٌ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا تَنْتَقِلُ

جس خاتون کے شوہر کی وفات ہو جائے عدت تک وہ مکان سے نہ نکلے

یہ مسائل ثلاث میں سے بقیہ مسئلہ ثالثہ ہے، دوسرے میں اور اس تیسرے میں فرق یہ ہے کہ اس سے پہلے جو گزرا وہ ہے خروج المعتدة لقضاء حاجتها في النهار وأما البيتوتة ففي بيت العدة، یعنی دن میں کسی ضرورت سے باہر نکلنا اور رات بیت العدۃ میں گزارنا اور یہ تیسرا مسئلہ جو ہے وہ جواز التحول والانتقال من بيت العدة الى مكان آخر، یعنی بیت العدۃ کو مستقلاً چھوڑ کر کسی دوسرے مکان میں عدت گزارنے کا مسئلہ ہے اس کیلئے مصنف نے یہاں دو باب قائم کئے ہیں، اس پہلے باب میں عدم جواز انتقال کو ثابت کیا ہے جو کہ ائمہ اربعہؒ کا مذہب ہے اور آنے والے باب میں اس کے جواز کو ثابت کیا ہے جس کے بعض صحابہ اور تابعین قائل ہیں، وهم علي وابن عباس وعائشة ومن التابعين الحسن وعطاء۔

٢٣٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ عَمَّتِهِ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ. أَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ، وَهِيَ أُخْتُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَتْهَا، أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ. فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوهُ. فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، فَإِنِّي لَمْ يَتْرُكْنِي فِي مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ، وَلَا نَفَقَةٍ؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَعَمْ». قَالَتْ: فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ، أَوْ فِي الْمَسْجِدِ، دَعَانِي، أَوْ أَمَرَ بِي، فَدُعِيتُ لَهُ، فَقَالَ: «كَيْفَ قُلْتِ؟». فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي، قَالَتْ: فَقَالَ: «امْكُثِي فِي بَيْتِكِ

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك ـ ج ١١ ص ٤٧٨ ـ ٤٧٩

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود ـ ج ٤ ص ٣٤٥

حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ». قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ. فَأَخْبَرْتُهُ فَاتَّبَعَهُ، وَقَضَى بِهِ.

ترجمہ سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ کی پھوپھی زینب بنت کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ مالک بن سنان کی لڑکی فریعہ جو کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی ہمشیرہ ہیں وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں اپنے خاندان میں چلی جاؤں جو کہ قبیلہ خدرہ میں ہے کیونکہ اس کا شوہر اپنے مفرور غلاموں کو تلاش کرنے نکلا تھا غلاموں نے قدوم (نامی جگہ) میں اسکو قتل کر ڈالا۔ فریعہ نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ سے میں نے دریافت کیا کہ میرے شوہر نے میرے لئے اپنی طرف سے اپنا کوئی مکان نہیں چھوڑا اور نہ ہی میرے لئے نان نفقہ (کا انتظام) ہے فریعہ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں تم اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔ فریعہ نے کہا کہ پھر میں وہاں سے نکل کر مسجد یا حجرہ میں آئی تو آپ نے مجھ کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے کس طریقہ پر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے پھر اپنے شوہر (کے قتل کئے جانے اور میرے لئے نان نفقہ نہ چھوڑے جانے کا) پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: جب تک تمہاری عدت گزرے تم اسی مکان میں رہو۔ فریعہ نے کہا کہ پھر میں نے چار مہینے دس دن اسی مکان میں پورے کئے جب حضرت عثمان بن عفانؓ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے میرے پاس آدمی بھیجا اور مجھ سے یہ مسئلہ معلوم کیا میں نے وہ مسئلہ بیان کر دیا لہٰذا انہوں نے اسی کی پیروی کی اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

تخریج جامع الترمذي - الطلاق (١٢٠٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٢٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٢٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٣٠) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٣٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٣٠٠) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٧٠) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٢١) موطأ مالك - الطلاق (١٢٥٤) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٧)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی بہن فریعہ بنت مالک بن سنان اپنا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر کے چند غلام تھے جو فرار ہو گئے، کہتی ہیں کہ میرے شوہر ان کو تلاش کرنے کیلئے گئے اور مقام قدوم کے کسی گوشہ میں ان سے جا ملے، مگر ہوا یہ کہ ان غلاموں ہی نے ان کو قتل کر دیا، وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤں، اس لئے کہ میرے شوہر نے مجھ کو کسی ایسے مسکن میں نہیں چھوڑا جو خود ان کی ملک ہو اور نہ کوئی نفقہ کا انتظام ہے، کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جا سکتی ہو پھر جب میں آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کر کے جانے لگی تو ابھی قریب ہی میں تھی کہ آپ ﷺ نے مجھ کو بلوایا اور بلا کر مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے مجھ سے کیا مسئلہ دریافت کیا تھا، میں نے اپنا قصہ دوبارہ عرض کر دیا، تو آپ ﷺ نے اپنے سابق حکم سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا: امْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ، تم اپنے اسی مسکن میں ٹھہری رہو یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے، پھر انہوں نے ایسا ہی کیا، وہ کہتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مجھ سے یہ مسئلہ ایک شخص کو بھیج کر معلوم کرایا اور پھر معلوم کرنے کے بعد انہوں نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

یہ حدیث ائمہ اربعہ کے مسلک کی دلیل ہے، ابن قدامہ نے اسی طرح ہمارے فقہاء نے بھی اس مسئلہ پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، یہ حدیث سنن اربعہ کی ہے، رواہ بقیۃ اصحاب السنن، وقال الترمذی: حسن صحیح۔

٤٥ـ بَابُ مَنْ رَأَى التَّحَوُّلَ

(عدت وفات میں) جگہ بدلنے کا بیان

اس باب کی غرض گزشتہ باب کے شروع میں لکھ دی گئی ہے، اور یہ بھی کہ کون حضرات اس کے قائل ہیں۔

٢٣٠١ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا شِبْلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، قَالَ: قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "نَسَخَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ، وَهُوَ قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: غَيْرَ إِخْرَاجٍ". قَالَ عَطَاءٌ: "إِنْ شَاءَتِ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهِ، وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ [1]}. قَالَ عَطَاءٌ: ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ، فَنَسَخَ السُّكْنَى تَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ".

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ الخ منسوخ ہو گئی اب عورت کو اختیار ہے کہ وہ جس جگہ چاہے عدت گزارے۔ عطاء نے کہا اگر عورت چاہے تو اپنے شوہر کے لوگوں میں عدت گزارے وصیت کئے گئے مکان میں اور اگر چاہے چلی جائے، ارشاد الٰہی ہے: فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ، عطاء نے بیان کیا کہ اس آیت کریمہ کو آیت میراث نے منسوخ قرار دے دیا جس طریقہ پر (عدتِ وفات میں) ایک سال کا خرچ دینا منسوخ ہو گیا۔ اسی طرح پر اسی مکان میں رہنا بھی منسوخ ہو گیا اب اختیار ہے کہ جس جگہ عورت کا دل چاہے وہاں عدت گزارے۔

شرح الحدیث: جمہور اور ابن عباسؓ کے مسلک کی تشریح اور کیفیت استدلال: یہ پہلے گزر چکا کہ حضرت ابن عباسؓ اور عطاء بیت العدت سے انتقال اور خروج کے جمہور کے مسلک کے خلاف جواز کے قائل ہیں، انکا استدلال آیت الحول سے ہے نیز یہ بھی پہلے گزر چکا کہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت سے متعلق یہاں سورۂ بقرہ میں دو آیتیں ہیں، ایک آیۃ التربص جس میں یہ ہے يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا، اور دوسری آیۃ الحول جو حدیث الباب میں مذکور ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ متوفی عنہا زوجہا بیت العدت میں ایک سال تک رہے کوئی اسکو وہاں سے نہ نکالے، ہاں اگر وہ خود نکلے تو امر آخر ہے فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ. دیکھئے اس آیت سے جواز انتقال اور خروج صاف طور سے معلوم ہو رہا ہے، اسی کے ابن عباسؓ اور عطاء قائل ہیں۔

پھر یہاں پر یہ سوال ہو گا کہ آیت الحول سے تو دو حکم مستفاد ہو رہے ہیں، اول عدت کا ایک سال ہونا، ثانی جواز انتقال، تو جب

---

[1] پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر (سورۃ البقرۃ ٢٤٠)

ابن عباسؓ آیۃ الحول کے قائل ہیں تو پھر ان کے نزدیک عدت الوفات بھی ایک سال ہونی چاہیئے حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ کے نزدیک آیت الحول کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ مدت العدت ایک سال ہے، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ زوج کو چاہیئے کہ وفات سے قبل زوجہ کے لئے اس بات کی وصیت کرے کہ اہل خانہ اس بیوہ کو ایک سال تک اس کے گھر سے نہ نکالیں، یعنی بیوہ کو ایک سال تک حق سکنی حاصل ہے چار ماہ دس دن تو عدت کے ضمن میں اور باقی سات ماہ بیس دن مزید عدت کے علاوہ، اور یہ مطلب نہیں کہ مدت العدۃ بھی ایک سال ہے وہ تو وہی چار ماہ اور دس دن ہیں، لیکن حق سکنی اس کو ایک سال کا ہونا چاہیئے، اس طور پر ابن عباسؓ آیت الحول کے قائل ہیں، اس تقریر کا تقاضا یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک آیۃ تربص نزول میں مقدم ہے جیسے کہ وہ تلاوت میں بھی مقدم ہے اور آیۃ الحول نزول میں اس سے مؤخر، اور جمہور علماء کی رائے پر یہ ہے کہ آیۃ الحول کا تعلق اصل عدت سے ہے اور وہ نزول میں مقدم ہے گو تلاوت میں مؤخر ہے، لہٰذا عدت الوفات کی مدت ایک سال ہوئی، پھر بعد میں آیۃ التربص نازل ہوئی، اس نے آخر آیۃ الحول کو منسوخ کیا، اور مدت العدۃ بجائے ایک سال کے چار ماہ دس دن ہو گئی، پس جب آیۃ الحول عند الجمہور منسوخ ہوئی تو اپنے ہر دو جزء کے اعتبار سے منسوخ ہوئی، مدت العدۃ اور جواز خروج، اس لئے جمہور جواز خروج کے قائل نہیں، اور ان کے نزدیک آیۃ الحول سے جواز خروج پر استدلال صحیح نہیں رہا، پھر آگے حدیث الباب میں یہ ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں پھر بعد میں جب آیۃ میراث کا نزول ہوا تو اس سے یہ حق سکنی بھی منسوخ ہو گیا خوب سمجھ لیجئے یہ مقام دقیق اور مشکل ہے، بلکہ من مزال الاقدام ہے؛ چنانچہ حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ صاحب عون المعبود سے اس مقام کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی [1]۔ والحديث أخرجه أيضًا الطبري، وأخرجه النسائي مختصراً والبخاري معلقاً (تكملة المنهل [2])، صحیح بخاری میں یہ حدیث تعلیقاً متعدد مواقع میں مذکور ہے، کتاب التفسیر میں اور کتاب الطلاق باب قول اللہ تعالیٰ: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ الآیۃ میں۔

٤٦ - بَابٌ فِيمَا تَجْتَنِبُهُ الْمُعْتَدَّةُ فِي عِدَّتِهَا

عدت گزارنے والی عورت دوران عدت کن اشیاء سے بچے؟

٢٣٠٢ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ الْقُهُسْتَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ بَكْرٍ السَّهْمِيَّ، عَنْ هِشَامٍ - وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْجَرَّاحِ - عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُحِدُّ الْمَرْأَةُ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَكْتَحِلُ، وَلَا تَمَسُّ طِيبًا إِلَّا أَدْنَى طُهْرَتِهَا إِذَا طَهُرَتْ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٧٠

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود - ج ٤ ص ٣٥٠

مِنْ مَحِيضِهَا بِنُبْذَةٍ مِنْ قُسْطٍ، أَوْ أَظْفَارٍ» - قَالَ يَعْقُوبُ: - «مَكَانَ عَصْبٍ إِلَّا مَغْسُولًا» - وَزَادَ يَعْقُوبُ: - «وَلَا تَخْتَضِبُ».

ترجمہ یعقوب بن ابراہیم الدورقی، یحیٰ بن ابی بکیر، ابراہیم بن طہمان، ہشام بن حسان (دوسری سند) عبداللہ بن جراح، عبداللہ بن بکر سہمی، ہشام (یہ الفاظ ابن الجراح کے ہیں) حفصہ، امّ عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت کسی کے انتقال پر اسکے غم میں تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے مگر عورت کو شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس سوگ کرنا چاہیئے اور سوگ کی مدت (یعنی عدتِ وفات) میں وہ رنگ دار لباس نہ پہنے مگر یمن کا دھاری دار کپڑا اور نہ وہ سرمالگائے اور نہ وہ خوشبو لگائے۔ لیکن جب وہ حیض سے پاک ہو تو وہ تھوڑی سی (خوشبو) قسط اور اظفار (نامی خوشبو) لگالے اور وہ دوسری روایت میں ہے کہ وہ عورت رنگین لباس نہ پہنے مگر دُھلا ہوا۔ یعقوب کی روایت میں ہے کہ وہ عورت مہندی بھی نہ لگائے۔

شرح الحدیث وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَكْتَحِلُ: اور رنگین کپڑا نہ پہنے یعنی ثوب جدید رنگین جو قابل زینت ہو جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا اور فتح القدیر میں ہے کہ معتدہ کے لئے لبس اسود باتفاق ائمہ اربعہ جائز ہے، البتہ ظاہریہ کے نزدیک جائز نہیں مثل احمر و اخضر کے اھ [1]۔

ثوب عصب میں روایات اور علماء کا اختلاف: اس روایات میں ثوب عصب کا استثناء ہے کہ اس کا پہننا جائز ہے، امام شافعیؒ کا مسلک تو یہی لکھا ہے مطلقاً، اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی جائز ہے، بشرطیکہ غلیظ یعنی دبیز ہو نہ کہ باریک اور حنفیہ کے نزدیک ثوب عصب کا پہننا جائز نہیں، کذا فی البذل عن الشیخ ابن الھمام، اور علامہ شامیؒ نے علامہ زیلعیؒ سے نقل کیا ہے کہ لبس ممشق یعنی احمر تو ناجائز ہے اور لبس عصب کے بارے میں لکھا کہ وہ مکروہ ہے اور پھر اسکے بعد اس کی تفسیر میں کئی قول لکھے، اس کی تفسیر میں شراح کا اختلاف ہے، ایک قول اس میں یہ ہے کہ ثوب عصب سے وہ کپڑا مراد ہے جس کو بننے سے پہلے اس کے سوت میں گرہیں لگائی جائیں اور پھر اس کو رنگا جائے، اس کے بعد اس کا کپڑا بنا جائے، تو جو کپڑا اس طرح بنا جائے گا وہ سارا رنگین نہ ہوگا بعض رنگین اور بعض سفید ہوگا تو گویا ممانعت اس رنگین کی ہوئی جو پورا رنگین ہو، اور ایک تفسیر اس کی یہ کی گئی ہے کہ عصب وہ یمنی چادر ہے جس کو سفید بنا جائے اور پھر بعد میں اس کو رنگ دیا جائے اھ من البذل [2]۔

ان سب سے معلوم ہوا کہ حدیث میں ثوب عصب کا استثناء مسلک حنفیہ کے خلاف ہے، اس کا جواب بذل وغیرہ میں تو کچھ نہیں لکھا، لیکن میرے ذہن میں یہ ہے کہ اولاً تو ثوب عصب کی تفسیر ہی میں اختلاف ہے، دوسرے رواۃ کا بھی اس میں اختلاف ہے جیسا کہ مصنف نے آگے بیان کیا، تیسرے یہ کہ نسائی کی روایت میں ہے وَلَا ثَوْبَ عَصْبٍ بجائے إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ کے، اس سے تو سارا اشکال ہی رفع ہو گیا۔

---

[1] شرح فتح القدیر للکمال ابن الھمام — ج ۳ ص ۲۹۵

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۷۱، رد المحتار علی الدر المختار — ج ۵ ص ۲۱۸

اس کے بعد روایت میں اکتحال کی بھی ممانعت ہے قال ابن الهمام: إلا من عذر، لأن فيه ضرورة. وهذا مذهب جمهور الأئمة وذهب الظاهرية إلى أنها لا تكتحل ولو من وجع عذر (بذل [1])۔

وَلَا تَمَسُّ طِيبًا إِلَّا أَدْنَى طُهْرَتِهَا إِذَا طَهُرَتْ مِنْ مَحِيضِهَا بِنُبْذَةٍ مِنْ قُسْطٍ، أَوْ أَظْفَارٍ [2]: یعنی خوشبو بھی نہ لگائے مگر غسل حیض کے وقت شروع میں مقدار یسیر قسط اور اظفار سے۔

یعنی معتدہ غسل حیض کے بعد رائحہ کریہہ کو زائل کرنے کیلئے تھوڑی سی خوشبو بدن کے مخصوص حصوں میں استعمال کر سکتی ہے، قسط اور اظفار یہ دونوں خوشبو کی قسمیں ہیں، اس کو قسط اظفار بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں بذل المجہود میں احداد سے متعلق بعض جزئیات لکھی ہیں جن میں بعض ہمارے یہاں بھی پہلے گزر چکی، فليرجع إليه من شاء، والحديث أخرجه أيضا باقي السبعة إلا الترمذي (تكملة المنهل [3])۔

۲۳۰۳ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ وَلَيْسَ فِي تَمَامِ حَدِيثِهِمَا. قَالَ الْمِسْمَعِيُّ: قَالَ يَزِيدُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ فِيهِ: «وَلَا تَخْتَضِبُ»، وَزَادَ فِيهِ هَارُونُ: «وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ».

ترجمہ ہارون بن عبد اللہ، مالک بن عبد الواحد، یزید بن ہارون، ہشام، حفصہ، حضرت ام عطیہؓ سے اسی طریقہ پر روایت ہے۔ یزید نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ اس روایت میں وَلَا تَخْتَضِبُ کا لفظ بھی ہے اور ہارون نے ان الفاظ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الحيض (۳۰۷) صحيح البخاري - الجنائز (۱۲۲۰) صحيح البخاري - الطلاق (۵۰۲٦) صحيح البخاري - الطلاق (۵۰۲۷) صحيح البخاري - الطلاق (۵۰۲۸) صحيح مسلم - الطلاق (۹۳۸) سنن النسائي - الطلاق (۳۵۳٤) سنن النسائي - الطلاق (۳۵۳٦) سنن أبي داود - الطلاق (۲۳۰۲) سنن ابن ماجه - الطلاق (۲۰۸۷) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۵/۵) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤۰۸/٦) سنن الدارمي - الطلاق (۲۲۸٦).

۲۳۰٤ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، حَدَّثَنِي بُدَيْلٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ، وَلَا الْمُمَشَّقَةَ، وَلَا الْحُلِيَّ، وَلَا تَخْتَضِبُ، وَلَا تَكْتَحِلُ».

---

[1] فتح القدير للكمال ابن الهمام ــ ج ۳ ص ۲۹٤. بذل المجهود في حل أبي داود ــ ج ۱۱ ص ۷۱

[2] أبواب التيمم میں جو گزرا ہے وہ ظفار ہے روایت کے لفظ ہیں "مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ" وہاں جلد اول (رقم الحديث ۳۲۰) میں ظفار واظفار دونوں کی تحقیق گزری ہے۔

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود ــ ج ٤ ص ۳۵۳

ترجمہ: اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو وہ عورت نہ تو کسم کے رنگ کا کپڑا پہنے اور نہ گیروے رنگ کا کپڑا پہنے اور نہ وہ زیور پہنے اور نہ ہی (ہاتھوں پاؤں، بالوں کو) مہندی لگائے اور کہتے ہیں نہ سرمہ لگائے (یعنی ہر قسم کا سنگھار چھوڑ دے) (کسم) گیروے رنگ کو کہتے ہیں۔

تخریج: سنن النسائي- الطلاق (٣٥٣٥) سنن أبي داود- الطلاق (٢٣٠٤) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٣٠٢/٦)

شرح الحدیث: وَلَا الْمُمَشَّقَةَ، وَلَا الْحُلِيَّ: وہ کپڑے جن کو مشق سے رنگا گیا ہو، مشق یعنی الطین الاحمر، سرخ مٹی جس کو گیرو کہتے ہیں، گیروا کپڑا بولتے ہیں، اسی طرح لبس حلی کی ممانعت ہے، احداد میں زیور کے تمام انواع ممنوع ہیں خواہ سونے چاندی کے ہوں یا جواہر یعنی قیمتی پتھروں کے، صرح به الفقهاء، والحديث أخرجه أيضًا أحمد والنسائي والبيهقي (تكملة المنهل[1])۔

۲۳۰۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ الضَّحَّاكِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ حَكِيمٍ بِنْتُ أَسِيدٍ، عَنْ أُمِّهَا، أَنَّ زَوْجَهَا، تُوُفِّيَ وَكَانَتْ تَشْتَكِي عَيْنَيْهَا فَتَكْتَحِلُ بِالْجِلَاءِ. - قَالَ أَحْمَدُ: الصَّوَابُ بِكُحْلِ الْجِلَاءِ - فَأَرْسَلَتْ مَوْلَاةً لَهَا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَسَأَلَتْهَا عَنْ كُحْلِ الْجِلَاءِ؟، فَقَالَتْ: لَا تَكْتَحِلِي بِهِ إِلَّا مِنْ أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ يَشْتَدُّ عَلَيْكِ، فَتَكْتَحِلِينَ بِاللَّيْلِ، وَتَمْسَحِينَهُ بِالنَّهَارِ، ثُمَّ قَالَتْ عِنْدَ ذَلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ، وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَى عَيْنِي صَبْرًا، فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا أُمَّ سَلَمَةَ؟» فَقُلْتُ: إِنَّمَا هُوَ صَبْرٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَيْسَ فِيهِ طِيبٌ، قَالَ: «إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا تَجْعَلِيهِ إِلَّا بِاللَّيْلِ، وَتَنْزِعِينَهُ بِالنَّهَارِ، وَلَا تَمْتَشِطِي بِالطِّيبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ، فَإِنَّهُ خِضَابٌ» ، قَالَتْ: قُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَمْتَشِطُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «بِالسِّدْرِ تُغَلِّفِينَ بِهِ رَأْسَكِ».

ترجمہ: مغیرہ بن ضحاک، اُمّ حکیم بنت اُسید کی والدہ سے روایت ہے کہ ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور ان کی آنکھوں میں درد ہو رہا تھا تو وہ (ایک قسم کا سرمہ) جلا لگا لیا کرتی تھیں انہوں نے اُمّ سلمہؓ کی خدمت میں ایک باندی کو بھیجا یہ دریافت کرنے کیلئے کہ یہ سرمہ استعمال کریں یا نہیں؟ اُمّ سلمہؓ نے فرمایا: نہیں لیکن اگر زیادہ ضرورت ہو تو رات میں لگا لو اور دن کو (آنکھوں کو) صاف کر لو۔ اُمّ سلمہؓ نے فرمایا: رسول کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے کہ جس وقت کہ (میرے پہلے شوہر) ابو سلمہؓ کی وفات ہو گئی اس وقت میں نے اپنی آنکھوں پر ایلوا لگایا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے (یعنی دورانِ عدت تم نے کیا لگایا ہے)؟ میں نے عرض کیا: کوئی چیز نہیں یہ ایلوا ہے یا رسول اللہ! اس میں تو خوشبو نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ تو چہرہ کو جوان کرتا ہے اس کو رات کو لگایا کرو اور دن میں دھو لیا کرو اور تم مہندی اور خوشبو لگا کر کنگھی نہ کیا کرو کیونکہ وہ خضاب ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! پھر میں اپنا سر کس چیز سے دھوؤں؟ رسول کریم ﷺ نے

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود- ج ٤ ص ٣٥٥

ارشاد فرمایا: تم اپنا سر بیری کے پتوں سے دھولیا کرو (یعنی پانی میں بیری نے پتوں کا جوش دے کر اس پانی سے سر دھولیا کرو)۔

تخریج: سنن النسائي - الطلاق (٣٥٣٧) سنن أبي داود - الطلاق (٢٣٠٥)

شرح الحدیث فَتَكْتَحِلِيْنَ بِاللَّيْلِ، وَتَمْسَحِيْنَهُ بِالنَّهَارِ: شافعیہ [1] کا مسلک یہی ہے کہ عورت بزمانہ احداد اگر کسی عذر کی وجہ سے سرمہ لگائے تو اس کو چاہیے کہ رات میں لگائے اور دن میں اس کو صاف کر دے۔

ثُمَّ قَالَتْ عِنْدَ ذَلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ أَبُوْ سَلَمَةَ، وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَى عَيْنِي صَبِرًا: حضرت ام سلمہؓ نے اوپر یہ مسئلہ بیان کیا تھا کہ رات میں سرمہ لگائے اور دن میں اس کو صاف کر دے، اس کی دلیل میں وہ اپنا واقعہ سناتی ہیں کہ میرے جب سابق خاوند ابو سلمہ کا انتقال ہوا اور میں نے اپنی آنکھوں پر ایلوے کا لیپ کر رکھا تھا (علاجاً کسی تکلیف کی وجہ سے) تو حضور ﷺ نے بطور نکیر کے فرمایا: یہ تم نے کیا لگا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ صبر (ایلوا) ہے اس میں کوئی خوشبو وغیرہ نہیں ہے تو آپ نے فرمایا إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ کہ یہ تو صحیح ہے کہ اس میں خوشبو نہیں لیکن یہ چہرہ میں چمک پیدا کرتا ہے، اور پھر فرمایا آپ ﷺ نے کہ اچھا اس کو رات میں لگالیا کرو اور دن میں اتار دیا کرو۔

وَلَا تَمْتَشِطِي بِالطِّيبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ، فَإِنَّهُ خِضَابٌ». قَالَتْ: قُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَمْتَشِطُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: «بِالسِّدْرِ، تُغَلِّفِيْنَ بِهِ رَأْسَكِ»: آپ ﷺ نے فرمایا: خوشبو دار تیل کیساتھ امتشاط نہ کرو، یعنی امتشاط کے وقت خوشبو دار تیل استعمال نہ کرو اور نہ مہندی کے ساتھ خضاب کرو، انہوں نے عرض کیا کہ پھر کس چیز کے ساتھ امتشاط کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیری کے پتوں کے ساتھ، غلاف بنالے تو ان کو اپنے سر کا، یعنی بیری کے پتوں کو پیس کر مہندی کی طرح سر پر ان کا لیپ کرلے بالوں کو صاف ستھرا کرنے کیلئے اور پھر اس کے بعد کنگھی کے ذریعہ سر کے بالوں کو صاف کرلے، والحدیث أخرجه أيضًا النسائي (تکملة المنهل [2])۔

٤٧ ۔ بَابٌ فِي عِدَّةِ الْحَامِلِ

حاملہ کی عدت کے بیان میں

٢٣٠٦ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ، يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ،

---

[1] اکتحال کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض سے مطلقاً منع معلوم ہوتا ہے، اور بعض سے دن اور رات کے فرق کے ساتھ اجازت معلوم ہوتی ہے، ان روایات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے اصولاً یہ فیصلہ کیا کہ عذر کے وقت جائز ہے، بلا عذر جائز نہیں، جب عذر کی بناء پر جائز ہوا تو اس میں دن اور رات کا فرق نہیں ہونا چاہیے، لیکن اس روایت میں فرق مذکور ہے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے یہاں عذر قوی نہ ہو اسلئے فرق کیا گیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کذا فی بعض الشروح۔

[2] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود – ج ٤ ص ٣٥٧

فَيَسْأَلَهَا، عَنْ حَدِيثِهَا، وَعَمَّا قَالَ لَهَا: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ، وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهِيَ حَامِلٌ، فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، فَقَالَ لَهَا: مَا لِي أَرَاكِ مُتَجَمِّلَةً لَعَلَّكِ تَرْتَجِينَ النِّكَاحَ؟ إِنَّكِ وَاللهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ. قَالَتْ سُبَيْعَةُ: فَلَمَّا قَالَ لِي ذَلِكَ، جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَفْتَانِي بِأَنِّي «قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي، وَأَمَرَنِي بِالتَّزْوِيجِ، إِنْ بَدَا لِي» . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: «وَلَا أَرَى بَأْسًا أَنْ تَتَزَوَّجَ حِينَ وَضَعَتْ، وَإِنْ كَانَتْ فِي دَمِهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَطْهُرَ».

ترجمہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے حضرت عمر بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو تحریر فرمایا تم سبیعہ اسلمیہ کے پاس جاؤ اور ان سے وہ حدیث دریافت کرو کہ جو رسول اکرم ﷺ نے ان کو بتلائی تھی جس وقت کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے حکم شرع دریافت کیا تھا۔ عمر بن عبد اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عتبہ کو جواب تحریر فرمایا کہ سبیعہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں حضرت سعد بن خولہ کی منکوحہ تھی جو کہ قبیلہ عامر بن لوئی سے تھے اور غزوہ بدر میں وہ شریک تھے پھر حجۃ الوداع میں ان کی وفات ہوئی اور میں اس وقت حمل سے تھی میرے شوہر کی وفات کے کچھ ہی روز بعد میرے یہاں بچے کی پیدائش ہوئی جب میں خونِ نفاس سے فارغ ہو گئی تو میں نے اس غرض سے بناؤ سنگھار کیا کہ میرے لئے پیغام نکاح آئے۔ چنانچہ میرے پاس (ایک شخص جن کا نام) ابوسنابل بن بعکک تھا، آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم نے بناؤ (سنگھار) کر رکھا ہے شاید تم کو نکاح کی توقع ہے بخدا جب تک چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں (یعنی عدت پوری نہ ہو جائے) تم نکاح (ثانی) نہیں کر سکتیں۔ سبیعہ نے بیان کیا کہ میں نے جس وقت یہ بات سنی تو میں نے اپنے کپڑے پہنے اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے (پورا واقعہ) عرض کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچہ پیدا ہوتے ہی تم حلال ہو گئی (یعنی تم کو دوسرا نکاح کرنا جائز ہو گیا) اگر میری مرضی ہو تو آپ نے مجھے نکاح کر لینے کا حکم فرمایا۔ ابن شہاب نے بیان فرمایا کہ مجھ کو کوئی برائی معلوم نہ ہوتی کہ اگر عورت بچہ پیدا ہوتے ہی نکاح کرے لیکن یہ ضروری ہے کہ ایسی عورت سے شوہر جماع نہ کرے جب تک کہ وہ عورت نفاس سے پاک نہ ہو (یعنی نفاس کا خون بند نہ ہو)۔

تخریج صحيح البخاري - المغازي (٣٧٧٠) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠١٣) صحيح مسلم - الطلاق (١٤٨٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٥١٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٥١٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٥٢٠) سنن أبي داود - الطلاق (٢٣٠٦) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٢٨) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٣٢)

٢٣٠٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: «مَنْ شَاءَ لَاعَنْتُهُ لَأُنْزِلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ

الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ وَعَشْرًا».

ترجمة حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جس کا دل چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ سے لعان کرے کے چھوٹی سورۂ نساء (یعنی سورۃ طلاق) کی آیت کریمہ: الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ وَعَشْرًا کے بعد نازل ہوئی۔

شرح الأحاديث **اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ:** عدۃ وفات چار ماہ دس دن ہے اگر عورت حاملہ نہ ہو، اور اگر حاملہ ہے تو عند الجمهور، ومنهم الأئمة الأربعة وضع حمل ہے، اس میں بعض صحابہؓ جیسے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ، ابو السنابل بن بعککؓ کا اختلاف ہے، ان حضرات کے نزدیک حاملہ کی عدت آخر الاجلین ہے یعنی ان دونوں (چار ماہ دس دن اور وضع حمل) میں سے جون سی بعد میں پائی جائے ان تینوں حضرات میں سے اخیر کے دو ابن عباسؓ اور ابو السنابلؓ ان سے اس قول سے رجوع منقول ہے، بعض شراح نے سحنون مالکی سے بھی اس قول کو نقل کیا ہے۔

آگے کتاب میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول آرہا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مَنْ شَاءَ لَاعَنْتُهُ لَأُنْزِلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ وَعَشْرًا، سورۂ نساء قصری سے مراد سورۂ طلاق ہے جس میں یہ آیت مذکور ہے: وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [1]، ملاعنہ سے مراد مباہلہ ہے کہ اس بات پر مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہوں کہ سورۂ طلاق سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی، یعنی طلاق والی آیت نے سورہ بقرہ کی آیت میں تخصیص پیدا کردی، جمہور تو تخصیص ہی کے قائل ہیں لیکن حضرت ابن مسعودؓ کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ انہوں نے اس کو نسخ پر محمول کیا ہے والصحيح ما عليه الجمهور، اس باب میں مصنف نے سبیعہ اسلمیہ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں، پس ان کا حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہو گیا، وہ اس وقت میں حاملہ تھیں، ان کی وفات کے کچھ ہی دن بعد ان کے ہاں وضع حمل ہو گیا فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ، اور بخاری کی ایک روایت میں ہے بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ [2]، اور سنن ترمذی میں ابو السنابل بن بعکک سے روایت ہے قَالَ: وَضَعَتْ سُبَيْعَةُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِثَلَاثَةٍ وَعِشْرِينَ، أَوْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ يَوْمًا [3]۔

---

[1] اور جن کے پیٹ میں بچہ ہے ان کی عدت یہ ہے کہ جن لیں پیٹ کا بچہ (سورۃ الطلاق ٤)

[2] دراصل بخاری میں یہ روایت دو جگہ ہے کتاب الطلاق اور کتاب التفسیر، کتاب الطلاق میں ایک جگہ تو ہے بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ (٥٠١٤)، اور اسی باب کی دوسری روایت میں ہے قَرِيبًا مِنْ عَشْرِ لَيَالٍ (٥٠١٢) اور کتاب التفسیر میں سورہ طلاق کی تفسیر میں اس طرح ہے: فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً (٤٦٢٦)، علامہ عینیؒ نے اس سلسلہ کی اور مزید مختلف روایتیں بھی ذکر کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: وعند أحمد: (فلم أمكث إلا شهرين حتى وضعت)، وفي الرواية الماضية في تفسير الطلاق: فوضعت بعد موته بأربعين ليلة، وعند النسائي: بعشرين ليلة، وعند أبي حاتم: بعشرين أو خمس عشرة، وعند الترمذي والنسائي: بثلاثة وعشرين يوما أو خمسة وعشرين يوما، وعند ابن ماجه ببضع وعشرين، والجمع بين هذه الروايات متعذر لاتحاد القصة، فلعل ذلك هو السر في إبهام من أبهم المدة. اهـ. (عمدة القاری — ج ٢٠ ص ٣٠٥)

[3] جامع الترمذی — کتاب الطلاق واللعان — باب ما جاء في الحامل المتوفى عنها زوجها تضع ١١٩٣

فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ: یعنی وہ جب نفاس سے پاک ہو گئیں تو پیغام نکاح بھیجنے والوں کیلئے آراستہ ہو گئیں، آگے روایت میں یہ ہے کہ ان ہی ایام میں ابو السنابل بن بعکک انکے پاس چلے گئے، ان کو آراستہ دیکھ کر کہنے لگے شاید تمہارا ارادہ نکاح کرنے کا ہے، واللہ تم اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی ہو جب تک چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں، پھر آگے روایت میں ہے وہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنا مسئلہ حضور ﷺ سے دریافت کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وضع حمل ہی سے تم حلال ہو گئی ہو۔

آگے کتاب میں ہے امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ نکاح میں کوئی اشکال نہیں وہ وضع حمل کے فوراً بعد کر سکتی ہے حالت نفاس ہی میں البتہ اس صورت میں زوج کے لئے قربان جائز نہ ہو گا جب تک پاک نہ ہو جائے۔

تکملۃ المنہل میں ہے کہ ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے بخلاف الحسن والشعبی والنخعی فانھم قالوا لا تنکح حتی تطھر من النفاس [1]، یہ حدیث یہاں پر بروایت سبیعہ ہے، اسکے بارے میں منذریؒ لکھتے ہیں: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي من حديث أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم اه [2]۔

فائدہ: امام ترمذیؒ اس حدیث کی بطریق اسود عن ابی السنابل تخریج کے بعد فرماتے ہیں: حَدِيثُ أَبِي السَّنَابِلِ حَدِيثٌ مَشْهُورٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَلَا نَعْرِفُ لِلْأَسْوَدِ سَمَاعًا مِنْ أَبِي السَّنَابِلِ، اور اسکے بعد ساتھ ہی اپنی تائید میں پھر امام بخاریؒ سے نقل کرتے ہیں، وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: «لَا أَعْرِفُ أَنَّ أَبَا السَّنَابِلِ عَاشَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» ، گویا امام بخاریؒ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب اسود کا سماع حضور ﷺ سے ثابت نہیں اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ ابو السنابل سے بھی نہیں، ہاں اگر ابو السنابل حضور ﷺ کے بعد زندہ رہتے تو سماع ممکن تھا، اس پر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اسود کبار تابعین میں سے ہیں عبد اللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے، اور مدلس بھی نہیں ہیں لہذا حدیث علی شرط مسلم صحیح ہے لیکن امام بخاریؒ نے اپنے مسلک اور قاعدہ کے پیش نظر وہ بات فرمائی جو امام ترمذیؒ نے ان سے نقل کی [3]، یعنی معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے کم از کم ایک مرتبہ ثبوت لقاء ہونا۔

اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ اس سلسلہ میں ابن سعدؒ کی رائے امام بخاریؒ کے خلاف ہے انہوں نے بالجزم یہ بات کہی ہے کہ ابو السنابل حضور ﷺ کے بعد بہت روز تک باقی رہے، یہاں تک کہ خود ابو السنابل نے سبیعہ اسلمیہ سے اس واقعہ کے بعد نکاح کیا اور پھر ان سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے سنابل رکھا، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ابو السنابل حضور ﷺ کے بعد تک زندہ رہے۔

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٣٦١

[2] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ٦ ص ٤١٧

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٤٧٢

٤٨۔ بَابٌ فِي عِدَّةِ أُمِّ الْوَلَدِ

امّ ولد کی عدت کے بیان میں

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: ام ولد کے مولیٰ کا اگر انتقال ہو جائے تو اس پر بھی عدت واجب ہوتی ہے، لیکن اسکی مدت میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک "تعتد بحیضة" امام احمدؒ کی مشہور روایت تو یہی ہے جو شافعیہ وغیرہ کا مذہب ہے، اور دوسری روایت ان سے یہ ہے کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، بعض تابعین جیسے سعید بن المسیبؒ وابن سیرینؒ ومجاہدؒ اور عمر بن عبد العزیزؒ کا بھی یہی مذہب ہے، اور حنفیہ کے نزدیک اسکی عدت تین حیض ہے، حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی قول ہے ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ اور عطاءؒ کا صاحب ھدایہ[1] فرماتے ہیں: ثم إمامنا فيه عمر کہ اس مسئلہ میں ہمارے پیشوا حضرت عمرؓ ہیں، ثم ذکر أثر عمر رضی اللہ تعالی عنه[2] اور ائمہ ثلاثہ کی دلیل اثر ابن عمرؓ ہے جس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ قَالَ: عِدَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ، إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا سَيِّدُهَا حَيْضَةٌ[3]۔ اس کے بعد آپ حدیث الباب کو لیجئے۔

٢٣٠٨۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ ح، وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مَطَرٍ، عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: «لَا تُلَبِّسُوا عَلَيْنَا سُنَّةً»، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: «سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ يَعْنِي أُمَّ الْوَلَدِ».

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے ان کی سنت نہ چھپاؤ۔ ابن المثنی نے کہا کہ یہی رسول کریم ﷺ کی سنت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت لڑکے والی باندی کے شوہر کی وفات ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الطلاق (٢٣٠٨) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٨٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢٠٣)

شرح الحدیث: یہ حدیث مذاہب مذکورہ میں سے ابن المسیبؒ اور ابن سیرینؒ وغیرہ کی دلیل ہے، نیز احمدؒ فی روایۃ، یوں سمجھئے کہ یہ حدیث ائمہ اربعہ سبھی کے خلاف ہے۔

حدیث الباب پر محدثین کا نقد: حافظ ابن قیمؒ نے تہذیب السنن میں اس حدیث پر ائمہ حدیث کی طرف سے نقد نقل کیا ہے، قال الدارقطني: قبيصة لم يسمع من عمرو، یعنی یہ حدیث منقطع ہے قبیصہ کا سماع عمرو بن العاصؓ سے ثابت نہیں

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٣ ص ٣٣٧

[2] عَنْ عُمَرَ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ: عِدَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ ثَلَاثُ حِيَضٍ (نصب الراية لأحاديث الهداية — ج ٣ ص ٢٥٨)

[3] موطأ مالك - كتاب الطلاق - باب عدة أم الولد إذا توفي عنها سيدها ٢٢٠٠

اور صحیح یہ ہے کہ یہ عمرو بن العاص پر موقوف ہے، سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا لفظ اس میں ثابت نہیں، نیز دار قطنی نے امام احمد سے نقل کیا، هذا احديث منكر، اسی طرح ابن المنذر کہتے ہیں: ضعف أحمد وأبو عبيد حديث عمرو بن العاص، اسی طرح میمونی نے امام احمد سے اس پر اظہار تعجب نقل کیا، اور یہ کہ چار ماہ دس دن تو حرۂ منکوحہ کی عدت ہے الی آخر ما فی تهذیب السنن[1]، اور یہ شروع میں آ ہی چکا کہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل اس میں اثر ابن عمر ہے اور حنفیہ کا مستدل اثر عمر۔

حدیث الباب کی امکانی توجیہ: اسکے بعد یہ سمجھئے کہ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ کیا حدیث الباب کی کوئی توجیہ بھی ممکن ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ توجیہ ہو سکتی ہے جس سے یہ حدیث جمہور کے خلاف نہ رہے اور اسکے سمجھنے کیلئے تفصیل مسئلہ کی حاجت ہے، وہ یہ کہ ام ولد کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں ایک مزوجہ اور ایک غیر مزوجہ، مزوجہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک باندی تھی تو ام ولد لیکن اس کے مولیٰ نے اس کا کسی سے نکاح کر دیا، سو اگر اس حدیث میں ام ولد سے غیر مزوجہ مراد لیا جائے تب تو اس کی کوئی توجیہ ممکن نہیں اور اگر مزوجہ مراد لیا جائے تو پھر اس صورت میں توجیہ ممکن ہے اور اس صورت میں پھر مسئلہ اس طرح ہے کہ اگر ام ولد مزوجہ ہو تو وہاں موت مولیٰ سے تو عدت واجب نہ ہو گی بلکہ موت زوج سے ہو گی، اب موت زوج کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ موت زوج موت مولیٰ سے پہلے ہو اس صورت میں تو اس کی عدت دو ماہ پانچ دن ہو گی یعنی حرہ سے نصف اور اگر موت زوج موت مولیٰ کے بعد ہو تب بیشک اس صورت میں اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی، اسلئے کہ موت مولیٰ سے وہ ام ولد حرہ ہو گئی اور حرۂ منکوحہ کی عدت الوفات چار ماہ دس دن ہی ہے۔

حضرت نے بذل المجهود میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے اس مختصر شرح میں اس کی گنجائش نہیں من شاء فليرجع إلى بدائع الصنائع وغيره اهـ[2]، بقدر ضرورت تفصیل ہم نے لکھ دی ہے، والحديث أخرجه أيضًا أحمد والحاكم وصححه، وابن ماجه (تكملة المنهل[3])۔

٤٩ ـ بَابُ الْمَبْتُوتَةِ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

مطلقہ ثلاثہ پہلے شوہر سے بغیر حلالہ نکاح نہیں کر سکتی

٢٣٠٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ - يَعْنِي ثَلَاثًا - فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَدَخَلَ بِهَا، ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يُوَاقِعَهَا أَتَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْأَوَّلِ؟ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ حَتَّى تَذُوقَ عُسَيْلَةَ الْآخَرِ، وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا».

---

[1] تهذيب السنن ـ ج ٢ ص ١٠٠٨ ـ ١٠١١

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ـ ج ٣ ص ٢٠٧، بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١١ ص ٨٣

[3] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود ـ ج ٤ ص ٣٦٥

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے یہ حکم دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور اس عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا اور وہ شخص اس عورت کے پاس گیا اس نے صحبت کرنے سے پہلے ہی اس عورت کو طلاق دے دی تو کیا وہ عورت اپنے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی؟ اماں عائشہ صدیقہؓ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت شوہر اوّل پر حلال نہیں ہوگی جب تک کہ اُس عورت سے دوسرا شوہر اور دوسرے شوہر سے یہ عورت صحبت کی لذت نہ حاصل کر لے۔

تخریج: صحيح البخاري - الشهادات (٢٤٩٦) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٦٠) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٦١) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٦٤) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠١١) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٥٦) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٨٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٣٤) صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٣) جامع الترمذي - النكاح (١١١٨) سنن النسائي - النكاح (٣٢٨٣) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٧) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٨) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٠٩) سنن النسائي - الطلاق (٣٤١١) سنن النسائي - الطلاق (٣٤١٢) سنن أبي داود - الطلاق (٢٣٠٩) سنن ابن ماجة - النكاح (١٩٣٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٩/٦) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٧) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٦٨)

شرح الحدیث: مبتوتہ مطلقاً مطلقہ بائنہ کو کہتے ہیں، لیکن یہاں مراد مبتوتہ بالثلاث ہے، اس باب کا تعلق تحلیل سے ہے (یعنی حلالہ)۔

حلالہ سے متعلق بعض اختلافی مسائل: تحلیل کا مدار نکاح ثانی مع الوطی پر ہے، صرف نکاح ثانی کافی نہیں، عند الأئمة الأربعة، اس میں سعید بن المسیبؒ کا اختلاف منقول ہے، حیث قال: یکفی فیہ النکاح أخذاً بظاهر قوله تعالیٰ: فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ[1]، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں نکاح سے مراد وطی ہے جو کہ نکاح کے حقیقی معنی ہیں، اور اصل نکاح مستفاد ہے لفظ زوج سے، اسلئے لفظ نکاح کو وطی کے معنی میں لیا گیا ہے۔

پھر دوسرا اختلاف یہ ہے کہ حلالہ کے لئے وطی میں انزال شرط ہے کہ نہیں، فلا یشترط الانزال عند احد خلافاً للحسن، اس حدیث میں جمہور علماء نے عُسَیلَۃَ سے لذت جماع مراد لیا ہے اور حسن بصریؒ نے نطفہ، اسی لئے انہوں نے انزال کو شرط قرار دیا، اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ اس حدیث تحلیل میں بعض مسائل و جزئیات فقہاء کے درمیان اختلافی ہیں، جو شروح حدیث میں مذکور ہیں: ① مثلاً یہ کہ حلالہ کے اندر اس نکاح ثانی کا عند الجمہور نکاح صحیح ہونا ضروری ہے، وشذ الحکم فقال: یکفی النکاح الثانی ولو فاسداً، ② نیز یہ کہ نکاح ثانی اگر بقصد تحلیل ہو تو یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے جیسا کہ حدیث: لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ[2] کے تحت اپنے مقام پر آئے گا، ③ اسی طرح ابن المنذرؒ نے استدلال کیا حَتَّى تَذُوقَ عُسَيْلَةَ الْآخَرِ سے اس بات

---

[1] جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا (سورۃ البقرۃ ٢٣٠)

[2] سنن أبي داود - كتاب النكاح - باب في التحليل ٢٠٧٦

پر کہ اگر زوج ثانی نے اس عورت سے جماع حالت نوم یا حالت اغماء میں کیا تو وہ کافی نہیں ہوگا، عدم ادراک لذت کی وجہ سے اور انہوں نے اس کو تمام فقہاء کا مسلک بیان کیا، حالانکہ ایسا نہیں، جمہور کے نزدیک کافی ہو جائے گا، اور قرطبیؒ نے مالکیہ کے قولین میں سے ایک قول اس کو قرار دیا، حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں ابو الطیب سندیؒ کی شرح سے نقل کیا ہے کہ جمہور کے نزدیک کافی ہو جائے گا[1]، مصنفؒ نے اس باب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث مرفوع جو مشہور حدیث ہے: لَا تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ حَتَّى تَذُوقَ عُسَيْلَةَ الْآخَرِ، وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا ذکر فرمائی ہے، والحديث أخرجه النسائي. وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه من حديث عروة عن عائشة. (قاله المنذري)[2]۔

۵۰۔ بَابٌ فِي تَعْظِيمِ الزِّنَا

زنا کے سخت ترین گناہ ہونے کے بیان میں

یعنی یہ باب زنا کے گناہ عظیم ہونے کے اثبات میں ہے، اسی طرح کا ایک اور ترجمہ مصنف نے کتاب الجہاد میں قائم کیا ہے: بَابٌ فِي تَعْظِيمِ الْغُلُولِ.

۲۳۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: «أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ». قَالَ: فَقُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ». قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ». قَالَ: وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى تَصْدِيقَ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ[3]} الْآيَةَ.

ترجمہ حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کونسا گناہ بہت شدید ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شدید گناہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے حالانکہ اس نے پیدا کیا ہے (پھر ہمارے لئے پیدا کرنے والی ذات کے برابر کسی دوسرے کو قرار دینا کس قدر شدید گناہ ہے؟) میں نے عرض کیا کہ اسکے بعد کونسا گناہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بچہ کو قتل کر دینا اس خوف سے کہ اسکو کھلانا پڑے گا۔ میں نے عرض کیا: پھر کونسا گناہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پڑوسی کی بیوی (بیٹی، بہن یا کسی بھی عورت) سے زنا کرنا۔ یہ آیت: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ نازل ہوئی یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور نہ حرمت والے نفس کو قتل کرتے ہیں اور نہ وہ زنا کرتے ہیں الخ۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٨٤

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٦ ص ٢٢٤

[3] اور وہ لوگ کہ نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ دوسرے حاکم کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو منع کر دی اللہ نے مگر جہاں چاہیے اور بدکاری نہیں کرتے (سورۃ الفرقان ٦٨)

تخریج: صحیح البخاري - تفسیر القرآن (٤٢٠٧) صحیح البخاري - تفسیر القرآن (٤٤٨٣) صحیح البخاري - الأدب (٥٦٥٥) صحیح البخاري - الحدود (٦٤٢٦) صحیح البخاري - الدیات (٦٤٦٨) صحیح البخاري - التوحید (٧٠٨٢) صحیح البخاري - التوحید (٧٠٩٤) صحیح مسلم - الإیمان (٨٦) جامع الترمذي - تفسیر القرآن (٣١٨٢) جامع الترمذي - تفسیر القرآن (٣١٨٣) سنن النسائي - تحریم الدم (٤٠١٣) سنن النسائي - تحریم الدم (٤٠١٤) سنن النسائي - تحریم الدم (٤٠١٥) سنن أبي داود - الطلاق (٢٣١٠) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (١/٣٨٠) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (١/٤٣١) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (١/٤٣٤) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (١/٤٦٢) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (١/٤٦٤)

شرح الحدیث: آپ ﷺ سے سوال کیا گیا گناہ عظیم کے بارے میں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو پیدا کیا۔

نِدًّا بمعنی شریک جس کی جمع انداد آتی ہے کما فی قولہ تعالیٰ: فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا [1]، سائل نے سوال کیا اس کے بعد پھر کونسا گناہ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو اپنے ولد کو قتل کرے (اس حقیر سی بات کیلئے) اس خوف سے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا، یعنی اس خوف سے کہ اس کا نفقہ تیرے ذمہ ہوگا، سائل نے پھر سوال کیا کہ اسکے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے، پڑوسی کی قید زیادتی شناعت وقباحت کیلئے ہے، کیونکہ اس صورت میں دو حق کی اضاعت ہے حق اللہ وحق الجوار، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى تَصْدِيقَ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: { وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ }۔

اس آیت کریمہ سے مذکورہ بالا حدیث کی تائید وتصدیق بظاہر اس طور پر ہورہی ہے کہ اس حدیث میں سائل کے سوال پر آپ ﷺ نے بڑے بڑے گناہوں کے درمیان ترتیب بیان فرمائی، آپ ﷺ نے ترتیب میں سب سے پہلے شرک کو، اس کے بعد قتل ولد، اس کے بعد زنا کو ذکر فرمایا، اسی طرح اس آیت کریمہ میں بھی یہ گناہ اسی ترتیب سے ذکر کئے گئے ہیں، واللہ تعالی اعلم، ولم ار من نبہ علی ذلك، والحدیث أخرجه أیضًا أحمد وباقي الخمسة (تکملة المنهل [2])۔

٢٣١١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ: جَاءَتْ مِسْكِينَةٌ [3] لِبَعْضِ الْأَنْصَارِ، فَقَالَتْ: إِنَّ سَيِّدِي يُكْرِهُنِي عَلَى الْبِغَاءِ فَنَزَلَ فِي ذَلِكَ: { وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ [4] }.

---

[1] سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل (سورۃ البقرۃ ٢٢)

[2] فتح الملك المعبود تکملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٣٧٠

[3] فتح الملك المعبود تکملة المنهل العذب المورود (ج ٤ ص ٣٧٠) اور بذل المجهود (ج ١١ ص ٨٧) میں مُسَيْكَةُ ہے، حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ بضم المیم وفتح السین المهملة مصغرًا وهو الصواب.

[4] اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے (سورۃ النور ٣٣)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ مسکینہ (نامی) ایک انصاری شخص کی باندی تھی وہ حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ میرا مالک مجھ سے زبردستی پیشہ کرانا چاہتا ہے اس پر آیت کریمہ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ نازل ہوئی۔

شرح الحديث: بعض انصار سے مراد عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین ہے، مُسَيْكَةُ اس کی ایک باندی کا نام ہے، اس نے حضور ﷺ سے آکر عرض کیا کہ میرا آقا مجھ کو زنا پر مجبور کرتا ہے تو اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی جس کا مضمون یہ ہے کہ اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاکدامنی چاہتی ہوں، یہ آخری قید صرف اظہار مذمت کیلئے ہے کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ وہ باندی تو پاکدامنی چاہتی ہو اور تم اس کو اس کے خلاف پر مجبور کرو، والأثر أخرجه أيضًا مسلم (تكملة المنهل [1])۔

٢٣١٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيهِ. { وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ [2] } ، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ «غَفُورٌ لَهُنَّ الْمُكْرَهَاتِ».

ترجمہ: حضرت معتمر کے والد نے کہا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص باندی کو بدکاری پر مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی زبردستی کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے سعید بن ابی الحسن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب مجبور و بے بس لونڈیوں کو بخشنے والا ہے۔

شرح الحديث: یہ سعید بن ابی الحسن، حسن بصریؒ کے بھائی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو آیت کریمہ میں ہے کہ جو لوگ اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور کریں گے، فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ تو اللہ تعالیٰ غَفُورٌ رَحِيمٌ ہیں کس کیلئے؟ مجبور کرنے والوں کیلئے نہیں، بلکہ ان باندیوں کیلئے جن کو مجبور کیا گیا ہے، الْمُكْرَهَاتِ ترکیب میں بدل واقع ہو رہا ہے، لَهُنَّ کی ضمیر مؤنث سے۔

آخر كِتَابُ الطَّلَاقِ [3]

---

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود — ج ٤ ص ٢٧١

[2] اور جو کوئی ان پر زبردستی کرے گا تو اللہ ان کی بے بسی کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے (سورۃ النور ٣٣)

[3] في المدينة المنورة بتاريخ ١٤ شوال ١٤٢١ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الصَّوْمِ

روزہ کے متعلق احادیث کا مجموعہ

مبدأ فرض الصيام

مباحث خمسہ مفیدہ: یہاں پر پانچ بحثیں ہیں: ① ما قبل سے مناسبت اور ترتیب بین الکتب، ② صوم کے لغوی اور شرعی معنی، ③ مبدأ المشروعیة، ④ وهل فرض قبل رمضان شئ، ⑤ حکم الصیام یعنی مصالح صوم۔

بحث اول (ماقبل سے مناسبت اور ترتیب بین الکتب): اس پر کلام کتاب الصلوٰۃ کے شروع سے چل رہا ہے، صلاۃ اور پھر کتاب الزکاۃ اور کتاب الحج ان سب مواقع میں ارکان اربعہ کے درمیان ترتیب پر کلام آچکا ہے، نیز کتاب النکاح کے شروع میں تقدیم النکاح علی الصوم کی مصلحت کی طرف اشارہ گزر چکا ہے، اس بارے میں یہاں کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔

بحث ثانی (لغوی اور شرعی معنی): صوم اور صیام دونوں مصدر ہیں [1] جس کے لغوی معنی الإمساك لکھے ہیں، یعنی کسی چیز سے رکنا قول ہو یا فعل، اول کی مثال باری تعالیٰ کا قول: إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا [2] أي إمساكاً وسكوتاً، اور ثانی کی مثال قول نابغہ (گھوڑوں کے احوال بیان کرتے ہوئے)۔

خَيْلٌ صِيَامٌ وَخَيْلٌ غَيْرُ صَائِمَةٍ ۔۔۔ تَحْتَ الْعَجَاجِ وَأُخْرَى تَعْلُكُ اللُّجُمَا [3]

امام راغبؒ فرماتے ہیں: صوم کے لغوی معنی الإمساك کے ہیں اسی لئے اس گھوڑے کو جو سیر اور حرکت سے رکا ہوا ہو صائم کہتے ہیں [4]، وأما شرعاً ففي الدر المختار: هُوَ إِمْسَاكٌ عَنِ الْمُفْطِرَاتِ حَقِيقَةً أَوْ حُكْمًا فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ مِنْ شَخْصٍ مَخْصُوصٍ

---

[1] حضرت شیخ أوجز المسالك میں لفظ صوم کی لغوی اور شرعی تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: فعلم من ذلك أن لفظ الصيام مشترك بين المصدر والجمع، وعلى الثاني جمع للصائم. كما حكاه عامة أهل اللغة والتفسير، ويوهم كلام الفقهاء إلى أنه جمع للصوم أيضاً كما بسطه ابن عابدين اهـ. (أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٥ ص ٦)

[2] میں نے مانا ہے رحمان کا روزہ (سورۃ مریم ٢٦)

[3] یعنی کچھ گھوڑے ایسے ہیں جو بالکل ساکن اور کھڑے ہیں، اور بعض ایسے ہیں جو غیر ساکن بلکہ دوڑے جارہے ہیں لڑائی کے میدان میں غبار میں اور وہ جو دوسرے میں وہ کھڑے لگام چبارہے ہیں (أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٥ ص ٦)۔

[4] المفردات في غريب القرآن — ص ٣٨٠ (مكتبة نزار مصطفى الباز)

مَعَ النِّيَّةِ[1]، یعنی شخص مخصوص کا مفطرات ثلاثہ اکل وشرب اور جماع سے رکنا دن میں نیت کے ساتھ، حکماً اسلئے کہا کہ نسیاناً کھانے والا حکم میں ممسک ہی کے ہے، شخص مخصوص سے مراد مسلمان مرد اور وہ مسلمان عورت جو حیض ونفاس سے پاک ہو۔

بحث ثالث (مبدأ المشروعية): مبدأ المشروعية، اس کا بیان کتاب الزکاۃ کے ابتدائی مباحث میں زکاۃ کی مشروعیت کے ساتھ ہو چکا ہے، وہاں پر گزر چکا کہ زکاۃ کی مشروعیت بعد الہجرت ۲ ؁ھ میں ہوئی، اور یہی سنہ صوم کی فرضیت کا ہے لیکن ان دونوں میں سے کون مقدم ہے زکاۃ یا صوم؟ اس میں دونوں قول ہیں، قال النووی فی الروضۃ الی الأول، اور اکثر کی رائے اس کے برعکس ہے کہ صوم کی فرضیت پہلے ہے زکاۃ سے، صوم کی مشروعیت شعبان ۲ ؁ھ میں ہوئی، اور زکاۃ کی شوال ۲ ؁ھ میں، البتہ صدقۃ الفطر کی مشروعیت قبل الزکاۃ صوم کے ساتھ ہوئی الی آخر ماذکر۔

بحث رابع (وهل فرض قبل رمضان شئ): صوم رمضان سے قبل کوئی روزہ فرض تھا یا نہیں؟ حافظؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے اور یہی قول مشہور شافعیہ کا ہے کہ صوم رمضان سے پہلے کوئی صوم فرض نہیں ہوا، اور شافعیہ کے ایک قول میں اور وہی قول حنفیہ ہے کہ اولاً صوم عاشوراء کی فرضیت ہوئی پھر نزول رمضان سے وہ منسوخ ہوا[2]، اور علامہ عینیؒ کے کلام میں یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے صوم عاشوراء کا وجوب ہوا تھا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ ثلاثہ ایام من کل شہر، یعنی ہر ماہ میں تین روزوں کا وجوب (یعنی اس کے بعد پھر صوم رمضان)[3]۔

میں کہتا ہوں: ابوداؤد میں کتاب الصلاۃ ابواب الاذان میں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کی یہ حدیث گزر چکی جس کو انہوں نے وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا کہہ کر متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے کہ أُحِيلَتِ الصَّلاةُ ثَلاثَةَ أَحْوَالٍ، وَأُحِيلَتِ الصِّيَامُ ثَلاثَةَ أَحْوَالٍ[4]، یعنی نماز میں تین تغیرات واقع ہوئے، اور اسی طرح صیام میں بھی تین تغیرات واقع ہوئے، اس روایت میں صوم کے جو تغیرات ثلاثہ بیان کئے گئے ہیں اس میں اس طرح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے أَمَرَهُمْ بِصِيَامِ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ، ثُمَّ أُنْزِلَ رَمَضَانُ، اور دوسرے طریق میں ہے فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ "يَصُومُ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَيَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ الآية[5]۔

اوپر حافظؒ کے کلام میں گزر چکا کہ صوم عاشوراء جسکی مشروعیت شروع میں ہوئی وہ شافعیہ کے مشہور قول میں غیر واجب یعنی مستحب، اور حنفیہ کے نزدیک واجب تھا، أوجز المسالك (ج ٥ ص ١٢) میں علامہ باجیؒ مالکی سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ شروع میں

---

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ٣ ص ٣٣٠ – ٣٣١

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ١٠٣

[3] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ١٠ ص ٢٥٤

[4] سنن أبي داود – كتاب الصلاة – باب كيف الأذان ٥٠٦ و ٥٠٧

[5] فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر (سورة البقرة ١٨٣)

عاشوراء فرض تھا پھر نزول رمضان سے اس کا وجوب منسوخ ہوا۔

کیا روزہ اس امت کے خصائص میں سے ہے؟ أوجز المسالك میں ایک مستقل بحث (سادس) یہ بھی لکھی ہے کہ صوم شرائع سابقہ میں سے ہے اس امت کے ساتھ خاص نہیں، اس کی ابتدائی آدم علیہ السلام سے ہوئی، چنانچہ بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے اپنی اپنی خطا یعنی اکل شجرہ سے اللہ تعالیٰ کی بارہ گاہ میں توبہ کی، توان کی توبہ تیس روز تک قبولیت سے رکی رہی کیونکہ ان کے پیٹ میں اس دانہ کا جو کھایا تھا اثر باقی تھا، پھر جب ان کا اندرون بالکل صاف ہو گیا اجزء حنطہ سے تب ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی لئے ان کی ذریت پر تیس روزے فرض کئے گئے۔ حافظ ابن حجرؒ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت معتبر ہونے کیلئے ثبوت سند کی محتاج ہے وهيهات وجدان ذلك (لیکن سند کا ملنا بعید ہے) [1]۔

خاص اس روایت کی سند کا ملنا تو چاہے بعید ہو لیکن روزہ کا شرائع قدیمہ میں سے ہونا یہ تو قرآن کریم سے ثابت ہے، قال اللہ تعالیٰ: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ إلى آخر ما في أوجز المسالك، اسی طرح أوجز المسالك میں ایک مستقل بحث (سابع) اس پر بھی کی ہے کہ خاص صوم رمضان گزشتہ شرائع میں سے کسی شریعت میں تھا؟ اس بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے قول: كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ، اس آیت میں تشبیہ مطلق صوم کے اعتبار سے ہے صوم رمضان کے اعتبار سے نہیں، لہذا صوم رمضان اس امت کے خصائص میں سے ہے اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ خصائص میں سے نہیں بلکہ یہ روزہ یہود ونصاریٰ پر بھی فرض کیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس میں اپنی عادت کے موافق اپنی طرف سے بہت کچھ تغیر و تبدیل کی الی آخر ما في الأوجز [2]۔

بحث خامس (حکم الصیام یعنی مصالح صوم): روزے کی مشروعیت میں حکمت اور مصلحت اور اس کیلئے ماہ رمضان کا انتخاب، نیز لیلة الصیام میں مشروعیة تراویح کی مناسبت کے بارے میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ میں تحریر فرماتے ہیں: "سورۂ بقرہ (۱۸۳) میں رمضان کے روزے کی فرضیت کا اعلان فرمانے کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا گیا ہے: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ، یعنی اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو روحانیت اور حیوانیت کا یا دوسرے الفاظ میں کہیئے کہ ملکوتیت اور بہیمیت کا نسخۂ جامعہ بنایا ہے اس کی طبیعت اور جبلت میں وہ سارے مادی اور سفلی تقاضے بھی ہیں جو دوسرے حیوانوں میں بھی ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ اس کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا وہ نورانی جوہر بھی ہے جو ملأ اعلیٰ کی لطیف مخلوق فرشتوں کی خاص دولت ہے، انسان کی سعادت کا دار و مدار اس پر ہے کہ اس کا یہ نورانی اور ملکوتی عنصر بہیمی اور حیوانی عنصر پر غالب اور حاوی رہے، اور اس کو حدود کا پابند رکھے، اور یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ بہیمی پہلو روحانی اور ملکوتی پہلو کی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا عادی ہو جائے، اور

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤، ص ١٠٢، ١٠٣، أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٥ ص ٨

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٥ ص ٩-١٠

اس کے مقابلے میں سرکشی نہ کر سکے۔

روزے کی ریاضت کا خاص مقصد موضوع یہی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اللہ کے احکام کی پابندی اور ایمانی وروحانی تقاضوں کی تابعداری وفرمانبرداری کو خوگر بنایا جائے"۔

پھر آگے لکھتے ہیں "اور روزے کا وقت طلوع سحر سے غروب آفتاب تک رکھا گیا ہے بلاشبہ یہ مدت اور یہ وقت مذکورہ بالا مقصد کیلئے نہایت معتدل مدت اور وقت ہے، اس سے کم میں ریاضت اور نفس کی تربیت کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، اور اگر اس سے زیادہ رکھا جاتا مثلاً روزے میں دن کے ساتھ رات بھی شامل کردی جاتی اور بس سحر کے وقت کھانے پینے کی اجازت ہوتی، یا سال میں دو چار مہینے مسلسل روزے رکھنے کا حکم ہوتا تو انسانوں کی اکثریت کیلئے ناقابل برداشت اور صحتوں کیلئے مضر ہوتا"۔

"پھر اس کے لئے مہینہ وہ مقرر کیا گیا ہے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا، اور جس میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی رات لیلۃ القدر ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب ہو سکتا ہے"۔

"پھر اس مہینہ میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام کیا گیا ہے، جو تراویح کی شکل میں امت میں رائج ہے"۔

"دن کے روزوں کے ساتھ رات کی تراویح کی برکات مل جانے سے اس مبارک مہینہ کی نورانیت اور تاثیر میں وہ اضافہ ہو جاتا ہے جس کو اپنے اپنے ادراک واحساس کے مطابق ہر وہ بندہ محسوس کرتا ہے جو ان باتوں سے کچھ بھی تعلق اور مناسبت رکھتا ہے" اھ مختصراً [1]۔

تفسیر ماجدی میں ہے: "روزہ تعمیل ارشاد خداوندی میں تزکیۂ نفس، تربیت جسم دونوں کا ایک بہترین دستور العمل ہے، اشخاص کے انفرادی اور امت کے اجتماعی ہر نقطۂ نظر سے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے ارشاد سے اسلامی روزہ کی اصل غرض وغایت کی تشریح ہو گئی اس سے مقصود تقویٰ کی عادت ڈالنا اور امت وافراد کو متقی بنانا ہے، تقویٰ نفس کی ایک مستقل کیفیت کا نام ہے، جس طرح مضر غذاؤں اور مضر عادتوں سے احتیاط رکھنے سے جسمانی صحت درست ہو جاتی ہے اور مادی لذتوں سے لطف وانبساط کی صلاحیت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے، بھوک خوب کھل کر لگنے لگتی ہے، خون صالح پیدا ہونے لگتا ہے اسی طرح اس عالم میں تقویٰ اختیار کر لینے سے (یعنی جتنی عادتیں صحت روحانی وحیات اخلاقی کے حق میں مضر ہیں ان سے بچے رہنے سے) عالم آخرت کی لذتوں اور نعمتوں سے لطف اٹھانے کی صلاحیت واستعداد انسان میں پوری طرح بیدار ہو کر رہتی ہے، اور یہی وہ مقام ہے جہاں اسلامی روزہ کی افضلیت تمام دوسری قوموں کے گرے پڑے روزوں پر علانیہ ثابت ہوتی ہے، اور غیر مشرک قوموں کے ناقص ادھورے اور برائے نام روزوں کا تو ذکر ہی نہیں خود مسیحی اور یہودی روزوں کی بھی حقیقت بس اتنی ہی ہے

[1] معارف الحدیث حصہ ٤ ص ٣٤٣-٣٤٤

کہ وہ یاتو کسی بلا کو دفع کرنے کے لئے رکھے جاتے ہیں یا کسی فوری مخصوص روحانی کیفیت کے حاصل کرنے کو[1]، اسلام میں روزہ نام ہے اپنے قصد وارادہ سے ایک مدت معین تک کیلئے اپنی جائز اور طبعی خواہشوں کی تکمیل سے دست برداری کا، اور اس سے ایک طرف طبی اور جسمانی دوسری طرف روحانی اور اخلاقی جو فائدے حاصل ہوتے ہیں افراد اور امت دونوں کو ان کی تفصیل لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں اھ[2]۔

اور فوائد عثمانیہ میں آیت کریمہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے ذیل میں تحریر ہے: "یعنی روزہ نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکو گے اور روزہ سے نفس کی قوت وشہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے، بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ۔

جاننا چاہئے کہ یہود ونصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیر وتبدل کیا تو لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں ان پر تعریض ہے، معنی یہ ہوں گے کہ اے مسلمانوں تم نافرمانی سے بچو یعنی مثل یہود اور نصاریٰ کے اس حکم میں خلل نہ ڈالو اھ[3]۔

۱۔ بَابُ مَبْدَأِ فَرْضِ الصِّيَامِ

روزہ کی فرضیت کی ابتداء کیسے ہوئی؟

۲۳۱۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، {يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ[4]}، "فَكَانَ النَّاسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّوُا الْعَتَمَةَ حَرُمَ عَلَيْهِمُ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ وَالنِّسَاءُ، وَصَامُوا إِلَى الْقَابِلَةِ، فَاخْتَانَ رَجُلٌ نَفْسَهُ، فَجَامَعَ امْرَأَتَهُ، وَقَدْ صَلَّى الْعِشَاءَ، وَلَمْ يُفْطِرْ، فَأَرَادَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَجْعَلَ ذَلِكَ يُسْرًا لِمَنْ بَقِيَ وَرُخْصَةً وَمَنْفَعَةً، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: {عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ[5]} الْآيَةَ، وَكَانَ هَذَا مِمَّا نَفَعَ اللَّهُ بِهِ النَّاسَ وَرَخَّصَ لَهُمْ وَيَسَّرَ".

---

[1] اس بات کے ثبوت میں مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے یہود کی قاموس اعظم جیوش انسائیکلوپیڈیا (ج ۵ ص ۳۴۷) کی ایک عبارت نقل کی ہے: "قدیم زمانہ میں روزہ یا تو بطور علامت ماتم کے رکھا جاتا تھا، اور یا جب کوئی خطرہ درپیش ہوتا تھا، اور یا پھر جب سالک اپنے میں قبول الہام کی استعداد پیدا کرنا چاہتا تھا"۔

[2] تفسیر ماجدی — ص ۸۹ (پاک کمپنی)۔

[3] تفسیر عثمانی — ج ۱ ص ۱۵۵ (دار الإشاعت مطبوعہ محرم ۱۴۲۸ھ)

[4] اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر (سورۃ البقرۃ ۱۸۳)

[5] اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے (سورۃ البقرۃ ۱۸۷)

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ارشادِ باری ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ إلخ یعنی تم لوگوں پر روزہ فرض قرار دیا گیا کہ جس طریقہ پر تم لوگوں سے پہلے والے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگ عہد نبوی میں جب نمازِ عشاء سے فارغ ہو جاتے تو ان پر کھانا پینا، بیوی سے ہمبستری وغیرہ کرنا اگلے دن غروبِ آفتاب تک حرام ہو جاتا۔ ایک شخص نے اپنے ساتھ خیانت کی اور اپنی بیوی سے اس نے ہمبستری کی حالانکہ وہ شخص نمازِ عشاء پڑھ چکا تھا لیکن اُس نے روزہ افطار نہیں کیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور یہ چاہا کہ لوگوں کے لئے سہولت، رخصت اور فائدہ ہو چنانچہ ارشاد فرمایا: عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ یعنی اللہ نے تم لوگوں کی خیانت کو جان لیا پھر تمہارا قصور معاف کر دیا اور تمہاری غلطی معاف کر دی اور یہ حکم اسلئے نازل ہوا تاکہ اللہ ان کو نفع پہنچائے اور ان کیلئے رخصت اور آسانی ہو (کہ نماز عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک کھانا، پینا اور جماع مشروع قرار دیا)۔

شرح الحدیث: اس روایت کا مضمون یہ ہے، جیسا کہ أُحِيلَتِ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ والی حدیث میں ابواب الأذان میں گذر چکا کہ روزے کے بارے میں جو تین تغیر ہوئے ان میں ایک تغیر یہ ہوا کہ شروع میں یہ تھا کہ روزہ دار شخص جب عشاء کی نماز پڑھ چکے تو اب اس پر طعام و شراب اور جماع سب چیزوں کی بندش ہو جاتی تھی اگلے دن غروب تک کیلئے گویا روزہ کے وقت کی ابتداء عشاء کی نماز سے فراغ سے ہو جاتی تھی، اور جب تک عشاء کی نماز نہ پڑھے اس وقت تک کھانا پینا وغیرہ جائز رہتا تھا، پھر بعد میں اس حکم میں تبدیلی آئی جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے: عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ جس کے اخیر میں یہ ہے: وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ [1] اس تغیر کا اور نزول آیت کا منشاء حضرت ابن عباسؓ بیان فرما رہے ہیں: فَاخْتَانَ رَجُلٌ کہ ایک شخص نے خیانت کی، اس رجل سے مراد حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں جن کا واقعہ ابواب الأذان میں گزر چکا، جس کا حوالہ ابھی اوپر بھی آیا ہے، اس کو یہاں لکھنے کی حاجت نہیں، والحدیث سکت عن تخریجه المنذری وقال فی اسناده علی بن حسین بن واقد وهو ضعيف، اهـ [2]۔

٢٣١٤ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ. أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: "كَانَ الرَّجُلُ إِذَا صَامَ، فَنَامَ لَمْ يَأْكُلْ إِلَى مِثْلِهَا، وَإِنَّ صِرْمَةَ بْنَ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيَّ أَتَى امْرَأَتَهُ، وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ قَالَتْ: لَا، لَعَلِّي أَذْهَبُ فَأَطْلُبُ لَكَ شَيْئًا. فَذَهَبَتْ وَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَجَاءَتْ. فَقَالَتْ: خَيْبَةً لَكَ فَلَمْ يَنْتَصِفِ النَّهَارُ حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهِ، وَكَانَ يَعْمَلُ يَوْمَهُ فِي أَرْضِهِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَنَزَلَتْ": {أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ} قَرَأَ إِلَى قَوْلِهِ: {مِنَ الْفَجْرِ [3]}.

---

[1] اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے (سورۃ البقرۃ ١٨٧)

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٦ ص ٤٢٦

[3] حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو انکی اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے

ترجمہ: براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ (سورج ڈوبنے کے بعد) جب کوئی شخص روزے سے ہوتا اور اسے نیند آجاتی تو اس کیلئے اگلے روزے کے افطار کے وقت تک کھانا (وغیرہ) جائز نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ صرمہ بن قیس انصاری اپنی بیوی کے پاس آئے وہ روزہ رکھے ہوئے تھے انہوں نے دریافت: کیا تمہارے پاس کھانے کیلئے کچھ ہے؟ اس نے کہا: کچھ نہیں لیکن میں جاتی ہوں اور کچھ تلاش کر کے لاتی ہوں۔ چنانچہ وہ چلی گئیں اور صرمہ کی آنکھوں میں نیند بھر گئی (اور وہ سو گئے) پس وہ آئیں اور (ان کو دیکھ کر) کہنے لگیں کہ تم (کھانے پینے سے) محروم ہو گئے۔ تو اسکے بعد صرمہ بن قیس نے بغیر کھائے پیئے اگلے دن کا بھی روزہ رکھ لیا (پھر بھوک کی وجہ سے) نصف النہار کے وقت ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی وہ تمام دن اپنی زمین میں محنت کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو اس پر آیت کریمہ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ سے مِنَ الْفَجْرِ تک نازل ہوئی۔ براء نے (یہ آیت) قولِ باری تعالیٰ: مِنَ الْفَجْرِ تک پڑھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨١٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٣٨) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٦٨) سنن النسائي - الصيام (٢١٦٨) سنن أبي داود - الصوم (٢٣١٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٥/٤) سنن الدارمي - الصوم (١٦٩٣)

شرح الحدیث: گذشتہ روایت میں روزہ کے جس تغیر کا ذکر حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آیا ہے اسکا ایک منشاء تو وہاں گزر چکا، اور دوسرا منشاء جو پیش آیا اس کو اس روایت میں حضرت براءؓ بیان فرما رہے ہیں اور وہ واقعہ ہے صرمہ بن قیس انصاری کا، یہ بھی ابواب الأذان میں گزر چکا ہے، اس کے اعادہ کی یہاں حاجت نہیں۔

حدیث ابن عباسؓ اور حدیث البراءؓ میں اختلاف اور اس کی توجیہ: البتہ ایک اور چیز قابل ذکر ہے وہ یہ کہ بندش طعام و شراب کا وقت ابن عباسؓ کی روایت میں گزرا ہے إِذَا صَلَّوُا الْعَتَمَةَ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندش طعام و شراب کا مدار صلاۃ عشاء پر تھا اور اس روایت میں ہے إِذَا صَامَ، فَنَامَ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندش کا مدار نوم پر تھا کہ غروب کے بعد جب تک کہ نہ سوئے تو کھا پی سکتا تھا، اور اگر سو جائے تو سونے کیوجہ سے کھانا پینا ممنوع ہو جاتا تھا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ روایات میں جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ منع کا دار و مدار نوم پر تھا (قبل النوم جائز تھا بعد النوم ناجائز) اور وہ پھر آگے لکھتے ہیں، اور ممکن ہے کہ منع کا تعلق دونوں سے ہو کہ ان دونوں میں سے جس کا بھی تحقق پہلے ہو جائے تو وہی سبب منع ہو جاتا تھا[1] والحديث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي قاله المنذري۔

٢ - بَابُ نَسْخِ قَوْلِهِ تَعَالَى: {وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ}

ارشادِ باری تعالیٰ: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ کے منسوخ ہونے کا بیان

٢٣١٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى

تلک تھے اپنی جانوں سے سو معاف کیا تم کو اور درگزر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے (سورۃ البقرۃ ١٨٧)

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ١٣٠

سَلَمَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: { وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ [1] } ، «كَانَ مَنْ أَرَادَ مِنَّا أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ فَعَلَ، حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا».

ترجمہ: حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے روایت ہے کہ جس وقت آیت کریمہ: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ نازل ہوئی یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ ادا کریں تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہم لوگوں میں سے جس شخص کا دل چاہتا کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کردے تو وہ یہ کر لیتا، یہاں تک کہ وہ آیتِ کریمہ جو اس کے بعد ہے (یعنی { فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ }) نازل ہوئی اور پہلے جو اختیار دیا گیا تھا وہ منسوخ ہو گیا۔

شرح الحدیث: حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ شروع میں جب یہ آیت نازل ہوئی: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ، تو اس کی بناء پر جس کا جی چاہتا تھا روزہ رکھتا تھا اور جو چاہتا تھا بجائے روزہ کے فدیہ دے دیتا تھا، پھر جب اسکے بعد والی آیت نازل ہوئی: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کہ جو شخص تم میں سے رمضان کے مہینہ میں مقیم ہو (مسافر نہ ہو) اس کو روزہ رکھنا ہی چاہئے، تو اس آیت نے آکر حکم سابق کو منسوخ کر دیا۔

ابن عباسؓ اور جمہور کے مسلک میں فرق: اس میں جمہور علماء کی رائے یہی ہے، چنانچہ بخاریؒ میں ابن عمرؓ سے یہی مروی ہے کہ انہوں نے فدیہ والی آیت کو پڑھ کر فرمایا هِيَ مَنْسُوخَةٌ، اس پر حافظؒ فرماتے ہیں وخالف في ذلك بن عباس فذهب إلى أنها محكمة لكنها مخصوصة بالشيخ الكبير ونحوه، یعنی ابن عباسؓ کے نزدیک فدیہ والی آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ مخصوص ہے، شیخ فانی وغیرہ کے ساتھ اھ من البذل [2]، میں کہتا ہوں ابن عباسؓ کا جمہور کے ساتھ نفس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے پھر اس کے باوجود وہ جو نسخ کے قائل نہیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے فدیہ والی آیت کا وہ مطلب لیا ہی نہیں جو جمہور لیتے ہیں، اور جو مطلب ابن عباسؓ نے لیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ آیت فدیہ منسوخ نہ ہو، خوب سمجھ لیجئے،

والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي قاله المنذري۔

٢٣١٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: { وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ } ، «فَكَانَ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يَفْتَدِيَ بِطَعَامِ مِسْكِينٍ افْتَدَى وَتَمَّ لَهُ صَوْمُهُ» ، فَقَالَ: { فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ [3] } ، وَقَالَ: { فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ [4] } .

---

[1] اور جن کو طاقت ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا (سورة البقرة ١٨٤)

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ١٨٨ ، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٩٥

[3] پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اس کے واسطے ف ٢ اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے (سورة البقرة ١٨٤)

[4] سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اسکے اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اسکو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے (سورة البقرة ١٨٥)

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ نازل ہوئی تو جس شخص کا دل چاہتا ایک مسکین کا کھانا فدیہ ادا کرتا اور روزہ کو مکمل سمجھتا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نیک کام میں اپنے طور پر آگے بڑھے تو وہ بہتر ہے اور تم لوگوں کیلئے روزے کا رکھنا بہتر ہے (فدیہ دینے سے)۔ پھر ارشاد فرمایا: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ یعنی جو شخص رمضان کا مہینہ پائے تو اس میں روزے ضرور رکھے (یہاں شیخ فانی اور مسافر، مریض کے علاوہ کو صرف روزہ رکھنے کا ہی حکم ہے) اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ لے (اس ٹکڑے میں مریض اور مسافر کیلئے روزہ کی قضا کر لینے کا حکم بیان ہوا ہے بذل المجہود)۔

شرح الحدیث: گذشتہ حدیث کے تحت یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے ان آیات میں جمہور کے خلاف ہے، اور وہ آیت فدیہ کے منسوخ ہونے کے قائل نہیں۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ میں اختلاف قراۃ: اس کی توضیح یہ ہے کہ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ میں دو قرأتیں ہیں ایک تو یہی، اور دوسری «يُطَوَّقُوْنَهٗ»، اور اس میں ایک تیسری قرأت بھی بیان کی جاتی ہے «يَطَّيَّقُوْنَهٗ» [1]، ان میں پہلی قرأت جمہور کی ہے اور اخیرین ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہیں، جمہور والی قرأت کے معنی تو ظاہر ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں اور وہ مطیق و مستطیع ہیں، وہ اگر بجائے صوم کے افطار کریں تو ان پر فدیہ یعنی طعام مسکین واجب ہے، جمہور نے یہ معنی اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کے ذریعہ، اور حضرت ابن عباسؓ نے جو قرأت اختیار کی اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ بتکلف اور بہت زور اور طاقت لگا کر ہی روزہ رکھ سکتے ہوں ان کو افطار کی اجازت ہے اور پھر فدیہ واجب ہے، اس قرأت اور تفسیر کی صورت میں اس کا مصداق شیخ کبیر وغیرہ ہوئے جب ایسا ہے تو پھر یہ حکم منسوخ نہیں، یہ حکم تو اب بھی ہے، اسی لئے وہ اس آیت کے نسخ کے قائل نہیں کما ھو مشہور من مذہبہ، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ (بفتح الطاء وتشديد الواو مبنيا للمفعول، مخفف الطاء) {فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ} .قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيرَةُ لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَصُومَا فَيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا [2] .قال الحافظ: هذا مذهب ابن عباس وخالفه الأكثر [3]۔

اس سب کے بعد آپ یہ سمجھئے کہ مشہور تو ہے یہ جو ابھی گزرا، لیکن سنن ابو داود کی یہ روایت جو چل رہی ہے اس سے تو بظاہر

---

[1] قال القرطبي: قرأ الجمهور بكسر الطاء وسكون الياء، وقال: ومشهور قراءة ابن عباس "يُطَوَّقُوْنَهٗ" بفتح الطاء مخففة وتشديد الواو بمعنى يكلفونه. وقال: وقد روى مجاهد "يطيقونه" بالياء بعد الطاء على لفظ "يكيلونه" وهي باطلة ومحال؛ وقال: وروى ابن الأنباري عن ابن عباس "يطيقونه" بفتح الياء وتشديد الطاء والياء مفتوحتين بمعنى يَطَّيَّقُوْنَهٗ. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي—ج ٣ ص ١٤٤)

[2] صحيح البخاري—كتاب التفسير—سورة البقرة ٤٢٣٥

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري—ج ٤ ص ١٨٠

ابن عباسؓ کے نزدیک آیت فدیہ کا منسوخ ہونا ہی معلوم ہو رہا ہے، یعنی جو جمہور کا مسلک ہے وہی اس سے مستفاد ہو رہا ہے، اسکے بارے میں حضرتؒ نے بذل المجہود[1] میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ ممکن ہے یوں کہا جائے کہ شروع میں تو وہ عدم نسخ ہی کے قائل تھے جمہور کے خلاف "ثم وافق الجمهور وقال بالنسخ"۔

فائدہ: اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ اس آیت میں، ابن عباسؓ کی قرأت جمہور کی قرأت سے مختلف ہے اور ہر ایک کے معنی بھی مختلف ہیں، اس میں مزید یہ ہے کہ بعض مصنفین کے کلام سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ ابن عباس کی قرأت بھی وہی ہے جو جمہور کی، لیکن فرق یہ ہے کہ جمہور تو يُطِيقُوْنَهٗ کو مثبت معنی پر محمول کرتے ہیں یعنی طاقت رکھنا، اور حضرت ابن عباسؓ منفی معنی پر، یعنی جو لوگ مسلوب الطاقۃ ہیں، روزہ رکھنے کی ان میں طاقت نہیں اس لئے کہ يُطِيقُوْنَ باب افعال سے ہے جس کی ایک خاصیت سلب ماخذ بھی ہے، واللہ اعلم بصحة هذا النقل۔

۳۔ بَابُ مَنْ قَالَ: هِيَ مُثْبَتَةٌ لِلشَّيْخِ وَالْحُبْلَى

﴿بعض حضرات نے فرمایا کہ فدیہ والا حکم شیخ فانی اور حاملہ کیلئے اب بھی باقی ہے﴾

۲۳۱۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّ عِكْرِمَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: «أُثْبِتَتْ لِلْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی کے حق میں (کہ جن سے روزہ نہ رکھا جاسکے یا ان کو روزہ رکھنا نقصان دے ان کے لئے) اب بھی یہ آیت کریمہ باقی ہے (غیر منسوخ ہے)۔

۲۳۱۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: {وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ}، قَالَ: «كَانَتْ رُخْصَةً لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ، وَالْمَرْأَةِ الْكَبِيرَةِ، وَهُمَا يُطِيقَانِ الصِّيَامَ أَنْ يُفْطِرَا، وَيُطْعِمَا مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، وَالْحُبْلَى وَالْمُرْضِعُ إِذَا خَافَتَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي عَلَى أَوْلَادِهِمَا أَفْطَرَتَا وَأَطْعَمَتَا».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ یہ آیت ایسے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے متعلق نازل ہوئی تھی جو مشقت برداشت کرکے روزہ رکھنے کی قوت رکھتے تھے ان کیلئے رخصت تھی کہ وہ چاہیں تو روزہ (رکھیں چاہیں) نہ رکھیں اور ہر ایک روزے کے عوض ایک مسکین کو ایک دن کھانا کھلائیں اسی طرح اگر حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنے بچہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ نہ رکھے (بلکہ) فدیہ ادا کردے۔ ابوداؤدؒ نے کہا کہ جب دودھ پلانے والی اور حمل والی عورت کو اپنے بچے کے نقصان کا اندیشہ ہو تو روزہ افطار کرلیں اور اسکے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۹۶

بدلے میں مسکین کو کھانا کھلادیں۔

شرح الأحاديث: اس باب میں مصنف نے اثر ابن عباسؓ کو ذکر کیا ہے دو طریق سے اولاً بطریق عکرمہ عن ابن عباس، ثانیاً بطریق سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اثر اول تو ذرا مجمل ہے، دوسرے میں ذرا تفصیل ہے، وہ اس طرح ہے: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ، قَالَ: كَانَتْ رُخْصَةً لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ، وَالْمَرْأَةِ الْكَبِيرَةِ، وَهُمَا يُطِيقَانِ الصِّيَامَ أَنْ يُفْطِرَا، وَيُطْعِمَا الخ۔

وَهُمَا يُطِيقَانِ سے مراد بظاہر یہ ہے أي بالجهد والمشقة [1] یعنی طاقت اور زور لگا کر بمشقت روزہ رکھ سکتے ہیں جیسا کہ ان کے مذہب کی تشریح پہلے گزر چکی۔

شیخ کبیر اور حبلی ومرضعہ کے حکم میں اختلاف: ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے کہ شیخ کبیر اور حبلی اور اسی کے حکم میں مرضعہ بھی، ان تینوں کیلئے رخصت افطار ثابت ہے، حدیث الباب اس ترجمہ کے مطابق ہے، ثبوت افطار میں تو تمام فقہاء متفق ہیں، لیکن حبلی اور مرضعہ کے بارے میں ایک دوسرا اختلاف ہے وہ یہ کہ افطار کے بعد ان دونوں پر کیا واجب ہے؟ حنفیہ کے یہاں تو روزے کی صرف قضاء ہے بعد میں فدیہ نہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قضاء صوم مع الفدیہ، اور شیخ کبیر جب افطار کرے تو اس پر عند الجمہور فدیہ ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک فدیہ بھی ساقط ہو جاتا ہے، حامل اور مرضعہ کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ان پر صرف فدیہ ہے قضا نہیں، وهو مروي عن ابن عمر وعن ابن عباس، اور ایک قول یہ ہے الفرق بين الحامل والمرضع، کہ حامل پر تو صرف قضاء ہے فدیہ نہیں، اور مرضعہ پر قضا اور فدیہ دونوں، كذا في البذل عن ابن رشد [2]، حامل اور مرضعہ کے بارے میں ایک قول امام ترمذیؒ نے یہ نقل کیا ہے کہ افطار کے بعد ان دونوں کو اختیار ہے قضا اور اطعام کے درمیان، ان دونوں میں سے کسی کو اختیار کرلے، قضاء کی صورت میں اطعام نہ ہوگا، اور اطعام کی صورت میں قضا نہ ہوگی۔

جاننا چاہئے کہ جو ترجمۃ الباب ہمارے یہاں چل رہا ہے یہی امام ترمذیؒ نے بھی قائم کیا ہے اور پھر انہوں نے اس باب میں وہ حدیث مرفوع ذکر کی ہے جو ہمارے یہاں بَابُ اخْتِيَارِ الْفِطْرِ میں آرہی ہے اس کو دیکھ لیا جائے اسکے اخیر میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَضَعَ شَطْرَ الصَّلَاةِ، أَوْ نِصْفَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ، وَعَنِ الْمُرْضِعِ، أَوِ الْحُبْلَى [3]، امام ابو داودؒ کیلئے بھی اولی یہی تھا کہ وہ بجائے اثر ابن عباسؓ کے اس حدیث مرفوع کو یہاں لاتے كما فعل الترمذي، امام ترمذیؒ اس

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۱ ص ۱۰۲

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۱ ص ۱۰۰

[3] سنن أبي داود – كتاب الصوم – باب اختيار الفطر ۲٤۰۸

حدیث کے بعد فرماتے ہیں: قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الْحَامِلُ، وَالْمُرْضِعُ، تُفْطِرَانِ وَتَقْضِيَانِ وَتُطْعِمَانِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ، وَمَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: تُفْطِرَانِ، وَتُطْعِمَانِ، وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِمَا [1]، اور اس کے بعد وہ تیسرا قول انہوں نے ذکر فرمایا جو اوپر نقل ہو چکا امام ترمذیؒ کے کلام میں جو درمیانی قول ہے اس کو حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔

٤ ـ بَابُ الشَّهْرِ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ

مہینہ کبھی کبھی اُنتیس دن کا ہوتا ہے

٢٣١٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ، وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا» ، وَخَنَسَ سُلَيْمَانُ إِصْبَعَهُ فِي الثَّالِثَةِ، يَعْنِي تِسْعًا وَعِشْرِينَ وَثَلَاثِينَ.

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہل عرب اُمّی (یعنی ان پڑھ) لوگ ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب و کتاب جانتے ہیں۔ مہینہ ایسا ایسا اور ایسا ہوتا ہے (آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ کی انگلیوں سے بتلایا)۔ سلیمان ابن حرب مصنفؒ کے استاد نے تیسری مرتبہ میں اپنی ایک انگلی کو بند کر لیا یعنی مہینہ کبھی اُنتیس کا ہوتا ہے (اور کبھی تیس دن کا)۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٠٨) صحيح البخاري - الصوم (١٨٠٩) صحيح البخاري - الصوم (١٨١٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٩٦) صحيح مسلم - الصيام (١٠٨٠) سنن النسائي - الصيام (٢١٣٩) سنن النسائي - الصيام (٢١٤٠) سنن النسائي - الصيام (٢١٤١) سنن النسائي - الصيام (٢١٤٢) سنن النسائي - الصيام (٢١٤٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٣١٩) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٥٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٣) موطأ مالك - الصيام (٦٣٤)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول کر ان کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا کہ مہینہ اتنے دن کا ہوتا ہے اور تیسری مرتبہ میں ایک انگلی کو بجائے کھولنے کے بند کر لیا، لہٰذا اس صورت میں یہ اُنتیس دن ہوئے، اور پھر حدیث کے اخیر میں ہے اُنتیس دن اور تیس دن، پس اس حدیث میں اختصار ہوا پوری روایت صحیح مسلم میں ہے چنانچہ اس میں پھر دوبارہ بعد میں اس طرح آرہا ہے: والشَّهْرُ هَكَذَا، وَهَكَذَا، وَهَكَذَا، یعنی تمام الثلاثین اور اس دوسری مرتبہ میں آپ ﷺ نے تینوں بار سب انگلیوں کو کھلا رکھا، آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم لوگ یعنی عرب، وقیل أراد نفسه [2]، اُمّی ہیں حساب کتاب نہیں جانتے یعنی اکثر ان میں سے، اور اگر سبھی مراد ہیں تو اس صورت میں نفس حساب و کتاب کی نفی نہ ہوگی

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الصوم - باب ما جاء فی الرخصة فی الإفطار للحبلی والمرضع ٧١٥

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ١٢٧

بلکہ احسان اور کمال کی نفی ہوگی یعنی اچھی طرح نہیں جانتے، جس حساب کی نفی اس حدیث میں کی گئی ہے، اس سے مراد حساب نجوم ہے جس کو سبھی شراح نے لکھا ہے، اور علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں: یعنی ہم اپنے روزہ نماز اور دیگر عبادات کے مواقیت کے پہچاننے میں کسی حساب کتاب کے سیکھنے کے مکلف نہیں ہیں کہ جس کو باقاعدہ سیکھا جائے بلکہ سیدھا سادہ حساب جس کو سبھی جانتے ہیں اسکا اعتبار ہے، اور اس کی مزید وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کے اشارہ سے بغیر تلفظ کے بیان فرمادی، جس کو اخرس اور عجمی ہر ایک سمجھ سکے [1]، اور حافظؒ فرماتے ہیں: اسی لئے ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ، کہ اگر انیتس کا چاند نظر نہ آئے تو پھر مہینہ کے تیس دن پورے کرلو، اور یہ نہیں فرمایا کہ اہل حساب اور حساب دانوں سے معلوم کرلو، بلکہ اپنے ہی حساب پر باقی رہنے کو فرمایا جس کو سب لوگ جانتے ہیں، لہذا اس حدیث میں حساب نجوم کی نفی کردی گئی ہے کہ شریعت میں اس کا اعتبار نہیں ہے، اور پھر آگے لکھتے ہیں بعض لوگ حساب و نجوم کی طرف گئے ہیں اور وہ روافض ہیں، اور اس میں بعض فقہاء کی موافقت بھی منقول ہے، علامہ باجی کہتے ہیں کہ یہ اجماع سلف کے خلاف ہے، اور ابن بزیزہ کہتے ہیں کہ یہ مذہب باطل ہے اس لئے کہ شریعت نے خوض فی علم النجوم سے منع کیا ہے، اس لئے کہ وہ صرف حدس اور تخمین کے قبیل سے ہے قطعی چیز نہیں ہے [2]، والحديث أخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه هكذا قاله المنذري، اما المزي في ''التحفة'' فعزاه الى الشيخين والنسائي، وكذا القسطلاني۔

٢٣٢٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ»، قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا كَانَ شَعْبَانُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ نَظَرَ لَهُ، فَإِنْ رُئِيَ فَذَاكَ، وَإِنْ لَمْ يُرَ، وَلَمْ يَحُلْ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ، وَلَا قَتَرَةٌ أَصْبَحَ مُفْطِرًا، فَإِنْ حَالَ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ، أَوْ قَتَرَةٌ أَصْبَحَ صَائِمًا، قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يُفْطِرُ مَعَ النَّاسِ، وَلَا يَأْخُذُ بِهَذَا الْحِسَابِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مہینہ کبھی اُنیتس دن کا ہوتا ہے تو تم لوگ جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھو (اس وقت) تک روزہ رکھنا موقوف نہ کرو۔ پس اگر بادل ہوں تو تیس روزے (پورے) شمار کرلو۔ راوی نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ نے اُنیتس شعبان کو چاند دیکھا۔ اگر چاند دکھائی دیتا تو رمضان کا روزہ رکھ لیتے ورنہ اگر مطلع صاف ہوتا (ابر نہ ہوتا) اور گرد وغبار نہ ہوتا تو وہ اگلے دن روزہ نہ رکھتے لیکن اگر مطلع ابر آلود ہوتا یا گرد وغبار ہوتا تو اگلے دن روزہ رکھتے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ لوگوں کے ساتھ عید الفطر مناتے اور اپنے

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري ـــ ج ٣ ص ٣٥٩

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـــ ج ٤ ص ١٢٧

حساب کا اعتبار نہ کرتے۔ (اگرچہ ان کے حساب سے روزے اُنتیس ہو جاتے لیکن وہ تمام لوگوں کے ساتھ عید مناتے)۔

شرح الحدیث: فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ: **حدیث کی شرح میں تین قول:** اس میں دال کا ضمہ اور کسرہ دونوں پڑھا گیا ہے، اس جملہ کی تفسیر میں تین قول ملتے ہیں: ① قدروا العدۃ ثلاثین، یعنی اگر انتیس کا چاند نظر نہ آئے تو مہینہ کے تیس دن پورے کر لو، ② قدروہ تحت السحاب، یعنی اگر بادل کیوجہ سے چاند نظر نہ آئے تو اس کو یہ سمجھ لو کہ تحت السحاب ہے یعنی بادل میں چھپ رہا ہے، ③ قدروہ بحسب المنازل، یعنی منازل قمر کا اعتبار کر و یعنی وہی حساب نجوم، پہلے معنی کو اختیار کیا، جمہور علماء نے، اور دوسرے معنی کو امام احمدؒ وغیرہ بعض علماء نے، چنانچہ امام احمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر انتیس کا مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر صبح کو رمضان ہی کی نیت سے روزہ رکھا جائے [1]، تیسرے قول کو اختیار کیا ہے فقہاء میں سے ابو العباس ابن سریج شافعیؒ نے، چنانچہ ابن العربیؒ نے ان سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فَاقْدُرُوا لَهُ کا خطاب ان لوگوں کیلئے ہے جو علم نجوم سے واقف ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم عطا فرمایا ہے، اور وہ دوسری حدیث جس میں یہ ہے: فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ، اس میں یہ خطاب عام لوگوں کے ہے جو حساب نجوم سے واقف نہ ہوں، پھر آگے چل کر ابن العربیؒ نے اس قول کی تردید کی ہے اور اوپر باجی سے یہ گزر ہی چکا کہ حساب نجوم کا اعتبار اجماع سلف کے خلاف ہے، اسی طرح ابن المنذرؒ نے بھی اس کو اجماع کے خلاف قرار دیا ہے، علامہ شامی نے حساب نجوم کا اعتبار کرنے والوں میں امام سبکیؒ شافعی کا نام لیا ہے وہ فرماتے ہیں ان کی اس میں ایک مستقل تالیف بھی ہے جس میں وہ مائل ہوئے ہیں قول منجمین کے اعتماد کی طرف اور یہ کہ حساب قطعی چیز ہے شامی فرماتے ہیں کہ سبکی کی رائے کی تردید ان کے بعد کے اہل مذہب نے خود کی ہے اھملخصاً من البذل (ج ۱۱ ص ۱۰۸-۱۰۹)۔

فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا كَانَ شَعْبَانُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ نَظَرَ لَهُ، فَإِنْ رُئِيَ فَذَاكَ، وَإِنْ لَمْ يُرَ، وَلَمْ يَحُلْ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ، وَلَا قَتَرَةٌ أَصْبَحَ مُفْطِرًا: راوی ابن عمرؓ کا معمول بیان کر رہا ہے کہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند کو دیکھا جاتا اگر نظر آجاتا تب تو اس کا اعتبار ہوتا ہی، اور اگر دکھائی نہ دیتا اور بادل یا غبار وغیرہ بھی کوئی حائل نہ ہوتا، یعنی مطلع بالکل صاف ہوتا تو اس صورت میں صبح کو افطار کرتے اور روزہ نہ رکھتے، اور بصورت دیگر یعنی بادل وغیر ہونے کی صورت میں روزہ رکھتے، آگے ہے فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفْطِرُ مَعَ النَّاسِ، یعنی روزہ تو وہ تنہا رکھ لیتے تھے لیکن عید لوگوں کے ساتھ ہی مناتے تھے اور اپنے اس حساب کا اعتبار نہ کرتے، یعنی خواہ اُنتیس روزے ہو جائیں، اور وہ پہلا روزہ نفلی ہو جائے گا، والحدیث أخرجه مسلم منه المسند فقط قاله

---

[1] انتیس تاریخ کو مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ کے اس میں تین قول ہیں، ایک تو یہی جو گذرا، دوسرا قول یہ ہے: لا یجوز صومه لا فرضا ولا نفلا بل قضاء وكفارة ونذرا ونفلا يوافق عادة، وبه قال الشافعي، ثالثها المرجع الى رأي الامام في الصوم والفطر. اه من البذل (ج ۱۱ ص ۱۰۸-۱۰۹)

المنذري، وله طرق اخرى عن ابن عمر عند البخاري والنسائي وابن ماجه قاله الشيخ محمد عوامة۔

۲۳۲۱ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنِي أَيُّوبُ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ بَلَغَنَا، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ، ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ، وَإِنَّ أَحْسَنَ مَا يُقْدَرُ لَهُ أَنَّا إِذَا رَأَيْنَا هِلَالَ شَعْبَانَ لِكَذَا وَكَذَا، فَالصَّوْمُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لِكَذَا وَكَذَا، إِلَّا أَنْ تَرَوُا الْهِلَالَ قَبْلَ ذَلِكَ.

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اہلِ بصرہ کی جانب لکھا مجھے نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے اس حدیث کا وہ مضمون تھا جو ابھی حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں مذکور ہوا البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اچھا اندازہ یہ ہے کہ ماہِ شعبان کا چاند فلاں فلاں دن دیکھے تو روزہ انشاء اللہ اس چاند دیکھنے کے تیس دن کے بعد فلاں فلاں دن ہو گا لیکن جب اس سے پہلے چاند دکھائی دے (انتیس شعبان کے بعد) تو چاند کے حساب سے روزے رکھنا شروع کریں۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (۱۸۰٦) صحيح البخاري - الصوم (۱۸۰۷) صحيح البخاري - الصوم (۱۸۰۸) صحيح البخاري - الصوم (۱۸۰۹) صحيح البخاري - الصوم (۱۸۱٤) صحيح البخاري - الطلاق (٤۹۹٦) صحيح مسلم - الصيام (۱۰۸۰) سنن النسائي - الصيام (۲۱۲۰) سنن النسائي - الصيام (۲۱۲۱) سنن النسائي - الصيام (۲۱۲۲) سنن النسائي - الصيام (۲۱۳۹) سنن النسائي - الصيام (۲۱٤۰) سنن النسائي - الصيام (۲۱٤۱) سنن النسائي - الصيام (۲۱٤۲) سنن النسائي - الصيام (۲۱٤۳) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۲۰) سنن ابن ماجه - الصيام (۱٦٥٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۵/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۳/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦۳/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱٤٥/۲) موطأ مالك - الصيام (٦۳۳) موطأ مالك - الصيام (٦۳٤) سنن الدارمي - الصوم (۱٦۸٤)

شرح الحدیث: یعنی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اہلِ بصرہ کی طرف ابن عمرؓ کی وہ حدیث لکھ کر بھیجی جو ابھی اوپر گزری، اور پھر اس حدیث کے بعد اتنا زیادہ کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ بہتر اور صحیح بات یہ ہے کہ اگر شعبان کا چاند فلاں دن نظر آئے تو رمضان کے روزے کی ابتداء فلاں دن سے ہو گی (یعنی تیس دن پورا ہونے کے بعد) مثلاً اگر شعبان کا چاند پیر کا ہو تو رمضان کا پہلا روزہ بدھ کے روز کا ہو گا تیس دن پورے کر کے، مگر یہ کہ تم چاند دیکھ لو اس سے ایک روز قبل تو پھر روزہ اس سے ایک دن پہلے یعنی منگل کا ہو گا۔

۲۳۲۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عِيسَى بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي ضِرَارٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «لَمَا صُمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرَ مِمَّا صُمْنَا مَعَهُ ثَلَاثِينَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہم لوگوں کے انتیس روزے تیس روزوں سے زیادہ گزرے یعنی ہم لوگوں نے زیادہ تر آپ کے ساتھ اُنتیس روزے رکھے۔ (عہدِ نبوی میں نو سال آقا ﷺ نے رمضان کے روزے رکھے اس میں سے ایک سال اور بعض کے قول میں دو سال رمضان کا چاند ۳۰ دن کا ہوا تھا باقی ۷ یا ۸ رمضان کے ۲۹ روزے ہوئے، مترجم زکریا)۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (٦۸۹) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۲۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤۰۸/۱) مسند

أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١ / ٤٥٠)

شرح الحديث: یہ لام برائے تاکید ہے، اور لفظ ما موصولہ یا مصدریہ ہے، حضرت ابن مسعودؓ فرمارہے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رمضان کے جو روزے رکھے ہیں وہ بہ نسبت تیس کے انیتس زیادہ ہیں، گویا عامۃً عید کا چاند انیتس کا ہو جاتا تھا۔

معلوم ہوا کہ یہ جو بات لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ عید کا چاند تو وہ کہیں نہ کہیں سے کھینچ ہی لاتے ہیں، یہ بات اوپر سے چلی آرہی ہے، والحديث أخرجه الترمذي قاله المنذري۔

٢٣٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ، وَذُو الْحِجَّةِ».

ترجمہ: ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عید کے دو مہینے یعنی رمضان ذی الحجہ کم نہیں ہوتے (یعنی ایک سال میں دونوں مہینے انیتس نہیں ہوتے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨١٣) صحيح مسلم - الصيام (١٠٨٩) جامع الترمذي - الصوم (٦٩٢) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٢٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٥٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٣٨)

شرح الحديث: یہ حدیث بظاہر اوپر والی حدیث کے خلاف ہے [1] اور کچھ کچھ میرے تجربہ میں یہ بات آئی ہوئی ہے کہ مصنف جب دو حدیثوں میں فی الجملہ تعارض وتخالف دیکھتے ہیں تو ان کو ایک دوسرے کے قریب ہی ذکر کرتے ہیں، بظاہر اس لئے کہ ناظرین غور کرکے اس کا حل اور توجیہ سوچ لیں۔

اس دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ہر دو عید کے مہینے یعنی رمضان اور ذی الحجہ ناقص نہیں ہوتے، اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان پر عید کا اطلاق فرمایا، یا تو تغلیباً یا غایت اتصال کی وجہ سے کہ رمضان ختم ہوتے ہی عید کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔

شرح حدیث میں متعدد اقوال: اس حدیث کی شرح میں متعدد اقوال ہیں: ① بعض کے نزدیک یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کہ رمضان اور ذی الحجہ یہ دونوں ہمیشہ تیس دن کے ہوتے ہیں، لیکن اس قول کی سبھی نے تردید کی ہے کہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے، اور اس حدیث کے بھی خلاف ہے صوموا الرؤية فان غم عليكم فاكملوا العدة [2]، ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص سال کے بارے میں فرمایا تھا ہمیشہ کیلئے نہیں، ③ یعنی دونوں معاً ناقص یعنی انیتس کے نہیں ہوتے، ایک انیتس کا ہوگا

---

[1] اسلئے کہ اس حدیث کا تقاضا کم از کم یہ ہے کہ رمضان اکثر تیس دن کا ہو اور اوپر والی حدیث سے اکثریت انیتس کی معلوم ہو رہی ہے۔

[2] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعَدَدَ» (صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال، والفطر لرؤية الهلال، وأنه إذا غم في أوله أو آخره الخ ١٠٨١)

تو دوسرا ضرور تیس کا ہوگا، لیکن اس پر بھی اشکال ہے، کبھی ایک ساتھ دونوں انتیس کے ہو جاتے ہیں، ④ وہی مطلب ہے جو تیسرے قول میں گزرا لیکن اکثر واغلب کے اعتبار سے، ⑤ من حیث الفضیلة، یعنی رمضان کا مہینہ خواہ انتیس کا ہو یا تیس کا، اسی طرح ذی الحجہ بھی فضیلت کے اعتبار سے ناقص نہیں ہوتے، ان اقوال میں سے قول ثالث کو امام ترمذیؒ نے امام احمدؒ سے، اور قول رابع کو اسحاق بن راہویہؒ سے نقل کیا ہے، والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجه قاله المنذری۔

٥ - بَابُ إِذَا أَخْطَأَ الْقَوْمُ الْهِلَالَ

﴿جس وقت لوگوں سے چاند کے دیکھنے میں غلطی ہو جائے﴾

٢٣٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، فِي حَدِيثِ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ قَالَ: «وَفِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُونَ، وَأَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّونَ، وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ مَنْحَرٌ، وَكُلُّ جَمْعٍ مَوْقِفٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عید الفطر اس دن اللہ تعالیٰ کے یہاں معتبر ہوتا ہے کہ جس روز تم سب لوگ عید مناؤ اور عید الاضحیٰ اس دن اللہ تعالیٰ کے یہاں شمار ہوگا ہے کہ جس دن تم سب لوگ قربانی کرو اور پورا میدان عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے اور پورا منیٰ نحر کرنے کی جگہ ہے اور مکۃ المکرمہ میں جس قدر راستے ہیں وہ تمام نحر کرنے کی جگہ ہیں اور پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (٦٩٧) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٢٤) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٦٠)

شرح الحدیث: **شرح السند:** یہاں پر سند میں فِي حَدِيثِ أَيُّوبَ آیا ہے اس سے پہلے سند کی اسی طرح تعبیر کتاب الطہارۃ میں بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ میں گزر چکی، وہاں اس طرح تھا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، فِي حَدِيثِ هِشَامٍ [1]، جس کا مطلب یہ تھا جیسا کہ الدر المنضود جلد اول میں گزر چکا أی فی حدیث هشام الطویل، یعنی زائدہ کو ہشام سے طویل حدیث پہنچی تھی اس کا ایک قطعہ یہ ہے جس کو وہ اب یہاں روایت کر رہے ہیں اسکو من سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، أی من حدیث هشام الطویل، اسی طرح موجودہ سند میں مطلب یہی ہوگا کہ حماد نے ایوب کی حدیث میں سے یہ ٹکڑا ذکر کیا، کذا یستفاد من "بذل المجهود"۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: أی ذکر حماد بن زید النبی صلی الله علیه وسلم فی حدیث أیوب، کذا فی بذل المجهود، یعنی ایوب کے شاگردوں میں حماد نے اس روایت کو مرفوعاً ذکر کیا ہے اور غیر حماد نے موقوفاً جیسا کہ دار قطنی [2]

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب البول في الماء الراكد ٦٩

[2] سنن دار قطني - كتاب الصيام - ٢١٧٧ - ٢١٧٨ (ج٣ ص ١١٣)

کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

وَفِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُونَ، وَأَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّونَ: **شرح حدیث میں متعدد اقوال:** اس حدیث کی شرح میں چند قول ہیں: ① امور اجتہادیہ میں خطا معفو ہے لہٰذا اگر لوگوں نے عید کا چاند دیکھنے کی کوشش کی ہو لیکن باوجود ہونے کے کسی عارض کی وجہ سے نظر نہ آسکا ہو اسلئے لوگوں نے روزے پورے تیس کر لئے ہوں تو یہ آخری روزہ فی الواقع تو عید کے دن واقع ہوا جو کہ حرام ہے لیکن چونکہ خطأ اجتہادی سے ایسا ہوا اسلئے معاف ہے، پھر اگلے دن جو عید منائی جائے گی اسی کو عید کا دن سمجھا جائے گا، اسی کو آپ ﷺ فرما رہے ہیں: فِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُونَ، اور اس سے اگلے جملہ میں عید قرباں کا ذکر ہے اس کا حکم بھی یہی ہے، اسی معنی کو اختیار کیا ہے خطابیؒ [1] نے، اور یہی معنی تقریباً امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کے بیان کئے ہیں، حضرتؒ "بذل" میں اس معنی کو تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں وهذا الحكم فيما عند الله سبحانه وتعالى، وأما الحكم في الدنيا بالحكم بالإعادة فهو مبسوط في كتب الفقه، وليس هذا موضع تفصيله، یعنی اس عفو کا تعلق تو آخرت کے اعتبار سے ہے لیکن حکم دینوی کے اعتبار سے کہ آیا اس غلطی کے ساتھ جو قربانی یا حج وغیرہ ہو گیا ہو اس کا اعادہ ہوگا یا نہیں، یہ چیز تفصیل طلب ہے جس کا اصل محل کتب فقہیہ ہیں اھ [2]، معلوم ہوا کہ حدیث شریف پر صحیح صحیح عمل فقہاء کے کلام کی روشنی میں ہو سکتا ہے، اس لئے کہ گو کتاب اللہ کے مقابلہ میں سنت نبویہ میں بہت کچھ تفصیل ہے مگر اس کے باوجود اس سے اخیر تک کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی، اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے فقہاء ہی کو منتخب فرمایا ہے، پس مواد پیش کرنے والے تو محدثین حضرات ہی ہوئے، لیکن اس سے کمال اخذ اور اس پر تفریعات یہ فقہاء کرام ہی کا منصب ہے جیسا کہ امام اعمشؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا أنتم الأطباء ونحن الصيادلة [3] لہٰذا فن حدیث میں مشغول ہونے والے کو اپنے آپکو مستغنی عن کلام الفقہاء نہیں سمجھنا چاہئے، والله الهادي إلى سواء السبيل، ② اور قول اس حدیث کی شرح میں یہ ہے کہ صوم یوم الشك کی نفی مقصود ہے کہ کوئی شخص احتیاطاً اپنے طور سے اس دن روزہ نہ رکھے بلکہ جب سب لوگ روزہ رکھیں تب ہی رکھے، ③ اس

---

[1] معالم السنن — ج ۲ ص ۹۶

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۱۱۵

[3] چنانچہ ملا علی قاریؒ مناقب الإمام أبي حنيفة میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہؒ امام اعمشؒ کی مجلس میں تھے تو ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی سوال کیا گیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں: قال الإمام أقول كذا وكذا، اس پر امام اعمشؒ نے پوچھا من اين لك هذا؟ تو امام صاحبؒ نے جواب دیا کہ آپ نے ہی تو ہم سے فلاں حدیث اس سند سے ابو ہریرہؓ کی اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی، اور اس سند سے ابو مسعود انصاریؓ کی بیان فرمائی، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا، اسکے علاوہ اور بھی بعض روایات بعض دوسرے صحابہ سے نقل کیں تو اس سب کو امام اعمشؒ نے سنکر فرمایا کہ جو حدیثیں میں نے تم سے سو روز کے اندر بیان کی تھیں تم نے وہ ایک ساعت میں بیان کر دیں، اور پھر فرمایا: يا معاشر الفقهاء، أنتم الأطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين، یعنی فقہاء کرام تو بمنزلہ اطباء کے ہیں اور ہم جیسے محدثین بمنزلہ دوا فروش کے ہیں اور امام صاحبؒ کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ آپ نے دونوں چیزوں سے حصہ لیا ہے، (مقدمہ إعلاء السنن في الفقه ص ۱۹ ج ۲)۔

سے مقصود ان لوگوں پر رد ہے جو یوں کہتے ہیں کہ جو شخص منازل قمر کا حساب جانتا ہو اور اپنے اس فن کی ذریعہ طلوع قمر کا...... علم رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ صوم وافطار میں اپنے حساب پر چلے اور عام لوگ جو اس حساب سے واقف نہ ہوں وہ رویت قمر کا اعتبار کریں تو اس حدیث میں یہ ہے کہ صوم وافطار میں سب ایک ہی لائن پر رہیں، واقف اور ناواقف کا اس میں کوئی فرق نہیں، ④ اگر ایک شخص نے چاند دیکھ لیا ہو اور دوسرے حضرات کو نظر نہ آیا ہو اور قاضی صاحب نے شاہد واحد کا اعتبار نہ کیا ہو اور اس پر فیصلہ نہ کیا تو اس شاہد واحد کو اپنی رویت کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے بلکہ دوسرے لوگوں کے ساتھ رہے[1]۔

تنبیہ: اس چوتھے معنی کے ذیل میں وہ چیز ذہن میں رکھنی چاہئے جو الکوکب الدری (ص ٤٠) میں ہے، وہ یہ کہ موافقت جماعت کے حکم سے یہ ایک صورت مستثنی ہے، وہ یہ کہ اگر تنہا ایک شخص نے ماہ رمضان کا چاند دیکھا اور کسی وجہ سے امام نے اس کا قول قبول نہیں کیا اور روزہ کا فیصلہ نہیں کیا تو اس تنہا دیکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہئے اس میں جماعت کی موافقت نہ کرے اھ، یہ بھی واضح رہے کہ عند الجمهور، ومنهم الحنيفة ہلال رمضان میں شہادت واحد معتبر ہے اس کے تحت ہدایہ میں یہ جزئیہ لکھا ہے کہ شہادت واحد پر جب امام روزہ کا فیصلہ کردے اور تیس روزے پورے ہو جائیں لیکن اس کے باوجود عید کا چاند نظر نہ آئے تو اس میں حسن بن زیاد کی روایت امام ابو حنیفہ سے یہ ہے کہ اس صورت میں تیس کے بعد لوگ افطار نہ کریں، احتیاط کی وجہ سے، اور اس وجہ سے بھی کہ شہادت واحد سے ہلال عید ثابت نہیں ہوتا، اور امام محمدؒ کی روایت یہ ہے: انهم يفطرون کہ تیس دن پورا ہونے کے بعد اگر چاند نظر نہ آئے تو اکتیسواں روزہ نہ رکھیں بلکہ افطار کردیں کہ گو ابتداءً ثبوت فطر شہادت واحد سے نہیں ہوتا لیکن بناءً ہو سکتا ہے۔

وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ مَنْحَرٌ، وَكُلُّ جَمْعٍ مَوْقِفٌ: اس کی شرح کتاب الحج میں گزر گئی، کتاب الحج میں باب الصلاة بجمع کی ایک روایت میں اس طرح گزرا ہے: وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيقٌ وَمَنْحَرٌ[2]، فِجَاج فج کی جمع بمعنی الطريق الواسع، صحابہ کرامؓ چونکہ ہر چیز ہی میں آپ ﷺ کا اتباع اور نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے ان کی سہولت کیلئے فرمایا کہ مکہ مکرمہ کے جتنے راستے ہیں خواہ داخل ہونے کے اعتبار سے یا نکلنے کے اعتبار سے وہ سبھی راستے ہیں لہذا جس کو جس راستہ کے اختیار کرنے میں سفر کی سہولت ہو وہ اسی کو اختیار کرے۔ والحديث أخرجه الترمذي من حديث سعيد بن أبي سعيد المقبري عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قاله المنذري، ورواه ابن ماجه من طريق حماد بن زيد عن ايوب عن محمد بن سيرين عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه وهذا اسناد صحيح جدا على شرط الشيخين (قاله احمد شاكر) اى الجملتان الاوليان كما في تعليق محمد عوامه.

---

[1] تهذيب السنن لابن القيم — ج ٢ ص ١٠١٩

[2] سنن أبي داود - كتاب الحج - باب الصلاة بجمع ١٩٣٧

٦ - بَابُ إِذَا أُغْمِيَ الشَّهْرُ

جس وقت رمضان المبارک کا چاند غبار کی وجہ سے نظر نہ آئے

شہر سے مراد شہر رمضان، یعنی اگر رمضان کا چاند انتیس کو نظر نہ آئے تو آیا تیس شعبان کو روزہ رکھے یا نہ رکھے اس کا حکم حدیث الباب میں آرہا ہے کہ تیس شعبان کو آپ روزہ نہ رکھتے تھے، بلکہ اس کے بعد۔

۲۳۲۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ، ثُمَّ يَصُومُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ».

ترجمہ اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ شعبان کے علاوہ دوسرے مہینوں کی نسبت شعبان کے دنوں اور تاریخ کو اچھی طرح یاد رکھتے تھے۔ پھر رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزے شروع فرماتے اگر اس روز بادل ہوتا تو آپ ماہِ شعبان کے تیس روز پورے کر لیتے پھر (ماہِ شعبان پورا) کرنے کے بعد آپ ﷺ روزے رکھنا شروع فرماتے۔

شرح الحدیث يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ: یعنی آپ ﷺ ماہ شعبان کے ایام اور تاریخ کو خوب اچھی طرح یاد رکھتے تھے (رمضان المبارک کے اہتمام میں) یہ مضمون حدیث ابوہریرہؓ کی روایت میں دوسرے لفظوں میں بھی وارد ہے چنانچہ ترمذی میں ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ» [1]، اور اسی کے پیش نظر امام ترمذیؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے: بَابُ مَا جَاءَ فِي إِحْصَاءِ هِلَالِ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ۔

فائدہ: اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے امام مسلمؒ صاحب الصحیح سے روایت کیا ہے، اور ہمارے علم میں ترمذی میں امام مسلمؒ سے یہی ایک روایت مروی ہے، امام بخاریؒ سے تو بہت سی روایات انہوں نے لی ہیں، لیکن امام ترمذیؒ نے اس روایت پر کلام فرمایا ہے اور اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے، فارجع الیہ لو شئت۔

۲۳۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الضَّبِّيُّ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ، ثُمَّ صُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ، وَغَيْرُهُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُسَمِّ حُذَيْفَةَ.

ترجمہ حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ رمضان المبارک شروع نہ کرو جب

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الصوم - باب ما جاء فی إحصاء هلال شعبان لرمضان ٦٨٧

تک کہ چاند نہ دیکھ لو (یعنی رمضان شروع ہونے سے پہلے روزے رکھنا نہ شروع کرو) یا جب تک شعبان کی تیس دن کی گنتی مکمل ہونے کے بعد ماہِ شعبان کے تیس روز مکمل نہ کر لو پھر روزے رکھتے جاؤ جب تک کہ چاند دیکھو انیتس رمضان کو عید الفطر کا یا تیس روزے مکمل کرو۔

تخریج سنن النسائي-الصيام (٢١٢٦) سنن النسائي-الصيام (٢١٢٧) سنن النسائي-الصيام (٢١٢٨) سنن أبي داود-الصوم (٢٣٢٦)

شرح الحديث: حدیث کے پہلے جملہ کا تعلق رمضان کے روزہ کی ابتداء سے ہے کہ کب شروع کیا جائے، اور جملہ ثانیہ کا تعلق روزوں کی انتہاء سے ہے کہ کب تک رکھے جائیں، دونوں کا مدار آپ ﷺ نے رویت ہلال کو قرار دیا لَا تُقَدِّمُوا کو دو طرح پڑھا گیا ہے باب تفعّل اور باب تفعیل، پہلی صورت میں ایک تاء محذوف مانی جائے گی، أي تتقدموا الشهر، رمضان کے مہینہ سے آگے نہ بڑھو اور اس پر پیش قدمی نہ کرو (کہ مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی روزہ رکھنے لگو) اور تفعیل کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا "ماہِ رمضان کو مقدم نہ کرو" یعنی عملاً روزہ رکھنے کے اعتبار سے۔

اس حدیث پر مزید کلام آئندہ باب میں آرہا ہے، والحدیث أخرجه النسائي مسنداً ومرسلاً قاله المنذري۔

٧- بَابُ مَنْ قَالَ: فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ

﴿٢٩ (اُنیتس) رمضان کو اگر بادل آجائے تو تیس روزے رکھو﴾

پہلے باب کا تعلق شہر رمضان سے تھا اور اس کا عید یعنی شہر شوال سے۔

٢٣٢٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ بِصِيَامِ يَوْمٍ، وَلَا يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ، وَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، ثُمَّ صُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ حَالَ دُونَهُ غَمَامَةٌ، فَأَتِمُّوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ، ثُمَّ أَفْطِرُوا وَالشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ، وَشُعْبَةُ، وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سِمَاكٍ بِمَعْنَاهُ لَمْ يَقُولُوا: «ثُمَّ أَفْطِرُوا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ حَاتِمُ بْنُ مُسْلِمٍ ابْنُ أَبِي صَغِيرَةَ، وَأَبُو صَغِيرَةَ زَوْجُ أُمِّهِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھو۔ اور روزہ نہ رکھو جب تک تم میں سے کوئی شخص کسی خاص دن کے روزہ رکھنے کا عادی ہو (اور وہ دن رمضان سے ایک، دو دن قبل آرہا ہو)۔ اور روزہ نہ رکھو جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھ لو۔ پھر رمضان کا چاند دیکھنے کے بعد روزے رکھتے جاؤ جب تک شوال کا چاند نہ دیکھ لو اگر اُنتیس رمضان کو اَبر ہو جائے تو تم لوگ تیس روزے پورے کر لو پھر عید الفطر مناؤ اور مہینہ کبھی اُنیتس دن کا بھی ہوتا ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: حاتم بن ابی صغیرہ اور شعبہ اور حسن بن الصالح نے سماک سے گزشتہ حدیث کی طرح روایت کیا اور اس روایت میں أَفْطِرُوا کا لفظ نہیں ہے۔

تخريج: جامع الترمذي - الصوم (٦٨٤) سنن النسائي - الصيام (٢١٢٤) سنن النسائي - الصيام (٢١٢٥) سنن النسائي - الصيام (٢١٢٩) سنن النسائي - الصيام (٢١٣٠) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٢٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٢١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٢٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٥٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٧) موطأ مالك - الصيام (٦٣٥) سنن الدارمي - الصوم (١٦٨٣) سنن الدارمي - الصوم (١٦٨٦)

شرح الحديث: اس حدیث کا مضمون بھی گزشتہ حدیث کی طرح ہے کہ رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزہ رکھنا شروع نہ کرو، ایک یا دو روزے، مگر یہ کہ وہ روزہ ایسا ہو کہ وہ اس کا عادی پہلے سے ہو، مثلاً ایک شخص پیر کے روزہ کا عادی ہے، اور اس دن تاریخ تیس شعبان ہے تو اس حدیث میں اس نفل معتاد کی اجازت ہے۔

تقدیم صوم کی منع کی حکمتیں: اس کے بعد آپ یہ سمجھئے کہ احادیث میں اس تقدیم صوم کی جو نہی وارد ہوئی ہے اس کی حکمت کیا ہے؟ اس کی شراح نے مختلف وجوہ لکھی ہیں امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: كَرِهُوا أَنْ يَتَعَجَّلَ الرَّجُلُ بِصِيَامٍ قَبْلَ دُخُولِ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمَعْنَى رَمَضَانَ، وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يَصُومُ صَوْمًا فَوَافَقَ صِيَامُهُ ذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَهُمْ، یعنی حدیث میں رمضان داخل ہونے سے پہلے روزہ کی جو ممانعت ہے وہ احتیاطاً بہ نیت رمضان ہے (کیونکہ ہو سکتا ہے کہ رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا ہو اور چاند نظر نہ آیا ہو) اور اگر کوئی شخص پہلے سے اس دن میں روزہ کا عادی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں اھ [1]، اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: اور صرف ایک دو روز کی قید روزہ رکھنے میں اسلئے ہے کہ شک ایک یا دو ہی دن کے بارے میں ہو سکتا ہے جبکہ مسلسل دو یا تین مہینوں تک آخر ماہ میں بادل کا سلسلہ رہے، وہ فرماتے ہیں، اور حکمت اس منع میں یہ ہے کہ نفل روزہ فرض روزہ کے ساتھ مخلوط نہ ہو تاکہ زیادتی فی الفرض کا شبہ نہ ہو، جیسا کہ نصاری کرتے تھے اھ [2]، حافظؒ نے بھی فتح الباری میں اس کی متعدد حکمتیں لکھی ہیں جن میں سے بعض کو رد بھی کیا ہے:

① ایک حکمت اس افطار کی یہ بیان کی گئی ہے تاکہ رمضان میں قوت اور نشاط کے ساتھ داخل ہو (اگر ایک دو روزے پہلے ہی رکھ لے گا تو رمضان کے روزہ میں نشاط نہیں رہے گا) حافظؒ فرماتے ہیں: وَفِيهِ نَظَرٌ، اس لئے کہ حدیث کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دو کے بجائے تین چار روزے رکھے تو وہ جائز ہے۔

② نفل اور فرض کے اختلاط سے بچنے کیلئے، حافظؒ نے اس پر بھی اعتراض کیا نفل معتاد کو لیکر کہ پھر اسکی بھی اجازت نہ ہونی چاہئے۔

③ اس تقدیم صوم میں حکم شارع کی خلاف ورزی ہے، گویا اس پر طعن ہے، کیونکہ حدیث میں روزہ کے حکم کو معلق کیا گیا ہے رویت پر، مختصر یہ کہ اسمیں تجاوز عن الحد الشرعی ہے وَهَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ، وہ فرماتے ہیں نفل معتاد کا جو استثناء کیا گیا ہے وہ اس

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء لا تقدموا الشهر بصوم ٦٨٤

[2] قوت المغتذي على جامع الترمذي للسيوطي - ج١ ص ٢٥٦

رعایت کے پیش نظر کہ انسان پر ترک مالوف بہت گراں گزرتا ہے، اور اس میں استقبال رمضان کے کوئی معنی نہیں، اھ [1]۔

والحديث أخرجه الترمذي والنسائي بنحوه، وقال الترمذي: حسن صحيح، واخرج مسلم في صحيحه والنسائي وابن ماجه في سننهما من حديث سعيد بن المسيب عن أبي هريرة قال...... قاله المنذري۔

٨۔ بَابٌ فِي التَّقَدُّمِ

ماہِ رمضان سے پہلے روزہ رکھنے کی اجازت کے بیان میں

یعنی تقدم علی رمضان بصوم، لہذا یہ باب، باب سابق کے خلاف ہوا، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اس میں روایات مختلف ہیں۔

٢٣٢٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَسَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ: «هَلْ صُمْتَ مِنْ شَهْرِ [2] شَعْبَانَ شَيْئًا؟» قَالَ: لَا. قَالَ: «فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمًا». وَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَوْمَيْنِ.

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا کہ کیا تم نے شعبان کے مہینے کے آخر میں روزے رکھے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان المبارک کے روزے گزر جائیں تو تم ایک روزہ رکھ لو۔ ثابت اور سعید راویوں میں سے ایک راوی یعنی سعید نے صُمْ يَوْمَيْنِ کا لفظ فرمایا ہے یا دو روزہ رکھ لو۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٨٢) صحيح مسلم - الصيام (١١٦١) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٢٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٤٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٤٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٤٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٤٢)

شرح الحديث: **شرح السند:** پہلے اس حدیث کو سند سمجھئے، مصنف نے اس حدیث کو دو طریق سے روایت کیا، ① حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، ② حَمَّادٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، یعنی وَسَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، کا عطف ثابت پر ہو رہا ہے لہذا حماد کی ایک سند عَنْ ثَابِتٍ ہوئی الی آخرہ، اور دوسری عن سعید الجریری الی آخرہ، احدھما، سے مراد، جیسا کہ حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے "ثابت" ہے گویا سعید جریری کی روایت میں فَصُمْ يَوْمًا ہے اور ثابت کی روایت میں صم یومین [3]۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ١٢٨

[2] بذل اور عون المعبود کے نسخوں میں اس جگہ پر شَهْرِ کے بجائے سَرَرِ ہے۔

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ١٢٢

شرح حدیث: حدیث میں لفظ سَرَر آیا ہے جسکی شرح میں تین قول ہیں، اول، آخر، اور اوسط، یعنی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک شخص سے سوال فرمایا کہ تو نے شعبان کے شروع میں کوئی روزہ رکھا تھا؟ یا یہ کہ اوسط میں یا یہ کہ آخر میں؟ اس نے عرض کیا نہیں! آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جب افطار کا زمانہ آجائے یعنی رمضان گزر جائے تو ایک روزہ رکھنا، اور دوسری روایت میں ہے "دو روزے رکھنا"۔

سَرَر کے معانی ثلاثہ میں سے جو معنی ترجمۃ الباب کے مناسب ہوں گے ان ہی کو لیا جائے گا، اور ترجمۃ الباب کے مناسب یہاں پر سَرَر شعبان یعنی آخر شعبان مراد ہوں گے تاکہ تقدم علی رمضان جس کو مصنف بیان کر رہے ہیں وہ ثابت ہو سکے، اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ شخص مذکور نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے وہ حدیث سنی ہوگی جس میں تقدم علی رمضان سے روکا گیا ہے، ان صحابی نے اس حدیث کو مطلق سمجھتے ہوئے آخر شعبان میں وہ روزہ بھی نہیں رکھا جو موافق عادت تھا حالانکہ بعض روایات میں نفل معتاد کا استثناء کر کے اسکی اجازت دی گئی ہے، اسی لئے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان صحابی کو یہ ہدایت فرمائی کہ تم اس روزہ کی تلافی میں آئندہ ماہ میں روزہ رکھ لینا، حافظؒ نے جمہور سے یہ نقل کیا ہے کہ سَرَر سے مراد یہاں پر آخر شھر ہی ہے اسکو سَرَر اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں چاند پوشیدہ رہتا ہے، اور بعض علماء نے سَرَر کو اس حدیث میں وسط کے معنی میں لیا ہے، اور اسکی وجہ ترجیح میں یہ لکھا ہے کہ سَرَر جمع ہے سُرَّۃ کی وسُرَّۃُ الشَّيْءِ وَسَطُهُ، اور اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ صیام بیض کا روایات میں استحباب وارد ہوا ہے اور وہ وسط الشھر ہی ہے [1]۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي قاله المنذري۔

۲۳۲۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْعَلَاءِ الزُّبَيْدِيُّ، مِنْ كِتَابِهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِ الْمُغِيرَةِ بْنِ فَرْوَةَ، قَالَ: قَامَ مُعَاوِيَةُ فِي النَّاسِ بِدَيْرِ مِسْحَلٍ الَّذِي عَلَى بَابِ حِمْصَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا قَدْ رَأَيْنَا الْهِلَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، وَأَنَا مُتَقَدِّمٌ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَفْعَلَهُ فَلْيَفْعَلْهُ، قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ السَّبَئِيُّ، فَقَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ، أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ رَأْيِكَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «صُومُوا الشَّهْرَ وَسِرَّهُ».

ترجمہ: حضرت ابو ازہر مغیرہ بن فروہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ باب حمص پر واقع (جگہ) دیر مسحل پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے اور فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے فلاں دن شعبان کا چاند دیکھا تھا اور میں تو رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے قبل روزہ رکھنا چاہتا ہوں جو شخص رمضان سے قبل (روزہ رکھنا) چاہے وہ بھی روزہ رکھے۔ مالک بن ہبیرہ نے کہا کہ اے معاویہ! تم نے یہ بات رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سنی ہے یا تم اپنے طور پر یہ بات کہہ رہے ہو؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: میں نے رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے رمضان کے مہینہ کے اور آخر شعبان میں روزہ رکھو۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـــ ج ٤ ص ٢٣١

شرح الحديث حضرت معاویہؓ نے مقام دیر مسحل میں جو باب حمص پر واقع ہے (حمص ملک شام کا ایک شہر ہے) وہاں پر خطبہ دیا اور اس میں یہ فرمایا کہ ہم لوگوں نے شعبان کا چاند فلاں روز دیکھا تھا (بظاہر مطلب یہ ہے کہ اس لحاظ سے آج انتیس تاریخ ہے یا انتیس سے بھی کم) میں رمضان آنے سے پہلے روزہ رکھنا چاہتا ہوں تم میں سے جس کا جی چاہئے وہ بھی رکھ لے، آگے روایت میں یہ ہے کہ ایک شخص کے سوال پر انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور ﷺ سے میں نے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: صُومُوا الشَّهْرَ وَسِرَّهُ، شہر سے مراد بظاہر ماہ شعبان، اور سر سے مراد آخر، یعنی ماہ شعبان میں روزے رکھا کرو، (جیسا کہ خود حضور ﷺ کا اس ماہ کے اکثر حصہ میں روزہ رکھنا ثابت ہے) وَسِرَّهُ، اور خاص کر اس کے آخر میں، اس معنی کو لے کر یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے یعنی تقدم علی رمضان، اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں شہر سے مراد ماہ رمضان لیا جائے اور سر کے معنی اول لئے جائیں، تو مطلب یہ ہوگا کہ رمضان کے روزے رکھا کرو اور اس سے پہلے بھی، اور ظاہر ہے کہ قبل رمضان جو شئی ہے وہ آخر شعبان ہی ہے۔

روایات مختلفہ میں تطبیق: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ تقدم علی رمضان کے بارے میں مختلف روایات وارد ہیں جیسا کہ ابھی آپ نے دیکھا کہ اس سے منع بھی وارد ہے اور بعض روایات میں اسکی ترغیب بھی جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، اسلئے حضرات محدثین نے اسکی مختلف توجیہات فرمائی ہیں: ① الأول بان يحمل النهي على التقدم بيوم اويومين والجواز فيما سواهما، یعنی منع رمضان سے پہلے صرف ایک دو روزہ رکھنے سے ہے اور اگر اس سے زائد رکھے تین چار پانچ اسکی اجازت ہے، جسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ممانعت دراصل ان روزوں کی ہے جو بطور احتیاط کے رکھے جائیں، یعنی رمضان کے روزوں میں احتیاط اور احتیاط جو عامۃ ہو سکتی ہے ایک دو روزوں ہی سے ہوتی ہے، لہٰذا کوئی زائد رکھے تو اس کی اجازت ہوگی علت منع کے مفقود ہونے کی وجہ سے، ② دوسری توجیہ یہ کی گئی کہ نفی کا تعلق نفل مطلق سے ہے اور جواز کا تعلق نفل معتاد سے، ③ تیسری توجیہ یہ ہے کہ نفی بحیثیت فرض رمضان کے ہے، یعنی بہ نیت رمضان روزہ نہ رکھا جائے، اور اثبات کا تعلق بہ نیت نفل ہے۔

٢٣٣٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: قَالَ الْوَلِيدُ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ، يَقُولُ: سِرُّهُ أَوَّلُهُ.

ترجمہ ولید نے کہا کہ میں نے ابو عمرو الاوزاعی سے سنا کہ سِرُّهُ کے معنی مہینے کے ابتدائی حصے میں روزہ رکھنے کے ہیں۔

٢٣٣١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، قَالَ: كَانَ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، يَقُولُ: سِرُّهُ أَوَّلُهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سِرُّهُ وَسَطُهُ، وَقَالُوا: آخِرُهُ".

سعید بن عبد العزیز کہا کرتے سرہ سے مراد أَوَّلُهُ ہے۔

۹ - بَابُ إِذَا رُئِيَ الْهِلَالُ فِي بَلَدٍ قَبْلَ الْآخَرِينَ بِلَيْلَةٍ

﴿اگر ایک شہر میں دوسرے شہر سے ایک رات قبل چاند نظر آجائے تو یہ چاند دوسرے شہر والوں کے حق میں معتبر ہوگا یا نہیں؟﴾

مسئلہ اختلاف مطالع کی بحث اور مذاہب ائمہ: یعنی چاند کسی ایک شہر میں نظر آجائے اور دوسرے میں نہ آئے، یہ وہی مسئلہ ہے جو مشہور ہے مسئلہ اختلاف المطالع کے ساتھ، مصنفؒ کا ترجمہ تو مطلق ہے اس میں حکم کی طرف کوئی اشارہ نہیں نفیاً یا اثباتاً، بخلاف امام ترمذیؒ کے، انہوں نے ترجمہ قائم کیا ہے: بَابُ مَا جَاءَ لِكُلِّ أَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ، انہوں نے اس ترجمہ میں حکم مسئلہ کی تصریح فرمادی ہے کہ ہر شہر والوں کی رویت اسی شہر والوں کے حق میں معتبر ہے، یعنی دوسرے شہر والوں کے حق میں معتبر نہیں، یعنی اختلاف مطالع معتبر ہے لہٰذا جس شہر میں چاند دیکھا گیا وہ ان ہی کیلئے ہے اور جہاں نہیں دیکھا گیا یہ نہ دیکھنا ان ہی کیلئے ہے، یعنی مطالع کا مختلف ہونا معتبر اور صحیح ہے، امام ترمذیؒ نے جو ترجمہ قائم کیا ہے وہ شافعیہ کے مسلک کے موافق ہے، شافعیہ کا راجح قول جمہور کے خلاف یہی ہے، اسی قسم کا ترجمہ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں قائم کیا ہے وہ بھی مسلک شافعیہ کی ترجمانی ہے، چنانچہ امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں: ففيه حديث كريب عن ابن عباس وهو ظاهر الدلالة للترجمة (اور ترجمۃ الباب میں یہی ہے کہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر میں معتبر نہیں) والصحيح عند أصحابنا أن الرؤية لا تعم الناس بل تختص بمن قرب على مسافة لا تقصر فيها الصلاة وقيل ان اتفق المطلع لزمهم وقيل ان اتفق الاقليم والافلا وقال بعض أصحابنا تعم الرؤية في موضع جميع أهل الأرض. الى آخره [1]، امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ شافعیہ کے یہاں اختلاف مطالع معتبر ہے اور یہ کہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والوں کے حق میں معتبر نہیں، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے ترجمۃ الباب میں فرمایا ہے، یہ ان کے یہاں مطلقاً نہیں بلکہ اختلاف مطالع کا معتبر ہونا ان کے نزدیک صرف بلادِ نائیہ میں ہے بلادِ قریبہ میں ان کے یہاں بھی اختلاف معتبر نہیں، بلکہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ معتبر ہوگی اور قرب وبعد کا معیار ان کے یہاں اصح قول کے مطابق مسافت قصر ہے کہ اگر دو شہروں کے درمیان مسافت قصر پائی جارہی ہو، یعنی سفر شرعی کا تحقق ہو تب تو اختلاف معتبر ہے اور اگر اتنا فاصلہ نہیں تب اختلاف بھی معتبر نہیں بلکہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والوں کے حق میں معتبر ہوگی، اس کے علاوہ امام نوویؒ نے شافعیہ کے دو قول اور لکھے ہیں:

① جن دو شہروں کے مطلع متفق ہوں وہاں اختلاف رویت معتبر نہیں اور جہاں کے مطلع مختلف ہوں وہاں اختلاف رویت معتبر ہے [2]۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج۷ ص ۱۹۷

[2] اور مطالع کا مختلف اور متحد ہونا یہ علم ہیئت سے تعلق رکھتا ہے علم ہیئت والوں نے سارے کرۂ ارضیہ کو طول بلد اور عرض بلد میں تقسیم کیا ہے جو خطوط شمال وجنوب کے ہیں اس کو عرض بلد اور مشرق ومغرب کو خطوط کو طول کہا جاتا ہے، جو شہر عرض بلد پر ہوں ان کے مطالع متحد ہوتے ہیں، جو طول بلد پر ☜

(۲) اتحاد اقلیم کی صورت میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ معتبر ہوگی ورنہ نہیں [1]۔ (۳) اور تیسرا قول بعض شافعیہ کا یہ ہے کہ ایک جگہ کی رویت ہر جگہ معتبر ہے، اسکے بعد آپ یہ سمجھئے کہ متون حنفیہ میں تصریح ہے لَا عِبْرَةَ بِاخْتِلَافِ الْمَطَالِعِ [2]، جسکا تقاضا یہ ہے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے تمام شہروں میں معتبر ہو، حضرت شیخ نے أوجز المسالك میں دوسرے ائمہ کے مسالک شروح حدیث سے نقل کرنے کے بعد پھر خود ان کی کتب فقہیہ سے نقل کئے ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کی تحقیق خود ان کی کتب فروع سے جتنی ہو سکتی ہے وہ کلام شراح سے نہیں ہو سکتی، بہر حال حضرت شیخ نے دوسرے مذاہب کی کتابوں کی جو عبارتیں نقل کی ہیں، اسکے بعد حضرت لکھتے ہیں: فعلم مما سبق أن اختلاف المطالع لم يعتبره من الأئمة إلا الإمام الشافعي، إلا ما تقدم من ابن عبد البر [3]، معلوم ہوا کہ شافعیہ کے علاوہ باقی ائمہ ثلاث، جن میں حنفیہ بھی ہیں، ان سب کا مسلک یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ ابھی اوپر امام نوویؒ کے کلام میں گزر چکا کہ أصح عند الشافعية یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر ہونا شافعیہ کے یہاں بلدان نائیہ میں ہے، اور مواضع قریبہ میں ان کے یہاں بھی اختلاف مطالع معتبر نہیں، اور قرب وبعد کا مصداق بھی ان کے کلام سے ابھی گزرا ہے یعنی مسافت قصر۔

فخر الدین زیلعی [4] کی رائے: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ اگر چہ کتب حنفیہ میں مشہور یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں اور ایک شہر کی رؤیت دوسرے تمام شہروں میں معتبر ہے، لیکن اس پر ایک استدراک ہے فخر الدین زیلعیؒ شارح الکنز کی طرف سے جس کو مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور دوسرے اہل درس نے اہتمام کے ساتھ نقل کیا ہے وہ یہ کہ مطالع کا اتحاد حنفیہ کے یہاں بلاد قریبہ میں ہے، بلدان نائیہ میں اتحاد نہیں بلکہ وہاں اختلاف ہی کا اعتبار کرنا ہوگا، اس لئے کہ جن بلاد میں بون بعید ہے، مشرق و مغرب کا فرق ہے، جہاں رویت ہلال میں ایک بلکہ دو دن کا تفاوت ہوتا ہے ایسے بلاد کے اختلاف کا اعتبار ناگزیر ہے، العرف الشذی میں تحریر ہے: علامہ زیلعیؒ کے قول کو تسلیم کرنا ضروری ہے وإلا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين أو الثامن والعشرين أو يوم الحادي والثلاثين أو الثاني والثلاثين إلى آخر ما قال [5]، یعنی اگر زیلعی کے قول کو تسلیم نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ کبھی عید ستائیس یا اٹھائیس کی ہو اور بعض صورتوں میں اکتیس یا بتیس کی، اسلئے کہ اکثر وبیشتر بلاد قسطنطنیہ میں ہندوستان سے دو دن پہلے چاند نظر آ جاتا ہے، پس اگر وہاں سے ہمارے پاس درمیان رمضان میں اطلاع

لئے ہوں ان کے مطالع مخصوص مسافت کے بعد مختلف ہو جاتے ہیں، حبیب اللہ۔

(1) المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۷ ص ۱۹۷

(2) تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق — ج ۱ ص ۳۲۱

(3) أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۵ ص ۲۸

(4) عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين الزيلعي الحنفي (المتوفى: ۷۴۳ ھ) صاحب تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق

(5) العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ۲ ص ۱۴۵

پہنچے رؤیت ہلال کی کسی معتبر ذریعہ سے تو ہماری عید دو دن مقدم یعنی اٹھائیس کی ہو جائے گی، یا تاخیر عید لازم آئے گی بایں طور کہ وہاں سے کوئی شخص رمضان میں ہمارے یہاں آئے تو وہ اگر عید ہمارے ساتھ کرتا ہے تو اس میں دو دن کی تاخیر بتیس کی عید ہوگی اس پر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اتنی کمی اور زیادتی کیسے لازم آئے گی بلکہ مذکورہ بالا صورت میں یہ کریں گے کہ اس بنیاد پر ہم اپنے یہاں کی تاریخ ہی بدل دیں گے اور ایک صورت میں ایک یا دو روزے کی قضاء، اور دوسری صورت میں یہ کہیں گے کہ شروع کا روزہ غلط ہوا وہ رمضان نہیں تھا، اس کا جواب حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے یہ دیا ہے کہ جب یہاں والوں نے عام رؤیت یا ضابطہ شہادت کے مطابق مہینہ شروع کیا تو دور کی شہادت کی بناء پر خود مقامی شہادت یا رؤیت کو غلط یا جھوٹا قرار دینا نہ عقلاً معقول ہے نہ شرعاً جائز، اسلئے یہ توجیہ غلط ہے[1]۔

٢٣٣٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ ابْنَةَ الْحَارِثِ، بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ، بِالشَّامِ، قَالَ: فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا فَاسْتَهَلَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ، فَرَأَيْنَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ، فَسَأَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ: مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ؟ قُلْتُ: رَأَيْتُهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، قَالَ: أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ[2]، وَرَآهُ النَّاسُ، وَصَامُوا، وَصَامَ مُعَاوِيَةُ، قَالَ: لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ، فَلَا نَزَالُ نَصُومُهُ حَتَّى نُكْمِلَ الثَّلَاثِينَ، أَوْ نَرَاهُ، فَقُلْتُ: أَفَلَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ، قَالَ: لَا، «هَكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت کریب سے روایت ہے کہ حضرت اُمّ الفضل بنت الحارث نے ان کو ملک شام میں حضرت معاویہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ کریب نے بیان کیا کہ میں ملک شام گیا اور میں نے اُم الفضل کا کام مکمل کیا پھر رمضان المبارک کا چاند ہو گیا اور میں ملک شام میں تھا تو ہم لوگوں نے جمعہ کی شب میں ملک شام میں چاند دیکھا تھا پھر میں آخر رمضان میں، مدینہ منورہ حاضر ہوا تو ابن عباسؓ نے مجھ سے سفر کے احوال اور ملک شام کے حالات دریافت فرمائے اور پھر ابن عباسؓ نے مجھ سے چاند ہونے کے بارے میں بھی دریافت فرمایا اور فرمایا کہ تم نے چاند کب دیکھا؟ میں نے عرض کیا کہ ہم نے جمعہ کی شب میں چاند دیکھا تھا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا تم نے اپنی آنکھ سے (چاند دیکھا) میں نے کہا جی ہاں، میں نے بھی چاند دیکھا اور دیگر حضرات نے بھی چاند دیکھا اور تمام حضرات نے روزے رکھے۔ معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا، ابن عباسؓ نے فرمایا: ہم نے تو چاند ہفتہ کی رات میں دیکھا۔ ہم لوگ تو اسی دن کی گنتی کے اعتبار سے روزے رکھ رہے ہیں اور ہم روزہ رکھتے چلے جائیں

---

[1] از هامش درس ترمذی — ج ٢ ص ٥٣٤

[2] هكذا لفظ مسلم والنسائي والدارقطني، أما الترمذي ففيه، فَقُلْتُ: رَآهُ النَّاسُ، والظاهر أن في سياق الترمذي سقوطاً، سقط عنه "نعم" (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ١٢٦).

گے جب تک کہ تیس روزے مکمل ہوں یا ہم کو ماہِ شوال المکرّم کا چاند نظر آئے۔ میں نے کہا: کیا تم لوگوں کیلئے معاویہؓ کا چاند دیکھنا اوران کا روزہ رکھنا کافی نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، ہم کو آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی حکم فرمایا۔

تخریج صحيح مسلم - الصيام (١٠٨٧) جامع الترمذي - الصوم (٦٩٣) سنن النسائي - الصيام (٢١١١) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٣٢)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے خادم کریب کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی والدہ ام الفضل نے ان کو کسی ضرورت سے ملک شام حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا، میں نے وہاں پہنچ کر ان کا کام کر دیا، پھر رمضان کا چاند میرے وہاں ہوتے ہوئے ہو گیا، پھر جب میں ملک شام سے لوٹ کر مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے سوال کیا کہ تم نے رمضان کا چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا جمعہ کی شب میں، پوچھا کہ تم نے خود دیکھا تھا؟ عرض کیا کہ ہاں اور دوسرے لوگوں نے بھی، اور پھر سب نے اسی کے مطابق روزہ رکھا تھا، حضرت ابن عباسؓ نے ان کی بات سن کر فرمایا: لیکن ہم نے یعنی اہل مدینہ نے چاند شب شنبہ میں دیکھا تھا اور پھر فرمایا کہ ہم تو اپنی رؤیت کے اعتبار سے روزہ رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم تیس روزے پورے کریں، یا اس سے پہلے چاند دیکھ لیں، کریب کہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ کیا اہل شام کی رؤیت پر آپ اکتفاء نہیں کریں گے؟ انہوں نے فرمایا نہیں ہم کو حضور ﷺ نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔

اس حدیث کے ظاہر سے اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مستفاد ہو رہا ہے، یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا فعل ہے اس لئے کہ وہ تو حضور ﷺ کا حوالہ دے رہے ہیں، شافعیہ جو اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں ان کو اس واقعہ کی توجیہ کی حاجت نہیں، ان کے تو مسلک کے موافق ہے، لیکن جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے پیش نظر جواب کی حاجت ہے، اس کا جواب خلاصہ کے طور پر بعض شروح اور حواشی دیکھ کر جو بندہ کے ذہن میں ہے وہ یہ کہ ابن عباسؓ کے کلام میں جو یہ آیا ہے کہ "ہم اہل شام کی رؤیت کا اعتبار نہیں کرین گے اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ان کی مراد یہ ہے کہ اس صورت خاصہ میں اہل شام کی رؤیت کا اعتبار نہیں کریں گے وہ یہ کہ اگرچہ ابتداء کے لحاظ سے اس واقعہ کا تعلق ہلال رمضان سے ہے مگر اب فی الحال جبکہ رمضان کا اخیر ہے تو یہ مسئلہ بن گیا ہلال عید کا، اور ہلال رمضان کے ثبوت میں اگرچہ عدل واحد کی شہادت کافی ہے لیکن ہلال عید کے ثبوت کے لئے شہادت عدلین بالاتفاق ضروری ہے، عدل واحد کی شہادت وہاں معتبر نہیں۔

دوسرا احتمال حضرت ابن عباسؓ کے جواب میں یہ ہے کہ ان کی مراد نفی اعتبار سے مطلقاً اور علی العموم ہے (صرف اس صورت خاصہ میں نہیں) تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کی اپنی رائے ہے اور وہ اگرچہ اسکو منسوب کر رہے ہیں حضور ﷺ کی حدیث کی طرف، لیکن ایسی کوئی صریح حدیث موجودہ ذخائر حدیث میں تو ہے نہیں پس غالب یہ ہے کہ ان کا اشارہ اس سے اس مشہور حدیث مرفوع کی طرف ہے: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ[1]، اور اس حدیث سے اختلاف مطالع کے

[1] صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال، والفطر لرؤية الهلال الخ ١٠٨١

معتبر ہونے پر استدلال کیا نہیں جا سکتا، اس لئے کہ جمہور علماء یہ فرماتے ہیں کہ جب ایک شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو جماعت مسلمین نے گویا چاند دیکھ لیا اور آپ ﷺ مسلمانوں کو خطاب کر کے یہی فرما رہے ہیں کہ تم لوگ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسی طرح افطار کرو، تو جب مسلمانوں کی ایک جماعت نے چاند دیکھ لیا تو سب لوگوں پر صیام کا حکم عائد ہو گیا، اس لئے کہ ہر ہر شخص کی رؤیت اور اس کا چاند دیکھنا یہ تو بالاجماع ضروری نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري، وزاد الشيخ احمد شاكر: مسند احمد وزاد في البذل، الدارقطني۔

٢٣٣٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، فِي رَجُلٍ كَانَ بِمِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ، فَصَامَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَشَهِدَ رَجُلَانِ أَنَّهُمَا رَأَيَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْأَحَدِ، فَقَالَ: «لَا يَقْضِي ذَلِكَ الْيَوْمَ الرَّجُلُ، وَلَا أَهْلُ مِصْرِهِ، إِلَّا أَنْ يَعْلَمُوا أَنَّ أَهْلَ مِصْرٍ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ قَدْ صَامُوا يَوْمَ الْأَحَدِ فَيَقْضُونَهُ».

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص جو کسی شہر میں ہو اور اس نے پیر کا روزہ رکھا ہو تو پھر دو افراد گواہی دیں کہ انہوں نے اتوار کی رات کو چاند دیکھا ہے تو حسن نے کہا یہ آدمی اور اس کے شہر والے اس دن کے روزہ کی قضاء نہ کریں یہاں تک کہ انہیں معتبر ذرائع سے معلوم نہ ہو جائے کہ مسلمانوں کے شہروں سے میں سے کسی شہر والوں نے اتوار کا روزہ رکھا تھا، اس صورت میں یہ اس دن کے روزہ کی قضاء کریں گے۔

١٠ - بَابُ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ

شک والے دن روزہ رکھنے کی کراہت کا بیان

٢٣٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ، فَأَتَى بِشَاةٍ فَتَنَحَّى بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ عَمَّارٌ: «مَنْ صَامَ هَذَا الْيَوْمَ، فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت صلہ بن زفر سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت عمارؓ کے پاس تھے شک والے دن (یعنی شعبان کی تیس تاریخ ہے یا رمضان شروع ہو چکا ہے) حضرت عمارؓ کے پاس بکری کا بُھنا ہوا گوشت لایا گیا۔ بعض حاضرین مجلس نے بوجہ روزہ دار ہونے کے گوشت کے کھانے سے پرہیز کیا۔ عمار نے فرمایا کہ جس شخص نے اس دن روزہ رکھا تو اس نے ابو القاسم محمد ﷺ کی نافرمانی کی۔

شرح الحديث: یوم الشک یعنی تیس شعبان کیونکہ اس میں احتمال ہوتا ہے اس بات کا کہ ممکن ہے رات چاند ہو گیا ہو اور نظر نہ آیا ہو، کذا عند الجمهور، اور امام احمدؒ کے نزدیک اس میں ایک قید ہے کہ تیس شعبان یوم الشک جب ہے جبکہ رات میں مطلع صاف ہو، ان کا مسلک اس میں اس سے پہلے بَابُ الشَّهْرِ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ میں گزر چکا فلیراجع۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: مسئلۃ الباب مختلف فیہ ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک کراہت صرف دو روزوں کی ہے نفل مطلق اور بہ نیت رمضان اسکے علاوہ باقی روزے اس دن میں جائز ہیں جیسے نفل معتاد، قضاء اور واجبات اخر، صوم کفارہ ونذر وغیرہ، یہی ایک روایت امام احمدؒ سے ہے، ویسے انکی روایات ثلاثہ باب گذشتہ میں گزر گئیں، اور امام مالکؒ کے نزدیک سوائے رمضان کے باقی روزے جائز ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک نفل مطلق اور نفل معتاد یہ دو قسمیں جائز ہیں، ولا یجوز غیرھما من الإقسام، کوکب [1] میں لکھا ہے: اس صوم کی کراہت اس صورت میں ہے جب ایسی نیت سے ہو جو دائر بین الفرض والنفل ہو، یعنی اگر اس نیت سے رکھے کہ اگر چاند ہو تو رمضان سے ہو جائیگا ورنہ نفل، اور اگر نیت جازمہ کیساتھ ہو یعنی جزم بالنفل کیساتھ بلا تردد کے تو کراہت نہیں، اور پھر اس صورت میں اگر چاند کا ثبوت ہو جائے تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائیگا اور شافعیہ وغیرہ کے یہاں نہیں ہوگا، اور اگر تردد ہو بین الصوم والافطار، یعنی اگر چاند ہوا تو میرا روزہ ہے ورنہ نہیں تو اس صورت میں یہ عمل لغو ہوگا اور کوئی روزہ ہی نہ ہوگا، اور نور الإیضاح میں لکھا ہے کہ عام لوگوں کو چاہئے کہ وہ یوم الشک میں تلوم کریں یعنی انتظار بلا نیت صوم قریب بزوال تک، اسکے بعد افطار کریں، اور علماء اور خواص اس دن میں روزہ رکھیں، یعنی جو لوگ استحکام نیت پر قادر ہوں، تردد میں نہ واقع ہوں [2]۔

١١ - بَابٌ فِيمَنْ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ

﴿جو شخص ماہِ شعبان کے آخری ایک دو دن روزہ رکھ کر ان روزوں کو رمضان کے روزوں سے ملا دے﴾

٢٣٣٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُقَدِّمُوا صَوْمَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ، وَلَا يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ صَوْمٌ يَصُومُهُ رَجُلٌ، فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الصَّوْمَ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص رمضان المبارک سے پہلے ایک روزہ یا دو روزے نہ رکھے البتہ جس شخص کو کسی متعین دن کے روزہ رکھنے کی عادت ہو وہ شخص روزہ رکھ لے (اس متعین دن، اگرچہ وہ دن تیس شعبان کا ہو)۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨١٥) صحيح مسلم - الصيام (١٠٨٢) جامع الترمذي - الصوم (٦٨٤) جامع الترمذي - الصوم (٦٨٥) سنن النسائي - الصيام (٢١٧٢) سنن النسائي - الصيام (٢١٧٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٣٥) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٧) سنن الدارمي - الصوم (١٦٨٩)

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ٢ ص ٣٣

[2] ويأمر المفتي العامة: بالتلوم [أي: بالانتظار بلا نية صوم في ابتداء] يوم الشك ثم بالإفطار إذا ذهب وقت النية ولم يتبين الحال. ويصوم فيه المفتي والقاضي ومن كان من الخواص وهو من يتمكن من ضبط نفسه عن الترديد في النية وملاحظة كونه عن الفرض. (نور الإيضاح ص ٢٠٣ - ٢٠٤ ،مكتبة البشرى الطبعة الأولى ١٤٣١ھ)

۲۳۳۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَصُومُ مِنَ السَّنَةِ شَهْرًا تَامًّا إِلَّا شَعْبَانَ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ».

ترجمہ: ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ کسی مہینہ کے مکمل روزے نہیں رکھتے تھے سوائے شعبان کے مہینے کے اور اسے رمضان المبارک سے ملادیتے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (۷۳٦) سنن النسائي - الصيام (۲۱۷۵) سنن النسائي - الصيام (۲۱۷٦) سنن النسائي - الصيام (۲۳۵۲) سنن النسائي - الصيام (۲۳۵۳) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۳٦) سنن ابن ماجه - الصيام (۱٦٤۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ۳۰۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ۳۱۱) سنن الدارمي - الصوم (۱۷۳۹)

شرح الاحادیث: یعنی جو شخص شعبان کے اخیر میں ایک روزہ رکھ کر ان روزوں کو رمضان کے روزہ سے ملادے، اس باب میں مصنف نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں، اول حدیث ابوہریرہ مرفوعاً: لَا تُقَدِّمُوا صَوْمَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ، وَلَا يَوْمَيْنِ، یہ حدیث بروایت ابن عباسؓ قریب ہی میں اپنے باب میں گزر چکی، دوسری حدیث ام سلمہؓ کی بلفظہ: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَصُومُ مِنَ السَّنَةِ شَهْرًا تَامًّا إِلَّا شَعْبَانَ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ»، حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ آپ ﷺ سال کے مہینوں میں کسی مہینہ کے پورے روزے نہیں رکھتے تھے سوائے شعبان کے کہ اس کے روزوں کو آپ ﷺ رمضان کے روزوں سے ملادیتے تھے۔

ترجمة الباب کی غرض: مصنفؒ کی غرض اس حدیث کو یہاں لانے سے بظاہر یہ ہے کہ تقدم علی رمضان کی ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ رمضان سے پہلے صرف ایک یا دو روزے رکھے جائیں جیسا کہ اسی باب کی حدیث اول میں ہے، لیکن اگر دو سے زائد روزے رکھے جائیں خواہ اکثر ماہ کے یا پورے ماہ کے اسکی ممانعت نہیں، وهذا ظاهر من صنيع المصنف، یہی ترجمہ تقریباً امام ترمذیؒ نے بھی قائم کیا: بَابُ مَا جَاءَ فِي وِصَالِ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ، مگر انہوں نے اس میں صرف کثرت صوم شعبان والی روایت کو ذکر کیا، تقدم بصوم یوم أو یومین والی روایت اس میں نہیں لائے۔

۱۲ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ ذَلِكَ

شعبان کے آخری حصے میں روزہ رکھنے کی کراہت کا بیان

۲۳۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَدِمَ عَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ الْمَدِينَةَ، فَمَالَ إِلَى مَجْلِسِ الْعَلَاءِ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَأَقَامَهُ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ، فَلَا تَصُومُوا»، فَقَالَ الْعَلَاءُ: اللَّهُمَّ إِنَّ أَبِي، حَدَّثَنِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَشِبْلُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَأَبُو عُمَيْسٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ،

لا يحدث به. قلت لأحمد: لم قال؟ لأنه كان عنده، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصل شعبان برمضان، وقال: عن النبي صلى الله عليه وسلم خلافه". قال أبو داود: «وليس هذا عندي خلافه، ولم يجئ به غير العلاء، عن أبيه».

عبدالعزیز بن محمد نے کہا کہ عباد بن کثیر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ علاء کے پاس تشریف لے گئے اور عباد بن کثیر نے علاء بن عبدالرحمن کا ہاتھ پکڑا اور ان کو کھڑا کیا اور اسکے بعد فرمایا اے اللہ، یہ علاء بن عبدالرحمن اپنے والد ماجد سے حدیث بیان فرماتے ہیں اور وہ ابوہریرہ سے کہ ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کا نصف (مہینہ) گزر جائے تو پھر روزے نہ رکھو علاء نے کہا کہ اے اللہ! بلاشبہ میرے والد نے ابوہریرہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ثوریؒ شبل بن علاء اور ابو عمیس سے اور زہیر بن محمد نے بھی علاء سے نقل کیا ہے اور امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن یہ حدیث بیان نہیں کرتے تھے تو میں نے امام احمدؒ سے پوچھا: کیوں؟ تو انہوں نے کہا: کیونکہ ان کے پاس یہ حدیث موجود تھی کہ آپ ﷺ شعبان کو رمضان سے (روزے کے ذریعے) ملایا کرتے تھے۔

جامع الترمذي - الصوم (٧٣٨) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٣٧) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٥١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٤٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٤٠)

شرح الحدیث عبدالعزیز بن محمد کہتے ہیں ایک مرتبہ عباد بن کثیر مدینہ منورہ میں آئے اور آکر علاء بن عبدالرحمن کی مجلس میں گئے اور ...... ان کا ہاتھ پکڑ کر مجلس میں لوگوں کے سامنے ان کو کھڑا کر دیا اور پھر حاضرین مجلس کے سامنے یہ بات کہی کہ دیکھو علاء نے مجھ سے یہ حدیث ابوہریرہؓ اپنے باپ سے روایت کی ہے: إذا انتصف شعبان، فلا تصوموا، اس پر علاء نے سب کے سامنے ان کی تصدیق کی کہ بیشک میں اس حدیث کو اپنے باپ سے روایت کرتا ہوں۔

عباد بن کثیر نے ایسا کیوں کیا؟ اور اپنے استاذ سے ان کی بیان کردہ حدیث کی تصدیق کرانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس کی وجہ کسی شارح نے نہیں لکھی، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس حدیث کے ساتھ علاء بن عبدالرحمن متفرد ہیں، اس حدیث کی روایت کا مدار ان ہی پر ہے، اور ان کی اس روایت کردہ حدیث کا مضمون بظاہر دوسری احادیث صحیحہ کے خلاف ہے [1] واللہ تعالیٰ اعلم، اور اس سے بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے جیسا کہ مراجعت کتب سے معلوم ہوا کہ ایک طعن اس سند پر یہ کیا جاتا ہے کہ علاء کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں، پس اسی لئے عباد نے بھری مجلس میں علاء سے یہ اعتراف کرایا کہ میں نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی ہے۔

نصف شعبان کے بعد نہی عن الصوم والی حدیث کی توجیہ: اسکے بعد آپ سمجھئے کہ اس حدیث کا مضمون

---

[1] جن سے صیام شعبان کی فضیلت ثابت ہوئی ہے، اور اسی طرح وہ مشہور حدیث: لا يتقدمن أحدكم رمضان بصوم يوم أو يومين (صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين ١٠٨٢)

یہ ہے کہ نصف شعبان کے بعد اخیر تک کوئی روزہ نفلی نہ رکھا جائے، فتح الباری میں حافظؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک نصف شعبان کے بعد صوم تطوع جائز ہے، اور یہ کہ جمہور نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، امام احمدؒ اور یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: إِنَّهُ مُنْكَرٌ، نیز اس میں ہے کہ بہت سے شافعیہ نصف شعبان کے بعد کراہت صوم کے قائل ہیں اسی حدیث العلاء کی بناپر، اور الرُّوْيَانِيُّ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ کا مسلک یہ ہے کہ التَّقَدُّمُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ تو حرام ہے، اور نصف شعبان کے بعد تقدم مکروہ [1]، بہر حال حدیث الباب مسلک جمہور کے خلاف ہے جسکے دو جواب ہو سکتے ہیں: (۱) تضعیف جیسا کہ ابھی اوپر گزرا، اسی طرح بیہقی بھی فرماتے ہیں کہ حدیث: لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، جو کہ دلالت کرتی ہے نصف شعبان کے رخصت صوم پر یہ اصح ہے علاء بن عبد الرحمن کی حدیث سے یا تطبیق اور جمع بین الحدیثین، کہ منع کی روایت اس شخص پر جسکو روزہ رکھنے سے ضعف لاحق ہونے کا اندیشہ ہو (۲) اور وہ دوسری حدیث جس میں نہی وارد ہے، تقدم بصوم یوم اویومین سے وہ اس شخص کے حق میں ہے جو رمضان کے احتیاط میں روزہ رکھے، کذا قال الطحاوی قال الحافظ: هُوَ جَمْعٌ حَسَنٌ [2]۔

حدیث الباب کی تضعیف وتصحیح میں اختلاف: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ حدیث الباب کی تضعیف وتصحیح میں محدثین کا اختلاف ہو رہا ہے، ایک جماعت اس کی تضعیف کرتی ہے جیسے امام احمدؒ اور یحییٰ بن معینؒ کما تقدم آنفاً، اور ایک جماعت اس کی تصحیح کر رہی ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: قال أبو عيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، اور حافظؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں: أخرجه أصحاب السنن وصححه بن حبان وغيره [3]، حافظ منذریؒ کا میلان بھی مختصر السنن میں صحت حدیث ہی کی طرف ہے، چنانچہ انہوں نے ناقدین کا نقد نقل کرنے کے بعد اس کا جواب دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: حكى أبو داؤد عن الإمام أحمد أنه قال: هذا حديث منكر. قال: وكان عبد الرحمن بن مهدي لايحدث به [4]، اس پر منذریؒ فرماتے ہیں: ممکن ہے امام احمدؒ نے اس حدیث کا انکار علاء بن عبد الرحمن کی وجہ سے کیا ہو اسلئے کہ ان کے بارے میں بعض محدثین کلام کرتے ہیں، اور حال یہ ہے کہ وہ اس حدیث کے ساتھ متفرد ہیں، منذریؒ کہتے ہیں کہ، علاء بن عبد الرحمن کے بارے میں اگرچہ کلام کیا گیا ہے لیکن امام مالکؒ نے ان سے حدیث لی ہے باوجود اپنی شدید

---

(۱) فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر — ج ٤ ص ١٢٩

(۲) فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ١٢٩

(۳) فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر — ج ٤ ص ١٢٩

(۴) اس پر شیخ احمد شاکر نے اپنی تعلیق علی مختصر المنذری (ج ۳ ص ۲۲۵) میں منذریؒ کی اس نقل پر تردد کا اظہار کیا ہے کہ امام ابوداؤدؒ نے یہ بات امام احمدؒ سے کہاں نقل کی ہے، نہ یہ سنن میں ہے اور ان کی دوسری تصنیف مسائل أبوداؤد میں ہے وہ لکھتے ہیں: هكذا نقل المنذري عن أبي داود أنه حكى عن الإمام أحمد أنه قال: هذا حديث منكر. وما أدري من أين جاء به؟ فليس هو في السنن، وليس في كتاب مسائل أبي داود: الى آخر ماذكر. قلت هذه الحكاية موجودة في الجزء الخامس من مسائل الإمام أحمد لأبي داؤد — ص ٣١٥ فهذا مبني على قلة تتبعه وتسرعه في الانكار، (حبيب الله الظاهري)۔

چھان بین اور احتیاط کے ایسے ہی امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں ان کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور ان سے بہت سی روایات لی ہیں لہذا یہ حدیث علی شرط مسلم ہے اور ہو سکتا ہے کہ امام مسلمؒ نے علاء کی اس حدیث کو چھوڑ دیا ہو انکے تفرد کی وجہ سے اھ[1]۔ حافظ ابن قیمؒ کا میلان بھی تہذیب السنن میں اسی طرف معلوم ہوتا ہے، انہوں نے اس حدیث پر وجوہ طعن کو تفصیل سے لکھ کر ان کے جوابات دیئے ہیں، منجملہ ان کے ایک طعن اس پر یہ بھی ہے کہ علاء کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں، ابن القیمؒ نے اس کی تردید کی ہے اور یہ کہ علاء کا سماع اپنے باپ سے ثابت ہے الی آخر ماذکر[2]. والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المنذری۔

۱۳۔ بَابُ شَهَادَةِ رَجُلَيْنِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ شَوَّالٍ

اگر عید کا چاند دیکھنے کے متعلق دو شخص شہادت دیں تو؟[3]

اس باب کا تعلق ہلال شوال یعنی عید کے چاند کی رؤیت سے ہے، اور آنے والے باب کا تعلق ہلال رمضان کی رؤیت سے ہے، یہاں پر مصنفؒ نے شَهَادَةِ رَجُلَيْنِ فرمایا، اور آنے والے باب میں شَهَادَةِ الْوَاحِدِ فرمایا، اس پہلے باب میں تو ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ عید کے چاند میں شہادۃ عدلین ضروری ہے، یعنی عدل واحد کی شہادت کافی نہیں سوائے ابو ثور کے کہ ان کے نزدیک جائز ہے، اور ہلال رمضان میں عدل واحد کی شہادت جیسا کہ مصنف نے ترجمۃ الباب میں کہا ائمہ ثلاث کے نزدیک کافی ہے، لیکن یہاں امام مالکؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک ہلال رمضان کے ثبوت میں بھی شہادۃ عدلین ضروری ہے کما فی الشرح الکبیر الدردیر، اس اجمالی اختلاف ائمہ کے بعد ائمہ اربعہ کے مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ہلال رمضان وعید کے ثبوت میں مذاہب اربعہ کی تفصیل:

① حنفية فی هلال رمضان: عدل واحد ولو عبداً أو انثی ولا یشترط لفظ الشهادة. حنفية فی هلال شوال: شهادة حرین أو حر وحرتین بشرط العدالة ولفظ الشهادة.

② مالکیہ رمضان وشوال: جس جگہ کے باشندے رؤیت ہلال کا اہتمام کرتے ہوں وہاں شہادۃ عدلین۔ اور جس جگہ اہتمام نہ ہو

---

[1] مختصر سنن أبي داؤد للمنذري — ج۳ ص ۲۲٤ـ۲۲۵

[2] تهذيب السنن — ج۲ ص ۱۰٤۰ـ۱۰٤٤

[3] وفی الهداية شرح بداية المبتدی فی بيان هلال رمضان: "وإذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في رؤية الهلال رجلا كان أو امرأة حرا كان أو عبدا" لأنه أمر ديني فأشبه رواية الأخبار (أی الأحاديث) ولهذا لا يختص بلفظة الشهادة وتشترط العدالة لأن قول الفاسق في الديانات غير مقبول (ج۲ ص ۲٤۹ـ۲۵۰). وقال فی بيان هلال الفطر: وإذا كان بالسماء علة لم يقبل في هلال الفطر إلا شهادة رجلين أو رجل وامرأتين "لأنه تعلق به نفع العبد وهو الفطر فأشبه سائر حقوقه والأضحى كالفطر في هذا في ظاهر الرواية وهو الأصح خلافا لما روي عن أبي حنيفة رحمه الله أنه كهلال رمضان لأنه تعلق به نفع العباد وهو التوسع بلحوم الأضاحي (ج۲ ص ۲۵۲)۔

وہاں شہادت عدل واحد مطلقاً رمضان ہو یا شوال۔

③شافعیہ فی رمضان: شهادة عدل واحد حر ذكر على الاصح وفي رواية ولو عبداً أو امرأة۔ في العيد: شهادة عدلين حرين۔

④حنابلہ فی رمضان: شهادة عدل واحد، ولو عبداً أو امرأة۔ في العيد: شهادة عدلين حرين۔ (ملخصاً من المنهل [1])۔

مطلع کے صاف ہونے اور نہ ہونے میں فرق حکم: پھر جاننا چاہئے کہ یہاں حنفیہ اور جمہور کے درمیان ایک اور اختلاف ہے وہ یہ کہ عند الجمہور مطلع کے صاف ہونے اور نہ ہونے کا کوئی فرق نہیں، دونوں صورتوں کا حکم یکساں ہے، اور حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں دونوں صورتوں کا حکم مختلف ہے ان کے یہاں مطلع صاف نہ ہونیکی صورت میں تو حکم اسی طرح ہے جو مذکور ہوا، لیکن مطلع صاف ہونے کی صورت میں ان کے نزدیک ہلال رمضان ہو یا ہلال عید ثبوت رؤیت کیلئے جم غفیر کا ہونا ضروری ہے، یعنی اتنی بڑی جماعت کہ قاضی کو ان کی شہادت سے یقین حاصل ہو جائے، اس جماعت کی کوئی تحدید نہیں کی گئی، اور ایک روایت امام ابو یوسفؒ سے یہ ہے کہ انہوں نے عدد قسامت کے موافق پچاس کی تعداد فرمائی ہے، اور بعضوں نے کہا کہ ہر مسجد جماعت سے ایک دو آدمی ہونے چاہئیں، کذا فی البذل عن البدائع [2]، اور ھدایہ میں ایک قول یہ ہے: قيل: في حد الكثير: أهل المحلة، نیز، ھدایہ، میں ہے: ولا فرق بين أهل المصر، ومن ورد من خارج المصر، اور پھر اس میں امام طحاویؒ کا قول یہ لکھا ہے کہ اگر شہادت دینے والا خارج مصر سے آیا ہے تو اس صورت میں عدل واحد کی شہادت قبول کی جائے گی لقلة الموانع، یعنی شہر سے باہر چاند نظر آنے کے موانع کم ہوتے ہیں (پس ظاہر یہی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے) وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر، اور ایسے ہی اگر واحد عدل چاند دیکھنے والا شہر کے اندر کسی بلند جگہ سے دیکھے [3]۔

صاحب بحرالرائق کی رائے: حنفیہ کے یہاں ظاہر الروایۃ تو یہی ہے یعنی غیم اور غیر غیم کا فرق، اور ایک روایت اس میں امام ابو حنیفہؒ سے یہ ہے کہ شہادت عدلین کافی ہے اگرچہ مطلع صاف ہو، صاحب البحر الرائق اس روایت کے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ولم أر من رجحها من المشايخ، اور پھر آگے وہ فرماتے ہیں کہ، مناسب یہ ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں اسی روایت پر عمل کیا جائے لأن الناس تكاسلت عن ترائي الأهلة، اسلئے کہ لوگوں نے چاند دیکھنے کا اہتمام سستی اور کاہلی کی وجہ سے ترک کر دیا ہے، لہٰذا اس صورت میں غلطی کا احتمال صرف ایک دو آدمی کے دیکھنے میں غیر ظاہر ہے، اھ من المنهل [4]۔

فرق بین الصحو والغیم کی دلیل: جاننا چاہئے کہ حنفیہ کا مذکورہ بالا مسلک "الفرق بين حال الغيم والصحو" عموماً فقہاء احناف نے اس پر استدلال بطریق نظر و درایۃ کیا ہے کہ مطلع صاف ہونے کے باوجود دیکھنے والوں کی ایک جماعت میں سے

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٦٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ١٣٨-١٣٩

[3] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٢ ص ٢٥١-٢٥٢

[4] البحر الرائق شرح كنز الدقائق — ج ٢ ص ٢٦٨. المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٦٤

صرف ایک یا دو شخصوں کو چاند نظر آئے خلاف ظاہر ہے، پس ہو سکتا ہے ان دو شخصوں کو کچھ وہم ہو رہا ہو، اسی لئے انہوں نے اس صورت میں ایک یا دو شخصوں کی رویت کا اعتبار نہیں کیا، ویسے اگر دیکھا جائے تو روایات میں غور کرنے سے بھی اس کا ثبوت یا کم از کم اسکی تائید ضرور ملتی ہے جیسا کہ إعلاء السنن [1] میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کی طرف رجوع کیا جائے، اس کے علاوہ بھی یہ بات سامنے ہے کہ رویت ہلال جس کا تعلق فضا سے ہے اس کے دو حال ہیں، حالت صحو اور حالت غیم، جن میں اصل حال صحو ہے اور غیم عوارض میں سے ہے اس مقدمہ کو ذہن میں رکھنے کے بعد آپ سمجھئے اس سلسلہ کی جو مشہور حدیث ہے یعنی صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ جس کو سبھی اصحاب السنن نے الفاظ کے قدرے تفاوت کے ساتھ روایت کیا ہے، اسکے الفاظ سنن نسائی میں اس طرح ہیں: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَانْسُكُوا لَهَا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا ثَلَاثِينَ، فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ فَصُومُوا، وَأَفْطِرُوا [2]، اس حدیث میں آپ ﷺ نے اولاً حال صحو کا حکم بیان فرمایا: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، جس میں جمع کے صیغے کو استعمال کیا گیا ہے، اور ظاہر بھی ہے کہ جب مطلع صاف ہے تو چاند سبھی کو نظر آئے گا، اس کے بعد آپ ﷺ نے حال غیم کا حکم بیان فرمایا: فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا ثَلَاثِينَ، اور پھر آگے اسی کے بارے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں: فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ فَصُومُوا، وَأَفْطِرُوا، پس شہادت شاہدین کا حکم غیم سے متعلق ہوا اس پر علامہ سندیؒ نے حاشیہ نسائی میں یہ فرمایا کہ بظاہر یہ حکم ثانی غیم کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس لئے کہ آگے اسی حدیث میں صوم اور افطار ہر دو کا ذکر ہے حالانکہ صوم میں بحالت غیم بالاجماع عدل واحد کی شہادت کافی ہے، لیکن اس کی اس باب کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ بحالت غیم صوم کے لئے بھی شاہدین کی شہادت ہونی چاہئے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ پورا مسئلہ ایک ہی حدیث سے معلوم ہو جائے لہذا ہم کہیں گے کہ سنن أبو داود میں امام ابو داودؒ نے شہادت اعرابی کے دو قصے ذکر کئے ہیں دو مستقل بابوں میں، جس میں صوم کے بارے میں اعرابی واحد کی شہادت مذکور ہے، جس میں آپ نے صوم کا حکم فرمایا اور عید کے بارے میں شہادت اعرابیین والی حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ نے شہادت اعرابیین پر افطار کا حکم فرمایا، لہذا سنن ابوداود کی یہ روایت سنن نسائی کی روایت کیلئے مخصوص ہو جائیگی، واللہ تعالی اعلم۔

اب تک ترجمۃ الباب کے تحت کلام چل رہا تھا، اب حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَارِثِ الْجَدَلِيُّ، مِنْ جَدِيلَةِ قَيْسٍ، أَنَّ أَمِيرَ مَكَّةَ خَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: «عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ، فَإِنْ لَمْ نَرَهُ، وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا» . فَسَأَلْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ الْحَارِثِ مَنْ أَمِيرُ مَكَّةَ، قَالَ: لَا

---

[1] إعلاء السنن للعثماني – ج ٦ ص ٢٨٥٤

[2] سنن النسائي – كتاب الصيام – باب قبول شهادة الرجل الواحد على هلال شهر رمضان وذكر الاختلاف فيه ٢١١٦

أَدْرِي، ثُمَّ لَقِيَنِي بَعْدُ، فَقَالَ: هُوَ الْحَارِثُ بْنُ حَاطِبٍ أَخُو مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ. ثُمَّ قَالَ الْأَمِيرُ: إِنَّ فِيكُمْ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ مِنِّي، وَشَهِدَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى رَجُلٍ، قَالَ الْحُسَيْنُ: فَقُلْتُ لِشَيْخٍ إِلَى جَنْبِي مَنْ هَذَا الَّذِي أَوْمَأَ إِلَيْهِ الْأَمِيرُ؟ قَالَ: هَذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَصَدَقَ كَانَ أَعْلَمَ بِاللهِ مِنْهُ. فَقَالَ: «بِذَلِكَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حسین بن الحارث الجدلی سے روایت ہے کہ امیر مکہ نے خطبہ دیا پھر کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے ہم لوگوں سے عہد لیا کہ ہم لوگ ارکانِ حج چاند دیکھ کر ادا کریں۔ اگر ہم لوگ خود چاند نہ دیکھیں اور دو معتبر عادل شخص چاند دیکھنے کی گواہی دیں تو ہم ان کی شہادت پر حج کے ارکان ادا کریں۔ ابو مالک اشجعی نے کہا کہ میں نے حسین بن حارث سے کہا کہ وہ امیر مکہ کون تھے؟ تو انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر بعد میں حسین مجھے ملے اور بیان کیا کہ وہ امیر محمد بن حاطب کے بھائی حارث بن حاطب ہیں۔ پھر امیر نے کہا کہ تم میں وہ شخص موجود ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اسی شخص نے رسول اکرم ﷺ سے یہ حدیث خود سنی ہے اور امیر مکہ نے ایک شخص کی جانب اشارہ کیا۔ حسین نے بیان کیا کہ میں نے ایک بزرگ شخص سے معلوم کیا جو کہ میرے برابر میں کھڑے تھے کہ یہ کون شخص ہے جس کی جانب امیر نے اشارہ کیا؟ اس شخص نے بتلایا کہ یہ عبد اللہ بن عمرؓ ہیں اور امیر نے سچ فرمایا کہ بلاشبہ امیر کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ہمیں اسی طرح حکم فرمایا (کہ چاند دیکھ کر ہی مناسک حج ادا کرو)۔

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے، حسین بن الحارث جدلی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک امیر مکہ نے خطبہ دیا، جس کا نام جیسا کہ آگے روایت میں آرہا ہے الحارث بن حاطب ہے، امیر مذکور نے اپنے خطبہ میں یہ بھی کہا کہ حضور ﷺ نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نسک یعنی حج اور اضحیہ جب کریں تو رویت ہلال سے کریں، یعنی خود چاند دیکھ کر اور اسی کے حساب سے، اور اگر ہم خود نہ دیکھیں اور دو شاہد عدل گواہی دیں تو ہم ان کی شہادت پر نسک ادا کریں، اس کے بعد امیر مذکور نے حاضرین مجلس سے کہا کہ تمہارے اندر ایک ایسا شخص موجود ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول کی معرفت مجھ سے زیادہ حاصل ہے، اور انہوں نے یہ مضمون خود حضور ﷺ سے سنا ہے اور یہ کہہ کر ایک شخص کی طرف اشارہ کیا حسین بن الحارث کہتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے میاں سے جو میرے برابر میں بیٹھے تھے پوچھا کہ امیر نے کسی شخص کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کون ہے، تو انہوں نے کہا وہ عبد اللہ بن عمرؓ ہے، اور امیر نے جو کچھ ان کے بارے میں کہا سچ کہا ابن عمرؓ واقعی بہ نسبت امیر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ رکھتے ہیں فَقَالَ: «بِذَلِكَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، حضرت ابن عمرؓ جو وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا حضور ﷺ نے ہمیں اسی طرح فرمایا ہے جس طرح امیر نے کہا، یعنی رویت ہلال کے بارے میں۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت: اس حدیث کا تعلق بظاہر عید الاضحیٰ سے ہے کیونکہ اس میں نسک کا لفظ وارد ہے: أَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ، جس کے متبادر معنی حج کے ہیں جس کے اندر اضحیہ اور عید الاضحیٰ بھی آجاتے ہیں، گویا مصنف نے

ہلال عید الاضحی کی رؤیت سے استدلال کیا رؤیت ہلال عید الفطر پر، افادہ السندی، اور صاحب منہل نے نسک کے لغوی معنیٰ مطلق عبادت اور قربت کے لیتے ہوئے صوم کو بھی اس میں شامل کرلیا ہے، اس صورت میں مطابقت ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے مقایست کی حاجت نہیں، والحدیث أخرجه الدارقطني...... وأخرج أحمد والنسائي نحوه قاله في المنهل۔

۲۳۳۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْمُقْرِئُ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ، فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، «فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا»، زَادَ خَلَفٌ فِي حَدِيثِهِ: «وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ»۔

ترجمہ ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے سنا جو کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ عہد نبوی میں رمضان المبارک کے آخری دن کے متعلق لوگوں میں اختلاف رائے پایا گیا پھر اسکے بعد دو دیہاتی خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شہادت دی کہ ہم نے کل شام چاند دیکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو روزہ کھولنے کا حکم فرمایا کہ آج عید الفطر کا دن ہے خلف بن ہشام کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس بات کا بھی حکم فرمایا کہ تمام حضرات صبح عید گاہ جائیں (اور نمازِ عید ادا کریں)۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (۲۳۳۹) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۴/۴) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۶۳/۵)

شرح الحدیث اس حدیث کے راوی صحابی مبہم ہیں نام مذکور نہیں بذل میں لکھا ہے: لم أقف [1] على تسميته، مضمون حدیث یہ ہے ایک مرتبہ آپ ﷺ کے زمانہ میں رمضان کے آخری دن کے بارے میں لوگوں کو تردد ہوا کہ آج تیس رمضان ہے یا یکم شوال؟ حضور ﷺ کی خدمت میں دو اعرابی آئے جنہوں نے اس بات کی شہادت دی کہ ان دونوں نے گذشتہ شام چاند دیکھا تھا، اس پر آپ ﷺ نے لوگوں کو روزہ افطار کرنے کا حکم فرمایا اور یہ کہ آئندہ صبح کو سب لوگ عید کی نماز کے لئے عید گاہ پہنچیں، اس حدیث میں شہادت عدلین سے ہلال شوال کا ثبوت ہو رہا ہے۔

عید کی نماز کی قضاء ہے یا نہیں؟ نیز مستفاد ہو رہا ہے کہ اگر کسی عارض کی وجہ سے عید کی نماز یکم شوال کو نہ پڑھی جاسکے تو اس کو اگلے دن پڑھا جائے۔

یہ مسئلہ اور اس میں اختلاف علماء کتاب الصلاۃ کے أبواب العیدین میں بَابٌ إِذَا لَمْ يَخْرُجِ الْإِمَامُ لِلْعِيدِ مِنْ يَوْمِهِ يَخْرُجُ مِنَ الْغَدِ، میں تفصیل سے گزر چکا، والحدیث أخرجه أیضاً أحمد والدارقطني وقال: إسناده حسن ثابت (قاله في المنهل [2])۔

---

[1] هو ابن مسعودؓ كما رواه الحاكم. كذا في الأوجز. (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۱۳۷)

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۱۰ ص ۶۱

١٤ - بَابٌ فِي شَهَادَةِ الْوَاحِدِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ

رمضان المبارک کے چاند کیلئے ایک شخص کی شہادت معتبر ہونے کا بیان

اس باب میں مصنف نے ابن عباسؓ کی روایت سے ایک اعرابی کی شہادت کا قصہ جس پر آپ ﷺ نے رمضان کا فیصلہ فرمایا ذکر کیا ہے، جو ترجمۃ الباب کے مطابق ہے، مذاہب ائمہ گذشتہ باب میں گزر چکے۔

٢٣٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ أَبِي ثَوْرٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ، عَنْ زَائِدَةَ، الْمَعْنَى، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ، قَالَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: «أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ» ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ؟» ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «يَا بِلَالُ، أَذِّنْ فِي النَّاسِ فَلْيَصُومُوا غَدًا».

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میں نے رمضان المبارک کے چاند کو دیکھا ہے۔ حسن بن علی نے اپنی روایت میں رمضان کا بھی اضافہ فرمایا: آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: تم لوگوں میں اعلان کر دو کل سے روزہ رکھا جائے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (٦٩١) سنن النسائي - الصيام (٢١١٢) سنن النسائي - الصيام (٢١١٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٤٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٥٢) سنن الدارمي - الصوم (١٦٩٢)

٢٣٤١ - حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي هِلَالِ رَمَضَانَ مَرَّةً، فَأَرَادُوا أَنْ لَا يَقُومُوا، وَلَا يَصُومُوا، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ مِنَ الْحَرَّةِ، فَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ؟» قَالَ: نَعَمْ، وَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ أَنْ يَقُومُوا وَأَنْ يَصُومُوا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرِ الْقِيَامَ أَحَدٌ إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ».

ترجمہ: عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کے چاند میں صحابہؓ نے شک کیا۔ صحابہ کرامؓ کا ارادہ ہوا کہ ہم لوگ نہ تو رات میں تراویح ادا کریں نہ دن میں روزہ رکھیں (پھر مدینہ کے نزدیک) حرہ زمین سے ایک شخص آیا اور اس نے چاند دیکھنے کی شہادت دی۔ وہ شخص خدمتِ نبوی میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تم اسکی شہادت دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے عرض کیا: جی ہاں! اس شخص نے شہادت دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ نبی ﷺ نے بلالؓ کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کریں کہ تراویح پڑھیں اور روزے رکھیں۔ ابو

داؤد نے فرمایا کہ بواسطہ سماک، عکرمہ سے راویوں کی ایک جماعت نے یہ روایت مرسلاً نقل کی حضرت ابن عباسؓ کا واسطہ ذکر نہیں کیا اور حماد بن سلمہ کے علاوہ کسی شخص نے قیام کا تذکرہ نہیں کیا (صرف حماد کی روایت میں أَنْ يَقُومُوا کا اضافہ ہے)۔

تخریج جامع الترمذي - الصوم (٦٩١) سنن النسائي - الصيام (٢١١٢) سنن النسائي - الصيام (٢١١٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٤١) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٥٢) سنن الدارمي - الصوم (١٦٩٢)

٢٣٤٢ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّمَرْقَنْدِيُّ، وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: «تَرَائَى النَّاسُ الْهِلَالَ، » فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ".

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی (لیکن چاند دکھائی نہیں دیا)۔ میں نے رسول کریم ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا (یہ رمضان کے چاند میں ایک ثقہ شخص کی گواہی قبول کی گئی کیونکہ اس وقت آسمان ابر آلود تھا بذل المجہود)۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (٢٣٤٢) سنن الدارمي - الصوم (١٦٩١)

١٥ - بَابٌ فِي تَوْكِيدِ السُّحُورِ

سحری کھانے کی تاکید کا بیان

سحور بالضم مصدر ہے، سحری کھانا، اور بالفتح بمعنی سحری، یعنی طعام سحر۔

٢٣٤٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ فَصْلَ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ».

ترجمہ حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل کتاب کے روزوں اور ہم لوگوں کے روزوں میں سحری کرنے کا فرق ہے (کہ وہ لوگ سحری نہیں کھاتے اور ہم لوگ سحری کھاتے ہیں)۔

تخریج صحيح مسلم - الصيام (١٠٩٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٠٩) سنن النسائي - الصيام (٢١٦٦) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٤٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٩٧/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٠٢/٤) سنن الدارمي - الصوم (١٦٩٧)

شرح الحدیث **سحور اس امت کی خصوصیت ہے:** حدیث الباب میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ فَصْلَ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ، اہل کتاب واہل اسلام کے روزوں کے درمیان فرق سحری کھانے سے ہے، اور صحیحین کی روایت میں ہے حضرت انسؓ کی حدیث سے مرفوعاً: تَسَحَّرُوا، فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً[1]، اور امر اس کے اندر

[1] صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب فضل السحور وتأكيد استحبابه، واستحباب تأخيره وتعجيل الفطر ١٠٩٥

استحباب کیلئے ہے، اور ابن المنذرؒ نے اس کے استحباب پر اجماع نقل کیا ہے، منھل میں ہے کہ سحور اس امت کے خصائص میں سے ہے بخلاف امم سابقہ کے کہ ان کے شریعت میں تو طعام وشراب نوم سے حرام ہو جاتا تھا، جیسا کہ ابتداء اسلام میں ہماری شریعت میں یہی تھا کما تقدم [1]، سحور کے استحباب پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

أَكْلَةُ السَّحَرِ: بضم الهمزة بمعنى اللقمة اور بفتح الهمزة مرة کے لئے یعنی ایک مرتبہ کھانا خواہ اس کی مقدار کتنی ہی ہو، حدیث میں یہ لفظ بظاہر بفتح الهمزة ہے اور سحر بفتح السين والحاء اخیر شب قبیل الصبح، والحديث أخرجه أيضاً أحمد و مسلم والنسائي وابن ماجه والترمذي وقال: حسن صحيح قاله في المنهل۔

١٦ ـ بَابُ مَنْ سَمَّى السَّحُورَ الْغَدَاءَ

سحری کو صبح کا ناشتہ کہنے کا بیان

٢٣٤٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: «هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ».

ترجمہ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رمضان المبارک میں مجھ کو سحری کھانے کیلئے بلایا اور ارشاد فرمایا: ناشتہ کرنے کیلئے آؤ کہ جس میں برکت عطا فرمائی گئی ہے (مراد سحری کھانا ہے)۔

تخریج سنن النسائي - الصيام (٢١٦٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٤٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٦/٤)

شرح الحديث حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رمضان میں سحری کے وقت آپ ﷺ کے سامنے کو نکل رہا تھا (آپ ﷺ اس وقت بظاہر سحری نوش فرما رہے تھے) تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا آجاؤ مبارک کھانے کی طرف۔

حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے کہ سحور پر آپ ﷺ نے غَدَاء کا اطلاق فرمایا، دراصل غَدَاء تو صبح کے کھانے کو کہتے ہیں جو دن کے شروع میں قبل الزوال کھایا جائے، اور چونکہ سحری روزہ دار کے حق میں غَدَاء کے قائم مقام ہوتی ہے اس لئے اس پر اسی کا اطلاق کر دیا گیا، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس سے پہلے کتاب الصلاۃ میں گزر چکا باب وقت الجمعة کے اندر كُنَّا نَقِيلُ وَنَتَغَدَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ [2]، كما تقدم هناك فارجع اليه۔

سحری مبارک کھانا ہے: اور سحری کا مبارک ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ ہمارے نبی کی سنت ہے نیز گذشتہ انبیاء کی بھی

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ٦٥

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في وقت الجمعة ١٠٨٦

سنت رہی ہے، اور بذل میں حضرت نے لکھا ہے، اس لئے کہ وہ روزہ کی حالت میں قوۃ کا ذریعہ اور نشاط کا سبب ہے یا یہ کہ روزہ رکھنے میں معین ہوتی ہے اور اس کی برکت سے آدمی کو روزہ رکھنے کی توفیق ہو جاتی ہے اور روزہ کو مشقت کو ہلکا کر دیتی ہے اھ اور حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں ہے، قال ابن العربي في شرح الترمذي: مبارك لخمسة أوجه اھ [1]، لہٰذا اس کیلئے عارضة الأحوذي [2] دیکھئے، اذ لا يستطاع العلم براحة الجسم ومن طلب العلى سهر الليالى، والحديث أخرجه أيضا النسائي وابن خزيمة وابن حبان قاله في المنهل [3]۔

۲۳٤٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ أَبُو الْمُطَرِّفِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «نِعْمَ سَحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرمایا کہ مومن کیلئے بہترین سحری کھجور ہے۔

۱۷ - بَابُ وَقْتِ السُّحُورِ

سحری کے وقت کا بیان

۲۳٤٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ، يَخْطُبُ، وَهُوَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَمْنَعَنَّ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ، وَلَا بَيَاضُ الْأُفُقِ الَّذِي هَكَذَا حَتَّى يَسْتَطِيرَ».

ترجمہ عبداللہ بن سوادۃ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سمرہ بن جندبؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلالؓ کی اذان تم لوگوں کو سحری کھانے سے نہ روکے اور نہ ہی وہ سفیدی جو کہ آسمان کے کنارے میں ظاہر ہو کر آسمان سے زمین کی طرف لمبائی میں پھیل جائے (یہاں تک کہ صبح صادق ہو جائے اور روشنی آسمان کے کناروں میں چوڑائی میں پھیل جائے)۔

تخریج صحيح مسلم - الصيام (١٠٩٤) جامع الترمذي - الصوم (٧٠٦) سنن النسائي - الصيام (٢١٧١) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٤٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٩/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٣/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٨/٥)

شرح الحدیث آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اذان بلال سحور سے مانع نہیں (فانه كان يؤذن بليل كما تقدم في ابواب

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ١٤٤

[2] علامہ ابن العربی المالکیؒ نے وہ پانچ وجوہات قبول الرخصة، اقامة السنة، مخالفة أهل الكتاب، التقوى على العبادات، اور فراغ البال من تعلقه بالحاجة الى الطعام۔ بیان کی ہیں (عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي — ج ٣ ص ٢٢٨)

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٦٦

الاذان) اور نہ افق کی وہ روشنی جو اس طرح ہو، جس کو آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا یعنی طولاً (کیونکہ وہ فجر کاذب ہے)۔ حَتّٰى يَسْتَطِيرَ أي يظهر عرضًا، یعنی جب تک روشنی افق کے عرض میں پھیل نہ جائے، جس کو فجر صادق کہتے ہیں۔

اس حدیث میں سحور کا آخری وقت بیان کیا گیا ہے جس کے بعد کھانا پینا ممنوع ہو جاتا ہے۔

تحقیق آخر وقت سحر: سحری کے آخر وقت میں ہمارے فقہاء کے دو قول ہیں: ① اول طلوع فجر یعنی جوں ہی طلوع صبح ہو، ② دوسرا قول تبین فجر، یعنی صبح کی روشنی کا اچھی طرح پھیل جانا، شامی میں لکھا ہے: والأول أحوط والثاني أوسع كما قال الحلواني كما في المحيط اھ، من البذل [1]، قول ثانی کا ماخذ یہ آیت ہے: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ [2]، امام ترمذیؒ نے باب قائم کیا بَابُ مَا جَاءَ فِي تَأْخِيرِ السُّحُورِ، جس میں حضرت انسؓ کی یہ حدیث ذکر فرمائی: «تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ»، قَالَ: قُلْتُ: كَمْ كَانَ قَدْرُ ذٰلِكَ؟ (وفي رواية البخاري كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُورِ [3]) قَالَ: «قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً» [4]، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ اسْتَحَبُّوا تَأْخِيرَ السُّحُورِ اھ،

میں کہتا ہوں: حذیفہؓ کی حدیث کی تخریج مختلف طرق سے امام نسائیؒ نے فرمائی ہے، اس کے ایک طریق میں ہے عَنْ زِرٍّ، قَالَ: قُلْنَا لِحُذَيْفَةَ: أَيَّ سَاعَةٍ تَسَحَّرْتَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «هُوَ النَّهَارُ إِلَّا أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَطْلُعْ» [5]، اس حدیث سے صبح صادق کے بعد تسحر کا ثبوت ہو رہا ہے جو تقریباً اجماع کے خلاف ہے اس کا جواب علامہ عینیؒ نے امام طحاویؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث احادیث کثیرہ صحیحہ کے خلاف ہے جن میں بعض متفق علیہ ہیں لہذا اس کا اعتبار نہ ہوگا وہ فرماتے ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث حذیفہؓ شروع کی ہو آیت کریمہ: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ الآية کے نزول سے پہلے کی [6]، اور علامہ سندھیؒ نے حاشیہ نسائی میں اس کی تاویل کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں قوله هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع الظاهر أن المراد بالنهار هو النهار الشرعي والمراد بالشمس الفجر والمراد أنه في قرب طلوع الفجر حيث يقال أنه النهار نعم ما كان الفجر طالعا اھ [7]۔

---

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ۳ ص ۳۳۰، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۱٤۷

[2] اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے (سورة البقرة ۱۸۷)

[3] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب قدر كم بين السحور وصلاة الفجر ۱۸۲۱

[4] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء في تأخير السحور ۷۰۳

[5] سنن النسائي - كتاب الصيام - باب تأخير السحور وذكر الاختلاف على زر فيه ۲۱۵۲

[6] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ۱۰ ص ۲۹۹

[7] سنن النسائي بحاشية السندي — ج ٤ ص ٤۵۰

آخروقت مستحب: ویسے مستحب سحور میں تاخیر ہے، چنانچہ بذل میں بدائع الصنائع سے منقول ہے نو السنۃ فیہ التاخیر فانہ روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ من سنن المرسلین، وفی روایۃ من اخلاق المرسلین [1]، حضرت شیخؒ فضائل رمضان میں فضیلت سحری بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: علامہ عینیؒ نے سترہ صحابہ سے اسکی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں، اور اسکے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بعض تراویح پڑھ کر کھانا کھاکر سو جاتے ہیں اور وہ اسکے ثواب سے محروم رہتے ہیں، اسلئے کہ لغت میں سحری (سحور) اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیسا کہ قاموس میں لکھا ہے بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے (مرقاۃ) صاحب کشاف، نے اخیر کے چھٹے حصہ کو بتلایا ہے...... مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحری کا وقت ہے اھ [2]، والحدیث أخرجه أیضًا أحمد ومسلم والنسائی والترمذی وقال حسن وأخرجه الدارقطنی وقال اسنادہ صحیح، قالہ فی المنہل [3]۔

۲۳۴۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ التَّيْمِيِّ. ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ. حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ - أَوْ قَالَ: يُنَادِي - لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ، وَيَنْتَبِهَ نَائِمُكُمْ، وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا" قَالَ مُسَدَّدٌ وَجَمَعَ يَحْيَى كَفَّيْهِ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا، وَمَدَّ يَحْيَى بِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ.

ترجمہ (دوسری سند) عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کو بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ بلالؓ اذان دیتے ہیں۔ راوی نے کہا: آپ نے یہ فرمایا کہ بلال رات کے وقت اسلئے آواز لگاتے ہیں تاکہ تم لوگوں میں سے جو شخص نمازِ تہجد پڑھتا ہو وہ آرام کرلے اور جو شخص سو رہا ہو وہ نماز اور سحری کھانے کیلئے بیدار ہو جائے اور وقت فجر وہ نہیں کہ جو اس طرح ظاہر ہو۔ مسدد نے کہا: حدیث کے راوی یحیٰی نے اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر اُن کو لمبائی میں اونچا کر کے دکھلایا (یعنی جو اُنچی اور لمبی روشنی اوّل وقت ہوتی ہے وہ صبح صادق نہیں بلکہ صبح کاذب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح صادق وہ ہوتی ہے جو اس طرح ظاہر ہو) یحیٰی راوی نے اپنے دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں کو ملا کر عرضاً پھیلا دیا (کہ سبّابہ سبّابہ سے مل جائے اور دونوں ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوں اسطرح دو ہاتھ کی انگلیاں عرضانہ پھیل

---

[1] والسنة فيها هو التأخير لأن معنى الاستعانة فيه أبلغ. وقد روي عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أنه قال: «ثلاث من سنن المرسلين: تأخير السحور، وتعجيل الإفطار، ووضع اليمين على الشمال تحت السرة في الصلاة» وفي رواية قال: «ثلاث من أخلاق المرسلين». (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع - ج ۲ ص ۱۰۵)

[2] فضائل رمضان رقم الحديث ۷ ص ۲۳-۲۴

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۱۰ ص ۶۸

جائیں گی واللہ اعلم)۔

تخریج: صحیح مسلم - الصیام (۱۰۹۳) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۴۷)

شرح الحدیث: وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا قَالَ مُسَدَّدٌ وَجَمَعَ يَحْيَى كَفَّيْهِ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا، وَمَدَّ يَحْيَى بِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ: راوی فجر صادق وکاذب کے درمیان ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کے ذریعہ فرق سمجھا رہا ہے أَنْ يَقُولَ میں قول کلام کے معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ قول حسب مواقع مختلف کے معانی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ پہلے بھی بہت سی حدیثوں میں گزرچکا، مطلب یہ ہے کہ یحییٰ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر سامنے افق کی طرف طولاً اشارہ کیا اور کہا کہ یہ فجر نہیں ہے یہ تو فجر کاذب ہے، پھر دوبارہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر ان کو عرضاً پھیلا دیا اور کہا جب تک اس طرح روشنی نہ پھیلے اس وقت تک صبح نہیں ہوتی، اس حدیث کے باقی مضمون کی شرح کتاب الصلاۃ میں بَابٌ فِي الْأَذَانِ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ میں گزر گئی والحدیث أخرجه أيضاً أحمد والبخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه (المنهل [1])۔

۲۳۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُوا وَاشْرَبُوا، وَلَا يَهِيدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْيَمَامَةِ».

ترجمہ: قیس بن طلق حضرت طلقؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ، پیو اور تمہیں پینے سے وہ روشنی گھبراہٹ میں نہ ڈالے جو چمکنے والی اور نیچے سے اوپر چڑھنے والی ہو (یعنی صبح کاذب) بلکہ تم کھاؤ اور پیو جس وقت تک کہ فجر احمر نہ ظاہر ہو (یعنی جب تک اچھے طریقہ سے روشنی نہ ہو جائے)۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث مفرداتِ اہل یمامہ میں سے ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (۷۰۵) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۴۸)۔

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ کھاتے پیتے رہو، اور نہ گھبرائے تم کو وہ روشنی جو اوپر کو چڑھتی چلی جاتی ہے بلکہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ روشنی پھیل جائے؛ احمر سے مراد ابیض ہے یعنی صبح صادق، اس کو احمر اسلئے کہا کہ اس کے بعد افق میں سرخی نمودار ہوتی ہے بخلاف صبح کاذب کے کہ وہاں روشنی کے بعد پھر تاریکی آجاتی ہے۔ لَا يَهِيدَنَّكُمْ یہ هاد يهيد مثل باع يبيع، واهيده مثل ابيعه، وهدة كبعة، اسکے معنیٰ جھنجھوڑنے اور پریشان کرنے کی ہے یہ ماخوذ ہے "هيد" بالکسر سے بمعنی الحرکۃ۔ والحدیث أخرجه الترمذي وقال: حسن غريب، وأخرجه الدارقطني (المنهل [2])۔

۲۳۴۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، الْمَعْنَى، عَنْ حُصَيْنٍ،

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج: ١٠ ص ٦٨

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٦٩

عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: {حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ [1]}، قَالَ: أَخَذْتُ عِقَالًا أَبْيَضَ وَعِقَالًا أَسْوَدَ، فَوَضَعْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي، فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَتَبَيَّنْ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَضَحِكَ فَقَالَ: «إِنَّ وِسَادَكَ لَعَرِيضٌ طَوِيلٌ، إِنَّمَا هُوَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ»، وَقَالَ عُثْمَانُ: «إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ».

ترجمہ عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ جس وقت آیت کریمہ: حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ نازل ہوئی تو میں نے اُونٹ کے باندھنے کی ایک سیاہ رسّی اور دوسری سفید رسّی اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیں پھر آخر شب میں میں نے اس کو دیکھا تو مجھ کو کچھ صاف دکھائی نہیں دیا صبح کو میں نے خدمتِ نبوی میں اس کا تذکرہ کیا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ہنس کر ارشاد فرمایا: تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے (یعنی تم کم عقل معلوم ہوتے ہو) اللہ تعالیٰ کا سیاہ اور سفید ڈورے سے رات اور دن مراد ہیں۔ عثمان بن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ اس سے رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی مراد ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨١٧) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٣٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٤٠) صحيح مسلم - الصيام (١٠٩٠) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٠) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧١) سنن النسائي - الصيام (٢١٦٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٤٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٧٧) سنن الدارمي - الصوم (١٦٩٤)

شرح الحديث عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ: مضمون حدیث تو واضح ہے کہ ان صحابی نے خیط ابیض واسود کو اس کے ظاہری معنیٰ پر محمول کرتے ہوئے صبح صادق کے بعد غلس میں دو دھاگے ایک سیاہ ایک سفید اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لئے اور جوں جوں تاریکی چھٹتی گئی اور روشنی ہوتی گئی وہ ان دونوں دھاگوں کو نکال کر دیکھتے رہے کہ کب آپس میں ممتاز ہوتے ہیں اور امتیاز خیطین ہی کو سحری کے آخر وقت کا معیار قرار دیا فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَتَبَيَّنْ، یعنی صبح صادق کے بہت دیر بعد تک بھی مجھے ان دونوں میں امتیاز اور فرق ظاہر نہیں ہوا جس کا ذکر میں نے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے کیا، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس پر ہنسی آئی اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تیرا تکیہ تو بہت لمبا چوڑا ہے جس کے نیچے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی سب سما جاتی ہے۔

حدیث کے اس جملہ کی شرح میں شراح کے اور بھی اقوال ہیں، ہمیں جو معنیٰ اقرب معلوم ہوئے تھے اسی کو اختیار کیا، پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ، یعنی خیط ابیض سے مراد بیاض النہار، اور خیط اسود سے مراد سواد اللیل ہے، خیط کے حقیقی معنیٰ مراد نہیں، لہٰذا آیۃ کریمہ کا مطلب یہ ہوا تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ رات پوری ہو کر صبح ہونے لگے اور ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائے۔ والحديث أخرجه أيضًا البخاري ومسلم والطحاوي وابن خزيمة، والترمذي وقال حسن صحيح، وأخرجه الدارمي (المنهل [2])۔

---

[1] جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے۔ (سورۃ البقرۃ ١٨٧)

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٧٣

۱۸ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْمَعُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ

﴿ایک شخص نمازِ فجر کی اذان سُن رہا ہو اور کھانے پینے کا برتن اسکے ہاتھ میں ہو کیا وہ اس میں سے کھا، پی سکتا ہے؟﴾

۲۳۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ، فَلَا يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص اذانِ فجر سنے اور اس کے ہاتھ میں کھانے کا برتن ہو تو جب تک اپنی (کھانے وغیرہ کی) ضرورت پوری نہ کرلے اس برتن کو نہ رکھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصوم (۲۳۵۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۲۳/۲)

شرح الحدیث: متبادر معنی حدیث کے یہ ہیں کہ سحری کے آخری وقت میں اگر کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کا ارادہ اسکے کھانے کا ہو اور اسی اثناء میں فجر کی اذان ہونے لگے تو وہ اس کھانے کے برتن کو نہ رکھے، یعنی کھانے کا ارادہ ملتوی نہ کرے بلکہ اس چیز کو کھالے۔

اس معنی پر اشکال ظاہر ہے، اس لئے کہ فجر کی اذان صبح صادق پر ہی ہوتی ہے اور اس وقت کھانا پینا ممنوع ہے اس لئے اس حدیث کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں، لہٰذا معنی مذکور کو لیتے ہوئے اسکی دو توجیہیں ہوسکتی ہیں، اول یہ کہ آپ ﷺ کا مقصود اس سے یہ بتانا ہے کہ سحری کا مدار طلوع فجر پر ہے، اذان فجر پر نہیں، لہٰذا اگر کسی شخص کا ظن غالب یہ ہے کہ ابھی تک طلوع فجر نہیں ہوا تو باوجود اذان کے وہ کھا سکتا ہے، دوسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ منتہائے سحر کے بارے میں بعض محققین کی رائے یہ کہ وہ تبین فجر ہے نہ کہ نفس طلوع فجر، اور اذان کا وقت شروع ہوجاتا ہے نفس طلوع فجر سے، اور یا پھر یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں نداء سے ندائے بلال مراد ہے جیسا کہ ابھی قریب میں حدیث گزری کہ اذان بلال سحری کھانے سے مانع نہیں کیونکہ وہ طلوع فجر سے پہلے ہوتی ہے، تہجد وغیرہ مصالح کیلئے، اور ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ نداء سے مراد اذان مغرب ہے، یعنی روزہ دار جب روزہ افطار کر رہا ہو اور اس کے کان میں اذان مغرب کی آواز پڑجائے تو وہ اپنے افطار سے نہ رکے، یعنی نماز کی تیاری میں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث: إِذَا حَضَرَ الْعِشَاءُ وَالْعَشَاءُ فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ[1] کے قبیل سے ہے، صائم سے متعلق ہی نہیں، والحديث أخرجه أيضاً أحمد والدارقطني، والحاكم وقال صحيح على شرط مسلم (المنهل[2])۔

---

[1] المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة ۶۱ - ص ۳۸

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۱۰ ص ۷۴

١٩ - بَابُ وَقْتِ فِطْرِ الصَّائِمِ

روزہ دار کے افطار کے وقت کا بیان

٢٣٥١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ هِشَامٍ الْمَعْنَى، قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَذَهَبَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا» - زَادَ مُسَدَّدٌ - «وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ».

ترجمہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت جانب مشرق سے رات کا اندھیرا (ابتدائی تاریکی) آجائے اور دن مغرب کی طرف چلا جائے تو روزہ دار روزہ افطار کرے۔ مسدد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٥٣) صحيح مسلم - الصيام (١١٠٠) جامع الترمذي - الصوم (٦٩٨) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٥١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣٥/١) سنن الدارمي - الصوم (١٧٠٠)

شرح الحدیث پہلے هَاهُنَا کا اشارہ مشرق کی طرف اور دوسرے کا مغرب کی جانب، یعنی جب مشرق کی جانب سے تاریکی آنے لگے اور مغرب کی جانب سے دن یعنی آفتاب چلا جائے تو آدمی افطار کے وقت میں داخل ہو گیا جیسے کہا جاتا ہے: أَنْجَدَ، إِذَا أَقَامَ بِنَجْدٍ، وَأَتْهَمَ إِذَا أَقَامَ بِتِهَامَةَ[1]، لہذا اس کو روزہ افطار کر لینا چاہئے، اور اس میں ترغیب ہے تعجیل افطار کی اور افطر کے دوسرے معنی یہ لکھے ہیں کہ اب وہ مفطر یعنی روزہ افطار کرنے والے کے حکم میں ہو گیا، یعنی اب وہ روزہ سے نہیں رہا کیونکہ رات صیام شرعی کا ظرف نہیں ہے لیکن راجح اول معنی ہی ہیں، اس لئے کہ غرض کا حصول یعنی ترغیب فی تعجیل الافطار کی معنی ... ہے، والحديث أخرجه أيضًا البخاري ومسلم، والترمذي وقال حسن صحيح، والله اعلم..... قاله في المنهل[2]۔

٢٣٥٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ: سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، قَالَ: «يَا بِلَالُ، انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ أَمْسَيْتَ؟ قَالَ: «انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: «انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا»، فَنَزَلَ فَجَدَحَ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ»، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.

ترجمہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ آپ اس وقت روزہ

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ١٩٧
[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ٧٥

سے تھے۔ جب آفتاب غروب ہو گیا تو آپ ﷺ نے بلالؓ سے فرمایا تم (سواری سے) نیچے اترو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش کہ آپ (اچھی طرح) شام ہونے دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نیچے اتر کر ہمارے لئے ستو گھول دو۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! (ابھی تو) آپ کے اوپر دن ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نیچے آؤ اور ہم لوگوں کیلئے ستو گھول دو۔ پھر وہ نیچے آئے اور انہوں نے ستو گھول دیا اور نبی ﷺ نے ستو نوش فرمایا پھر ارشاد فرمایا: جب تم دیکھو کہ رات اس طرف سے متوجہ ہو تو سمجھو کہ روزہ دار کے روزہ کھولنے کا (افطار کرنے کا وقت آگیا) اور آپ نے مشرق کی طرف انگلی سے اشارہ فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٩) صحيح البخاري - الصوم (١٨٥٤) صحيح البخاري - الصوم (١٨٥٧) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٩١) صحيح مسلم - الصيام (١١٠١) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٥٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٨٠)

شرح الحدیث عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، ظاہر یہ ہے کہ یہ سفر غزوۂ فتح کا تھا، اس لئے کہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ سفر ماہ رمضان میں تھا، اور حضور ﷺ نے رمضان میں سفر یا غزوۂ بدر کیلئے فرمایا تھا یا غزوۂ فتح کیلئے ان دو کے علاوہ کوئی تیسرا سفر آپ ﷺ کا ماہ رمضان میں نہیں ہوا، اور یہ بات معلوم ہے کہ ابن ابی اوفیؓ آپ ﷺ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک نہیں تھے، لہذا یہ سفر غزوۃ الفتح کا ہوا (المنهل [1]) راوی کہتا ہے، حضور ﷺ اس وقت روزہ سے تھے جوں ہی غروب شمس ہوا آپ ﷺ نے بلالؓ سے فرمایا کہ سواری سے اترو اور ستو تیار کرو، اجدح امر کا صیغہ ہے جدح سے جس کے معنی ستو پانی میں گھولنا اس لکڑی کے ذریعہ سے جس کو مجدح کہتے ہیں اس پر حضرت بلالؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ذرا اور شام ہونے دیتے تو اچھا تھا، آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا اترو اور ستو بناؤ، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ابھی دن باقی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ارے اترو! ہمارے لئے ستو بناؤ، اس تیسری مرتبہ کے بعد وہ فوراً اترے اور ستو بنایا۔

حافظؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو غروب شمس کا یقین نہیں ہوا تھا یا تو اس وجہ سے کہ فضا کے بالکل صاف ہونیکی وجہ سے روشنی کافی تھی، یا ہو سکتا ہے آسمان پر بادل وغیرہ ہو جس کی وجہ سے ان کو غروب میں شک ہو رہا ہو، بہر حال اسی بنیاد پر انہوں نے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل فوراً نہیں کی، اور عرض کیا: لَوْ أَمْسَيْتَ، یعنی اچھی طرح غروب ہونے دیجئے اور جو نفس حدیث میں ہے فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، یہ راوی صحابی کی جانب سے بیان واقع ہے، اور یہ مطلب نہیں کہ بلالؓ بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ غروب شمس ہو گیا اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ تعمیل ارشاد میں کیسے توقف کرسکتے تھے، اھ من الفتح [2]، اور ہمارے خیال میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ روایت میں: فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ سے مراد راوی

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ٧٥

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ١٩٧

کی قرب غروب ہو کہ آپ نے قبیل غروب بلال کو امر فرمایا ستو بنانے اور افطار کا انتظام کرنے کا تاکہ افطار کا وقت ہونے پر تاخیر افطار لازم نہ آئے، اس لئے بلال کیلئے گنجائش ہوئی یہ بات عرض کرنے کی جو انہوں نے عرض کیا کہ اچھی طرح غروب ہونے دیجئے، والحدیث أخرجه أیضًا البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري [1]۔

٢٠ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ

روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے

٢٣٥٣ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، لِأَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک کہ لوگ جلدی روزہ افطار کریں گے کیونکہ یہودی اور عیسائی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصوم (٢٣٥٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٩٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٥٠)

شرح الحدیث: یعنی ہمارا دین اسلام دوسرے ادیان پر غالب رہے گا اس وقت تک جب تک لوگ افطار میں تعجیل کرتے رہیں گے، اس لئے کہ یہود و نصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔

اور بخاری کی ایک حدیث میں اس طرح ہے: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ [2]، صحاح کی روایت میں تو اتنا ہی ہے أَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ، اور ابن حبان اور حاکم کی روایت میں من حدیث سہل یہ ہے: لَا تَزَالُ أُمَّتِي عَلَى سُنَّتِي مَا لَمْ تَنْتَظِرْ بِفِطْرِهَا النُّجُومَ [3]، یعنی میری امت میری سنت پر قائم رہے گی جب تک کہ وہ روزہ افطار کرنے میں ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار نہیں کریگی، ابن دقیق العید کہتے ہیں، اس حدیث میں رد ہے شیعوں پر اسلئے کہ وہ افطار کو مؤخر کرتے ہیں ظہور نجوم تک، اھ من المنہل (ج ١٠ ص ٧٧)، اسی طرح اہل تشیع کا اختلاف تاخیر مغرب میں بھی مشہور ہے جیسا کہ أبواب المواقیت میں گزرا کہ ان کے نزدیک وقت مغرب داخل ہی نہیں ہوتا جب تک اشتباک نجوم نہ ہو، والحدیث أخرجه أیضًا النسائي، وكذا الحاكم وابن ماجه بلفظ، وأخرجه الدارمي والبخاري (المنہل [4])۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٧٦

[2] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب تعجيل الإفطار ١٨٥٦

[3] المستدرك على الصحيحين كتاب الصوم ١٥٨٤ — ج ١ ص ٥٩٩، وصحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان — كتاب الصوم — باب الإفطار وتعجيله ٣٥١٠ — ج ٨ ص ٢٧٧-٢٧٨

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٧٧

۲۳۵٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَا وَمَسْرُوقٌ، فَقُلْنَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ، وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ، وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ، قَالَتْ: أَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ، وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ؟ قُلْنَا: عَبْدُ اللهِ، قَالَتْ: «كَذَلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت ابو عطیہ سے روایت ہے کہ میں اور مسروق اماں عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا کہ اے اُم المؤمنینؓ! اصحابِ رسول میں سے دو حضرات ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص تو جلدی روزہ افطار کرتے ہیں اور نمازِ مغرب میں بھی جلدی کرتے ہیں اور دوسرے شخص تاخیر سے روزہ کھولتے ہیں اور نماز تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ اماں عائشہؓ نے فرمایا کہ جو شخص روزہ جلدی افطار کرتے ہیں اور نماز جلدی پڑھتے ہیں وہ کون شخص ہیں؟ ہم نے عرض کیا: عبد اللہ بن مسعودؓ۔ اماں عائشہؓ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔

تخریج صحيح مسلم - الصيام (۱۰۹۹) جامع الترمذي - الصوم (۷۰۲) سنن النسائي - الصيام (۲۱۵۸) سنن النسائي - الصيام (۲۱۵۹) سنن النسائي - الصيام (۲۱۶۰) سنن النسائي - الصيام (۲۱۶۱) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۵٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٤٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٧٣)

۲۱ - بَابُ مَا يُفْطَرُ عَلَيْهِ

روزہ کس چیز سے کھولنا چاہیے؟

۲۳۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، عَمِّهَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا، فَلْيُفْطِرْ عَلَى التَّمْرِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ التَّمْرَ، فَعَلَى الْمَاءِ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ».

ترجمہ حضرت سلمان بن عامر جو کہ رباب کے چچا ہیں سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں جب کوئی شخص روزہ رکھے تو اس کو چاہیے روزہ کھجور سے افطار کرے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے روزہ کھولے کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الزكاة (٦٥٨) جامع الترمذي - الصوم (٦٩٥) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۵۵) سنن ابن ماجه - الصيام (۱٦۹۹) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/١٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/١٨) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢١٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢١٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢١٥) سنن الدارمي - الصوم (۱۷۰۱)

شرح الحدیث: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزہ دار کو چاہیے کہ افطار تمر سے کرے، وہ نہ ہو تو پھر پانی سے، اور اس کے بعد والی حدیث میں آرہا ہے کہ خود حضور ﷺ کا معمول رطب سے افطار فرمانے کا تھا یعنی تر کھجور، اور اگر رطب نہ ہوتی تو پھر تمر

سے اور اگر وہ بھی نہ ہوتی تو پھر چند گھونٹ پانی سے۔

افطار علی التمر کی حکمت: ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ رطب یا تمر سے افطار کرنے کی حکمت شاید یہ ہے کہ وہ میٹھی ہوتی ہے، اور میٹھی چیز اعضاء رئیسہ کی طرف قوت جلدی پہنچاتی ہے، اور نیز اس میں اشارہ ہے حلاوت ایمان کی طرف، اور بعضوں نے یہ کہا کہ تمر شیریں ہونے کے علاوہ قوت کے بھی قائم مقام ہوتی ہے، اور چونکہ نفس دن بھر بھوکا رہا ہے اس لئے افطار کیلئے ایسی چیز پسند کی گئی جو شیریں ہونے کے ساتھ ساتھ قوت بھی ہے، اھ من البذل[1]، اور امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے بَاب يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَاءِ أَوْ غَيْرِهِ، اور پھر اس میں عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا[2] (جو ہمارے یہاں ابھی قریب میں گزری) حافظؒ فرماتے ہیں لعل البخاري أشار إلى أن الأمر في قوله من وجد تمرا فليفطر عليه ومن لا فليفطر على الماء ليس على الوجوب ...... وقد شذ ابن حزم فأوجب الفطر على التمر وإلا فعلى الماء اھ، پھر حدیث الباب میں ہے فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ کہ پانی میں اللہ تعالیٰ نے تطہیر کی صفت رکھی ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: پس ابتداء اسی سے ہونی چاہئے تفاؤلاً بطهارة الظاهر والباطن[3]۔ والحديث أخرجه أحمد والترمذي وابن ماجه والدارمي والحاكم وقال صحيح على شرط البخاري (المنهل[4])۔

٢٣٥٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ، فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ رطب کھجور سے نماز مغرب سے پہلے روزہ افطار کرتے اگر تر (تازہ) کھجور نہ ملتی تو سوکھی کھجور سے ورنہ پانی کے چند گھونٹ نوش فرمالیتے تھے۔

تخریج جامع الترمذي - الصوم (٦٩٤) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٦٤)

شرح الحديث وما يستفاد منه كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ الخ کہ آپ ﷺ نماز مغرب سے قبل چند کھجوروں سے افطار فرماتے۔ شراح نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ ہے تعجیل افطار کے مستحب ہونے پر کہ فرض نماز سے پہلے افطار فرماتے تھے، نیز یہ بھی کہا جائے گا کہ اس میں اشارہ ہے تعجیل صلاۃ مغرب کی طرف بھی جیسا کہ ظاہر ہے، ورنہ تو با قاعدہ تعشی کے بعد آپ ﷺ نماز ادا فرماتے، چنانچہ الدر المنضود جلد اول بَابٌ أَيُصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ؟

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٤ ص ٤٢٣، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ١٥٩

[2] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب يفطر بما يسير عليه بالماء أو غيره ١٨٥٥

[3] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٤ ص ٤٢٣

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ٧٩

میں تقدیم عشاء علی العِشاء والی حدیث پر کلام کرتے ہوئے گزرا ہے کہ علامہ دسوقیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے تقدیم عشاء والی حدیث کو اختیار ہی نہیں کیا، عمل اہل مدینہ کی وجہ سے، چنانچہ وہ تقدیم عشاء کے قائل نہیں (بلکہ تقدیم صلاۃ کے) البتہ الشراح الکبیر میں لکھا ہے کہ صائم کیلئے مستحب ہے کہ وہ غروب کے بعد صلاۃ مغرب سے پہلے چند کھجوروں سے روزہ افطار کرلے اور پھر باقاعدہ تعشی نماز مغرب کے بعد کرے، اھ [1]، والحدیث أخرجه أیضاً أحمد وابن ماجه والحاکم، والترمذی وقال حسن غریب (قاله في المنهل [2])۔

۲۲۔ بَابُ الْقَوْلِ عِنْدَ الْإِفْطَارِ

افطار کے وقت کی دعا کا بیان

۲۳۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى أَبُو مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ سَالِمٍ الْمُقَفَّعَ [3]، قَالَ: «رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ» وَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: «ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ».

ترجمہ حضرت مروان بن سالم المقفع سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر جو بال زیادہ ہوتے اس کو کاٹ دیتے اور انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تو ذَهَبَ الظَّمَأُ الخ فرماتے یعنی یہ فرماتے کہ پیاس بجھ گئی اور رگیں تر و تازہ ہو گئیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ثواب ثابت ہو گیا۔

تخریج صحیح البخاري - اللباس (۵۵۵۳) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۵۷)

شرح الحدیث **ڈاڑھی کی مقدار شرعی:** مروان بن سالم کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمرؓ صحابی کو دیکھا کہ وہ اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی سے پکڑتے تھے اور جو حصہ ایک مشت سے زائد ہوتا تھا اس کو کاٹ دیتے تھے۔

مروان نے اپنے اس مشاہدہ کو بیان کرکے گویا اشارہ کیا اپنے تابعی ہونے کی طرف، پھر آگے وہ ان سے جو حدیث بیان کرنا چاہتے تھے اس کو روایت کرتے ہیں کہ

روزہ افطار کی دعاء: ابن عمرؓ نے فرمایا کَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ

---

[1] حاشية الدسوقي على الشرح الكبير — ج ۱ ص ۵۱۵

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۱۰ ص ۸۰

[3] یہاں پر بذل کے نسخہ میں المقلع ہے، جبکہ صحیح اس مقام پر المقفع ہے جیسا کہ محمد محیی الدین عبد الحمید کے محقق نسخہ میں یہاں موجود ہے، اور اسی کی جانب شارح نے ان الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ هكذا في أكثر النسخ بتقديم الفاء على القاف، وهو تحريف من النساخ، والصواب "المقفع" بتقديم القاف على الفاء كما في التقريب التهذيب (ص ۹۳۱) وغيره، ۱۲۔

العُرُوقُ، وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ اور اس کے بعد والی روایت مرسلہ میں یہ دعاء آرہی ہے: كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ، کتاب الاذکار میں ابن السنیؒ کے حوالہ سے ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ لَكَ صُمْنَا، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْنَا، فَتَقَبَّلْ مِنَّا، إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ»[1]، حضرت شیخؒ نے حاشیہ بذل میں روضة المحتاجين سے نقل فرمایا ہے کہ دعاء مذکور میں وَبِكَ آمَنْتُ اور ایسے ہی وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اس زیادتی کی کوئی اصل نہیں ہے اگرچہ معنی اس کے صحیح ہے لیکن اسی کتاب سے ایک دوسری جگہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زیادتی دوسری روایت میں موجود ہے، اھ[2]۔

اس روایت میں یہ جو ابن عمرؓ کے بارے میں آیا ہے: يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ، اسکا ذکر ہمارے یہاں کتاب الطهارة میں عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الحدیث[3] کے تحت گزر چکا ہے، بخاری میں ہے تعلیقا: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ[4]، حديث ابن عمر أخرجه أيضا النسائي والحاكم والبيهقي والدارقطني۔ والحديث الثاني أخرجه البيهقي من طريق المصنف، وأخرجه الطبراني في الأوسط عن أنس بن مالك قوله في المنهل (ج ١٠ ص ٨١-٨٢)۔

۲۳۵۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ، أَنَّهُ بَلَغَهُ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: «اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ»۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن زہرہؒ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ روزہ کھولتے تو فرماتے: اے اللہ! میں نے آپ ہی کیلئے روزہ رکھا اور آپ کے رزق سے میں نے روزہ کھولا۔

۲۳ - بَابُ الْفِطْرِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

غروبِ آفتاب سے قبل روزہ افطار کر لیا جائے؟

۲۳۵۹ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: «أَفْطَرْنَا يَوْمًا فِي رَمَضَانَ فِي غَيْمٍ، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ»، قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: قُلْتُ لِهِشَامٍ: "أُمِرُوا بِالْقَضَاءِ، قَالَ: وَبُدٌّ مِنْ ذَلِكَ"۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ ہم نے عہدِ نبوی میں رمضان المبارک میں ایک روز بادل کی

[1] عمل اليوم والليلة لابن السني رقم الحديث ٤٨٠ - ص ٢٨٨
[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ١٦٢
[3] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب السواك من الفطرة ٥٣
[4] صحيح البخاري - كتاب اللباس - باب تقليم الأظفار ٥٥٥٣

وجہ سے روزہ افطار کیا۔ پھر آفتاب نکل آیا۔ ابو اسامہ نے کہا کہ میں نے ہشام سے کہا کہ پھر تو روزے کی قضا کا حکم ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ روزے کی قضا تو لازمی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٥٨) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٥٩) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٧٤)

شرح الحديث یعنی ایک مرتبہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بادل کے دن روزہ افطار کر لیا (یہ سمجھ کر کہ غروب ہو چکا) لیکن پھر سورج ظاہر ہو گیا، اس پر شاگرد نے استاذ سے پوچھا کہ پھر اس روزہ کی قضا بھی کی گئی؟ انہوں نے فرمایا: وَبُدٌّ مِنْ ذَلِكَ؟ کیا بغیر اس کے کوئی چارہ تھا، یعنی قضا ضروری ہے۔

ائمہ اربعہ کا مذہب وجوب قضا ہے اس میں داود ظاہری، اسحاق بن راہویہ وغیرہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک قضاء نہیں، حافظؒ نے بھی فتح الباری میں لکھا ہے: وهي مسألة خلافية واختلف قول عمر فيها كما سيأتي [1]۔

حدیث الباب میں اختلاف روایتین: یہ ترجمۃ الباب اور حدیث اسی طرح بروایت أبو أسامة عن هشام بن عروة صحیح بخاری میں بھی ہے ولفظه: قيل لهشام فأمروا بالقضاء؟ قال: بدٌّ من قضاء؟ وقال معمر سمعت هشاما يقول: لا أدري أقضوا أم لا [2]، گویا ہشام کے ایک شاگرد یعنی اسامہ نے تو ان سے یہ نقل کیا کہ بغیر قضاء کے چارۂ کار نہیں، اور ان کے دوسرے شاگرد معمر نے ان سے ان کا یہ جواب نقل کیا کہ مجھے معلوم نہیں صحابہ نے اس روزہ کی قضاء کی یا نہیں۔ حافظؒ نے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ ان کا یہ فرمانا کہ بغیر قضاء کے چارہ کار نہیں، یہ انہوں نے کسی دلیل کی بنا پر فرمایا یعنی من حيث المسئلة اور معمر کی روایت میں جو ان کا جواب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت اسماء جو قصہ بیان کر رہی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا اسکے بارے میں مجھے علم نہیں کہ قضاء ثابت ہے یا نہیں [3]؟

مسئلۃ الباب میں حضرت عمرؓ کا مسلک: حافظؒ نے فتح الباری میں حضرت عمرؓ کے واقعہ میں جب کہ انہوں نے روزہ افطار کر لیا تھا اور پھر سورج ظاہر ہو گیا تھا اس بارے میں دو مختلف روایتیں مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ سے نقل کی ہیں، چنانچہ ایک روایت میں تو یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: وَاللهِ لَا نَقْضِيهِ وَمَا تَجَانَفْنَا الْإِثْمِ [4]، یعنی اس روزہ کی ہم پر قضاء نہیں ہے ہم نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: الْخَطْبُ يَسِيرٌ وَقَدِ اجْتَهَدْنَا نَقْضِي يَوْمًا [5] کہ اس میں گناہ کی کوئی بات نہیں ہوئی اجتہادی غلطی ہے ایک روزہ کی قضا کر لیں گے، حافظ ابن حجرؒ اس مسئلہ میں

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٢٠٠

[2] صحيح البخاري — كتاب الصوم — باب إذا أفطر في رمضان ثم طلعت الشمس ١٨٥٨

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٢٠٠

[4] السنن الكبرى للبيهقي — كتاب الصيام — باب من أكل وهو يرى أن الشمس قد غربت ثم بان أنها لم تغرب ٨٠١٦ (ج ٤ ص ٣٦٧-٣٦٨)

[5] المصنف عبد الرزاق — كتاب الصيام — باب الإفطار في يوم مغيم ٧٤٢٢ (ج ٤ ص ١٣٨ دار الكتب العلمية الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ)

اختلاف علماء لکھنے کے بعد جمہور کے مسلک کی تائید اس طرح کرتے ہیں کہ اگر انیتس شعبان کو رمضان کا چاند نظر نہ آئے اور اس بنا پر صبح کو لوگ روزہ نہ رکھیں اور پھر بعد میں یہ ثابت ہو جائے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو قضا بالاتفاق واجب ہے پس اسی طرح یہ دوسرا مسئلہ بھی ہے [1]، والحديث أخرجه أيضاً البخاري وابن ماجه والبيهقي والدارقطني وقال إسناده صحيح ثابت، قاله في المنهل [2]۔

٢٤۔ بَابٌ فِي الْوِصَالِ

مسلسل روزے رکھنے کا بیان

٢٣٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لگاتار (درمیان میں افطار کئے بغیر) روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ خود صوم وصال رکھتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں مجھے دن میں کھانا پینا پہنچتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٢) صحيح البخاري - الصوم (١٨٦١) صحيح مسلم - الصيام (١١٠٢) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٦٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٠٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١١٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٢٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٤٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥٣) موطأ مالك - الصيام (٦٧٠)

شرح الحدیث امام بخاریؒ نے اس سلسلہ میں دو باب قائم کئے ہیں: اولاً بَابُ الْوِصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ الخ، جس میں وہ احادیث لائے جن میں مطلقاً وصال سے منع کیا گیا ہے جیسے: لَا تُوَاصِلُوا [3] اور نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ [4]، اور دوسرا باب: بَابُ الْوِصَالِ إِلَى السَّحَرِ جس میں وہ ابو سعید خدریؓ کی حدیث لائے ہیں بلفظ: لَا تُوَاصِلُوا فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ [5]، امام ابو داودؒ یہ دونوں قسم کی روایات اس ایک باب میں لائے ہیں، بذل میں

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٢٠٠

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٨٤

[3] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب الوصال ومن قال ليس في الليل صيام ١٨٦٠

[4] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب الوصال ومن قال ليس في الليل صيام ١٨٦١

[5] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب الوصال إلى السحر ١٨٦٦

لکھا ہے، وصال یہ ہے کہ دو دن یا اس سے زائد روزہ کا تسلسل رات میں بغیر افطار کئے [1]، اور فتح الباری میں وصال کی تعریف میں لکھا ہے کہ لَيَالِي الصِّيَامِ میں بالقصد ان چیزوں کو ترک کرنا جن کو دو دن میں ترک کیا جاتا ہے [2]، لہٰذا اگر ان چیزوں کو اتفاقاً ترک کیا تو وصال نہ ہوگا، لیکن وصال میں جو ترک ہوتا ہے وہ عام ہے اس سے کہ پوری رات ہو یا بعض حصہ میں۔

صوم وصال کا حکم شرعی: پھر صوم وصال کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ ہے خواہ تمام رات ہو یا الی السحر، البتہ امام احمدؒ اور اسحاقؒ اور بعض شافعیہ جیسے ابن المنذر وابن خزیمہ، وجماعة من المالكية کے نزدیک وصال الی السحر جائز ہے، پھر ائمہ ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ کراہیت تحریمی ہے یا تنزیہی، حنفیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کما فی الدر المختار، اسی طرح مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک بھی اور شافعیہ کے نزدیک للتحریم، کما فی حاشية شرح الإقناع [3]۔

٢٣٦١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ بَكْرَ بْنَ مُضَرَ، حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ، فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ» قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: «إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنَّ لِي مُطْعِمًا يُطْعِمُنِي، وَسَاقِيًا يَسْقِينِي».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ تم لوگ پے در پے روزے وصال کے نہ رکھو۔ جو شخص وصال کا روزہ رکھنا چاہے اور روزہ ملانے کا ارادہ کرے تو وہ روزہ سحری کے وقت تک ملائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم جیسا نہیں ہوں بلاشبہ میرے لئے کھلانے پلانے والا ہے کہ وہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٦٢) صحيح البخاري - الصوم (١٨٦٦) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٦/٣) سنن الدارمي - الصوم (١٧٠٥)

شرح الحديث صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ بھی تو روزہ میں وصال فرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں میں تمہاری طرح نہیں ہوں اور ایک روایت میں ہے: وَأَيُّكُمْ مِثْلِي [4]، کہ تم میری طرح کہاں ہو، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ١٦٣

[2] هو الترك في ليالي الصيام لما يفطر بالنهار (فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ٢٠٢)

[3] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ١ ص ١٥٢ (ایچ ایم سعید کمپنی)

[4] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب التنكيل لمن أكثر الوصال ١٨٦٤

اس کی شرح میں شراح کے کئی قول ہیں: بعض نے اس کو حقیقت طعام وشراب پر محمول کیا، اور پھر اس پر جو اشکال ہوتا ہے کہ پھر وصال کہاں ہوا؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ طعام وشراب جنت والا ہے جو مفسد صوم نہیں، لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ طعام اور شراب سے مراد لازم طعام وشراب ہے یعنی جو قوت طعام اور شراب سے حاصل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بغیر طعام وشراب کے عطا فرماتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مقصود نفی احساس ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو معارف الہیہ اور تجلیات ربانیہ کا فیضان ہوتا ہے اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک و پیاس کا احساس نہیں ہوتا، والحدیث أخرجه أيضاً أحمد والبخاري ومسلم قاله في المنهل [1]۔

٢٥ - بَابُ الْغِيبَةِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کے لئے غیبت کرنے کا حکم

٢٣٦٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ، وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»، قَالَ أَحْمَدُ: «فَهِمْتُ إِسْنَادَهُ مِنَ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، وَأَفْهَمَنِي الْحَدِيثَ رَجُلٌ إِلَى جَنْبِهِ أُرَاهُ ابْنَ أَخِيهِ».

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بحالت روزہ جھوٹی گفتگو اور برے کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ محض اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ احمد بن یونس مصنفؒ کے استاد فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی سند ابن ابی ذئب سے سمجھی (لیکن حدیث کا متن ان سے نہ سمجھ سکا) اور اس کا متن مجھے اس شخص نے سمجھایا جو ابن ابی ذئب کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ان کا بھتیجا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٠٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٧١٠) جامع الترمذي - الصوم (٧٠٧) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٦٢) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٩)

٢٣٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الصِّيَامُ جُنَّةٌ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ، وَلَا يَجْهَلْ، فَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ، أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، إِنِّي صَائِمٌ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھے تو اس کو چاہیئے کہ فحش گفتگو نہ بکے اور جہالت والا کام نہ کرے۔ اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے یا گالیاں دے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں (یعنی غیبت اور فحش کلام سننے سے بھی گریز کرے)۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود – ج ١٠ ص ٨٩

تخریج: صحيح البخاري-الصوم (١٧٩٥) صحيح البخاري-الصوم (١٨٠٥) صحيح مسلم-الصيام (١١٥١) جامع الترمذي-الصوم (٧٦٤) سنن النسائي-الصيام (٢٢١٥) سنن النسائي-الصيام (٢٢١٦) سنن النسائي-الصيام (٢٢١٧) سنن النسائي-الصيام (٢٢٢٨) سنن النسائي-الصيام (٢٢٢٩) سنن أبي داود-الصوم (٢٣٦٣) سنن ابن ماجه-الصيام (١٦٩١) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٧) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٣١٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٠٠) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٠٢) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤١٤) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٤٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٦١) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٦٢) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٦٥) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٤) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٧) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٨٠) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٥) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٢/٥٠٤) موطأ مالك-الصيام (٦٨٩) سنن الدارمي-الصوم (١٧٧١)

شرح الأحاديث: زور کے معنی بعض نے باطل کے لکھے ہیں اور بعض نے اسکی تفسیر کذب اور بہتان کے ساتھ کی ہے جو شخص ترک نہ کرے قول زور اور اس پر عمل یعنی ناجائز اور حرام کام کا ارتکاب، قولاً ہو یا عملاً، تو اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کے کھانا پینا چھوڑنے کی حاجت نہیں، مراد عدم التفات اور عدم مبالات ہے جو کنایہ ہے عدم قبول سے، نیز اس حدیث میں اشارہ ہے کہ جو شخص قول باطل اور عمل حرام سے روزہ کی حالت میں نہ بچے اس کا روزہ اس قابل نہیں کہ اس کو روزہ سے تعبیر کیا جائے، چنانچہ حدیث میں بجائے فليس الله حاجة في صومه کے ترک طعام و شراب کا لفظ فرمایا، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے: رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ، وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ، رواه النسائي وابن ماجه عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه [1]۔

اور آگے دوسری حدیث میں آرہا ہے إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ، وَلَا يَجْهَلْ، فَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ، أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، إِنِّي صَائِمٌ، یرفث، ضم فاء اور کسر فاء دونوں طرح صحیح ہے، یعنی کلام فاحش، بے حیائی کی باتیں، اور بے ہودہ گوئی ویطلق الرفث ایضاً علی الجماع ومقدماته، اور جہالت کے کام نہ کرے، جہل کے معنی جسطرح عدم علم کے آتے ہیں، جاہلانہ حرکت کے بھی آتے ہیں، کما فی قوله:

أَلَا لَا يَجْهَلَنْ أَحَدٌ عَلَيْنَا فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَا

پھر آگے حدیث میں ہے کہ اگر روزہ دار سے کوئی شخص جھگڑے اور اس کے ساتھ گالی گلوچ کرے تو اُس کو چاہیئے کہ یوں کہہ دے کہ میرا روزہ ہے، بعض کی رائے ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس گالی دینے والے سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے میرے ساتھ نہ جھگڑ، اور بعض نے کہا کہ یہ مراد ہے کہ اپنے نفس سے کہہ دے اور اس کو سمجھا دے، حکی القولین الامام الخطابیؒ، امام نوویؒ نے پہلے مطلب کو راجح قرار دیا ہے کتاب الاذکار میں اور شرح مہذب میں فرمایا: والقول باللسان أقوى ولو جمعهما

---

[1] سنن ابن ماجه-كتاب الصيام-باب ماجاء في الغيبة والرفث للصائم ١٦٩٠. سنن النسائي الكبرى-كتاب الصيام-باب ما ينهى عنه الصائم من قول الزور والغيبة الخ ٣٢٤٩ (ج٢ ص٢٣٩، دار الكتب العلمية الطبعة الأولى ١٤١١ھ)

لکان حسناً[1]، لیکن امام رافعیؒ نے اکثر ائمہ سے دوسرا قول ہی نقل کیا ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر رمضان کا روزہ ہے تو زبان سے کہے اور اگر نفلی ہے تو اپنے دل میں کہے، اھ مختصراً من الأوجز۔

مصنفؒ نے ترجمہ قائم کیا تھا غیبت کے ساتھ، حدیث میں اگرچہ صریح لفظ غیبت مذکور نہیں لیکن قَوْلَ الزُّوْرِ، یعنی قول باطل وحرام اپنے عموم کی بنا پر غیبت کو بھی شامل ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ کلام فاحش اور گالی گلوچ سے روزہ کا ثواب کم ہوتا ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ان چیزوں سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں، سفیان ثوری اور اوزاعی سے منقول ہے کہ غیبت مفسد صوم ہے۔ الحدیث الأول أخرجه أيضاً أحمد والبخاري وابن ماجه والترمذي والنسائي والبيهقي. والحديث الثاني أخرجه أيضاً مسلم والبيهقي، وأخرجه مالك في المؤطا. والترمذي ومسلم والبخاري مطولاً قاله في المنهل[2]۔

٢٦ - بَابُ السِّوَاكِ لِلصَّائِمِ

بحالت روزہ مسواک کرنے کا بیان

٢٣٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ». زَادَ مُسَدَّدٌ مَا لَا أَعُدُّ، وَلَا أُحْصِي.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو روزہ (کی حالت) میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔ مسدد نے اضافہ کیا کہ اتنی مرتبہ کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (٧٢٥) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٦٤).

شرح الحدیث: عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا حضور ﷺ کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے جبکہ آپ ﷺ صائم ہوتے تھے۔

سواک للصائم میں مذاہب ائمہ: اس حدیث سے روزہ دار کیلئے سواک کا استحباب معلوم ہو رہا ہے مطلقاً، قبل الزوال ہو یا بعد الزوال، ائمہ میں سے امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہی ہے، دوسرے ائمہ کا اس میں اختلاف ہے ...... امام شافعیؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ استحباب سواک قبل الزوال، اور بعد الزوال کراہت، اور امام مالکؒ کے نزدیک رطب ویابس کا فرق ہے یعنی اگر مسواک تر ہے تو مکروہ اور خشک ہے تو مکروہ نہیں، امام احمدؒ نے ان دونوں مذہبوں کو جمع کر دیا، یعنی قبل الزوال کراہت

---

[1] المجموع شرح المهذب - ج٦ ص٣٥٦

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج١٠ ص٨٨، ٩٠

ہے صرف تر مسواک کی اور بعد الزوال مطلقاً تر ہو یا خشک، اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے جیسا کہ بذل میں بدائع الصنائع سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک استیاك بالسواك المبلول (یعنی جس کو پانی میں تر کیا گیا ہو) مکروہ ہے جس کی وجہ وہ یہ فرماتے ہیں فیہ إدخال الماء في الفم من غیر حاجة، صاحب بدائع فرماتے ہیں، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، خَيْرُ خِلَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ[1]، جس میں مبلول اور غیر مبلول کی کوئی قید نہیں، اھ[2]۔

تنبیہ: امام ترمذیؒ حدیث الباب کے بعد فرماتے ہیں: وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: لَا يَرَوْنَ بِالسِّوَاكِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا، إِلَّا أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ العِلْمِ كَرِهُوا السِّوَاكَ لِلصَّائِمِ بِالعُودِ وَالرُّطَبِ، وَكَرِهُوا لَهُ السِّوَاكَ آخِرَ النَّهَارِ، وَلَمْ يَرَ الشَّافِعِيُّ بِالسِّوَاكِ بَأْسًا أَوَّلَ النَّهَارِ وَلَا آخِرَهُ، وَكَرِهَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ السِّوَاكَ آخِرَ النَّهَارِ اھ، امام ترمذیؒ امام شافعیؒ کا مسلک مطلقاً استحباب سواک فرمارہے ہیں، لیکن یہ خلاف مشہور ہے، مشہور مذہب ان کا وہی ہے جو لکھا گیا، صحیح بخاری میں ہے ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حالت صوم میں تر مسواک میں کچھ مضائقہ نہیں، قِيلَ لَهُ طَعْمٌ قَالَ وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ وَأَنْتَ تُمَضْمِضُ بِهِ[3]، یعنی کسی نے ان سے کہا تر لکڑی کی مسواک میں تو لکڑی کا کچھ ذائقہ ہوتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ پانی میں بھی تو ذائقہ ہوتا ہے اور تم اس سے روزہ کی حالت میں کلی کرتے ہو۔

اس مسئلہ میں شافعیہ کا استدلال: شافعیہ کا استدلال قبل الزوال وبعد الزوال میں اس مشہور حدیث سے ہے: لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ[4]، انکا طریق استدلال یہ ہے کہ روزہ کی وجہ سے روزہ دار کے منہ میں جو بدبو پیدا ہوتی ہے وہ بعد الزوال پیدا ہونی شروع ہوتی ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے، اور مسواک سے اسکا ازالہ ہوتا ہے، اسکا مشہور جواب یہ ہے کہ خلوف اس بدبو کو کہتے ہیں جو خلو معدہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جسکا ازالہ مسواک سے نہیں ہوتا، مسواک سے صرف ظاہر فم کی بو کا ازالہ ہوتا ہے خود حافظؒ نے بھی اسکا اعتراف کیا ہے کہ شافعیہ کا استدلال اس حدیث سے درست نہیں۔

فائدہ: امام نسائیؒ نے ابواب السواك میں ایک باب اس عنوان سے بھی قائم کیا ہے الرُّخْصَةُ فِي السِّوَاكِ بِالْعَشِيِّ لِلصَّائِمِ، اس کے تحت میں وہ یہ حدیث لائے ہیں: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ[5]، یہ ان کا ایک

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ» (سنن ابن ماجه - كتاب الصيام - باب ما جاء في السواك والكحل للصائم ١٦٧٧)

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع - ج ٢ ص ١٠٦، و بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ١٧٢

[3] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب اغتسال الصائم تعليقاً ١٩٢٩

[4] صحيح البخاري - كتاب اللباس - باب ما يذكر في المسك ٥٥٨٣، و صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب فضل الصيام ١١٥١

[5] سنن النسائي - كتاب الطهارة - باب الرخصة في السواك بالعشي للصائم ٧

لطیف استنباط ہے کیونکہ اس حدیث میں آپ ﷺ حصر فرمارہے ہیں کہ ہر نماز کے وقت میرے لئے امر بالسواک سے کوئی چیز مانع نہیں سوائے خوف مشقت کے، معلوم ہوا صوم بھی کسی وقت سواک سے مانع نہیں، وحدیث الباب أخرجه أحمد، والبیهقي وابن خزیمه في صحیحه والترمذي وقال حسن، والبخاري تعلیقاً قاله في المنهل [1]۔

٢٧- بَابُ الصَّائِمِ يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ مِنَ الْعَطَشِ وَيُبَالِغُ فِي الِاسْتِنْشَاقِ

روزہ رکھنے والے شخص کے سر پر پیاس کی وجہ سے پانی ڈالنا اور ناک میں مبالغہ سے پانی ڈالنے کی ممانعت کا بیان

٢٣٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ النَّاسَ فِي سَفَرِهِ عَامَ الْفَتْحِ بِالْفِطْرِ، وَقَالَ: «تَقَوَّوْا لِعَدُوِّكُمْ» ، وَصَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ: الَّذِي حَدَّثَنِي لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ، وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ، أَوْ مِنَ الْحَرِّ.

ترجمہ: حضرت سُمی مولی ابی بکر بن عبد الرحمٰن حضرت ابو بکر صدیقؓ سے نقل کرتے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ نے ایک صحابی رسول سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا جس سال مکہ معظمہ فتح ہوا آپ نے لوگوں کو دورانِ سفر روزہ کھول دینے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے دشمن سے مقابلہ کیلئے طاقت اور قوت حاصل کرو۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جنہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان فرمائی ان ہی صحابی نے فرمایا کہ بلاشبہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ (مقام) عرج میں روزہ کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے تا کہ پیاس اور گرمی کی شدت میں کمی آجائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصوم (٢٣٦٥) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٧٥/٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٦٣/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨٠/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠٨/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٣٠/٥) موطأ مالك - الصيام (٦٥٤)

شرح الحدیث: یہاں پر یہ حدیث مختصر ہے آگے بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی ایک روایت میں اس طرح ہے وہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ والے سال رمضان کے مہینہ میں ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، آپ ﷺ نے ایک منزل پر پہنچ کر جبکہ آپ ﷺ خود تو روزہ سے تھے مگر صحابہؓ سے فرمایا: إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ [2] کہ اب تم دشمن کے قریب پہنچ گئے ہو (گویا مقابلہ کا وقت آرہا ہے) ایسی صورت میں افطار تمہارے لئے موجب قوت ہوگا، پھر آگے حدیث الباب میں یہ ہے صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا مقام عرج میں (یہ مکہ مدینہ کے

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٩٢

[2] سنن أبي داود - كتاب الصوم - باب الصوم في السفر ٢٤٠٦

درمیان ایک منزل کا نام ہے) کہ آپ ﷺ اپنے سر مبارک پر پانی بہا رہے تھے جب کہ آپ ﷺ صائم تھے، پیاس یا گرمی کی وجہ سے۔

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ روزہ دار کیلئے روزہ کی حالت میں پیاس اور گرمی کی تخفیف کیلئے غسل کرنا یا سر پر پانی بہانا یا تر کپڑا سر پر رکھنا جائز ہے، یہی جمہور کی رائے ہے، حنفیہؒ میں سے امام ابو یوسفؒ کی بھی یہی رائے ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے کما فی البذل عن البدائع [1]، پس یہ حدیث ان کے خلاف ہوئی اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک کراہت اس صورت میں ہے جبکہ ایسا کرنا إظهاراً للضجر (روزہ سے اکتا اور گھبرا کر) ہو، اور اگر اظہار ضعف و عجز کے طور پر ہو تب نہیں، والحديث أخرجه مالك في الموطأ والشافعي في مسنده وأحمد والنسائي والحاكم والبيهقي وصححه ابن عبد البر. قاله في المنهل [2]۔

۲۳۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَالِغْ فِي الاسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا».

ترجمہ لقیط بن صبرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو لیکن اگر تم روزہ سے ہو تو (مبالغہ) نہ کرو (ایسا نہ ہو کہ ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنے سے دماغ میں پانی پہنچ جائے)۔

تخریج جامع الترمذي - الصوم (۷۸۸) سنن النسائي - الطهارة (۸۷) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۶۶) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (۴۰۷) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (۴/۳۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (۴/۲۱۱)

شرح الحديث یہ حدیث مطولاً کتاب الطہارۃ [3] میں گزر چکی، اس حدیث میں حالت صوم میں مبالغہ فی الاستنشاق سے منع کیا گیا ہے ترجمۃ الباب میں دو جزء تھے ایک جزء کے مناسب باب کی پہلی حدیث ہے، دوسرے جزء کے مناسب یہ حدیث ثانی، مبالغہ فی الاستنشاق کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس صورت میں احتمال ہے وصول ماء الی الدماغ کا جو کہ مفسد صوم ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے مبالغہ کیا اور اسکی وجہ سے پانی جوف دماغ تک پہنچ گیا یعنی خطاً تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائیگا اور اسکے ذمہ اسکی قضا واجب ہوگی، اور امام احمد و اسحاق و اوزاعی کے نزدیک فاسد نہ ہوگا، خطا کو نسیان پر قیاس کرتے ہوئے، اور امام شافعی سے دونوں روایتیں ہیں فساد صوم اور عدم فساد، مزنی فساد کے قائل ہیں، اور دوسرے اصحاب شافعی عدم فساد کے۔

اصل کلی مستفاد من الحدیث: اس حدیث سے ہمارے فقہاء نے یہ قاعدہ مستنبط کیا ہے کہ کسی چیز کا جوف دماغ یا جوف بطن تک پہنچنا مفسد صوم ہے، اور پھر اس اصول پر ہمارے زمانہ کے دو مسئلے متفرع ہوتے ہیں، مسئلہ شرب الدخان (تمبا

---

[1] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع - ج ۲ ص ۱۰۷، و بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۱ ص ۱۷۴

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۱۰ ص ۹۳

[3] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب في الاستنثار ۱۴۲

نوشی حقہ سگریٹ وغیرہ پینا) دوسرا مسئلہ انجکشن کا، پہلے مسئلہ میں تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ مفسد صوم ہے، البتہ مسئلہ ثانیہ یعنی انجکشن کے بارے میں علماء عصر کا اختلاف ہو رہا ہے لیکن راجح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ وہ مفسد صوم نہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ اس وقت فاسد ہوتا ہے جب کوئی چیز جوف بطن یا جوف دماغ تک منافذ اصلیہ کے ذریعہ پہنچائی جائے، اور انجکشن کا حال یہ ہے کہ بعض انجکشن تو ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ دوا جوف دماغ یا جوف بطن تک پہنچتی ہی نہیں، اور بعض گو ایسے ہیں جن سے دوا وہاں تک پہنچ جاتی ہے لیکن یہ پہنچنا منافذ اصلیہ سے نہیں ہے بلکہ عروق یعنی رگوں کے راستہ سے پہنچتی ہے اور وہ منافذ اصلیہ میں سے نہیں ہیں۔ والحديث أخرجه أيضًا النسائي وابن ماجه في الوضوء وأخرجه الترمذي في الصيام، وللبيهقي نحو حديثه قاله في المنهل[1]۔

۲۸۔ بَابٌ فِي الصَّائِمِ يَحْتَجِمُ

روزہ دار شخص کے پچھنے لگانے کا بیان

یہاں پر دو چیزیں ہیں: ① احتجام في الصوم اور اس میں مذاہب ائمہ، ② دوسری بحث دلیل مسئلہ۔

بحث اول (احتجام فی الصوم میں مذاہب اربعہ) جاننا چاہئے کہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، منع اور جواز کے اعتبار سے، اسی لئے مصنف نے یہاں دو باب قائم کئے ہیں، پہلے باب میں منع کی روایات، اور دوسرے باب میں رخصت اور جواز کی روایات ذکر کی ہیں، ابن رشدؒ نے "بداية المجتهد" میں، اس میں علماء کے تین مذاہب لکھے ہیں:

① حالت صوم میں حجامت سے بچنا واجب ہے اور یہ کہ وہ مفطر صوم ہے، اس کے قائل ہیں امام احمدؒ، داؤد ظاہریؒ، اوزاعیؒ، اسحاق بن راہویہؒ۔

② دوسرا قول کراہت ہے اور یہ کہ وہ مفطر صوم نہیں، اس کے قائل ہیں امام مالک وشافعیؒ اور سفیان ثوریؒ۔

③ عدم کراہت کہ بلا کراہت جائز ہے، اس کے قائل ہیں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب وسبب اختلافهم: تعارض الآثار الواردة في ذلك[2] الى آخره۔

اسی طرح امام ترمذیؒ نے بھی اس پر دو باب قائم کئے ہیں: منع اور جواز دونوں کے۔ امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ سے اولاً ان کا یہ قول نقل کیا کہ اگر کوئی شخص حالت صوم میں پچھنے لگوائے تو میں اس کو مفطر نہیں سمجھتا لیکن میرے نزدیک اس سے بچنا بہتر ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی یہ رائے اس وقت تھی جب وہ بغداد میں تھے اور مصر میں جانے کے بعد وہ رخصت کی طرف مائل ہو گئے تھے اور اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے، اور دلیل میں یہ فرمایا کہ حضور ﷺ سے حجۃ الوداع

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۱۰ ص ۹۳۔

[2] ابن رشدؒ نے جو مذاہب لکھے ہیں ان میں تسامح ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ (بداية المجتهد ونهاية المقتصد — ج ۱ ص ۲۹۰-۲۹۱)

میں بحالت صوم احتجام ثابت ہے ❶، اور علامہ طیبیؒ شافعی نے اس میں تین مذہب لکھے ہیں: امام احمدؒ واسحاق کے نزدیک مفسد صوم ہونا، اور مسروقؒ، حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کے نزدیک کراہت اور اکثر علماء کا مذہب جس میں انہوں نے امام مالکؒ، شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ کو بھی شمار کیا ہے عدم کراہت لکھا ہے ❷، امام محمدؒ نے مؤطا میں حنفیہ کا مسلک عدم کراہت لکھا ہے بشرطیکہ ضعف لاحق ہونے کا خوف نہ ہو ورنہ مکروہ اھ، مولانا عبدالحیٔ صاحب نے اسکی تائید میں بحوالہ طحاوی اس قسم کی متعدد روایات ذکر کی ہیں کہ صائم کیلئے حجامت کی کراہت ضعف کیوجہ سے ہے، اور پھر مولانا نے حازمی (في "الناسخ والمنسوخ") سے امام مالکؒ اور شافعیؒ کا مسلک بھی یہی نقل کیا ہے ❸، اور اسی طرح مذاہب حضرت شیخؒ نے أوجز ❹ میں لکھے ہیں، یعنی حنفیہ اور ❺ مالکیہ کے نزدیک کراہت عند خوف ضعف، پس حاصل یہ کہ امام احمدؒ کے نزدیک مفسد صوم اور مسروقؒ وحسن بصریؒ وابن سیرینؒ کے نزدیک کراہت مطلقا، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک خوف ضعف کیوقت کراہت ورنہ اباحت، اور امام شافعیؒ کا مسلک امام ترمذیؒ کے کلام میں گزر چکا کہ شروع میں وہ اولویت ترک کے قائل تھے اور بعد میں رخصت کے۔

٢٣٦٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ يَعْنِي الرَّحَبِيَّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ». قَالَ شَيْبَانُ: أَخْبَرَنِي أَبُو قِلَابَةَ، أَنَّ أَبَا أَسْمَاءَ الرَّحَبِيَّ، حَدَّثَهُ، أَنَّ ثَوْبَانَ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے (روزہ کی حالت میں) سینگی لگائی تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور جس کی سینگی لگائی گئی (اس کا بھی روزہ ٹوٹ گیا) شیبان نے کہا کہ ابو قلابہ کے واسطہ سے ابو اسماء الرحبی نے حضرت ثوبانؓ سے اس حدیث کو مرفوعاً نقل کیا۔

٢٣٦٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ الْجَرْمِيُّ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّ شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ، بَيْنَمَا هُوَ يَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے اور بقیہ روایت حسب سابق ہے۔

---

❶ جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب كراهية الحجامة للصائم ٧٧٤.

❷ شرح الطيبي على مشكاة المصابيح - ج٥ ص١٥٩٥

❸ التعليق الممجد على موطأ محمد - ج٢ ص١٩٢-١٩٤

❹ أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج٥ ص١٧٤

❺ ففي كتاب الكافي لابن عبد البر: ولا بأس بالحجامة للصائم إذا لم يخش الضعف عن تمام صومه. اهـ الكافي في فقه أهل المدينة - ص١٣٠)

تخریج سنن أبي داود - الصوم (٢٣٦٧) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٤/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٥/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٧/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٠/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٢/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٣/٥) سنن الدارمي - الصوم (١٧٣٠)

٢٣٦٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى رَجُلٍ بِالْبَقِيعِ، وَهُوَ يَحْتَجِمُ، وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي لِثَمَانِ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَ: «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، بِإِسْنَادِ أَيُّوبَ، مِثْلَهُ.

ترجمہ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ (مقام) بقیع میں ایک شخص کے پاس تشریف لائے وہ شخص سینگی لگا رہا تھا اور آپ ﷺ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ رمضان کی ۱۸ تاریخ تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سینگی لگانے والے شخص نے اور جس کے سینگی لگائی گئی دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ خالد الحذاء نے ابو قلابہ سے اسی طرح روایت کیا ہے جسطرح ایوبؒ نے روایت ابو قلابہ سے نقل کی ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (٢٣٦٩) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٤/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٥/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٣/٥) سنن الدارمي - الصوم (١٧٣٠)

٢٣٧٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مَكْحُولٌ، أَنَّ شَيْخًا مِنَ الْحَيِّ قَالَ عُثْمَانُ: فِي حَدِيثِهِ مُصَدَّقٌ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ».

ترجمہ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سینگی لگانے والے شخص نے اور جس شخص کو سینگی لگائی ہو دونوں نے روزہ توڑ دیا۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (٢٣٧٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٧/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٠/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٢/٥)

٢٣٧١ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ.

ترجمہ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا ابن ثوبان نے اپنے والد کے واسطہ سے مکحول سے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصوم (۲۳۷۱) سنن ابن ماجه - الصيام (۱۶۸۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۷۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۷۷/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۸۰/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۸۲/۵)

شرح الأحاديث: **بحث ثانیہ** (کلام علی الدلائل): امام ابو داودؒ نے باب اول میں أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ اولاً حضرت ثوبانؓ کی حدیث ثانیاً شداد بن اوسؓ کی حدیث ذکر فرمائی، اور امام ترمذیؒ نے یہی حدیث أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ رافع بن خدیجؓ کی روایت سے ذکر کرنے کے بعد فرمایا: وَفِي الْبَابِ سَعْدٍ وَعَلِيٍّ، وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، وَثَوْبَانَ، وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَعَائِشَةَ، وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، وَيُقَالُ: ابْنُ سِنَانٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي مُوسَى، وَبِلَالٍ: قَالَ أَبُو عِيسَى: «وَحَدِيثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ» [1]۔

اسکے بعد امام ابو داودؒ نے دوسرے باب بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ میں اولاً ابن عباسؓ کی حدیث (۲۳۷۲) أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ، اور دوسرے طریق (۲۳۷۳) میں احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں پچھنے لگوائے بحالت صوم، یہ حدیث باب اول کی حدیث کے خلاف ہے اس سے جواز حجامت فی الصوم معلوم ہورہا ہے، اسی لئے مصنف نے اس پر رخصت کا باب قائم فرمایا، اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کون سی زیادہ صحیح ہے۔

حدیث ثوبانؓ اور حدیث ابن عباسؓ کی تخریج: پس جاننا چاہئے کہ باب اول والی حدیث أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ یہ سنن کی روایت ہے اور صحیحین میں سے کسی میں نہیں ہے، البتہ امام بخاریؒ نے اس کو ترجمۃ الباب [2] کے تحت تعلیقاً ذکر فرمایا ہے اور وہ بھی بصیغہ تمریض یعنی وَيُرْوَى، اور حدیث رخصت یعنی حدیث ابن عباسؓ یہ بچند وجوہ مروی ہے:

① احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ ② احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ

③ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

صحیح بخاری [3] میں تو یہ حدیث ان سب طرح مذکور ہے، اور صحیح مسلم میں صرف آخری صورت یعنی احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ [4]، الحاصل بخاری کی روایت میں ابن عباسؓ کی حدیث میں احتجام فی الصوم، اور احتجام فی الاحرام دونوں مذکور ہیں، اسی لئے امام بخاریؒ اس حدیث کو کتاب الحج اور صوم دونوں جگہ لائے ہیں، اور مسلم شریف کی روایت میں چونکہ صرف احتجام فی الاحرام مذکور ہے اسی لئے وہ اس کو صرف کتاب الحج میں لائے ہیں اس تخریج سے معلوم ہوا کہ حدیث ابن عباسؓ، جو جواز پر

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب كراهية الحجامة للصائم ۷۷٤

[2] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب الحجامة والقيئ للصائم

[3] صحيح البخاري - كتاب الصوم باب الحجامة والقيئ للصائم ۱۸۳٦-۱۸۳۷

[4] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب جواز الحجامة للمحرم ۱۲۰۲

دلالت کرتی ہے وہ بخاری کی حدیث ہے اور حدیث أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ سے زیادہ صحیح ہے۔

تنبیہ: ترمذی میں حدیث اس طرح سے مروی ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: «احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ»: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ» [1]، اس پر تحفۃ الأحوذی میں لکھا ہے وأخرجه الشیخان مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ مسلم کی روایت میں احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ موجود نہیں ہے لہٰذا شیخین کی طرف اسکی نسبت صحیح نہیں ہے۔

جمہور کی طرف سے أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ کے جوابات: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاث جو جواز حجامت فی الصوم کے قائل ہیں، ان کی طرف سے أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ والی حدیث کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں، مولانا عبدالحی صاحبؒ نے التعلیق الممجد میں جمہور کی طرف سے اس کے دو جواب دیئے ہیں: ① اول یہ کہ یہ منسوخ ہے، اس لئے کہ اس حدیث کی بعض روایات میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے یہ حدیث فتح مکہ والے سال میں ارشاد فرمائی تھی، چنانچہ شداد بن اوسؓ جن کی روایت کا حوالہ امام ترمذیؒ نے وفی الباب کے تحت دیا ہے ان کی روایت اس طرح ہے: أَنَّهُ مَرَّ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْفَتْحِ عَلَى رَجُلٍ يَحْتَجِمُ لِثَمَانِ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَ: "أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ" [2]. أنه منسوخ لأنه كان زمن الفتح، وقد احتجم رسول الله صلى الله عليه وسلم عام حجة الوداع وهو صائم، اور بھی متعدد صحابہؓ جن کو امام ترمذیؒ نے وفی الباب کے تحت ذکر فرمایا ہے ان کی روایات میں اسی طرح ہے، اور حضور اقدس ﷺ کے احتجام کا قصہ جس کے راوی ابن عباسؓ ہیں وہ حجۃ الوداع کا ہے، لہٰذا حدیث الافطار بوجہ تقدم کے منسوخ اور حدیث ابن عباسؓ اس کیلئے ناسخ ہوئی، ② دوسرا جواب مولانا نے یہ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد حجامت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ، جیسا کہ ابن مسعودؓ وغیرہ صحابہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا گذر ایسے دو شخصوں پر ہوا جن میں سے یک دوسرے کے پچھنے لگا رہا تھا، ان میں سے ایک کسی کی غیبت کر رہا تھا جس پر دوسرے نے نکیر نہیں کی تھی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ. قال ابن مسعود لا للحجامة ولكن للغيبة اھ [3]، بذل المجہود میں شرح السنۃ سے یہ نقل کیا ہے کہ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ کے معنی یہ ہیں: أي: تعرضا للإفطار، یعنی ان دونوں نے اپنے روزے کو خطرہ میں ڈال دیا، حاجم نے تو اس لئے کہ اس میں اندیشہ ہے کوئی قطرہ خون کا اس کے حلق میں نہ چلا جائے چوسنے کی وجہ سے، اور محجوم نے اس لئے کہ ممکن ہے اس کو ضعف لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے وہ افطار پر مجبور ہو [4]، اور دوسری توجیہ وہی غیبۃ والی

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الصوم - باب کراهية الحجامة للصائم ۷۷۵

[2] سنن الكبرى للنسائي - كتاب الصيام - ذكر الإختلاف على خالد بن مهران الحذاء ۳۱۴۱، نصب الراية لأحاديث الهداية - ج۲ ص۴۷۳، التعليق الممجد على موطأ محمد - ج۲ ص۱۹۳

[3] التعليق الممجد على موطأ محمد - ج۲ ص۱۹۳

[4] شرح السنة للإمام البغوي - ج٦ ص٣٠٤

نقل کی ہے اب یہ دو جواب ہوئے اولاً نسخ کا دوسرا تاویل کا[1]، (۳) تیسرا جواب یہ ہو سکتا ہے جو اس مقام سے متعلق شروح دیکھنے سے مستفاد ہوتا ہے کہ حدیث رخصت جس کو جمہور فقہاء نے اختیار کیا ہے وہ اقوی ہے حدیث منع سے، اس لئے کہ حدیث رخصت (حدیث ابن عباسؓ) کی تخریج امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں متعدد مواضع میں کی ہے اور اسکی سند میں کوئی اختلاف واضطراب بھی نہیں ملتا بخلاف دوسری حدیث کے کہ وہ اگرچہ متعدد صحابہؓ سے مروی ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ کے کلام سے اوپر نقل ہو چکا ہے، لیکن جن مختلف طرق سے یہ حدیث مروی ہے ان میں سے بعض کے بعض پر ترجیح میں حضرات محدثین کا شدید اختلاف پایا جاتا ہے، بعض اگر ایک طریق کو ترجیح دے رہے ہیں تو دوسرے بعض دوسرے طریق کو، اسی طرح امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اولاً تعلیقاً ذکر فرمایا بصیغہ تمریض پھر آگے چل کر اگرچہ اس کا وصل بھی کیا ہے لیکن باقاعدہ نہیں بلکہ مذاکرہ کے طور پر، اور اس طریق موصول میں بھی راوی نے آخر حدیث میں رفع اور وقف کے لحاظ سے اپنا تردد واللہ اعلم کہہ کر ظاہر کر دیا ہے، ایسے ہی حافظؒ نے فتح الباری میں اس حدیث پر بحث کے ذیل میں لکھا ہے: وأطنب النسائي في تخريج طرق هذا المتن وبيان الاختلاف فيه، اور اسی مقام پر آگے چل کر لکھتے ہیں: وقال الشافعي في اختلاف الحديث بعد أن أخرج حديث شداد ولفظه كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في زمان الفتح فرأى رجلا يحتجم لثمان عشرة خلت من رمضان فقال وهو آخذ بيدي أفطر الحاجم والمحجوم ثم ساق حديث بن عباس أنه صلى الله عليه وسلم احتجم وهو صائم قال وحديث بن عباس أمثلهما إسنادا الى آخر ما ذكر [2]

وانما اطنبت في هذا المقام لاني لم اراحدا ممن اجاب عن الجمهور انه اختار [3] طريق ترجيح حديث ابن عباس على حديث ثوبان وغيره من حيث الاسناد صراحة بل اجابوا باجوبة اخرى كما تقدم۔

٢٩ - بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

روزہ کی حالت میں سینگی لگوانے کی اجازت کے بیان میں

٢٣٧٢ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے روزہ کی حالت میں سینگی لگوائی۔ امام

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ١٧٨

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ١٧٧

[3] جن لوگوں نے جمہور کی طرف سے جوابات دیئے ہیں انہوں نے طریق ترجیح کو اختیار نہیں کیا بجز امام شافعیؒ کے، ۱۲۔

ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ وہیب بن خالد نے ایوب سے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا اور جعفر بن ربیعہ اور ہشام بن حسان نے عکرمہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا۔

تخریج صحيح البخاري-الصوم (١٨٣٦) صحيح البخاري-الصوم (١٨٣٧) صحيح البخاري-البيوع (١٩٩٧) صحيح البخاري-الإجارة (٢١٥٨) صحيح البخاري-الإجارة (٢١٥٩) صحيح البخاري-الطب (٥٣٦٧) صحيح البخاري-الطب (٥٣٦٩) صحيح مسلم-الحج (١٢٠٢) جامع الترمذي-الصوم (٧٧٥) جامع الترمذي-الصوم (٧٧٦) جامع الترمذي-الصوم (٧٧٧) سنن أبي داود-الصوم (٢٣٧٢) سنن ابن ماجه-الصيام (١٦٨٢) سنن ابن ماجه-المناسك (٣٠٨١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢١٥) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢٢٢) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢٤٤) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢٤٨) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢٥٠) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢٥٨) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢٨٠) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢٨٦) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٢٩٩) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٣٣٣) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (١/٣٤٤)

٢٣٧٣ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے احرام میں روزہ کی حالت میں سینگی لگوائی یعنی آپ ﷺ روزہ دار بھی تھے اور احرام بھی باندھے ہوئے تھے۔

تخریج صحيح البخاري-الحج (١٧٣٨) صحيح البخاري-الصوم (١٨٣٦) صحيح البخاري-الصوم (١٨٣٧) صحيح البخاري-البيوع (١٩٩٧) صحيح البخاري-الإجارة (٢١٥٨) صحيح البخاري-الإجارة (٢١٥٩) صحيح البخاري-الطب (٥٣٦٧) صحيح البخاري-الطب (٥٣٦٩) صحيح البخاري-الطب (٥٣٧٠) صحيح البخاري-الطب (٥٣٧٤) صحيح مسلم-الحج (١٢٠٢) جامع الترمذي-الصوم (٧٧٥) جامع الترمذي-الصوم (٧٧٦) جامع الترمذي-الصوم (٧٧٧) جامع الترمذي-الحج (٨٣٩) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٨٤٥) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٨٤٦) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٨٤٧) سنن أبي داود-الصوم (٢٣٧٣) سنن ابن ماجه-الصيام (١٦٨٢) سنن ابن ماجه-المناسك (٣٠٨١) سنن الدارمي-المناسك (١٨١٩) سنن الدارمي-المناسك (١٨٢١)

٢٣٧٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحِجَامَةِ وَالْمُوَاصَلَةِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا إِبْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ»، فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تُوَاصِلُ إِلَى السَّحَرِ، فَقَالَ: «إِنِّي أُوَاصِلُ إِلَى السَّحَرِ، وَرَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي».

ترجمہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے اصحاب پر شفقت فرماتے ہوئے روزہ دار کو سینگی لگوانے اور وصال کا روزہ (یعنی دو تین روز کے لگاتار بغیر افطار کے) رکھنے سے منع فرمایا لیکن اس کو حرام نہیں قرار دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ (تو) وقت سحر تک روزہ ملاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

میں سحر تک روزہ ملاتا ہوں مجھ کو میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (٢٣٧٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣١٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣١٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٦٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٦٤)

شرح الحديث حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحِجَامَةِ وَالْمُوَاصَلَةِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا إِبْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، حجامت یعنی پچھنے لگوانے سے اور صوم وصال سے، لیکن ان دونوں کو حرام نہیں قرار دیا، آگے راوی اس ممانعت کی مصلحت بیان کرتا ہے، إِبْقَاءً یعنی شفقة علی اصحابہ، لہذا إِبْقَاءً علت ہوئی اس نہی کی، اور اس کا تعلق عدم تحریم سے نہیں۔

اس حدیث میں دو حکم مذکور ہیں: ایک منع عن الوصال اور منع عن الحجامة، اس روایت میں تو یہ منع اگرچہ مطلقا ہے لیکن مراد اس سے مقید ہے یعنی حجامة فی حال الصوم، جس کے دو قرینے ہیں: اول یہ کہ مطلقاً حجامت سے منع کسی روایت میں وارد نہیں بلکہ روایات میں اس کی ترغیب وارد ہے، دوسرا قرینہ یہ کہ یہی روایت بیہقی[1] میں بھی ہے (کما فی المنہل) جس کے لفظ یہ ہیں: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُوَاصَلَةِ وَالْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ إِبْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا الخ. والحديث أخرجه أيضاً أحمد وعبد الرزاق في المصنف وأخرجه البيهقي الخ قاله في المنهل (ج ١٠ ص ١٠١)۔

٢٣٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: «مَا كُنَّا نَدَعُ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ، إِلَّا كَرَاهِيَةَ الْجُهْدِ».

ترجمہ حضرت ثابت سے روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: ہم لوگ روزہ دار شخص کے سینگی نہیں لگاتے تھے اس خیال سے کہ کہیں روزہ دار کمزور نہ ہو جائے (اور وہ روزہ توڑنے پر مجبور نہ ہو جائے)۔

شرح الحديث اس سے جمہور کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ روزہ میں حجامت کی ممانعت مطلقاً نہیں بلکہ مشقت اور خوف ضعف کی وجہ سے ہے، والحديث أخرجه أيضاً الطحاوي، والبخاري والبيهقي قاله في المنهل[2] (ج ١٠ ص ١٠٢)۔

٣٠ - بَابٌ فِي الصَّائِمِ يَحْتَلِمُ نَهَارًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

رمضان میں جو شخص صبح کو احتلام کی حالت میں اٹھے

٢٣٧٦ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصيام - باب الصائم يحتجم لا يبطل صومه ٨٢٦٦ (ج ٤ ص ٤٣٩)، المصنف لعبد الرزاق الصنعاني - كتاب الصيام - باب الحجامة للصائم ٧٥٣٥ (ج ٤ ص ٢١٢)

[2] شرح معاني الآثار - كتاب الصيام - باب الصائم يحتجم ٣٤٣٢ (ج ٢ ص ١٠٠)

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُفْطِرُ مَنْ قَاءَ، وَلَا مَنِ احْتَلَمَ، وَلَا مَنِ احْتَجَمَ»

ترجمہ: زید بن اسلم، ایک ساتھی سے وہ ایک صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا روزہ نہیں ٹوٹا جس نے قے کی اور جس کو احتلام ہوا اور جس شخص نے سینگی لگوائی۔

شرح الحدیث: ترجمۃ الباب والا مسئلہ اجماعی ہے کہ احتلام مفسد صوم نہیں ہے۔

اس حدیث میں قی کے بارے میں ہے کہ وہ مفطر نہیں، یہ مسئلہ اتفاقی ہے یعنی قی کا مفطر نہ ہونا، عند الأئمة الأربعة والجمهور حتی حکی علیه الإجماع لکن فیه خلاف لبعض السلف کالأوزاعي وأبي ثور [1]، اور دوسری چیز ہے استقاء یعنی قصداً قی کرنا اسکا باب آگے مستقل آرہا ہے، والحدیث أخرجه البیهقي والترمذي قاله في المنهل (ج ۱۰ ص ۱۰۲)۔

۳۱- بَابٌ فِي الْكُحْلِ عِنْدَ النَّوْمِ لِلصَّائِمِ

سوتے وقت سرمہ لگانے کا بیان

۲۳۷۷ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ النُّعْمَانِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ هَوْذَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ بِالْإِثْمِدِ الْمُرَوَّحِ عِنْدَ النَّوْمِ"، وَقَالَ: «لِيَتَّقِهِ الصَّائِمُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ يَعْنِي حَدِيثَ الْكُحْلِ".

ترجمہ: حضرت معبد بن ہوذہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سونے کے وقت مشک ملا ہوا سرمہ اثمد لگانے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ دار اس سے بچے۔ امام ابو داودؒ نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا کہ حدیث یعنی سرمہ والی حدیث منکر ہے۔

تخریج: سنن أبي داود- الصوم (۲۳۷۷) مسند أحمد- مسند المكيين (۳/ ۵۰۰) سنن الدارمي- الصوم (۱۷۳۳)

شرح الحدیث: **مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ:** ترجمۃ الباب والا مسئلہ یعنی اکتحال في حال الصوم، جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے، البتہ امام احمدؒ کی ایک روایت کراہت کی ہے، اور تیسرا مسلک اس میں ابن شبرمہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کا ہے، ان کے نزدیک مفسد صوم ہے، امام ترمذیؒ مسئلۃ الباب سے متعلق لکھتے ہیں: وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْكُحْلِ لِلصَّائِمِ: فَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْكُحْلِ لِلصَّائِمِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ [2]، حدیث الباب کے راوی معبد بن ہوذۃ الانصاری آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اثمد یعنی سرمہ اصفہانی المروح یعنی مطیب بالمسک (مشک کی خوشبو والا) کے سوتے وقت استعمال کا حکم فرمایا، اور

---

[1] الأبواب والتراجم لصحیح البخاري- ج ۱ ص ۱۵۱

[2] جامع الترمذي- کتاب الصوم- باب ما جاء في الکحل للصائم ۷۲۶

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ دار کو چاہئے کہ اس سے بچے، یعنی دن میں۔

یہ حدیث امام احمدؒ کی ایک روایت کے موافق ہے، اور گو مصنف بھی حنبلی ہیں علی ماھو المشھور، لیکن مصنفؒ نے اس حدیث پر امام یحییٰ بن معینؒ سے نکارت کا حکم نقل کیا ہے، اسی لئے پھر آگے مصنفؒ نے روایات دالہ علی الاباحت کو ذکر فرمایا ہے، والحديث أخرجه أيضًا أحمد والبخاري في تاريخه وقال ابن عدي إنه موقوف (المنهل [1])۔

۲۳۷۸ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُتْبَةَ أَبِي مُعَاذٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وہ سرمہ لگاتے تھے حالانکہ وہ روزے سے ہوتے تھے۔

۲۳۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: «مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ». «وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ يُرَخِّصُ أَنْ يَكْتَحِلَ الصَّائِمُ بِالصَّبِرِ».

ترجمہ: حضرت اعمش سے روایت ہے کہ میں نے اپنے اصحاب یعنی (فقہاء اور محدثین) میں سے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ روزہ دار کے سرمہ لگانے کو برا سمجھتا ہو اور ابراہیم نخعی نے روزہ دار کو ایلوہ لگانے کی اجازت دی تھی۔

شرح الحدیث: صَبِر صاد کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ، جس کو ایلوہ کہتے ہیں، جس کو اطباء دواؤں میں بھی استعمال کرتے ہیں، جو مرارۃ یعنی کڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے، جس کو سرمہ کے طور پر بھی آنکھ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ صاحب منہل نے لکھا ہے: وقال قتادة، يجوز بالإثمد ويكره بالصبر، نیز انہوں نے مالکیہ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ اگر اکتحال کے بعد کحل کا وصول إلى الحلق متحقق ہو جائے تو ناجائز اور مفسد صوم ہے، اور اگر صرف شک ہو تو مکروہ ہے [2]۔

۳۲ - بَابُ الصَّائِمِ يَسْتَقِيءُ عَامِدًا

روزہ دار کا جان بوجھ کر قے کرنے کا بیان

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَيْضًا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ هِشَامٍ مِثْلَهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر روزہ کی حالت میں قے کا غلبہ ہو جائے تو ایسے شخص کو روزے کی قضا نہیں اور جس نے قصداً قے کی تو اس کو چاہئے کہ روزہ کی قضا کرے۔ امام ابوداؤدؒ

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ١٠٥
[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ١٠٤

فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حفص بن غیاث نے بھی ہشام سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الصوم (٧٢٠) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٨٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٧٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩٨/٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٩)

شرح الحدیث یعنی جس شخص پر قئ غالب آئے یعنی بغیر اسکے ارادہ کے ہو روزہ کی حالت میں، تو اس پر اس روزہ کی قضاء نہیں ہے، یعنی اس کا روزہ صحیح سالم ہے، اور جو شخص قئ کو طلب کرے اپنی طبیعت سے، یعنی قصداً قئ کرے تو اسکے ذمہ قضاء ہے۔

مسئلة الباب: قئ کا مسئلہ تو پہلے بھی گزر چکا، اور استقاء کی صورت میں ائمہ اربعہ کے نزدیک قضا مطلقاً واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بشرطیکہ ملأ الفم ہو وھو رواية عن أحمد، اور اس مسئلہ میں ابن مسعودؓ اور ربیعہ و عکرمہ سے عدم الفطر منقول ہے، یعنی روزہ باقی ہے قضاء کی حاجت نہیں اور اس کے بالمقابل عطاء اور ابو ثور کے نزدیک قضا مع الکفارہ واجب ہے، وفي نور الإيضاح في بيان ما يفسد الصوم، أو استقاء ولو دون ملء الفم في ظاهر الرواية وشرط أبو يوسف ملء الفم وهو الصحيح اهـ[1]، اسی طرح قئ بلا قصد کی صورت میں بھی اگر اس قئ کو اندر کی طرف قصداً لوٹا لے اور ہو بھی وہ قئ ملا الفم تب بھی روزہ فاسد ہو جائے گا، والحديث أخرجه أيضًا أحمد وابن ماجه والدارقطني والحاكم وصححه، وابن حبان والطحاوي والبيهقي والترمذي (المنهل[2])۔

٢٣٨١- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، عَنْ يَحْيَى، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَعِيشَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ، حَدَّثَنِي مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ، أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ، حَدَّثَهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ»، فَلَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ، فَقُلْتُ إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ، حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «قَاءَ فَأَفْطَرَ»، قَالَ: صَدَقَ، وَأَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوءَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قے کی اور روزہ توڑ دیا پھر میں نے حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبانؓ سے مسجد دمشق میں ملاقات کی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ مجھ سے حضرت ابو درداءؓ نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے قے کی اور روزہ توڑ دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو درداءؓ نے سچ فرمایا میں نے اس واقعہ میں آپ ﷺ پر وضو کا پانی ڈالا تھا۔

جامع الترمذي - الطهارة (٨٧) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٨١) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٥/٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٤٣/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٤٩/٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٨)

شرح الحدیث ابو الدرداءؓ سے روایت ہے ایک مرتبہ آپ ﷺ کو قئ آگئی جس سے آپ ﷺ کا روزہ ٹوٹ گیا،

---

[1] نور الإيضاح - ص ٢١٥

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ١٠٧

معدان بن طلحہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث ابو درداءؓ نے بیان کی تھی، اس کے بعد میں حضور ﷺ کے مولی ثوبانؓ سے دمشق کی مسجد میں ملا تو میں نے ان سے کہا کہ ابو درداءؓ نے مجھ سے حضور ﷺ کا یہ واقعہ بیان فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کو قی آئی تھی پس آپ ﷺ نے افطار کر دیا، تو انہوں نے سنکر کہا کہ ابو داردءؓ نے صحیح بیان کیا، اور اس موقع پر آپ ﷺ کو وضوء میں نے ہی کرائی تھی۔

اس حدیث میں ہے: قَاءَ فَأَفْطَرَ، جس سے بظاہر قی کا مفطر صوم ہونا معلوم ہو رہا ہے جو ائمہ اربعہ کے خلاف ہے۔ امام ترمذیؒ نے جمہور کی طرف سے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ آپ ﷺ کو جب قی ہوئی تو بوجہ ضعف لاحق ہونے کے آپ ﷺ نے قصداً روزہ کھولدیا، اور یہ مطلب نہیں کہ قی ہونیکی وجہ سے افطار ہو گیا بلکہ قصداً افطار کر دیا[1]، دوسرا مسئلہ اس حدیث میں یہ ہے کہ اس سے بظاہر قی کا ناقض وضو ہونا ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے، شافعیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں وضوء سے مراد وضوء لغوی ہے، کلی وغیرہ کرنا، یا استحباب وضوء پر محمول ہے۔ والحديث أخرجه أيضًا الترمذي والنسائي والدارمي والحاكم وابن حبان والدارقطني والبيهقي والطبراني وابن منده وقال إسناده صحيح متصل (المنهل[2])۔

٣٣- بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کے بوسہ لینے کا بیان

٢٣٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَعَلْقَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَلَكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَ لِإِرْبِهِ».

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے اور روزہ کی حالت میں مباشرت کرتے تھے لیکن آپ ﷺ اپنے آپ پر بہت قابو رکھتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٦) صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٧) صحيح مسلم - الصيام (١١٠٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٧) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٨) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٨٢) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٤) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٣٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٥٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٣/٦) مسند أحمد - باقي

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء فيمن استقاء عمدا ٧٢٠

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ١٠٩

مسند الأنصار (٢٠١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٦/٦) موطأ مالك - الصيام (٦٤٦) سنن الدارمي - المقدمة (٦٣٤) سنن الدارمي - الطهارة (٧٦٩) سنن الدارمي - الطهارة (٧٧٠) سنن الدارمي - الصوم (١٧٣٢)

شرح الحديث مباشرت تقبیل سے عام ہے، اس لئے کہ اس کے معنی ہیں التقاء البشرتین، یعنی جسم سے جسم ملانا، لہذا یہ من قبیل ذکر العام بعد الخاص ہے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: اس حدیث سے حالت صوم میں تقبیل مرأۃ ومباشرت کا جواز معلوم ہو رہا ہے ان میں مشہور یہ ہے کہ حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک شیخ کے حق میں اباحت اور شاب کے حق میں کراہت، اور امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً کراہت، تیسرا مذہب اس میں اباحت علی الاطلاق ہے، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اسی کو اختیار کیا ہے صحابہ وتابعین کی ایک جماعت نے "وإليه ذهب أحمد وإسحاق وداود من الفقهاء، ومنهم من كرهها على الإطلاق، وهو مشهور قول مالك، ومنهم من كرهها للشاب، وأباحها للشيخ وهو المروي عن ابن عباس، وهو مذهب أبي حنيفة والشافعي والثوري والأوزاعي، وحكاه الخطابي عن مالك، ومنهم من أباحها في النفل، ومنعها في الفرض، وهي رواية ابن وهب عن مالك اهـ، من الأوجز [1]۔

حافظؒ فرماتے ہیں: "وأباحها قوم مطلقاً بل بالغ بعض أهل الظاهر فاستحبها اهـ [2]، قاضی عیاضؒ نے امام احمدؒ کا جو مسلک مطلقاً اباحت لکھا ہے اس پر حضرت شیخؒ اوجز (ج ۵ ص ۸۶) میں لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ ان کی کوئی روایت ہو ورنہ الروض المربع (جو فقہ حنبلی کی کتاب ہے) میں لکھا ہے (وتكره القبلة) ودواعي الوطيء (لمن تحرك شهوته)، لأنه - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «نهي عنها شابا ورخص لشيخ»، رواه أبو داود اهـ [3]۔

وَلَكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَ لِإِرْبِهِ: ارب کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے: "أَرَب" بفتحتین بمعنی حاجت اور "إِرْب" بکسر الهمزة وسکون الراء اس کے معنی حاجت اور عضو مخصوص دونوں لکھے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالت صوم میں تقبیل اور مباشرت فرماتے تھے، لیکن وہ اپنی حاجت اور خواہش پر بہت زیادہ قابو یافتہ تھے گویا اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہ کریں، اور دوسرے معنی اس جملہ کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب آپ باوجود اپنے نفس پر قابو یافتہ ہونے کے مباشرت کرتے

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۵ ص ۸۵

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر — ج ٤ ص ١٥٠

[3] حاشية الروض المربع — ج ٣ ص ٤٢٥ - ٤٢٦

تھے تو دوسروں کے لئے اس میں گنجائش بطریق اولی ہوگی، اول معنی مسلک جمہور کے مناسب ہیں، اور دوسرے معنی ان لوگوں کے موافق ہیں جو مطلقاً اباحت کے قائل ہیں۔ والحدیث أخرجه أیضاً أحمد والبخاری ومسلم والترمذی، وأخرجه ابن ماجه ومسلم أیضاً من طریق عبید الله بن القاسم (المنهل) [1]۔

٢٣٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِي شَهْرِ الصَّوْمِ».

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ازواج مطہراتؓ کا) رمضان المبارک میں بوسہ لیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٦) صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٧) صحيح مسلم - الصيام (١١٠٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٧) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٨٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٣٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٥/٦) موطأ مالك - الصيام (٦٤٦) سنن الدارمي - المقدمة (٦٣٤) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٢)

٢٣٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ الْقُرَشِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُنِي وَهُوَ صَائِمٌ، وَأَنَا صَائِمَةٌ».

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا بوسہ لیتے تھے اور میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں روزے سے ہوتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٦) صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٧) صحيح مسلم - الصيام (١١٠٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٧) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٨٤) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٣٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤١/٦)

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ١١٢

مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٥٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٥٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٦٥) موطأ مالك - الصيام (٦٤٦) سنن الدارمي - المقدمة (٦٣٤) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٢)

٢٣٨٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: هَشَشْتُ، فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا قَبَّلْتُ، وَأَنَا صَائِمٌ، قَالَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ، وَأَنْتَ صَائِمٌ» . - قَالَ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ فِي حَدِيثِهِ - قُلْتُ: لَا بَأْسَ بِهِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، قَالَ: «فَمَهْ».

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ میں نے خوشی میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا روزہ کی حالت میں پھر میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج میں نے بہت بڑی غلطی کی کہ میں نے روزہ رکھنے کی حالت میں بوسہ لے لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم روزہ کی حالت میں کلی کر و تو کیا خیال ہے اس میں کچھ حرج ہے؟ پھر آگے عیسیٰ بن حماد اور احمد بن یونس دونوں اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تو یہ (بوسہ لینا) کیا ہے؟ (یعنی بوسہ لینے کا بھی یہی حکم ہے)۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (٢٣٨٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٢١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٥٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٤)

شرح الحدیث حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری طبیعت ہشاش تھی پس باوجود روزہ کے میں نے تقبیل کرلی میں نے حضور ﷺ سے جاکر عرض کیا کہ آج مجھ سے ایک بہت برا کام ہوگیا...... آپ ﷺ نے فرمایا: بتا تو سہی تو اگر اپنے منہ میں پانی لے کر کلی کرے روزہ کی حالت میں (تو کیا اس میں کچھ حرج ہے؟) میں نے عرض کیا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا تو یہ کیا ہے؟ یعنی یہ تقبیل بھی تو ایسی ہی ہے۔

لفظ مہ میں دو احتمال ہیں: ① ایک یہ کہ یہ اصل میں ما استفہامیہ تھا اس کے الف کو حذف کر کے ہاء سکتہ اس کے عوض میں لے آئے، ① دوسرا قول یہ کہ مہ کلمہ زجر ہے جو روکنے کے معنی میں ہے أي اكفف عن السؤال، یعنی یہ سوال مت کرو۔ والحديث أخرجه أيضًا أحمد والطحاوي والنسائي وقال: حديث منكر. وأخرجه الحاكم وقال صحيح على شرط الشيخين، وقال البزار: لانعلمه يروى عن عمر إلا من هذا الوجه، وصححه ابن خزيمة وابن حبان (المنهل [1])۔

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ١١٣

٣٤ـ بَابُ الصَّائِمِ يَبْلَعُ الرِّيقَ

روزہ دار کا دوسرے شخص سے لعاب نگلنے کا بیان

٢٣٨٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ الْعَبْدِيُّ، عَنْ مِصْدَعٍ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَيَمُصُّ لِسَانَهَا»، قَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ [1]: «هَذَا الْإِسْنَادُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ».

ترجمہ اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ روزہ میں انکا بوسہ لیتے تھے اور انکی زبان چوستے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٦) صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٧) صحيح مسلم - الصيام (١١٠٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٧) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٨٦) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٣٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٥/٦) موطأ مالك الصيام (٦٤٦) سنن الدارمي - المقدمة (٦٣٤) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٢)

شرح الحديث أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ: اس حدیث کا جزء اول تو ظاہر ہے وہ پہلے باب میں بھی گزر چکا۔

حدیث پر اشکال وجواب وَيَمُصُّ لِسَانَهَا: البتہ یہ آخری جزء یعنی مَصِّ لسان یہ قابل اشکال ہے اس لئے کہ اس میں ابتلاع ریق پایا جاتا ہے، یعنی دوسرے شخص کی رال نگلنا، اپنی رال کا نگلنا روزہ کی حالت میں یہ تو بالاتفاق جائز ہے، ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ ابتلاعِ ریقِ غیر مفسد صوم ہے اور اس میں روزہ کی قضاء واجب ہے، اور اگر وہ غیر اس کا محبوب ہو تو اس صورت میں کفارہ بھی واجب ہے، بہر حال اس حدیث کا یہ جزء قابل اشکال ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے ساتھ محمد بن دینار متفرد ہے، وھو ضعیف، ایسے ہی سعد بن اوس بھی ضعیف ہے، اور اس کے علاوہ کسی اور صحیح حدیث سے مص لسان ثابت نہیں، دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وَيَمُصُّ لِسَانَهَا مستقل جملہ ہے یہ واؤ عاطفہ نہیں بلکہ استئنافیہ ہے، اس صورت میں اس کا تعلق وَهُوَ صَائِمٌ سے باقی نہیں رہے گا بلکہ ایک مستقل بات ہوگی جس میں کوئی اشکال نہیں، اور اگر اس

---

[1] یہاں اختلافِ نسخ ہے، ابن الاعرابی (راوئ ابوداؤد) کی یہ عبارت شیخ محمد محی الدین عبد الحمید اور شعیب الأرنؤوط کے محقق نسخوں میں موجود ہے، اور شیخ عوامہ نے لکھا ہے: عن نسخة ابن الأعرابي: بلغني عن أبي داود أنه قال: هذا الإسناد ليس بصحيح. (كتاب السنن - ج ٣ ص ١٦٠)

کا ماقبل پر عطف ہی مانا جائے تو پھر یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ ریق عائشہ کو نگلتے نہ تھے بالقصد، او کان قلیلا لا یبلغ حد الابتلاع اھ" من البذل" والحدیث أخرجه أیضاً البیهقی (المنهل ج ۱۰ ص ۱۱٤)۔

۳۵۔ بَابُ كَرَاهِيَتِهِ لِلشَّابِّ

جوان شخص کے لئے تقبیل اور مباشرت مکروہ ہے

۲۳۸۷ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ يَعْنِي الزُّبَيْرِيَّ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ، «فَرَخَّصَ لَهُ» . وَأَتَاهُ آخَرُ، فَسَأَلَهُ، «فَنَهَاهُ» ، فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ، وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے روزہ دار شخص کیلئے مباشرت کرنے کی اجازت کے متعلق پوچھا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو اجازت عطا فرمائی پھر دوسرا شخص آیا اس نے بھی یہی دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کو منع فرمایا اور آپ نے جس شخص کو اجازت عطا فرمائی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع فرمایا وہ جوان آدمی تھا۔

شرح الحدیث: اس باب کا تعلق تقبیل سے ہے جس پر کلام گزشتہ باب میں گزر گیا، حدیث الباب ترجمۃ الباب کے مطابق ہے یعنی تقبیل کے بارے میں فرق بین الشاب والشیخ۔والحدیث الباب أخرجه أیضاً البیهقی.....وابن ماجه عن ابن عباس، وأخرجه أحمد والطبرانی عن ابن عمرؓ (المنهل ج ۱۰ ص ۱۱٦)۔

۳٦۔ بَابٌ فِيمَنْ أَصْبَحَ جُنُبًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

رمضان میں صبح کو حالت جنابت میں اُٹھنا

۲۳۸۸ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْأَذْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمَا قَالَتَا: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا» ، - قَالَ عَبْدُ اللهِ الْأَذْرَمِيُّ فِي حَدِيثِهِ - فِي رَمَضَانَ مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يَصُومُ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَمَا أَقَلَّ مَنْ يَقُولُ: هَذِهِ الْكَلِمَةَ يَعْنِي يُصْبِحُ جُنُبًا فِي رَمَضَانَ، وَإِنَّمَا الْحَدِيثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا وَهُوَ صَائِمٌ"

ترجمہ: اماں عائشہؓ اور اماں اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ صبح کو حالت جنابت میں اُٹھتے۔ عبداللہ اذرمی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ آپ ﷺ رمضان میں احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ صحبت

کی وجہ سے حالت جنابت میں اٹھتے پھر آپ ﷺ روزہ رکھتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٥) صحيح البخاري - الصوم (١٨٢٩) صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٠) صحيح مسلم - الصيام (١١٠٩) صحيح مسلم - الصيام (١١١٠) جامع الترمذي - الصوم (٧٧٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٨٨) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٠٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٠٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٣/٦) موطأ مالك - الصيام (١٠١٥) موطأ مالك - الصيام (١٠١٦) موطأ مالك - الصيام (١٠١٧) موطأ مالك - الصيام (١٠١٨) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٥)

شرح الحدیث: یہ حدیث یہاں پر مختصر ہے، بخاری میں مطولاً ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ شروع میں اس بات کے قائل تھے کہ جس شخص کا ارادہ روزہ کا ہو اور رات میں اس کو جنابت لاحق ہوئی ہو تو اس کیلئے طلوع فجر سے پہلے غسل کرنا واجب ہے، ان کی یہ رائے حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کو پہنچ گئی، ان دونوں نے اس پر رد کرتے ہوئے وہ فرمایا جو یہاں حدیث الباب میں ہے، یعنی بعض مرتبہ آپ ﷺ رمضان کی رات میں جنبی ہوتے اور صبح صادق کے بعد غسل فرماتے۔

یہ مسئلہ اتفاقی ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے بھی اس حدیث کے بعد اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا، البتہ ابن حزم یہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا شخص جس نے بحالت جنابت روزہ رکھا ہے غسل میں اتنی تاخیر کر دے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جائے اور اسکی صبح کی نماز قضا ہو جائے تو ایسے شخص کا روزہ فاسد ہو جائے گا، مسئلۃ الباب پر امام نوویؒ نے علماء کا اجماع نقل کیا ہے استقر عليه الإجماع، اور ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: إنه صار ذلك إجماعاً أو كالإجماع[1]، امام بخاریؒ نے بھی یہ ترجمہ قائم کیا ہے: بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا، حضرت شیخؒ الأبواب والتراجم (ج۱ ص۱۵۰) میں لکھتے ہیں: قال الحافظ: أي هل يصح صومه أو لا وهل يفرق بين العامد والناسي أو بين الفرض والتطوع وفي كل ذلك خلاف للسلف والجمهور على الجواز مطلقا[2]. فصارت المسئلة كالإجماعية بعد ما كانت كثيرة الاختلاف. وذكر العلامة العيني فيها سبعة أقوال كما ذكر في هامش اللامع۔

اس حدیث کے آخر میں ہے مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ، شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ سے احتلام کی نفی

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود -- ج ١٠ ص ١١٧

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري -- ج ٤ ص ١٤٣

کی گئی ہے اسلئے کہ آپ ﷺ کو احتلام نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اور آپ ﷺ اس سے معصوم ہیں اور بعض شراح نے اسکے برخلاف یہ بات کہی کہ من غیر احتلام سے تو اشارہ ہو رہا ہے جواز احتلام کی طرف، ورنہ استثناء کی کیا ضرورت تھی، اسکا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ احتلام کا اطلاق کبھی نفس انزال پر بھی ہوتا ہے بغیر خواب میں کسی چیز کے دیکھے، حضرت شیخ نے أوجز میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے نقل کیا ہے کہ قول محقق اور معتمد یہ ہے کہ انبیاءؑ اس قسم کے احتلام سے محفوظ ہوتے ہیں جو جماع وغیرہ خواب میں دیکھ کر ہو جیسا کہ عادۃً ہوتا ہے، ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ انکو انزال بغیر رویۃ شئ کے ہوجائے، امتلاء اوعیہ منی وغیرہ کی وجہ سے اھ [1]، یہ بحث احتلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں بھی کتاب الطھارۃ میں حضرت عائشہؓ کے قول تَرِبَتْ يَمِينُكِ وَهَلْ تَرَى ذَلِكَ الْمَرْأَةُ؟ [2] کے ذیل میں گزری ہے، والحدیث أخرجه أیضاً مالك فی المؤطا والبخاری والدارمی والنسائی والطحاوی (المنہل ج ۱۰ ص ۱۱۹)۔

۲۳۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ يَعْنِي الْقَعْنَبِيَّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي يُونُسَ، مَوْلَى عَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الْبَابِ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُصْبِحُ جُنُبًا، وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَأَنَا أُصْبِحُ جُنُبًا، وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ، فَأَغْتَسِلُ وَأَصُومُ»، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ لَسْتَ مِثْلَنَا قَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: «وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلهِ، وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّبِعُ».

ترجمہ اماں عائشہؓ کے آزاد کردہ غلام ابویونس سے روایت ہے کہ اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا اور آپ دروازے پر کھڑے ہوئے تھے کہ یارسول اللہ! مجھ کو جنابت کی حالت میں فجر ہوجاتی ہے اور میں روزہ کی نیت کئے ہوتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو بھی جنابت ہوتی ہے اور صبح ہوجاتی ہے اور میرا ارادہ روزہ رکھنے کا ہوتا ہے تو میں غسل کرکے روزہ رکھتا ہوں اور اس شخص نے عرض کیا: آپ تو ہم لوگوں جیسے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرمادیئے ہیں تو حضور اکرم ﷺ کو غصہ آگیا اور آنے والے سے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اُمید رکھتا ہوں کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس بات کو جانتا ہوں کہ احکام شریعت کی پیروی کیسے کی جائے۔

تخریج صحیح البخاري - الصوم (۱۸۲۵) صحیح البخاري - الصوم (۱۸۲۹) صحیح البخاري - الصوم (۱۸۳۰) صحیح مسلم - الصیام (۱۱۰۹) صحیح مسلم - الصیام (۱۱۱۰) جامع الترمذي - الصوم (۷۷۹) سنن أبي داود - الصوم (۲۳۸۹) سنن ابن ماجه - الصیام (۱۷۰۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۴/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۶/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۸/۶)

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۵ ص ۷۱

[2] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب في المرأة ترى مايرى الرجل ۲۳۷

مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٢٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٣/٦) موطأ مالك - الصيام (١٠١٥) موطأ مالك - الصيام (١٠١٦) موطأ مالك - الصيام (١٠١٧) موطأ مالك - الصيام (١٠١٨) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٥)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا جبکہ آپ ﷺ [1] دروازہ پر کھڑے تھے، بظاہر آپ ﷺ مکان میں تشریف لیجارہے ہوں گے اور ابھی تک دروازہ پر ہی تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی ضرورت سے آپ ﷺ اندر سے دروازہ پر تشریف لائے ہوں، اور حضرت عائشہؓ اندر سے سن رہی تھیں، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ صبح صادق کے وقت میں جنبی ہوتا ہوں اور میرا روزہ رکھنے کا بھی ارادہ ہوتا ہے (یعنی یہ صورت درست ہے، اس طرح روزہ ہوجاتا ہے؟) اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسکی نوبت تو مجھ کو بھی آتی ہے، اور میں صبح صادق کے بعد غسل کرلیتا ہوں اس پر اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! (ہماری بات اور ہے آپ ﷺ کی اور) آپ ﷺ ہمارے جیسے تھوڑا ہی ہیں آپ کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کردی ہیں، اس بات پر آپ ﷺ ناراض ہوئے، ناراضگی بظاہر اس لئے ہوئی کہ اس شخص کے کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی تو اللہ تعالیٰ گرفت نہیں فرمائیں گے کسی نامناسب فعل پر، اور ہماری گرفت ہوسکتی ہے، اب ظاہر بات ہے کہ اس کا یہ انداز آپ ﷺ کی شان نبوت کے خلاف تھا، اور گو کہ اس میں آپ کا کوئی نقصان لازم نہیں آتا لیکن کہنے والے کا تو اس میں ضرر ہوسکتا ہے وقال: واللهِ إني لأرجو أن أكونَ أخشاكُمْ للهِ، وأعلمَكُمْ بما أتَّبِعُ کہ واللہ! مجھے امید ہے اس بات کی کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں ان کاموں کا جو میں کرتا ہوں، اور کرنے چاہئیں، علامہ سندھیؒ نے اس پر ایک بڑی لطیف اور عمدہ بات لکھی: ولعل استعماله الرجاء من جملة الخشية وإلا فكونه أخشى وأعلم متحقق قطعا [2]. یعنی آپ ﷺ کا اپنے اخشی اور اعلم ہونے کو رجاء اور امید کے ساتھ تعبیر کرنا جبکہ آپ ﷺ کا اخشی اور اعلم ہونا امر یقینی ہے یہ بھی من جملہ خشیت کے ہے۔ والحديث أخرجه أيضاً مالك وأحمد ومسلم والنسائي وابن

---

[1] اس صورت میں وھو واقف کی ضمیر حضور ﷺ کی طرف راجع ہوئی، اور حضرتؒ نے بذل (ج ۱۱ ص ۲۰۸) میں اور ایسے ہی صاحب منہل (ج ۱۰ ص ۱۲۰) نے ضمیر کا مرجع رجل کو قرار دیا ہے، ہم نے جو شرح کی ہے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی رائے کے مطابق ہے۔

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود ج ۷ ص ۱۹

خزیمۃ والطحاوی والبیہقی (المنہل ج ۱۰ ص ۱۲۰)۔

۳۷۔ بَابُ كَفَّارَةِ مَنْ أَتَى أَهْلَهُ فِي رَمَضَانَ

رمضان میں بیوی سے جان بوجھ کر صحبت کرنے کا کفارہ

یعنی جو شخص رمضان کے روزہ کو دن میں جماع کر کے فاسد کر دے اس کے کفارہ کے بیان میں۔

۲۳۹۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلَكْتُ، فَقَالَ: «مَا شَأْنُكَ؟»، قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: «فَهَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً؟»، قَالَ: لَا، قَالَ: «فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟»، قَالَ: لَا، قَالَ: «فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟»، قَالَ: لَا، قَالَ: «اجْلِسْ». فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: «تَصَدَّقْ بِهِ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنَّا، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ ثَنَايَاهُ، قَالَ: «فَأَطْعِمْهُ إِيَّاهُمْ». وَقَالَ مُسَدَّدٌ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ أَنْيَابُهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا کہ رمضان المبارک میں میں نے (روزہ کی حالت میں) اپنی بیوی سے صحبت کر لی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے کہ تم اس کو آزاد کر دو؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے اندر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں آپ ﷺ کی خدمت میں ٹوکرا پیش ہوا اس (ٹوکرے) میں کھجوریں بھری ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو صدقہ کر دے۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! مدینہ منورہ کے دونوں کناروں کے درمیان میرے گھر کے لوگوں سے زیادہ کوئی شخص محتاج نہیں ہے۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہاں تک ہنسے کہ آپ کے سامنے والے چار دانت نظر آنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر کے لوگوں کو یہ کھجوریں کھلا دو۔ مسدد کی ایک اور روایت میں ثَنَايَاهُ کے بجائے أَنْيَابُهُ کے الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔

۲۳۹۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ زَادَ الزُّهْرِيُّ، وَإِنَّمَا كَانَ هَذَا رُخْصَةً لَهُ خَاصَّةً، فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنَ التَّكْفِيرِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَمَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، وَعِرَاكُ بْنُ مَالِكٍ، عَلَى مَعْنَى ابْنِ عُيَيْنَةَ زَادَ فِيهِ الْأَوْزَاعِيُّ، وَاسْتَغْفِرِ اللهَ.

ترجمہ: زہری سے یہی حدیث مروی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ یہ اجازت اسی شخص کیلئے مخصوص تھی اب کوئی

شخص ایسا کرے تو وہ کفارہ سے نہیں بچ سکے گا۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا کہ لیث بن سعد، اوزاعی، منصور بن معتمر، عراک بن مالک نے ابن عیینہ کی حدیث کے ہم معنی روایت کیا اور اوزاعی نے لفظ اِسْتَغْفِرِ اللهَ کا اضافہ کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٤) صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٥) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٦٠) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٥٣) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٣٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٨١٢) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣١) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٢) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٣) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٦) صحيح مسلم - الصيام (١١١١) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٤) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٩٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥١٦) موطأ مالك - الصيام (٦٦٠) سنن الدارمي - الصوم (١٧١٦)

شرح الحديث اس رجل کی تعیین میں شراح کا اختلاف ہو رہا ہے، بعض نے اسکا مصداق سلمہ بن صخر البیاضی کو قرار دیا ہے جن کا قصہ باب الظہار میں گزر چکا، لیکن حافظؒ نے اس پر اشکال کیا ہے کہ سلمہ بن صخر صاحب قصہ ظہار کے جماع کا واقعہ رات کا ہے جیسا کہ روایت میں اسکی تصریح ہے اور حدیث الباب میں جماع کا واقعہ بحالت صوم نہار کا ہے، لہذا دونوں واقعے مختلف ہیں۔

مضمون حدیث یہ کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں تو ہلاک ہو گیا اور میرا ناس ہو گیا، آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر اس نے عرض کیا کہ میں نے روزہ کی حالت میں جماع کر لیا، اس پر آپ ﷺ نے جو اشیاء کفارہ میں واجب ہوتی ہیں وہ اس سے ترتیب وار دریافت فرمائیں: ① اولاً اعتاق رقبہ، ② ثانیاً صوم شہرین متتابعین، ③ ثالثاً اطعام ستین مسکینا، آپ ﷺ نے اس سے ہر ایک کے بارے میں دریافت کیا، کیا تو اسکی طاقت رکھتا ہے کہ کفارہ میں ایسا کرے، وہ نفی میں جواب دیتا رہا، اخیر میں جب اطعام کا نمبر آیا تو اس نے اس کا بھی انکار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا بیٹھا رہ (کہ اگر کہیں سے غلہ آگیا تو اس کا بندوبست کر دیں گے) ...... چنانچہ آپ ﷺ کے پاس کہیں سے ایک بڑی زنبیل کھجور کی آئی، آپ ﷺ نے وہ زنبیل اسکے حوالہ کر کے فرمایا کہ جا اس کو صدقہ کر دے اس پر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مدینہ منورہ کی پوری بستی میں ہمارے گھرانہ سے زیادہ کوئی ضرورت مند نہیں ہے، اس پر آپ ﷺ کو بڑی زور کی ہنسی آئی، آخر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا یہ اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔

اس حدیث میں کفارہ کے بارے میں جو تین چیزیں مذکور ہیں ان میں مذکورہ بالا ترتیب کی رعایت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس میں تخییر ہے، اطعام ستین مسکین کی مقدار میں ائمہ کا جو اختلاف ہے وہ باب الظہار میں گزر چکا، یعنی مدٌّ من كل شئ عند الشافعي، ومدان من كل شئ عند مالك وقيل مالك مع الشافعي، وعند الحنفية مقداره مثل مقدار صدقة الفطر لكل مسكين، وعند أحمد من البر مد، ومن التمر وغيره مدان۔

مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ: جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص جماع کے ذریعہ فرض روزہ کو فاسد کر دے تو اس پر ائمہ اربعہ کے نزدیک کفارہ مع القضاء واجب ہے، اس میں دو مذہب اور ہیں جو شاذ ہیں ایک یہ کہ اس صورت میں صرف قضاء صوم واجب ہے یعنی ایک روزہ کی قضاء میں ایک روزہ، اور دوسرا مذہب یہ کہ صرف کفارہ واجب ہے، دون القضاء۔

افساد صوم بالاکل والشرب میں اختلاف ائمہ: دوسرا ایک مشہور اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ومالکؒ کے نزدیک جو حکم افساد صوم بالجماع کا ہے وہی حکم افساد صوم بالاکل والشرب کا ہے، اور امام احمدؒ وشافعیؒ اور ظاہریہ کے نزدیک یہ کفارہ صرف جماع کے صورت میں ہے اکل وشرب کی صورت میں نہیں، اسلئے کہ کفارہ کا ذکر حدیث میں صرف جماع کے ساتھ وارد ہے، اور افساد صوم بالاکل والشرب کا کوئی قصہ کسی حدیث میں وارد ہی نہیں، اسلئے ان حضرات کے نزدیک کفارہ مختص ہے جماع کے ساتھ، وہ کہتے ہیں کہ جماع میں کفارہ کا وجوب بالنص یہ خلاف قیاس ہے، اسلئے کہ کفارہ اسقاط اثم کیلئے ہوتا ہے اور وہ شخص آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں تائباً ونادماً حاضر ہوا تھا توبہ وندامت سے گناہ معاف ہو ہی جاتا ہے لیکن اسکے باوجود آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس پر کفارہ واجب قرار دیا لہٰذا یہ حکم خلاف قیاس ہوا، اور مشہور قاعدہ ہے کہ جو حکم خلاف قیاس نص سے ثابت ہو وہ اپنے مورد پر منحصر ہوتا ہے، ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ بعض صحیح روایات میں اس طرح آتا ہے: أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً[1]، اور لفظ أَفْطَرَ اپنے عموم کی وجہ سے جماع اور غیر جماع سب کو شامل ہے، كذا قال الزيلعي في شرح الكنز[2]، میں کہتا ہوں یہ حدیث اسی سیاق کے ساتھ مؤطا میں بھی ہے: أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُكَفِّرَ الحديث[3] مؤطا محمد میں امام محمدؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: وَبِهٰذَا نأخذ إذا أفطر الرجل متعمدًا في شَهْرِ رَمَضَانَ بأكلٍ أَوْ شربٍ أَوْ جِمَاعٍ فَعَلَيْهِ قضاءُ يومٍ مَكَانَهُ، وكفارةُ الظِّهَارِ أنْ يعتقَ رَقَبَةً الى آخره[4]، امام محمدؒ کا استدلال بھی عموم الفاظ کے پیش نظر ہے قیاس سے نہیں، باقی یہ تو امر آخر ہے کہ اس روایت میں بظاہر اس رجل سے مراد وہی شخص ہے جو روایات مفصلہ میں آتا ہے، جس کا تعلق جماع سے ہے۔ اس کے علاوہ ایک روایت اس سلسلہ میں صریح اکل کے بارے میں بھی ملتی ہے جس کو مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ نے حاشیہ مؤطا میں نقل کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَعْتِقَ رَقَبَةً[5]، گو یہ حدیث سنداً ضعیف ہے لیکن اول تو بعض صحیح روایات کے سیاق کے عموم، دوسرے احتیاط، اس مجموعہ کے پیش

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصوم - باب كفارة من أتى أهله في رمضان ٢٣٩٢، وصحيح مسلم - كتاب الصيام - باب تغليظ تحريم الجماع في نهار رمضان على الصائم الخ ١١١١.

[2] تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق - ج ١ ص ٣٢٧

[3] موطأ مالك - كتاب الصيام - باب كفارة من أفطر في رمضان ١٠٤٣

[4] التعليق الممجد على موطأ محمد - كتاب الصيام - باب من أفطر متعمدا في رمضان ٣٤٨ (ج ٢ ص ١٧٣ - ١٧٤)

[5] سنن الدارقطني - كتاب الصيام - باب من أفطر يوما من رمضان ٢٣٠٨

نظریہ حجت ودرست ہے ❶۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَإِنَّمَا كَانَ هٰذَا رُخْصَةً لَهُ خَاصَّةً. فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنَ التَّكْفِيرِ: زہریؒ یہ فرمارہے ہیں کہ شخص مذکور کو جب اس نے اپنے فقر کا اظہار کیا آپ ﷺ کا یہ فرمانا: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ اس کا مطلب یہ ہوا آپ ﷺ نے اس شخص سے کفارہ کو ساقط کر دیا ورنہ کفارہ میں اطعام اہل خانہ پر کہاں ہوتا ہے، لہٰذا یہ یعنی اعسار کی وجہ سے کفارہ کا ساقط ہو جانا اسی شخص کی خصوصیت ہوئی۔

جاننا چاہئے کہ یہ توضیح ہے کہ جمہور اور ائمہ اربعہ کے نزدیک فقر کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا لیکن اس حدیث میں حضور ﷺ کی مراد یہ ہے کہ اس وقت تو تم یہ غلہ اہل خانہ ہی پر تقسیم کر دو پھر اسکے بعد جب قدرت ہو تو کفارہ ادا کر دینا، اس صورت میں اس حدیث کو خصوصیت پر محمول کرنے کی حاجت نہ ہوگی، لہٰذا زہریؒ جو فرما رہے ہیں وہ ان کی اپنی رائے ہے۔

۲۳۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً، أَوْ يَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، أَوْ يُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا، قَالَ: لَا أَجِدُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اجْلِسْ»، فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: «خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَحَدٌ أَحْوَجُ مِنِّي، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، وَقَالَ لَهُ: كُلْهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَلَى لَفْظِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ وَقَالَ فِيهِ: «أَوْ تُعْتِقَ رَقَبَةً، أَوْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ، أَوْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رمضان المبارک میں روزہ توڑ دیا تو رسول کریم ﷺ نے اس شخص کو ایک غلام آزاد کرنے کا یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھنے کا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کا حکم فرمایا۔ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا (یعنی مذکورہ تینوں کاموں میں سے کسی ایک کی انجام دہی مجھ سے نہیں ہو سکتی)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ پھر کھجوروں کا ایک ٹوکرا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو لے لو اور اللہ کے راستہ میں خرچ کر ڈالو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص محتاج نہیں ہے۔ آپ ﷺ ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ کھجوریں) تم ہی کھالو۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: زہری سے ابن جریج نے مالک کے الفاظ جیسا نقل کیا کہ ایک شخص نے روزہ توڑ دیا اور اس روایت میں ہے کہ یا تو تم غلام آزاد کرو یا دو ماہ کے (پے درپے) روزے رکھو یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ (یعنی امام مالک کی طرح ابن جریج نے بھی أَوْ تخییر کے ساتھ حدیث نقل کی ہے)۔

❶ لكن إسناده ضعيف لضعف أبي معشر راويه عن ابن كعب، والمشهور في الاستدلال حمل النظير على النظير (التعليق الممجد — ج ٢ ص ١٧٤)

۲۳۹۳ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ قَدْرُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا. وَقَالَ فِيهِ: «كُلْهُ أَنْتَ، وَأَهْلُ بَيْتِكَ، وَصُمْ يَوْمًا، وَاسْتَغْفِرِ اللهَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا کہ جس نے رمضان المبارک کا روزہ توڑ دیا تھا پھر حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا کہ جس میں (تقریباً) پندرہ صاع کھجوریں ہوں گی۔ اس روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کھاؤ اور تمہارے گھر کے لوگ کھائیں اور (قضا کا) ایک دن روزہ رکھ لو اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٤) صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٥) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٦٠) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٥٣) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٣٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٨١٢) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣١) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٢) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٣) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٦) صحيح مسلم - الصيام (١١١١) جامع الترمذي - الصوم (٧٢٤) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٩٢) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥١٦) موطأ مالك - الصيام (٦٦٠) سنن الدارمي - الصوم (١٧١٦)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ: اس روایت کے اخیر میں یہ ہے: وَصُمْ يَوْمًا، وَاسْتَغْفِرِ اللهَ جس کے ظاہر سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس شخص پر صرف ایک روزہ کی قضا ہے اور استغفار، یعنی کفارہ واجب نہیں، حالانکہ جمہور کے نزدیک قضا مع الکفارہ واجب ہے اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں یہ زیادتی ہشام بن سعد راوی کی طرف سے ہے جو ضعیف ہے۔

ایک تحقیق انیق: اعلم ارشدك الله! رجل مجامع کا جو قصہ متعدد طرق میں اب تک گذرا ہے اسمیں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ کہ جب تو فقیر ہے تو وہ طعام کفارہ اپنے اہل خانہ پر خرچ کر لے جسکے معنی جمہور علماء نے یہ لئے ہیں کہ بوجہ فقر کے سر دست ایسا کر لے پھر عند القدرت کفارہ ادا کر دینا (کما فی شرح الخطابی وابن القیم) لیکن ان گزشتہ روایات میں سے کسی روایت میں قضاء صوم کا ذکر نہیں تھا جس کی بنا پر بعض علماء صرف کفارہ کے وجوب کے قائل ہیں دون القضاء مگر جمہور کے نزدیک کفارہ کے ساتھ ایک روزہ کی قضاء بھی واجب ہے مگر اس ایک طریق میں قضاء صوم کی زیادتی بھی مذکور ہے جو جمہور کے مسلک کے عین موافق ہے، لہٰذا اب اس مجموعی روایت کا حاصل یہ ہوا کہ کفارہ تیرے ذمہ میں واجب رہا اور ایک روزہ کی قضاء اس وقت کر لے، چنانچہ ابن قدامہؒ اور علامہ زرقانیؒ نے وجوب قضاء پر استدلال اسی روایت سے کیا ہے، اس صورت میں اس زیادتی والی روایت کی کسی توجیہ اور تاویل کی حاجت نہیں، لیکن اگر مجموعہ روایت کا مطلب یہ لیا جائے کہ کفارہ تجھ سے بوجہ فقر کے ساقط ہے صرف ایک روزہ کی قضاء کر لے تب یہ زیادتی یقیناً جمہور کے خلاف ہو گئی، اب جو حضرات شراح جس میں صاحب "بذل" بھی ہیں اس زیادتی پر کلام کر رہے ہیں اور یہ کہ اس میں ہشام بن سعد راوی ضعیف

ہے اور یہ زیادتی ثابت نہیں بلکہ وہم ہے یہ حضرات شاید اس زیادتی کے یہی دوسرے معنی مراد لے رہے ہیں، واللہ تعالیٰ أعلم،
پھر بعد میں مزید غور کرنے سے سمجھ میں آیا کہ جو حضرات اس زیادتی پر کلام کر رہے ہیں وہ نفس ثبوت کے اعتبار سے نہیں
بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ زیادتی مرسلاً ثابت ہے جیسا کہ مؤطا کی روایت میں ہے، اور ابو داؤد کی اس روایت میں ہشام بن سعد نے
اس زیادتی کو اس حدیث میں مسنداً روایت کر دیا ہے فزال الخلجان فللہ الحمد والمنة۔

٢٣٩٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ، حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: أَتَى رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، احْتَرَقْتُ، فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا شَأْنُهُ؟»، قَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي، قَالَ: «تَصَدَّقْ»، قَالَ: وَاللهِ مَا لِي شَيْءٌ، وَلَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ، قَالَ: «اجْلِسْ» فَجَلَسَ، فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذَلِكَ أَقْبَلَ رَجُلٌ يَسُوقُ حِمَارًا عَلَيْهِ طَعَامٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ آنِفًا؟»، فَقَامَ الرَّجُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَصَدَّقْ بِهَذَا»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعَلَى غَيْرِنَا؟ فَوَاللهِ إِنَّا لَجِيَاعٌ مَا لَنَا شَيْءٌ، قَالَ: «كُلُوهُ».

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی تھیں کہ رمضان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک
شخص مسجد میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جل گیا (یعنی میں نے ایسا گناہ کیا جو میرے دوزخ میں جلنے کا سبب ہے)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے (روزہ کی حالت میں) اپنی اہلیہ سے صحبت کرلی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم میرے پاس کوئی شے نہیں ہے نہ مجھ میں قوت ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا بیٹھ جاؤ وہ شخص بیٹھا رہا۔ اتنے میں ایک شخص گدھا ہانکتا ہوا آیا جس پر غلّہ لدا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بلند آواز سے دریافت فرمایا: (وہ) جلنے والا شخص کہاں پر ہے؟ وہ شخص کھڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لے لو راہِ الٰہی میں
صدقہ کر دو۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں دوسرے کو (صدقہ) دوں؟ اللہ کی قسم ہم لوگ خود بھوکے ہیں ہمارے
پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہی کھاؤ۔

٢٣٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَائِشَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ عِشْرُونَ صَاعًا.

ترجمہ: دوسری سند میں اماں عائشہؓ سے اسی طرح روایت ہے اور اس روایت میں (بجائے اس کے کہ ایک شخص
گدھے پر غلہ لاد کے جا رہا تھا یہ) ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا کہ جس میں بیس صاع تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٣) صحيح مسلم - الصيام (١١١٢) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٩٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٤٠) سنن الدارمي - الصوم (١٧١٨)

٣٨- بَابُ التَّغْلِيظِ فِي مَنْ أَفْطَرَ عَمْدًا

جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑنے والے کی سخت سزا کا بیان

٢٣٩٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ ابْنِ مُطَوِّسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ: عَنْ أَبِي الْمُطَوِّسِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فِي غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللَّهُ لَهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ».

ترجمہ: مصنف کے استاد سلیمان بن حرب نے بواسطہ شعبہ عن حبیب عن عمارہ بن عمیر کے بعد ابن المطوس عن ابیہ کی سند سے نقل کیا اور دوسرے استاد ابن کثیر نے ابن المطوس کے بجائے عن ابی المطوس عن ابیہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کی عطا کردہ رخصت کے بغیر رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھا تو تمام عمر کے روزے اس کو پورا نہیں کر سکیں گے۔

٢٣٩٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي حَبِيبٌ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنِ ابْنِ الْمُطَوِّسِ، قَالَ: فَلَقِيتُ ابْنَ الْمُطَوِّسِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ كَثِيرٍ، وَسُلَيْمَانَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَاخْتُلِفَ عَلَى سُفْيَانَ، وَشُعْبَةَ، عَنْهُمَا ابْنُ الْمُطَوِّسِ، وَأَبُو الْمُطَوِّسِ».

ترجمہ: مصنفؒ کے تیسرے استاد امام احمد بن حنبلؒ اپنی سند حدثنا یحییٰ بن سعید عن سفیان حدثنی حبیب عن عمارہ عن ابن المطوس نقل کرتے ہیں۔ عمارہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے ابن المطوس سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے اپنے والد کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہؓ سے ابن کثیر اور سلیمان کی طرح یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا کہ شعبہ اور سفیان کے شاگردوں میں اختلاف ہے کہ راوی کا نام ابن المطوس ہے یا ابو المطوس؟

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (٧٢٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٩٦) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٠/٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧١٤)

شرح الاحادیث: یعنی جو شخص بلا عذر اور رخصت کے رمضان کا ایک روزہ ترک کر دے تو بعد میں چاہے وہ عمر بھر روزہ رکھتا رہے تو اس کی تلافی نہیں ہو سکتی فضیلت کے لحاظ سے، ورنہ ایک روزہ کی قضاء ایک روزہ سے ہو جاتی ہے، لیکن ظاہر حدیث سے مطلقاً قضاء کی نفی ہو رہی ہے، فهذا من باب التغليظ والتشديد، یہ ائمہ اربعہ اور جمہور کا مسلک کے اعتبار سے ہے ورنہ دوسرے علماء کا اس میں اختلاف ہے فقد قال ربيعة: لا يحصل القضاء، إلا باثني عشر يوماً، وقال ابن المسيب يصوم عن كل يوم شهرا. وقال النخعي لا يقضي إلا بصوم ألف يوم، وقال علي وابن مسعود لا يقضيه صوم الدهر. كذا في الميزان للشعراني، من هامش

البذل[1]، والحديث أخرجه أيضاً ابن ماجه والدارمي والبيهقي والدارقطني وأخرجه البخاري معلقاً (المنهل ج ١٠ ص ١٣٧)۔

٣٩۔ بَابُ مَنْ أَكَلَ نَاسِيًا

روزہ کی حالت میں بھولے سے کھانے پینے کا بیان

اکل وشرب ناسیا جمہور کے نزدیک مفسد صوم نہیں، اس میں امام مالکؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک مفسد ہے، اور عطاءؒ اور سفیان ثوریؒ ان دونوں نے اکل وشرب اور جماع کے درمیان فرق کر دیا ہے کہ جماع ناسیاً مفسد ہے اکل وشرب مفسد نہیں۔

٢٣٩٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَحَبِيبٍ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَكَلْتُ وَشَرِبْتُ نَاسِيًا، وَأَنَا صَائِمٌ؟ فَقَالَ: «أَطْعَمَكَ اللهُ وَسَقَاكَ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! روزہ کی حالت میں میں نے بھول کر کھا پی لیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا (یعنی بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا)۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٨٣١) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٩٢) صحيح مسلم - الصيام (١١٥٥) جامع الترمذي - الصوم (٧٢١) سنن أبي داود - الصوم (٢٣٩٨) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥١٤/٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٧)

شرح الحديث رجل سے مراد خود ابوہریرہؓ ہیں قاله الحافظ[2]، مضمون حدیث واضح ہے، والحديث أخرجه أيضًا البخاري ومسلم والترمذي والنسائي والدارقطني والحاكم وابن خزيمه والدارمي والبيهقي من طرق بألفاظ متقاربة (المنهل ج ١٠ ص ١٤٠)۔

٤٠۔ بَابُ تَأْخِيرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ

رمضان المبارک میں روزہ کی قضا میں تاخیر کرنے کا بیان

٢٣٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ

---

[1] كتاب الميزان للشعراني - ج ٢ ص ٢٧٤، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٢٢٨

[2] وهذا الرجل هو أبو هريرة راوي الحديث (فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ١٥٦)

سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: «إِنْ كَانَ لَيَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَهُ حَتَّى يَأْتِيَ شَعْبَانُ».

ترجمہ اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ مجھ پر رمضان المبارک کے (قضاء کے) روزے واجب ہوتے تھے پھر میں ان کو نہیں رکھ سکتی تھی یہاں تک کہ شعبان (کا مہینہ) آجاتا (میں ماہِ شعبان میں ان روزوں کی قضا کرتی تھی)۔

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میرے ذمہ جو رمضان کے قضا روزے ہوتے تھے پورے سال ان کے رکھنے کی نوبت نہیں آتی تھی یہاں تک کہ جب شعبان آجاتا اس میں وہ روزے رکھتی، اس تاخیر کی وجہ وہ ہے جس کی طرف اشارہ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے ففي البخاري: الشُّغُلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1] ولفظ مسلم لِمَكَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [2]، یعنی اپنے خاوند حضور اقدس ﷺ کی رعایت میں تاکہ ہر نوع کی خدمت کیلئے تیار رہیں اور شعبان میں رکھنے کی نوبت اس لئے آتی تھی اول تو اس لئے کہ اب مزید تاخیر کی گنجائش ہی نہیں رہی، دوسرے یہ کہ اس ماہ میں آپ ﷺ خود بکثرت روزے رکھا کرتے تھے۔

رمضان ثانی تک اگر تاخیر کی؟ اگر کسی شخص کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہو اور اس نے اتنی تاخیر کی بلا عذر کے کہ رمضان ثانی آپہنچا تو پھر اس پر جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قضاء مع الفدیہ واجب ہے، اور حنفیہ، حسن بصری اور نخعی کے نزدیک صرف قضاء ہے فدیہ نہیں، اور سعید بن جبیر و قتادہ کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں صرف فدیہ ہے قضاء نہیں كذا قال الخطابي وابن القيم، اور اس میں علامہ عینیؒ نے امام طحاویؒ کا میلان جمہور کے مسلک کی طرف لکھا ہے،

والحديث أخرجه أيضًا البخاري ومسلم وابن ماجه والبيهقي (المنهل ج ١٠ ص ١٤٣)۔

٤١ - بَابٌ فِيمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ

جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمے قضا روزے واجب ہوں؟

٢٤٠٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ».

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا فِي النَّذْرِ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ».

ترجمہ اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس پر روزے (واجب) ہوں تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزے رکھے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صوم نذر کے متعلق ہے اور یہ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب متى يقضي قضاء رمضان ١٨٤٩

[2] صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب قضاء رمضان في شعبان ١١٤٦

تخریج: صحيح البخاري – الصوم (١٨٥١) صحيح مسلم – الصيام (١١٤٧) سنن أبي داود – الصوم (٢٤٠٠) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦٩/٦)

شرح الحدیث **مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ:** اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور حال یہ کہ اسکے ذمہ روزہ کی قضاء ہو تو میت کا ولی میت کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں حافظ ابن قیمؒ نے تین مذہب نقل کئے ہیں:

① لا، مطلقاً، یعنی ولی اس کی طرف سے نہیں رکھ سکتا خواہ واجب اصلی ہو جیسے قضاء رمضان یا غیر اصلی جیسے صوم منذور، یہ مذہب ہے امام مالکؒ، ابو حنیفہؒ اور ظاہر مذہب شافعیؒ۔

② نعم، مطلقاً، یہ مذہب ہے ابو ثور کا اور امام شافعیؒ کی ایک روایت۔

③ واجب غیر اصلی یعنی صوم منذور رکھ سکتا ہے نہ کہ فرض اصلی، یہ مذہب ہے ابن عباس اور امام احمد کا جو ان دونوں سے صراحۃً منصوص ہے، اور یہی منقول ہے لیث بن سعد سے، اھ[1]۔

ابن قیمؒ نے امام شافعیؒ کے جس قول کو ظاہر مذہب لکھا ہے وہ ان کا قول جدید ہے کما فی الفتح اور جس کو انہوں نے امام شافعیؒ کی ایک روایت لکھا ہے وہ ان کا قول قدیم ہے، جس کو انہوں نے صحت حدیث پر معلق فرمایا تھا جیسا کہ انکی وصیت مشہور ہے، اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اسی قول قدیم کو الصحیح المختار لکھا ہے وہ فرماتے ہیں: وهو الذي صححه محققو أصحابنا الجامعين بين الفقه والحديث لقوة الأحاديث الصحيحة الصريحة اه من المنهل[2]، بذل میں ملا علی قاریؒ سے داؤد ظاہری کا مذہب بھی وہی نقل کیا ہے جو امام احمدؒ کا مذہب منصوص ہے[3]۔

جمہور کی طرف سے حدیث کی توجیہ: ان مذکورہ بالا مذاہب کے پیش نظر یہ حدیث جمہور بلکہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہے البتہ ابو ثور اور امام شافعیؒ کی ایک روایت کے موافق ہے، لہذا یہ حدیث عند الجمہور مؤول ہے، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ میں صوم سے بدل صوم ...... یعنی فدیہ مراد ہے جمہور کی دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے: لَا تَصُومُوا عَنْ مَوْتَاكُمْ، وَأَطْعِمُوا عَنْهُمْ أخرجه البيهقي[4]، اسی طرح موطأ میں ابن عمرؓ کا اثر ہے: لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ[5]۔

کن عبادات میں نیابة عن الغیر جائز ہے؟ مذکورہ بالا اختلاف سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ اور ظاہریہ کے نزدیک صوم منذور میں نیابة عن الغیر جائز ہے، خلافاً للجمهور، ہمارے یہاں یہ مسئلہ کہ کن کن عبادات میں نیابة عن الغیر جائز ہے

---

① تهذيب السنن لابن قيم الجوزية – ج ٣ ص ١١٥٢ – ١١٥٣

② المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج – ج ٨ ص ٢٥ و المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود – ج ١٠ ص ١٤٣

③ بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١١ ص ٢٣٥

④ السنن الكبرى للبيهقي – كتاب الصيام – باب من قال يصوم عنه وليه ٨٢٣٢

⑤ موطأ مالك – كتاب الصيام – باب النذر في الصيام والصيام عن الميت ١٠٦٩

اور کن میں جائز نہیں کتاب الحج میں باب الحج عن الغیر کے ذیل میں گزر چکا، والحدیث أخرجه أیضاً البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجه والنسائی والدارقطنی والبیہقی (المنهل ج ۱۰ ص ۱٤٥)۔

۲٤۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: «إِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يَصُمْ أُطْعِمَ عَنْهُ، وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ قَضَى عَنْهُ وَلِيُّهُ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو جائے پھر روزے کی قضا نہ کر سکے (یعنی ٹھیک نہ ہو) اور مر جائے تو اس کی جانب سے مساکین کو کھانا دیا جائے گا اور اس کے ذمے قضا لازم نہیں ہوگی اگر میت نے نذر مانی تھی تو اس کی جانب سے ولی (وہ نذر) پوری کرے گا۔

شرح الحدیث یہی ہے ابن عباسؓ کا وہ قول منصوص جو ابن قیمؒ کے کلام میں گزرا، یعنی فرق بین الواجب الاصلی وغیر الاصلی۔

اختلاف نسخ اور صحیح نسخہ کی تحقیق: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ ابو داؤد کے ہمارے اس نسخہ مین اسی طرح ہے ثم مات ولم یصح بلکہ اکثر نسخ ہندیہ میں اسی طرح ہے اور یہ تصحیف ہے، کما فی البذل، پھر آگے حضرت لکھتے ہیں: والصواب ما فی النسخة المصرية ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يَصُمْ [1] اسی لئے میں کہا کرتا ہوں سبق میں کہ لم یصح، لم یصح [2]، وجہ اس کی یہ ہے کہ اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے اگر کوئی شخص مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھے اور پھر اس کی جانب سے قضاء میں کوئی تفریط نہیں پائی گئی یہاں تک کہ انتقال ہو گیا تو اس صورت میں اس پر کوئی چیز واجب نہیں، ہاں اگر اس کی جانب سے قضاء میں تفریط پائی جائے یعنی مرض سے نکل کر تندرست ہو جائے اور قضاء پر اس کو قدرت ہو جائے اور پھر بغیر قضاء کے مر جائے تب اس کی طرف سے فدیہ وغیرہ واجب ہوتا ہے، والاثر أخرجه أیضاً البیہقی فی سننه (المنهل ج ۱۰ ص ۱٤٦)۔

کیا ولی پر میت کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب ہے: اوپر یہ مسئلہ گزر چکا کہ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ سے مراد عند الجمہور بدل صوم یعنی فدیہ ہے، اب یہ کہ ولی پر میت کی طرف سے فدیہ واجب ہے یا غیر واجب، اس میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ولی پر وجوب فدیہ کیلئے ایصاء میت شرط ہے اگر وصیت نہیں کی تب واجب نہیں، اگر تبرعاً فدیہ دیا تو کافی ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ، نیز وصیت کا نفاذ بھی ثلث مال کے اندر ہے اس سے زائد میں واجب نہیں، کما فی الدر المختار، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وارث پر لزوم فدیہ کیلئے ہمارے یہاں ایصاء من المیت ضروری ہے خلافاً للشافعی [3]، کتب شافعیہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک وصیت ضروری نہیں، انکی کتابوں میں ہے یخرج من ترکته لکل یوم مد

---

[1] محی الدین عبد الحمید کے محقق نسخہ میں اسی طرح ہے۔

[2] یعنی یہ لفظ لم یصح صحیح نہیں ہے، ۱۲۔

[3] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۵ ص ۲۳٥

طعام[1]، اور یہی مذہب امام احمدؒ کا ہے (کما یظهر من المغنی) ففیه: الحال الثاني: أن يموت بعد إمكان القضاء فالواجب أن يطعم عنه لكل يوم مسكين[2]، اس میں بھی وصیت کی کوئی قید نہیں لگائی ہے۔

٤٢ - بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

دورانِ سفر روزہ رکھنے کے بیان میں

اس بارے میں روایات میں بھی فی الجملہ اختلاف ہے اور فقہاء کے درمیان بھی، اسی لئے مصنفؒ نے تین باب قائم کئے اور ہر ایک باب میں اس کے مناسب روایات لائے، پہلا بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ، دوسرا بَابُ اخْتِيَارِ الْفِطْرِ، تیسرا بَابُ مَنِ اخْتَارَ الصِّيَامَ۔

صوم فی السفر میں مذاہب ائمہ: اور مذاہب اس میں اس طرح ہیں:

① ظاہریہ کے نزدیک صوم فی السفر ناجائز ہے اگر رکھا بھی تو درست نہ ہوگا۔

② حنفیہ شافعیہ، مالکیہ ان ائمہ ثلاث کے نزدیک جو شخص بلا مشقت روزہ رکھ سکتا ہو اس کیلئے افضلیت صوم، ورنہ افطار اولی ہے۔

③ امام احمدؒ و اوزاعیؒ وغیرہ کے نزدیک مطلقاً افطار افضل ہے۔

④ افطار اور صوم دونوں برابر، کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں، روایۃ عن الشافعی۔

٢٤٠٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيَّ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ قَالَ: «صُمْ إِنْ شِئْتَ، وَأَفْطِرْ إِنْ شِئْتَ».

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ اسلمیؓ نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میں متواتر روزے رکھتا ہوں کیا میں دورانِ سفر بھی روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چاہے روزے رکھو چاہے روزے نہ رکھو۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٤٠) صحيح البخاري - الصوم (١٨٤١) صحيح مسلم - الصيام (١١٢١) جامع الترمذي - الصوم (٧١١) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠٦) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠٧) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠٨) سنن النسائي - الصيام (٢٣٨٤) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٠٢) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٦٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٤٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٩٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٠٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٠٧) موطأ مالك - الصيام (٦٥٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٠٧)

٢٤٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْمَدَنِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ

---

[1] مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج — ج ١ ص ٤٤٢.

[2] المغني ويليه الشرح الكبير — ج ٣ ص ٨٢

حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، يَذْكُرُ أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي صَاحِبُ ظَهْرٍ أُعَالِجُهُ أُسَافِرُ عَلَيْهِ، وَأُكْرِيهِ، وَإِنَّهُ رُبَّمَا صَادَفَنِي هَذَا الشَّهْرُ يَعْنِي رَمَضَانَ، وَأَنَا أَجِدُ الْقُوَّةَ، وَأَنَا شَابٌّ، وَأَجِدُ بِأَنْ أَصُومَ. يَا رَسُولَ اللهِ، أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ أَنْ أُؤَخِّرَهُ، فَيَكُونُ دَيْنًا، أَفَأَصُومُ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْظَمُ لِأَجْرِي، أَوْ أُفْطِرُ؟ قَالَ: «أَيُّ ذَلِكَ شِئْتَ يَا حَمْزَةُ».

ترجمہ حضرت حمزہ بن محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں (سواری کے) جانوروں (اونٹوں) والا ہوں ان کو لے جاتا ہوں۔ سفر کرتا ہوں اپنا جانور کرایہ پر دیتا ہوں کبھی دورانِ سفر رمضان شروع ہو جاتا ہے میرے اندر قوت ہے میں جوان شخص ہوں مجھے روزے رکھنا آسان معلوم ہوتا ہے بہ نسبت روزہ مؤخر کرنے کے اسلئے کہ وہ قرض کی مانند سر پر بوجھ رہتے ہیں تو کیا میں روزے رکھ لیا کروں کہ اس میں زیادہ اجر ہے یا میں روزے نہ رکھوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حمزہ! جس طرح تمہارا دل چاہے (اسی طرح کرلو)۔

تخریج سنن النسائي - الصيام (٢٢٩٤) سنن النسائي - الصيام (٢٢٩٦) سنن النسائي - الصيام (٢٢٩٧) سنن النسائي - الصيام (٢٢٩٨) سنن النسائي - الصيام (٢٢٩٩) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠٠) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠١) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠٢) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠٣) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠٤) سنن النسائي - الصيام (٢٣٠٥) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٠٣)

شرح الحدیث حمزہ بن عمرو الاسلمیؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سواری والا ہوں، یعنی میرے پاس سواری کا اونٹ ہے جس میں میں لگا رہتا ہوں، اس پر سفر کرتا ہوں اور اس کو کرایہ پر لے چلتا ہوں، بسا اوقات اس اثناء میں رمضان کا مہینہ آجاتا ہے اور میں جوان آدمی اور قوی ہوں، میں لوگوں کے ساتھ رمضان میں روزہ رکھوں یہ میرے لئے زائد آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ اس وقت تو میں افطار کردوں سفر کی وجہ سے پھر رمضان گزرنے کے بعد سفر سے واپسی میں خود تنہا روزہ رکھوں، یعنی سب کے ساتھ ہی رمضان میں رکھ لوں اگرچہ سفر ہو یہی میرے لئے زیادہ آسان ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے یہ صورت حال عرض کرنے کے بعد دریافت کیا یا رسول اللہ! ایسی صورت میں روزہ میں زیادہ ثواب ہے افطار کرنے میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم چاہو وہی کرلو۔

أَيُّ ذَلِكَ شِئْتَ يَا حَمْزَةُ: بظاہر تخییر بین الامرین معلوم ہو رہی ہے یعنی صوم وافطار دونوں میں مساواۃ جیسا کہ ان مذاہب اربعہ مذکورہ میں سے چوتھا مذہب ہے، کیونکہ مذکورہ بالا صورت حال سننے کے بعد بھی آپ ﷺ ان سے یہی فرمارہے ہیں کہ جو چاہو کرلو، صوم یا افطار، دوسرا احتمال اس میں یہ بھی ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس صورت میں آپ ﷺ نے صوم کو ترجیح دی اس لحاظ سے کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اس صورت میں جو تم چاہ رہے ہو وہی کرلو، اور یہ ظاہر ہے کہ وہ روزہ رکھنا چاہ رہے تھے، لہٰذا اسی کو ترجیح ہوئی۔ والحديث أخرجه أيضًا الحاكم والبيهقي (المنهل ج ١٠ ص ١٤٨)۔

٢٤٠٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: «خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى فِيهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ»،

فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: «قَدْ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی جانب فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے آپ ﷺ جب (مقام) عسفان پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک برتن منگایا اور اس کو اپنے منہ تک اونچا کیا تا کہ لوگ دیکھ لیں اور یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش آیا۔ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے دوران سفر روزہ رکھا ہے اور آپ ﷺ نے روزہ نہیں بھی رکھا تو جس شخص کا دل چاہے رکھ لے اور جس کا دل چاہے نہ رکھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٤٢) صحيح البخاري - الصوم (١٨٤٧) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٢٦) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٢٩) صحيح مسلم - الصيام (١١١٣) سنن النسائي - الصيام (٢٢٨٧) سنن النسائي - الصيام (٢٢٨٨) سنن النسائي - الصيام (٢٢٨٩) سنن النسائي - الصيام (٢٢٩٠) سنن النسائي - الصيام (٢٢٩١) سنن النسائي - الصيام (٢٣١٣) سنن النسائي - الصيام (٢٣١٤) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٠٤) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٦١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٦٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٣٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٥٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٦) موطأ مالك - الصيام (٦٥٣) سنن الدارمي - الصوم (١٧٠٨)

شرح الحدیث: حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس ﷺ کے ایک سفر کا حال بیان فرما رہے ہیں جو بماہ رمضان مدینہ سے مکہ کی طرف ہوا تھا، یعنی فتح مکہ والے سال جیسا کہ آنے والی حدیث میں آرہا ہے، اس سفر میں آپ ﷺ مدینہ منورہ سے روزہ رکھتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ جب مکہ کے قریب مقام عسفان میں پہنچے، یہاں سے آپ ﷺ نے افطار شروع کر دیا، اور قافلہ والوں پر اپنا افطار ظاہر کرنے کیلئے ایک برتن میں پانی منگا کر اس کو ذرا اونچا کر کے اپنے منہ سے لگا کر پیا۔

امام نوویؒ اس حدیث پر لکھتے ہیں: اس میں دلیل ہے مذہب جمہور کی کہ سفر میں صوم و افطار دونوں جائز ہیں، اور نیز یہ کہ مسافر کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ بعض دنوں میں روزہ رکھے اور بعض میں افطار [1]۔

عجیبہ: اوپر حدیث عسفان کا ذکر آیا، یہ مکہ مدینہ کے درمیان ایک مشہور قریہ اور منزل ہے، مکہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: اور وہ جو ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ کے قریب ہے یا تو ان کی طرف سے سبقت قلم ہے یا واقعی غلطی ہے اھ [2]، میں کہتا ہوں اور اس سے بڑھ کر وہ ہے جو اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ بعض علماء کو اس حدیث کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہو گئی کہ أن الكديد اور كراع الغميم [3] (اور ایسے ہی عسفان) مدینہ منورہ کے قریب کوئی جگہ ہے، اور یہ کہ آپ کے یہ روزہ افطار کرنے کا واقعہ اسی دن کا ہے جس دن آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے، یعنی آپ مدینہ سے روزہ رکھ کر روانہ ہوئے پھر آپ کی رائے بدلی اور اس روزہ کو کراع الغمیم میں پہنچ کر افطار کر دیا، وہ

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٧ ص ٢٣٠

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٤ ص ٤٥٣

[3] یہ دونام مسلم کی روایت میں ہیں، ١٢۔

لکھتے ہیں، اور مزید بر آں اس قائل نے اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ اگر کوئی شخص روزہ کی نیت کرنے کے بعد طلوع فجر کے بعد سفر شروع کردے تو ایسے مسافر کیلئے روزہ رکھ کر افطار کردینا جائز ہے، حالانکہ جمہور کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں، ہاں مسافر کیلئے جائز ہے کہ اگر دن کے شروع میں وہ روزہ کی نیت کرلے تو بعد میں افطار کرسکتا ہے (یعنی مقیم......روزہ کی نیت کرے صبح صادق کے وقت اور پھر سفر شروع کرے تو اب اس کیلئے افطار جائز نہیں)اھ[1]. والحديث أخرجه أيضًا البخاري ومسلم والنسائي والطحاوي والبيهقي والدارمي بألفاظ متقاربة (المنهل ج ١٠ ص ١٤٩)۔

٢٤٠٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: «سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ بَعْضُنَا، وَأَفْطَرَ بَعْضُنَا، فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے رمضان میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر کیا ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض حضرات نے روزہ نہیں رکھا تو روزہ رکھنے والے شخص نے روزہ نہ رکھنے والے شخص پر عیب نہیں لگایا اور نہ روزہ نہ رکھنے والے نے روزہ رکھنے والے پر اعتراض کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٤٥) صحيح مسلم - الصيام (١١١٨) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٠٥) موطأ مالك - الصيام (٦٥٥)

٢٤٠٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ: أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ قَزَعَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَهُوَ يُفْتِي النَّاسَ، وَهُمْ مُكِبُّونَ عَلَيْهِ، فَانْتَظَرْتُ خَلْوَتَهُ، فَلَمَّا خَلَا سَأَلْتُهُ عَنْ صِيَامِ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ عَامَ الْفَتْحِ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، وَنَصُومُ حَتَّى بَلَغَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَنَازِلِ، فَقَالَ: «إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ»، فَأَصْبَحْنَا مِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ، قَالَ: ثُمَّ سِرْنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُصَبِّحُونَ عَدُوَّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا، فَكَانَتْ عَزِيمَةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: «ثُمَّ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَصُومُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ ذَلِكَ، وَبَعْدَ ذَلِكَ».

ترجمہ: قزعہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انکی طرف لوگ جھکے ہوئے تھے وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے میں (ان کی) فرصت کے انتظار میں رہا (کہ وہ جب تنہا ہوں تو میں ان سے مسئلہ دریافت کروں)۔ جب وہ تنہا ہوگئے تو میں نے دریافت کیا کہ دوران سفر، رمضان المبارک کے روزے رکھنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ فتح مکہ کے سال ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ نکلے آپ بھی روزے رکھتے تھے اور ہم لوگ بھی روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ ایک جگہ پہنچے۔ آپ نے فرمایا اب تم لوگ اپنے دشمن کے نزدیک آگئے اب تم لوگوں کا روزہ چھوڑنا تم

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج٧ ص ٢٣٠-٢٣١

لوگوں کی طاقت کا ذریعہ ہوگا۔ پھر ہم میں سے بعض صحابہؓ نے اگلے دن روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا پھر ہم لوگ روانہ ہوئے اور ایک دوسری منزل پر آئے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ صبح اپنے دشمن کے مقابلہ میں ہوگے۔ تمہارے لئے روزہ چھوڑنا تمہاری طاقت کا باعث ہے اب روزہ نہ رکھنا (پھر تمام حضرات نے روزہ نہیں رکھا) کیونکہ اب رسول اکرم ﷺ کا حکم وجوبی ہو گیا تھا۔ ابوسعید خدریؓ نے فرمایا میں نے اس سے قبل اور کے بعد حضور اکرم ﷺ کے ساتھ روزے رکھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيام (١١٢٠) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٠٦)

شرح الحدیث: ثُمَّ سِرْنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا. فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُصَبِّحُونَ عَدُوَّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا: یعنی جب آپ ﷺ مذکورہ بالا سفر میں مکہ کے قریب پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب تم دشمن سے ملنے والوں ہو (مقابلہ کا وقت آرہا ہے) لہذا اب روزہ رکھنا بند کردو۔

فائدہ: اس حدیث کے ذیل میں بذل المجهود میں ایک دوسرا مسئلہ لکھا ہے وہ یہ کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو لقاء عدو کی بناپر افطار صوم کا حکم فرمایا، یعنی سفر کی وجہ سے نہیں فرمایا بلکہ دشمن سے مقابلہ کی بناء پر، لہذا یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ۔

مصلحت حرب کی وجہ سے روزہ افطار کرنا: کیا مصلحت مذکورہ کی وجہ سے حضر میں بھی رمضان کا روزہ افطا کرسکتے ہیں؟ یہ سوال قائم کرکے حضرتؒ نے اس کا جواب بحر الرائق سے یہ نقل فرمایا ہے، صاحب بحرؒ لکھتے ہیں کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر غازی کو اس بات کا یقین ہو کہ رمضان کے مہینہ میں دشمن سے مقابلہ کرنا ہے اور اس کا یہ خیال ہے کہ اگر رمضان کا روزہ افطار نہ کیا تو ضعف لاحق ہو جائے گا تو اس کے لئے جائز ہے یہ بات کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے روزہ افطار کردے اگرچہ ابھی تک سفر بھی شروع نہ ہوا ہو، اھ[1]۔ میں کہتا ہوں: یہ مسئلہ اگرچہ امام ابوداؤدؒ نے تو اپنی سنن میں نہیں بیان کیا لیکن امام ترمذیؒ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے: بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ لِلْمُحَارِبِ فِي الإِفْطَارِ، اور وہ اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں: عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ، فَحَدَّثَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ قَالَ: «غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَتَيْنِ فِي رَمَضَانَ يَوْمَ بَدْرٍ، وَالفَتْحِ، فَأَفْطَرْنَا فِيهِمَا»، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ نَحْوُ هَذَا، إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الإِفْطَارِ عِنْدَ لِقَاءِ العَدُوِّ، «وَبِهِ يَقُولُ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ»[2]، والحديث أخرجه مسلم والطحاوي والبيهقي (المنهل ج ١٠ ص ١٥١)۔

---

[1] تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق - ج ١ ص ٣٣٣، و بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٢٤٥

[2] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء في الرخصة للمحارب في الإفطار ٧١٤.

٤٣۔ بَابُ اخْتِيَارِ الْفِطْرِ

دورانِ سفر روزہ نہ رکھنے کے راجح ہونے کا بیان

٢٤٠٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَسَنٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَى رَجُلًا يُظَلَّلُ عَلَيْهِ، وَالزِّحَامُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس پر سایہ کیا گیا ہے اور ان پر لوگوں کا ہجوم ہے (وہ روزہ سے تھا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیک کام نہیں ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٤٤) صحيح مسلم - الصيام (١١١٥) سنن النسائي - الصيام (٢٢٥٧) سنن النسائي - الصيام (٢٢٥٨) سنن النسائي - الصيام (٢٢٦٠) سنن النسائي - الصيام (٢٢٦١) سنن النسائي - الصيام (٢٢٦٢) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٠٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٧) سنن الدارمي - الصوم (١٧٠٩)

شرح الحديث: یعنی آپ ﷺ نے ایک سفر میں ایک روزہ دار صحابی کو دیکھا جسکا روزہ اور گرمی کے وجہ سے برا حال ہو رہا تھا اور لوگ ان کے گرد جمع تھے، ان کو دھوپ سے بچانے کیلئے ان پر سایہ کیے ہوئے تھے، جب آپ ﷺ نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے، والحديث أخرجه أيضًا البخاري ومسلم والدارمي والبيهقي بألفاظ متقاربة، وأخرجه النسائي من طريق يحيى بن أبي كثير....وأخرج الطحاوي نحوه، وأخرجه أيضًا عن ابن عمر (المنهل ج ١٠ ص ١٥٣)۔

٢٤٠٨ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ الرَّاسِبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ إِخْوَةِ بَنِي قُشَيْرٍ، قَالَ: أَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَيْتُ، أَوْ قَالَ: فَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَأْكُلُ، فَقَالَ: «اجْلِسْ فَأَصِبْ مِنْ طَعَامِنَا هَذَا»، فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: «اجْلِسْ أُحَدِّثْكَ عَنِ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الصِّيَامِ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَضَعَ شَطْرَ الصَّلَاةِ، أَوْ نِصْفَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ، وَعَنِ الْمُرْضِعِ، أَوِ الْحُبْلَى»، وَاللَّهِ لَقَدْ قَالَهُمَا جَمِيعًا أَوْ أَحَدَهُمَا، قَالَ: فَتَلَهَّفَتْ نَفْسِي أَنْ لَا أَكُونَ أَكَلْتُ مِنْ طَعَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ جو کہ (قبیلہ) بنی عبد اللہ بن کعب میں سے ایک شخص ہیں (یہاں وہ حضرت انسؓ مراد نہیں جو خادم رسول ہیں) ان سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے شاہسوار صحابہ ہم لوگوں پر حملہ آور ہوئے میں رک گیا یا اس طرح کہا میں چلا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کیلئے (اس وقت) کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ

ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور ہمارے کھانے میں سے کچھ کھالو۔ میں نے عرض کیا کہ میں روزہ سے ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھو میں تم کو (سفر میں) نماز اور روزہ کے متعلق بتلاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر کیلئے آدھی نماز اور روزہ معاف فرما دیا اور دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ کو روزہ معاف فرمایا بخدا آپ ﷺ نے دونوں کا نام لیا (یعنی حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت دونوں کا) یا (ان میں سے) ایک کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ بعد میں مجھ کو بہت افسوس ہوا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے کھانے میں سے کھانا نہیں کھایا۔

تخریج جامع الترمذي - الصوم (٧١٥) سنن النسائي - الصيام (٢٢٧٤) سنن النسائي - الصيام (٢٢٧٦) سنن النسائي - الصيام (٢٣١٥) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٠٨) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٦٧) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٩٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٤٧/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٩/٥)

شرح الحديث یہ انس بن مالک کعبی القشیریؓ ہیں جیسا کہ ان کے اس نسب مذکور سے بھی معلوم ہو رہا ہے، اور جو حضرت انسؓ آپ ﷺ کے مشہور خادم ہیں وہ انس بن مالک بن النضر الانصاری الخزرجیؓ ہیں، ان انسؓ کے بارے میں لکھا ہے: من رجال الأربعة ليس له إلا هذا الحديث الواحد [1]۔

بہر حال یہ فرما رہے ہیں کہ ہماری قوم پر حضور ﷺ کے لشکر نے چڑھائی کی، اور یہ خود چونکہ اسلام لا چکے تھے اسلئے یہ اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا جب کہ آپ ﷺ کھانا نوش فرما رہے تھے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: آؤ بیٹھو تم بھی ہمارے کھانے میں شریک ہو جاؤ، میں نے عرض کیا کہ میرا روزہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ارے بیٹھ تو سہی (میں تجھ سے مسافر کے روزہ کا حکم بتاؤں) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسافر سے بحالت سفر روزہ معاف کر دیا ہے، اور اس کے حق میں نماز آدھی کر دی، اور مرضع اور حبلی کے بارے میں بھی فرمایا کہ ان سے روزہ معاف کر دیا، وہ کہتے ہیں واللہ یہ مجھے یاد نہیں رہا کہ مرضع اور حبلی دونوں فرمایا تھا یا ان میں سے ایک (سیاق روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ اسکے باوجود آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے جیسا کہ وہ آگے کہہ رہے ہیں) فَتَلَهَّفَتْ نَفْسِي اور ترمذی کی روایت میں ہے: فَيَا لَهْفَ نَفْسِي کہ افسوس کر رہا ہوں اپنے اوپر آپ ﷺ کے ساتھ کھانا نہ کھانے پر۔

اس روایت میں یہ ہے: فَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کہ جب مسلمانوں نے ہماری قوم پر لشکر کشی کر دی تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا، یہاں سوال ہوتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خدمت میں اس وقت کیوں آئے، حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ مسند احمد کی روایت میں ہے: فِي إِبِلِ لِجَارٍ لِي أُخِذَتْ اور نسائی کی روایت میں ہے: فِي إِبِلٍ كَانَتْ لِي أُخِذَتْ یعنی اس لشکر نے میرے اونٹوں پر قبضہ کر لیا تھا یعنی اس کو مال غنیمت بنا کر، کیونکہ لشکر کو تو ان کے بارے میں معلوم نہ تھا کہ

[1] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء في الرخصة في الإفطار للحبلى والمرضع ٧١٥

یہ مسلمان ہو چکے ہیں، لہذا اس سلسلہ میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے ❶۔

ایک سوال اور اس کا جواب: اس حدیث پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ رمضان کے مہینہ کا قصہ ہے یا غیر رمضان کا، اگر رمضان کا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نوش فرمارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسافر نہ تھے، اور غیر رمضان کا ہے تو غیر رمضان میں مسافر سے روزہ معاف ہونے کا کیا مطلب؟ اب یا تو یہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سفر میں ہوں، کسی منزل پر ٹھہرے ہوئے ہوں، اور لشکر کے اس دستہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بھیج دیا ہو یا یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ غیر رمضان کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تھے اور یہ صحابی نفلی روزہ سے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ مسافر سے تو رمضان کا فرض روزہ بھی معاف ہے اور تم تو نفلی روزہ سے ہو، واللہ تعالی اعلم، ولم يتعرض لهذا أحد من الشراح، والحديث أخرجه أيضاً أحمد وابن ماجه والترمذي.....والبيهقي (المنهل ج ١٠ ص ١٥٥)۔

٤٤۔ بَابُ مَنِ اخْتَارَ الصِّيَامَ

سفر میں روزہ اختیار کرنے کا بیان

٢٤٠٩۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: «خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ، أَوْ كَفَّهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، مَا فِينَا صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ».

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں ایک غزوہ کے لئے نکلے یہاں تک کہ ہم لوگوں میں سے بعض افراد دھوپ کی شدت سے ہاتھ یا ہتھیلی اپنے سر پر رکھ لیتے اور ہم لوگوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی شخص روزہ سے نہیں تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٤٣) صحيح مسلم - الصيام (١١٢٢) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٠٩) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٦٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٤/٥)

٢٤١٠۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، ح وحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ سِنَانَ بْنَ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ الْهُذَلِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَتْ لَهُ حَمُولَةٌ تَأْوِي إِلَى شِبَعٍ، فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ».

ترجمہ: سنان بن سلمہ بن محبق الہذلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص کے پاس ایسی سواری ہو کہ وہ بہ سہولت منزل مقصود تک پہنچادے اور اسکو پیٹ بھر کر کھانا میسر ہو تو اس شخص کو چاہیئے کہ جس جگہ رمضان المبارک کا

❶ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٢٥٠

مہینہ شروع ہو وہاں پر ہی روزہ رکھے (یہ حکم استحبابی اور تمام ائمہ کے نزدیک سفر میں روزہ چھوڑنا درست ہے)۔

٢٤١١ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَدْرَكَهُ رَمَضَانُ فِي السَّفَرِ» فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: سنان بن سلمہ بن المحبق اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے سفر کی حالت میں رمضان المبارک پایا (یعنی سفر میں رمضان شروع ہو جائے) پھر اسکے بعد راوی نے مندرجہ بالا روایت کیطرح بیان کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصوم (٢٤١٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٧٦/٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧/٥)

شرح الاحادیث: اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ① اول یہ کہ جس شخص کے پاس سواری ہو اور مختصر سا اس کا سفر ہو، اور شام تک اپنی منزل تک پہنچ کر اپنے وقت پر کھا پی سکتا ہو اور کوئی مشقت اس کو لاحق نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ رمضان کا روزہ رکھے جب بھی رمضان کا مہینہ شروع ہو، اس مطلب کو بذل [1] میں بعید لکھا ہے، بظاہر اسلئے کہ جب اس شخص کا سفر قصیر ہے تو پھر اس پر روزہ واجب ہے خواہ اس کے پاس سواری ہو یا نہ ہو، ② لہذا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو شخص مسافر شرعی ہو خواہ اس کی مسافت کتنی ہی طویل ہو اور اس کے پاس بھی سواری بھی ہو جس کی وجہ سے راستہ میں منزل پر کھانے پینے کے وقت پہنچ سکتا ہو تو ایسے شخص پر جہاں بھی رمضان کا مہینہ آجائے اس کو روزہ رکھنا چاہئے، یعنی اگرچہ جائز افطار بھی ہے لیکن عدم مشقت کیوجہ سے اس کو روزہ رکھنا بہتر ہے۔

٤٥ - بَابُ مَتَى يُفْطِرُ الْمُسَافِرُ إِذَا خَرَجَ

مسافر جب سفر کے لئے نکلے تو کس مقام پر روزہ کھول سکتا ہے

ترجمة الباب کی شرح: بظاہر ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے سفر کیلئے نکل رہا ہو اور مہینہ ہو رمضان کا تو اس کو کس وقت کھانا پینا چاہئے، یعنی اگر روزہ رکھنے کا ارادہ نہ ہو، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ جب اپنی بستی سے باہر نکل جائے اس وقت کھائے پئے ماہ مبارک کی رعایت میں، لیکن یہ کوئی خاص مسئلہ کی بات نہ ہوئی، دوسرا مطلب ترجمۃ الباب کا یہ ہو سکتا ہے ایک شخص ابھی گھر پر ہے لیکن اس کا ارادہ سفر میں جانے کا ہے یعنی ابھی تک سفر شروع نہیں ہوا تو وہ اس صورت میں روزہ افطار کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس کا مدار طلوع فجر پر ہے اگر وہ شخص طلوع فجر کے وقت اپنے گھر پر مقیم ہے اور صبح صادق ہونے کے بعد سفر شروع کرتا ہے تب تو اس کیلئے افطار یعنی روزہ نہ رکھنا جائز نہیں، اور اگر طلوع فجر کے وقت اس کا سفر شروع ہو گیا تب افطار کر سکتا ہے اس کے بعد آپ سمجھئے کہ۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٢٥٤

کیامسافرکیلئے روزہ کی نیت کرنے کے بعد افطار جائز ہے؟ یہاں ایک اختلافی مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ اگر مسافر شخص روزہ کی نیت کرلے تو کیانیت کرنے کے بعد بھی اس کیلئے افطار جائز ہے؟ ایسے ہی اگر کوئی شخص شروع میں مقیم تھااور اس نے روزہ کی نیت کرلی تھی پھر اثناء نہار میں اس نے سفر شروع کردیاان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں روزہ کی نیت کرلینے کے بعد روزہ افطار کرناجائز ہے یانہیں؟ جواب یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں افطار ناجائز ہے[1] اور امام احمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں جائز ہے، اور باقی دوامام مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک پہلی صورت میں افطار جائز ہے، دوسرے صورت میں ناجائز اس کے بعد حدیث الباب کو لیجئے۔

٢٤١٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، ح وحَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى الْمَعْنَى حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، وَزَادَ جَعْفَرٌ، وَاللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، أَنَّ كُلَيْبَ بْنَ ذُهْلٍ الْحَضْرَمِيَّ أَخْبَرَهُ، عَنْ عُبَيْدٍ، قَالَ: جَعْفَرٌ ابْنُ جَبْرٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفِينَةٍ مِنَ الْفُسْطَاطِ فِي رَمَضَانَ، فَرُفِعَ ثُمَّ قُرِّبَ غَدَاهُ، قَالَ جَعْفَرٌ فِي حَدِيثِهِ: فَلَمْ يُجَاوِزِ الْبُيُوتَ حَتَّى دَعَا بِالسُّفْرَةِ، قَالَ: اقْتَرِبْ قُلْتُ: أَلَسْتَ تَرَى الْبُيُوتَ، قَالَ أَبُو بَصْرَةَ «أَتَرْغَبُ عَنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» قَالَ جَعْفَرٌ فِي حَدِيثِهِ: فَأَكَلَ.

ترجمہ: حضرت جعفر بن جبر سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوبصرہ غفاریؓ جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی تھے، کے ساتھ ماہ رمضان میں فُسطاط (مصر کا ایک شہر) سے روانگی کے وقت ایک کشتی میں سوار تھا۔ جب کشتی کا لنگر اُٹھاتو صبح کا کھانا آیاہم لوگ ابھی شہری مکانات (حدود) سے آگے نہیں گئے تھے کہ انہوں نے دستر خوان منگایااور مجھ سے فرمایا: آؤ کھانا کھالو۔ میں نے کہاکہ کیاآپ شہری مکانات (وغیرہ) کو نہیں دیکھتے؟ ابوبصرہؓ نے کہا: کیاتم حضرت رسول اکرم ﷺ کی سنت سے اعراض کرتے ہو (پھر) انہوں نے کھاناتناول فرمایا۔ اور پھر جعفر بن جبر نے بھی ان کے ساتھ روزہ کھول دیا۔

تخریج: سنن أبي داود-الصوم (٢٤١٢) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٧/٦) سنن الدارمي- الصوم (١٧١٣)

شرح الحدیث: عَنْ عُبَيْدٍ، قَالَ: جَعْفَرٌ ابْنُ جَبْرٍ: عبید جو کہ کلیب کے استاذ ہیں ان کے بارے میں مصنف کے ایک استاذ یعنی عبید اللہ بن عمر نے تو اتناہی کہا، اور مصنفؒ کے دوسرے استاذ جعفر بن مسافر نے "عبید بن جبر" کہا۔

قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفِينَةٍ مِنَ الْفُسْطَاطِ فِي رَمَضَانَ، فَرُفِعَ ثُمَّ قُرِّبَ غَدَاهُ، قَالَ جَعْفَرٌ فِي حَدِيثِهِ: فَلَمْ يُجَاوِزِ الْبُيُوتَ حَتَّى دَعَا بِالسُّفْرَةِ، قَالَ: اقْتَرِبْ قُلْتُ: أَلَسْتَ تَرَى الْبُيُوتَ: ابوبصرہ صحابی، ان کانام حمیل بن بصرۃ ہے۔

عبید بن جبر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ابوبصرۃ الغفاریؓ کے ساتھ ساتھ سفر کررہاتھا کشتی میں فسطاط یعنی مصر سے سوار ہوئے

---

[1] ففي الحسامي: إذا أصبح صائماً وهو مسافر، أو مقيم فسافر لايباح له الفطر. اهـ (منتخب الحسامي— ص ٣٢١)

تھے (جانا تھا اسکندریہ) رمضان کے مہینہ میں، جب کشتی میں بیٹھ گئے اور اس کا لنگر اٹھادیا گیا یہاں رفع کی ضمیر غیر مذکور کی طرف راجع ہے أي رفع مرساها، یعنی کشتی کا لنگر، پانی کا جہاز ہو یا کشتی جب اس کو ساحل پر روک کر کھڑا کرتے ہیں تو اس کشتی کو اس کی جگہ روکنے کیلئے ایک انکاوا سا ہوتا ہے اسکو ڈال دیتے ہیں اسی کو لنگر کہتے ہیں، پھر جب چلتے ہیں تو اسکو اٹھادیتے ہیں جیسا کہ یہاں روایت میں ہے کہ جب کشتی کا لنگر اٹھادیا گیا دوسرا احتمال یہ ہے کہ رفع کی ضمیر ابوبصرہ کی طرف راجع ہے یعنی جب ابوبصرہ کو اٹھا کر کشتی میں بٹھادیا گیا، راوی کہتا ہے کہ کشتی میں بیٹھنے کے فوراً ہی بعد ان کا کھانا قریب کیا گیا ابھی تک بستی کے گھروں سے تجاوز بھی نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے دستر خوان منگایا اور مجھ سے فرمایا کہ کھانے کے قریب ہو جاؤ میں نے عرض کیا کیا بیوت مصر کو نہیں دیکھ رہے ہیں آپ؟ وہ فرمانے لگے کیا حضور ﷺ کی سنت سے اعراض کرتا ہے فَأَكَلَ، یعنی یہ فرما کر انہوں نے کھانا شروع کر دیا، یعنی میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا، جیسا کہ حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے مسند احمد کی روایت کے پیش نظر، یہ تو مضمون حدیث ہوا۔

حدیث پر کلام من حیث الفقه: جس سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ ان صحابیؓ نے روزہ رکھنے کے بعد افطار کر دیا لیکن ہمیں اس بات کی تحقیق نہیں کہ وہ فسطاط میں مقیم تھے یا مسافر، اس میں دونوں ہی احتمال ہیں اور باب کے شروع میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس میں حنفیہ کا یہ مذہب بیان کیا گیا ہے کہ آدمی ہوں یا مقیم روزہ کی نیت کرنے کے بعد دونوں کیلئے افطار ناجائز ہے، تو یہ صحابی ابوبصرہ فسطاط میں خواہ مسافر ہوں یا مقیم ہر دو صورت میں ان کیلئے افطار جائز نہ تھا حنفیہ کے نزدیک، اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک ان کیلئے ایک صورت میں افطار جائز تھا اور ایک میں ناجائز، یعنی اگر فسطاط میں مسافر تھے اور روزہ کی نیت کرلی تھی تب تو افطار کرنا جائز تھا اور اگر فسطاط میں مقیم تھے اور روزہ کی نیت کرلی تھی اس صورت میں ناجائز تھا، الحاصل یہ حدیث حنفیہ کے دونوں صورتوں میں، اور شافعیہ ومالکیہ کے ایک صورت میں خلاف پڑتی ہے، البتہ امام احمدؒ کے دونوں صورتوں میں موافق ہے۔

لہٰذا اس حدیث کی توجیہ علی مسلک الحنفیہ یہ کی جائے گی کہ یہ صحابیؓ فسطاط میں مقیم تھے اور فسطاط سے طلوع فجر سے قبل بغیر روزہ کی نیت کے روانہ ہوئے اور کشتی میں سوار ہونے کے بعد جب مسافر ہو گئے اور بیوت مصر کو تجاوز کرلیا تب روزہ افطار کیا یعنی افطار کا اظہار، اس لئے کہ روزہ کی نیت تو تھی ہی نہیں، اگر اس پر یہ اشکال ہو کہ روایت میں تو ہے: فَلَمْ يُجَاوِزِ الْبُيُوتَ. اس کا جواب یہ ہے کہ آگے خود اسی روایت میں ہے أَلَسْتَ تَرَى الْبُيُوتَ، معلوم ہوا کہ صورت حال یہ تھی کہ تجاوز عن البیوت تو ہو گیا تھا لیکن وہ بیوت کشتی میں بیٹھنے کے بعد ابھی تک نظر آ رہے تھے فلا اشکال...... اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ یہ صحابیؓ فسطاط میں مسافر تھے تو اس صورت میں صرف یہ توجیہ کافی ہوگی کہ انہوں نے اس دن روزہ رکھنے کی نیت ہی نہیں کی تھی، اور ایک عام توجیہ جو دونوں صورتوں میں چل سکتی ہے خواہ یہ وہاں مقیم ہوں یا مسافر یہ ہے کہ ممکن ہے ان صحابیؓ کا مسلک بھی ہو جو امام

احمدؒ کا ہے، اور یہ ان کے نزدیک کسی حدیث سے ثابت ہو جس کی بنا پر انہوں نے فرمایا أترغب عن سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ورنہ فی الواقع تو اس مسئلہ میں کوئی صریح حدیث مروی نہیں ہے، اھ من البذل [1]. والحديث أخرجه أيضاً أحمد والبيهقي والدارمي (المنهل ج ١٠ ص ١٦٠)۔

٤٦- بَابُ قَدْرِ مَسِيرَةِ مَا يُفْطِرُ فِيهِ

کتنی مسافت والے سفر کرنے کے ارادہ پر روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے؟

٢٤١٣- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ مَنْصُورٍ الْكَلْبِيِّ، أَنَّ دِحْيَةَ بْنَ خَلِيفَةَ خَرَجَ مِنْ قَرْيَةٍ مِنْ دِمَشْقَ مَرَّةً إِلَى قَدْرِ قَرْيَةِ عُقْبَةَ، مِنَ الْفُسْطَاطِ، وَذَلِكَ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ إِنَّهُ أَفْطَرَ وَأَفْطَرَ مَعَهُ نَاسٌ، وَكَرِهَ آخَرُونَ أَنْ يُفْطِرُوا، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى قَرْيَتِهِ، قَالَ: «وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَرَاهُ، إِنَّ قَوْمًا رَغِبُوا عَنْ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ» . يَقُولُ: ذَلِكَ لِلَّذِينَ صَامُوا، ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذَلِكَ: «اللَّهُمَّ اقْبِضْنِي إِلَيْكَ».

ترجمہ منصور کلبی سے روایت ہے کہ رمضان میں ایک مرتبہ دحیہ بن خلیفہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم (جن کی صورت میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لاتے تھے) دمشق کے گاؤں سے اس قدر فاصلے پر چلے گئے کہ جس قدر فسطاط سے عقبہ بستی فاصلہ پر ہے اور یہ تین میل کا فاصلہ ہے تو انہوں نے روزہ نہ رکھا اور ان کے ساتھ دیگر حضرات نے بھی روزہ نہ رکھا لیکن بہت سے حضرات نے (اس قدر کم فاصلہ پر) روزہ نہ رکھنے کو مکروہ سمجھا۔ جب حضرت دحیہؓ اپنے گاؤں واپس آئے تو انہوں کہا: اللہ کی قسم! آج میں نے ایسی بات دیکھی ہے کہ مجھے جس چیز کے دیکھنے کا گمان نہیں تھا کہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے اور آپ کے اصحابؓ کے طریقہ سے اعراض کیا۔ اس سے وہ لوگ مراد تھے جنہوں نے سفر میں روزہ رکھ لیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے دُعا مانگی: اے رب قدوس! آپ مجھ کو اپنے پاس بلالیں۔

٢٤١٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، «كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْغَابَةِ فَلَا يُفْطِرُ وَلَا يَقْصُرُ».

ترجمہ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ غابہ کی جانب تشریف لے جاتے تھے (لیکن) اس سفر میں نہ تو روزہ چھوڑتے اور نہ نمازیں قصر کرتے۔

شرح الاحادیث منصور کلبی کہتے ہیں کہ دحیہ بن خلیفہؓ مشہور صحابی ایک مرتبہ دمشق کے ایک قریہ سے (جس کا نام مزۃ ہے) نکلے اور ابھی اتنی دور پہنچے تھے جتنا فاصلہ قریہ عقبہ اور فسطاط کے درمیان ہے جو کہ تین میل ہے، راوی کہتا ہے کہ اور یہ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٢٥٨-٢٥٩

رمضان کا مہینہ تھا، پھر آگے روایت میں یہ ہے کہ تقریباً تین میل پہنچنے کے بعد انہوں نے روزہ افطار کر دیا اور ان کے اصحاب میں سے بعض نے تو افطار کیا اور بعض نے نہیں کیا، پھر جب یہ صحابیؓ لوٹ کر اپنی بستی میں آئے تو کہنے لگے میں نے آج اپنے لوگوں سے ایسی چیز دیکھی جس کی مجھے ان سے توقع نہیں تھی، لوگوں کا عجب حال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریق سے اعراض کرتے ہیں، ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے افطار نہیں کیا تھا، اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعاء کی اللّٰهُمَّ اقْبِضْنِي إِلَيْكَ، یعنی میں اب اس دنیا میں رہنا نہیں چاہتا۔

ترجمۃ الباب سے مصنف کی غرض جس سفر میں افطار ہوتا ہے اس کی مقدار مسافت کو بیان کرنا تھا، ائمہ اربعہ کے نزدیک مسافت افطار وہی ہے جو مسافتِ قصر فی الصلاۃ ہے جس کو سفر شرعی کہتے ہیں جس کی مقدار میں ائمہ ثلاثہ اور حنفیہ کا قدرے اختلاف ہے اور ظاہریہ کے نزدیک صرف تین ہی میل کی مسافت ہے، اور اس حدیث میں بھی صرف تین ہی میل مذکور ہے، پس یہ حدیث ظاہریہ کے موافق اور جمہور کے خلاف ہوئی، جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تو یہ ہے کہ تین میل مسافت طے کرنے کے بعد انہوں نے افطار کیا منتہائے سفر کا تو اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہو سکتا ہے ان کو آگے جانا ہو، اور یہ افطار اثناء سفر میں ہو جیسا اس حدیث میں آتا ہے جو کتاب الصلاۃ میں گزری کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر ذوالحلیفہ پہنچ کر نماز قصر پڑھی یہاں بھی تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہ اثناء سفر تھا اور سفر کی پہلی منزل تھی، والحديث أخرجه أيضاً أحمد والطحاوي والبيهقي (المنهل ج ۱۰ ص ۱۶۲)۔

٤٧ ۔ بَابُ مَنْ يَقُولُ: صُمْتُ رَمَضَانَ كُلَّهُ

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "میں نے رمضان بھر روزے رکھے" (یہ کہنا کیسا ہے؟)

٢٤١٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنِّي صُمْتُ رَمَضَانَ كُلَّهُ، وَقُمْتُهُ كُلَّهُ» . فَلَا أَدْرِي أَكَرِهَ التَّزْكِيَةَ، أَوْ قَالَ: «لَابُدَّ مِنْ نَوْمَةٍ أَوْ رَقْدَةٍ».

ترجمہ حضرت ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ بات نہ کہے کہ میں نے پورے رمضان کے روزے رکھے اور پورا رمضان شب بیداری کی۔ حسن نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ ناپسند فرمایا کہ ایک آدمی اپنی تعریف کرے یا یہ بتانا چاہا کہ اس مدت میں کچھ سویا بھی ہوگا آرام بھی کیا ہوگا (اس لئے ایسا کہنا خلافِ واقعہ بھی ہے)۔

تخریج سنن النسائي - الصيام (٢١٠٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٤١٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٩/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٠/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٢/٥)

شرح الحديث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ بات بالکل نہ کہے کہ میں نے پورے رمضان کے روزے رکھے اور تمام رمضان قیام اللیل کیا، اسکی علت آگے راوی اپنی طرف سے بیان کرتا ہے کہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس لئے منع فرمایا ہو کہ اس میں اپنے نفس کا تزکیہ پایا جاتا ہے قال تعالی: فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى [1]، اور یا اس لئے منع فرمایا ہو کہ کچھ نہ کچھ غفلت اور نوم پائی ہی جاتی ہے پھر سارا رمضان کہنا کہاں صحیح ہوا۔

ایک ادب تو یہ ہوا جو اس حدیث میں مذکور ہے، اور مصنف نے اس پر ترجمہ بھی قائم کیا ہے۔

رمضان کہا جائے یا شہر رمضان: لفظ رمضان سے متعلق حدیث میں ایک اور ادب بھی آتا ہے جس پر امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے: بَابٌ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ؟ یعنی مطلق رمضان کہہ سکتے ہیں یا شہر رمضان ہی کہنا چاہیے؟ اس لئے کہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے: لَا تَقُولُوا رَمَضَانَ، فَإِنَّ رَمَضَانَ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَى، وَلٰكِنْ قُولُوا: شَهْرُ رَمَضَانَ [2]، امام نسائیؒ نے بھی اس کیلئے ایک ترجمہ قائم کیا ہے جس میں انہوں نے جواز کو ثابت کیا ہے، اس میں اس طرح ہے بَابُ الرُّخْصَةِ فِي أَنْ يُقَالَ لِشَهْرِ رَمَضَانَ رَمَضَانُ، اور پھر اس کے ذیل میں انہوں نے ابوداود والی حدیث جو اوپر مذکور ہوئی لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ صُمْتُ رَمَضَانَ الخ ذکر کی [3]، جس سے بدون اضافۃ شہر کے رمضان کا استعمال ثابت ہو رہا ہے، حافظؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب مالکؒ سے اس میں کراہت منقول ہے، اور اکثر شافعیہ نے قرینہ پر مدار رکھا ہے، یعنی اگر شہر پر قرینہ موجود ہو تو وہاں لفظ رمضان بغیر اضافت شہر کے کہہ سکتے ہیں اور اگر ایسا مقام ہے کہ وہاں پر رمضان کو دونوں معنی پر محمول کیا جاسکتا ہو تب مناسب نہیں، لیکن جمہور علماء مطلقاً جواز کے قائل ہیں، اھ [4]۔ والحديث أخرجه أيضاً أحمد من عدة طرق والنسائي (المنهل ج ۱۰ ص ۱٦۳)۔

۴۸ - بَابٌ فِي صَوْمِ الْعِيدَيْنِ

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

یعنی عید الفطر و عید الاضحیٰ ان دونوں میں روزہ رکھنا بالاتفاق حرام ہے، البتہ صحت نذر میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص عیدین کے روزے کی نذر مانے تو حنفیہ کے یہاں جائز ہے نذر منعقد ہو جائے گی مگر ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے بلکہ قضاء واجب

---

[1] سو مت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے اس کو جو بچ کر چلا (سورۃ النجم ۳۲)

[2] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصيام - باب ما روي في كراهية قول القائل جاء رمضان وذهب رمضان ٧٩٠٤. قال النووي: وهذا الحديث ضعيف ضعفه البيهقي، والضعف عليه ظاهر. ولم يذكر أحد رمضان في أسماء الله تعالى، مع كثرة من صنف فيها. (الأذكار للنووي - ص ٤٨٢)

[3] السنن الكبرى للنسائي - كتاب الصيام - باب الرخصة في ان يقال لشهر رمضان رمضان ٢٤١٩ (ج ٢ ص ٦٧)

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ١١٣

ہوگی اور جمہور کے نزدیک نذر منعقد ہی نہیں ہوتی لہٰذا قضاء بھی واجب نہیں۔

٢٤١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَذَا حَدِيثُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ، أَمَّا يَوْمُ الْأَضْحَى فَتَأْكُلُونَ مِنْ لَحْمِ نُسُكِكُمْ، وَأَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَفِطْرُكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ».

ترجمہ: حضرت ابو عبید سے روایت ہے کہ میں عید میں حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ آیا تو حضرت عمرؓ نے نماز عید خطبہ سے قبل ادا کی پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (یعنی ایک عید الفطر کے دن دوسرے عید الاضحیٰ کے دن) عید الاضحیٰ کا دن تو قربانی کے گوشت کھانے کا دن ہے اور عید الفطر کا دن رمضان کے روزوں کے افطار کرنے کا دن ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٨٩) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٥١) صحيح مسلم - الصيام (١١٣٧) جامع الترمذي - الصوم (٧٧١) سنن أبي داود - الصوم (٢٤١٦) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٢٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٤٠) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٣١)

شرح الحدیث: آپ ﷺ علت منع بیان فرمارہے ہیں عیدین میں روزہ رکھنے کی، وہ یہ کہ یوم الاضحیٰ من جانب اللہ ضیافت کا دن ہے جس میں اضحیہ کا گوشت کھایا جاتا ہے، اس دن روزہ رکھنے میں اعراض عن الضیافت لازم آتا ہے، اور یوم الفطر میں منع اسلئے ہے کہ وہ شرعاً افطار ہی کا دن ہے، جس طرح رمضان میں صوم مامور بہ ہے اسی طرح اس دن کا وظیفہ صوم کی ضد یعنی افطار ہے اور روزہ رکھنا اس میں فعل شیطان ہے، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه والبيهقي والترمذي وصححه (المنہل ج١٠ ص١٦٥)۔

٢٤١٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ، وَيَوْمِ الْأَضْحَى، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، وَعَنِ الصَّلَاةِ فِي سَاعَتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دو دن روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی: ① ایک عید الفطر کا دن ② اور دوسرے عید الاضحیٰ کے دن۔ دو طرح کپڑے پہننے سے منع فرمایا: ① اشتمال الصماء ایک آدمی ایک چادر کو اپنے پورے جسم پر لپیٹے اسمیں خطرہ ہو تا ستر کھل جانے کا، ② حبوہ سے (کہ ایک آدمی اس طرح بیٹھے کہ ٹانگیں پیٹ سے لگ جائیں اور وہ) ایک ہی چادر پہنے ہوئے ہو اور آپ ﷺ نے دو وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا: ① ایک تو نماز فجر کے بعد (جب تک سورج نہ نکلے) ② دوسرے عصر کے بعد (جب تک کہ سورج نہ غروب ہو جائے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٣٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٦٥) صحيح البخاري - الصوم (١٨٩٣) صحيح مسلم -

الصيام (٨٢٧) جامع الترمذي - الصوم (٧٧٢) سنن أبي داود - الصوم (٢٤١٧) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٦٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٨٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٥٣)

٤٩ - بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

ایام تشریق کے روزے رکھنے کی ممانعت کا بیان

٢٤١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ أَبِي مُرَّةَ، مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ، أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَلَى أَبِيهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَرَّبَ إِلَيْهِمَا طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عَمْرٌو: كُلْ، «فَهَذِهِ الْأَيَّامُ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِإِفْطَارِهَا، وَيَنْهَانَا عَنْ صِيَامِهَا»، قَالَ مَالِكٌ: «وَهِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ»

ترجمہ: اُمّ ہانی کے آزاد کردہ غلام ابو مرہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے ساتھ ان کے والد حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے ابو مرہ اور عبد اللہ بن عمروؓ کے سامنے کھانا پیش کیا اور عبد اللہ بن عمروؓ سے عمرو بن العاصؓ نے کہا کھانا کھاؤ۔ انہوں نے کہا میں روزہ سے ہوں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا تم کھانا کھاؤ کیونکہ یہ ایسے دن ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو ان دنوں میں روزہ نہ رکھنے کا حکم فرمایا اور ان دنوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ ان ایام سے مراد تشریق کے دن (یعنی) گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصوم (٢٤١٨) موطأ مالك - الحج (٨٤٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٦٧)

شرح الحديث: تحریم صوم عیدین ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بعض ایام اور بھی ہیں جن میں روزہ ممنوع ہے، یعنی ایام تشریق لیکن صوم عیدین کی تحریم تو متفق علیہ ہے۔

مذاہب ائمہ: اور ایام تشریق کی نہی مختلف فیہ ہے، اس میں علامہ عینیؒ نے علماء کے نو قول ذکر کئے ہیں جس میں سے مشہور تین ہیں: ① لایجوز مطلقاً عندنا والشافعي في الجديد، ② عند مالك واحمد يجوز للتمتع والقارن وبه قال الشافعي في القديم، ③ يجوز مطلقاً عند ابي اسحاق من الشافعية وبعض أهل العلم، یہ مذاہب کتاب الحج میں گزر چکے ہیں اس کو دیکھا جائے۔

ایام تشریق وایام نحر کی تعیین: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ایام تشریق کی تعداد و تعیین میں علماء کا بھی فی الجملہ اختلاف ہے اور ناقلین مذاہب کا اس سے زائد کما یظهر ذلك بالرجوع الى شروح الحديث، ومنها في الأوجز، لیکن تحقیق یہ ہے کما في الابواب والتراجم کہ ایام تشریق کا مصداق عند الجمهور، ومنهم الأئمة الأربعة کما في الأوجز عن كتب فروعهم تین دن ہے، حادي عشر، ثاني عشر، ثالث عشر من ذي الحجة اھ، اور ایام نحر کا مصداق بھی عند الجمہور تین ہیں اليوم العاشر ويومان بعده، لہٰذا دس ذی الحجہ ایام نحر میں داخل ہے، ایام تشریق میں غیر داخل..... اور تیرہ ذی الحجہ ایام تشریق میں سے ہے نہ

کہ ایام نحر، اور درمیانی دو کا شمار دونوں میں ہے، لیکن شافعیہ کا ایام نحر کی تعداد میں اختلاف ہے ان کے نزدیک وہ چار یوم ہیں تیرہویں ذی الحجہ بھی اس میں داخل ہے۔

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ: ایام تشریق کی وجہ تسمیہ میں چند قول ہیں:

① شرق بمعنی تشرق الشمس کیونکہ ان ایام میں قربانی کے گوشت لوگ دھوپ میں پھیلاتے ہیں خشک کرنے کے لئے۔

② دوسرا قول ایام تشریق اسلئے کہا جاتا ہے کہ قربانی کے جانور کا نحر شروق شمس کے بعد ہوتا ہے۔

③ یہ تسمیہ صلاۃ عید کے اعتبار سے ہے جو شروق شمس کے وقت ہوتی ہے۔

④ تشریق بمعنی تکبیر جو ان دنوں میں فرض نمازوں کے بعد کہی جاتی ہے اھ، من الأبواب والتراجم [1]، والحديث أخرجه مالك وابن خزيمة والحاكم وصححاه، والنسائي وابن المنذر والبيهقي والدارمي (المنهل ج ۱۰ ص ۱۶۷)۔

۲۴۱۹ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ، وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي أَنَّهُ، سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ»۔

ترجمہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کا دن اور عید الاضحیٰ کا دن اور تشریق کے تین (۳) دن مسلمانوں کی عید کے دن ہیں اور یہ (دن) کھانے پینے کے ہیں۔

تخریج جامع الترمذي - الصوم (۷۷۳) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰۰۴) سنن أبي داود - الصوم (۲۴۱۹) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۵۲/۴) سنن الدارمي - الصوم (۱۷۶۴)۔

شرح الحدیث **صوم عرفہ کے بارے میں اختلاف روایات ومذاہب علماء:** اس حدیث میں یوم النحر اور ایام تشریق کے ساتھ یوم عرفہ کو بھی ایام منہیہ میں شمار کیا گیا ہے، بعض اہل علم کا مذہب تو یہی ہے وہ یوں کہتے ہیں کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں روزہ نہیں رکھا تھا اس لئے کہ یہ اہل موقف کی عید کا دن ہے، اس قول کی تائید اس حدیث سے ہو رہی ہے، اور بعض روایات سے اس دن کی روزہ کی کراہت ثابت ہوتی ہے خاص عرفات میں یعنی حاجی کے لئے، چنانچہ امام ترمذیؒ نے باب باندھا: بَابُ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ، اور اس میں یہ حدیث ذکر کی: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَرَ بِعَرَفَةَ الحديث، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ: يَسْتَحِبُّونَ الإِفْطَارَ بِعَرَفَةَ لِيَتَقَوَّى بِهِ الرَّجُلُ عَلَى الدُّعَاءِ، وَقَدْ صَامَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ يَوْمَ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ اھ [2]، حتی کہ یحییٰ بن سعید انصاری کا مذہب یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک حاجی کیلئے یوم عرفہ میں افطار واجب ہے اور بعض روایات سے مطلقاً، اس روزہ کا

---

[1] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ۱ ص ۱۵۳ ـ ۱۵۴

[2] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب كراهية صوم يوم عرفة بعرفة ۷۵۰

استحباب معلوم ہوتا ہے جیسا کہ مشہور حدیث ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ»، أخرجه الترمذي [1] من حديث أبي قتادة وأخرجه مسلم [2] مطولاً، معلوم ہوا کہ صوم یوم عرفہ کے بارے میں تین طرح کی روایات ہیں: ① مطلقاً استحباب، ② مطلقاً کراہت، ③ كراهة للحاج، ائمہ اربعہ کا تقریبی طور پر مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ غیر حاجی کیلئے مستحب مطلقاً، اور حاجی کیلئے استحباب بشرط عدم ضعف لیکن ضعف تو کچھ نہ کچھ ہوتا ہی ہے، لہذا اس کا حاصل عدم استحباب للحاج ہو، ثم رأيت الأبواب والتراجم ففيه في كتاب الحج: قال ابن الهمام: صوم عرفة لغير الحاج مستحب. وللحاج إن كان يضعفه عن الوقوف والدعوات فالمستحب تركه، وقيل يكره، وهي كراهة تنزيه اهـ، وقال ابن حجر: صومه للحاج خلاف الاولى اهـ، أي وإن لم يضعف كما قال النووي. وهو الأصح عند الشافعية، ومكروه عند المالكية كما قال الدردير، وقال الموفق: تركه افضل (أي عند احمد) لحديث ام الفضل، اهـ [3]، وفيه في كتاب الصوم: وتقدم اختلاف الأئمة الأربعة في صوم عرفة للحاج، واما لغير الحاج فاتفقت الأئمة الأربعة على ندبه بل قال الإمام الشافعي بتأكده كما في الأوجز [4]۔

اب ہمارے سامنے تین مختلف روایات ہیں: ① حدیث ابی قتادہؓ تکفیر سنتین والی، حدیث عقبہؓ جو چل رہی ہے، ② اور حدیث ابی ہریرہؓ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ أخرجه أحمد [5] وغيره، وذكره الترمذي بقوله وفي الباب، یعنی ایک حدیث سے مطلقاً استحباب اور دوسرے سے مطلقاً منع، ③ اور تیسری حدیث سے جمع بین الروایتین کی صورت معلوم ہو گئی یعنی حاجی کیلئے منع اور غیر حاجی کیلئے استحباب، كذا في البذل عن الشوكاني [6]، والحديث أخرجه أيضاً النسائي والحاكم والبزار والبيهقي والدارمي والترمذي (المنهل ج ١٠ ص ١٦٨)۔

٥٠۔ بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُخَصَّ يَوْمُ الْجُمُعَةِ بِصَوْمٍ

جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لئے خاص کر لینے کی ممانعت

صوم جمعہ کے بانفرادہ میں مذاہب ائمہ: ترجمۃ الباب کا تعلق صوم یوم الجمعۃ منفرداً سے ہے جسکے حکم کی تصریح مصنف نے ترجمۃ الباب میں خود ہی ذکر فرمادی یعنی کراہت اور منع، شافعیہ کا راجح قول یہی ہے ایسے ہی امام احمدؒ کا

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء في فضل صوم يوم عرفة ٧٤٩

[2] صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس ١١٦٢

[3] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ١ ص ١٣٧، و شرح فتح القدير - ج ٢ ص ٣٥٥

[4] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ١ ص ١٥٣

[5] مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة - مسند أبي هريرة رضي الله عنه ٩٧٦٠

[6] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٢٧١

بھی (مصنف بھی حنبلی ہیں عند الشیخ) اور امام مالکؒ کے نزدیک تخصیص یوم جمعہ روزہ کے ساتھ بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے، اکثر فروع حنفیہ [1] سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، وفي بعض كتبنا الكراهة، قال مالك في المؤطا لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَمَنْ يُقْتَدَى بِهِ يَنْهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَصِيَامُهُ حَسَنٌ اهـ [2]، البتہ امام ابو یوسفؒ نے تنہا صوم یوم جمعہ کو خلاف احتیاط قرار دیا ہے، حنفیہ اور مالکیہ کا [3] استدلال عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے ہے: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ»، رواه النسائي والترمذي وحسنه [4]، وابن حبان وصححه، وفي المنهل [5]، قال النووي: السنة مقدمة على ما رآه هو وغيره وقد ثبت النهي عن صوم يوم الجمعة في تعين القول به ومالك معذور فانه لم يبلغه [6].

٢٤٢٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَصُمْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ بِيَوْمٍ أَوْ بَعْدَهُ».

ترجمة: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص تنہا جمعہ کے دن کو مخصوص کر کے روزہ نہ رکھے بلکہ اسکے ساتھ جمعہ کے بعد والے دن کو یا اسکے پیچھے والے دن کو بھی ملالے۔ (یعنی جمعرات یا ہفتہ کے دن کا بھی روزہ رکھ لے)۔

تخريج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٨٤) صحيح مسلم - الصيام (١١٤٤) جامع الترمذي - الصوم (٧٤٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٢٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٢٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٠٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٢/٢)

شرح الحديث: یہ حدیث کراہت تخصیص پر دال ہے جیسا کہ مصنف کے ترجمۃ الباب میں ہے، امام ترمذیؒ نے اولاً مَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ترجمہ قائم کر کے اس میں انہوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی وہ حدیث ذکر فرمائی جس سے مالکیہ و حنفیہ

---

[1] جیسے در مختار، شامی، بحر الرائق، خانیہ اور صاحب بدائع فرماتے ہیں، كره بعضهم صوم يوم الجمعة بانفراده، وكذا صوم يوم الاثنين والخميس، وقال عامتهم: أنه مستحب، لأن هذه الأيام من الأيام الفاضلة، فكان تعظيمها بالصوم مستحبا اهـ من الأوجز (ج٥ ص٣٦٣)

[2] موطأ مالك - كتاب الصيام - باب جامع الصيام ١١٠٤

[3] لیکن استدلال پر اشکال ہے کما سیأتی۔

[4] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء في صوم يوم الجمعة ٧٤٢، وسنن النسائي - كتاب الصيام - صوم النبي صلى الله عليه وسلم بأبي هو وأمي، وذكر اختلاف الناقلين للخبر في ذلك ٢٣٦٨

[5] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ١٦٩

[6] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج٨ ص١٩

استدلال کرتے ہیں جو ابھی اوپر گزری، اس کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: حدیث عبد اللہ حدیث حسن غریب، اور پھر دوسرا ترجمہ ما جاء في کراهية صوم يوم الجمعة وحده قائم کرکے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث الباب ذکر فرمائی اور اس کے بارے میں فرمایا حدیث أبي هريرة حديث حسن صحيح، اس سے معلوم ہوا کہ کراہت والی حدیث زیادہ قوی ہے، اور ہونی بھی چاہئے اس لئے کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے، علامہ عینیؒ کا میلان بھی نہی کی طرف ہے، اور انہوں نے حنفیہ اور مالکیہ کے استدلال پر (عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے) رد کیا ہے کہ اس سے تخصیص یوم پر استدلال صحیح نہیں ہو سکتا ہے آپ جمعہ کے ساتھ ایک روز قبل یا بعد شامل کر لیتے ہوں، کوکب میں حضرت گنگوہیؒ کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ یوم جمعہ کی تخصیص صوم کے ساتھ مکروہ تو نہیں لیکن خلاف اولیٰ ہے مناسب نہیں [1]، اور الحل المفهم (حضرت گنگوہیؒ کے افادات صحیح مسلم پر) میں یہ ہے، جن ایام کی تخصیص حضور ﷺ سے ثابت ہے مثل یوم الاثنین، یوم الخمیس، یوم عرفہ، یوم عاشوراء، وہ تو مشروع اور مستحب ہے ورنہ جن ایام کی تخصیص آپ ﷺ سے ثابت نہیں یا آپ ﷺ نے ان کی تخصیص سے منع فرمایا ہے ان کی تخصیص مکروہ ہے، سو اگر یوم جمعہ کو روزہ خصوصیت جمعہ کی وجہ سے کوئی رکھتا ہے تو یہ مکروہ ہے ہاں اگر خصوصیت یوم پیش نظر نہیں بلکہ یوم الأیام کی حیثیت سے یا کسی اپنی سہولت و مصلحت کی وجہ سے رکھتا ہے تو مضائقہ نہیں، والحديث أخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه وأحمد والحاكم والبيهقي والترمذي وقال حديث حسن صحيح (المنهل ج ۱۰ ص ۱۷۰)۔

۵۱۔ بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُخَصَّ يَوْمُ السَّبْتِ بِصَوْمٍ

خاص ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت

صوم یوم السبت میں مذاہب ائمہ کی تحقیق: در مختار میں ہے: والمندوب كأيام البيض من كل شهر، ويوم الجمعة ولو منفرداً، وعرفة ولو لحاجّ لم يضعفه. والمكروه تحريمًا كالعيدين. وتنزيهًا كعاشوراء وحده وسبت وحده اھ [2]، اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے یہاں یوم السبت کی تخصیص روزہ کے ساتھ مکروہ تنزیہی ہے، اسی طرح شافعیہ کے یہاں بھی مکروہ ہے ففي شرح الإقناع ويكره إفراد يوم الجمعة بالصوم لقوله: "لَا يَصُمْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ يَوْمًا بَعْدَهُ" [3]۔ وكذا إفراد السبت أو الأحد لخبر: "لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ"۔ ولأن اليهود تعظم يوم السبت والنصارى يوم الأحد اھ [4]، اور اسی طرح حنابلہ کے یہاں بھی مکروہ ہے، چنانچہ الروض المربع میں

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ۲ ص ۵۷

[2] رد المحتار على الدر المختار — ج ۳ ص ۳۳۶ - ۳۳۷

[3] صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب كراهة صيام يوم الجمعة منفردا ۱۱۴۴

[4] الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع — ج ۱ ص ۴۹۱

المربع میں ہے وکرہ إفراد یوم الجمعة لقوله ﷺ «لا تصوموا یوم الجمعة، إلا وقبله یوم، أو بعده یوم» متفق علیه. وكره إفراد یوم السبت لحدیث «لا تصوموا یوم السبت، إلا فیما افترض علیکم» رواه أحمد. اھ [1]، ان نقول سے معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاث کے نزدیک یوم السبت کی تخصیص مکروہ ہے، فروع مالکیہ میں ہمیں یہ مسئلہ نہیں ملا البتہ منہل میں ہے وہ ائمہ ثلاث کا مذہب کراہت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: وقال مالك وجماعة لا يكره صومه ولو منفرداً، وقالوا حديث عبد الله بن بسر منسوخ، وعلى تقدير عدم نسخه فهو ضعيف لا تقوم به حجة، فإن مالكا قال هذا الحديث كذب، الى آخر ما ذكر [2]۔

۲۴۲۱ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ، ح وحَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ قُبَيْسٍ، مِنْ أَهْلِ جَبَلَةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ جَمِيعًا، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ السُّلَمِيِّ، عَنْ أُخْتِهِ، - وَقَالَ يَزِيدُ: الصَّمَّاءِ - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِي مَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ، أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا حَدِيثٌ مَنْسُوخٌ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بسر سلمی سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی ہمشیرہ یزید نے کہا: یعنی صماء سے سنا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (تم لوگ) ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھو مگر فرض روزہ۔ اور اگر تم لوگوں میں سے کسی کو ہفتے کے دن کچھ نہ ملے تو انگور کا چھلکا یا درخت کی لکڑی کو چبا لے (روزہ کھول لے) امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (۷٤٤) سنن أبي داود - الصوم (۲٤۲۱) سنن ابن ماجه - الصيام (۱۷۲٦) سنن الدارمي - الصوم (۱۷٤۹)

شرح الحدیث: عبد اللہ بن بسر اپنی بہن صماء بنت بسر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یوم السبت کا روزہ مت رکھو بجز فرض روزہ کے، جیسے صوم رمضان یا صوم نذر و کفارہ وغیرہ، اور آپ ﷺ نے فرمایا اگر کسی کو تم میں سے کوئی چیز نہ ملے روزہ ختم کرنے کیلئے سوائے انگور کے چھلکا کے یا کسی درخت کی لکڑی کے بس چاہئے کہ اسی کو چبا کر نگل لے (تاکہ اگر روزہ رکھ بھی لیا ہو تو وہ باقی نہ رہے)۔

حدیث الباب جوکہ جمہور کی دلیل ہے اس پر مصنف اور امام مالک کا نقد: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا حَدِيثٌ مَنْسُوخٌ»، اس حدیث سے یوم السبت کے روزہ کی کراہت معلوم ہو رہی ہے جیسا کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاث

[1] حاشية الروض المربع — ج ۳ ص ٤٥٨ - ٤٥٩

[2] وفيه، وأعل بالاضطراب، فإنه روى عن عبد الله بن بسر عن أخته الصماء كما في المصنف، وروى عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم عند ابن حبان، الى ان قال لكن لا دليل على النسخ، وإن أرادوا أن ناسخه حديث أم سلمة المتقدم فليس بمسلم، لما علمت من أن النهي عنه محمول على صومه مفردا، والجمع متى أمكن كان المصير اليه أولى من النسخ، وقول مالك "إنه كذب" لم يتبين وجهه، وأما اضطرابه بهذه الكيفية فلا يقدح في صحة الحديث، لأنه دائر بين الصحابة وكلهم عدول، على أن الحديث قد صححه ابن السكن والحاكم وقال على شرط البخاري، إذا علمت هذا تعلم أن القول بكراهة صيامه مفردا هو الراجح اهـ (المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۱۰ ص ۱۷۱)۔

کا مذہب ہے جس میں حنفیہ بھی ہیں لیکن مصنف اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ نہیں ہیں وہ جواز تخصیص کے قائل ہیں اسی لئے مصنفؒ نے اس حدیث پر دو نقد کئے ہیں، ایک یہ کہ یہ منسوخ ہے، دوسرا نقد اگلے باب میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: «هَذَا كَذِبٌ»، ہم نے اپنے عربی حاشیہ میں یہ بات لکھدی ہے کہ یہ دونوں نقد صحیح نہیں، امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَمَعْنَى كَرَاهَتِهِ فِي هَذَا: أَنْ يَخُصَّ الرَّجُلُ يَوْمَ السَّبْتِ بِصِيَامٍ، لِأَنَّ الْيَهُودَ تُعَظِّمُ يَوْمَ السَّبْتِ اھ، امام ترمذیؒ علت کراہت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ اس میں تشبیہ بالیہود ہے، اسلئے کہ وہ یوم السبت کی تعظیم کے قائل ہیں اور اس دن روزہ رکھنے میں اسکی تعظیم ہے، علامہ شامیؒ نے بھی علت کراہت یہی لکھی ہے، جو لوگ اس حدیث کو منسوخ کہہ رہے ہیں جیسے امام ابو داودؒ اور امام مالکؒ شاید انکا استدلال ام سلمہ کی اس حدیث سے ہے جسکی نسائی بیہقی وغیرہ نے تخریج کی جسکا مضمون یہ ہے، کریب کہتے ہیں کہ بعض صحابہ نے مجھے حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیجا یہ معلوم کرنے کیلئے کہ کن ایام میں حضور ﷺ بکثرت روزے رکھتے تھے، توانہوں نے فرمایا: يَوْمُ السَّبْتِ وَالْأَحَدِ، اور یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں دن مشرکین کے عید کے ہیں وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَهُمْ [1]، مگر اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ جمہور جو کراہت کے قائل ہیں وہ کراہت منفرداً کے قائل ہیں مطلقاً کراہت کے قائل نہیں، اور اس حدیث میں افراد نہیں بلکہ یوم السبت کے ساتھ یوم الاحد بھی ہے، لہذا اس حدیث سے امام مالکؒ وغیرہ کا استدلال صحیح نہیں۔

لیکن ایک چیز اور ہے قابل تامل وہ یہ کہ اس حدیث ام سلمہؓ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اہل کتاب کی مخالفت روزہ رکھنے میں ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی موافقت اور تشبیہ ترک صوم میں ہے، وھکذا یستفاد من کلام بعض الفقھاء وہ کہتے ہیں عید ہی کا تو یہ حکم ہے کہ اس میں روزہ نہ رکھا جائے، لہذا تشبہ ترک صوم میں پایا جائیگا نہ کہ صوم میں، فتدبر۔ وحدیث الباب أخرجه أیضاً أحمد والنسائی والدارمی وابن ماجه والحاکم وصححه وقال علی شرط البخاری، وأخرجه البیھقی وابن حبان والطبرانی وابن السکن، وصححه الترمذی وقال حدیث حسن (المنھل ج ۱۰ ص ۱۷۱-۱۷۲)۔

۵۲ - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی اجازت کا بیان

یہ باب امام مالکؒ کی تائید میں ہے: یعنی تنہا یوم السبت کے روزہ کا جواز جس کے ائمہ میں سے صرف امام مالکؒ قائل ہیں، مصنفؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے وقد اشرنا الیہ فی الباب السابق۔

۲۴۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، ح وحَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ

[1] السنن الکبری للبیھقی - کتاب الصیام - باب ما ورد من النھی عن تخصیص یوم السبت بالصوم ۸۴۹۷

أَبِي أَيُّوبَ - قَالَ: حَفْصٌ الْعَتَكِيُّ - عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: «أَصُمْتِ أَمْسِ؟» قَالَتْ: لَا. قَالَ: «تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا؟» . قَالَتْ: لَا. قَالَ: «فَأَفْطِرِي».

ترجمہ: جویریہ بنت الحارثؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جمعہ کے روز ان کے پاس تشریف لائے وہ روزہ سے تھیں۔ آپ ﷺ نے جویریہؓ سے فرمایا کہ تم نے گزشتہ روز بھی روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا ارادہ کل کو روزہ رکھنے کا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم روزہ کھول لو۔

تخریج: صحیح البخاري - الصوم (١٨٨٥) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٢٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٢٤)

٢٤٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اللَّيْثَ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. أَنَّهُ كَانَ إِذَا ذُكِرَ لَهُ أَنَّهُ «نُهِيَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ السَّبْتِ» يَقُولُ ابْنُ شِهَابٍ: هَذَا حَدِيثٌ حِمْصِيٌّ.

ترجمہ: حضرت ابن شہاب زہریؒ کے متعلق مروی ہے کہ ان سے جب کوئی شخص بیان کرتا کہ ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے تو وہ فرماتے تھے کہ یہ حدیث حمصی ہے (یعنی ضعیف ہے اور اس حدیث سے اہل مدینہ واقف نہیں ہے)۔

٢٤٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: مَا زِلْتُ لَهُ كَاتِمًا حَتَّى رَأَيْتُهُ انْتَشَرَ يَعْنِي حَدِيثَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ هَذَا فِي صَوْمِ يَوْمِ السَّبْتِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: «هَذَا كَذِبٌ».

ترجمہ: حضرت اوزاعیؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت عبد اللہ بن بسر کی حدیث (جس میں ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے) کو مخفی رکھتا رہا یہاں تک کہ میں نے دیکھ لیا کہ وہ حدیث مشہور ہو گئی۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: امام مالکؒ نے بیان کیا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے۔

شرح الاحادیث: اس باب کے تحت مصنف دو حدیثیں لائے جن میں سے پہلی یہ ہے عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: «أَصُمْتِ أَمْسِ؟» قَالَتْ: لَا. قَالَ: «تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا؟» . قَالَتْ: لَا. قَالَ: «فَأَفْطِرِي».

حدیث کی ترجمۃ الباب سے عدم مطابقۃ اور اسکی تحقیق: اس حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت جویریہؓ کو تنہا یوم جمعہ سے منع فرمایا الا یہ کہ اگلے روز یعنی شنبہ کے دن بھی وہ روزہ رکھے، اس صورت میں آپ ﷺ نے ان کو روزہ کی اجازت دی۔

اس مضمون حدیث سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث اس باب میں نہیں ہونی چاہئے بلکہ بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُخَصَّ يَوْمُ الْجُمُعَةِ بِصَوْمٍ میں ہونی چاہئے جیسا کہ امام بخاریؒ نے ایسا ہی کیا ہے یا پھر باب سابق جس میں منع مذکور ہے، اس میں ہونا چاہئے نہ کہ رخصت کے باب میں، اور حضرتؒ نے بذل [1] میں لکھا ہے، اور بعض نسخوں میں ہے بھی اسی طرح، لہٰذا اس باب میں اس حدیث کا ذکر کرنی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٢٧٨

غیر محلہ ہے، اسکے بعد اس باب میں دو مستقل حدثنا اور آرہے ہیں مگر ان میں مصنفؒ نے کوئی نئی حدیث اور متن ذکر نہیں فرمایا بلکہ باب سابق میں صماء بنت بسر کی جو حدیث گزری ہے اسی پر کلام کیا ہے، چنانچہ اس پر دو نقد ذکر کئے ایک ابن شہاب کی طرف سے کہ یہ حدیث حَدِیثٌ حِمْصِيٌّ ہے، دوسرا امام مالکؒ کی طرف سے: قَالَ مَالِكٌ: «هَذَا كَذِبٌ»، ایک تیسرا نقد بھی ہے جو اوزاعیؒ سے نقل کیا ہے کہ میں اس حدیث کو لوگوں سے قصداً چھپاتا رہا (یعنی باوجود میرے پاس ہونے کے میں اس کو روایت نہیں کرتا تھا) یہاں تک کہ دیکھا کہ یہ حدیث تو سب جگہ پھیل گئی۔

هَذَا حَدِيثٌ حِمْصِيٌّ کی شرح: یہ جو ابن شہاب فرمارہے ہیں: هَذَا حَدِيثٌ حِمْصِيٌّ، اسکی شرح میں مختلف قول ہیں، اس پر تو سب متفق ہیں کہ ابن شہاب کی غرض اس سے تضعیف حدیث ہے اب یہ کہ ضعف کی وجہ کیا ہے صاحب عون المعبود نے لکھا ہے کہ اس حدیث کہ سند میں دو راوی حمصی ہیں ثور بن یزید، خالد بن معدان اور یہ دونوں متکلم فیہ ہیں [1]، حضرتؒ نے بذل میں اس کو رد فرمایا و تبعہ صاحب المنہل کی یہ بات صحیح نہیں کہ یہ دونوں راوی متکلم فیہ ہیں، بلکہ دونوں ثقہ ہیں [2]، علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو نہی وارد ہوئی ہے اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کیا ہے، اسی لئے بعض اس حدیث کو منسوخ کہہ رہے ہیں اور بعض ضعیف اھ، احقر کو اس پر یہ اشکال ہے کہ نہی کی وجہ تو معلوم ہے کہ اس میں تشبہ بالیہود ہے، احقر کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ ابن شہاب کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث کی شہرت حمص ہی کے لوگوں نے کی ہے اسی لئے یہ حدیث مشہور ہوئی ورنہ اہل حجاز و عراق وغیرہ، اسکو نہیں جانتے تھے، اس معنی کی فی الجملہ تائید اوزاعیؒ کے کلام میں ہے: مَا زِلْتُ لَهُ كَاتِمًا حَتَّى رَأَيْتُهُ انْتَشَرَ، تو یہ شہرت و اشاعت اسکی اہل حمص ہی نے کی تھی، اوزاعیؒ بھی شامی ہیں اور حمص شام ہی کا ایک شہر ہے، واللہ تعالی اعلم، والحدیث أخرجه أيضاً أحمد والبخاري والنسائي وابو نعيم والبيهقي (المنهل ج ١٠ ص ١٧٣)۔

٥٣ - بَابٌ فِي صَوْمِ الدَّهْرِ تَطَوُّعًا

ہمیشہ نفلی روزے رکھنے کا بیان

مصنفؒ نے اس باب میں منع کی روایات ذکر کی ہیں، چنانچہ صوم الدھر کی کراہت کے قائل ہیں اور ایسے ہی اسحاق بن راہویہؒ اور ظاہریہ، اور ابن حزم تو حرمت کے قائل ہیں، لیکن جمہور علماء اسکی کراہت کے قائل نہیں، وہ صوم الدھر کے جواز کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں احادیث جو نہی وارد ہوئی ہے وہ ایام منہیہ خمسہ کے شمول کی صورت میں ہے مطلقاً نہیں۔

٢٤٢٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ تَصُومُ؟ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٧ ص ٧٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٢٧٨ - ٢٧٩، و المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ١٧٣

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ. فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عُمَرُ قَالَ: رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ، وَمِنْ غَضَبِ رَسُولِهِ. فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَدِّدُهَا حَتَّى سَكَنَ غَضَبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ؟ قَالَ: «لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ»، قَالَ مُسَدَّدٌ: «لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ»، أَوْ «مَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ» - شَكَّ غَيْلَانُ - قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا؟ قَالَ: «أَوَ يُطِيقُ ذَلِكَ أَحَدٌ؟»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا؟ قَالَ: «ذَلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ؟ قَالَ: وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، فَهَذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ، وَصِيَامُ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ».

ترجمہ حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس طرح روزہ رکھتے ہیں؟ تو اسکی اس بات کے کہنے سے حضور اکرم ﷺ کو غصہ آگیا جب عمرؓ نے حضور اکرم ﷺ کے غصہ کو دیکھا تو انہوں نے کہا: ہم اللہ کے ساتھ اسکے پروردگار ہونے پر اسلام کے ساتھ (سچا) دین ہونے پر اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نبی ہونے پر راضی ہوئے اور ہم اللہ تعالیٰ کے غضب سے اور اسکے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں پھر عمرؓ متعدد مرتبہ اسی کلمہ کو دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر عمرؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اس شخص کا کیا حکم ہے کہ جو ہمیشہ روزہ رکھے (یعنی ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ تو اس شخص نے افطار کیا اور نہ روزہ رکھا۔ (مسدد کی روایت میں: لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ کے الفاظ مذکور ہیں یا فرمایا: مَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ غیلان استاد کو اس روایت میں شک ہے (جس کو ان سے مسدد نے نقل کیا ہے) پھر عمرؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کہ جو دو دن، روزہ رکھے اور ایک دن روزہ نہ رکھے تو آپ نے فرمایا کیا کوئی شخص اس بات کی قوت رکھتا ہے؟ عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کہ جو ایک دن روزہ سے ہو اور ایک دن نہ رکھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ پھر عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن ناغہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں بھی اس کی قوت حاصل کروں۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر مہینہ کے تین روزے اور رمضان المبارک کے ہر سال کے روزے ہیں یہ روزے (اجر و ثواب میں ایسے ہیں کہ جیسے) ہمیشہ کے روزے ہیں۔ اور عرفہ کے دن کا روزہ اللہ سے میں توقع رکھتا ہوں کہ اسکے ایک سال پہلے کے اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف فرمادے اور عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنے پر اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتا ہوں کہ ایک سال پہلے کے گناہ معاف فرمادے۔

٢٤٢٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، زَادَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ صَوْمَ يَوْمِ الاثْنَيْنِ، وَيَوْمِ الْخَمِيسِ قَالَ فِيهِ: «وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ الْقُرْآنُ».

ترجمہ: حضرت ابو قتادہؓ سے دوسری روایت میں اس قدر اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پیر اور جمعرات کے دن روزہ کا رکھنا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پیر ہی کے دن میری ولادت ہوئی اور مجھ پر اسی روز قرآن کریم نازل ہوا۔

تخریج: صحيح مسلم-الصيام (١١٦٢) جامع الترمذي-الصوم (٧٦٧) سنن النسائي-الصيام (٢٣٨٣) سنن أبي داود-الصوم (٢٤٢٥) سنن ابن ماجه-الصيام (١٧١٣) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٢٩٦/٥) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٣٠٣/٥)

شرح الاحادیث: ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ روزے کس طرح رکھتے ہیں؟ یعنی آپ ﷺ کا نفلی روزوں کے بارے میں کیا معمول ہے اس شخص کے سوال پر آپ ﷺ ناراض ہوئے، وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، جب انہوں حضور ﷺ...... کے غصہ کو محسوس کیا تو حضور ﷺ کے سامنے وہ پڑھنا شروع کیا جو یہاں کتاب میں مذکور ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی ناراضگی سے پناہ طلب کی گئی ہے وہ اسکو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ناگواری دور ہو گئی شراح نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو اسکے سوال پر اسلئے غصہ آیا کہ اسکا سوال خلاف ادب اور خلاف قاعدہ تھا، اسلئے کہ اسکو تو یہ سوال کرنا چاہئے تھا کہ میں روزہ کیسے رکھا کروں نہ یہ کہ آپ ﷺ سے دریافت کرے کہ آپ ﷺ کا روزہ رکھنے میں کیا معمول ہے، اسلئے کہ ہر شخص کے احوال اور مصالح الگ الگ ہوتے ہیں، آپ ﷺ اپنے حسب حال روزے رکھتے تھے کسی ماہ میں کم، کسی میں زیادہ جیسا موقع ہوتا تھا، اور پھر انبیاء علیہم السلام کی مصالح وہ ان ہی کی شایان شان ہوتی ہیں، امام نوویؒ فرماتے ہیں: اسی لئے جب بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے اسی طرح کے سؤال کئے کہ آپ ﷺ فلاں عبادت کس طرح کرتے ہیں اور فلاں کس طرح کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ کے جواب پر ان صحابہ نے عبادت کی اس مقدار کو قلیل سمجھا جس کی اطلاع حضور ﷺ کو پہنچی پھر اس پر آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا[1]۔

پھر حدیث الباب میں آگے اس طرح ہے کہ جب حضور ﷺ کی خفگی دور ہو گئی تو پھر حضرت عمرؓ نے خود نفلی روزوں کے بارے میں مناسب انداز میں سوال کیا۔ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ؟ قَالَ: «لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ» اور دوسری روایت میں ہے «لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ»۔

حضرت عمرؓ نے ترتیب وار سوال کیا، اولاً صوم الدھر کے بارے میں اور پھر اس سے کم اور پھر اس سے کم، آپ ﷺ نے صوم الدھر کے بارے میں فرمایا: لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ کہ ایسے شخص نے نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا، افطار نہ کرنا تو ظاہر ہے کہ دن بھر کھانے پینے سے رکا رہا، اور صوم کی نفی کمال اور فضیلت کے اعتبار سے ہے، یعنی جیسا روزہ آدمی کو رکھنا چاہئے اس نے ویسا روزہ

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح- ج ٤ ص ٤٧٢

نہیں رکھا، یہ روزہ کامل کیوں نہیں؟ یا تو اس لئے کہ اس سے حدیث میں منع وارد ہوا ہے...... تو اس میں حدیث کی مخالفت ہے اور یا اس لئے کہ عبادت کی حقیقت جس میں روزہ بھی داخل ہے مخالفت نفس میں ہے، اور صوم الدھر میں روزہ کا عادی ہونے کی بنا پر روزہ اس کی عادت بن جاتا ہے جس میں نفس کی مخالفت اور مشقت باقی نہیں رہتی، اور کہا گیا ہے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی بدعاء کہ جو شخص ایسا کرے اللہ تعالیٰ کرے کہ اس کو نہ نوبت آئے روزے کی نہ افطار کی۔

قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا؟ سائل نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص مسلسل دو دن کا روزہ ایک دن افطار کرے تو یہ کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے اس کو بھی زیادہ پسند نہیں فرمایا اور یہ فرمایا اگر کسی میں اس کی طاقت اور ہمت ہو تو وہ کرلے۔

قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا؟ پھر سائل نے سوال کیا: فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا؟ کہ اگر ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے تو یہ کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ، کہ یہ صوم، صوم داودی ہے، بذل میں لکھا ہے، ایک روایت میں وراد ہے أَفْضَلُ الصِّيَامِ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ[1]، اور یہ کہ یہ طریقہ روزہ کا نہایت مناسب اور معتدل ہے خير الأمور أوساطها وشرها تفريطها وإفراطها، ولذا قال بعض العلماء: اجتهد في العلم بحيث لا يمنعك من العمل، واجتهد في العمل بحيث لا يمنعك من العلم اهـ[2]۔

پھر سائل نے سوال کیا: فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذٰلِكَ، کہ یہ طریقہ تو ایسا ہے جس کے بارے میں میں خود چاہتا ہوں کہ مجھ کو اس کی اللہ تعالیٰ توفیق اور طاقت عطا فرمادے۔

اب تک تو آپ ﷺ حضرت عمرؓ جس طریقہ کے بارے میں سوال فرماتے تھے اس کے مطابق جواب ارشاد فرمادیتے تھے اب آپ ﷺ اپنی طرف سے روزہ کی کیفیت تعلیم اور تلقین فرماتے ہیں جس طرح امت کو رکھنے چاہئیں اور ظاہر ہے جو طریقہ آپ ﷺ تعلیم فرمائیں گے سب سے افضل بھی اور آسان بھی وہی ہوگا، اس سے پہلے جو طریقے گزرے ان میں یہ دونوں صفتیں بہم نہیں پائی جاتیں، یعنی افضل ہونے کے ساتھ آسان ہونا اور وہ یہ ہے۔

ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ: کہ ماہ رمضان کے پورے روزے اور باقی گیارہ ماہ میں سے ہر ماہ تین روزے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیفیت اور طریقہ روزوں کا صوم الدھر کے برابر ہے جس کی وجہ مشہور ہے: الحسنة بعشرة أمثالها[3]، ہر مہینہ میں تین روزے گویا پورے ماہ کے روزے ہوگئے، پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے سال کے ایام میں بعض مخصوص روزوں کی فضیلت بیان فرمائی، ایک صوم عرفہ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ

---

[1] سنن النسائي - كتاب الصيام - باب صوم يوم وإفطار يوم وذكر اختلاف ألفاظ الناقلين في ذلك لخبر عبد الله بن عمرو فيه ٢٣٨٨

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٢٨٢

[3] مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا: جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کیلئے ان کا دس گناہ ہے (سورۃ الأنعام ١٦٠)

اس سے دو سال کے گناہ معاف ہوں گے، گذشتہ سال اور آئندہ سال، دوسرا صوم عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ، اور یہ کہ میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اس کی وجہ سے گذشتہ ایک سال کے گناہ معاف فرمائے گا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ذنوب سے مراد صغائر ہیں، اور اگر کسی کے صغائر نہ ہو صرف کبائر ہی ہوں تو امید کی جاتی ہے ان کی تخفیف کی، اور اگر دونوں قسم کے نہ ہوں تو امید کی جاتی ہے رفع درجات کی [1]۔

آئندہ سال کے گناہوں کے معاف ہونے کا کیا مطلب جبکہ ان کا ابھی صدور ہی نہیں ہوا؟ کہا گیا ہے کہ تکفیر سے مراد حفظ ہے، یعنی آنے والے سال میں گناہوں سے محفوظ رکھنا، اور کہا گیا ہے اگلے اور پچھلے دو سال کے گناہوں کے معاف ہونے سے مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت اور ثواب کا اتنا بڑا حصہ عطا فرماتے ہیں جو گذشتہ سال کے گناہوں کے کفارہ کیلئے کافی ہو جائے، اور آئندہ سال جب آئے اور اس میں گناہوں کا وقوع ہو تو ان کو دھونے کیلئے بھی وہ رحمت اور ثواب کافی ہو جائے، اس حدیث سے صوم ثلاثۃ ایام من کل شھر، یعنی ہر مہینہ کوئی سے تین روزے رکھنے کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے خواہ وہ اول کے ہوں یا آخر کے یا درمیان کے تین روزے جن کو ایام بیض کہا جاتا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان تین روزوں سے ایام بیض ہی کے روزے مراد ہیں، والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه مختصراً ومطولاً، وكذا البيهقي من طريق أبان بن يزيد الخ (المنہل ج ۱۰ ص ۱۷۸)۔

اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے: أَرَأَيْتَ صَوْمَ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ، وَيَوْمِ الْخَمِيسِ قَالَ فِيهِ: وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ الْقُرْآنُ، بذل [2] میں لکھا ہے کہ اس سوال میں دو احتمال ہیں یا تو مطلقاً ان دنوں میں روزہ کو معلوم کرنا ہے یا منشأ سوال یہ ہے کہ یہ جو ان دنوں میں بکثرت روزے رکھتے ہیں اسکی وجہ کیا ہے؟ اسکے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: فیه أي في يوم الإثنين، کہ پیر کے دن میری پیدائش ہے، اور اسی دن میں مجھ پر نزول قرآن کی ابتداء ہے، یعنی یہ دن میرے لئے کمال صوری اور کمال معنوی دونوں کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔

جاننا چاہئے کہ سوال دو دن کے بارے میں اور جواب کا تعلق صرف یوم الإثنين سے ہے اسکی تحقیق صاحب منہل نے یہ کی ہے کہ اس روایت میں يَوْمِ الْخَمِيسِ کی زیادتی وہم ہے [3]۔ والحديث أخرجه أيضاً مسلم والبيهقي مختصراً. (المنهل)

٢٤٢٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "أَلَمْ أُحَدَّثْ أَنَّكَ تَقُولُ: لَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ، وَلَأَصُومَنَّ النَّهَارَ؟". قَالَ: أَحْسَبُهُ قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ قُلْتُ ذَاكَ، قَالَ: «قُمْ وَنَمْ، وَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَصُمْ

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۸ ص ۵۱

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۲۸۵

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۱۰ ص ۱۷۸ - ۱۷۹

مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَذَاكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ»، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: «فَصُمْ يَوْمًا، وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ»، قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: «فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ، وَهُوَ صِيَامُ دَاوُدَ»، قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں تمام رات عبادت کروں گا اور تمام دن روزہ رکھوں گا؟ راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت عبد اللہ نے عرض کیا: جی ہاں بے شک یا رسول! میں نے ایسا ہی کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم عبادت بھی کرو اور سویا بھی کرو (آرام بھی کرو) اور روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو اور ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو اس کا ثواب ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور دو دن روزہ کا ناغہ کرو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو اور یہ بہترین روزہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ حضرت رسول ﷺ نے فرمایا: اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجمعة (١٠٧٩) صحيح البخاري - الجمعة (١١٠٢) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٤) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٥) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٦) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٧) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٨) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٩) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٣٦) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٣٧) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٣٨) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٦٥) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٠٣) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٨٣) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٢١) صحيح مسلم - الصيام (١١٥٩) جامع الترمذي - الصوم (٧٧٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٣٠) سنن النسائي - الصيام (٢٣٨٨) سنن النسائي - الصيام (٢٣٨٩) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٠) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩١) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٢) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٣) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٤) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٥) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٧) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٩) سنن النسائي - الصيام (٢٤٠٠) سنن النسائي - الصيام (٢٤٠١) سنن النسائي - الصيام (٢٤٠٢) سنن النسائي - الصيام (٢٤٠٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٢٧) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧١٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٥٢)

شرح الحديث حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے ایک روز بوقت ملاقات فرمایا، کیا مجھے تمہارے بارے میں یہ بات نہیں پہنچی؟ (یعنی پہنچی ہے) کہ تم یہ کہتے ہو کہ میرا ارادہ یہ ہو رہا ہے کہ رات بھر جاگا کروں گا، قیام لیل کروں گا، اور دن میں روزہ رکھا کروں گا؟، تو انہوں نے اس کا اعتراف کیا کہ بیشک میں نے ایسا کہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات میں قیام بھی کرو اور استراحت بھی، اور دن میں روزہ بھی رکھو اور افطار بھی، اور فرمایا کہ ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو، اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اندر اس سے زیادہ روزوں کی طاقت ہے (افضل بمعنی اکثر درنہ اشکال ہوگا کہ افضل تو وہ طریقہ ہونا چاہئے جس کو حضور ﷺ فرما رہے ہیں نہ کہ وہ جس کو وہ کہہ رہے ہیں) آپ ﷺ نے اس پر اضافہ کر کے فرمایا کہ اچھا

پھر ایسا کرو کہ ایک دن روزہ اور دو دن افطار، یعنی پورے مہینہ اسی طرح کرتے رہو، اس صورت میں ایک ماہ میں روزے دس اور افطار بیس ہو جائیں گے، پھر آپ ﷺ نے ان کے سوال پر اضافہ کرتے ہوئے ایک دن روزہ ایک دن افطار کا حکم فرمایا اور یہ کہ یہ اعدل الصیام ہے اور یہی صوم داودی ہے، والحدیث أخرجه أیضاً البخاری فی عدة مواضع، ومسلم والنسائی وابن ماجه، وکذا البیهقی من طریق یحیی (المنهل ج ۱۰ ص ۱۸۰)۔

٥٤- بَابٌ فِي صَوْمِ أَشْهُرِ الْحُرُمِ

حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھنے کا بیان

اشہر حرم کا تعارف: اشہر الحرم چار ہیں تین سرد اور ایک فرد، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، یہ تین سرد ہیں، یعنی مسلسل اور رجب یہ فرد ہے، یعنی ان تین سے الگ، تسلسل میں شامل نہیں، اشہر حرم کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ [1]، اس کا مفرد الشہر الحرام ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ [2]، حرام بمعنی حرمت والا، ان مہینوں کو اشہر حرام اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ حرمت والے ہیں، اور اسی لئے زمانہ جاہلیت میں اور ابتداء اسلام میں ان چار مہینوں میں قتال حرام تھا، پھر بعد میں قتال کی حرمت منسوخ ہو گئی عند الجمہور وقال عطاء بعدم النسخ۔

٢٤٢٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، عَنْ مُجِيبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ، عَنْ أَبِيهَا، أَوْ عَمِّهَا، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَأَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ، وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمَا تَعْرِفُنِي، قَالَ: «وَمَنْ أَنْتَ؟» قَالَ: أَنَا الْبَاهِلِيُّ، الَّذِي جِئْتُكَ عَامَ الْأَوَّلِ، قَالَ: «فَمَا غَيَّرَكَ، وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ؟» قَالَ: مَا أَكَلْتُ طَعَامًا إِلَّا بِلَيْلٍ مُنْذُ فَارَقْتُكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ عَذَّبْتَ نَفْسَكَ، ثُمَّ قَالَ: «صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ» قَالَ: زِدْنِي فَإِنَّ بِي قُوَّةً، قَالَ: «صُمْ يَوْمَيْنِ»، قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: «صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ»، قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ "، وَقَالَ: بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ أَرْسَلَهَا.

ترجمہ مجیبہ باہلیہ نے اپنے والد یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر خدمتِ نبوی سے استفادہ کرنے کے بعد چلے گئے پھر ایک سال بعد آئے اور انکی حالت تبدیل ہو گئی تھی، دوسری (قسم کی) شکل ہو گئی تھی انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ

---

[1] مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کیے تھے آسمان اور زمین ان میں چار مہینے ہیں ادب کے (سورۃ التوبۃ ٣٦)

[2] حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینہ کا اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے (سورۃ البقرۃ ١٩٤)

میں وہی باہلی ہوں جو آپ کی خدمت میں سالِ گزشتہ حاضر ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تمہاری شکل تبدیل ہوگئی؟ اس وقت تو تمہاری شکل وصورت اچھی تھی۔ انہوں نے کہا کہ جب سے میں آپ کے پاس سے رخصت ہوا تھا جب سے آج تک میں نے صرف رات کو ہی کھانا کھایا (یعنی مسلسل روزے رکھے) آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کس وجہ سے اپنے نفس کو تکلیف میں مبتلا کیا؟ اسکے بعد فرمایا کہ تم پورے صبر والے مہینے کے روزے رکھو پھر تم ہر مہینہ میں ایک دن روزہ رکھا کرو۔ انہوں نے کہا اس سے بھی زیادہ کیجئے کیونکہ مجھ میں طاقت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر مہینے میں دو دن روزے رکھو انہوں نے کہا: اس میں اضافہ فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر مہینے میں تین دن (روزہ رکھو)۔ انہوں نے عرض کیا: اس سے اضافہ فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حرمت والے مہینوں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) میں روزے رکھا کرو اور چھوڑ دیا کرو، پھر روزہ رکھو پھر چھوڑ دیا کرو روزہ رکھو اور پھر چھوڑ دیا کرو آپ ﷺ نے تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ آپ نے پہلے انکو بند فرمایا پھر کھول دیا (مُراد یہ ہے کہ تم اشہر حرم میں تین روزے رکھو پھر تین دن نہ رکھو پھر اسطرح تین دن روزہ رکھو، پھر تین دن چھوڑ دو۔ اسطرح اشہر حرم میں تین مہینے میں پندرہ دن روزہ اور پندرہ دن افطار ہوگا)۔

تخریج: سنن أبي داود - الصوم (٢٤٢٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٢٨)

شرح الحدیث: مجیبہ باہلیہ اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں، ان کا نام عبداللہ بن الحارث ہے، یا اپنے چچے سے روایت کرتی ہیں، چچا کا نام معلوم نہیں کہ وہ یعنی ان کے باپ یا چچا، ایک مرتبہ مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کچھ روز ٹھہر کر اپنے وطن واپس چلے گئے، دوبارہ ایک سال کے بعد پھر حاضر ہوئے وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ، یعنی اس مرتبہ ان کی حالت بہت خستہ اور متغیر ہوگئی تھی (جس کی وجہ سے حضور ﷺ ان کو پہچان نہ سکے کہ یہ وہی ہیں) انہوں نے عرض کیا کہ میں وہی باہلی ہوں جو آپ کے پاس پہلے سال آیا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا تمہاری حالت متغیر کیوں ہوگئی تم تو اس سے بہتر حالت میں تھے، انہوں نے عرض کیا کہ یہاں سے جانے کے بعد مسلسل روزے رکھتا رہا، آپ ﷺ نے فرمایا کیوں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا، پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ایسا کیا کر کہ رمضان اور اس کے علاوہ ہر مہینہ میں ایک روزہ رکھ لیا کر، انہوں نے عرض کیا کہ اور کچھ بڑھا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا ہر ماہ میں دو روزے رکھ لیا کر، انہوں نے پھر عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، اس نے اور اضافہ طلب کیا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، آپ نے فرمایا کہ اشہر حرم میں تین روزے رکھا کر اور پھر تین دن چھوڑ دے، اسی طرح آپ ﷺ فرماتے رہے کہ کہ اشہر حرم میں تین روزے رکھ کر تین چھوڑ دے، پھر تین رکھ کر تین چھوڑ دے، ہر مرتبہ میں آپ ﷺ اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرماتے اور ان کو بند کر لیتے پھر ان کو کھولتے۔

اس آخری حکم سے پہلے آپ ﷺ نے ان کو ہر ماہ میں تین روزوں کا حکم فرمایا تھا، پھر جب انہوں نے اور زیادتی طلب کی تو آپ ﷺ نے یہ آخری بات ارشاد فرمائی، اب یہاں دو احتمال ہیں: ① یا تو یہ کہ صرف اس آخری حکم پر عمل کرو، ② اور یا

مطلب یہ ہے کہ اس آخری سے پہلے جو مشورہ دیا تھا آپ ﷺ نے یعنی ہر ماہ تین روزے رکھنے کا اس کو اور اس کو دونوں کو جمع کر دو، پہلی صورت میں یعنی انفراد کی صورت میں نفلی روزں کی تعداد کل ساٹھ ہوگی اور رمضان کو ملا کر نوے ہو جائے گی، اور دوسری صورت میں یعنی جمع والے احتمال میں صیام تطوع اکیاسی ہو جائیں گے اور مع رمضان کے ایک سو گیارہ، والحدیث أخرجه النسائي والبيهقي وكذا ابن ماجه عن أبي مجيبة الباهلي وأحمد (المنهل ج ١٠ ص ١٨٢)۔

٥٥۔ بَابٌ فِي صَوْمِ الْمُحَرَّمِ

محرم کا روزہ رکھنے کا بیان

محرم بھی اشہر حرم میں سے ہے جن کا بیان ابھی گزرا۔

٢٤٢٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ صَلَاةٌ مِنَ اللَّيْلِ»، لَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: «شَهْرُ»، قَالَ «رَمَضَانُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان المبارک کے بعد بہترین روزے اللہ تعالیٰ کے مہینے محرم کے روزے ہیں اور فرض نمازؓ کے بعد بہترین نماز رات کی نماز (تہجد) ہے۔ قتیبہ نے شہر رمضان کے بجائے صرف رمضان کا لفظ ذکر کیا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيام (١١٦٣) جامع الترمذي - الصلاة (٤٣٨) جامع الترمذي - الصوم (٧٤٠) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٢٩) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٤٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٥/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٧٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٥٧)

شرح الحدیث: اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ رمضان کے بعد سب سے افضل مہینہ روزوں کیلئے ماہ محرم ہے، یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، اور اس پر امام نوویؒ نے: فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ باب باندھا ہے۔

حديث الباب سے متعلق بعض سوال وجواب: امام نوویؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں فیه: تصریح بأنه أفضل الشهور للصوم، اس کے بعد پھر ایک اشکال کا جواب دیتے ہیں وہ یہ کہ پھر آنحضرت ﷺ ماہ شعبان میں روزوں کی کثرت کیوں فرماتے تھے؟ چنانچہ ابوداؤد میں آگے باب میں آرہا ہے صوم شعبان (رقم الحدیث ٢٤٣١) کے بارے میں: كَانَ أَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَصُومَهُ: شَعْبَانُ، ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ وقد سبق الجواب عن اكثار النبي صلى الله عليه وسلم من صوم شعبان دون المحرم وذكرنا فيه جوابين، وہ دو جواب یہ ہیں، اول یہ

کہ ممکن ہے آپ ﷺ کو صوم محرم کی افضلیت کا علم آخر حیات میں ہوا ہو اس لئے اس میں اکثار صوم کی نوبت نہیں آئی دوسرا جواب یہ کہ ممکن ہے ماہ محرم میں روزہ رکھنے سے کچھ اعذار پیش آتے رہے ہوں، سفر یا مرض وغیرہ اھ[1]، ویسے صوم شعبان کی فضیلت میں بھی ایک حدیث وارد ہے جو ترمذی میں کتاب الزکاۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ میں بروایت انسؓ ہے: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الصَّوْمِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ: «شَعْبَانُ لِتَعْظِيمِ رَمَضَانَ»، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَصَدَقَةُ بْنُ مُوسَى لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذَاكَ القَوِيِّ[2]، یہی جواب دیا ہے حافظ عراقیؒ نے کہ ترمذی کی یہ روایت صحیح مسلم کی روایت کے معارض نہیں ہو سکتی، اور علامہ ابو الطیب سندیؒ نے اس تعارض کی ایک اور توجیہ کی ہے وہ یہ کہ علی الاطلاق تو افضل ہے الصیام بعد رمضان صیام محرم ہیں اور بحیثیت تعظیم رمضان کے افضل الصیام صیام شعبان ہیں۔

فضیلت کے لحاظ سے مہینوں کی ترتیب: **فائدہ:** فضیلت کے لحاظ سے مہینوں کی ترتیب کس طرح ہے، اس کے بارے میں حضرت شیخؒ نے حاشیہ بذل میں مختلف کتب فقہ سے عبارتیں نقل فرمائی ہیں جو حسب ذیل ہیں وفی الأنوار الساطعة (من مسلك الشافعية) رمضان أفضل الشهور، ثم المحرم ثم رجب ثم ذو الحجة ثم ذو القعدة ثم شعبان، ثم باقي الشهور، انتهى، ويخالفه ما في شرح الإحياء من النووي، أفضلها بعد رمضان المحرم ويليه شعبان، وقال الغزالي: أفضلها ذو الحجة، وذكر الإختلاف في شرح الإقناع وفي الشرح الكبير للدردير، أفضلها المحرم فرجب فذو القعدة وذو الحجة اهـ[3]، حضرت شیخؒ نے اسی حاشیہ بذل میں ایک اور بات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ یہ کہ حدیث میں آتا ہے: أَفْضَلُ الصِّيَامِ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اور پھر اس کے بارے میں امام طحاویؒ کی مشکل الآثار سے نقل فرمایا ہے کہ یہ افضلیت شہور کے لحاظ سے نہیں بلکہ کیفیت صیام کے لحاظ سے ہے یعنی دوام کے مقابلہ میں[4]، آگے اسی حدیث الباب میں ہے: وَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ صَلَاةٌ مِنَ اللَّيْلِ۔

رواتب اور تہجد میں افضل کون؟ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ قیام لیل اور تہجد کی نماز رواتب یعنی سنن مؤکدہ سے بھی افضل ہے، چنانچہ ابو اسحاق مروزی اور بعض علماء اسی کے قائل ہیں، لیکن اکثر علماء رواتب کی افضلیت کے قائل ہیں کہ فرائض کے ساتھ جو سنن مؤکدہ پڑھی جاتی ہے وہ تہجد کی نماز سے افضل ہیں، اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس رائے کے خلاف نہیں ہے، اس لئے کہ رواتب صلاۃ مفروضہ کے ملحقات میں سے ہیں، لہذا تہجد کی نماز تمام نوافل مطلقہ سے افضل

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج۸ ص۵۵

[2] جامع الترمذي — كتاب الزكاة — باب ما جاء في فضل الصدقة ٦٦٣

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۲۹۲

[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۲۹۲

ہوئی نہ کہ ان نوافل سے جو کہ ملحق بالفرائض ہیں (من البذل والمنہل [1]) والحدیث أخرجه أیضاً مسلم والدارمي والبیهقي، وکذا ابن ماجه والترمذي مقتصرین فیه علی الصیام (قاله في المنهل ج ۱۰ ص ۱۸۴)۔

۲۴۳۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ يَعْنِي ابْنَ حَكِيمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ صِيَامِ رَجَبٍ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ».

ترجمہ عثمان بن حکیم نے سعید بن جبیر سے رجب کے مہینہ کے روزوں کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے مجھے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ اس قدر روزے رکھتے تھے کہ (ایسا خیال ہوتا تھا) اب آپ ﷺ روزے کا ناغہ نہیں فرمائیں گے (یعنی ہمیشہ روزہ ہی رکھا کریں گے) اور آپ ﷺ کبھی روزہ رکھنا چھوڑ دیتے کہ ہمیں گمان ہونے لگتا کہ آپ ﷺ روزہ نہ رکھیں گے۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (۲۴۳۰) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲۷/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۳۱/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۴۱/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۲۱/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۲۶/۱)

شرح حدیث یہ اس باب کی دوسری حدیث ہے، لیکن باب تو متعلق ہے صوم محرم سے اور اس حدیث کا تعلق ہے صیام رجب سے، لہٰذا حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں، اور صاحب منہل نے جو نسخہ اختیار کیا ہے اس میں اس حدیث پر مستقل صوم رجب کا ترجمہ ہے۔

اب یہ کہ اس حدیث سے صوم رجب کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے یا نفی فضیلت اس میں دونوں احتمال ہیں اسلئے کہ راوی کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ بعض مرتبہ رجب کے مہینہ میں مسلسل روزے رکھتے چلے جاتے تھے، اور بعض مرتبہ مسلسل افطار ہی کرتے رہتے تھے تو اس میں دونوں جہتیں پائی جا رہی ہیں اثبات کی بھی اور نفی کی بھی صاحب منہل [2] نے نفی کے پہلو کو اختیار کیا ہے، اور ہمارے حضرتؒ نے بذل [3] میں اثبات کے پہلو کا لحاظ فرمایا ہے...... لیکن حضرتؒ نے بذل میں حدیث کے ترجمۃ الباب سے غیر مطابق ہونے سے تعرض نہیں کیا، بظاہر حضرت کے ذہن میں یہی رہا کہ ترجمۃ الباب صوم رجب سے متعلق ہے، فتأمل۔

صوم رجب کی فضیلت میں کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ اب یہ کہ صوم رجب کی فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ سو اس سے متعلق حافظ ابن حجرؒ کی ایک مستقل تصنیف ہے تبيين العجب بما ورد في

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۱ ص ۲۹۳، و المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۱۰ ص ۱۸۳ - ۱۸۴

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۱۰ ص ۱۸۴ - ۱۸۵

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۱ ص ۲۹۳ - ۲۹۴

نضل رجب، جس کے شروع میں انہوں نے لکھا ہے کہ ماہ رجب یا صیام رجب کے بارے میں کوئی صحیح حدیث جو قابل حجت ہو ثابت نہیں، اور آگے لکھتے ہیں لیکن یہ بات مشہور ہے کہ فضائل کے بارے میں اہل علم مسامحت کرتے ہیں اور اس میں احادیث ضعیفہ لے آتے ہیں، بشرطیکہ موضوع نہ ہوں، کذا فی "الحل المفہم ص ۳۱۰"۔ والحديث أخرجه أيضاً مسلم وأخرجه البخاري وابن ماجه والترمذي بدون ذكر رجب (قاله في المنهل ج ۱۰ ص ۱۸۸)۔

٥٦۔ بَابٌ فِي صَوْمِ شَعْبَانَ

شعبان کے مہینہ کے روزہ رکھنے کا بیان

۲۴۳۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ: "كَانَ أَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَصُومَهُ: شَعْبَانُ، ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ".

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ روزے رکھنے کیلئے شعبان کے مہینے کو پسند فرماتے پھر آپ ﷺ شعبان کے مہینہ کو رمضان المبارک سے ملا دیتے۔

شرح الحدیث: اس حدیث پر کلام گذشتہ باب میں گزر چکا، حضور ﷺ اس ماہ میں روزے کثرت سے کیوں رکھتے تھے حافظؒ نے اسکی حکمت میں مختلف اقوال لکھے ہیں، اور پھر ترجیح اس قول کو دی ہے جو خود حضور اقدس ﷺ سے منقول ہے جیسا کہ نسائی میں ہے اسامہ بن زید کی حدیث سے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ جس کثرت سے روزے ماہ شعبان میں رکھتے ہیں کسی اور مہینہ میں نہیں رکھتے تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کے اندر لوگوں کے اعمال اللہ رب العالمین کے یہاں پیش کئے جاتے ہیں اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا عمل وہاں اس حال میں پہنچے کہ میں روزہ دار ہوں فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ [1]۔

تنبیہ: فتح الباری [2] کے نسخہ میں اس حدیث کو نسائی ابو داؤد اور ابن خزیمہ کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن حافظؒ کے علاوہ علامہ عینیؒ، قسطلانیؒ وغیرہ نے اس حدیث کو ابو داؤد کی طرف منسوب نہیں کیا، فالظاهر انه سبق قلم من الحافظ، والحديث أخرجه أيضاً النسائي والحاكم والبيهقي (المنهل ج ۱۰ ص ۱۸۸)۔

---

[1] سنن النسائي - كتاب الصيام - باب صوم النبي صلى الله عليه وسلم بأبي هو وأمي، وذكر اختلاف الناقلين للخبر في ذلك ۲۳۵۷

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ۲۱۵

٥٧- بَابٌ فِي صَوْمِ شَوَّالٍ

شوال کے مہینہ کے روزہ رکھنے کا بیان

٢٤٣٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ هَارُونَ بْنِ سَلْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ، فَقَالَ: «إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِي يَلِيهِ، وَكُلَّ أَرْبِعَاءَ وَخَمِيسٍ، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَافَقَهُ زَيْدٌ الْعُكْلِيُّ، وَخَالَفَهُ أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ مُسْلِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ» .

ترجمہ: حضرت مسلمؓ سے روایت ہے کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ سے یا یوں کہا کہ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا ہمیشہ روزہ رکھنے کے متعلق تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے اُوپر تمہارے اہل وعیال کا حق ہے، تم رمضان المبارک کے روزے رکھو اور رمضان المبارک سے جو دن قریب ہیں (یعنی عید کے بعد شوال کے روزے) اور ہر ایک بدھ اور جمعرات کے (روزے رکھو) پس جب تم نے یہ روزے رکھ لئے تو گویا کہ تم نے ہمیشہ روزے رکھے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (٧٤٨) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٣٢)

شرح الحدیث: آپ ﷺ سے صوم الدھر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی اور یہ فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھا کر، اور اس مہینہ میں جو اسکے متصل ہے اور ہر بدھ اور جمعرات کو بس یہی ہے تیرے لئے صوم الدھر وَالَّذِي يَلِيهِ کا مصداق بظاہر ماہ شوال ہے، مگر ترجمۃ الباب تو شعبان کے بارے میں ہے پس ہو سکتا ہے مصنف نے اس سے شعبان ہی مراد لیا ہو جس میں کوئی اشکال نہیں، رمضان کی ایک جانب میں شوال ہے دوسری جانب میں شعبان، لیکن بعض نسخوں میں اس حدیث پر مستقل شوال ہی کا ترجمۃ الباب ہے اس صورت میں اس سے شوال ہی مراد ہو گا۔

جاننا چاہئے کہ صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِي يَلِيهِ اس سیاق سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ رمضان سے متصل جو مہینہ ہے اس سے پورا ہی مراد ہے لیکن کسی حدیث میں صراحۃ شوال کے پورے ماہ کے روزوں کا مطلوب ہونا وارد نہیں، بخلاف شعبان کے اس کے بارے میں اس طرح کی روایات ہیں لہذا راجح یہی ہے کہ وَالَّذِي يَلِيهِ سے شعبان مراد لیا جائے، صاحب منہل کی رائے یہی ہے [1]، اور ہمارے حضرتؒ نے بذل [2] میں وَالَّذِي يَلِيهِ سے پورا مہینہ مراد نہیں لیا بلکہ شوال کے صرف چھ روزے کیونکہ دوسری احادیث سے اسی کا مطلوب ہونا ثابت ہے، لیکن اس صورت میں اشکال یہ ہو گا کہ شوال کے چھ روزوں کا ترجمہ مستقل آگے آ رہا ہے، والحديث أخرجه الترمذي (المنهل ج ١٠ ص ١٩٠) وزاد المنذري النسائي ايضاً۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ١٨٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٢٩٨

٥٨ ـ بَابٌ فِي صَوْمِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

عید کے چھ دن بعد کے روزے رکھنے کے فضائل کے بیان میں

٢٤٣٣ ـ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، وَسَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ، فَكَأَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ».

ترجمہ: ابوایوبؓ، صحابی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے مہینہ کے چھ روزے رکھے تو گویا اس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيام (١١٦٤) جامع الترمذي - الصوم (٧٥٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٣٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧١٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤١٧/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤١٩/٥) سنن الدارمي - الصوم (١٧٥٤)

شرح الحدیث: **شوال کے ایام ستہ کے روزوں میں اختلافات علماء:** ان روزوں کے بارے میں مشہور ہے کہ جمہور علماء ان کے استحباب کے قائل ہیں بخلاف امام مالکؒ کے انہوں نے ان کا انکار کیا ہے موطا میں ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں ما رأیت احدا من اهل العلم یصومها[1]، امام نوویؒ نے امام مالکؒ کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کو بھی ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: وقال مالك[2] وأبو حنيفة يكره ذلك[3]، اور حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے: وأما مذهب الحنفية في ذلك فقال في نور الإيضاح وشرحه مراقي الفلاح: وأما القسم الرابع وهو المندوب فهو صوم ثلاثة أيام من كل شهر ويندب كونها الأيام البيض، ومن هذا القسم صوم يوم الإثنين ويوم الخميس ومنه صوم ست من شهر شوال. قال الطحطاوي في شرح قوله: وصوم ست من شهر شوال، قال في البحر الست من شوال صومها مكروه عند الإمام متفرقة أو متتابعة، لكن عامة المتأخرين لم يروا به بأساً[4]۔

دوسری بحث یہاں پر یہ ہے کہ ان روزوں میں توالی وتتابع اولی ہے یا تفریق: شافعیہ کے نزدیک عید الفطر کے بعد علی التوالی رکھنا مستحب ہے، قال النووی: فإن فرقها أو أخرها عن أوائل شوال إلى اواخره حصلت فضيلة المتابعة لأنه يصدق أنه أتبعه ستا من شوال اهـ[5]، اور حنفیہ کے یہاں اس میں دونوں قول ہیں، قيل: الظاهر وصلها لظاهر قوله فأتبعه (اسلئے کہ فا تعقیب بلا فصل کیلئے آتی ہے) وقيل: تفريقها إظهاراً لمخالفة أهل الكتاب في التشبيه بالزيادة على

[1] موطأ مالك - كتاب الصيام - باب جامع الصيام ١١٠٣

[2] امام مالکؒ کے مسلک کی تحقیق آگے آرہی ہے، ١٢۔

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ٨ ص ٥٦

[4] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٣٠٠، مراقي الفلاح بإمداد الفتاح شرح نور الإيضاح - ص ٢٣٠

[5] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ٨ ص ٥٦

المفروض اھ،من المراقی (1)، اور در مختار میں ہے:وندب تفريق صوم الست من شوال ولا يكره التتابع على المختار، خلافا للثاني اھ (2) یعنی ہمارے نزدیک تفریق ان روزوں کی اولیٰ ہے لیکن تسلسل بھی مکروہ نہیں قول راجح میں، البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمدؒ کا مذہب منہل میں یہ لکھا ہے:وقال أحمد: لافرق بين التتابع وعدمه في الفضل، ایسے ہی صاحب منہل نے یہ بھی لکھا ہے کہ فقہاء مالکیہ بھی ان روزوں کے استحباب کے قائل ہیں لیکن متفرقاً (3)،اور أوجز میں حضرت شیخؒ لکھتے ہیں:شافعیہ کے نزدیک یہ روزے بالاتفاق مستحب ہیں بلکہ تاکد کے ساتھ،اور ایسے ہی حنابلہ کے یہاں بھی سنت ہیں جیسا کہ انکی کتابوں میں ہے،اور امام مالکؒ کا مسلک شروح حدیث اور کتب خلافیات جیسے بدایۃ المجتھد وغیرہ میں مشہور یہ ہے کہ ان کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہیں لیکن الشرح الکبیر للدردیر اور دسوقی میں یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک کراہت امور خمسہ کے ساتھ مقید ہے اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو جائے تو کراہت نہیں،اور وہ قیود یہ ہیں:① رکھنے والا مقتدیٰ بہ اور پیشوائے وقت ہو،② رمضان کے بعد متصلاً،③ تسلسل کے ساتھ بلا تفریق کے،④ ان روزوں کو علانیہ طور رکھنا،⑤ سنیت اتصال کا قائل ہونا اھ (4)۔

ان روزوں کی مشروعیت میں مصلحت: ان روزوں کی مشروعیت میں مصلحت وحکمت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ یہ بمنزلہ سنن رواتب کے ہیں جو فرض نمازوں کے ساتھ مشروع ہیں جن کا فائدہ نقصان کی تلافی ہے جو فرض نماز میں واقع ہوا ہو، علی ہذا القیاس ان روزوں کی مشروعیت صیام رمضان میں نقص کی تلافی وتدارک کیلئے ہے اھ،من المنہل، میں کہتا ہوں اور یہی مصلحت حدیث شریف میں صدقۃ الفطر کی مشروعیت کے بارے میں وارد ہوئی ہے کما تقدم فی کتاب الزکاۃ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ الحديث (5)۔

٥٩۔ بَابُ كَيْفَ كَانَ يَصُومُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم ﷺ کس طرح روزے رکھتے تھے؟

مصنف کی ایک عادت: مصنفؒ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ حضورؐ کی طرف منسوب کر کے بھی مستقل تراجم قائم

(1) بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٣٠٠

(2) رد المحتار على الدر المختار — ج ٣ ص ٤٢٢

(3) المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ١٩١

(4) أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٥ ص ٣٥٥-٣٥٦

(5) سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب زكاة الفطر ١٦٠٩

کرتے ہیں۔ چنانچہ کتاب الصلاۃ میں ابواب المواقیت کے ضمن میں ایک ترجمہ ہے: بَابٌ فِي وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اسی طرح اس سے پہلے کتاب الطہارۃ میں: بَابُ صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اور ایسے ہی کتاب الحج میں: بَابُ صِفَةِ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لیکن کتاب الزکاۃ میں اس طرح کا کوئی باب نہیں باندھا بظاہر اس لئے کہ اکثر علماء کے نزدیک انبیاء پر زکوۃ واجب ہی نہیں ہوتی بہر حال اس باب سے مصنف کی غرض نفل روزوں میں حضور ﷺ کے معمول بیان کرنا ہے، کیونکہ نفلی روزے تو اختیاری ہیں ان کا کوئی ایسا ضابطہ اور قانون تو ہے نہیں جس کی رعایت واجب ہو لوگوں کے حسب حال ہے۔

۲۴۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ، وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ.

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اتنے روزے رکھتے تھے کہ ہم کہتے کہ آپ ﷺ اس مہینہ روزے کا ناغہ نہیں فرمائیں گے اور کبھی روزہ رکھنا چھوڑ دیتے تو اتنا کہ ہم کہتے کہ آپ ﷺ روزہ نہیں رکھیں گے میں نے آپ ﷺ کو رمضان المبارک کے علاوہ کسی مہینہ کے پورے روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی مہینہ میں شعبان کے مہینہ سے زیادہ روزے رکھے ہوں۔

۲۴۳۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ زَادَ» كَانَ يَصُومُهُ إِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے اماں عائشہ صدیقہؓ کی روایت کی طرح مذکور ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ زیادہ تر شعبان کے اکثر دنوں میں روزے رکھتے تھے بلکہ آپ ﷺ شعبان کے پورے مہینے روزہ رکھتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصوم (١٨٦٨) صحيح البخاري - الصوم (١٨٦٩) صحيح مسلم - الصيام (٧٨٢) صحيح مسلم - الصيام (١١٥٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٣٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٦٨) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٠١) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤١) سنن النسائي - الصيام (٢١٧٧) سنن النسائي - الصيام (٢١٧٨) سنن النسائي - الصيام (٢١٧٩) سنن النسائي - الصيام (٢١٨٠) سنن النسائي - الصيام (٢١٨٢) سنن النسائي - الصيام (٢١٨٣) سنن النسائي - الصيام (٢١٨٤) سنن النسائي - الصيام (٢١٨٥) سنن النسائي - الصيام (٢٣٤٧) سنن النسائي - الصيام (٢٣٤٨) سنن النسائي - الصيام (٢٣٤٩) سنن النسائي - الصيام (٢٣٥١) سنن النسائي - الصيام (٢٣٥٥) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٣٤) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧١٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤٢/٦) موطأ مالك - الصيام (٦٨٨)

شرح الحديث یعنی آپ ﷺ بعض مہینوں میں روزے اتنی کثرت سے رکھتے تھے کہ ہم یہ خیال کرنے لگتے تھے کہ شاید اس ماہ افطار فرمائیں گے ہی نہیں اور بعض مہینوں میں افطار ہی فرماتے رہتے تھے یہاں تک کہ ہمیں یہ خیال ہونے لگتا تھا کہ اس ماہ آپ ﷺ کوئی روزہ رکھیں گے ہی نہیں، پھر آگے فرماتی ہیں، اور یہ بات بھی متعین تھی کہ آپ ﷺ رمضان کے علاوہ کسی مہینہ کے پورے روزے نہ رکھتے تھے، پھر آگے فرماتی ہیں، اور سب سے زیادہ روزے آپ ﷺ ماہ شعبان میں رکھتے تھے، اس کے بعد مصنفؒ نے یہی مضمون حدیث ابوہریرہؓ کی روایت سے ذکر فرمایا اور اس میں شعبان کے روزے کے بارے میں اتنا زائد ہے: كَانَ يَصُومُهُ إِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ، یعنی بس یہ سمجھئے کہ شعبان کے تو آپ ﷺ پورے ہی ماہ کے روزے رکھتے تھے۔

تنبیہ: حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ صحیح مسلم میں یہ زیادتی جس کو مصنف نے ابوہریرہؓ کی طرف منسوب کیا ہے اسی حدیث میں ذکر کیا ہے جو یہاں ابوداود میں اس سے پہلے گزری یعنی حدیث ابی سلمۃ عن عائشۃ، حضرتؒ لکھتے ہیں کہ یہ زیادتی میں نے کتب حدیث میں ابوہریرہؓ سے نہ من طریق ابی سلمۃ کہیں پائی اور نہ من غیر طریق ابی سلمہ، واللہ تعالیٰ اعلم [1]، اس دوسری روایت میں ہے: بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ اس کے بارے میں امام ترمذیؒ نے حضرت ابن المبارکؒ سے نقل کیا کہ ایسا کلام عرب میں جائز ہے کہ جب کوئی شخص اکثر شہر میں روزہ رکھے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ صام الشهر كله اور اسی طرح کہا جاتا ہے: قَامَ فُلَانٌ لَيْلَهُ أَجْمَعَ کہ فلاں آدمی ساری رات تہجد کی نماز میں کھڑا رہا ولَعَلَّهُ تَعَشَّى وَاشْتَغَلَ بِبَعْضِ أَمْرِهِ، یعنی ہو سکتا ہے اس نے اس دوران میں کوئی اور دوسرا کام بھی کر لیا ہو، کھانا کھایا ہو یا کوئی اور اس قسم کا کام کیا ہو [2]، لیکن علامہ طیبیؒ کو اس رائے سے اتفاق نہیں کہ جب لفظ کل کے ساتھ راوی تصریح کر رہا ہے جو تاکید شمول کیلئے ہے تو پھر اس کو اکثریت پر محمول کرنا درست نہیں، لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ بعض مرتبہ شعبان کے آپ ﷺ نے پورے روزے رکھے ہوں گے اور بعض مرتبہ اکثر شعبان کے، اور بعضوں نے كُلَّهُ کا مطلب یہ بیان کیا کہ روزے تو اکثر شعبان ہی کے رکھتے تھے، تمام شعبان کے نہیں، لیکن اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کبھی شروع ماہ سے اکثر رکھتے تھے اور کبھی آخر ماہ کے اعتبار سے اکثر، اور کبھی وسط ماہ کے اعتبار سے اکثر رکھتے تھے، اس طور پر روزے پورے ماہ کو شامل ہو گئے، مگر حافظؒ نے اسکو تکلف قرار دیا ہے اور ابن المبارکؒ کی رائے ہی کو ترجیح دی [3]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١١ ص ٣٠٢

[2] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء في وصال شعبان برمضان ٧٣٧

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٤ ص ٢١٤

٦٠ - بَابٌ فِي صَوْمِ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

پیر اور جمعرات کے روزہ کا بیان

٢٤٣٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ مَوْلَى قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُونٍ، عَنْ مَوْلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أُسَامَةَ إِلَى وَادِي الْقُرَى فِي طَلَبِ مَالٍ لَهُ، فَكَانَ يَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيرٌ؟ فَقَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَسُئِلَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: «إِنَّ أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ».

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي الْحَكَمِ.

حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ وہ ایک دفعہ وادی القریٰ تک حضرت اُسامہؓ کا مال تلاش کرنے کیلئے حضرت اُسامہؓ کے ساتھ گئے تو حضرت اُسامہؓ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے انکے آزاد کردہ غلام نے عرض کیا کہ آپ بوڑھے کمزور ہو کر ان دو دنوں (پیر اور جمعرات) میں کیوں روزہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے حضور ﷺ سے اسکا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیر و جمعرات والے دن بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ ہشام الدستوائی نے یحییٰ سے نقل کرکے اسی طرح عمر بن ابی الحکم نقل کیا ہے (جیسا کہ وہاں استاد نے عمر بن ابی الحکم نقل کیا ہے۔ دوسری روایت میں عمر بن الحکم ہے ابوداؤد اُسپر ذکر رہے ہیں)۔

سنن النسائي - الصيام (٢٣٥٨) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٣٦) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٠٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٠١) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٠٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٥٠)

اسامہ بن زیدؓ کے مولی سے روایت ہے یعنی ان کے خادم اور آزاد کردہ غلام سے، کہ ایک مرتبہ وہ اپنے آقا اسامہ بن زیدؓ کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف جارہے تھے اپنے مال کو طلب کرنے کیلئے اسامہ کے مولی کہتے ہیں کہ اس سفر میں میں نے دیکھا اسامہ کو کہ وہ پیر اور جمعرات دو دن کے روزے رکھتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ آپ اتنے بوڑھے ہوگئے اور پھر سفر میں آپ یہ دو روزے رکھتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ یہ روزے رکھتے تھے اور جب آپ ﷺ سے سوال کیا گیا اس کے بارے میں تو آپ ﷺ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان دو دنوں میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے یہاں پیش ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی سند میں دو راوی ایسے ہیں جن کا حال معلوم نہیں، مولی قدامہ اور مولی اسامہ، وادی القریٰ ایک وادی ہے مدینہ اور شام کے درمیان (تبوک کی سڑک پر پڑتی ہے) خیبر کے بعد ۷ھ میں آپ ﷺ نے اسکو عنوۃً فتح کیا تھا پھر جزیہ پر

مصالحت ہوگئی تھی[1]۔

رفع العمل الی السماء کے بارے میں مختلف روایات: ابن الملک کہتے ہیں، یہ حدیث اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں ہے: يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ[2]، کیونکہ ایک جگہ رفع کا ذکر ہے اور دوسری جگہ عرض کا، یعنی ہر روز کے اعمال رفع کے بعد وہاں جمع ہوتے رہتے ہیں اور پھر ان دو دنوں میں ان کو پیش کیا جاتا ہے، اور اسی طرح وہ حدیث جو ابھی قریب میں گزری جس میں یہ تھا کہ اعمال کا رفع الی السماء شعبان کے مہینہ میں ہوتا ہے، ان دو میں بھی کوئی منافات نہیں، اسلئے کہ ممکن ہے اسبوع یعنی ہفتہ بھر کے اعمال کا رفع مفصلاً ہوتا ہو، اور پورے سال کے اعمال کا شعبان میں مجملاً[3]۔

یوم الاثنین اور یوم الخمیس کے روزوں کا مندوب ہونا صَوْمِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ کے باب میں گزر چکا۔ والحديث أخرجه أيضاً أحمد (المنهل ج ١٠ ص ١٩٤)۔

٦١ - بَابٌ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ

ذی الحجہ کے پہلے دس دن روزہ رکھنا

یعنی عشر ذی الحجہ، یعنی یکم ذی الحجہ سے نو ذی الحجہ تک کے روزوں کی فضیلت کا بیان۔

٢٤٣٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ، عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ امْرَأَتِهِ، عَنْ بَعْضِ، أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ، وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، أَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَالْخَمِيسَ».

ترجمہ ہنیدہ بن خالد (جو کہ صحابی ہیں) اپنی بیوی سے نقل کرتے ہیں (انکی اہلیہ بھی صحابیہ تھیں) وہ نبی کریم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ (اُم سلمہ) سے روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ ذوالحجہ کے شروع کے نو دن کے روزے رکھتے اور عاشورہ (دس محرم) کے دن روزے رکھتے اور ہر مہینہ کے تین روزے رکھتے بایں طور کہ مہینہ کی پہلی پیر اور پہلی جمعرات کا روزہ رکھتے۔

شرح الحدیث بعض ازواج سے مراد ام المؤمنین ام سلمہؓ ہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے[4]، اس حدیث میں تین

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٣٠٤.

[2] صحيح مسلم — كتاب الإيمان — باب في قوله عليه السلام: إن الله لا ينام الخ ١٧٩

[3] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٤ ص ٤٨٦، والمنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ١٩٤

[4] سنن النسائي — كتاب الصيام — باب كيف يصوم ثلاثة أيام من كل شهر ٢٤١٩

قسم کے نفلی روزوں کا ذکر ہے، تسع ذی الحجہ، یعنی از یکم ذی الحجہ تا نو ذی الحجہ، کیونکہ یوم العاشر تو عید کا دن ہے، اور یوم عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ، اور ہر ماہ میں تین روزے اسطرح کہ مہینہ کی نو چندی پیر اور نو چندی جمعرات، لیکن یہ تو دو ہی روزے ہوئے، لہٰذا ان دونوں دنوں میں سے ایک ایک کو مکرر لینا ہو گا، یعنی دو پیر اور ایک جمعرات، یا اسکا عکس یعنی دو جمعرات اور ایک پیر، چنانچہ مسند احمد کی روایت میں ہے: أَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَخَمِيسَيْنِ [1]، اور نسائی کی روایت میں ہے: أَوَّلِ خَمِيسٍ، وَالاثْنَيْنِ وَالاثْنَيْنِ، ان سب روزوں کی مندوبیت صَوْمِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ والے باب میں فقہاء کے کلام سے گزر چکی ہے، والحديث أخرجه أحمد والنسائي والبيهقي (المنهل ج ١٠ ص ١٩٦)۔

٢٤٣٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ» يَعْنِي أَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر کوئی نیک عمل پسند نہیں ہے جس قدر ان دس دنوں میں پسندیدہ ہیں یعنی ذی الحجہ (آغاز کے) دس دنوں میں۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا جہاد بھی ان دس دنوں کے اعمال سے افضل عمل نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد بھی اس عشرۂ ذی الحجہ کے اعمال کے مقابلہ میں افضل عمل نہیں لیکن وہ جہاد کہ جس میں انسان اپنا جان ومال لے کر نکل پڑے پھر کچھ لے کر واپس نہ آئے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (٩٢٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٥٧) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٣٨) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٢٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٩/١) سنن الدارمي - الصوم (١٧٧٣)

شرح الحدیث: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: کوئی سے ایام ایسے نہیں جن میں عمل صالح کرنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہو ان دس دنوں سے یعنی ذی الحجہ کے شروع کے دس دن، یعنی ان دنوں کے اعمال صالحہ باقی تمام ایام کے اعمال سے افضل ہیں، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ذی الحجہ کا عشرہ اولیٰ تمام مہینوں کے عشروں سے افضل ہے، جس کا تقاضا یہ کہ اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کے تمام عشروں میں سے سب سے افضل عشرہ میں فلاں نیک کام کر دوں گا تو اسکی نذر کا ایفاء اس عشرہ میں عمل سے ہو گا چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: اگر کسی شخص نے نذر مانی افضل الایام میں عمل کرنے کی پس اگر اس کی مراد ایک دن ہے تو اس صورت عشرہ ذی الحجہ میں سے یوم عرفہ متعین ہو گا اس لئے کہ اس عشرہ کے ایام میں سب سے افضل وہی ہے، اور اگر اس کی مراد افضل ایام اسبوع ہے تو جمعہ کا دن متعین ہو گا، حدیث ابی ہریرہؓ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ [2] کے پیش

---

[1] مسند أحمد - مسند القبائل - باب حديث بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ٢٧٣٧٦

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة ١٠٤٦

نظر (من البذل [1])۔

التفضيل بين العشرة الاولى من ذی الحجة والعشرة الاخيرة من رمضان: مرقاۃ میں ہے کہ علماء کا اختلاف ہورہا ہے ذی الحجہ کے عشرہ اولی اور رمضان کے عشرہ اخیر میں کہ ان میں سے کون سا افضل ہے، بعض کی رائے اس حدیث کی وجہ سے یہ ہے کہ عشرۂ ذی الحجہ افضل ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ عشرۂ رمضان افضل ہے روزوں کی وجہ سے اور لیلۃ القدر کی وجہ سے، اور قول مختار یہ ہے کہ ایام تو عشرۂ ذی الحجہ کے افضل ہیں عشرۂ رمضان کے ایام سے، اور لیالی عشرۂ رمضان کی افضل ہیں عشرۂ ذی الحجہ کی لیالی سے، اس لئے کہ تمام ایام میں یوم عرفہ افضل ہے، اور تمام لیالی میں لیلۃ القدر افضل ہے [2]، والحدیث أخرجه أيضاً البخاری وابن ماجه والبيهقي والترمذي وقال حديث حسن غريب، وأخرجه ابو عوانة وابن حبان من حديث جابر [3]۔

۶۲۔ بَابٌ فِي فِطْرِ الْعَشْرِ

ذی الحجہ کے دس دنوں میں روزے نہ رکھنے کا بیان

یعنی اس حدیث کا بیان جس میں عشرۂ ذی الحجہ میں افطار یعنی ترک صوم وارد ہوا ہے۔

۲۴۳۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا الْعَشْرَ قَطُّ»

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو میں نے ذی الحجہ کے دس روز روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

تخریج: صحيح مسلم-الاعتكاف (۱۱۷۶) جامع الترمذي-الصوم (۷۵۶) سنن أبي داود-الصوم (۲۴۳۹) سنن ابن ماجه-الصيام (۱۷۲۹)

شرح وتوضیح الحدیث: اوپر والی حدیث جو حضرت ام سلمہؓ سے مروی تھی اس میں یہ گزرا ہے کہ آپ ﷺ تسع ذی الحجہ کے روزے رکھتے تھے، لیکن حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں اسکے برخلاف یہ ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو کبھی عشرۂ ذی الحجہ میں روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس حدیث میں نفی کا جو انداز ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا عشرۂ ذی الحجہ میں روزہ رکھنا مکروہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس عشرہ میں تو اعمال صالحہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، اور روزہ رکھنا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے، لہذا یہ حدیث بلاشبہ محتاج توجیہ وتاویل ہے۔

ایک توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہؓ نفس صوم کی نفی نہیں فرمارہی ہیں کہ آپ ﷺ اس عشرہ میں روزہ نہیں رکھتے تھے

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ۲۹۱ - ۲۹۲، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۳۰۸ - ۳۰۹

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٤ ص ٤٩٦

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۱۰ ص ۱۹۸

بلکہ اپنی رویت کی نفی کر رہی ہیں۔ عقلاً تو یہ توجیہ صحیح ہے لیکن عادۃً سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے علم میں کیوں نہ آسکا آپ ﷺ کا اس عشرہ میں روزہ رکھنا، دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ عائشہؓ روزہ کی نفی کامل عشرہ کے اعتبار سے فرما رہی ہیں اور یہ صحیح ہے اس لئے کہ آپ ﷺ تو صرف نو دن کے روزے رکھتے تھے، لیکن یہ توجیہ بھی بس منطقی سی ہے، لہٰذا اس حدیث کا کوئی تشفی بخش جواب بظاہر ہے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحديث أخرجه أيضاً مسلم والنسائي وابن ماجه والبيهقي والترمذي (المنهل ج ١٠ ص ١٩٨)۔

٦٣ - بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ

میدانِ عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان

٢٤٤٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَوْشَبُ بْنُ عُقَيْلٍ، عَنْ مَهْدِيٍّ الْهَجَرِيِّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثَنَا، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ».

ترجمہ حضرت عکرمہؒ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوہریرہؓ کے گھر میں ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ہم سے کہا کہ حضور ﷺ نے عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (٢٤٤٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٣٢)

شرح الحدیث **بخاری میں صوم عرفہ کی حدیث ہے کہ نہیں:** صوم یوم عرفہ پر تفصیلی کلام بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ میں گزر چکا، مصنفؒ نے مطلق صوم عرفہ کے بارے میں کوئی مستقل ترجمہ نہیں قائم کیا البتہ اس کا ذکر دوسرے ابواب کی احادیث میں آتا رہا، صوم عرفہ کے بارے میں مستقل ترجمہ مصنفؒ نے بس یہی قائم کیا ہے جو عرفات کے ساتھ مقید ہے یعنی حاجی کیلئے، امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کیا: بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ، اس پر حافظؒ لکھتے ہیں: أي ما حكمه وكأنه لم تثبت الأحاديث الواردة في الترغيب في صومه على شرطه وأصحها حديث أبي قتادة أنه يكفر سنة آتية وسنة ماضية أخرجه مسلم وغيره اهـ [1]، امام بخاریؒ نے اس باب میں صرف ام الفضل کی حدیث آپ ﷺ کے عرفات میں ترک صوم کے بارے میں ذکر فرمائی ہے [2]، جو آگے اسی باب میں آرہی ہے اور دو سال کے گناہ معاف ہونے والی حدیث صحیح مسلم میں ہے، امام بخاریؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا لعدم کونه على شرطه۔ والحديث أخرجه أيضاً النسائي وابن ماجه والحاكم والبيهقي وصححه ابن خزيمة (المنهل ج ١٠ ص ٢٠٠)۔

٢٤٤١ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ٢٣٧

[2] صحيح البخاري - كتاب الحج - باب صوم يوم عرفة ١٥٧٥

الحَارِثِ، أَنَّ نَاسًا، تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ بِعَرَفَةَ «فَشَرِبَ».

ترجمہ: عمیر عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام اُمّ الفضل بنت الحارثؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے معاملے کے سلسلہ میں انکے پاس لوگ جھگڑا کرنے لگے تو بعض حضرات نے کہا کہ حضور ﷺ روزہ دار ہیں بعض نے کہا کہ نہیں حضور ﷺ روزہ دار نہیں ہیں تو میں نے دودھ کا ایک پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور آپ ﷺ عرفات میں اپنے اُونٹ پر کھڑے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمالیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٧٥) صحيح مسلم - الصيام (١١٢٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٤١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٤٠) موطأ مالك - الحج (٨٤١)

شرح الحدیث: مضمون حدیث واضح ہے، ام الفضل حضرت عباسؓ کی اہلیہ اور آپ کی چچی فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں میدان عرفات میں کچھ لوگوں کو اس بات میں تردد اور اختلاف ہوا کہ آج آپ ﷺ کا روزہ ہے یا نہیں (روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کو بھی معلوم نہ تھا اسلئے انہوں نے اس کی یہ مناسب تدبیر اختیار کی) پس انہوں نے ایک پیالہ میں دودھ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا جبکہ آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوتے ہوئے وقوف فرمارہے تھے، یعنی وقوف عرفہ، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، جب قاصد آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ لیکر پہنچا اور آپ ﷺ پر پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسکو نوش فرمالیا، بخاری کی ایک روایت میں: وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ [1] کہ سب نے آپ ﷺ کو پیتے ہوئے دیکھا (جس سے سبھی کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس وقت آپ ﷺ روزہ سے نہیں ہیں) اس روایت میں رسول کی تصریح نہیں کہ کس کے بدست انہوں نے دودھ بھیجا تھا، حافظؒ فرماتے ہیں کہ نسائی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ابن عباسؓ تھے۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ امام بخاریؒ نے صوم عرفہ کے باب میں یکے بعد دیگرے دو حدیثیں (رقم الأحاديث ١٨٨٧ و١٨٨٨) ذکر فرمائی ہیں اولاً یہی یعنی ام الفضل کی اور دوسری حضرت میمونہؓ کی، من طریق كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ، جس میں یہ ہے کہ حضرت میمونہؓ نے لوگوں کے اختلاف پر آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا، دونوں ہی روایتیں صحیح بخاری کی ہیں اس میں تعارض کی کوئی بات نہیں تعدد واقعہ ہو سکتا ہے کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ ایسا کرنے کی نوبت آئی اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ دونوں بہنیں آپس میں جبکہ ایک جگہ تھیں اور ان کو آپ ﷺ کے روزہ میں تردد ہوا تو دونوں ہی نے مل کر ارسال لبن کیا لہٰذا دونوں کی طرف ارسال کی نسبت صحیح ہے (قاله الحافظ [2])۔ وحديث الباب أخرجه أيضاً البخاري في عدة مواضع، وأخرجه مسلم والبيهقي (المنهل ج١٠ ص ٢٠١)۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب صوم يوم عرفة ١٨٨٨

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ٢٣٧

٦٤ ۔ بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

دس محرم کو روزہ رکھنے کا بیان

اسی طرح یہ ترجمۃ الباب صحیح بخاری میں بھی ہے۔

٢٤٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ هُوَ الْفَرِيضَةُ، وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ».

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ عاشورہ وہ دن تھا کہ جس دن دورِ جاہلیت میں قریش روزہ رکھتے تھے اور حضور اکرم ﷺ بھی زمانہ جاہلیت میں اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور دیگر حضرات کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اسکے بعد جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت باقی ہے اور آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا اب جس شخص کا دِل چاہے عاشورہ کے دن روزہ رکھے اور جس کا دِل چاہے نہ رکھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥١٥) صحيح البخاري - الصوم (١٧٩٤) صحيح البخاري - الصوم (١٨٩٧) صحيح البخاري - الصوم (١٨٩٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٦١٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٣٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٣٤) صحيح مسلم - الصيام (١١٢٥) جامع الترمذي - الصوم (٧٥٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٤٢) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٣٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٦٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٤٨) موطأ مالك - الصيام (٦٦٥) سنن الدارمي - الصوم (١٧٦٠) سنن الدارمي - الصوم (١٧٦٣)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یوم عاشوراء یعنی دس محرم کا دن ایسا دن تھا جس میں قریش روزہ رکھا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں اور حضور ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے اسی زمانہ میں یعنی ہجرت سے پہلے، پھر جب آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہاں آکر بھی آپ ﷺ نے اس دن یہ روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی اس روزہ کا حکم فرمایا (استحبابا یا وجوباً، استحبابا کما عند الشافعي ووجوبا کما عند الحنفية) پھر جب رمضان کے روزے کی فرضیت ہوئی تو فرض روزہ صرف اسی کا ہوا اور عاشوراء کا روزہ ترک ہو گیا جس کا جی چاہئے رکھے جس کا جی نہ چاہئے نہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح میں حافظؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس دن میں قریش روزہ کیوں رکھتے تھے؟ سو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ چیز حاصل کی ہو کسی قدیم شریعت سے، اور ایسے ہی ان لوگوں کا یہ فعل کہ وہ اس دن کی تعظیم کرتے تھے، کسوۃ کعبہ کے ذریعہ،

یعنی کعبہ پر غلاف چڑھاتے اور اسی طرح بعض دوسرے کام [1]، اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر الحل المفہم اور اسی طرح الکوکب الدری میں یہ ہے کہ جس طرح یہود اس دن میں روزہ اللہ تعالیٰ کے بعض انعامات کی وجہ سے (جن کا ذکر حدیث میں آتا ہے) رکھتے تھے اسی طرح ہو سکتا ہے قریش کے گذشتہ بڑے لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی انعام ہوا ہو جس کے شکریہ میں وہ بھی اس دن روزہ رکھتے ہوں [2]۔

اب رہی یہ بات کہ حضور ﷺ مکہ میں قبل الہجرة کیوں رکھتے تھے؟ اسکے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر الحل المفہم میں یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ روزہ رکھتے تھے قریش کی موافقت میں ایسے امور میں جو طاعت محمودہ اور عبادت کے قبیل سے ہیں، اور قرطبیؒ نے بھی اسی کے قریب کہا، یعنی بحیثیت موافقت فی امور الخیر، کما فی الحج، یعنی جس طرح آپ ﷺ حج کرتے، دوسرے لوگوں کی طرح، اور یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی اجازت دے دی ہو اس اعتبار سے کہ وہ فعل خیر ہے۔

۲۴۴۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ عَاشُورَاءُ يَوْمًا نَصُومُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا يَوْمٌ مِنْ أَيَّامِ اللهِ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ عاشورہ کے دن دورِ جاہلیت میں ہم لوگ روزہ رکھتے تھے پھر جب رمضان المبارک کی فرضیت ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک دن ہے جو شخص چاہے اس میں روزہ رکھے اور جو شخص چاہے (عاشورہ میں) روزہ چھوڑ دے۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٧٩٣) صحيح البخاري - الصوم (١٨٩٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٣١) صحيح مسلم - الصيام (١١٢٦) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٤٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٣٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٣/٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٦٢)

۲۴۴۴ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ، فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالُوا: هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللهُ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ»، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھے ہوئے پایا تو آپ ﷺ نے ان سے اس دن کے روزہ کی وجہ معلوم کی تو یہودیوں نے بیان کیا کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے فرعون پر (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو فتح عطا فرمائی اور ہم لوگ اسکی تعظیم کیلئے روزہ رکھتے ہیں۔ تو

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٢٤٨

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٥٨

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم لوگ تم لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہیں اور آپ ﷺ نے اس دن (یوم عاشورہ) کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - الصوم (١٩٠٠) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢١٦) صحيح البخاري - المناقب (٣٧٢٧) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٠٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٦٠) صحيح مسلم - الصيام (١١٣٠) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٤٤) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٣٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩١/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٠/١) سنن الدارمي - الصوم (١٧٥٩) .

شرح الحدیث اور اس سے بعد والی روایت میں آرہا ہے: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ، فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالُوا: هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللهُ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ» ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ۔

اس مقام کی مکمل توضیح وتنقیح من کلام الشراح والشیخ الگنگوہی: اس روایت کا مضمون یہ ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر پہنچے تو وہاں آکر دیکھا یعنی معلوم ہوا کہ یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے ان سے اسکی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمن یعنی فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا تو چونکہ یہ فتح اور غلبہ کا دن ہے اس لئے ہم اس دن کی تعظیم میں روزہ رکھتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب تو تم سے زیادہ ہم ہیں، اور آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، کوکب الدری میں لکھا ہے کہ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ روزہ کا حکم موافقت یہود کی بنا پر تھا بلکہ روزہ کا امر تو آپ کی طرف سے پہلے ہی سے تھا، یہ الگ بات ہے کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے تھے اور آپ کو اس معاملہ میں ان کی مخالفت نہیں کرنی تھی، لہٰذا امر سابق بھی باقی رہا اور یہ مزید وجہ بھی سامنے آئی اتباع موسیٰ علیہ السلام والی [1]،

نیز ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ صوم عاشوراء جس طرح زمانہ جاہلیت میں قریش رکھتے تھے، کسی وجہ سے، جو بھی وجہ ہو، تو ایسے ہی یہود بھی رکھتے تھے جس کا سبب وہ تھا جو خود انہوں نے بیان کیا، لہٰذا نفس روزہ رکھنے میں فریقین کا توارد ہو گیا گو سبب دونوں کا مختلف ہے، لہٰذا ان دونوں روایتوں میں باہم کوئی تعارض نہیں، خوب سمجھ لیا جائے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ، اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ راوی تو یہ کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ مدینہ میں پہنچے تو وہاں جاکر یہود کو دیکھا وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہود اس دن (جس دن آپ ﷺ مدینہ پہنچے) روزہ سے تھے، حالانکہ حضور ﷺ کا قدوم مدینہ منورہ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوا نہ کہ محرم اور یوم عاشوراء میں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ راوی کی مراد یہ ہے کہ حضور

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ٢ ص ٥٩

ﷺ کو اس بات کا علم (یہود کے یوم عاشوراء میں روزہ رکھنے کا) قدوم مدینہ کے بعد ہوا اس سے پہلے آپ ﷺ کو اس کا علم نہ تھا، اور یا زائد سے زائد مان لیا جائے کہ یہاں کچھ عبارت مقدر ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے اور پہنچنے کے کچھ عرصہ کے بعد یوم عاشوراء آیا اور اس میں یہود کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تب آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا، پھر یوں کہا جائے اگر اس حدیث کو اس کے ظاہر ہی پر رکھنا ہے کہ ممکن ہے یہود یوم عاشوراء میں سنین شمسیہ کا حساب چلاتے ہوں اور ان کے اس حساب سے یوم عاشوراء اس دن واقع ہوتا ہو جس دن حضور ﷺ مدینہ منورہ پہنچے، حافظؒ فرماتے ہیں کہ قابل اعتماد پہلی ہی توجیہ ہے (من البذل [1])۔

یہاں پر ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ میں امر سے امر وجوبی مراد ہے یا استحبابی؟ حنفیہ وجوب کے قائل ہیں کہ شروع میں صوم عاشوراء واجب تھا اور شافعیہ کے اشہر القولین میں یہ امر استحباب کیلئے تھا، لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ اس صوم کا وجوب صرف ایک ہی سال تک رہا پھر اسی سال اس کا نسخ ہو گیا اس لئے کہ آپ ﷺ کا قدوم مدینہ میں سال کے شروع میں محرم کے گزرنے کے بعد ربیع الاول میں ہوا، پھر ۲ھ کے شروع میں جب پہلا محرم آیا اس میں فرضیت اس کی پائی گئی پھر اسی سال کے اخیر یعنی شعبان ۲ھ میں نزول رمضان ہو کر اس روزہ کا وجوب منسوخ ہو گیا، وحديث الباب أخرجه ايضاً البخاري ومسلم والنسائي والبيهقي والدارمي والترمذي وقال حديث صحيح (المنهل)۔

٦٥ - بَابُ مَا رُوِيَ أَنَّ عَاشُورَاءَ الْيَوْمُ التَّاسِعُ

نویں محرم کو عاشورہ ہونے کا بیان

صوم عاشوراء سے متعلق چند بحثیں: جاننا چاہئے کہ صوم عاشوراء میں متعدد بحثیں ہیں، أوجز المسالك میں حضرت شیخؒ نے پانچ بحثیں بالتفصیل ذکر فرمائی ہیں: ① الأول في لغته هل هو بالمد او بالقصر، واختلفوا في مصداقه أيضا هل هو اليوم العاشر كما قال به الجمهور واليوم التاسع او الحادي عشر، ② والثاني في وجه التسمية بذلك، والمشهور أنه سمي به لأنه عاشر المحرم، وقيل سمي به لأنه تعالى أكرم فيه عشرة من الأنبياء بعشر كرامات ذكرت في الأوجز [2]، یعنی اس دن کو عاشوراء اس

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٢٤٧، و بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٣١٥

[2] ففيه فالصواب المشهور عند أهل اللغة والحديث: أنه سمي بذلك لأنه عاشر المحرم قال العيني: وهذا ظاهر. وقيل لأن الله تعالى أكرم فيه عشرة من الأنبياء عليهم السلام بعشر كرامات. یعنی اللہ تعالیٰ نے اس دن میں دس انبیاء پر دس انعام واکرام فرمائے، ہر نبی پر ایک خاص انعام. الأول: موسى عليه السلام إذ انصره فيه وغرق فرعون، والثاني: نوح عليه السلام إذ استوت فيه سفينته على الجودي، والثالث: يونس عليه السلام أنجي فيه من بطن الحوت، الرابع: تاب الله على آدم عليه السلام. الخامس: أخرج يوسف عليه السلام من الجب، السادس: عيسى عليه السلام إذ ولد فيه ورفع فيه، السابع: تاب الله على داود عليه السلام، الثامن: ولد فيه إبراهيم عليه السلام، التاسع: يعقوب عليه السلام رد فيه بصره، العاشر: نبينا سيد ولد آدم محمد صلى الله عليه وسلم غفر له فيه ما تقدم من ذنبه وما تأخر. الى آخر ما في الأوجز (ج ٥ ص ١٨٥) الزيادة عليه، اللهم صل على سيدنا محمد وآله وعلى جميع إخوانه من الأنبياء والمرسلين۔

لئے کہتے ہیں کہ چونکہ وہ محرم کی دس تاریخ اور دسواں دن ہے اور یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف دس نبیوں پر ہر ایک نبی پر ایک خاص انعام فرمایا تھا اس دن یعنی محرم کے یوم عاشر میں، اس لئے اس کو یوم عاشوراء کہتے ہیں وہ دس نبی کونسے ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر کیا انعام ہوا اس کو حاشیہ میں دیکھئے ③ البحث الثالث في أعمال ذلك اليوم غير الصوم. ④ الرابع هل كان صومه واجبا في الإسلام أو مستحبا؟ ⑤ الخامس في حكم صومه الآن، وبسط الكلام في هذه الابحاث في الاوجز اھ[1] من هامش اللامع (الحل المفهم)۔

مذکورہ بالا مضمون سے معلوم ہوا کہ ایک بحث یہاں پر یہ ہے کہ یوم عاشوراء کا مصداق کون سا دن ہے دس محرم یا نو؟ سو جمہور علماء صحابہ اور تابعین میں سے اور ان ہی میں ائمہ اربعہ بھی ہیں کے نزدیک اس کا مصداق الیوم العاشر یعنی محرم کا دسواں دن ہے قال الخلیل: هو اليوم العاشر والاشتقاق يدل عليه، اور ابن عباسؓ سے مشہور یہ ہے کہ وہ الیوم التاسع یعنی نو محرم کا دن ہے اور تیسرا قول اس میں یہ ہے کہ اسکا مصداق گیارہ محرم ہے نقله العيني عن تفسير أبي الليث السمرقندي[2]، امام ترمذیؒ نے باب باندھا: مَا جَاءَ فِي عَاشُورَاءَ أَيُّ يَوْمٍ هُوَ، اور اس کے تحت یہ روایت لائے حکم بن الاعرج کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں گیا، وہ چاہ زمزم کے قریب اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے لیٹے تھے، میں نے ان سے عرض کیا: أَخْبِرْنِي عَنْ يَوْمِ عَاشُورَاءَ. أَيُّ يَوْمٍ أَصُومُهُ؟ کہ عاشوراء کے دن کے بارے میں مجھے بتلایئے کہ اس کا روزہ کس دن رکھوں؟ تو انہوں نے جواب دیا جب تو محرم کا چاند دیکھے تو دنوں کو شمار کرتا رہ ثُمَّ أَصْبِحْ مِنَ التَّاسِعِ صَائِمًا، پھر نو تاریخ کو صبح کر تو روزہ کی حالت میں، وہ کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کیا حضور ﷺ یہ روزہ اسی طرح رکھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں![3]۔

اس روایت سے بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک اس کا مصداق یوم تاسع ہے، اسکے بعد امام ترمذیؒ نے دوسری روایت یہ ذکر کی عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: «أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَوْمِ عَاشُورَاءَ يَوْمُ الْعَاشِرِ» پھر اس کے بعد امام ترمذیؒ نے اس دن میں اہل علم کا اختلاف نقل کیا ہے: قَالَ بَعْضُهُمْ: يَوْمُ التَّاسِعِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَوْمُ الْعَاشِرِ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: «صُومُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْيَهُودَ»، «وَبِهَذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ»[4]۔

بعض حضرات کی رائے ابن عباسؓ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اس میں جمہور کے ساتھ ہیں اور ترمذی کی پہلی روایت جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یوم التاسع ہے اس کی تاویل وہ یہ کرتے ہیں کہ وہ یوم عاشوراء کا مصداق نہیں بیان

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٥ ص ١٨٣ - ١٩١.

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ١١ ص ١١٧

[3] جامع الترمذي — كتاب الصوم — باب ما جاء في عاشوراء أي يوم هو ٧٥٤

[4] جامع الترمذي — كتاب الصوم — باب ما جاء عاشوراء أي يوم هو ٧٥٥

کررہے ہیں بلکہ سائل کے سوال میں یہ ہے لفظ یوم عاشوراء کے بعد أَيَّ يَوْمٍ أَصُومُهُ؟ کہ اگر مجھے صوم عاشوراء رکھنا ہو تو کیسے اور کس دن رکھوں؟ تو انہوں نے اس کے جواب فرمایا کہ نو محرم کو رکھو یعنی نو محرم سے اس کی ابتداء کرو، یعنی یوم عاشوراء کے ساتھ نو تاریخ کا روزہ بھی شامل کرو، پھر آگے سائل نے سوال کیا کہ کیا حضور ﷺ بھی اسی طرح رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاں حضور ﷺ بھی یہی چاہتے تھے کہ اس کا روزہ اسی طرح رکھا جائے، اس لئے کہ ابوداؤد کی حدیث الباب میں ہے کہ جب صحابہؓ نے حضور ﷺ سے یہ عرض کیا کہ اس دن کی تعظیم میں تو یہود و نصاری روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نو تاریخ کو روزہ رکھیں گے، مگر آپ ﷺ کو آئندہ سال روزہ رکھنے کی نوبت نہیں آئی اس سے پہلے ہی وفات پا گئے، تو آپ ﷺ کی مراد بھی یہی تھی کہ یوم عاشر کے ساتھ یوم تاسع میں بھی روزہ رکھیں گے تاکہ تشبیہ بالیہود لازم نہ آئے۔

نیز جمہور کی تائید اس دن کے تسمیہ سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ اوپر کلام خلیل میں گزر چکا هو اليوم العاشر والاشتقاق يدل عليه، ہمارے استاذ محترم مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر عاشوراء کا مصداق یوم التاسع ہوتا تو پھر اس کا نام بھی تاسوعاء ہوتا نہ کہ عاشوراء، بعض علماء نے فرمایا کہ اگر اس کا مصداق یوم العاشر ہے تب تو اس تسمیہ میں لحاظ کیا گیا لیلۃ ماضیہ کا، اور اگر اس کا مصداق یوم التاسع کو قرار دیا جائے تو اس صورت میں تسمیہ میں لحاظ کیا گیا لیلۃ آتیہ کا...... نیز علماء نے لکھا ہے کہ صیام عاشوراء کے تین مراتب ہیں ادنی درجہ یہ ہے کہ صرف یوم العاشر کو رکھا جائے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ تاسع کو بھی شامل کیا جائے، اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ نو اور گیارہ دونوں کو شامل کیا جائے۔

٢٤٤٥ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ أُمَيَّةَ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: حِينَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَنَا بِصِيَامِهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ صُمْنَا يَوْمَ التَّاسِعِ». فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جس وقت عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور ہم لوگوں کو اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو وہ دن ہے کہ جس کی یہودی اور نصرانی لوگ تعظیم کرتے ہیں۔ تو رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ سال نو تاریخ کو ہم روزہ رکھیں گے پھر اگلا سال شروع ہونے سے قبل آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

تخریج صحيح مسلم - الصيام (١١٣٤) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٤٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٦/١)

شرح جمہور علماء تو اس کے معنی یہ لیتے ہیں: أي مع العاشر، مگر یہاں چونکہ ترجمۃ الباب اليوم التاسع کا ہے اس لئے یہ کہا جائے گا کہ مصنف کے ذہن میں یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک اس حدیث میں صرف یوم التاسع ہی مراد ہے اور

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خود مصنفؒ کی رائے بھی یہی ہے، والحدیث أخرجه أیضاً مسلم والبیهقی (المنہل ج ۱۰ ص ۲۰۶)۔

۲۴۴٦ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ غَلَّابٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنِي حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ، جَمِيعًا الْمَعْنَى عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ، فَاعْدُدْ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ التَّاسِعِ، فَأَصْبِحْ صَائِمًا، فَقُلْتُ: كَذَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، فَقَالَ: «كَذَلِكَ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ».

ترجمہ: حضرت الحکم بن الاعرج سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا وہ اپنی چادر کو تکیہ بنائے ہوئے مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے۔ میں نے ان سے عاشورہ کے روزہ کی بابت دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا: جب تم محرم کا چاند دیکھو تو اس کو شمار کرنا شروع کرو جب نو تاریخ ہو تو روزہ رکھو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا رسول کریم ﷺ اسی دن روزہ رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، رسول کریم ﷺ اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيام (۱۱۳۳) جامع الترمذي - الصوم (۷۵٤) سنن أبي داود - الصوم (۲٤٤٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲٤۷) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲۸۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۳٤٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۳٦۰)

شرح الحدیث: یہ حدیث ترمذی کے حوالہ سے پہلے گزر چکی، وأخرجه أیضاً مسلم والنسائی وأخرجه البیهقی (المنہل ج ۱۰ ص ۲۰۸)۔

٦٦- بَابٌ فِي فَضْلِ صَوْمِهِ

دسویں محرم کے روزے کی فضیلت کا بیان

صوم عاشوراء سے متعلق مباحث خمسہ میں بحث خامس یہ تھی کہ اس روزہ کا حکم فی الحال کیا ہے، حافظؒ فرماتے ہیں[1]: ابن عبد البرؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ صوم عاشوراء اب کسی کے نزدیک واجب نہیں ہے، بلکہ اجماع ہے اس کے استحباب پر، البتہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ وہ بالقصد اس دن کی تعیین کے ساتھ روزہ رکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، اب اس قول کا بھی قائل کوئی نہیں رہا۔

صوم عاشوراء کیسے رکھنا چاہیے؟ أوجز میں درمختار سے نقل کیا ہے کہ صرف عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے کہ اس میں تشبیہ بالیہود ہے، اور "مراقی الفلاح" میں صوم عاشوراء مع صوم التاسع کو مسنون لکھا ہے، طحطاویؒ فرماتے ہیں: یا دس کے ساتھ گیارہ تاریخ کا روزہ رکھا جائے، ایک دن قبل یا ایک دن بعد کے انضمام سے کراہت منتفی ہو جاتی ہے، اور دوسرے

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر - ج ٤ ص ۲٤٦

ائمہ کے مذاہب اس سلسلہ میں أوجز سے دیکھے جائیں [1]، اوپر والی حدیث کی شرح میں بھی اسکے تین طریقے گزر گئے۔

٢٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَسْلَمَةَ [2]، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ أَسْلَمَ، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «صُمْتُمْ يَوْمَكُمْ هَذَا؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «فَأَتِمُّوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَاقْضُوهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ».

ترجمہ حضرت عبد الرحمٰن بن مسلمہ نے اپنے چچا سے دریافت کیا کہ قبیلہ اسلم کے لوگ خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے اس روز (یعنی عاشورہ کے دن) کا روزہ رکھا ہے؟ ان لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب دن کا جتنا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اسے روزہ کی طرح بغیر کھائے پیئے پورا کرلو اور پھر اس کی قضاء کا روزہ رکھ لینا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ (حدیث میں) يَوْمَكُمْ سے مراد عاشوراء کا دن ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصوم (٢٤٤٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٩/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦٨/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠٩/٥)

شرح الحدیث اسلم جو کہ ایک قبیلہ کا نام ہے، اس قبیلہ کے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے عاشوراء کا دن تھا، آپ ﷺ نے پوچھا آج تمہارا روزہ بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جتنا دن باقی رہ گیا اس کو روزہ کی طرح پورا کرنا یعنی بغیر کھائے پیئے تشبہ بالصائمین کیلئے، اور فرمایا کہ بعد میں اس روزہ کی قضا کرنا۔

صوم عاشوراء ابتداء واجب تھا: اس حدیث سے حنفیہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ صوم عاشوراء شروع میں واجب تھا، خطابیؒ نے شافعیہ کی طرف سے اسکی یہ تاویل کی کہ یہ امر بالقضاء استحباب کیلئے ہے ایجاب کیلئے نہیں، اسلئے کہ طاعت اور عبادت کے جو اوقات ہوتے ہیں وہ قابلِ احترام ہوتے ہیں جن کی رعایت کیجاتی ہے [3]، اس لئے حضور ﷺ نے چاہا کہ انکی ایسی چیز کی طرف رہنمائی کی جائے جس میں فضیلت اور ثواب ہے تاکہ آئندہ جب اسکا وقت آئے تو اس سے غفلت نہ برتیں۔ والحديث أخرجه أيضاً النسائي، وأخرجه البخاري والبيهقي والدارمي نحوه عن سلمة بن الأكوع رضي الله تعالى عنه (المنهل ج ١٠ ص ٢٠٨)۔

٦٧ - بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمٍ، وَفِطْرِ يَوْمٍ

ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن روزہ چھوڑنے کی فضیلت کا بیان

٢٤٤٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ، وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ أَحْمَدَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ:

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٥ ص ١٩٠ - ١٩١

[2] ويقال: ابن سلمة: ويقال: ابن المنهال بن سلمة الخزاعي اهـ من البذل (ج ١١ ص ٣٢١) وللمزيد راجع إليه.

[3] معالم السنن - ج ٢ ص ١٣٣

سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ، سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى صِيَامُ دَاوُدَ، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى صَلَاةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَهُ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يُفْطِرُ يَوْمًا، وَيَصُومُ يَوْمًا».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمام روزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے پسندیدہ ہیں اور تمام نمازوں میں اللہ تعالیٰ کو داؤد علیہ السلام کی نماز زیادہ پسندیدہ ہے۔ وہ پہلی آدھی رات تک سوتے تھے اور رات کی تہائی میں نماز پڑھتے پھر چھٹے حصے میں سوتے تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - الجمعة (١٠٧٩) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٣) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٤) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٥) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٦) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٨) صحيح البخاري - الصوم (١٨٧٩) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٣٦) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٣٧) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٣٨) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٦٥) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٨٣) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٢١) صحيح مسلم - الصيام (١١٥٩) جامع الترمذي - الصوم (٧٧٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٣٠) سنن النسائي - الصيام (٢٣٨٨) سنن النسائي - الصيام (٢٣٨٩) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٠) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩١) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٢) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٣) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٤) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٧) سنن النسائي - الصيام (٢٣٩٩) سنن النسائي - الصيام (٢٤٠٠) سنن النسائي - الصيام (٢٤٠١) سنن النسائي - الصيام (٢٤٠٢) سنن النسائي - الصيام (٢٤٠٣) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٤٨) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧١٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٥٢)

شرح الحدیث یہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی حدیث ایک دوسرے طریق سے بَابٌ فِي صَوْمِ الدَّهْرِ تَطَوُّعًا میں ایک دوسرے سیاق سے گزری ہے اس میں صیام داؤدی کا ذکر تھا صلاۃ داؤد کا ذکر نہیں تھا، اس میں داؤد علیہ السلام کی نماز تہجد کا یہ معمول بیان کیا گیا ہے کہ وہ شروع میں نصف شب تک آرام فرماتے تھے، پھر نصف باقی کے ایک ثلث میں نماز پڑھتے تھے اور سدس اخیر میں پھر آرام فرماتے تھے، والحديث أخرجه أيضاً مسلم والنسائي وابن ماجه، وأخرجه الدارمي بنرفعه ...... وأخرجه البيهقي (المنهل ج ١٠ ص ٢١٠)۔

٦٨ـ بَابٌ فِي صَوْمِ الثَّلَاثِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

ہر مہینہ تین روزے رکھنے کا بیان

٢٤٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَخِي مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ مِلْحَانَ الْقَيْسِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَصُومَ الْبِيضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ. قَالَ: وَقَالَ «هُنَّ

كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ».

ترجمہ حضرت ابن ملحان القیسی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہم لوگوں کو حکم فرماتے تھے کہ ایام بیض کے روزے رکھیں یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایام بیض کے روزے ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہیں۔

سنن النسائي - الصيام (۲٤۳۲) سنن أبي داود - الصوم (۲٤٤۹)

شرح الحدیث ابن ملحان کا نام عبد الملک بن قتادہ بن ملحان ہے، وہ اپنے باپ یعنی قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے ایام بیض یعنی مہینہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے رکھنے کا۔ ان تین تاریخوں کو ایام بیض اسلئے کہتے ہیں کہ ان دنوں کی راتیں روشن ہوتی ہیں یہ لیالی مقمرہ کے دن ہیں، جسکو نحوی صفت بحال متعلق موصوف کہتے ہیں۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا ہر ماہ تین روزے رکھنا صوم الدھر کے برابر ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ہر ماہ تین روزوں کا استحباب متعدد روایات میں وارد ہوا ہے، آپ ﷺ ہر ماہ میں تین روزے خود بھی رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اور اپنے اصحابؓ کو بھی اسکی ترغیب دیتے تھے، لیکن ان تین روزوں کی تعیین اور مصداق میں روایات بہت مختلف ہیں، بعض روایات میں ان کا مصداق ایام بیض کو بتایا گیا ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماہ کے شروع کے تین دن جیسا کہ اس باب کی دو حدیثوں میں ان دونوں کا ذکر ہے، اور بعض روایات میں ان کے علاوہ اور دنوں کی تعیین آئی ہے، چنانچہ مصنفؒ آگے اسی اختلاف کو دوسرے ابواب سے بیان کر رہے ہیں، اس کے بعد جاننا چاہئے کہ امام بخاریؒ نے صِيَامِ أَيَّامِ الْبِيضِ کا باب باندھا ہے لیکن حدیث اس میں صیام البیض کی نہیں لائے بلکہ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ [1] کی لائے اور یہ اس لئے کہ وہ حدیث سنن کی ہے، امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہ تھی اسکی سند میں اختلاف ہے، ذکرہ الدارقطني، البتہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ترجمہ اسی کا قائم کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حافظ عراقی ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایام بیض کی تعیین میں نو قول ہیں (تسعة اقوال) ان اقوال تسعہ کو حضرت شیخ نے الأبواب والتراجم میں نقل فرمایا ہے [2] اسی طرح یہ اقوال حاشیہ بخاری میں بھی منقول ہے اور پھر اس کے محشی نے اس میں ایک اور قول کا اضافہ کر کے پورے دس قول کر دیئے۔

یہاں ایک چیز ذہن میں رکھنے کی ہے کہ یہ جو اوپر آیا ہے کہ ایام بیض کی تعیین میں نو یا دس قول ہیں اس تعبیر میں مسامحت ہے

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب صيام أيام البيض ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة، ۱۸۸۰

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـ ج ٤ ص ۲۲۷، الأبواب والتراجم لصحيح البخاري ـ ج ١ ص ١٥٣

یوں کہنا چاہئے کہ صوم ثلاثہ ایام من کل شہر کی تعیین میں اتنے قول ہیں، منجملہ ان کے ایک قول یہ بھی ہے کہ اسکا مصداق ایام بیض ہیں، افادہ شیخنا رحمہ اللہ تعالی فی درس البخاری علی ما اتذکر۔

٢٤٥٠ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَعْنِي مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ہر ماہ کے آغاز میں تین روزے رکھتے (یعنی ۱، ۲، ۳ تاریخ کے روزے رکھتے)۔

تخریج جامع الترمذي- الصوم (٧٤٢) سنن أبي داود- الصوم (٢٤٥٠)

٦٩ - بَابُ مَنْ قَالَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ

ان لوگوں کا بیان جنہوں نے (ثلاثہ ایام کا مصداق) پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا بتایا

ترجمۃ الباب کی تشریح: یعنی ان روایات کا ذکر جن میں ایام ثلاثہ کا مصداق یوم الاثنین والخمیس کو بیان کیا گیا ہے۔

٢٤٥١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ سَوَاءٍ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ، وَالِاثْنَيْنِ مِنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى».

ترجمہ اماں حفصہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ مہینے میں تین دن روزے رکھتے تھے ایک تو (مہینہ کے) پہلے پیر اور پہلے جمعرات کے دن پھر ایک اور پیر کے دن دوسرے ہفتے میں (مجموعی طور پر یہ تین دن کے روزے ہوئے)۔

تخریج سنن النسائي- الصيام (٢٣٦٦) سنن النسائي- الصيام (٢٣٦٧) سنن أبي داود- الصوم (٢٤٥١)

شرح الحدیث اس روایت میں حضرت حفصہؓ حضور ﷺ کا معمول بیان کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے، مہینہ کی پہلی پیر اور پہلی جمعرات اور دوسرے ہفتہ کی پیر۔

ہمارے یہاں صوم ستہ ایام من شوال کے باب میں حنفیہ کے نزدیک جو روزے مندوب و مستحب ہیں ان کا بیان گزرا ہے، وہاں ہر مہینہ کے یہ تین روزے بھی گزرے ہیں، اور یہ کہ ان کا ایام بیض ہونا مندوب ہے لہذا جو شخص تین روزے غیر ایام بیض میں رکھے گا اس کو ایک مندوب کا ثواب ملے گا اور اگر یہ تین روزے ایام بیض میں رکھے حصل لہ أجر مندوبین، (کذا فی البذل) وفیہ ایضاً کہ ایام بیض کے روزوں کا استحباب مستقل ہے اور صوم ثلاثہ ایام من کل شہر کا استحباب اس کے علاوہ علیحدہ ہے اھ [1] اور یہ ابھی گزر چکا کہ ان دونوں کا تداخل ہو سکتا ہے والحدیث أخرجه أيضاً البيهقي (المنهل ج ١٠ ص ٢١٣)۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١١ ص ٣٢٦

٢٤٥٢ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ هُنَيْدَةَ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ أُمِّهِ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الصِّيَامِ، فَقَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، أَوَّلُهَا الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ».

ترجمہ: ہنیدہ خزاعی اپنی والدہ سے نقل کرتی ہیں کہ میں اُمّ سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اُن سے روزوں کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ مجھ کو حکم فرماتے تھے کہ میں ہر ماہ میں تین دن روزے رکھا کروں ان تین دنوں میں پہلا پیر کا دن اور جمعرات کا دن ہو۔

تخریج: سنن النسائي-الصيام (٢٤١٩) سنن أبي داود-الصوم (٢٤٥٢)

٧٠ - بَابُ مَنْ قَالَ: لَا يُبَالِي مِنْ أَيِّ الشَّهْرِ

ان لوگوں کا بیان جنہوں نے کہا کہ (ثلاثہ ایام کا مطلب) مہینے کے کسی بھی حصے میں روزے رکھ سکتے ہیں

یہ ترجمہ بلفظ الحدیث ہے، یہی الفاظ حدیث الباب میں آرہے ہیں۔

٢٤٥٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، عَنْ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ؟ قَالَتْ: «نَعَمْ»، قُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَهْرٍ كَانَ يَصُومُ، قَالَتْ: «مَا كَانَ يُبَالِي مِنْ أَيِّ أَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُومُ».

ترجمہ: معاذہ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اماں عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا: کیا رسول کریم ﷺ ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ اماں عائشہؓ نے کہا کہ جی ہاں، پھر میں نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ مہینہ کے کونسے ایام میں روزے رکھتے تھے؟ اماں عائشہؓ نے فرمایا: آپ ﷺ کسی خاص حصہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ مہینہ میں جس دن چاہتے روزہ رکھ لیتے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم-الصيام (١١٦٠) جامع الترمذي-الصوم (٧٦٣) سنن أبي داود-الصوم (٢٤٥٣) سنن ابن ماجه-الصيام (١٧٠٩)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں کہ آپ ﷺ ہر ماہ میں تین روزوں کا اہتمام فرماتے تھے، سائلہ نے دریافت کیا کہ مہینہ کے کس حصہ میں تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی کوئی خاص پرواہ نہیں کرتے تھے کس حصہ میں رکھے جائیں۔

اس سلسلہ کی ایک حدیث حضرت عائشہؓ کی ترمذی میں ہے جس میں اس طرح ہے کہ ایک مہینہ میں یہ تین روزے، ہار، اتوار، پیر میں رکھتے تھے، اور دوسرے مہینہ میں یہ تین روزے منگل بدھ جمعرات میں رکھتے تھے، اور یہ ایک دوسری روایت میں آتا ہی ہے: قَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ[1]، اس صورت میں ہفتہ کے جملہ ایام میں یعنی دو ماہ ملا کر روزہ کا ثبوت ہو جاتا ہے، اور

[1] جامع الترمذي-كتاب الصوم-باب ما جاء في صوم يوم الجمعة ٧٤٢

ہر دن کے حصہ میں روزہ آجاتا ہے کوئی دن اس عبادت سے محروم نہیں رہ جاتا، والحدیث أخرجه أیضاً مسلم وابن ماجه والبیهقی والترمذی وقال: حدیث حسن صحیح (المنهل ج ۱۰ ص ۲۱٤)۔

۷۱۔ بَابُ النِّيَّةِ فِي الصِّيَامِ

روزہ میں نیت کا بیان

۲٤٥٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَلَا صِيَامَ لَهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ اللَّيْثُ، وَإِسْحَاقُ بْنُ حَازِمٍ، أَيْضًا جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، مِثْلَهُ، وَوَقَفَهُ عَلَى حَفْصَةَ مَعْمَرٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَيُونُسُ الْأَيْلِيُّ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ترجمہ اماں حفصہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے (وقت) فجر ہونے سے قبل روزے کی نیت نہیں کی تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا لیث واسحٰق بن حازم نے حضرت عبداللہ بن ابی بکر سے اسی طرح مرفوعاً نقل کیا اور زبیدی، معمر، ابن عیینہ، یونس الایلی ان تمام راویوں نے زہری سے اس حدیث کو موقوف علیٰ حفصہ نقل کیا ہے (امام بخاریؒ ترمذیؒ، نسائیؒ نے اس حدیث کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے بذل المجہود معارف السنن)۔

تخریج جامع الترمذي – الصوم (۷۳۰) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳۱) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳۲) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳۳) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳٤) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳٥) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳٦) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳۷) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳۸) سنن النسائي – الصيام (۲۳۳۹) سنن النسائي – الصيام (۲۳٤۰) سنن النسائي – الصيام (۲۳٤۱) سنن أبي داود – الصوم (۲٤٥٤) سنن ابن ماجه – الصيام (۱۷۰۰) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/۲۸۷) موطأ مالك – الصيام (٦۳۷) سنن الدارمي – الصوم (۱٦۹۸)

شرح الحدیث یُجْمِعِ باب افعال سے ہے، اجماع بمعنی عزم، یعنی جو شخص طلوع فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ درست نہیں۔

مسئلہ ثابتہ من الحدیث میں مذاہب ائمہ: اس حدیث سے روزہ کی صحت کیلئے تبییت کا وجوب ثابت ہو رہا ہے یہ مذہب امام مالکؒ کا ہے مطلقاً، اور امام شافعیؒ واحمدؒ فرق کرتے ہیں فرض اور نفل میں، یعنی فرض روزہ میں تبییت ضروری ہے دون النفل، نفل میں زوال سے پہلے نیت کر لینا کافی ہے، حنفیہ کے یہاں اس میں تفصیل ہے وہ کہتے ہیں تین قسم کے روزوں میں تبییت ضروری ہے اور وہ یہ ہیں: ① صوم قضاء، ② نذر مطلق، ③ اور کفارات، ان میں رات سے نیت ضروری ہے، اور اداء رمضان، صوم نفل، نذر معین ان میں تبییت ضروری نہیں، ہمارے علماء نے اس مسئلہ میں روزوں کی جو تفصیل اور اختلاف حکم بیان کیا ہے اسکی دلیل کیلئے کتب فقہ ہدایہ وغیرہ کی طرف رجوع کیا جائے، صاحب ہدایہؒ نے حدیث الباب لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَنْوِ

الصِّيَامَ مِنَ اللَّيْلِ [1] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً رات سے نیت کرنا ضروری ہے اور صبح صادق کے بعد نیت معتبر نہیں، اسکی دو توجیہ کی ہیں، ایک یہ کہ یہ نفی، نفی کمال ہے، کامل روزہ اسی شخص کا ہے جو پہلے سے اس کیلئے مستعد ہو اور نیت کرے، دوسری توجیہ یہ کی ہے معناہ لم ینو أنہ صوم من اللیل [2]، یعنی جو شخص صبح صادق کے بعد نیت کرے اسکو نیت اسطرح کرنی چاہئے کہ میں روزہ رکھتا ہوں اسکے ابتداء وقت سے یعنی صبح صادق سے اور اگر یہ نیت ہو کہ میں اس وقت سے روزہ رکھ رہا ہوں یعنی وقت حاضر سے جبکہ مثلاً ایک گھنٹہ گزر چکا تو یہ نیت معتبر نہیں، لہذا روزہ بھی درست نہیں، اسلئے کہ روزہ کا وقت متجزی نہیں، بخلاف نماز کے کہ اسکا وقت اس کیلئے ظرف ہے اور روزہ کا وقت روزہ کیلئے معیار ہے کما تقرر فی اصول الفقہ۔

معلوم ہوا ان حدیث کے ظاہر پر صرف مالکیہ کا عمل ہے، اور باقی ائمہ ثلاث اس میں تخصیص کے قائل ہیں، والحدیث أخرجه أيضاً أحمد والنسائي وابن ماجه، والدارقطني وابن خزيمة وابن حبان وصححاه والترمذي (المنهل ج ١٠ ص ٢١٦)۔

٧٢۔ بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

رات سے روزے کی نیت کے لازم نہ ہونے کا بیان

اس باب میں مصنفؒ ان احادیث کو لائے ہیں جن سے ترک تبییت کا جواز اور رخصت ثابت ہوتی ہے۔

٢٤٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، جَمِيعًا عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيَّ قَالَ: «هَلْ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟» ، فَإِذَا قُلْنَا: لَا. قَالَ: «إِنِّي صَائِمٌ» ، زَادَ وَكِيعٌ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ، فَحَبَسْنَاهُ لَكَ، فَقَالَ: «أَدْنِيهِ» ، قَالَ طَلْحَةُ: فَأَصْبَحَ صَائِمًا وَأَفْطَرَ.

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ ہم لوگ جب کہتے کہ کچھ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں روزہ سے ہوں۔ وکیع نے اضافہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے ہم نے عرض: یا رسول اللہ! ہم لوگوں کے پاس حیس (حلوہ) کا تحفہ آیا ہے وہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رکھ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس لاؤ۔ حضرت طلحہؒ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی نیت کر چکے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ توڑ دیا۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيام (١١٥٤) جامع الترمذي - الصوم (٧٣٣) سنن النسائي - الصيام (٢٣٢٢) سنن النسائي - الصيام (٢٣٢٣) سنن النسائي - الصيام (٢٣٢٤) سنن النسائي - الصيام (٢٣٢٥) سنن النسائي - الصيام (٢٣٢٦) سنن النسائي - الصيام

---

[1] قلت: روى أصحاب السنن الأربعة من حديث عبد الله بن عمر عن أخته حفصة (نصب الراية لأحاديث الهداية — ج ٢ ص ٤٣٣)

[2] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٢ ص ٢٤١

(٢٣٢٧) سنن النسائي - الصيام (٢٣٢٨) سنن النسائي - الصيام (٢٣٣٠) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٥٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٧/٦)

شرح الحديث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: بسا اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے اندر گھر میں تشریف لاتے صبح کے وقت اور دریافت فرماتے کہ کھانے پینے کوئی چیز ہے؟ اگر ہم عرض کرتے کہ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اچھا پھر میں روزہ کی نیت کرتا ہوں۔ اس حدیث سے ترک تبییت ثابت ہو گیا، آگے روایت میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے لئے کسی جگہ سے بطور ہدیہ کے حیس [1] آیا ہوا رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو میرے قریب کر دو اور اس کو نوش فرمایا فَأَصْبَحَ صَائِمًا وَأَفْطَرَ صبح کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی نیت کے ساتھ...... پھر افطار کر لیا، دوسرا مسئلہ اس حدیث میں نفل روزہ شروع کر کے اسکو افطار کرنے کا ہے کہ اس صورت میں پھر اسکی قضا واجب ہو گی یا نہیں؟ اس پر مستقل آگے باب آرہا ہے۔ حَيْسٌ یعنی مالیدہ، کھجور پنیر اور گھی سے بنایا جاتا ہے، والحديث أخرجه أحمد والنسائي وابن ماجه والدارقطني والبيهقي، وأخرجه الترمذي من طريقين (المنهل ج ١٠ ص ٢١٨)۔

٢٤٥٦- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ، قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ، جَاءَتْ فَاطِمَةُ، فَجَلَسَتْ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِينِهِ، قَالَتْ: فَجَاءَتِ الْوَلِيدَةُ بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ، فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمَّ هَانِئٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَقَدْ أَفْطَرْتُ، وَكُنْتُ صَائِمَةً، فَقَالَ لَهَا: «أَكُنْتِ تَقْضِينَ شَيْئًا؟» ، قَالَتْ: لَا، قَالَ: «فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا».

ترجمہ: اُم ہانیؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب آکر بیٹھ گئیں اور ام ہانیؓ آپکی دائیں جانب تھیں۔ پس ایک باندی ایک برتن لیکر حاضر ہوئی اس میں کچھ پینے کی چیز رکھی ہوئی تھی وہ برتن باندی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے نوش فرمایا۔ اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن ام ہانی کو دیا ام ہانی نے بھی اس میں سے کچھ نوش کیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے تو روزہ توڑ دیا کیونکہ میں روزہ سے تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا روزہ قضا کا روزہ تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر نفلی روزہ ہو تو کچھ نقصان نہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الصوم (٧٣١) جامع الترمذي - الصوم (٧٣٢) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٥٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٣/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٢٤/٦) سنن الدارمي - الصوم (١٧٣٥)

شرح الحديث: مضمون حدیث واضح ہے، جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سور حضرت ام ہانیؓ کو دیا انہوں نے اس کو لے کر فوراً پی لیا اور پھر عرض کیا: یارسول اللہ! میرا تو روزہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ نفلی روزہ تھا یا کسی روزہ کی قضاء تھی؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں قضا نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا۔

---

[1] هو طعام متخذ من تمر وأقط وسمن اه، من البذل. (ج ١٠ ص ٣٣٣)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت: اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت نہیں، پھر اس حدیث کو اس باب میں لانے کی توجیہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ ان سے پہلی حدیث جو ترجمۃ الباب کے مطابق تھی اس حدیث کا ایک جزء افطار بعد الشروع فی الصوم تھا جو اختلافی مسئلہ ہے اور اس دوسری حدیث میں بھی یہی مسئلہ ہے، بس اس قرب معنوی کی وجہ سے اس کو یہاں لے آئے اور اس وجہ سے بھی کہ آگے مصنف کو اسی مسئلہ پر کلام کرنا ہے۔ والحدیث أخرجه أیضاً والدارمی والدارقطنی والبیهقی والطبرانی وأخرجه الترمذی من طریق آخر (المنهل ملخصاً ج ۱۰ ص ۲۲۱)۔

۷۳۔ بَابُ مَنْ رَأَى عَلَيْهِ الْقَضَاءَ

جن حضرات کے نزدیک نفلی روزہ توڑنے سے قضا واجب ہے؟

گذشتہ باب کی حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ صوم تطوع کو اگر پورا نہ کیا جائے تو اسکی قضا نہیں ہے، اسی لئے اب اسکے خلاف باب قائم کیا ہے۔

۲۴۵۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ زُمَيْلٍ، مَوْلَى عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُهْدِيَ لِي وَلِحَفْصَةَ طَعَامٌ، وَكُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَأَفْطَرْنَا، ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، فَاشْتَهَيْنَاهَا فَأَفْطَرْنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَلَيْكُمَا صُومَا مَكَانَهُ يَوْمًا آخَرَ».

ترجمہ اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میرے اور حفصہؓ کیلئے کھانا کی چیز ہدیہ کی گئی اور ہم دونوں (نفلی) روزے سے تھیں تو ہم نے روزہ توڑ دیا پھر حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم لوگوں کے پاس ہدیہ آیا تھا اور ہم لوگوں کا اسکے کھانے کو دل چاہا تو ہم نے روزہ توڑ دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ حرج نہیں اسکے عوض ایک روزہ رکھ لینا۔

تخریج جامع الترمذي - الصوم (۷۳۵) سنن أبي داود - الصوم (۲۴۵۷) موطأ مالك - الصيام (۶۸۲)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہدیہ میں میرے پاس اور حفصہؓ کیلئے ایک جگہ سے کھانا آیا، ہم دونوں اس وقت روزہ دار تھیں، ہم نے روزہ افطار کر دیا (ضرورۃً بھوک کی وجہ سے) پھر جب حضور ﷺ گھر میں تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ سے اپنا قصہ بیان کیا، آپ ﷺ نے سن کر فرمایا: لَا عَلَيْكُمَا یعنی لابأس علیکما، کچھ ہرج نہیں تم دونوں پر، اور فرمایا آپ ﷺ نے صُومَا، یہ امر کا صیغہ برائے تثنیہ ہے، یعنی تم دونوں روزہ رکھو کسی دوسرے دن پہلے روزہ کے بجائے جس کو توڑ دیا ہے۔

مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ: یہ مسئلہ اختلافی ہے، شافعیہ، حنابلہ قضاء کے قائل نہیں ہیں اور حنفیہ مطلقاً قضاء کے قائل ہیں اور امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں: نفل روزہ رکھنے کے بعد اگر افطار قصداً بلا عذر کے کیا ہے، تب تو اسکی قضاء واجب ہے

ورنہ نہیں، امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ پر دو باب باندھے: بَابُ مَا جَاءَ فِي إِفْطَارِ الصَّائِمِ الْمُتَطَوِّعِ، جس میں ابوداؤد والی روایت کے علاوہ ایک اور حدیث بھی ذکر فرمائی ہے: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ أَمِينُ نَفْسِهِ، اور ایک روایت میں ہے: أَمِيرُ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ، وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ، یہ تو شافعیہ، حنابلہ کی دلیل ہوئی چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَالشَّافِعِيِّ[1]، دوسرا باب قائم کیا: بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْقَضَاءِ عَلَيْهِ، اور اس میں پھر وہی حدیث ذکر کی جو یہاں ابوداود میں ہے اور پھر اس کے بعد فرماتے ہیں: وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ إِلَى هَذَا الْحَدِيثِ فَرَأَوْا عَلَيْهِ الْقَضَاءَ إِذَا أَفْطَرَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ اه[2]، وحديث الباب أخرجه مالك في الموطأ، والنسائي وابن حبان والطبراني وابن أبي شيبة.....وأخرجه البيهقي والترمذي (المنهل ج ١٠ ص ٢٢٣)۔

٧٤۔ بَابُ الْمَرْأَةِ تَصُومُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا

عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنے کا بیان

٢٤٥٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ، إِلَّا بِإِذْنِهِ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب عورت کا شوہر گھر پر ہو تو وہ رمضان کے روزے کے علاوہ کوئی روزہ اسکی اجازت کے بغیر نہ رکھے (یعنی نفلی روزہ) اور نہ ہی شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو اسکے گھر میں آنے دے جب کہ وہ گھر پر ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٨٩٦) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٩٩) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٢٦) جامع الترمذي - الصوم (٧٨٢) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٥٨) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٠/٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢٠) سنن الدارمي - الصوم (١٧٢١)

شرح الحديث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا خاوند گھر پر موجود ہو (سفر میں نہ ہو) تو اس کو نفل روزہ بغیر شوہر کی اجازت کے جائز نہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: علماء کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے، اور امام نوویؒ شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ بعض شافعیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ حرام ہے اھ من هامش البذل والمنهل[1]۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء في إفطار الصائم المتطوع ٧٣٢

[2] جامع الترمذي - كتاب الصوم - باب ما جاء في إيجاب القضاء عليه ٧٣٥

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ٢٠ ص ١٨٤، و المجموع شرح المهذب - ج ٦ ص ٤٤٥، و المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ١٠ ص ٢٢٣-٢٢٤، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٣٣٨

اور دوسرا جزء حدیث کا یہ ہے، جس عورت کا شوہر حاضر ہو تو وہ اس کے گھر میں کسی کو داخل ہونیکی اجازت نہ دے بغیر شوہر کی اجازت کے، اس جزء میں وَهُوَ شَاهِدٌ کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے، اسلئے کہ اگر شوہر غائب ہو اس صورت میں داخل ہونے کی اجازت دینا بطریق اولی ناجائز ہے، چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے حضرت جابرؓ سے مرفوعاً: لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ [1]، مغیبات جمع ہے مغیبہ بضم المیم وکسر الغین وسکون الیاء، وہ عورت جس کا شوہر غائب ہو، سفر میں ہو، والحديث أخرجه أيضاً البخاري ومسلم، وأخرجه البيهقي والدارمي الجزء الاول من الحديث (المنہل بتصرف ج ۱۰ ص ۲۲٤)۔

۲٤٥۹- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ زَوْجِي صَفْوَانَ بْنَ الْمُعَطَّلِ، يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ، وَيُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ، وَلَا يُصَلِّي صَلَاةَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ، قَالَ: فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ، فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا، قَالَ: فَقَالَ: «لَوْ كَانَتْ سُورَةٌ وَاحِدَةٌ لَكَفَتِ النَّاسَ»، وَأَمَّا قَوْلُهَا: يُفَطِّرُنِي، فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ فَتَصُومُ، وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ، فَلَا أَصْبِرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ: «لَا تَصُومُ امْرَأَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا»، وَأَمَّا قَوْلُهَا: إِنِّي لَا أُصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ، لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، قَالَ: «فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ فَصَلِّ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، أَوْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہم لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے شوہر صفوان بن معطل مجھ کو مارتے ہیں جب میں نماز پڑھتی ہوں وہ میرا روزہ تڑوا دیتے ہیں جب میں روزہ رکھتی ہوں اور وہ فجر کی نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا ہے (یعنی روزانہ نماز پڑھنے میں تاخیر کرتے ہیں) اور صفوان (بھی اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تمہاری بیوی کیا کہتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ جو بات کہتی ہے کہ نماز پڑھنے پر مجھے مارتے ہیں تو (اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ) یارسول اللہ! وہ نماز میں دو سورتیں پڑھتی ہے جبکہ میں نے اس کو منع کیا (وہ نہیں مانتی اس بناء پر نماز کے لمبا کرنے کی وجہ سے مارنا پڑتا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ اگر ایک سورت پڑھی جائے تو وہ کافی ہے۔ حضرت صفوان نے کہا: اور وہ جو یہ بات کہتی ہیں کہ میرا شوہر روزہ تڑوا دیتا ہے تو (اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ) وہ نفلی روزے رکھتی چلی جاتی ہے میں جوان آدمی ہوں مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سے ممانعت فرما دی کہ کوئی عورت شوہر سے دریافت کئے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے اور جو یہ کہتی ہے کہ میں نماز فجر نہیں پڑھتا یہاں تک کہ سورج نکل

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الرضاع - باب ۱۱۷۲

آتا ہے تو (اس کی اصلیت یہ ہے کہ) ہم محنت کرنے والے لوگ ہیں یہ بات سب جانتے ہیں (رات کو کھیت کو پانی دیتے ہیں) ہماری آنکھ نہیں کھلتی یہاں تک کہ سورج نکل آتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تمہاری آنکھ کھلے تو تم نماز پڑھ لیا کرو۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ حماد بن سلمہ نے حمید یا ثابت کے واسطے سے ابو المتوکل سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصوم (٢٤٥٩) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٨٠) سنن الدارمي - الصوم (١٧١٩)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے، ابو سعید خدریؓ فرماتے کہ ایک عورت (جس کا نام تو معلوم نہیں یہ معلوم ہے کہ وہ صفوان بن معطل کی زوجہ تھیں جیسا کہ آگے روایت میں)، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اپنے شوہر کی تین شکایات کیں کہ، میرے شوہر صفوان بن معطل جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارنے لگتے ہیں، اور جب روزہ رکھتی ہوں تو اسکو افطار کرا دیتے ہیں... اور صبح کی نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ طلوع شمس ہو جاتا ہے (گویا قضاء پڑھتے ہیں) راوی کہتا ہے، ان شکایات کے وقت صفوان بھی وہاں موجود تھے، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صفوان سے ان شکایات کے بارے میں سوال فرمایا کہ ان کی کیا اصلیت ہے؟ انہوں نے ہر شکایت کا ترتیب وار جواب دیا، عرض کیا: یارسول اللہ! بہر حال یہ بات کہ میں نماز پڑھتی کو مارتا ہوں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہر رکعت میں دو دو سورتیں پڑھتی ہے، حالانکہ میں نے اسکو منع کیا ہے ایسا کرنے سے، اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اگر ساری دنیا کی قرأت نماز میں ایک ہی سورۃ ہو تو ان سب کیلئے کافی ہو جائے گی، یعنی ساری دنیا کیلئے تو ایک نماز میں ایک سورۃ پڑھنا کافی ہو جاتا ہے تیرے لئے کافی نہیں ہوتا؟ گویا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عورت کی شکایت کو غلط قرار دیا، اور شوہر کو معذور سمجھا مارنے میں، یہ مطلب اس صورت میں ہے کہ جبکہ یہاں روایت میں فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ ہو جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے اور یہی ظاہر بھی ہے، اور بعض نسخوں میں اس طرح ہے فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتِي [1] باضافة سورة الى یاء المتکلم اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ نماز میں میری والی سورت پڑھتی ہے یعنی جو سورۃ میں پڑھتا ہوں [2] اس صورت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر اس میں کیا حرج ہے اگر تیری سورۃ پڑھتی ہے (بندہ خدا اگر سارے قرآن میں ایک ہی سورۃ ہوتی تو وہی سب کیلئے کافی تھی یعنی ظاہر ہے کہ پھر سب وہی سورۃ پڑھتے) اس مطلب کا حاصل یہ ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عورت کی شکایت کو صحیح قرار دیا اور شوہر کو تنبیہ فرمائی۔

اسکے بعد صفوان نے دوسری شکایت کا جواب یہ دیا کہ یہ میری موجودگی میں یعنی میرے گھر پر ہوتے ہوئے مسلسل نفلی روزے رکھتی چلی جاتی ہے، حالانکہ میں جوان آدمی ہوں مجھ سے صبر نہیں ہوتا اس پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، کسی عورت کو

---

[1] اور حضرت گنگوہیؒ کی ابوداود کی غیر مطبوعہ تقریر میں یہ ہے کہ سورتی کی یاء یاء متکلم نہیں بلکہ یہ دراصل سورتین تھا، نون خلاف قیاس تخفیفاً ساقط کر دیا لہذا اس کو سورتی تاء کے فتحہ کیساتھ پڑھا جائیگا۔

[2] حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں ہے کہ اسکی تائید اس سے ہوتی ہے جو ابن الجوزیؒ کی تلقیح میں ہے: قَالَ إِنَّ مَعِي سُورَةً لَيْسَ مَعِي غَيْرُهَا هِيَ تَقْرَؤُهَا، کہ مجھے ایک سورۃ یاد ہے اور اسکے علاوہ کوئی اور سورۃ یاد نہیں یہ بھی ہمیشہ اسی کو پڑھتی ہے (تلقیح فهوم أهل الأثر — ص ٦٤٩، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٣٤٠)۔

بغیر اذن زوج کے نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہئے، اسکے بعد تیسری شکایت کا انہوں یہ جواب دیا کہ یارسول اللہ! میری بیوی کی یہ بات صحیح ہے کہ میں دن چڑھے صبح کی نماز پڑھتا ہوں، دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے پورے گھرانے کا یہ حال ہے جو معروف ہے کہ ہماری آنکھ کھلتی ہی نہیں سورج نکلنے سے پہلے، آپ ﷺ نے اس میں اس کو معذور قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اچھا جب آنکھ کھلے اسی وقت پڑھ لیا کرو، گویا آپ ﷺ نے عورت کی تینوں شکایات کو غلط قرار دے دیا۔ خطابیؒ اس حدیث کے آخری جزء پر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا صفوان کی نماز کے بارے میں ان کو تاہی پر زجر و تنبیہ کا ترک کر دینا یہ عجیب مہربانی ہے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر اسکے رسول کی نرمی اپنی امت کے ساتھ، اور پھر آگے وہ لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ وہ اپنی اس حالت میں مغلوب و معجوز عنہ ہو چکے تھے جیسے کوئی مغمی علیہ ہوتا ہے اسی لئے آپ نے انکو تنبیہ نہیں فرمائی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نماز کا قضا ہونا کبھی کبھار ہوتا ہو نہ کہ دائم الاوقات جب کوئی اس جگہ انکو بیدار کرنے والا نہ ہوا ھ [1]، اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ ہے، حتی تطلع الشمس، بطور مبالغہ کے ہے جس سے مراد اسفار اور غایت اسفار ہے۔

حدیث پر ایک اشکال اور اسکا جواب: جاننا چاہئے کہ یہ صفوان بن معطلؓ وہی صحابی ہیں جن کا ذکر حدیث الافک میں آتا ہے جنکے بارے میں منافقین نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی، اس حدیث الافک میں یہ ہے کہ جب ان صحابیؓ کو یہ بات پہنچی لوگ ان پر یہ الزام لگا رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا تھا: سُبْحَانَ اللهِ، وَاللهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ أُنْثَى قَطُّ [2]، کہ میں نے تو کبھی آج تک کسی عورت کا ازار نہیں کھولا، اور یہاں اس حدیث میں وہ یوں کہہ رہے ہیں: وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ، فَلَا أَصْبِرُ، اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ حدیث الافک اسکے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہے، وہ صحیحین کی حدیث ہے اور یہ سنن کی، اور دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ دونوں باتیں اپنی جگہ درست ہیں، افک کے واقعہ تک یہ غیر شادی شدہ تھے، وہ بات اس وقت کی ہے، اور یہ واقعہ شادی کا بعد کا ہے لہذا کوئی تعارض نہیں اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ مَا كَشَفْتُ میں مطلق کشف کی نفی نہیں ہے بلکہ کشف حرام کی نفی ہے۔ حافظؒ کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے: لَا حَلَالًا وَلَا حَرَامًا، لیکن یہ روایت ضعیف ہے [1]، والحديث أخرجه أيضاً أحمد وابن ماجه والبيهقي بلفظ المصنف وأخرجه أيضاً بلفظ آخر (المنهل ج ١٠ ص ٢٢٦)۔

٧٥ - بَابٌ فِي الصَّائِمِ يُدْعَى إِلَى وَلِيمَةٍ

اگر روزہ دار کو ولیمہ میں شرکت کی دعوت دی جائے

٢٤٦٠ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

---

[1] معالم السنن — ج ٢ ص ١٣٧

[2] جامع الترمذي — أبواب تفسير القرآن — باب: ومن سورة النور ٣١٨٠

[1] وَاللهِ مَا أَصَبْتُ امْرَأَةً قَطُّ حَلَالًا وَلَا حَرَامًا. (فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٨ ص ٤٦٢)

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ»، قَالَ هِشَامٌ: "وَالصَّلَاةُ: الدُّعَاءُ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، أَيْضًا عَنْ هِشَامٍ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک شخص کو کھانے کیلئے بُلایا جائے تو اس کو قبول کرنا چاہئے۔ اگر وہ شخص روزے سے نہ ہو تو کھانا کھالے اور اگر روزہ دار ہو تو دعوت کرنے والے شخص کیلئے دُعائے خیر کرے۔ ہشام نے کہا کہ صلوٰۃ سے مراد دُعا ہے۔ ابو داؤدؒ نے کہا کہ یہ روایت حفص بن غیاث نے بھی ہشام سے نقل کی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - النكاح (١٤٣١) جامع الترمذي - الصوم (٧٨٠) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٧/٢)

شرح الحديث: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کی کھانے کی دعوت کی جائے تو اس کی اجابت کرنی چاہئے یعنی منظور کر لینی چاہئے پھر وہاں جا کر اگر روزہ نہ ہو تو کھانا کھائے، اور اگر روزہ سے ہو تو دعوت کرنیوالے کیلئے دعاء پر اکتفاء کرے اور اسکے بعد والی روایت میں یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کی دعوت کی جائے اور وہ روزہ دار ہو تو اسکو چاہئے کہ کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔

باب کی حدیثین میں تعارض اور اسکی توجیہ: بظاہر دونوں حدیثوں میں اختلاف ہے، دراصل روایتوں میں اختصار ہے اور جمع بین الحدیثین کی شکل یہ ہے کہ جب دعوت کی جائے پس اگر روزہ دار ہے تو روزہ کا عذر کر دے، اگر وہ عذر قبول کرلے فبہا، اور اگر قبول نہ کرے تو اسکے گھر حاضر ہو کر اس کیلئے دعاء کرے، کذا فی البذل [1] اور کوکب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعوت تو دونوں صورتوں میں منظور کرلے اور اس کے گھر پر جانے کے بعد اگر روزہ سے نہ ہو تو کھانا تناول کر لے، اور روزہ ہو تو کھانے سے عذر کر دے اور اس کیلئے دعا کرے فَلْيُجِبْ میں امر عند الجمہور استحباب کیلئے ہے، اور کہا گیا ہے کہ وجوب کیلئے ہے، اور بہر حال اجابت کا حکم اس شخص کے حق میں ہے جس کو کوئی عذر نہ ہو، اور جو شخص معذور ہو مثلاً جگہ دور ہو جہاں پہنچنے میں مشقت لاحق ہوتی ہو وہاں عذر کر دینے میں کچھ مضائقہ نہیں، اور یہ جو اوپر آیا ہے کہ اگر روزہ دار ہو تو کھانے سے عذر کر دے یہ اس صورت میں ہے جب اس کو اس کے انکار سے اذیت نہ ہو، اور اگر وہ کھانے پر اصرار کرے اور نہ کھانے سے اس کو اذیت ہو پھر روزہ افطار کر دینا چاہئے اور پھر بعد میں اس کی قضاء کرے، کذا فی الکوکب [2]، اس کی مزید تحقیق کتب فقہ سے کی جائے۔

قَالَ هِشَامٌ: "وَالصَّلَاةُ: الدُّعَاءُ": یعنی صلاۃ سے مراد صلاۃ عرفی نہیں بلکہ اسکے لغوی معنی دعاء مراد ہے، اور شراح نے لکھا ہے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١١ ص ٣٤٣

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ٢ ص ٦٧-٦٨

کہ صلاۃ کے عرفی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں، أي فليصل ركعتين اور معنیین کے جمع کرنے میں بھی کوئی مانع نہیں ہے، یعنی دو رکعت بھی پڑھے اور اس کیلئے دعاء بھی کرے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، بیت ام سلیم میں کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم کا عذر فرما کر ان کے گھر میں نماز بھی پڑھی اور ان کو دعاء سے بھی نوازا، کما فی البخاری [1]، وحديث الباب أخرجه مسلم والنسائي وكذا الترمذي مختصراً (المنهل ملخصاً ج ١٠ ص ٢٢٧)۔

٧٦۔ بَابُ مَا يَقُولُ الصَّائِمُ إِذَا دُعِيَ إِلَى الطَّعَامِ

روزہ دار کھانے کی دعوت میں کیا کہے؟

٢٤٦١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو کھانے کیلئے بلایا جائے اور وہ شخص روزہ دار ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيام (١١٥٠) جامع الترمذي - الصوم (٧٨١) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٦١) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٢) سنن الدارمي - الصوم (١٧٣٧)

٧٧۔ بَابُ الْاِعْتِكَافِ

اعتکاف کے احکام و مسائل کے بیان میں

مصنفؒ نے کتاب الصوم کی تکمیل کیلئے اخیر میں اعتکاف کا باب قائم کیا اسلئے کہ جس طرح صوم فرض کا تعلق ماہ رمضان سے ہے اسی طرح اعتکاف بھی اسی ماہ کے عشرۂ اخیر کی سنت ہے، اور امام ترمذیؒ نے کتاب الصوم کے اخیر میں تین چیزیں بیان کیں اعتکاف اور اسکے احکام، لیلۃ القدر کا باب اور قیام شہر رمضان، یعنی تراویح، کیونکہ یہ چاروں چیزیں خصائص رمضان میں سے ہیں، لیکن امام ابوداودؒ نے لیلۃ القدر، اور صلاۃ التراویح ان دونوں کو کتاب الصلاۃ کے اخیر میں بیان کیا ہے، ولكل وجهة هو موليها وللناس فيما يعشقون مذاهب۔

اعتکاف کے لغوی معنی لزوم الشيء وحبس النفس عليه، کسی چیز کو لازم پکڑنا اور اپنے نفس کو اس پر جمانا، اور شرعی معنی اسکے، کما فی الهداية وهو اللبث في المسجد مع الصوم ونية الاعتكاف، یعنی مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف کی نیت سے روزہ کے ساتھ، اور اسکے حاشیہ میں ہے کہ صوم کی شرط ظاہر الروایۃ میں صرف اعتکاف واجب کیلئے نہ کہ اعتکاف نفل کیلئے [1]۔

اعتکاف کے اقسام ثلثہ اور احکام: جاننا چاہئے کہ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: ① واجب، ② سنت مؤکدہ، اور

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب من زار قوما فلم يفطر عندهم ١٨٨١

[1] الهداية شرح بداية المبتدي - ج ٢ ص ٢٨٩

④ مستحب۔ واجب سے مراد اعتکاف منذور جو نذر کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور اسی طرح شروع کرنے سے بھی، اور سنت مؤکدہ، رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف، یعنی سنت علی الکفایہ، اور تیسری قسم یعنی مستحب وہ مطلق اعتکاف ہے جس میں کسی زمانہ کی قید نہیں، جب چاہے کرے [1]، یہاں ایک مسئلہ یہ بھی اختلافی ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف شروع کر کے اسکو قطع کردے تو پھر اسکی قضاء واجب ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ آگے حدیث الباب میں آرہا ہے، آگے کتاب میں بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَعُودُ الْمَرِيضَ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث موقوف آرہی ہے: وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ، وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ [2]، اور اس کے بعد ایک اور حدیث مرفوع میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے اس سوال پر کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک رات کی اعتکاف کی نذر مانی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اعْتَكِفْ وَصُمْ [3]، یہ دونوں مسئلے یعنی اشتراط صوم اور اشتراط جامع دونوں اختلافی ہیں۔

المسئلة الاولى (اشتراط صوم): صوم کے بارے میں اوپر حنفیہ کی دو روایتیں گزری ہیں اور یہ کہ ظاہر الروایہ یہ ہے کہ صوم کی شرط اعتکاف منذور میں ہے نہ کہ نفلی میں، حاشیۂ بذل میں بحوالہ العرف الشذی یہ ہے کہ شیخ ابن الہمامؒ کا میلان دوسری روایت کی طرف ہے یعنی مطلقاً وجوب صوم، اب رہا مسئلہ اعتکاف مسنون کی سو اس سے متون احناف تو ساکت ہیں فقہاء کا اس میں اختلاف ہے ابن عابدینؒ نے اشتراط کو ترجیح دی ہے، اور ابن نجیم صاحب البحر نے عدم اشتراط کو، اور باقی ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ امام مالکؒ اس میں مطلقاً اشتراط صوم کے قائل ہیں نفل اور واجب اس میں انکے یہاں سب برابر ہے حتی کہ اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو اسکا اعتکاف صحیح نہیں، اور اسکے برخلاف شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک راجح اور مشہور قول کے مطابق مطلقاً شرط نہیں اھ، من الأبواب والتراجم [4]، امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

المسئلة الثانيه (اشتراط جامع): جاننا چاہئے کہ اعتکاف الرجال کیلئے ائمہ اربعہ کے نزدیک مسجد کا ہونا شرط ہے اور اس میں بعض دوسرے علماء کا اختلاف ہے چنانچہ محمد بن لبابہ المالکی کے نزدیک صحت اعتکاف کیلئے مسجد ہونا ضروری نہیں بل یجوز فی کل موضع، اور ایک قول اس میں یہ ہے: لایجوز الا في المساجد الثلاثة، مسجد حرام، مسجد نبوی، بیت المقدس، یہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے منقول ہے، وروی عن عطاء انه لایجوز إلا بمسجد مكة والمدينة، وابن المسيب بمسجد المدينة [5]۔

---

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ٣ ص ٤٣٠-٤٣١

[2] سنن أبي داود — كتاب الصوم — باب المعتكف يعود المريض ٢٤٧٣

[3] سنن أبي داود — كتاب الصوم — باب المعتكف يعود المريض ٢٤٧٤

[4] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ١ ص ١٥٤

[5] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ١ ص ١٥٤-١٥٥

پھر ائمہ اربعہ میں اس بات میں اختلاف ہو رہا ہے کہ کون سی مسجد ضروری ہے، امام ابو حنیفہؒ واحمدؒ کے نزدیک مسجد جماعۃ یعنی جس کے لئے امام اور مؤذنین متعین ہوں، پانچوں وقت کی نماز ادا ہوتی ہو، یا نہ ہوتی ہو اس میں دونوں قول ہیں، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسجد جماعت اعتکاف واجب کیلئے ضروری ہے، اعتکاف نفل کیلئے مطلق مسجد کافی ہے اور امام شافعیؒ ومالکؒ کے نزدیک مطلق مسجد، لیکن ان دونوں اماموں کے نزدیک اگر اثناء اعتکاف میں جمعہ کا دن واقع ہو تو پھر مسجد جامع کا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ خروج لصلاۃ الجمعہ ان دونوں اماموں کے نزدیک قاطع اعتکاف ہے، بخلاف حنفیہ وحنابلہ کے کہ ان کے نزدیک قاطع اعتکاف نہیں، شافعیہ ومالکیہ کی کتب میں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص غیر جامع میں جس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو اعتکاف کرے اور اسی اثناء میں جمعہ کا دن آجائے تو یہ شخص اگر جمعہ کیلئے مسجد سے باہر نہ جائے بلکہ مسجد ہی میں رہے تو فی نفسہ تو اس کا اعتکاف صحیح ہو جائے گا لیکن ترک جمعہ کا گناہ ہوگا۔

یہ اختلاف تو ہیں اعتکاف الرجال سے متعلق، اور اعتکاف النساء کے بارے میں احناف اور جمہور علماء کا اختلاف ہے امام احمدؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فی الجدید کے نزدیک عورت کے صحت اعتکاف کیلئے مسجد شرط ہے، اور امام شافعیؒ کا قول قدیم اور حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت کا اعتکاف مسجد بیت میں صحیح ہے مسجد بیت سے مراد گھر میں وہ جگہ ہے جس کو وہ اپنی نماز کیلئے متعین کرے، لیکن ایک فرق یہ ہے کہ اگرچہ امام احمدؒ کے نزدیک اعتکاف الرجل کیلئے مسجد جماعت ضروری ہے لیکن عورت کیلئے مسجد جماعت کی قید نہیں مطلق مسجد کافی ہے، حنفیہ کے نزدیک اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ عورت کیلئے مسجد بیت میں اعتکاف اولیٰ ہے مسجد جماعت سے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مسجد جماعت میں اسکا اعتکاف صحیح بھی ہو جاتا ہے یا نہیں، اس میں ہمارے یہاں دونوں قول ہیں جواز اور عدم جواز، اھ، ملخصاً من الأوجز، أوجز میں یہ جملہ مذاہب واختلافات کتب فروع کے حوالہ سے لکھے ہیں [1]۔

۲۴۶۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ».

ترجمہ اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اخیر عشرۂ رمضان میں اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح قبض فرمائی پھر آپ کی ازواجِ مطہراتؓ نے (اپنے گھروں میں) آپ ﷺ کے بعد اعتکاف کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الاعتكاف (۱۹۲۲) صحيح مسلم - الاعتكاف (۱۱۷۲) صحيح مسلم - الاعتكاف (۱۱۷۲) جامع الترمذي - الصوم (۷۹۰) سنن أبي داود - الصوم (۲۴۶۲) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۹۲/۶)۔

شرح الحدیث اس حدیث سے جو کہ متفق علیہ ہے، حضور اقدس ﷺ کا رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کا اہتمام

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۵ ص ۴۶۱ - ۴۶۴

اور اس پر مواظبت ثابت ہو رہی ہے، اس لئے کہ حدیث میں تصریح ہے، حَتّٰی قَبَضَهُ اللهُ، کہ وفات کے سال تک آپ ﷺ نے یہ عمل کیا، ابن الہمامؒ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا یہ مواظبت فرمانا بغیر نکیر کے ان صحابہؓ پر جنہوں نے اسکو ترک کیا یہ دلیل ہے اس اعتکاف کی سنیت کی، اور اگر مواظبت کے ساتھ انکار علی الترک بھی پایا جاتا تو پھر یہ دلیل ہوتی وجوب کی [1]۔

اعتکاف کے بارے میں ایک روایت امام مالک کی: اس سلسلہ میں امام مالکؒ سے انکے بعض شاگردوں نے یہ نقل کیا ہے کہ جب میں اعتکاف کے بارے میں یہ دیکھتا ہوں کہ اکثر صحابہؓ سے اس کا ترک ثابت ہے باوجود ان کی شدید حرص سنت پر عمل کرنے میں تو میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ اسکا حال صوم وصال جیسا ہے انتہی کلامہ، اور انکے اس کلام سے ان کے بعض اصحاب نے اخذ کرتے ہوئے یہ کہا کہ اعتکاف صرف جائز ہے، لیکن اس پر دوسرے علماء مالکیہ ابن العربیؒ اور ابن بطالؒ وغیرہ نے رد کیا ہے، اور یہ کہ آپ ﷺ کی مواظبت دلیل ہے اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی امام ابو داودؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ علماء میں سے کسی کا اختلاف اس کے مسنون ہونے پر میرے علم میں نہیں۔

آپ ﷺ کے اعتکاف کے بارے میں روایات مختلفہ اور ان میں تطبیق: جاننا چاہئے کہ یہاں باب الاعتکاف میں جو روایات مصنفؒ نے ذکر کی ہیں ان سب میں صرف عشرۂ اخیرہ ہی کا اعتکاف مذکور ہے، اور امام بخاریؒ نے اسکے علاوہ ایک اور حدیث ذکر فرمائی ہے بروایت ابو سعید خدریؓ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ [1]، یہ روایت ہمارے یہاں ابو داود میں کتاب الصلوۃ میں لیلۃ القدر کے ابواب میں گزر چکی ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ رمضان کے عشرۂ وسطی میں اعتکاف فرماتے تھے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے عشرۂ وسطی کے اخیر میں فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے تو وہ عشرۂ اخیرہ کا بھی اعتکاف کریں اسلئے کہ ابھی تک لیلۃ القدر نہیں پائی گئی، اس لئے کہ مجھے اسکی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس سال جب شب قدر ہو گی تو اس رات میں بارش ہو گی جسکی وجہ سے مسجد نبوی کی چھت ٹپکے گی اور اسکی صبح کو میں نماز کا سجدہ مٹی اور پانی میں کروں گا، چنانچہ سب لوگ عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کی نیت سے ٹھہر گئے، راوی کہتا ہے، پھر پہلی ہی رات میں یعنی اکیسویں شب میں اس علامت کا ظہور ہوا جو آپ ﷺ نے فرمائی تھی، بارش وغیرہ کا ہونا، بخاری اور ابو داود کی روایت میں تو اسی طرح ہے، صحیح مسلم کی روایت میں اس طرح ہے: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ الحديث [2]، اس روایت میں عشرۂ اول کے اعتکاف کی زیادتی ہے، نیز مسلم کی اس روایت میں: اعْتَكَفَ کا لفظ ہے كَانَ يَعْتَكِفُ کا نہیں، نیز امام مسلمؒ نے اس قسم کی روایات کو ابواب لیلۃ القدر میں ذکر کیا ہے، اور باب الاعتکاف میں ذکر نہیں کیا، ان مجموعہ روایات کو دیکھنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ

---

[1] فتح القدير للكمال ابن الهمام – ج ٢ ص ٣٩٤

[1] صحيح البخاري – كتاب الاعتكاف – باب الاعتكاف في العشر الأواخر والاعتكاف في المساجد كلها ١٩٢٣

[2] صحيح مسلم – كتاب الصيام – باب استحباب صوم ستة أيام من شوال إتباعا لرمضان ١١٦٧

آپ ﷺ نے پہلے پہل جو اعتکاف فرمایا (لیلۃ القدر کی تلاش میں) وہ عشرہ اولی کا فرمایا پھر جب اس میں لیلۃ القدر نہیں پائی تو عشرۂ وسطی میں اعتکاف فرمایا، عشرہ وسطی میں یہ آپ ﷺ کو اطلاع کی گئی کہ لیلۃ القدر جسکی تلاش میں آپ ﷺ ہیں وہ عشرۂ اخیرہ میں پائی جائے گی چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ حدیث میں ہے، اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ ہمیشہ عشرۂ اخیرہ ہی کا اعتکاف فرماتے رہے، غالباً اسی بناپر امام مسلمؒ اور امام ابوداودؒ وغیرہ حضرات نے باب الاعتکاف میں وہی روایات ذکر کی ہیں جن میں صرف عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف مذکور ہے اور اسی لئے پھر فقہاء نے بھی عشرۂ اخیرہ ہی کے اعتکاف کو سنت مؤکدہ قرار دیا۔

پورے ماہ رمضان کے اعتکاف کی حیثیت: لیکن جاننا چاہئے کہ عبادات وطاعات کے باعتبار مشروعیت کے مختلف درجات ہیں فرض، واجب، سنت، مستحب، جن کی تعریفات اصول فقہ اور فقہ میں مذکور ہیں، سنت تو آپ ﷺ کے معمول دائمی یا کم از کم اکثری کو کہتے ہیں، اور جو کام آپ ﷺ نے طاعت کی حیثیت سے کبھی کبھی کیا ہو، اسکو مستحب کہا جاتا ہے، علی ہذا علی الظاہر پورے ماہ کا اعتکاف بھی ہے جو آپ ﷺ نے شروع میں ایک[1] بار کیا اسکے بعد بالالتزام تو عشرہ اخیرہ ہی کا فرمایا لیکن گاہے کسی عارض ومصلحت کی وجہ سے جیسا کہ روایات میں آتا ہے دو عشرہ کا بھی کیا ہے لہٰذا رمضان کے پورے ماہ کے اعتکاف کو خلاف سنت یا بدعت کہنا غلط ہے دیکھئے ان احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اعتکاف کی ایک بڑی غرض لیلۃ القدر کا حصول ہے اور لیلۃ القدر کی تعیین کے بارے میں مختلف اقوال ہیں عشرۂ اخیرہ ہی میں اس کا انحصار نہیں ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول ہے کہ وہ سارے سال میں دائر رہتی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ پورے ماہ رمضان میں دائر رہتی ہے، اس کے علاوہ اصل اعتکاف عبادت ہے، ابھی اوپر گزرا کہ فقہاء نے اسکی تین قسمیں بیان کی ہیں، ایک اعتکاف مسنون جو عشرہ اخیرہ کے ساتھ خاص ہے، ایک اعتکاف منذور جو نذر کے تابع ہے خواہ ایک دن کی نذر ہو یا ایک ہفتہ کی یا ایک ماہ کی، اس مدت کو پورا نہیں خواہ ایک ساعت ہو یا ایک ماہ کا یا ایک سال کا، پھر پورے ماہ کے اعتکاف پر بدعۃ یا خلاف سنت ہونے کا اطلاق خلاف تحقیق نہیں تو اور کیا ہے واللہ الموفق وھو الملھم للصدق والصواب، والحدیث أخرجه أیضاً البخاری ومسلم والترمذی والنسائی والدارقطنی، وکذا البیھقی من غیر ھذا الطریق (المنھل ملخصا ج ۱۰ ص ۲۲۹)۔

۲۴۶۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا، فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ لَيْلَةً».

حضرت اُبی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے اخیر دس دن میں اعتکاف فرماتے تھے پھر آپ نے ایک سال (بوجہ فتح مکہ والے سفر کے) اعتکاف نہیں فرمایا پھر جب دوسرا سال آیا تو آپ ﷺ نے بیس دن رات اعتکاف فرمایا۔

---

[1] کما تقدم تقریرہ قریبا۔

تخريج: سنن أبي داود - الصوم (٢٤٦٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٧٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٤١/٥)

شرح الحديث: یعنی آپ ﷺ کا معمول رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کا تھا، ایک سال کسی وجہ سے آپ ﷺ اعتکاف نہ فرما سکے تو جب آئندہ سال آیا تو آپ ﷺ نے دو عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔

آپ ﷺ اس سال کیوں نہ اعتکاف کر سکے اسکے بارے میں ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے فَسَافَرَ عَامًا، کہ ایک سال آپ ﷺ رمضان میں سفر میں تھے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ سفر فتح مکہ کا سفر تھا، والحديث أخرجه أيضاً النسائي وابن ماجه والبيهقي وأخرجه الترمذي عن أنس رضي الله تعالى عنه، وصححه ابن حبان والحاكم (المنهل ملخصاً ج ١٠ ص ٢٣١)۔

٢٤٦٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَيَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ، ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ» قَالَتْ: وَإِنَّهُ أَرَادَ مَرَّةً أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَتْ: فَأَمَرَ بِبِنَائِهِ فَضُرِبَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ أَمَرْتُ بِبِنَائِي فَضُرِبَ، قَالَتْ: وَأَمَرَ غَيْرِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِبِنَائِهِ فَضُرِبَ، فَلَمَّا صَلَّى الْفَجْرَ نَظَرَ إِلَى الْأَبْنِيَةِ، فَقَالَ: «مَا هَذِهِ؟ آلْبِرَّ تُرِدْنَ؟» قَالَتْ: فَأَمَرَ بِبِنَائِهِ فَقُوِّضَ، وَأَمَرَ أَزْوَاجُهُ بِأَبْنِيَتِهِنَّ فَقُوِّضَتْ، ثُمَّ أَخَّرَ الِاعْتِكَافَ إِلَى الْعَشْرِ الْأُوَلِ يَعْنِي مِنْ شَوَّالٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، نَحْوَهُ، وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: اعْتَكَفَ عِشْرِينَ مِنْ شَوَّالٍ.

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ اعتکاف فرمانے کا ارادہ کرتے تو آپ نمازِ فجر ادا فرما کر اپنے اعتکاف کرنے کی جگہ میں داخل ہو جاتے اماں عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنے کا ارادہ فرمایا حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: تو آپ ﷺ نے خیمہ لگانے کا حکم فرمایا تو خیمہ لگا دیا گیا میں نے جب یہ دیکھا تو میں نے بھی خیمہ لگانے کا حکم کیا (چنانچہ) میرا بھی خیمہ لگالیا گیا میرے علاوہ دوسری ازواجؓ نے خیمہ لگانے کا حکم کیا تو ان کا بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ آپ ﷺ نے جب نمازِ فجر ادا فرمائی تو دیکھا کہ خیمے نصب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کس قسم کی نیکی کرنا چاہ رہی ہو؟ آپ فرماتی ہیں کہ آپ نے اپنے خیمے کے بارے میں حکم دے کر اسے اکھڑوالیا اور ازواجؓ کے خیموں کے بارے میں بھی اکھاڑ دینے کا حکم فرمایا وہ بھی اکھاڑ دیئے گئے اور آپ ﷺ نے اعتکاف کو شوال کے پہلے عشرہ تک مؤخر کر دیا (یعنی جب شوال شروع ہوا تو اسکے پہلے عشرہ میں آپ ﷺ نے اعتکاف کیا)۔ ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ ابن اسحاق اور اوزاعی نے یحییٰ بن سعید سے اسی طرح نقل کیا (کہ آپ ﷺ نے پھر شوال کے دس دن اعتکاف فرمایا) لیکن امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نے شوال میں بیس دن اعتکاف فرمایا۔

تخريج: صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٢٨) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٢٩) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٣٦) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٤٠) صحيح مسلم - الاعتكاف (١١٧٢) صحيح مسلم - الاعتكاف (١١٧٣) جامع الترمذي - الصوم (٧٩١) سنن النسائي - المساجد (٧٠٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٦٤) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٧١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٨٤/٦)

مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٢٢٦/٦) موطأ مالك - الاعتكاف (٦٩٩)

شرح الحديث **عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کی ابتداء کس وقت ہو گی؟** اس حدیث میں حضرت عائشہؓ عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے وقت کی ابتداء بیان فرمارہی ہیں کہ آپ ﷺ صبح کی نماز ادا فرما کر اپنے معتکف میں داخل ہوتے تھے، معتکف یعنی مسجد کا وہ خاص گوشہ جس میں آپ ﷺ اعتکاف کیلئے تشریف فرما ہوتے تھے۔

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کی ابتداء اکیس تاریخ کی صبح سے ہوتی ہے بعض علماء جیسے اوزاعیؒ، لیث بن سعدؒ کا مذہب یہی ہے، حالانکہ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کا ارادہ ہو تو اس کو چاہئے کہ اکیسویں شب سے اعتکاف کی ابتداء کرے لہذا بیس تاریخ کی شام کو احتیاطاً غروب شمس سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے، امام ترمذیؒ نے امام احمدؒ کو امام اوزاعیؒ وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے، ہو سکتا ہے یہ انکی ایک روایت ہو ورنہ حافظؒ وغیرہ شراح نے ائمہ اربعہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں لکھا، بہر حال یہ حدیث بظاہر ائمہ اربعہ کے خلاف ہے۔

جمہور علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے معتکف خاص اور خلوت گاہ میں اس وقت (صبح کی نماز کے بعد) پہنچتے تھے ابتداء وقت اعتکاف کو بیان کرنا مقصود نہیں، مسجد میں تو آپ ﷺ شام ہی سے پہنچ جاتے تھے مگر رات چونکہ خود زمان خلوت ہے اس میں معتکف میں جانے کی حاجت نہ تھی، اور اس تاویل کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ اعتکاف سے جو اہم مقصود ہے یعنی لیلۃ القدر کا ادراک اور اس کا حصول یہ اکیسویں شب اس کا خاص مظنہ ہے حتی کہ امام شافعیؒ کا تو مشہور قول یہی ہے أرجى الليالي إحدى وعشرين کہ سب سے زیادہ شب قدر کی توقع اسی رات میں ہے۔

جمہور کے قول کی ایک لطیف دلیل: علامہ ابو الطیب سندیؒ نے اسکی ایک اور معقول وجہ بیان کی وہ یہ کہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے بارے میں دو حدیثیں ہیں دونوں بخاری کی ہیں ایک حدیث عائشہؓ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ [1]، اس حدیث سے مدۃ اعتکاف کا دس راتیں ہونا معلوم ہو رہا ہے، کیونکہ عشر سے عشر لیالی مراد ہے جو کہ لیلۃ کی جمع ہے، اور مؤنث ہے اور اسماء عدد کا قاعدہ یہ ہے کہ مذکر کیلئے مؤنث اور مؤنث کیلئے مذکر استعمال ہوتے ہیں (حدیث میں العشر بغیر تاء تانیث کے ہے لہذا عشر سے لیالی عشرہ مراد ہوا) اور دوسری حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانٍ عَشْرَةَ أَيَّامٍ [2]، دونوں حدیثوں کو جمع کرنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف میں لیالی اور ایام کی تعداد برابر ہونی چاہئے دونوں کی دس ہو یا نو، اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اکیسویں شب کو اعتکاف میں شامل کیا جائے ورنہ ایک صورت میں ایام کی تعداد نو اور لیالی کی آٹھ رہ جائے گی، اور جس صورت میں ایام کی تعداد دس ہو گی اس صورت میں راتیں نو رہ جائینگی اھ، اور بعض علماء نے حدیث الباب کی یہ

[1] صحيح البخاري- كتاب الاعتكاف- باب الاعتكاف في العشر الأواخر والاعتكاف في المساجد كلها ١٩٢٢

[2] صحيح البخاري- كتاب الاعتكاف- باب الاعتكاف في العشر الأوسط من رمضان ١٩٣٩

توجیہ کی ہے کہ صلی الفجر میں فجر سے فجر عشرین مراد ہے یعنی بیس تاریخ کی صبح گویا ایک دن پیشگی ہی آپ ﷺ پہنچ جاتے تھے، اختار هذا التوجيه القاضي ابو يعلى من الحنابلة كما في المنهل (ج ۱۰ ص ۲۳۱)۔

حضور ﷺ کے نقض اوراعتکاف کی روایۃ اوراسکی تشریح: قَالَتْ: وَإِنَّهُ أَرَادَ مَرَّةً أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَتْ: فَأَمَرَ بِبِنَائِهِ فَضُرِبَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ أَمَرْتُ بِبِنَائِي فَضُرِبَ، قَالَتْ: وَأَمَرَ غَيْرِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِبِنَائِهِ فَضُرِبَ: اس حدیث کے پہلے حصہ میں خود حضور ﷺ کے اعتکاف کے معمول کا بیان تھا اب یہاں سے حضرت عائشہؓ اپنے اور بعض دوسری ازواج مطہراتؓ کے اعتکاف کا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں، وہ اس طرح کہ حضور ﷺ نے اپنے اعتکاف کیلئے خیمہ قائم کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ قائم کر دیا گیا، اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً [1] کہ آپ کیلئے وہ پردہ اور خیمہ وغیرہ میں ہی قائم کیا کرتی تھی وہ فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ کا خیمہ قائم ہو گیا تو میں نے بھی اپنے اعتکاف کیلئے ایک خیمہ اور پردہ قائم کرایا اور میرے علاوہ بھی دوسری ازواج نے خیمے قائم کرائے، حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس سے جملہ ازواج اور ان کے خیمے مراد نہیں ہیں جیسا کہ اس روایت سے (جو مسلم اور ابوداود کی ہے) وہم ہوتا ہے بلکہ دوسری ازواج کا مصداق صرف حفصہؓ اور زینبؓ ہیں جیسا کہ بخاری کی ایک روایت میں اسکی تصریح ہے، لہٰذا کل چار خیمے ہوئے ایک حضور ﷺ کیلئے اور تین حفصہ، عائشہ اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنهن کے اھ [1]، نیز بخاری کی روایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنا خیمہ حضور ﷺ سے اعتکاف کی اجازت لینے کے بعد اور حفصہؓ نے بواسطہ عائشہؓ آپ ﷺ سے اعتکاف کی اجازت لے کر خیمہ قائم کیا تھا، اور حضرت زینبؓ نے از خود بغیر اجازت کے، ان کی اجازت لینے کا ذکر کسی روایت میں نہیں، بلکہ ایک روایت میں ان کے بارے میں یہ ہے وَكَانَتِ امْرَأَةً غَيُورًا [2] کہ ان کے مزاج میں غیرت نسبتاً زیادہ تھی، گویا ان سے ان دونوں کے خیمے دیکھے نہیں گئے اور دیکھتے ہی اپنے لئے خیمہ قائم کرالیا، اور چونکہ آپ کا معمول اس خیمہ میں یعنی معتکف خاص اور پردہ میں داخل ہونے کا..... صبح کی نماز کے بعد کا تھا، اسی لئے آگے روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی یعنی اور اپنے خیمے میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کی نظر باقی تینوں خیموں پر پڑی، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہیں، بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ کسی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ آپ ﷺ کی ازواج کے خیمے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا آلْبِرَّ أَرَدْنَ [3] کہ کیا ان کا ارادہ نیکی کا ہے، گویا آپ ﷺ اس فعل کے فعل بر ہونے پر تردد فرما رہے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کو اس مباہات اور تنافس کا اندیشہ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الاعتكاف - باب اعتكاف النساء ۱۹۲۸

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ۲۷٦

[2] صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان - كتاب الصوم - باب الاعتكاف وليلة القدر ۳٦٦۷

[3] صحيح البخاري - كتاب الاعتكاف - باب من أراد أن يعتكف ثم بدا له أن يخرج ۱۹٤۰

ہوا، ایسا تنافس جو غیرت طبع سے پیدا ہوتا ہے جس سے مقصد اعتکاف ہی فوت ہو جاتا ہے، اور یا نکیر کا منشأ یہ تھا کہ جب زینبؓ نے بغیر اجازت کے اپنے اعتکاف کا نظم کیا اس کیلئے پردہ قائم کیا تو آپ ﷺ کو اندیشہ ہوا اس سلسلہ کو بڑھ جانے کا صرف دو تک تو بات ہلکی تھی جن کو آپ ﷺ نے اجازت دی، اور پھر اس صورت میں یعنی جملہ ازواج کے اعتکاف کرنے اور پردہ قائم کرنے میں لوگوں پر مسجد کے تنگ ہونے کا قوی امکان تھا۔

پس مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر آپ ﷺ نے اپنے خیمہ کو توڑنے کا حکم فرمادیا، چنانچہ وہ ہٹادیا گیا، اور پھر آپ ﷺ کی ازواج نے بھی اپنے خیمے ہٹادیئے۔

ما يستفاد من الحديث: شراح حدیث فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مسجد میں خیمے قائم کرنے کا جواز معلوم ہو رہا ہے چنانچہ بخاری کا مستقل ترجمہ ہے بَابُ الْأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں کیلئے مسجد میں اعتکاف افضل نہیں، نیز یہ کہ اگر عورت مسجد میں اعتکاف کرے تو اس کیلئے اولی ہے یہ کہ اپنے لئے پردہ آویزاں کرے، اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ انہوں عورتوں کیلئے مسجد جماعت میں اعتکاف کو مکروہ قرار دیا اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے: ثُمَّ أَخَّرَ الاعْتِكَافَ إِلَى الْعَشْرِ الْأُوَلِ يَعْنِي مِنْ شَوَّالٍ۔ یعنی اس سال آپ ﷺ نے عشرۂ اخیرہ میں تو اعتکاف نہیں فرمایا پھر اسکی قضاء میں شوال کے ایک عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔

کیا قطع اعتکاف سے اسکی قضاء لازم ہوتی ہے؟ اس حدیث میں مسئلہ پایا جارہا ہے قضاء اعتکاف کا، چنانچہ امام مالکؒ نے اپنی موطا میں اس حدیث پر قَضَاءِ الاعْتِكَافِ کا ترجمہ قائم کیا ہے، ابن قدامہؒ نے امام مالکؒ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ یلزمه بالنية مع الدخول فيه کہ اگر اعتکاف کی نیت کرکے اسکو شروع کردے تو شروع کرنے سے واجب ہوتا ہے لہٰذا اسکا اتمام ضروری ہے، اور اگر قطع کیا تو قضاء لازم ہے، اور انہوں نے امام احمدؒ اور شافعیؒ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کے نزدیک شروع کرنے سے لازم نہیں ہوتا، شروع کرنے کے بعد اختیار ہے، اتمام اور ترک اتمام کا، اور حنفیہ کا مسلک ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ اعتکاف نفل تو چونکہ مقدر بالزمان نہیں اسلئے اسکی قضا لازم نہیں، اور عشرہ اخیرہ کا اعتکاف چونکہ مقدر بالزمان ہے اسلئے اسکی قضاء واجب ہوگی، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بقیہ عشرہ کی یعنی جتنے دن باقی رہ گئے ہوں اور طرفین کا مسلک یہ ہے کہ جس دن کا اعتکاف شروع کرکے قطع کیا ہے صرف اس دن کی قضاء واجب ہوگی باقی عشرہ کی نہیں اھ (ملخصاً من الأبواب والتراجم [1]) اور وہ جو تیسری قسم ہے اعتکاف کی اسکی قضاء تو بالاتفاق واجب ہوگی، اور حافظ ابن حجرؒ نے جو کہ شافعی ہیں حدیث الباب کے ذیل میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ قضاء کرنا استحباباً تھا، اور اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ کسی شخص کی کوئی نفل معتاد اگر فوت ہو جائے تو اسکو استحباباً اسکی قضاء کرنی چاہیئے [2]۔

---

[1] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ١ ص ١٥٥

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٢٧٧

مصنف کی رائے اور اس پر محدثین کی نقد: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، نَحْوَهُ الخ: مصنف اس حدیث کے متن میں جو رواۃ کا اختلاف ہے اسکو بیان کررہے ہیں وہ یہ کہ یحییٰ بن سعید کے تلامذہ میں سے ابن اسحاق اور اوزاعی نے اسی طرح بیان کیا ہے جسطرح یہاں کتاب والی سند میں ابو معاویہ اور یعلی بن عبید نے روایت کیا یعنی شوال میں ایک عشرہ کی قضاء، بخلاف امام مالکؒ کے جب انہوں نے اس کو یحییٰ بن سعید سے روایت کیا تو بجائے عشر من شوال کے عشرین من شوال روایت کیا۔

امام ابوداودؒ کے اس قول پر سبھی کو اشکال ہورہا ہے اس لئے کہ امام مالکؒ کی روایت یحییٰ بن سعید سے بخاری میں اور اسی طرح مؤطا میں موجود ہے جس میں عشرا من شوال ہی ہے، نہ عشرین من شوال، ہاں ایک دوسرا اختلاف تو ہے کہ بعضوں نے اس کو امام مالکؒ سے مرسلاً اور بعضوں نے مسنداً روایت کیا، جس کی طرف امام ترمذیؒ نے بھی اشارہ کیا ہے، لیکن یہ اختلاف جس کو امام ابوداودؒ بیان کررہے ہیں اس طرح اور کہیں نہیں ہے (من البذل والمنهل [1]) وحديث الباب أخرجه أيضاً البخاري ومسلم وابن ماجه والنسائي، وكذا البيهقي بسنده الى عمرة عن عائشة (المنهل ج ١٠ ص ٢٣٤)۔

٧٨۔ بَابُ أَيْنَ يَكُونُ الِاعْتِكَافُ؟

کس جگہ اعتکاف کرنا چاہیے؟

٢٤٦٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، أَنَّ نَافِعًا، أَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ»، قَالَ نَافِعٌ: وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللهِ، الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے نافع نے کہا کہ مجھ کو عبداللہ نے مسجد نبوی میں وہ جگہ دکھائی جہاں حضور اکرم ﷺ اعتکاف فرماتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٢١) صحيح مسلم - الاعتكاف (١١٧١) صحيح مسلم - الاعتكاف (١١٧١) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٦٥) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٧٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٣/٢)

شرح الحدیث: **آپ ﷺ کے معتکف کے محل کی تعیین:** نافع فرماتے ہیں کہ میرے استاذ عبداللہ بن عمر نے مجھ کو مسجد کی وہ جگہ جہاں حضور ﷺ اعتکاف کرتے تھے دکھائی، ابن عمرؓ کی ایک روایت میں ہے (جو سنن ابن ماجہ میں ہے) کہ حضور ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تھے تو آپ کا بچھونا بچھادیا جاتا تھا یا آپ ﷺ کی چارپائی بچھادی جاتی أسطوانة التوبة

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٢٣٤، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٣٥١

کے پیچھے [1] اور بیہقی کی روایت میں ہے بجائے وراء أسطوانة التوبة کے إِلَى أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ يَسْتَنِدُ إِلَيْهَا [2] یعنی اسطوانہ توبہ سے ملا کر قبلہ کی جانب تاکہ اس پر ٹیک لگا سکیں، (رو بقبلہ ہوتے ہوئے) اھ من البذل [3]۔

مسجد نبوی شریف میں بعض اسطوانات ناموں کی تعیین کے ساتھ کتب تاریخ میں اور لوگوں کے درمیان مشہور ہیں، ان اسطوانات کی جو صف اول ہے محراب نبوی سے متصل پہلے وہاں محراب کی بائیں جانب جو اسطوانہ ہے وہ اسطوانہ عائشہ کے نام کیساتھ موسوم ہے اسکے بعد بجانب روضہ جو اسطوانہ ہے اسی کا نام أسطوانة التوبة ہے [4] اس پر أسطوانة أبي لبابة اور أسطوانة التوبة لکھا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معتکف کے محل کی تعیین سے معلوم ہوا کہ یہ اسطوانہ حجرۂ عائشہ کے بہت قریب تھا بظاہر اسی بنا پر مسجد کے اس گوشہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیلئے منتخب فرمایا تاکہ بوقت ضرورت حجرہ میں جانے آنے میں سہولت رہے چنانچہ آگے روایت (۲٤٦۷) میں حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معتکف میں بیٹھے بیٹھے اپنے سر مبارک کو میرے قریب کر دیتے تھے، پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں میں کنگھی کر دیا کرتی تھی۔

اعتکاف کہاں اور کس مسجد میں درست ہے؟ مع اختلاف ائمہ: بذل المجہود میں حضرتؒ نے اس حدیث اور مصنف کے ترجمۃ الباب کی مناسبت سے یہاں پر یہ مسئلہ کہ اعتکاف کہاں اور کس مسجد میں درست ہے اور اسمیں علماء کا جو اختلاف ہے اسکو امام نوویؒ سے نقل فرمایا ہے، اگرچہ یہ مسئلہ ہمارے یہاں باب الاعتکاف کے شروع میں بالتفصیل آ چکا ہے، امام نوویؒ کا کلام چونکہ مختصر اور جامع ہے، اس کو ملخصاً نقل کرتے ہیں۔

اعتکاف کہاں اور کس مسجد میں درست ہے؟ امام نوویؒ فرماتے ہیں: ان احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اعتکاف کسی کا بھی خواہ وہ مرد ہو یا عورت غیر مسجد میں درست نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کی ازواج اور اصحابؓ نے جب بھی اعتکاف کیا مسجد ہی میں کیا، پس اگر اعتکاف فی البیت جائز ہوتا تو اس کو کم از کم ایک مرتبہ کرتے، خصوصاً عورتوں کا مسئلہ، چنانچہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کا مسلک یہی ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت کا اعتکاف مسجد بیت میں صحیح ہے، وہ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی طرح امام شافعیؒ کا بھی قول قدیم ہے جو اصحاب شافعی کے نزدیک ضعیف ہے، اور اس

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب الصيام - باب في المعتكف يلزم مكانا من المسجد ۱۷۷٤

[2] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الحج - باب في اسطوانة التوبة ۱۰۲۸٤

[3] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ۱۱ ص ۳۵۲

[4] اس کو أسطوانة التوبة اس وجہ سے کہتے ہیں کہ غزوۂ بنو قریظہ میں یہود جب قلعہ میں محصور ہو گئے اور سعد بن معاذؓ نے ان کے قتل کا فیصلہ فرمایا جس کا قصہ حدیث کی کتابوں میں مشہور ہے تو اس موقعہ پر حضرت ابولبابہ ابن المنذرؓ نے یہود کی طرف اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر فیصلہ کی طرف اشارہ کر دیا یعنی قتل کا فیصلہ ہوا ہے پھر فوراً ان کو تنبہ ہوا کہ یہ تو ایک طرح کی خیانت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے میں نے پیش قدمی کر دی، اور خلاف مصلحت ایک کام ہوا تو انہوں نے وہاں سے واپس آکر از خود مسجد نبوی میں اپنے کو اس ستون سے باندھ لیا، چودہ روز کے بعد جب انکی توبہ نازل ہوئی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کھولا، یہ ہے اسکی وجہ تسمیہ، حبیب اللہ۔

میں ایک تیسرا مذہب ہے جس کو بعض اصحاب مالکؒ اور بعض اصحاب شافعیؒ نے اختیار کیا کہ مرد ہو یا عورت دونوں کا اعتکاف مسجد بیت میں درست ہے، پھر جمہور علماء جو مسجد عام (یعنی مسجد شرعی) کے اشتراط کے قائل ہیں ان میں سے امام شافعیؒ ومالکؒ کے نزدیک اعتکاف ہر مسجد میں صحیح ہے، اور امام احمدؒ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف مسجد جماعت میں، اور امام زہریؒ اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک اعتکاف خاص ہے مسجد جامع کیساتھ یعنی جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو، اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ مشہور صحابی سے منقول ہے اعتکاف کا اختصاص مساجد ثلاثہ کے ساتھ المسجد الحرام ومسجد المدينة والمسجد الاقصى اھ[1]. والحديث أخرجه أيضاً مسلم وابن ماجه والبيهقي بزيادة نافع، وأخرجه البخاري بدونها (المنهل ج ١٠ ص ٢٣٨).

٢٤٦٦ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ كُلَّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان المبارک کے مہینہ میں دس روز اعتکاف فرماتے تھے پھر جب وہ سال آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال رمضان المبارک میں بیس روز اعتکاف فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٣٩) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧١٢) جامع الترمذي - الصوم (٧٩٠) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٦٦) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٦٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٠١) سنن الدارمي - الصوم (١٧٧٩).

شرح الحدیث: **آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری رمضان میں دو عشرہ کا اعتکاف کیا:** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اس کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور جب وہ سال آیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سال وفات تھا اس کے رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔

علماء اور شراح حدیث نے اس کی مختلف مصلحتیں لکھی ہیں: ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب وفات کا علم ہو گیا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اعمال خیر میں اضافہ ہونا چاہئے اور اس میں امت کو تعلیم بھی مقصود ہے کہ جب آدمی عمر طبعی کو پہنچ جائے تو اس کو عمل میں مزید مجاہدہ کرنا چاہئے تاکہ بہتر سے بہتر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر سکے، ایک اور وجہ بھی اس کی مشہور ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا معمول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر رمضان میں ایک مرتبہ قرآن پاک کے دور کرنے کا تھا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کی آخری سال آیا اس سال کے رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن پاک کا دو مرتبہ دور فرمایا تو اسی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کی مدت بھی دوگنی فرمادی، حافظؒ نے اور بھی ایک دو وجہ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ان سب وجوہ سے زیادہ قوی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عشرہ کا اعتکاف فرمایا یہ وہ سال ہے کہ اس سے پہلے سال کے رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسافر تھے جس کی وجہ سے اعتکاف نہ ہو سکا تھا، اور اس

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٨ ص ٦٨

کی دلیل میں حافظؒ نے ابوداود کی وہ روایت پیش کی جو ہمارے یہاں باب الاعتکاف کی دوسری حدیث ہے جو حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ اس دوسرے عشرہ والے اعتکاف میں ایک عشرۂ قضاء اعتکاف کا تھا جو سفر کی وجہ سے قضاء ہوا تھا اھ[1]، لیکن حافظؒ کی اس توجیہ میں یہ اشکال ہے کہ جس سال آپ ﷺ کا اعتکاف عذر سفر کی وجہ سے فوت ہوا تھا وہ ۸ھ والا رمضان ہے اور یہ اعتکاف دو عشرے والا اس کے بعد کا نہیں بلکہ یہ ۱۰ھ کا قصہ ہے، شاید اس سے بہتر ابن العربیؒ کی یہ توجیہ ہے کہ جب ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کی وجہ سے اعتکاف ترک فرمادیا تھا اور اس کی قضاء عشرۂ شوال میں کی تھی سو اس کی کماحقہ تلافی نہ ہونیکی وجہ سے بوجہ غیر رمضان میں ہونے کے اب دوبارہ اس کی قضاء اصل وقت میں آپ ﷺ نے فرمائی[2]، اس صورت میں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ ناخوش گواری پیش آنے والا سال ۹ھ کا تھا تاکہ حدیث الباب اس پر منطبق ہوسکے، والحدیث أخرجه أیضاً البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه والدارمی والبیهقی (المنهل ج ۱۰ ص ۲۳۹)۔

۷۹۔ بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَدْخُلُ الْبَيْتَ لِحَاجَتِهِ

حسبِ ضرورت معتکف کیلئے گھر جانے کا بیان

اس باب سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ معتکف کیلئے کس کس ضرورت کے واسطے خروج عن المسجد جائز ہے۔

۲۴۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ.

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو میری جانب اپنا سر قریب فرماتے (اور آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوتے) تو میں اسی حالت میں آپ ﷺ کے سر مبارک میں کنگھی کرتی اور آپ ﷺ (بحالت اعتکاف) بشری ضروریات کے علاوہ، گھر میں تشریف نہ لاتے۔

۲۴۶۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَلَمْ يُتَابِعْ أَحَدٌ مَالِكًا عَلَى عُرْوَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ، وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، وَغَيْرُهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

ترجمہ: لیث نے ابن شہاب عن عروہ و عمرہ دونوں کے واسطے سے اماں عائشہ صدیقہؓ سے اسی طرح روایت نقل کی

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری ـ ج ٤ ص ٢٨٥

[2] عارضة الأحوذي شرح صحیح الترمذي ـ ج ٤ ص ٦

ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ یونس نے اسی طرح زہری سے عروہ وعمرہ کے واسطے سے نقل کیا اور (پہلی سند میں) امام مالکؒ نے ابن شہاب سے عن عروہ عن عمرہ عن عائشہؓ نقل کیا (جس میں عروہ اور عمرہ کے درمیان لفظ عَنْ ہے) اس طرح روایت کرنے میں امام مالکؒ کا کوئی متابع موجود نہیں اور معمر اور زیاد بن سعد وغیرہ نے زہری عن عروہ عن عائشہؓ نقل کیا ہے۔

تخریج صحيح البخاري-الحيض (٢٩٢) صحيح البخاري-الحيض (٢٩٥) صحيح البخاري-الاعتكاف (١٩٢٤) صحيح البخاري-الاعتكاف (١٩٢٥) صحيح البخاري-الاعتكاف (١٩٤١) صحيح مسلم-الحيض (٢٩٧) جامع الترمذي-الصوم (٨٠٤) سنن النسائي-الطهارة (٢٧٥) سنن النسائي-الحيض والاستحاضة (٣٨٦) سنن النسائي-الحيض والاستحاضة (٣٨٧) سنن النسائي-الحيض والاستحاضة (٣٨٨) سنن أبي داود-الصوم (٢٤٦٧) سنن ابن ماجه-الطهارة وسننها (٦٣٣) سنن ابن ماجه-الصيام (١٧٧٦) سنن ابن ماجه-الصيام (١٧٧٨) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٥٥/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٨١/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (١٠٤/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (١٨٩/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٢٣٤/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٢٤٧/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٢٦٢/٦) موطأ مالك-الاعتكاف (٦٩٣) سنن الدارمي-الطهارة (١٠٦٦) سنن الدارمي-الطهارة (١٠٦٩)

شرح الأحاديث حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب اعتکاف میں ہوتے تو اپنے معتکف میں ہی ہوتے ہوئے میری طرف اپنا سر مبارک قریب کر دیتے، اور یہ اپنے حجرہ کے دروازہ پر ہوتیں (اور یہ پہلے آہی چکا کہ آپ کا معتکف حجرۂ عائشہ سے ملا ہوا تھا) تو میں آپ ﷺ کے سر کے بالوں میں کنگھی کر دیا کرتی تھی (کیونکہ آپ ﷺ ذوو فرۃ تھے) پھر آگے فرماتی ہیں، اور آپ ﷺ حاجت انسانیہ کے علاوہ کسی اور کام کیلئے مسجد سے حجرہ میں داخل نہیں ہوتے تھے۔

حاجت انسانیہ کی تفسیر بعض روایات میں بول وبراز کے ساتھ آئی ہے، حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ان دو کے استثناء پر تو سب علماء کا اتفاق ہے اور ان دو کے علاوہ دوسری ضروریات جیسے اکل وشرب ان کے بارے میں اختلاف ہے اور آگے لکھتے ہیں اور بول وبراز ہی کے ساتھ قئ اور فصد جس کو انکی ضرورت پیش آئے ملحق ہیں الی آخر ماذکر فی البذل [1]۔

کن کن حاجات کیلئے معتکف مسجد سے نکل سکتا ہے؟ کتب حنفیہ میں سے نور الإیضاح وشرحه المراقی میں ہے: "ولا يخرج منه" أي من معتكفه فيشمل المرأة المعتكفة بمسجد بيتها "إلا لحاجة شرعية" كالجمعة والعيدين فيخرج في وقت يمكنه إدراكها مع صلاة سنتها قبلها ثم يعود وإن أتم اعتكافه في الجامع صح وكره "أو" حاجة طبيعية كالبول والغائط وإزالة نجاسة واغتسال من جنابة باحتلام لأنه عليه السلام كان لا يخرج من معتكفه إلا لحاجة الإنسان "أو" حاجة "ضرورية كانهدام المسجد" وأداء شهادة تعينت عليه اور پھر آگے اسی میں ہے، اور معتکف کا کھانا پینا اور اپنی ضرورت کی چیز کا خرید وفروخت ان سب چیزوں کا مسجد ہی میں ہونا ضروری ہے، ان اشیاء کے لئے خروج عن المسجد مفسد اعتکاف ہے اور کہا گیا ہے کہ کھانے پینے کے لئے غروب کے بعد نکل سکتا ہے، یعنی جب کوئی کھانا پہنچانے والا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں یہ نکلنا حوائج ضروریہ میں سے ہوگا اھ بزیادۃ من الطحطاوی [2] اور هدایہ میں ہے: ولو خرج من المسجد ساعة

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٢٧٣

[2] مراقي الفلاح بإمداد الفتاح شرح نور الإيضاح ونجاة الأرواح — ص ٢٥٨

بغير عذر فسد اعتكافه" عند أبي حنيفة رحمه الله لوجود المنافي وهو القياس وقالا لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم وهو الاستحسان لأن في القليل ضرورة اه [1] اور کتب شافعیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف منذور میں کھانے پینے کی ضرورت ایسے ہی بول وبراز یا حیض ومرض کی وجہ سے مسجد سے باہر آئے تو اعتکاف باطل نہ ہوگا (التنبیہ للشیرازی [2]) اور کتب مالکیہ میں طلب غذاء کو مستثنیات میں شمار کیا ہے لیکن کھائے مسجد میں داخل ہو کر، اسی طرح الروض المربع (فی فقہ الحنابلة) میں طعام وشراب کو مسجد میں لانے کیلئے ضرورت کے وقت نکلنا جائز لکھا ہے ففیہ، ولا یخرج المعتکف من معتکفه إلا لما لا بد له منه كإتيانه بمأكل ومشرب لعدم من يأتيه بهما اه [3]۔

آئندہ باب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث موقوف (برقم ۲۴۷۳) میں آرہا ہے السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ: أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً۔ حافظؒ لکھتے ہیں: نخعیؒ اور حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اگر معتکف عیادتِ مریض یا صلاۃ جنازہ کیلئے مسجد سے نکلے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا اور اسی کے قائل ہیں کوفیین اور امام شافعیؒ واسحاقؒ اور ثوریؒ کہتے ہیں کہ اگر ان چیزوں کیلئے نکلنے کی شرط ابتداء اعتکاف میں لگالے تو پھر خروج سے اعتکاف باطل نہ ہوگا اور یہی ایک روایت ہے امام احمدؒ سے [4]، حضرت شیخ الأبواب التراجم میں لکھتے ہیں: امام احمدؒ ابتداء اعتکاف میں جواز اشتراط کے قائل ہیں لیکن امام مالک نے اس کا انکار کیا ہے جس کی تصریح موطا میں ہے، لیکن اس مسئلہ کو میں نے فروع حنفیہ میں نہیں پایا بلکہ بعض عبارات میں اشارہ ملتا ہے اس کے عدم جواز کی طرف، ہاں اگر بوقت نذر شرط لگائے عیادت مریض یا صلاۃ جنازہ کیلئے خروج کی تب جائز ہے، كما في الدر المختار وغيره ۔ اہ مختصراً [5]، معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ واحمدؒ جواز اشتراط کے قائل ہیں لہذا شرط لگانے کی صورت میں نکلنا جائز ہوگا، اور حنفیہ اور مالکیہ اسکے قائل نہیں ہاں حنفیہ نذر ماننے کے وقت جواز اشتراط کے قائل ہیں، لہذا اس صورت میں نکلنا جائز ہوگا، اور یہ مسئلہ ابتداء اعتکاف باب الاعتکاف کے شروع میں گزر چکا ہے کہ حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک خروج للجمعة قاطع اعتکاف نہیں ہے بخلاف شافعیہ ومالکیہ کے ہم نے یہ چند ضروری مسائل اسی جگہ یکجا لکھ دیئے ہیں اگرچہ ان میں بعض سے متعلق ترجمہ مصنفؒ نے آگے چل کر قائم کیا ہے، والحديث أخرجه أيضاً مالك في الموطأ ومسلم بعنعنة عروة عن عمرة (في كتاب الحيض) ورواه الترمذي (المنهل ج ۱۰ ص ۲۴۱)۔

۲۴۶۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ۲ ص ۲۹۲ - ۲۹۳

[2] التنبيه في الفقه الشافعي — ص ۶۸

[3] حاشية الروض المربع شرح زاد المستقنع — ج ۳ ص ۴۸۸

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۴ ص ۲۷۳

[5] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ۱ ص ۱۵۵

قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ مُعْتَكِفًا فِي الْمَسْجِدِ، فَيُنَاوِلُنِي رَأْسَهُ مِنْ خَلَلِ الْحُجْرَةِ، فَأَغْسِلُ رَأْسَهُ.» وَقَالَ مُسَدَّدٌ: «فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ».

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جب) مسجد میں اعتکاف فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک حجرہ کے سوراخوں سے اندر (کی جانب) کر دیتے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھو دیتی۔ مسدد استاد کی روایت میں اسطرح ہے کہ میں (آپ کے سر مبارک میں) کنگھی کرتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحيض (٢٩٢) صحيح البخاري - الحيض (٢٩٥) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٢٤) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٢٥) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٤١) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٨٦) صحيح مسلم - الحيض (٢٩٧) جامع الترمذي - الصوم (٨٠٤) سنن النسائي - الطهارة (٢٧٥) سنن النسائي - الطهارة (٢٧٦) سنن النسائي - الطهارة (٢٧٧) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٨٦) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٨٧) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٨٨) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٨٩) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٦٩) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٦٣٣) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٧٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٨١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٠٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٨١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٨٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٠٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٣٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٤٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٦٢) موطأ مالك - الطهارة (١٣٥) موطأ مالك - الاعتكاف (٦٩٣) سنن الدارمي - الطهارة (١٠٥٨) سنن الدارمي - الطهارة (١٠٥٩) سنن الدارمي - الطهارة (١٠٦٦) سنن الدارمي - الطهارة (١٠٦٨) سنن الدارمي - الطهارة (١٠٦٩)

٢٤٧٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ، ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ» . قَالَا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، فَخَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا» ، أَوْ قَالَ: «شَرًّا».

ترجمہ: صفیہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں تھے میں رات کے وقت آپ سے ملنے کیلئے گئی اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اسکے بعد جب میں (وہاں سے) واپس جانے کیلئے اٹھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھے پہنچانے کیلئے اٹھے اور ان دنوں میں صفیہؓ کی رہائش اسامہ بن زیدؓ کے محلے میں تھی۔ راستہ میں دو انصاری صاحبان گزر رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو جلدی چلنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آرام سے چلو، یہ صفیہ بنت حُیی ہے (جو میری بیوی ہے) ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ، یارسول اللہ! (یعنی ہمارے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی غلط خیال نہیں آسکتا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں شیطان انسان میں خون کی طرح حرکت کرتا رہتا ہے (دوڑتا ہے) تو مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں شیطان تمہارے قلب میں کچھ نہ پیدا کر دے (راوی کہتے ہیں) یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ (کسی قسم کی) برائی نہ پیدا

کردے (یعنی شَیْئًا کی جگہ شَرًّا فرمایا)۔

٢٤٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا، قَالَتْ: حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ الَّذِي عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ، وَسَاقَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: دوسری روایت میں اسطرح ہے کہ جب آپ ﷺ مسجد کے اس دروازے کے قریب تھے جو کہ ام سلمہؓ کے دروازے کے قریب ہے تو اس جگہ سے دو شخص گزرے۔ آگے گزشتہ روایت کے ہم معنی حدیث نقل کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٣٠) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٣٣) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٣٤) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٣٤) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٦٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٥٠) صحيح مسلم - السلام (٢١٧٥) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٧٠) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٧٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٧) سنن الدارمي - الصوم (١٧٨٠)

شرح الاحادیث: حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس مسجد میں جب آپ ﷺ معتکف تھے آپ ﷺ کی زیارت کیلئے گئی تھوڑی دیر میں نے آپ ﷺ سے بات کی پھر میں اٹھ کر آنے لگی تو آپ ﷺ بھی مجھے رخصت کرنے کیلئے میرے ساتھ کھڑے ہوئے اور کچھ میرے ساتھ چلے تو اسی اثناء میں دو انصاری شخص مسجد کے سامنے سے گزر رہے تھے جب انہوں نے گذرتے ہوئے ہماری طرف دیکھا تو ذرا تیزی سے آگے جانے لگے جس طرف جارہے تھے یعنی آپ ﷺ کے لحاظ میں اور اس خیال سے کہ ایسے وقت ہمیں اس طرف نہیں دیکھنا چاہئے تھا، حضور ﷺ بھی ان کی اس بات کو سمجھ گئے اسلئے آپ ﷺ نے ان کو تیز چلنے سے روکا اور فرمایا: عَلَى رِسْلِكُمَا یعنی اپنی رفتار سے چلو تیز چلنے کی حاجت نہیں، اسلئے کہ یہ خاتون جس کے پیچھے میں چل رہا تھا میری زوجہ صفیہؓ ہے قَالَا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ یعنی انہوں نے اس پر عرض کیا سبحان اللہ توبہ توبہ یا رسول اللہ! یعنی خدانخواستہ ہمیں کوئی بدگمانی یا اس کا شائبہ نہیں ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، شیطان چونکہ انسان کے ساتھ ہر وقت لگا ہوا ہے اسی لئے مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈالدے، روایت میں ہے وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ کہ حضرت صفیہؓ کی رہائش اسامہ بن زیدؓ کے گھر میں تھی، اس سے مراد یہ ہے کما قال الشراح کہ اس مکان میں تھی جو بعد میں اسامہ کیلئے ہوگیا تھا اسلئے کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے اس وقت اسامہ کا کوئی مستقل مکان نہیں تھا، بظاہر مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ان کو وہاں تک رخصت کرنے کیلئے آئے اور اسکے بعد والی روایت میں یہ ہے: حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ الَّذِي عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ، یعنی جب آپ ﷺ مسجد کے اس دروازہ کے قریب پہنچے جو ام سلمہؓ کے باب کے قریب ہے تو اس وقت میں وہ دو شخص آپ ﷺ کے قریب کو گزرے یعنی آپ ﷺ کو صفیہؓ کو تو پہنچانا تھا دار اسامہ تک جہاں وہ رہتی تھی لیکن ابھی تک آپ ﷺ وہاں نہیں پہنچے تھے بلکہ باب ام سلمہؓ تک ہی پہنچے تھے تو اس وقت میں یہ دو شخص آپ ﷺ کو دیکھتے ہوئے گزرے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس

حدیث پر ترجمہ قائم کیا ہے: هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، اس ترجمۃ الباب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت صفیہؓ کو پہنچانے کیلئے مسجد نبوی کے اس دروازہ تک تشریف لے گئے جو باب صفیہ کے محاذات میں تھا اور مسجد سے باہر جانا مراد نہیں کیونکہ امہات المؤمنینؓ کے بیوت مسجد نبوی کے دروازوں کے حوالی میں تھے، هکذا أفاد الحافظ فی الفتح [1]، اور ہمارے حضرتؒ نے بھی بذل میں یہی بات مختصراً لکھی ہے [2]، لیکن بعض شراح جس میں خطابیؒ بھی ہیں اور صاحب منہل کے کلام میں بھی ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ مسجد سے باہر انکو پہنچانے کیلئے نکل گئے تھے اور یہ کہ یہ واقعہ دلیل ہے اس بات کی کہ اگر کوئی شخص اعتکاف میں کسی ضروری امر واجب کیلئے باہر نکلے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا [3]، حضرت شیخؒ نے بھی حاشیہ بذل (ج ۱۱ ص ۳۵۹) میں یہ لکھا ہے کہ صاحب رسائل الأرکان نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے صاحبین کے مسلک کو ثابت کیا ہے جیسا کہ ابھی قریب میں صاحبینؒ اور امام صاحبؒ کا اختلاف جواز خروج کے بارے میں ہدایہ سے گزرا ہے، والحدیث أخرجه أیضاً أحمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه والبیهقی (المنهل ج ۱۰ ص ۲۴۵)۔

٨٠ـ بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَعُودُ الْمَرِيضَ

معتکف کے لئے بیمار کی عیادت کرنے کا بیان

۲۴۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ - قَالَ النُّفَيْلِيُّ - قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالْمَرِيضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ». وَقَالَ ابْنُ عِيسَى: قَالَتْ: «إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ».

ترجمہ اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ مریض کے قریب سے گزرتے اور آپ ﷺ معتکف ہوتے پس آپ ﷺ اسی طرح گزر جاتے جیسا کہ آپ ﷺ جا رہے ہوتے اور رک کر مریض کا حال نہ پوچھتے (بلکہ چلتے چلتے اسکی عیادت اور مزاج پرسی فرماتے)۔ محمد ابن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ بحالت اعتکاف مریض کی عیادت فرماتے۔

شرح الحدیث یعنی اگر آپ ﷺ اعتکاف سے ضرورت انسانیہ کیلئے باہر تشریف لاتے تھے تو مریض کی عیادت اور مزاج پرسی کرتے ہوئے گزر جاتے تھے اور اسکے پاس ٹھہرتے نہیں تھے، اور دوسری روایت میں ہے: يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری ـــ ج ٤ ص ٢٧٩

[2] بذل المجهود فی حل أبی داود ـــ ج ١١ ص ٣٥٩

[3] معالم السنن ـــ ج ٢ ص ١٤١، والمنهل العذب المورود شرح سنن أبی داود ـــ ج ١٠ ص ٢٤٥

مُعْتَكِفٌ، یہاں بھی وہی کہا جائے گا جو اوپر لکھا گیا، اور اگر اس کو مستقل عیادت مریض ہی کیلئے خروج پر محمول کیا جائے تو یہ بھی صحیح ہے لیکن اس صورت میں یہ نفلی اعتکاف پر محمول ہو گا، اھ من البذل ملخصًا[1]، اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے مذاہب اور اختلاف علماء گذشتہ باب میں گزر چکا۔ والحدیث أخرجہ أیضاً البیہقی وھو ضعیف (المنہل ج ۱۰ ص ۲۴۶)۔

۲۴۷۳ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: "السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ: أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً، وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً، وَلَا يُبَاشِرَهَا، وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ، إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ، وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: غَيْرُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَا يَقُولُ فِيهِ: قَالَتْ: السُّنَّةُ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «جَعَلَهُ قَوْلَ عَائِشَةَ».

ترجمہ اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: معتکف کیلئے مسنون یہ ہے کہ وہ بیمار کی مزاج پرسی نہ کرے اور نہ ہی (مسجد سے باہر) نمازِ جنازہ کیلئے حاضر ہو اور نہ وہ عورت کو چھوئے اور نہ عورت سے مباشرت کرے اور نہ ضرورت کے علاوہ کسی قسم کے اُمور کیلئے باہر نکلے اور روزے کے بغیر اعتکاف کرنا صحیح نہیں اور اعتکاف کرنے کیلئے جامع مسجد کا ہونا شرط ہے۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ عبد الرحمن بن اسحق کے علاوہ اور کسی راوی نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں السُّنَّةُ نہیں فرمایا۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: بلکہ تمام راویوں نے اس حدیث کو اماں عائشہؓ کا قول کہا ہے۔

شرح الحدیث أوجز المسالك میں وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ[1] کے ذیل میں لکھا ہے کہ مباشرت سے مراد جماع ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن المنذر نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے اور بعض علماء سے منقول ہے کہ اس سے مراد مس بالشہوۃ ہے اور شرح احیاء میں لکھا ہے کہ حالت اعتکاف میں اگر مس مرأۃ بغیر شہوت کے ہے تو یہ اعتکاف کے منافی نہیں من غیر خلاف، لیکن اگر شہوت سے ہو تو وہ حرام ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس سے اعتکاف فاسد ہوا ہے یا نہیں، امام مالکؒ کے نزدیک فاسد ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو، اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک انزال کی صورت میں فاسد ہوتا ہے ورنہ نہیں، اور جماع کے بارے میں ائمہ ثلاث کا مذہب یہ ہے کہ وہ مطلقاً مفسد اعتکاف ہے خواہ عمداً ہو نسیاناً، اور امام شافعیؒ کے نزدیک جماع ناسیاً مفسد اعتکاف نہیں اھ[2]۔

وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ، وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ: اس پر کلام گذشتہ ابواب میں ہو چکا، والحدیث أخرجہ أیضاً البیہقی والدارقطنی (المنہل ج ۱۰ ص ۲۵۳)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۱ ص ۳۶۰

[1] اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں (سورۃ البقرۃ ۱۸۷)

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۵ ص ۴۴۳، ۴۴۵

٢٤٧٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُدَيْلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، جَعَلَ عَلَيْهِ أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَيْلَةً، أَوْ يَوْمًا عِنْدَ الْكَعْبَةِ، فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «اعْتَكِفْ وَصُمْ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ دورِ جاہلیت میں عمرؓ نے خانہ کعبہ کے پاس ایک رات یا ایک دن اعتکاف کرنے کی نیت کی تھی۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعتکاف کرو اور روزہ رکھو۔

٢٤٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي الْعَنْقَزِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُدَيْلٍ، بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ، قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ مُعْتَكِفٌ إِذْ كَبَّرَ النَّاسُ، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عَبْدَ اللهِ، قَالَ: سَبْيُ هَوَازِنَ أَعْتَقَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَتِلْكَ الْجَارِيَةُ، فَأَرْسِلْهَا مَعَهُمْ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بدیل سے دوسری سند میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ اعتکاف کی حالت میں تھے کہ ایک دم لوگوں نے تکبیر کہی حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اے عبداللہ بن عمرؓ! حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے (قبیلہ) ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کر دیا آپ نے فرمایا یہ باندی بھی قبیلہ ہوازن کی قیدیوں میں سے ہے تو اس باندی کو ان کے ساتھ بھیج دو۔

شرح الاحادیث: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عمرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں نذر مانی تھی اس بات کی کہ وہ ایک دن کا اعتکاف کریں گے مسجد حرام میں، پس اس نذر کے بارے میں انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ پوری کرنی چاہئے یا نہیں، یہ سوال حضرت عمرؓ کا آپ ﷺ سے مقام جعرانہ میں تھا غزوہ حنین کے بعد، جہاں پر غنائم حنین کو لاکر جمع کیا گیا تھا، اور وہاں آپ ﷺ کی خدمت میں وفد ھوازن حاضر ہوا تھا قیدیوں کو آزاد کرنے کی درخواست کیلئے، اس کا قرینہ اگلی روایت ہے جو اس کے بعد آرہی ہے، اس حدیث میں دو مسئلے ہیں: ① ایک نذر جاہلیۃ، کیا اسکا ایفاء واجب ہے یا نہیں؟ ② دوسرا مسئلہ صوم معتکف، یہ دوسرا مسئلہ اس سے پہلے گزر چکا۔

نذر جاہلیة کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ رہا مسئلہ اولیٰ سو اس پر امام بخاریؒ نے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے بَابٌ إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ، اور اس کے ذیل میں انہوں نے یہی حدیث عمرؓ ذکر فرمائی ہے، الأبواب والتراجم میں لکھا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک نذر جاہلیة صحیح ہے (ان کے نزدیک صحت نذر کیلئے اسلام ناذر شرط نہیں) اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نذر معتبر نہیں، لہٰذا حضور ﷺ کی طرف سے ایفاء نذر کا حکم جمہور کے نزدیک استحباب پر محمول ہے وعند احمد للوجوب اھ[1]، صوم کے بارے میں مذاہب علماء گزر چکے کہ مالکیہ کے نزدیک مطلقاً شرط ہے اور شافعیہ حنابلہ کے یہاں مطلقاً

[1] الأبواب والتراجم لصحیح البخاری — ج ١ ص ١٥٥

شرط نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک اعتکاف منذور اور غیر منذور کا فرق ہے منذور کیلئے صوم شرط ہے غیر منذور کیلئے نہیں، امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے بَابُ الِاعْتِكَافِ لَيْلًا اور اس میں انہوں نے اسی حدیث عمرؓ کو ذکر فرمایا جس کے لفظ بخاری میں یہ ہیں: أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً[1]، اس سے شافعیہ وحنابلہ نے استدلال کیا صحت اعتکاف بلا صوم پر، اس لئے کہ لیل محل صوم نہیں، ہماری طرف سے اس کا جواب دیا گیا کہ اس قصہ عمرؓ میں روایات مختلف ہیں چنانچہ بخاری میں لَيْلَةً ہے اور صحیح مسلم میں يَوْمًا[2] ہے بجائے لَيْلَةً کے اور یہاں ابو داود میں لَيْلَةً. أَوْ يَوْمًا شک کے ساتھ لہذا شافعیہ وغیرہ کا استدلال اس سے صحیح نہیں، اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بسا اوقات عرب لیل کا اطلاق نہار پر کرتے ہیں، علامہ عینیؒ کہتے ہیں، بخاری کی روایت میں صرف لَيْلَةً ہے اور مسلم کی روایت میں يَوْمًا اور نسائی کی روایت میں ہے: فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَعْتَكِفَ وَيَصُومَ لہذا روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی نذر یوم اور لیل دونوں سے متعلق تھی اھ[1] من هامش اللامع مختصراً، میں کہتا ہوں نسائی کی طرح یہاں ابو داود کی روایت میں بھی امر بالصوم مذکور ہے، والحديث أخرجه أيضاً الدارقطني وأخرجه البيهقي ورواه البخاري ومسلم بدون ذكر الصيام (المنهل ملخصاً ج ۱۰ ص ۲۵۴)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت میرے والد عمرؓ معتکف تھے، یعنی مسجد حرام میں (یہ وہی اعتکاف ہے جس کا ذکر اوپر والی روایت میں آیا یعنی نذر جاہلیت والا) وہ کہتے ہیں: اچانک لوگوں کے بلند آواز سے تکبیر کہنے کی آواز آئی، تو میرے والد نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ میں نے عرض کیا کہ قبیلہ ہوازن کے قیدی ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا کیا ہے (صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے بعد اپنے فیصلہ سے) جس کا بیان آئندہ بَابٌ فِي فِدَاءِ الْأَسِيرِ بِالْمَالِ کتاب الجہاد میں آئے گا (عمرؓ بولے اور یہ جو باندی یہاں پر ہے اسکو بھی جلدی چھوڑ دے ان ہی کے ساتھ، یہ باندی بھی ان کے پاس سبی ہوازن ہی کی تھی، اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کرنے کا فیصلہ فرمادیا تھا تو حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ سنتے ہی ان کے پاس جو ان قیدیوں میں سے ایک باندی تھی اس کو بھی آزاد کر دیا۔

۸۱ - بَابٌ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَعْتَكِفُ

مستحاضہ عورت کے اعتکاف کے بیان میں

۲۴۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «اعْتَكَفَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ، فَكَانَتْ تَرَى الصُّفْرَةَ وَالْحُمْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الاعتكاف - باب الاعتكاف ليلا ۱۹۲۷

[2] صحيح مسلم - كتاب الأيمان - باب نذر الكافر وما يفعل فيه إذا أسلم ۱۶۵۶

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ۱۱ ص ۱۴۱

تَحْتَهَا، وَهِيَ تُصَلِّي».

ترجمہ: اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ میں سے ایک زوجہ مطہرہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اعتکاف کیا ان کو (استحاضہ کی وجہ سے) سرخی یا زردی آیا کرتی تھی تو ہم لوگ کبھی ان کے نیچے طشت (بڑا تھال) رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھا کرتیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الحيض (٣٠٣) صحيح البخاري - الحيض (٣٠٤) صحيح البخاري - الحيض (٣٠٥) سنن أبي داود - الصوم (٢٤٧٦) سنن ابن ماجه - الصيام (١٧٨٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ١٣١) سنن الدارمي - الطهارة (٨٧٧)

شرح الحدیث: یہ تو پہلے آہی چکا کہ عورت مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے بلکہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہی یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں ہی کے اعتکاف کیلئے مسجد کو ہونا شرط ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مسجد میں اعتکاف کرتی بھی تھیں، اور مستحاضہ چونکہ حکم طاہرہ کے ہے نماز روزہ وغیرہ سب کچھ کرتی ہے، لہٰذا اعتکاف بھی کر سکتی ہے، لیکن اگر اعتکاف وہ مسجد بیت میں کرے جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے اس میں تو کوئی اشکال کی بات نہیں، البتہ اگر مسجد میں کرے جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے تو اس میں چونکہ تلویث مسجد کا احتمال ہے جس کی وجہ سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید اعتکاف مستحاضہ مسجد میں جائز نہ ہو اس ایہام کو دور کرنے کے لئے مصنف نے اور امام بخاریؒ نے بھی اعتکاف مستحاضہ کا باب باندھا۔

مضمون حدیث یہ ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ایک زوجۂ محترمہ نے مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا (یعنی جو کہ مستحاضہ تھیں کما فی روایۃ البخاری، اور اس روایت میں بھی آگے آرہا ہے) پس وہ مختلف الوان کے خون دیکھتی تھیں حالت اعتکاف میں، پیلا بھی اور سرخ بھی، یعنی کبھی یہ اور کبھی یہ، اور فرماتی ہیں کہ بعض مرتبہ ان کے نیچے ہمیں طست رکھنا پڑھتا تھا جبکہ وہ نماز میں ہوتی تھیں تاکہ بالفرض اگر خون ٹپکے تو اس میں ٹپکے، حافظؒ نے سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ زوجہ محترمہ ام سلمہؓ تھیں [1]۔

معذور صاحب حدث کا اعتکاف درست ہے: صاحب منہلؒ لکھتے ہیں، یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ مستحاضہ کا اعتکاف اور اس کی نماز اور اس کا مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے بشرطیکہ مسجد ملوث نہ ہو اور ایسے ہی وہ شخص جو دائم الحدث ہو یعنی جس کی وضو باقی نہ رہتی ہو، اور ایسے ہی وہ صاحب قروح جن سے خون پیپ وغیرہ بہتا رہتا ہو اھ [2]، حاصل یہ کہ یہ حدیث معذور کے حق میں ہے جس میں مستحاضہ بھی داخل ہے اور معذور کی وضوء وقت کے اندر باقی رہتی ہے، لہٰذا یہ نہ سوچا جائے کہ عین سیلان دم کے وقت نماز کیسے صحیح ہوگی۔

ہمارے یہاں الدر المنضود کے ابواب الاستحاضہ میں یہ بات گزر چکی کہ ازواج مطہرات میں سے کسی کا مستحاضہ ہونا ثابت

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١ ص ٤١٢.

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٢٥٥

ہے یا نہیں، اکثر علماء کے نزدیک ثابت ہے، روایات حدیثیہ میں وارد ہے مگر ابن الجوزیؒ نے اس کا انکار کیا ہے یہ پوری بحث وہاں گزر چکی ہے، اور حدیث الباب بھی جمہور کی تائید ہو رہی ہے، بخاری کی ایک روایت میں یہ آیا ہے: اعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ [1] تو اس کی تشریح ابن الجوزیؒ نے یہ کی ہے کہ عائشہؓ کی مراد من نسائہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانہ کی عورتیں مراد ہیں، لیکن خود بخاری میں دوسری جگہ [2] اور یہاں ابوداؤد میں امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ کی تصریح ہے، اس لئے ابن الجوزیؒ کی تاویل صحیح نہیں، وہ ان کی اپنی رائے پر مبنی ہے، والحدیث أخرجه أیضاً البخاری والنسائی وابن ماجه والبیهقی (المنهل ج ١٠ ص ٢٥٥)۔

آخر كِتَابُ الصِّيَامِ والِاعْتِكَافِ

والحمد لله على ما وفقنا لإتمامه والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين

(كذا في البذل، والحمد لله أولا وآخرا)

الى ههنا بلغ التسويد ليلة ١٠ ذي القعدة ١٤٢١ھ في المدينة المنورة والبلدة الطاهرة على صاحبها ألف ألف صلاة وتحية

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الحيض - باب الاعتكاف للمستحاضة ٣٠٣

[2] بخاری کی ابواب الحیض میں بَعْضُ نِسَائِهِ کا لفظ ہے اور ابواب الاعتکاف (رقم الحدیث ١٩٣٢) میں امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ کا لفظ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الْجِهَادِ

جہاد کے احکام ومسائل کا بیان

کتاب النکاح کے شروع میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسلام کے ارکان اربعہ مشہورہ کے بعد دو چیزیں عبادات کے قبیل سے جن کو مصنفین بیان کرتے ہیں، اور ہیں، یعنی جہاد و نکاح، نیز محدثین اور مصنفین کا طرز عمل ان کی ترتیب کے بارے میں یہ ہے کہ بعض مصنفین نے نکاح پر جہاد کو مقدم کیا جیسے امام مالکؒ نے موطأ میں، اور امام نسائیؒ نے سنن صغریٰ میں اور بعض نے جن میں امام ابوداؤدؒ بھی ہیں انہوں نے نکاح کو مقدم کیا جہاد پر۔

جہادسے متعلق مباحث ثلاثہ: یہاں کتاب الجہاد کے شروع میں ہم تین بحثیں مختصراً بیان کرنا چاہتے ہیں: ① اولاً جہاد کے لغوی اور شرعی معنی اور اسکی قسمیں، ② ثانیاً جہاد کا حکم، ③ ثالثاً جہاد کی فضیلت، جہاد کی مشروعیت جیسا کہ بالتفصیل آئندہ باب کے شروع میں آرہا ہے بماہ صفر ۲ ھ میں ہوئی۔

بحث اول (لغوی و شرعی معنی): امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں یہ سرخی قائم کی كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ اور پھر اس کے بعد سب سے پہلے جہاد کی فضیلت کے بارے میں آیات اور روایات کو ذکر فرمایا، اور اس سلسلہ میں کئی باب قائم کئے، اور امام ترمذیؒ نے اولاً ایک عنوان أَبْوَابُ السِّيَرِ قائم کیا اور اسکے تحت بہت سے ابواب قائم کئے جہاد سے متعلق، پھر دوسرا عنوان قائم کیا أَبْوَابُ فَضَائِلِ الْجِهَادِ جس کے تحت بہت سے ابواب فضیلت جہاد کے بارے میں قائم کئے، تیسرا عنوان قائم کیا أَبْوَابُ الْجِهَادِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور پھر اسکے تحت بہت سے ابواب بعض احکام متعلقہ جہاد سے، اور اسکے مناسبات، نیز حضور ﷺ کے غزوات کی تعداد کا باب بھی ذکر کیا۔

حافظؒ فرماتے ہیں: جہاد کے لغوی معنی مشقت کے ہیں [1]، اور قاموس میں ج ھ د کے مادہ میں لکھا ہے جہد بالفتح کے معنی طاقت کے ہیں اور کبھی اس پر ضمہ بھی آتا ہے یعنی جہد، اور دوسرے معنی جہد بالفتح کے مشقت کے لکھے ہیں، نیز جہد بالفتح کے معنی مبالغہ اور غایت کے بھی لکھے ہیں، اور پھر آگے لکھا ہے جَهَدَ يَجْهَدُ جَهْدًا، از باب فتح اسکے معنی ہیں اجتہاد اور کوشش کے، اور پھر اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں: والجهاد، بالكسر: القتال مع العدو، كالمجاهدة، قال الله تعالى: وَجَاهِدُوا فِي اللهِ يقال

[1] والجهاد بكسر الجيم أصله لغة المشقة يقال جهدت جهادا بلغت المشقة (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٦ ص ٣)

جاهد العدو مجاهدة وجهادا: قاتله[1].

جہاد کی قسمیں، جہاد اصغر واکبر: اور پھر امام راغبؒ سے نقل کیا ہے کہ جہاد کی حقیقت اپنی طاقت اور کوشش کو خرچ کر ڈالنا مدافعت عدو میں، اور یہ کہ اسکی تین قسمیں ہیں، عدو ظاہر کیساتھ مجاہدہ کرنا اور شیطان کیساتھ، اور نفس کے ساتھ، اور یہ کہ باری تعالیٰ کا قول: وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ[2] میں تینوں قسمیں داخل ہیں[3]۔ حضرت شیخؒ اوجز[4] میں امام راغبؒ کے کلام کے بعد لکھتے ہیں، چنانچہ حدیث مرفوع وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ کما في المشكوة بروایت شعب البيهقي[5]، ابن العربیؒ شرح ترمذی[6] میں فرماتے ہیں هذا هو مذهب الصوفية أن الجهاد الأكبر هو جهاد العدو الداخل، يعني نفس أمارة كما في قوله تعالى وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا[7]، ولذا قال النبي صلى الله عليه وسلم وقد رجع من غزاة: رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر[8] اهـ مختصرا، یہ حدیث صوفیاء کے نزدیک معروف ہے، امام غزالیؒ نے اس کو إحياء العلوم میں متعدد مواضع میں ذکر کیا ہے، علامہ زبیدیؒ حافظ عراقیؒ سے نقل کرتے ہیں رواه البيهقي من حديث جابر رضي الله عنه وقال هذا اسناد فيه ضعف اهـ بزيادة من حاشية اللامع[9] نیز حاشیہ لامع میں اس حدیث پر مزید کلام ہے فارجع اليه لو شئت[10] اور حافظؒ فرماتے ہیں: وشرعا بذل الجهد في قتال الكفار ويطلق أيضا على مجاهدة النفس والشيطان والفساق، اور مجاہدہ نفس کی تشریح میں لکھا ہے کہ اول امور دین سے واقفیت حاصل کرنا اور سیکھنا، اس کے بعد ان پر عمل کی مشقت برداشت کرنا، اس کے بعد ان کی تعلیم پر مشقت برداشت کرنا، إلى آخر ما ذكر[11]، اور ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں الجهاد: بكسر أوله، وهو لغة المشقة، وشرعا بذل المجهود في قتال الكفار مباشرة، أو معاونة بالمال، أو بالرأي، أو بتكثير السواد، أو غير

---

(1) القاموس المحيط — ص ٢٧٥، وتاج العروس من جواهر القاموس — ج ٧ ص ٥٣٤-٥٣٧

(2) اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسی کہ چاہیے اس کے واسطے محنت (سورة الحج ٧٨)

(3) تاج العروس من جواهر القاموس — ج ٧ ص ٥٣٧

(4) أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٩ ص ٦

(5) شعب الإيمان للبيهقي ١٠٦١١ — ج ١٣ ص ٤٥٥، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ١ ص ١٨٧

(6) عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي — ج ٧ ص ١٢٢

(7) اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں (سورة العنكبوت ٦٩)

(8) أورده الغزالي في الإحياء قال العراقي: رواه البيهقي بسند ضعيف عن جابر، انظر كشف الخفاء — ج ١ ص ٥١١

(9) لامع الدراري على جامع البخاري للكنكوهي — ج ٢ ص ٤٧٢

(10) وفيه، قال الغزالي في موضع آخر، وقال نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لقوم قدموا من الجهاد، مرحبا بكم قدمتم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر، قيل يا رسول الله! وما الجهاد الاكبر؟ قال جهاد النفس، قال العراقي، رواه البيهقي في الزهد، وقال صلى الله عليه وسلم المجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله تعالى قال العراقي، رواه الترمذي في اثناء حديث وصححه وابن ماجه من حديث فضالة بن عبيد، قال صاحب الاتحاف، وكذلك اخرجه ابن حبان في الصحيح اهـ.

(11) فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ٣

ذلك❶، یعنی کفار کے ساتھ قتال میں کوشش کرنا اور اپنی قوت صرف کرنا خواہ وہ جسم وجان کے ذریعہ ہو یا مالی اعانت کے ذریعہ ہو یا رائے اور مشورہ کی اعانت سے یا محض تکثیر سواد سے، اور شیخ ابن الہمامؒ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے هو دعوتهم إلى الدين الحق، وقتالهم إن لم يقبلوا، وحاصله: بذل أعز المحبوبات وإدخال أعظم المشقات عليه، وهو نفس الإنسان ابتغاء مرضاة الله تعالى وتقرباً بذلك إليه تعالى اهـ❷ یعنی کفار کو دین حق کی دعوت دینا اور اس کو قبول نہ کرنے کی صورت میں ان سے قتال کرنا جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کا اپنی سب سے زیادہ محبوب ترین چیز کو قربان کرنا اور اس پر زبردست مشقت ڈالنا محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا تقرب حاصل کرنے کیلئے۔

مامور بہ کی قسمیں حسن لعینہ ولغیرہ: جاننا چاہئے کہ اصولیین نے امر کی بحث میں بیان کیا ہے کہ مامور بہ کی دو قسمیں ہیں: ① حسن لعینہ اور ② حسن لغیرہ، اور پھر حسن لغیرہ کی دو قسمیں قرار دیں ایک یہ کہ وہ غیر جس کی وجہ سے اس میں حسن پیدا ہوا ہے یا تو وہ نفس مامور بہ کے ادا کرنے سے ادا ہوتا ہوگا یا نہیں بلکہ اسکو مستقل کیا جائے گا، ثانی کی مثال وضوء ہے کہ وہ مامور بہ حسن لغیرہ ہے جس میں غیر کی وجہ سے حسن پیدا ہوا ہے اور غیر سے مراد نماز ہے، پس وضوء میں بذات خود کوئی عبادت کے معنی نہیں ہیں، بلکہ وہ تو فی حد ذاتہ تبرید اور تنظیف اعضاء ہے بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسکے اندر اضاعۃ المال ہے، اس میں جو حسن آیا ہے وہ غیر یعنی نماز کی وجہ سے آیا ہے جس میں سراسر اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اپنی بندگی کا اظہار اور اعتراف ہے، لیکن وضوء ایسا حسن لغیرہ ہے کہ وہ غیر نفس وضوء سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کو قصداً علیحدہ سے ادا کرنا پڑتا ہے، چنانچہ وضوء کے بعد نماز پڑھی جاتی ہے، اور اول کی مثال جہاد ہے کہ یہ بھی حسن لغیرہ ہے بذات خود اس میں کوئی خوبی اور بھلائی نہیں ہے بلکہ تعذیب عباد اور تخریب بلاد کے قبیل سے ہے، اس میں جو حسن پیدا ہوا ہے وہ غیر کی وجہ سے یعنی اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ، اور دین برحق کی حمایت وحفاظت، لیکن یہاں یہ غیر نفس مامور بہ سے حاصل ہو جاتا ہے یعنی اس کو الگ سے نہیں کرنا پڑتا (نور الأنوار)، ابوداود میں آگے ایک طویل حدیث میں آرہا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَاتَلَ حَتَّى تَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ أَعْلَى، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ❸، اس حدیث میں تصریح ہے اس بات کی کہ جہاد وقتال سے مقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہے (اللہ کے دین کا بول بالا)۔

بحث ثانیہ (جہاد کا حکم): حاشیہ ابن عابدین میں ہے: جہاد کا حکم بتدریج نازل ہوا، ابتداء ہجرت سے پہلے آپ ﷺ صرف تبلیغ دین اور انذار اور صبر علی اذی الکفار کے مامور تھے، چنانچہ ستر سے زائد آیات میں آپ ﷺ کو قتال اور مقابلہ سے روکا گیا پھر ہجرت کے بعد آپ ﷺ کو جہاد کی اجازت دی گئی بطور دفاع اور جوابی کاروائی کے، یعنی جب کہ اسکی ابتداء کفار کی

❶ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٧ ص ٣١٩

❷ أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٩ ص ٦

❸ سنن أبي داؤد - كتاب الجهاد - باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا ٢٥١٧

طرف سے ہو، أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا [1] کے ذریعہ، اور یہ سب سے پہلی آیت ہے جو اجازت قتال کے بارے میں نازل ہوئی، اسکے بعد پھر ابتداء بھی قتال کی اجازت دی گئی لیکن غیر أشهر حرمہ میں، فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ [2] پھر اسکے بعد ۲ھ میں جہاد کا حکم علی الاطلاق دیا گیا (من حاشية ابن عابدين والبجيرمي) [3]۔

عہد نبوی ﷺ کے بعد کے زمانوں میں جہاد کا حکم: در مختار میں ہے: جہاد فرض کفایہ ہے پس واجب ہے امام پر کہ دار الحرب کی جانب ہر سال میں ایک یا دو مرتبہ مجاہدین کا ایک دستہ بھیجے، اور رعیت پر واجب ہے اس بارے میں امام کی اعانت کرنا، پس اگر وہ نہ بھیجے تو اس کا وبال اسی پر ہوگا، اور یہ جب ہے جب امام کو یہ غالب ظن ہو کہ وہ کفار کا مقابلہ کر سکتا ہے ورنہ (تردد کی صورت میں) ان سے قتال مباح نہیں ہے بخلاف امر بالمعروف کے، یعنی وہ ہر حال میں واجب ہے اس کیلئے کسی خاص قید کی ضرورت نہیں اھ بزيادة من الشامي [4]، اور بدائع میں ہے جب جہاد فرض کفایہ ہے تو امام کیلئے اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد کو مجاہدین کے جماعت سے خالی چھوڑے، اتنی بڑی جماعت جو قتال عدو کیلئے کافی ہو سکے پس جب یہ سب سرحدیں مجاہدین سے پر ہو جائیں تب باقی لوگوں سے جہاد ساقط ہوتا ہے [5]، اور عناية شرح الهداية میں ہے: جہاد فرض علی الکفایہ ہے اکثر اہل علم کے نزدیک سوائے ابن المسیبؒ کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ فرض عین ہے آیات و روایات کے عموم کی وجہ سے، اور اس کے برخلاف ابن شبرمہؒ اور ثوریؒ سے مروی ہے کہ یہ غیر واجب ہے، اسی طرح ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے، ابن قدامہؒ نے سعید بن المسیبؒ کے مسلک کی دلیل میں جو اس کو فرض عین کہتے ہیں، باری تعالیٰ کا قول: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [6]، کو ذکر کیا ہے، اور ایسے ہی: اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا [7]، اور ایسے ہی كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ [8]، اور ابو ہریرہؓ کی حدیث مرفوع مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ، مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ [9]، اور پھر آگے جمہور کے قول کی دلیل میں یہ آیات پیش کی ہیں: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ

---

[1] حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا (سورة الحج ۳۹)

[2] پھر جب گزر جائیں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ (سورة التوبة ۵)

[3] رد المحتار علی الدر المختار — ج ٦ ص ١٩٩

[4] رد المحتار علی الدر المختار — ج ٦ ص ١٩٩

[5] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ٧ ص ٩٨

[6] نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں (سورة التوبة ٤١)

[7] اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک (سورة التوبة ٣٩)

[8] فرض ہوئی تم پر لڑائی (سورة البقرة ٢١٦)

[9] صحیح مسلم — کتاب الإمارة — باب ذم من مات، ولم يغز، ولم يحدث نفسه بالغزو ١٩١٠

الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ [1]، نیز باری تعالیٰ کا قول: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً [2]، اور جس آیت سے ابن المسیبؒ نے استدلال کیا اسکے بارے میں فرماتے ہیں: قال ابن عباس نسخها قوله تعالیٰ: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً، اور دوسرا جواب یہ دیا کہ ممکن ہے یہ آیت غزوۂ تبوک سے متعلق ہو جس کے بارے میں حضور ﷺ کی طرف نفیر عام ہو چکا تھا، اور نفیر عام کے وقت جہاد بالاتفاق فرض عین ہو جاتا ہے۔

اوپر ابن عابدینؒ سے گزرا جہاد کے بارے میں کہ امام پر واجب ہے کہ سال میں ایک یا دو مرتبہ لشکر روانہ کرے دار الحرب کی طرف، تقریباً یہی دوسرے مذاہب کی کتابوں میں ہے شافعیہ اور حنابلہ کی، چنانچہ إعانة الطالبين (فقہ شافعی) میں ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے ہر سال میں اگرچہ سال میں ایک ہی مرتبہ ہو جبکہ کفار اپنے شہروں میں ہوں، اور اگر ہمارے شہر میں داخل ہو جائیں تو پھر ہر شخص پر جہاد متعین ہے، آگے لکھتے ہیں، سال میں ایک مرتبہ جہاد یہ اس کا اقل درجہ ہے لقوله تعالیٰ: أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ [3]، مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہاد کے بارے میں نازل ہوئی اور دوسری وجہ یہ کہ جزیہ جہاد کے بدلہ میں واجب ہوتا ہے اور وہ ہر سال میں ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے پس ایسا ہی اس کا بدل بھی [4]، اور یہی ابن قدامہؒ نے مغنی میں لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں: فيجب في كل عام مرة إلا من عذر، مثل أن يكون بالمسلمين ضعف في عدد أو عدة الخ [5]، یعنی ہر سال ایک بار واجب ہے مگر یہ کوئی عذر اور مجبوری ہو مثلاً یہ کہ مسلمانوں کی تعداد میں کمی ہو، یا اسلحہ وانتظام وغیرہ کی کمی یا یہ کہ مدد کا انتظام ہو (باہر سے فوج آنے کا) یا راستہ میں کوئی مانع ہو وغیرہ۔

عہد نبوی میں جہاد کا حکم: جاننا چاہئے کہ یہ مذکورہ بالا حکم اور تفصیل بعد کے زمانہ کے اعتبار سے ہے عہد نبوی کے اعتبار سے نہیں، اسلئے کہ دونوں زمانوں کے حکم میں فرق ہے، چنانچہ حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں کما فی البذل: وللناس في الجهاد حالان إحداهما في زمن النبي صلى الله عليه وسلم والأخرى بعده، اول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شروع میں جہاد فرض عین تھا یا کفایہ؟ علماء کے دونوں ہی قول مشہور ہیں اور مذہب شافعی میں بھی دونوں ہی ہیں، ماوردی کہتے ہیں، آپ ﷺ کے زمانہ میں صرف مہاجرین کے حق میں فرض عین تھا، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہر اسلام لانے والے کے حق میں واجب تھا ہجرۃ الی المدینۃ نصرت اسلام کیلئے، اور اسکے بالمقابل سہیلی یوں کہتے ہیں کہ صرف انصار کے حق میں فرض عین تھا، جس کی تائید لیلۃ العقبہ کی بیعت سے ہوتی ہے جس میں انصار نے آپ سے بیعت علی الایواء والنصرۃ کی تھی،

---

[1] برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں (سورۃ النساء ۹۵)

[2] اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے (سورۃ التوبۃ ۱۲۲)

[3] کیا نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس میں ایک بار یا دو بار پھر بھی توبہ نہیں کرتے (سورۃ التوبۃ ۱۲۶)

[4] إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين — ج ٤ ص ٢٠٦

[5] المغني والشرح الكبير — ج ١٠ ص ٣٦٨

اس پر حافظ فرماتے ہیں ان دونوں قول کو اگر جوڑ دیا جائے تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جہاد مہاجرین اور انصار کے حق میں فرض عین تھا اور ان دونوں کے علاوہ باقی کے حق میں فرض کفایہ اھ مختصراً [1]، میں کہتا ہوں اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے عہد میں جہاد کے بارے میں پانچ قول ہوئے: ① قیل فرض عین مطلقاً، ② وقیل فرض کفایة مطلقاً، ③ وقیل عین فی حق المهاجرین کفایة فی غیرهم، ④ وقیل عین فی حق الانصار کفایة فی غیرهم، ⑤ اور پانچواں قول تیسرے اور چوتھے کا مجموعہ یعنی فرض عین علی المهاجرین والانصار وفی حق غیرهما کفایة، حضور ﷺ کے زمانہ میں مطلقاً فرض عین کا قول علامہ باجیؒ نے سحنون مالکی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: جہاد اول اسلام میں تمام مسلمانوں پر فرض تھا والآن هو مرغب فیه، کذا فی الأوجز [2]، پھر پانچویں قول کے بعد حافظ لکھتے ہیں: لیکن اسکے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ طائفین (مہاجرین وانصار) کے حق میں فرض عین علی العموم تھا بلکہ انصار کے حق میں صرف اس وقت تھا جب کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو اور چڑھائی کرے، اور مہاجرین کے حق میں اس وقت جبکہ کافروں سے قتال کا ارادہ باہر جاکر ہو جیسا اس کی تائید ان واقعہ [3] سے ہوئی جو قصہ بدر میں پیش آیا (حافظؒ نے آگے ایک قول اور لکھ کر پھر اپنی تحقیق لکھی ہے) اور کہا گیا ہے کہ جہاد فرض عین تھا جس غزوہ میں خود حضور ﷺ نکلیں، اس کے علاوہ میں نہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں جہاد فرض عین تھا اس شخص کے حق میں جس کو آپ ﷺ معین فرمادیں اگرچہ آپ ﷺ اس میں نہ نکلیں اھ من البذل [4]۔

بحث ثالث (فضیلت جہاد): حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الجهاد کے شروع میں سب سے پہلے فضیلت جہاد ہی کا باب قائم کیا ہے بلکہ کئی باب باندھے ہیں، پہلے باب کے تحت میں شروع سورۂ توبہ کی آیت شریفہ ذکر فرمائی ہے: إِنَّ اللهَ اشْتَرَىٰ مِنَ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٣٦٧، وفتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ٣٧

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٩ ص ٧-٨

[3] حافظؒ صاحب کا اشارہ اس طرف ہے جو سیرۃ میں آتا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ قریش اپنے قافلہ کے حفاظت کیلئے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوگئے ہیں اس پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے یعنی مدینہ واپس لوٹ جائیں یا آنیوالے دشمن کا مقابلہ کیا جائے، تو اس پر مہاجرین میں سب سے پہلے صدیق اکبرؓ کھڑے ہوئے اور پھر عمر فاروقؓ اور پھر دوسرے حضرات مہاجرینؓ اور سب نے ایک زبان ہو کر آپ ﷺ سے یہی عرض کیا کہ اس میں جو آپکی رائے ہو اور جو آپ ﷺ کریں گے ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، حضور ﷺ اس پر اظہار مسرت فرمایا اور انکو دعاء خیر دی لیکن اسکے باوجود آپ ﷺ نے پھر وہی بات فرمائی کہ اے لوگو مجھے مشورہ دو کہ اب کیا کرنا چاہئے دراصل آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اس موقع پر انصارؓ کھڑے ہوں اور وہ قتال پر آمادگی کا اظہار کریں کیونکہ لیلة العقبة میں انصارؓ نے آپ سے عہد کیا تھا کہ جو دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا اسکی مدافعت ہم آپ سے کریں گے یعنی مدینہ سے باہر جاکر نصرت کا انکی طرف سے کوئی وعدہ نہ تھا، غرضیکہ جب دوسری تیسری دفعہ آپ ﷺ نے یہی بات فرمائی اسکو سعد بن معاذ انصاریؓ سمجھ گئے کہ آپ ﷺ کا روئے سخن ہماری طرف ہے تو انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا: وَاللهِ، لَكَأَنَّكَ تُرِيدُنَا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: أَجَلْ، اس پر انہوں نے پھر اپنی پوری پوری جاں نثاری کا اظہار کیا..... کہ ہم ہر طرح آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، اگر آپ ﷺ سمندر میں بھی اس مقصد کیلئے گھسیں گے تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ گھس جائیں گے، رضی الله عنهم وارضاهم اجمعین۔

[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١١ ص ٣٦٧، وفتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ٣٧

الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [1]، واقعی یہ آیت کریمہ جہاد کی فضیلت کیلئے کافی ذوافی ہے، اور نص قطعی ہے کہ مجاہد نے اللہ تعالیٰ شانہ سے معاملہ کرلیا ہے اپنی جان ومال کا جنت کے بدلہ میں، گویا اللہ تعالیٰ اس بات کی تصریح فرمار ہے ہیں کہ مجاہد نے اپنی جان اور مال سب کچھ میرے حوالہ کر دیا ہے، اور پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے نہایت تاکید کے ساتھ اس کیلئے جنت کا وعدہ اور اسکے حصول کی بشارت دیدی ہے، اسکے بعد امام بخاریؒ نے یہ حدیث ذکر فرمائی بروایت عبداللہ بن مسعودؓ: قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ [2]، اور اسکے بعد دوسرا باب یہ ہے: أَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، اور اسکی دلیل میں یہ آیت ذکر فرمائی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ [3]، اس آیت کریمہ میں ایمان باللہ والرسول کے بعد جہاد کی فضیلت اور اس پر مرتب ہونے والا اجر عظیم بیان کیا گیا ہے، اور پھر اس کے بعد امام بخاریؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث مرفوع: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ [4]، ذکر فرمائی اس کے بعد جاننا چاہئے کہ۔

افضل الاعمال کے بارے میں روایات مختلفہ: اس مقام میں شراح حدیث أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ میں جو روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں ان کے درمیان تطبیق بیان کرتے ہیں، حضرت اقدس گنگوہیؒ کے افادات بخاری المعروف بلامع الدراری میں ہے کہ اس حدیث میں مجاہد کی جو فضیلت مذکور ہے وہ فضیلت جزئیہ ہے (ایک خاص لحاظ سے) اور وہ مجاہد کا مشغول رہنا ہے دن رات بیداری کی حالت میں بھی اور سونے کی حالت میں بھی، غفلت میں بھی اور حضور ﷺ قلب کی حالت میں بھی،

---

[1] اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کیلئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی (سورۃ التوبۃ ۱۱۱)

[2] صحیح البخاری - كتاب الجهاد والسير - باب فضل الجهاد والسير ۲٦۳۰

[3] اے ایمان والو میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب دردناک سے ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو بخشے گا وہ تمہارے گناہ اور داخل کرے گا تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں اور ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں کے اندر یہ ہے بڑی مراد ملنی (سورۃ الصف ۱۰-۱۲)

[4] صحیح البخاری - كتاب الجهاد والسير - باب أفضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه وماله في سبيل الله ۲٦۳٤

اس کام میں جس کیلئے وہ نکلا ہے اسی لئے اس کیلئے اجر لکھا جاتا ہے ہر اس کام میں جس کو وہ سفر جہاد کے، اثناء میں کرتا ہے، خود وہ کرے یا اس کا اجیر وخادم کرے یا اس کی سواری اور جانور کرے، جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح ہے اور واقعی یہ فضیلت جہاد کے علاوہ دوسری طاعت میں نہیں ہے، اس لئے کہ مثلاً نماز پڑھنے والا اور ایسے ہی روزہ رکھنے والا ان کو اجر ملتا ہے، جب تک یہ نماز میں ہیں اور روزہ کی حالت میں ہیں اس کے بعد نہیں، لیکن نماز کی فضیلت اور بعض دوسری طاعات کی فی نفسہ جہاد کی فضیلت سے زائد ہے، لہذا اس روایت میں اور وہ روایت جو پہلے گزر چکی کہ اعمال میں سب سے افضل الصَّلاةُ لوقتِهَا ہے کوئی منافات نہیں [1] لامع کے حاشیہ میں ابن عابدینؒ سے نقل کیا ہے کہ اس بات میں کوئی تردد نہیں ہے کہ فرض نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنے پر مواظبت یہ جہاد سے افضل ہے اس لئے کہ نماز فرض عین ہے، دوسرے یہ کہ جہاد ایمان اور اقامت صلاۃ کی تحصیل کے لئے ہوتا ہے بذات خود مقصود نہیں، پس وہ حسن لغیرہ ہوا اور نماز حسن لعینہا ہے، اور مقصود بالجہاد وہی ہے الی آخر ماذکر، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ کے بارے میں احادیث کا اختلاف سائلین اور ان کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے، اور یا باعتبار اختلاف وقت اور زمان کے اور یا یہ کہیے کہ بعض اشیاء کی نسبت کے اعتبار سے، یعنی فضیلت جزئی، خرقی نے امام احمدؒ سے نقل کیا: لا أعلم شيئا من العمل بعد الفرائض أفضل من الجهاد [1]، اور صاحب فیض الباریؒ مولانا محمد انور شاہؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ ومالکؒ کے نزدیک اشتغال علمی افضل ہے اشتغال بالنوافل سے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک اس کا عکس ہے، اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں ایک میں انہوں نے علم کو افضل قرار دیا اور دوسری میں جہاد کو کماذکرہ ابن تیمیہ فی منہاج السنۃ، اور یہ اختلاف جہاد نفلی میں ہے نہ کہ اس جہاد میں جو فرض الوقت ہو، یعنی جس حالت میں جہاد فرض ہو جاتا ہے اس وقت وہی سب سے افضل ہے، حضرت شیخؒ فرماتے ہیں: لیکن امام شافعیؒ کا مسلک ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں شرح السنۃ سے، خود امام شافعیؒ سے یہ نقل کیا ہے: طلب العلم أفضل من صلاة النافلة، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس لئے کہ...... علم بعض ایسے ہیں جو فرض عین ہیں اور بعض وہ ہیں جو فرض کفایہ ہیں، اور یہ دونوں افضل ہیں نفل سے [2]، یہ بحث ہمارے یہاں کتاب الصلاۃ میں باب فی المحافظۃ علی الصلوات میں گزر چکی، الحمد للہ ابتدائی تین بحثیں پوری ہوگئیں۔ یہاں ایک بحث اور ہے گویا چوتھی بحث وہ یہ کہ جہاد کا حکم بظاہر آیت کریمہ: لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ [3] کے خلاف ہے اس کا جواب ہم انشاء اللہ تعالیٰ جہاں کتب میں یہ باب آئے گا بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وہاں دیں گے۔

---

[1] المغني والشرح الكبير — ج ۱۰ ص ۳٦۸

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ۱ ص ٤۲۷

[3] زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے (سورۃ البقرۃ ۲٥٦)

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهِجْرَةِ وَسُكْنَى الْبَدْوِ

ہجرت کے بیان میں [1]

ہجرت چونکہ مبدأ الجہاد ہے ہجرت کے بعد ہی جہاد کی مشروعیت ہوئی اس مناسبت سے مصنف نے یہ باب کتاب الجہاد کے شروع میں ذکر فرمایا، چنانچہ سنن ترمذی میں سعید بن جبیر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں قال: لَمَّا أُخْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجُوا نَبِيَّهُمْ لَيَهْلِكُنَّ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ [2] یعنی جب حضور ﷺ کو کفار مکہ نے مجبور کیا ہجرت اور ترک وطن پر تو اس موقعہ پر صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا اور اپنا یہ تاثر ظاہر کیا تھا کہ ان بدبختوں نے اپنے نبی کو نکلنے پر مجبور کیا اب یہ تباہ ہوں گے چنانچہ قریب ہی میں یہ آیت نازل ہوگئی جو اوپر مذکور ہوئی، اسکے نزول پر صدیق اکبرؓ نے فرمایا: لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ سَيَكُونُ قِتَالٌ [3] کہ ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ اب جہاد کا حکم ہونے والا ہے۔

اول آية نزلت فى القتال: علماء نے لکھا ہے کہ یہ پہلی آیت ہے جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی جس کا نزول بارہ صفر ٢ھ میں ہوا اور اس سے پہلے بہتر آیات ایسی نازل ہو چکی تھیں جن میں صبر وضبط کا حکم اور نہی عن القتال تھا، اس آیت کے نزول سے وہ ٧٢ آیتیں منسوخ ہو گئیں لیکن چونکہ یہ آیت تو ابتدائی ہے اور صرف اباحت قتال کے بارے میں ہے اسکے بعد بہت سی آیتیں ایسی نازل ہوئیں جن میں یہ تھا کہ ابتداء قتال کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے، اگر پہل کفار کی طرف سے ہو تب قتال کی اجازت ہے اور بعض میں اشہر حرم کا استثناء کیا گیا تھا یہ بعد کی اور پہلی سب آیات کا مجموعہ ایک سو بیس آیات علماء نے لکھا ہے ان سب کو آیت السیف کے نزول نے یعنی سورۃ براۃ کی یہ آیت: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ [4] نے منسوخ کر دیا (بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ للسندی)۔

٢٤٧٧ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ؟، فَقَالَ: «وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: «فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: «فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ [5]

---

[1] وفي بعض النسخ بعده وسكنى البدو ١٢۔

[2] حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے (سورۃ الحج ٣٩)۔

[3] جامع الترمذي - كتاب التفسير - باب: ومن سورة الحج ٣١٧١

[4] مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں (سورۃ التوبۃ ٥)

[5] یتِر، یتر، وترأ سے ہے جس کے معنی نقص کے ہیں، کما قال اللہ تعالی: وَاللهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ یتر اصل میں یوتر تھا اعلال کے بعد یتر ہو گیا، ایک جگہ حدیث میں بغیر اعلال کے بھی وارد ہوا ہے جیسا کہ ابوداؤد میں صلاۃ اللیل میں گزرا ولم يكن يوتر۔

مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ دیہات کے رہنے والے ایک شخص نے حضور ﷺ سے ہجرت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا بھلا ہو ہجرت بہت دشوار کام ہے۔ تمہارے پاس کچھ اونٹ موجود ہیں (جن سے تم صاحب نصاب بن جاؤ)؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کی زکوۃ دیتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم دریاؤں کے پار رہ کر بھی عمل کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کے ثواب میں کسی بھی عمل کے ثواب کو کم نہیں فرمائیں گے۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (١٣٨٤) صحيح البخاري - المناقب (٣٧٠٨) صحيح البخاري - الأدب (٥٨١٣) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٦٥) سنن النسائي - البيعة (٤١٦٤) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٤٧٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٤/٣)

شرح الحدیث ایک اعرابی یعنی دیہات کے رہنے والے نے جس نے اب تک ہجرت الی المدینہ نہیں کی تھی، اس نے آپ ﷺ سے ہجرت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو ہجرت کا مسئلہ بڑا سخت ہے ہر ایک کے بس کا نہیں پھر آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا: نعم، آپ ﷺ نے پوچھا: ان کی زکوۃ صدقہ ادا کرتا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں (اور جب زکوۃ ادا کرتا تھا جو کہ نفس پر بہت زیادہ شاق ہے تو نماز روزہ تو ظاہر ہے کرتا ہی ہوگا) اس پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو اپنے اعمال میں لگا رہ اور جہاں چاہے رہتا رہ، یعنی تجھ کو ترک وطن کی ضرورت نہیں، اعمال خیر اور فرائض ادا کرتا رہ چاہے مقام ہجرت سے کتنا ہی دور رہ۔ بحار بحرہ کی جمع ہے بمعنی بلدہ، زیادہ دوری کو جب ہمارے اردو کے محاورہ میں بیان کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں سات سمندر پار، یہاں بھی یہی ترجمہ کر لیجئے، مگر اس سے یہ نہ شبہ ہوا کہ اس جملہ میں بحار سے سمندر[1] مراد ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے کسی عمل کے ثواب کو کم نہیں فرمائیں گے یعنی ترک ہجرت کی وجہ سے، یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے ابتداء اسلام میں تو ہجرت فرض تھی پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک ہجرت کی اجازت کیسے مرحمت فرمائی تو کہا جائے گا کہ یہ جواز اسی اعرابی کے ساتھ خاص ہے آپ ﷺ کی اس خصوصی اجازت کی بنا پر جو مبنی تھی اس اعرابی کے حال پر حکاہ العینی عن القرطبی اور یا یہ کہا جائے کہ یہ اعرابی غیر اہل مکہ سے تھا جن کے حق میں ہجرت صرف مستحب تھی واجب نہ تھی کما حکی العینی عن بعضھم[2]، حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ نے اس اعرابی کے بارے میں یہ اندازہ لگایا ہو کہ اس شخص سے شدائد ہجرت اور اسکے مشاق کا تحمل نہ ہو سکے گا، واللہ تعالیٰ اعلم ولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان یخص من شاء بما شاء، اور حافظؒ نے فتح الباری میں اس کا

---

[1] اگر ایک قول اس میں یہ بھی ہے ذکرہ العینی بلکہ انہوں نے پہلے اسی معنی کو لیا ہے، ثم قال وقیل المراد من البحار البلاد (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴) ۱۲

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری – ج ۹ ص ۱۵

یہ جواب دیا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے کیونکہ فتح مکہ سے پہلے تو ہجرت فرض تھی پھر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوا آپ ﷺ کے ارشاد: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ سے اھ[1]۔

لیکن حافظؒ کی اس رائے پر یہ اشکال ہوگا کہ یہ اعرابی تو اہل مکہ سے نہیں تھا کما جزم بہ بعض الشراح اور فتح مکہ کے بعد نسخ ہجرۃ کا تعلق خود اہل مکہ سے ہے لا من غیر ھم فتامل اور اس کے برخلاف علامہ عینیؒ کی رائے اس قصہ کے بارے میں فتح مکہ سے قبل کی ہے اور انہوں نے مہلب سے بھی یہی نقل کیا ہے اور یہ کہ اگر یہ فتح مکہ سے بعد کا واقعہ ہوتا تو پھر تو آپ ﷺ اس اس اعرابی کے جواب یہی فرماتے لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ کما قالہ لغیرہ الی آخر ما فی العینی[2]۔ والحدیث أخرجه البخاري (في عدة مواضع الزكاة، الهبة، مناقب الأنصار) ومسلم والنسائي قاله المنذري. (عون المعبود علی سنن أبي داؤد- ج ۷ ص ۱۵۵)

۲۴۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ الْبَدَاوَةِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْدُو إِلَى هَذِهِ التِّلَاعِ، وَإِنَّهُ أَرَادَ الْبَدَاوَةَ مَرَّةً، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ نَاقَةً مُحَرَّمَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لِي: «يَا عَائِشَةُ، ارْفُقِي فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا شَانَهُ».

ترجمہ: شریح بن ہانی فرماتے ہیں کہ میں نے اماں عائشہ صدیقہؓ سے گاؤں دیہات جانے کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پانی کے بہنے کے مقامات کی جانب تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان ٹیلوں (اور پانی بہنے کے مقامات) پر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے میرے پاس صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی بھیجی کہ جس سے سواری کا کام نہیں لیا جاتا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا کیونکہ جس شئے میں نرمی برتی جاتی ہے تو وہ نرمی اس کو زینت بخشتی ہے اور جس شئے میں سے نرمی نکل جاتی ہے تو وہ شئے معیوب ہو جاتی ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - البر والصلة والآداب (۲۵۹۴) سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۴۷۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۵۸/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۱۲/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۲۵/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۷۱/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۰۶/۶)

شرح الحدیث: شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا بداوت کے بارے میں (بداوۃ میں باء کا فتحہ اور کسرہ دونوں ہیں یعنی خروج الی البادیہ، جس کو صحراء نوردی کہتے ہیں اور سیاحت بھی) تو انہوں نے بعض ٹیلوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ آپ ﷺ ان کی طرف چلے جاتے تھے اور پھر ایک واقعہ انہوں نے سنایا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بداوۃ کا ارادہ فرمایا...... تو میرے پاس ایک اونٹنی غیر تربیت یافتہ یعنی جو سواری میں چلنے کی عادی نہیں تھی بھیجی غالباً زین وغیرہ

---

[1] صحیح البخاري - كتاب الجهاد والسير - باب وجوب النفير وما يجب من الجهاد والنية ۲۶۷۰، فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۷ ص ۲۵۹
[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ۹ ص ۱۵

اس پر کسنے کیلئے بھیجی ہوگی، بظاہر اس اونٹنی نے شوخی کی...... جس پر حضرت عائشہؓ نے اس پر سختی کی...... اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! نرمی کا معاملہ کرو، اس لئے کہ جس چیز میں نرمی پائی جاتی ہے تو وہ نرمی اس کو مزین اور آراستہ کر دیتی ہے، اور جس چیز سے نرمی چھین لی جاتی ہے یعنی بجائے نرمی کے سختی کا معاملہ کیا جاتا ہے تو یہ سختی اور درشتی اس کو عیب دار بنا دیتی ہے، شان یشین شیناً کے معنی عیب دار کرنے کے ہیں، شین بمعنی عیب، مجمع البحار [1] سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اونٹنی تربیت یافتہ اور منقاد ہوتی ہے اس کو ناقہ منوقہ کہتے ہیں محرمہ کا متقابل اس حدیث میں ہے کہ یہ اونٹنی صدقہ کے اونٹوں میں سے تھی، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کیلئے تو صدقہ کی چیز کا استعمال جائز نہ تھا اور نہ آپ کبھی صدقہ کی چیز استعمال فرماتے تھے...... حضرت شیخؒ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ اس اشکال کا جواب حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ صدقہ کی اونٹنی آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو عطا کی ہوگی پھر جب انکی ملک میں داخل ہوگئی اسکے بعد آپ ﷺ نے اس کو استعمال فرمایا، نیز حضرتؒ کی تقریر میں یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں دلالت ہے اس بات پر کہ ازواج مطہرات کیلئے مال صدقہ اور اس سے انتفاع جائز تھا لہٰذا ان کو زکاۃ دینا بھی جائز ہوا اھ [2]، ازواج مطہرات کیلئے جواز صدقہ کی بحث ہمارے یہاں کتاب الزکاۃ میں باب الصدقة علی بنی هاشم میں گزر چکی۔

جاننا چاہئے کہ مصنفؒ نے اس حدیث کو بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهِجْرَةِ وَسُكْنَى الْبَدْوِ میں ذکر فرمایا ہے سائل کا سوال حضرت عائشہؓ سے بداوت کے بارے میں تھا یعنی سکنی البادیہ اور وہاں مستقل اقامت اختیار کرنا، اسپر انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کبھی کبھی سواری پر سوار ہو کر بعض صحرائی ٹیلوں کی طرف تشریف لیجاتے تھے، بظاہر جواب کا حاصل یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا مستقل قیام صحراء اور غیر آبادی میں ثابت نہیں بجز اسکے جو انہوں نے ان سے بیان کیا، اسپر حضرتؒ بذل میں تحریر فرماتے ہیں: ولعل يفعل ذلك أحياناً ليخلو بنفسه ويبعد عن الناس [3]، یعنی شاید آپ ﷺ ایسا خلوت گزینی اور لوگوں سے تنہائی حاصل کرنے کیلئے کبھی کبھار کرتے تھے، یہی مصلحت صاحب مجمع نے ایک دوسری حدیث کے تحت لکھی ہے: كان إذا اهتم لشيء بدا [4]، لیکن صاحب مجمع نے تکملہ میں حدیث الباب کے تحت لکھا ہے: وفيه أنه لا بأس بالخروج إلى البادية حيناً للتنزه اھ [5] یعنی کبھی کبھار جنگل کی طرف سیر و تفریح کیلئے جانے میں کچھ حرج نہیں اھ، جو مصلحت صاحب مجمع نے حدیث الباب کے تحت لکھی ہے یعنی خروج للتنزہ احیاناً وہ بھی مناسب ہے بلکہ زیادہ مناسب اور ہمارے مشائخ اور اکابر سے بھی ثابت ہے، اور جو مصلحت

---

[1] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار للفتني — ج ٤ ص ٨٠٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١١ ص ٣٧١

[3] بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١١ ص ٣٧١

[4] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار للفتني — ج ١ ص ١٥١

[5] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار للفتني — ج ٥ ص ٣٧٢

حضرت سہارنپوریؒ لکھ رہے ہیں یہ چیز اپنی جگہ درست ہے اور آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے جس کا ذکر صحیح بخاری کی حدیث وحی میں ہے: ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ ❶، واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ حدیث صحاح میں سے صرف مسلم میں ملی ہے، وہ بھی مختصراً، جس میں بداوۃ کا ذکر نہیں ہے لیکن اس میں ایک لفظ زیادہ ہے جس سے حدیث کی شرح میں مدد ملتی ہے ولفظہ: رَكِبَتْ عَائِشَةُ بَعِيرًا، فَكَانَتْ فِيهِ صُعُوبَةٌ، فَجَعَلَتْ تُرَدِّدُهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ» ❷، یعنی ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ ایک ایسے اونٹ پر سوار ہوئیں جس میں سختی اور شوخی تھی عائشہؓ اس کو آگے پیچھے کرنے لگیں (اس کی اصلاح کیلئے) اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: عائشہ! نرمی اختیار کرو، اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب البر والصلۃ میں ذکر کیا ہے۔

حدیث الباب میں جس میں بداوۃ کا ذکر ہے اس کے ہم معنی ایک مستقل باب کتاب میں آرہا ہے: بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ التِّيَاحَةِ، جاننا چاہئے کہ ہر اونٹنی راحلہ نہیں ہوتی یعنی سواری کے لائق، سواری کے لائق مخصوص اونٹنیاں ہی ہوتی ہیں اور سواری سے پہلے ان کی بھی تربیت اور تمرین کرائی جاتی ہے، بہت سے گھوڑے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ بڑی محنت اور تمرین کے بعد وہ سوار کو اپنی پشت پر بیٹھنے دیتے ہیں، النَّاسُ كَالْإِبِلِ الْمِائَةِ، لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً ❸، ویسے باربرداری کے قابل تو سبھی ہوتی ہیں۔

۲- بَابٌ فِي الْهِجْرَةِ هَلِ انْقَطَعَتْ؟

کیا ہجرت کرنا ختم ہو گیا؟

۲۴۷۹ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ، عَنْ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ، وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا».

ترجمہ حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ہجرت کبھی ختم نہیں ہوگی جب تک کہ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوگا اور توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک سورج، مغرب کی جانب سے نہ نکلے۔

سنن أبي داود - الجهاد (۲۴۷۹) مسند أحمد - مسند الشاميين (۹۹/٤) سنن الدارمي - السير (۲۵۱۳)

شرح الحدیث یعنی ہر دارالکفر سے ہجرت الی دارالاسلام کا سلسلہ ہمیشہ ہی چلتا رہے گا جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں

❶ صحيح البخاري - كتاب بدء الوحي - باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ۳

❷ صحيح مسلم - كتاب البر والصلة والآداب - باب فضل الرفق ۲۵۹٤

❸ صحيح البخاري - كتاب الرقاق - باب رفع الأمانة ٦٤٩٨

ہوگا، اور توبہ کا دروازہ بالکل قیامت کے قریب بند ہوگا، جب طلوع شمس مغرب کی جانب سے ہوگا، لیکن یہ ہجرت جس کا اس حدیث میں ذکر ہے ہجرت مندوبہ ہے نہ کہ واجبہ، بخلاف ہجرت من مکہ الی المدینہ کے کہ وہ بطریق وجوب تھی جو مکہ کے فتح کے بعد مطلقاً منسوخ ہوگئی لا وجوباً ولا استحباباً، والحدیث أخرجه النسائي (المنذري) [1]۔

۲۴۸۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ: «لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا».

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا اب ہجرت واجب نہیں ہے (کیونکہ مکہ اس وقت خود دارالاسلام ہو گیا تھا) لیکن جہاد اور نیت کا اجر باقی ہے۔ جب تم لوگوں کو جہاد کیلئے نکلنے کا حکم ہو تو جہاد کیلئے نکل پڑو۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (۱۷۳۷) صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۶۳۱) صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۶۷۰) صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۹۱۲) صحيح البخاري - الجزية (۳۰۱۷) صحيح مسلم - الحج (۱۳۵۳) جامع الترمذي - السير (۱۵۹۰) سنن أبي داود - الجهاد (۲۴۸۰) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲۶/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۶۶/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۱۶/۱)

شرح الحدیث: یعنی فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب مکہ سے ہجرت ختم ہوگئی یعنی مطلقاً لا وجوباً ولا استحباباً کیونکہ اب وہ دارالاسلام بن گیا، پھر آگے آپ ﷺ فرما رہے ہیں: وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، یعنی ہجرت جو کہ ایک عظیم الشان عمل تھا اور موجب اجر عظیم تھا وہ اگرچہ اب باقی نہیں رہا لیکن طالب آخرۃ اور طالب ثواب کیلئے دوسرے بڑے بڑے اعمال موجود ہیں جیسے جہاد اور ہر کام کے اندر نیت خالصہ، گویا جہاد بھی ایک طرح کی ہجرت ہے یعنی ہجرت بسبب الجہاد اور ہجرت بسبب النیۃ الخالصہ، ظاہر تو یہی ہے کہ اس حدیث میں جس ہجرت کی نفی ہے وہ ہجرت من مکہ ہے اسلئے کہ فتح مکہ ہی کے روز فرما رہے ہیں، لہٰذا اس حدیث میں اور حدیث سابق میں کوئی منافات نہیں، پہلی حدیث میں ہجرت سے مطلق ہجرت من دارالکفر الی دارالاسلام مراد تھا جس کا اثبات ہے اور جس کی نفی کی جارہی ہے وہ ہجرت خاصہ ہے، هكذا في الشروح اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگر اس حدیث میں بھی مطلق ہجرت مراد لیا جائے تو پھر اس صورت میں نفی کا تعلق وجوب سے ہوگا نہ استحباب سے [2]، واللہ تعالیٰ اعلم، آگے حدیث میں ہے: وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا اور جب تم سے نفیر طلب کی جائے یعنی امام کی جانب سے تو تم نکل کھڑے ہو، نفیر بمعنی خروج الی الجہاد کذا قال الحافظ [3] وغیرہ، اور قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفر اور

---

[1] عون المعبود على سنن أبي داؤد — ج ۷ ص ۱۵۷۔

[2] امام نوویؒ نے دفع تعارض کیلئے اس حدیث کی دو تاویلیں کی ہیں اول یہی ہے کہ اس حدیث میں ہجرت خاصہ کی نفی ہے یعنی من مکۃ الی المدینۃ، اور دوسری دلیل جسکو انہوں نے اصح کہا ہے یہ کی ہے کہ اس حدیث میں ہجرۃ ممدوحۃ فاضلۃ کی نفی ہے یعنی اصل ہجرت تو وہ ہے جو فتح مکہ سے قبل تھی جو اسلام اور مسلمین کے ضعف کا زمانہ تھا اور فتح مکہ کے بعد تو چونکہ اسلام کو عزت اور غلبہ حاصل ہوگیا تھا اسلئے اس وقت کی ہجرت کا وہ درجہ نہیں ہے اھ (المنہاج — ج ۹ ص ۱۲۳)

[3] بفتح النون وكسر الفاء أي الخروج إلى قتال الكفار (فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ۳۷)

نفیر دونوں ایک ہی ہیں، یعنی کوچ کرنا اور جدا ہونا، لیکن حج میں لفظ نضر استعمال ہوتا ہے اور جہاد میں لفظ نفیر، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جن لوگوں کو خروج الی الجہاد کیلئے امام متعین کرے ان کے حق میں خروج واجب لعینہ ہوتا ہے، وهو التحقيق كما قال الحافظ فيما سبق، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي (قاله المنذري [1])۔

۲۴۸۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، وَعِنْدَهُ الْقَوْمُ حَتَّى جَلَسَ عِنْدَهُ، فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ».

ترجمہ: حضرت عامر شعبی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور ان کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ شخص بھی بیٹھ گیا اور ان سے کہا کہ جو کچھ تم لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا اس میں سے کچھ مجھے بھی بتائیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے کہ جو ان اشیاء کو چھوڑ دے کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (١٠) صحيح مسلم - الإيمان (٤٠) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٤٨١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٦٠) سنن الدارمي - الرقاق (٢٧١٦)

٣- بَابٌ فِي سُكْنَى الشَّامِ

ملک شام میں رہائش کی فضیلت کا بیان

باب کی کتاب الجہاد کیساتھ مناسبت: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس باب کو کتاب الجہاد سے کیا مناسبت ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے دو باب ہجرت سے متعلق گزرے ہیں، اور یہ پہلے گزر چکا کہ ہجرت کا ذکر کتاب الجہاد میں اس حیثیت سے ہے کہ ہجرت مبداء الجہاد ہے، اس تیسرے باب کی مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ یہ بتانا مقصود ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ اخیر زمانہ میں بہترین مقام ہجرت وہ ملک شام ہوگا۔

۲۴۸۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «سَتَكُونُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ، فَخِيَارُ أَهْلِ الْأَرْضِ أَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ إِبْرَاهِيمَ، وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ شِرَارُ أَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ أَرَضُوهُمْ، تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللَّهِ، وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے قریب

[1] عون المعبود على سنن أبي داؤد - ج ٧ ص ١٥٧

ہے کہ اس ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی اور اس وقت روئے ارض میں وہ لوگ بہتر ہوں گے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہجرت کرنے کی جگہ میں (شام) رہائش کو اختیار کریں گے (اس وقت) زمین میں وہ کافر لوگ رہ جائیں گے جو کہ زمین کے رہنے والوں میں بدترین لوگ ہوں گے ان کو ان کی زمین پھینک دے گی (یعنی دربدر کی ٹھوکریں کھائیں گے) اللہ کی ذات ان کو ناپسند فرمائے گی اور نارِ فتن ان کو بندروں اور خنزیروں کے ساتھ اکٹھا کردے گی۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٤٨٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٠٩)

شرح الحدیث اس حدیث کی شرح میں دو قول ہیں: ① آپ ﷺ فرمارہے ہیں، اس ہجرت کے بعد یعنی جو آپ ﷺ کے زمانہ میں من مکۃ الی المدینۃ ہوئی ایک اور ہجرت ہوگی، یعنی اخیر زمانہ جو فتن کا زمانہ ہوگا اور یہ ہجرت مختلف ملکوں سے دوسرے ممالک کی طرف ہوگی، مسلمان اپنے دین کی حفاظت کیلئے اپنے وطنوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ جائیں گے اسکے بارے میں آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اس وقت تمام دنیا میں بسنے والوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہوں گے جو ہجرت کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہاجر کو اختیار کریں گے، مہاجر بمعنی مقام ہجرت، یعنی ملک شام، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق کو چھوڑ کر اسی کی طرف ہجرت فرمائی تھی، ② اور دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی، یعنی ہجرت کا سلسلہ ہمیشہ چلتا ہی رہے گا منقطع نہ ہوگا، اور پھر آگے آپ نے وہی فرمایا کہ ہجرت کرنیوالوں کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ ہجرت کیلئے مہاجر ابراہیم علیہ السلام کو اختیار کریں۔

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے کہ جب حدیث میں ھجرت الی الشام کی ترغیب دی جارہی ہے تو اس سے شام کی سکونت کی فضیلت معلوم ہوگئی۔

وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ شِرَارُ أَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ أَرَضُوهُمْ، تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللهِ، وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ: یعنی جو لوگ دیندار ہوں گے اور ان کو اپنے دین کی فکر ہوگی وہ تو اپنے اوطان کو چھوڑ کر ملک شام کی طرف چلے جائیں گے ان کے علاوہ جو بد دین ہوں گے فساق وفجار اور دنیا کے حریص اپنے وطنوں میں باقی رہ جائیں گے مہاجرین کے ساتھ ہجرت نہ کریں گے اور اپنے ہی اوطان میں ادھر سے ادھر حیراں دسرگرداں پھریں گے یا تو دنیا کمانے کیلئے یا نار فتن سے بچنے کیلئے اور وہ ایسے حقیر اور ذلیل ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ بھی گویا ان سے گھن اور نفرت کریں گے، غرضیکہ نار فتن ان کو لئے پھرے گی کفار کے ساتھ، بندروں اور خنزیروں کے ساتھ، اول سے مراد صغار کفار اور ثانی سے کبار کفار، صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو مشکوۃ کے بالکل اخیر میں باب ذکر الیمن والشام [1] میں ذکر کیا ہے، والحدیث عزاہ صاحب المشکوۃ إلی أبي داؤد فقط۔

٢٤٨٣ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرٌ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي ابْنَ مَعْدَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ١١ ص ٤٠٦

قُتَيْلَةَ [1]، عَنِ ابْنِ حَوَالَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَيَصِيرُ الْأَمْرُ إِلَى أَنْ تَكُونُوا جُنُودًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ، وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ، وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ [2]». قَالَ ابْنُ حَوَالَةَ: خِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ، فَقَالَ: «عَلَيْكَ بِالشَّامِ، فَإِنَّهَا خِيرَةُ اللهِ مِنْ أَرْضِهِ، يَجْتَبِي إِلَيْهَا خِيرَتَهُ مِنْ عِبَادِهِ، فَأَمَّا إِنْ أَبَيْتُمْ، فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ، وَاسْقُوا مِنْ غُدُرِكُمْ، فَإِنَّ اللهَ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَأَهْلِهِ».

ترجمہ صحابی رسول حضرت ابن حوالہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قریب ہے ایک ایسا وقت آئے گا کہ تم لوگوں کے لشکر علیحدہ علیحدہ ہوں گے ایک لشکر ملک شام میں ایک لشکر یمن میں اور ایک لشکر عراق میں ہوگا ابن حوالہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھ سے فرمائیں کہ اگر میں اس زمانہ میں موجود رہوں تو کس لشکر میں شامل رہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ملک شام کو لازم پکڑلو (یعنی شام میں رہو) کیونکہ ملک شام اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین ہے اللہ تعالیٰ اس ملک میں اپنے نیک بندوں کو اکٹھا کرے گا اگر تم لوگ ملک شام کی رہائش اختیار نہ کرسکو تو یمن میں رہنا اور اپنے حوض سے (اپنے آپ کو اور اپنے جانوروں کو) پانی پلاتے رہنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے ملک شام اور وہاں کے رہنے والوں کی کفالت کی ہے۔ (یعنی ملک شام والوں کو کافروں کے غلبے اور اس طرح تسلط کہ کفار ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اس سے حفاظت ہوگی۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٤٨٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/ ١١٠)

شرح الحديث یہاں سند میں ابْنِ أَبِي قُتَيْلَةَ، ابوداوٗد کی تمام نسخوں میں اسی طرح ہے حضرتؒ نے بذل میں کتب رجال

---

[1] یہاں پر اختلافِ نسخ ہے، شیخ عوامہ اس کی توضیح میں لکھتے ہیں: ابن أبي قتيلة: اتفقت الأصول على هذا سوى س نفيها: أبي قتيلة، وهو الصواب. واسمه مرثد بن وداعة. (كتاب السنن — ج٣ ص٢٠٢)

[2] والحديث سكت عن تخريجه المنذري، قلت أخرجه الإمام ابن المبارك في كتاب الجهاد ص١٥١ رقم ١٩٠ مختصرًا، والإمام أحمد في المسند (طبعة عالم الكتب) ج٥ ص٧٩٩ رقم ١٧١٣٠، مختصرًا ج٦ ص١٠٨١ مختصرًا، رقم ٢٠٦٢٥ مختصرًا، ج٧ ص٤٨١ رقم ٢٢٨٥٤ وفي فضائل الصحابة له أيضا ج٢ ص٨٩٧ رقم ١٧٠٧ موصولا وص٩٠٤ رقم ١٧٢٥ مرسلا. والامام الطحاوي في شرح مشكل الآثار ج٣ ص١٤٧، ١٤٨ رقم ١١١٤ مطولا (طبعة الرسالة، وفي الطبعة الهندية ج٢ ص٣٥، ٣٦، وفي تحفة الاخيار ج٨ ص٥٧٧ رقم نمبر ٦٢٥٥. والامام ابن حبان في الصحيح، الاحسان ج١٢ ص٢٩٥ رقم ٧٣٠٦ والامام يعقوب بن سفيان الثوري في المعرفة والتاريخ ج٢ ص٢٨٨ و٢٨٩ من طريقين مختصرًا ومطولا. والامام ابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني ج٤ ص٢٧٣ رقم ٢٢٩٥ مطولا. والامام البزار في المسند بنظر كشف الاستار ج٣ ص٣٢٣ رقم ٢٨٥١، ٢٨٥٢. والامام الطبراني في المعجم الكبير ج١٨ ص٢٥١ رقم ٢٢٨ وج٢٢ ص١٣٠ وفي مسند الشاميين له ايضا ج١ ص١٤٣ رقم ٢٢٨ و١٧٢ وص١٩٢ رقم ٣٣٧ وص٢٢٣ وص٢٢٤ رقم ٥٧٠ وج٢ ص١٣٣ رقم ١٠٥٤ وص١٩٣ رقم ١١٧٢ وج٤ ص٣٤٥، ٣٤٦ رقم ٣٥١٥ والامام ابو نعيم في الحلية ج٢ ص٣. والامام البيهقي في الدلائل ج٦ ص٣٢٦، ٣٢٧ من طرق مختصراً ومطولاً، والامام ابن عساكر في تاريخ دمشق المجاهدة لاولى في مواضع من طرق كثيرة. وفي ترجمة عبد الله بن حوالة ؓ، والامام السمعاني في فضائل الشام ص٣٢، ٣٣ والامام الربعي في فضائل الشام وانظر المختصرا. والامام حارث بن اسامة في المسند بنظر بغية الباحث ج٢ ص١٤٤ رقم ١٠٤١. والامام الحاكم في المستدرك ج٤ ص٥٥٥ رقم ٨٥٥٦، حبيب الله.

سے اس کی تحقیق فرمائی اور یہ کہ صحیح یہاں پر عَنْ أَبِي قُتَيْلَة ہے جن کا نام مرثد بن وداعہ ہے [1]۔

عبداللہ بن حوالہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میری امت کا انجام آگے چل کر یہ ہوگا (کہ وہ مختلف فرقوں میں منقسم ہو جائے گی باعتبار ہجرت کے) کہ ہو جاؤ گے تم لوگ مختلف گروہ اور بڑے بڑے لشکر، ایک جماعت اور لشکر شام چلی جائے گی اور ایک لشکر یمن، اور بہت سے عراق میں، ابن حوالہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں اس زمانہ اور حال کو پاؤں تو میرے لئے ان جگہوں میں سے کوئی جگہ پسند فرما دیجئے، یعنی ہجرت کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلَيْكَ بِالشَّامِ کہ لازم پکڑنا ملک شام کو، یعنی وہاں چلے جانا اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی منتخب اور پسندیدہ زمین ہے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے اپنے بندوں میں سے انہی کو پسند فرمائیں گے جو بہترین خلائق ہوں گے: فَأَمَّا إِنْ أَبَيْتُمْ پس اگر تم اسکا انکار کرو یعنی اگر یہ نہ ہو سکے کہ وہاں ہجرت کر کے جاؤ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ تو لازم پکڑنا اپنے یمن کو پھر دوسرا درجہ ہجرت الی الیمن کا ہے اور وہاں کے تالابوں سے پانی پیو اور پلاؤ ظاہر ہے کہ جب ہجرت کر کے وہاں جائیں گے تو وہیں کے تالابوں کا پانی استعمال کریں گے، یہ ما قبل ہی پر تفریع ہے بطور تاکید کے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے من غدر الیمن کے مِنْ غُدُرِكُمْ فرمایا کیونکہ اس سے پہلے یمن کے بارے میں فرما چکے یمنکم تو جب یمن ہمارا ہوا تو وہاں کے تالاب بھی ہمارے ہوئے، یہ بھی تعبیر کا ایک طرز ہے پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی وجہ ترجیح بیان فرمائی: فَإِنَّ اللهَ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَأَهْلِهِ، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یعنی میری خاطر اور میری رعایت میں شام اور اہل شام کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

اس حدیث سے ملک شام کی بڑی فضیلت معلوم ہو رہی ہے چنانچہ بہت سی احادیث اسکی فضیلت میں وارد ہیں بعض محدثین کی فضائل شام [2] میں مستقل تصنیفات بھی ہیں منجملہ انکے علامہ سمعانیؒ کی ایک تصنیف فضائل الشام کے نام سے ہے، جس میں انہوں نے متعدد احادیث وروایات اسانید معتبرہ کے ساتھ جمع کی ہیں خود قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ [3]۔ اس ارض مبارکہ سے مراد ملک شام ہی کی زمین ہے، معارف القرآن میں لکھا ہے: ملک شام کی زمین اپنی ظاہری اور باطنی حیثیت سے بڑی برکتوں کا مجموعہ ہے، باطنی برکت تو یہ ہے کہ یہ زمین مخزن انبیاء ہے بیشتر انبیاء علیہم السلام اسی زمین میں پیدا ہوئے اور ظاہری برکات آب و ہوا کا اعتدال، نہروں اور چشموں کی فروانی، پھل پھول اور ہر

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داؤد - ج ١١ ص ٣٧٩

[2] بلاد شام ایک بڑے وسیع منطقہ (ملک اور علاقہ) کا نام ہے جسکے بعد کے زمانہ کے تغیرات سے مختلف حصے ہو گئے ہیں جو اس زمانہ کے لحاظ سے مستقل ملک بن گئے ہیں جیسے اردن، سوریہ، لبنان، فلسطین، مستعمرہ اسرائیل، اور سعودی عرب کا ایک بڑا علاقہ وادی القری سے آگے قدیم زمانہ میں اس سب پر شام ہی کا اطلاق ہوتا تھا، حبیب اللہ۔

[3] اور بچا نکالا ہم نے اسکو اور لوط علیہ السلام کو اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہے ہم نے جہان کے واسطے (سورۃ الأنبياء ٧١)

طرح کی نباتات کا غیر معمولی نشوونما وغیرہ ہے اھ[1]۔

٤ ۔ بَابٌ فِي دَوَامِ الْجِهَادِ

جہاد کے ہمیشہ باقی رہنے کا بیان

٢٤٨٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ، حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ».

ترجمہ حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق پر اپنے دُشمن سے جنگ کرتا رہے گا اور اپنے مخالفین پر غالب رہے گا یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال سے جنگ کرے گا۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٤٨٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢٩/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣٤/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣٧/٤)

شرح الحدیث مضمون حدیث واضح ہے حضور اقدس ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ ہمیشہ میری امت میں ایک جماعت ایسی پائی جائے گی جو جہاد کیلئے کمربستہ رہے گی اور ہمیشہ دین حق کیلئے لڑتی رہے گی، اور بحمد اللہ تعالیٰ وہ اپنے دشمن پر غالب رہے گی، اور یہ سلسلہ جہاد کا قتل دجال تک باقی رہے گا قتل دجال کے بعد پھر جہاد کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا اس حدیث میں آخِرُهُمُ سے مراد امام مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، حضرت مہدیؒ کے زمانہ میں دجال کا خروج ہوگا لوگ اسکے مقابلہ کیلئے تیاری کریں گے، ادھر نماز کا وقت ہو جائے گا، جس میں دو روایتیں ہیں بعض میں عصر کی نماز کا ذکر ہے اور بعض میں صبح کی، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر مسلم میں ہے کہ عصر کی نماز کیلئے اقامت ہو چکی ہوگی اور حضرت امام مہدیؒ نماز شروع کرانے والے ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا حضرت مہدیؒ پیچھے ہٹنے لگیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں گے کہ نماز پڑھائے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: لا. إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ[2]، چنانچہ یہ پہلی نماز تو حضرت مہدیؒ پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء کریں گے، اسکے بعد نمازوں کی امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، اسکے بعد پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدیؒ اور مسلمانوں کے ساتھ ملکر اس سے قتال کریں گے اور باب لد پر پہنچ کر اسکو نمٹا دیں گے اسکے بعد حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ قتل دجال کے بعد جہاد باقی نہیں رہے گا کیونکہ اس واقعہ کے بعد پھر یاجوج ماجوج کا فتنہ پایا جائیگا اور انکا خروج ہوگا، ان سے تو قتال کیا نہیں جائے گا انکے مقابلہ پر قدرت و طاقت نہ ہونیکی وجہ سے بلکہ خود حق تعالیٰ انکو ہلاک فرمائیں گے، انکے ہلاک ہونے کے بعد روئے زمین پر کوئی کافر باقی نہیں رہے گا جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں

---

[1] معارف القرآن از مفتی محمد شفیع عثمانیؒ ج ٦ ص ٢٠٣

[2] صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب نزول عيسى ابن مريم حاكما بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم ١٥٦

زندہ رہیں گے......... پھر جب انکی موت کے بعد کفر پھیلے گا اور جن کے مقدر میں کفر ہو گا وہ کافر ہو جائیں گے تو اس وقت میں ایک بہت پاکیزہ اور لطیف ہوا چلے گی جو ہر مؤمن کی روح قبض کرلے گی اور جو کافر ہوں گے وہ باقی رہ جائیں گے اور جب زمین پر کوئی فرد اللہ اللہ کہنے والا باقی نہیں رہے گا سوائے کفار کے، ان پر قیامت قائم ہو گی، حضرتؒ فرماتے ہیں، لہذا جس روایت میں یہ ہے: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ [1]، اس حدیث میں قیام ساعت سے مراد قرب قیامت ہے اھ [2] پس حدیث الباب جس میں ہے: حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اس میں تاویل کی حاجت نہیں۔

٥۔ بَابٌ فِي ثَوَابِ الْجِهَادِ

جہاد کے ثواب کے بیان میں

٢٤٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ: أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْمَلُ إِيمَانًا؟ قَالَ: «رَجُلٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، وَرَجُلٌ يَعْبُدُ اللهَ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ قَدْ كُفِيَ النَّاسُ شَرَّهُ».

ترجمہ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مؤمنین میں سے کس شخص کا ایمان کمل ہے؟ آپ نے فرمایا: اس شخص کا جو کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتا رہے اور اس شخص کا جو کسی پہاڑی کی گھاٹی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اُس سے لوگوں کو تکلیف نہیں پہنچتی۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٣٤) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٢٩) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٨٨) جامع الترمذي - فضائل الجهاد (١٦٦٠) سنن النسائي - الجهاد (٣١٠٥) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٤٨٥) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٨/٣)

شرح الحدیث آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: مؤمن کامل کے بارے میں کہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مرد مجاہد جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جان و مال خرچ کرے، اور دوسرا وہ شخص جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو، جس نے لوگوں کی کفایت کر رکھی ہو اپنے شر سے، یعنی ان کو اپنے شر سے بچا رکھا ہو، گویا اس میں اشارہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے آبادی چھوڑ کر جنگل میں جا بسے اسکو یہ نیت کرنی چاہئے کہ لوگ میرے شر سے محفوظ رہیں "شِعْب" شعب کہتے ہیں دو پہاڑوں کے درمیان جو کشادگی اور فرجہ ہو، یا ایک ہی پہاڑ میں جو راستہ ہو، اور مقصود حدیث میں

---

[1] هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه وقد رواه ثوبان و عمران بن حصين عن رسول الله۔ أما حديث ثوبان: تعليق الذهبي في التلخيص: صحيح (المستدرك على الصحيحين ٨٣٨٩ - ج ٤ ص ٤٩٦)

[2] بذل المجهود في حل أبي داؤد - ج ١١ ص ٣٨٢

اس سے اعتزال اور تنہائی اختیار کرنی ہے چاہے جس جگہ ہو، والحديث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه (قاله المنذری [1])۔

عزلت اولیٰ ہے یا اختلاط؟ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس شخص پر محمول ہے جو جہاد پر قدرت نہ رکھتا ہو، تو ایسے شخص کے حق میں عزلت ہی بہتر ہے تاکہ وہ دوسروں سے سلامتی میں رہے اور دوسرے اس سے سلامت رہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ محمول ہے عہد نبوی کے مابعد پر اھ من البذل [2]، امام بخاریؒ نے کتاب الرقاق میں اس پر باب باندھا بَابُ الْعُزْلَةُ رَاحَةٌ لِلْمُؤْمِنِ مِنْ خُلَّاطِ السوء، پھر اس میں امام بخاریؒ نے حدیث ابو سعید خدریؓ یعنی حدیث الباب ذکر فرمائی، اور اسی حدیث کے ایک دوسرے طریق میں ہے يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ خَيْرُ مَالِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ الْغَنَمُ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ اور کتاب الفتن کے بَاب التَّعَرُّبِ فِي الْفِتْنَةِ میں ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں بلفظ يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ الخ [3] وارد ہے، علامہ قسطلانیؒ فرماتے، اس حدیث میں جس عزلت کی ترغیب ہے یہ اخیر زمانہ پر محمول ہے زمان فتن پر [4]، حافظؒ فرماتے ہیں: یہ الفاظ صریح ہیں اس بات میں کہ عزلت کی خیریت اور فضیلت اخیر زمانہ میں ہے، اور حضور ﷺ کے زمانہ میں جہاد مطلوب تھا، اور پھر آگے لکھتے ہیں: مسئلہ عزلت میں سلف کا اختلاف رہا ہے، جمہور کی رائے یہ ہے کہ اختلاط اولیٰ ہے اعتزال سے، کیونکہ اس کے اندر فوائد دینیہ کا اکتساب ہے اور شعائر اسلامیہ کا قیام اور سواد مسلمین کی تکثیر اور ان کی اعانت وعیادت وغیرہ، اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ عزلت، اولیٰ ہے اس لئے کہ اس میں سلامتی ہے بشرطیکہ جن چیزوں سے واقفیت ضروری ہے وہ حاصل ہو، اسی طرح امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قول مختار مخالطت کی فضیلت ہے اس شخص کیلئے جس کو معصیت میں وقوع کا غلبۂ ظن نہ ہو، اور جس شخص کو تردد ہو اسکے حق میں عزلت اولیٰ ہے [5]، اور حافظؒ کہتے ہیں کہ امام نوویؒ کے علاوہ دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس میں اختلاف اشخاص واحوال کا فرق ہے، بعضوں کے حق میں عزلت متعین ہے، اور بعضوں کے حق میں اختلاط، اور بعض کے حق میں ترجیح کو دیکھا جائے گا إلى آخر ما ذكر [6]۔

اس مسئلہ پر اگرچہ امام بخاریؒ نے مستقل باب قائم کیا جیسا کہ اوپر گزر چکا اور علامہ قسطلانیؒ اور حافظ ابن حجرؒ ایسے ہی امام نوویؒ ان حضرات نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے جمہور کا مسلک افضلیت اختلاط لکھا ہے۔

---

1. عون المعبود على سنن أبي داؤد — ج ٧ ص ١٦٤
2. فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١١ ص ٣٣٢، وبذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١١ ص ٣٨٣
3. صحيح البخاري — كتاب الفتن — باب التعرب في الفتنة ٦٦٧٧
4. إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٢٨٤
5. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٣ ص ٣٤
6. فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٣ ص ٤٣

اس مسئلہ میں جمہور کی دلیل: لیکن ان حضرات میں سے کسی نے وہ حدیث جس میں افضلیت اختلاط مذکور ہے اور جمہور کی وہ دلیل ہے اس کو ذکر نہیں کیا، اس کو ہمارے علامہ عینیؒ نے ذکر کیا، جس کے لفظ یہ ہیں: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ، وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ، وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي أَبْوَابِ الزُّهْدِ، وَابْنُ مَاجَه. اهـ [1]، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو باب بلا ترجمہ میں ذکر کیا ہے اور ابن ماجہؒ نے ابواب الفتن میں بَابُ الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ میں یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے مسلک جمہور کے برعکس فضیلت عزلت پر باب باندھا، فتأمل۔

٦ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ السِّيَاحَةِ

سیر وسیاحت کی ممانعت کا بیان

٢٤٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ التَّنُوخِيُّ أَبُو الْجَمَاهِرِ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي فِي السِّيَاحَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى».

ترجمہ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے سیر وسیاحت کی اجازت عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اُمت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

شرح الحدیث السِّيَاحَةُ کے معنی قاموس میں لکھے ہیں: الذَّهَابُ فِي الْأَرْضِ لِلْعِبَادَةِ، ومنه: الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ [2] یعنی عبادت کی غرض سے شہروں کی سکونت ترک کر دینا اور بادیہ پیمائی کرنا عبادت کی نیت سے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو اسکی اجازت نہیں دی، اس لئے کہ اس میں جمعہ اور جماعت کا ترک لازم آتا ہے اور مجالس خیر کی شرکت سے محرومی نیز ترک جہاد، وغیرہ امور صاحب مجمع البحار [3] نے اس ذیل میں یہ حدیث بھی لکھی ہے: لا سیاحة فی الاسلام [4] اور نیز یہ روایت سِيَاحَةُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الصِّيَامُ [5]، اور صائم کو بھی سائح کہا جاتا ہے، اس لئے کہ جو شخص زمین کی سیر کرتا ہے عبادت کی نیت سے اس کے پاس

---

[1] جامع الترمذی - كتاب صفة القيامة والرقائق والورع ٢٥٠٧، وسنن ابن ماجه - كتاب الفتن - باب الصبر على البلاء ٤٠٣٢، وعمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج: ١ ص ٨٤

[2] القاموس المحيط - ص ٢٢٥

[3] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار - ج ٣ ص ١٦٣

[4] عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا خِزَامَ، وَلَا زِمَامَ، وَلَا سِيَاحَةَ". وَزَادَ ابْنُ جُرَيْجٍ: "وَلَا تَبَتُّلَ، وَلَا تَرَهُّبَ فِي الْإِسْلَامِ". (مصنف عبد الرزاق - كتاب الأيمان والنذور - باب الغزامة ١٦١٤٠ ج ٨ ص ٣٨٩)

[5] تفسير القرآن العظيم لابن كثير - ج ٧ ص ٢٩٣، وتفسير الطبري رقم ١٧٣١٣ - ج ١٤ ص ٥٠٥

بھی کھانے پینے کا نظم نہیں ہوتا، توشہ ساتھ نہیں ہوتا جہاں مل گیا وہاں کھالیا ورنہ فاقہ، جیسا کہ صائم کا پورا دن بغیر کھائے پیے گزرتا ہے گویا تشبیہاً صائم کو سائح کہا جاتا ہے اھ اسی طرح آپ ﷺ نے جہاد کو سیاحت قرار دیا اس لئے کہ جہاد میں بھی سیر فی الارض اور آبادی سے دوری پائی جاتی ہے۔

۷- بَابٌ فِي فَضْلِ الْقَفْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

جہاد سے فراغت کے بعد واپس لوٹنے کے عمل میں ثواب کا بیان

۲۴۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، عَنِ ابْنِ شُفَيٍّ، عَنْ شُفَيِّ بْنِ مَاتِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ هُوَ ابْنُ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد سے واپس آنا اجر و ثواب میں جہاد جیسا ہے۔

تخریج سنن أبي داود- الجهاد (۲۴۸۷) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (۱۷۴/۲)۔

شرح الحدیث اس حدیث کے دو معنی لکھے ہیں: ① جہاد سے واپسی بمنزلہ جہاد کے ہے یعنی مجاہد جب جہاد سے فراغ کے بعد واپس ہوتا ہے تو اسکی اس واپسی میں بھی اجر و ثواب ہے جس طرح جانے میں تھا، اسلئے کہ واپس آکر دوسرے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہوگا، اور اس میں اپنے نفس کو راحت پہنچانا ہے اور قوت حاصل کرنا اور دوبارہ جہاد کی تیاری، نیز اپنے اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی، ② اس سے مراد تعقیب ہے جسکو بعض مرتبہ مرد مجاہد اختیار کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرف سے مجاہد لوٹ کر آرہا ہے یعنی دشمن کی طرف سے پھر راستہ میں سے دوبارہ اسکی طرف لوٹ کر جانا جسکو مجاہدین دو مصلحتوں سے کرتے ہیں ایک یہ کہ جب دشمن یہ دیکھتا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر لوٹ کر چلا گیا تو اب وہ مطمئن ہو کر سب باہر آجاتے ہیں تو ایسی صورت میں اس مجاہد کو ان پر حملہ کرنے کا اچھا موقع مل جاتا ہے اور کبھی اس قفول میں یہ مصلحت اور دور اندیشی ہوتی ہے کہ لشکر اسلام جب دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف لوٹتا ہے تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دشمن دوبارہ حملہ کرنے کو سوچتا ہے اور اچانک پیچھے سے آپہونچتا ہے تو دشمن کی اس چالاکی سے بچنے کیلئے بعض مرتبہ مجاہدین راستہ کے بیچ میں سے دشمن کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں کہ دشمن ہمارے تعاقب میں تو نہیں آرہا ہے، تو آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ غازی کو راستہ میں سے لوٹ کر جانے میں بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا ابتداءً جانے میں تھا، خواہ دشمن سے ملاقات ہو یا نہ ہو اھ من البذل نقلا عن النهاية[1]۔

[1] النهاية في غريب الحديث والأثر- ج ٤ ص ٩٣. وبذل المجهود في حل أبي داود- ج ١١ ص ٣٨٥

٨- بَابُ فَضْلِ قِتَالِ الرُّومِ عَلَى غَيْرِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ

دیگر اُمتوں کی بہ نسبت روم کے لوگوں سے جہاد کرنا بہت اجر کا باعث ہے

حدیث کی ترجمة الباب سے مطابقت: اس زمانہ میں اہل روم نصاریٰ تھے مگر حدیث باب میں ان صحابی کا ذکر ہے جو مقتول یہود تھے، یہود خیبر نے ان کو قتل کیا تھا اور اسی کی فضیلت حدیث میں مذکور ہے لہذا یہ کہا جائے گا کہ ترجمة الباب میں روم سے مطلق اہل کتاب مراد ہیں تاکہ یہود بھی اس میں داخل ہو جائیں اور حدیث ترجمة الباب کے مطابق ہو جائے۔

٢٤٨٨ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ فَرَجِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْ عَبْدِ الْخَبِيرِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا أُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ، تَسْأَلُ عَنِ ابْنِهَا، وَهُوَ مَقْتُولٌ، فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جِئْتِ تَسْأَلِينَ عَنِ ابْنِكِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ؟ فَقَالَتْ: إِنْ أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ»، قَالَتْ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «لِأَنَّهُ قَتَلَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ».

ترجمہ حضرت ثابت بن قیسؓ سے روایت ہے کہ ایک خاتون خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئی جس کا نام اُمّ خلاد تھا۔ عورت نقاب ڈالے ہوئی آئی اور اپنے اس بیٹے کے بارے میں دریافت کر رہی تھی جو جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ ایک صحابی نے کہا تم بیٹے کو تلاش کرتی ہوئی نکلی ہو اور تم نے نقاب ڈال رکھا ہے؟ اس عورت نے کہا: مجھے میرے بیٹے کی شہادت کی آزمائش پہنچی ہے لیکن مجھے ایسی مصیبت نہیں پہنچی کہ میں شرم و حیا ختم کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بیٹے کیلئے دو شہیدوں کا ثواب ہے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس وجہ سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

شرح الحدیث ایک عورت جن کا نام ام خلاد ہے، جبکہ وہ باقاعدہ نقاب اور پردہ میں تھیں، اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کرنے آئی تھیں جو کہ قتل ہو چکے تھے فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ»، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بشارت سنائی کہ تیرے بیٹے کیلئے دو شہیدوں کا ثواب ہے، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیسے اور کیونکر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ اس کو قتل کیا ہے اہل کتاب نے، اس خاتون کے مقتول بیٹے کا نام خلاد تھا، یہود بنو قریظہ کی ایک عورت ان کی شہادت کا ذریعہ بنی اس کمبخت نے ان پر ایک ٹیلہ سے ایک پتھر لڑھکا دیا تھا جس سے یہ ختم ہو گئے تھے، اس یہودیہ کا نام بعض علماء نے "بنانہ" لکھا ہے یہ حدیث ترجمة الباب کے عین مطابق ہے، جس سے مقتول اہل کتاب کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے مقتول مشرکین کے مقابلہ میں، حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں ہے کہ ابن قدامہؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اسپر کہ اہل کتاب کے ساتھ جہاد اور قتال افضل ہے بہ نسبت غیر اہل کتاب کے ساتھ قتال کرنے کے [1]، اس

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ــ ج ١١ ص ٣٨٧

حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب ام خلاد آپ کی خدمت میں بڑے صبر وسکون کیساتھ جس کا اندازہ حاضرین کو ان کی ہیئت سے ہوا کہ باقاعدہ نقاب اوڑھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں باوجود اتنا بڑا صدمہ پہنچنے کے تو ایک صحابیؓ سے رہا نہیں گیا، اور وہ کہہ گزرے کہ تم اس حالت میں بھی نقاب کے ساتھ آئی ہو (ورنہ عام طور سے تو ایسی مصیبت کے وقت پریشانی میں عورتوں کو پردہ وغیرہ کا خیال نہیں رہتا) تو اس وقت جو اس عورت نے ان صحابیؓ کے سوال کا جواب دیا ہے وہ ان کی موجودہ پسندیدہ ہیئت سے بھی زیادہ قیمتی ہے، انہوں نے جواب دیا: إِنْ أُرْزَأْ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي کہ اگر میں اپنے بیٹے کے نقدان کی مصیبت میں مبتلا ہوئی ہوں تو کیا ہے فقدانِ حیاء کی مصیبت میں تو گرفتار نہیں ہوئی؟ یعنی اگر میں اجانب کے سامنے بغیر نقاب کے آتی تو میرے حق میں یہ مصیبت زیادہ بڑی ہوتی موجودہ مصیبت سے، صبر واستقلال پر لکھنے والے مصنفین ان صحابیہ کے اس جملہ کو بطور مثال کے پیش کرتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورضی عن ابنہا۔

٩ - بَابٌ فِي رُكُوبِ الْبَحْرِ فِي الْغَزْوِ

جہاد کرنے کے لئے سمندری سفر کا بیان

٢٤٨٩ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ بِشْرٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَرْكَبُ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجٌّ، أَوْ مُعْتَمِرٌ، أَوْ غَازٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا، وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دریا (یا سمندر) کا سفر نہ کرے مگر حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ بحری یعنی سمندر کا سفر تین شخصوں کے علاوہ کسی اور کو نہیں کرنا چاہئے، حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا، اور جہاد کرنے والا، یعنی دریائی سفر انسان کے حق میں خشکی کے سفر کے مقابلہ میں چونکہ خطرناک ہے اسی لئے بغیر کسی اہم ضرورت اور دینی کام کے نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ مشہور ہے:

ع بدریا منافع بے شمار است — اگر خواہی سلامت بر کنار است

آگے حدیث میں دریائی سفر کے خطرناک ہونے کو سمجھایا گیا ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور پھر اس آگ کے نیچے پانی ہے، اس حدیث کی شرح اور بعض دوسرے فوائد ہمارے یہاں کتب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر کے ذیل میں گزر چکے وہاں رجوع کیا جائے، أخرج الحديث البخاري في التاريخ الكبير في ترجمة بشير بن مسلم [1]۔

---

[1] التاريخ الكبير للبخاري ج – ٢ ص ١٠٤

١٠- بَابُ فَضْلِ الْغَزْوِ فِي الْبَحْرِ

بحری غزوہ کی فضیلت کے بیان میں

۲۴۹۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ- أُخْتُ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عِنْدَهُمْ، فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَضْحَكَكَ؟ قَالَ: «رَأَيْتُ قَوْمًا مِمَّنْ يَرْكَبُ ظَهْرَ هَذَا الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ»، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: «فَإِنَّكِ مِنْهُمْ»، قَالَتْ: ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَضْحَكَكَ؟ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: «أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ»، قَالَ: فَتَزَوَّجَهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، فَغَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ، فَلَمَّا رَجَعَ قُرِّبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ لِتَرْكَبَهَا، فَصَرَعَتْهَا فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا، فَمَاتَتْ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے (میری خالہ) اُمّ حرامؓ بنت ملحان نے جو اُمّ سلیم کی بہن تھیں انہوں نے حدیث بیان کی کہ حضور اکرم ﷺ نے انکے پاس قیلولہ فرمایا۔ پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ اُمّ حرامؓ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کس وجہ سے ہنسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے (اُمتِ محمدیہ کے) چند لوگوں کو دیکھا جو کہ اس دریا میں اس طریقہ پر سوار ہو رہے ہیں جس طریقہ پر کہ (شان و شوکت سے) بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ اُمّ حرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر آپ ﷺ سو گئے پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے؟ اُمّ حرام نے عرض کیا: آپ ﷺ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے وہی فرمایا۔ اُمّ حرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پہلے لوگوں میں سے ہو چکی ہو۔ حضرت انسؓ نے فرمایا: حضرت اُمّ حرامؓ سے عبادہ بن صامتؓ نے نکاح کیا پھر حضرت عبادہؓ سمندری سفر پر روانہ ہوئے تو اُمّ حرام کو بھی ساتھ لے گئے۔ جب وہ واپس ہوئے تو اُمّ حرام کی سواری کیلئے جب خچر قریب کیا گیا تو اس خچر نے اُمّ حرام کو نیچے گرا دیا ان کی گردن ٹوٹ گئی اور انکی وفات ہو گئی۔

۲۴۹۱- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ إِلَى قُبَاءَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ، وَجَلَسَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ، وَسَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَمَاتَتْ بِنْتُ مِلْحَانَ بِقُبْرُصَ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب قبا تشریف لے جاتے تو حضرت اُمّ حرامؓ کے پاس بھی تشریف لے جاتے۔ وہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی منکوحہ تھیں (اس واقعہ کے بعد انہوں نے عبادہ بن صامتؓ سے

شادی کی تھی)۔ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلایا اور وہ بیٹھ کر سر کی جوئیں تلاش کرنے لگیں۔ اسکے بعد یہی روایت بیان کی۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ بنت ملحانؓ کی وفات قبرص میں ہوئی تھی۔

۲۴۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُخْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ الرُّمَيْصَاءِ قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ وَكَانَتْ تَغْسِلُ رَأْسَهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتَضْحَكُ مِنْ رَأْسِي؟ قَالَ: «لَا» وَسَاقَ هَذَا الْخَبَرَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ. قَالَ أَبُو دَاوُد: «الرُّمَيْصَاءُ أُخْتُ أُمِّ سُلَيْمٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ».

ترجمہ: سلیم کی ہمشیرہ رمیصاءؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے وہ (رمیصاء) اپنا سر دھو رہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ انہوں نے دریافت فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرے سر پر ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں پھر کچھ کی زیادتی کے ساتھ یہی حدیث بیان کی۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ رمیصاء ام سلیمؓ کی رضائی بہن ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٣٦) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٤٦) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٢٢) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٣٧) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٦٦) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٢٦) صحيح البخاري - التعبير (٦٦٠٠) صحيح مسلم - الإمارة (١٩١٢) جامع الترمذي - فضائل الجهاد (١٦٤٥) سنن النسائي - الجهاد (٣١٧١) سنن النسائي - الجهاد (٣١٧٢) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٤٩٠) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٧٧٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٦٥) موطأ مالك - الجهاد (١٠١١) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤٢١)

شرح الاحادیث: **حدیث کے دو مطلب:** حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیم کی بہن یعنی ام حرام نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں قیلولہ فرمایا، تھوڑی دیر میں مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے وہ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں جملہ ارشاد فرمایا اس کے دو مطلب علماء نے بیان کئے ہیں: ① کہ میرے بعد جو لوگ جہاد کیلئے دریائی سفر کریں گے ان کو میں نے اس وقت خواب میں اس طرح شان و شوکت کے ساتھ کشتی میں بیٹھا ہوا دیکھا (برائے سفر جہاد) جیسے بادشاہ لوگ اپنے تختوں پر بیٹھ کر بادشاہت اور سلطنت کیا کرتے ہیں، ② میں ان لوگوں کو جو میرے بعد جہاد کیلئے دریائی سفر کریں گے ان کو جنت میں اس طرح تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا جس شان و شوکت کے ساتھ بادشاہ بیٹھا کرتے ہیں، پہلے مطلب میں دنیا میں بیٹھنا مراد ہوا، اور دوسرے مطلب میں آخرت اور جنت میں۔

اس حدیث سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہؓ نے آپ کے زمانہ میں جہاد کیلئے دریائی سفر نہیں کیا جیسا کہ فی الواقع بھی ایسا ہی ہے۔

قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ: حضرت ام حرامؓ نے حضور ﷺ کی یہ بات سن کر آپ سے یہ درخواست کی کہ میرے لئے دعاء فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی اسی جماعت میں سے کر دے، آپ ﷺ نے سنکر فرمایا: اچھا تم ان ہی میں سے ہو، یعنی آپ ﷺ نے دعاء فرمائی جیسا کہ ایک روایت میں ہے...... اور آپ کو اس دعاء کی قبولیت کا علم ہو گیا ہو گا، ام حرام کہتی ہیں کہ اس کے بعد پھر آپ سو گئے، اور تھوڑی دیر بعد اسی طرح ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، وہ کہتی ہیں میں نے پھر آپ سے یہی سوال کیا کہ آپ کو کیوں ہنسی آرہی ہے؟ اس مرتبہ بھی آپ ﷺ نے پہلے ہی کی طرح جواب دیا، وہ کہتی ہیں میں نے اس مرتبہ بھی آپ سے عرض کیا کہ میرے لئے دعاء کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان ہی میں سے کر دے آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارا تو پہلے لوگوں میں سے ہونا متعین ہو گیا، آگے راوی کہتا ہے (کہ آپ کی اس پیشینگوئی کا ظہور اس طرح ہوا) کہ اس واقعہ کے بعد ام حرام سے عبادۃ بن الصامتؓ سے شادی کی، شادی کے بعد وہ انکو اپنے ساتھ غزوہ میں لے گئے یعنی پہلا بحری غزوہ پھر جب عبادۃؓ وہاں سے لوٹنے لگے تو واپسی میں ام حرام انکے ساتھ تھیں ان کی سواری کیلئے خچر انکے قریب کیا گیا مگر اس سواری نے انکو گرا دیا جس سے انکی گردن ٹوٹ گئی اور جاں بحق ہو گئیں۔

حدیث میں دو دریائی غزووں کا ذکر: اس حدیث میں دو دریائی غزووں کا ذکر ہے جن میں سے پہلا غزوہ ۲۸ھ میں پیش آیا حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت معاویہؓ کی امارات میں اس وقت حضرت معاویہؓ شام کے امیر تھے، یہ غزوہ قبرص میں پیش آیا، اسی لئے اس کو غزوہ قبرص کہتے ہیں، قبرص ایک جزیرہ ہے بحر روم میں اسی غزوہ میں ام حرام کی شہادت ہوئی اور ان کی قبر اور مزار وہیں بنا، اور دوسرا غزوہ جو اس حدیث میں مذکور ہے وہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہوا جس میں امیر لشکر یزید بن معاویہ تھا، بخاری شریف کی ایک روایت میں ان دونوں غزووں کا تذکرہ اسی طرح ہے: قَالَ عُمَيْرٌ: حَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: أَنْتِ فِيهِمْ، قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لَا [1]، بخاری کی اس حدیث میں غزوہ ثانیہ کی بھی تعیین ہے، مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے جو بلاد روم کا دار السلطنت تھا، اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب الجهاد میں باب ماقیل فی قتال الروم میں ذکر فرمایا ہے یہ غزوہ ثانیہ ۹۲ھ میں پیش آیا، اسی غزوہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی، قال الحافظ وفي تلك الغزاة مات أبو أيوب الأنصاري فأوصى أن يدفن عند باب القسطنطنية وأن يعفى قبره ففعل به ذلك فيقال إن الروم صاروا بعد ذلك يستسقون به [2]، بخاری کی اس حدیث میں ہر دو غزووں کے بارے میں:

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الجهاد والسير - باب ماقيل في قتال الروم ۲۷۶٦

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٦ ص ١٠٢

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ فرمایا گیا ہے، اول کی اولیت باعتبار صحابہؓ کے ہے اور ثانی کی اولیت باعتبار تابعین کے یعنی باعتبار اکثریت، ورنہ دونوں میں صحابہ اور تابعین کی شرکت پائی گئی ہے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں متعدد مواضع میں ذکر کیا ہے۔

کتاب الجہاد کتاب الاستئذان وغیرہما، فتح الباری میں ہے مہلب شارح بخاری فرماتے ہیں اس حدیث میں حضرت معاویہؓ کی منقبت ہے اسلئے کہ وہ اول من غزا البحر ہیں یعنی جہاد کیلئے سب سے پہلے دریائی سفر کرنے والے (حضور ﷺ کے زمانہ میں کوئی جہاد دریائی سفر کا نہیں ہوا) اور اسی طرح منقبت ہے ان کے بیٹے یزید کی اسلئے کہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ قیصر کا غزوہ کیا اھ[1]۔

کیا یزید کے بارے میں مغفرت کی بشارت ثابت ہے؟ اوپر بخاری کی حدیث میں غزوۂ ثانیہ میں شرکت کرنے والوں کیلئے مَغْفُورٌ لَهُمْ کی بشارت وارد ہے لیکن اس غزوہ میں شرکت کرنے والوں میں یزید بن معاویہ بھی ہے بلکہ امیر الجیش وہی تھا اس پر اہل تاریخ وسیر کا اتفاق ہے، اب ایک طرف تو اس کیلئے مغفرت کی بشارت اور دوسری طرف اسکا فسق وفجور اور سیاہ کارنامے، ان میں تطبیق مشکل ہو رہی ہے جس میں شراح حدیث کی آراء مختلف ہیں جیسا کہ شروح حدیث دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے مہلب نے کہا تھا کہ اس حدیث میں یزید کیلئے منقبت اور فضیلت ہے، اس پر ابن التین اور ابن المنیر نے تعقب کیا اس طور پر کہ یزید کے اس عموم مغفرت میں داخل ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص کی وجہ سے اس حکم سے خارج نہ ہو، اسلئے کہ ہر حکم مشروط ہوا کرتا ہے وجود شرائط اور انتفاء موانع کیساتھ لہٰذا جن لوگوں کے بارے میں حضور ﷺ نے مَغْفُورٌ لَهُمْ فرمایا ہے یہ حکم مقید ہے اس قید کے ساتھ "بشرطیکہ وہ اہل مغفرت سے ہوں" ابن التین نے ایک احتمال یہ بھی بیان کیا ہے کہ ممکن ہے یزید اس جیش کے ساتھ حاضر نہ ہوا ہو، حافظؒ فرماتے ہیں یہ بات غلط ہے الا یہ کہ ان کی مراد عدم حضور سے عدم مباشرت قتال ہو سو یہ ممکن ہے، باقی ان کا لشکر میں شریک ہونا بلکہ امیر جیش ہونا یہ متفق علیہ بات ہے[2]، حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل[3] میں ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کا میلان تراجم بخاری کی شرح میں یہ ہے کہ اس حدیث سے یزید کا مغفور لہ ہونا ثابت ہوتا ہے گذشتہ احوال کے اعتبار سے اسلئے کہ جہاد کفارات میں سے ہے اور مکفرات کا تعلق ذنوب سابقہ سے ہوتا ہے نہ کہ ان گناہوں سے جو اسکے بعد پیش آئیں، ہاں اگر اس حدیث میں مغفور لہ کے ساتھ الی یوم القیامۃ کا لفظ بھی ہوتا تب بیشک یہ حدیث نجات یزید پر دال تھی واذ لیس فلیس بل امرہ مفوض الی اللہ تعالی فیما ارتکبہ من القبائح بعد هذه الغزوة من قتل الحسين عليه السلام وتخريب المدينة والاصرار على شرب الخمر ان شاء عفا عنه وان شاء عذبه، الی

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ١٠٢

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ١٠٢ - ١٠٣

[3] بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١١ ص ٣٩١

آخرہ اھ من ھامش اللامع.

هل يجوز لعن يزيد؟ پھر اس کے بعد حاشیہ لامع میں لعن یزید کے جواز اور عدم جواز کی بحث جو علماء کے مابین اختلافی ہے قدرے تفصیل سے بیان کی گئی ہے اور اخیر میں اس میں حضرت گنگوہیؒ کی رائے بھی فتاوی رشیدیہ سے نقل کی گئی ہے جس کے اخیر میں ہے: لکن الاحتیاط فی السکوت اس لئے کہ اگر لعن یزید مباح ہو تو اسکے ترک میں تو کچھ حرج نہیں اسلئے کہ لعن واجب یا مستحب تو کسی کے نزدیک بھی نہیں، اور اگر غیر مباح ہے تو اس صورت میں لعنت کے لاعن کی طرف لوٹ کر آنے کا خطرہ ہے اھ [1]، والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ إِلَى قُبَاءَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ، وَجَلَسَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ: یہ پہلی ہی حدیث کا دوسرا طریق ہے، پہلی روایت میں صرف یہ تھا قَالَ عِنْدَهُمْ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرام کے یہاں قیلولہ فرمایا، اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے یہاں جا کر کھانا کھانے اور سر میں جوں پانے کا اضافہ ہے وَسَاقَ هٰذَا الْحَدِيثَ، یعنی آگے پھر وہی حدیث ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی غزوۃ البحر کا ذکر۔

حدیث سے متعلق متعدد سوال اور ان کے جواب: اس حدیث میں چند سوال ہیں: ① پہلی حدیث میں تھا فَتَزَوَّجَهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام حرام کا نکاح حضرت عبادہؓ سے اس خواب کے قصہ کے بعد ہوا تھا، اور اس روایت میں ہے وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انکے نکاح میں پہلے سے تھیں اسکی تاویل یہ کی گئی ہے کہ اس میں اصل تو پہلی ہی روایت ہے؟ اور اس دوسری روایت میں مال کا اعتبار کرتے ہوئے: كَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ کہا گیا ہے یعنی جو بعد میں ان کے نکاح میں آگئی تھیں، ② دوسرا اشکال اس حدیث پر حجاب سے متعلق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ام حرام کے یہاں جانا اور وہاں قیلولہ فرمانا وغیرہ جو حدیث میں مذکور ہے، اسکی توجیہ میں اقوال مختلف ہیں، امام نوویؒ فرماتے ہیں اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ ام حرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں لیکن اسکی کیفیت میں اختلاف ہے، کہا گیا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں یا رضاعی ماں [2]، اور اسکے بالمقابل دمیاطی ہیں جنہوں نے علی وجہ المبالغہ رد کیا ہے ان لوگوں پر جو محرمیت کا دعوی کرتے ہیں، اور ابن العربیؒ نے بعض علماء سے نقل کیا، کان النبي صلى الله عليه وسلم معصوما کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے لہذا نامحرم پر داخل ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے، ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہو [3]، دوسرے حضرات نے اس جواب کی تردید کی ہے کہ واقعہ بعد الحجاب کا ہے، اور قاضی عیاضؒ نے خصوصیت کے

---

[1] فتاوی رشیدیہ — ص ۲۱۹

[2] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج — ج ۱۳ ص ۵۷

[3] عارضة الأحوذي بشرح صحيح الترمذي — ج ۷ ص ۱۴۶

جواب کو رد کیا ہے اسلئے کہ خصوصیت کا ثبوت بغیر دلیل کے نہیں ہوتا، لیکن حافظؒ فرماتے ہیں: میرے نزدیک أحسن الأجوبة خصوصیت ہی ہے، رہی یہ بات کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی، تو میں کہتا ہوں کہ دلیل اس پر واضح ہے اھ. مختصرا من البذل وبزيادة [1]، ③ تیسرا سوال تَفْلِي رأسَه سے متعلق ہے کہ کیا آپ ﷺ کے سر مبارک میں جوں پیدا ہوتی تھی؟ بذل میں لکھا ہے تفتیش قمل سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کے سر مبارک میں جوں پائی جاتی ہو اسلئے کہ اسطرح بعض مرتبہ إراحة رأس کیلئے بھی کیا جاتا ہے کہ یہ ایک طرح کا سر سہلانا ہے، اور کوکب میں لکھا ہے، قمل آپ ﷺ کے سر مبارک میں نہ تھی اسلئے وہ عدم نظافت اور میل کچیل سے پیدا ہوتی ہے، اور میل کا وجود وہاں نہیں تھا بلکہ ہو سکتا ہے کہ صرف اراحت کیلئے ایسا کر رہی ہوں، یا ممکن ہے کہ جوں پانا اسلئے ہو کہ کہیں دوسرے کی جوں آپ ﷺ تک نہ پہنچ گئی ہو [2]، حاشیہ بذل میں ہے، علامہ مناوی اور بجیرمی کی رائے شرح شمائل میں بھی یہی ہے لم يكن في رأسه قمل، اور ملا علی قاریؒ نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ ازالہ قمل اسکے وجود کی کراہت کی وجہ سے تھا نہ اسلئے کہ اس سے آپ ﷺ کو اذیت ہوتی تھی، ولم يكن القمل يؤذيه تكريما له اھ [3]، اسکا مطلب یہ ہوا کہ عدم قمل تو آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں تھی البتہ عدم ایذاء قمل آپ ﷺ کی خصوصیت تھی، والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي، حسن صحيح، قاله المنذري۔

٢٤٩٣ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْعَيْشِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْجَوْبَرِيُّ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، أَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيُّ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أُمِّ حَرَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِي يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ، وَالْغَرِقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ».

ترجمہ اُمّ حرامؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دریا میں سوار ہو کر (حج وغیرہ کیلئے) سفر کرے جس کے سبب اس شخص کے سر میں چکر آنے لگیں اور اس کو قے آنے لگے تو اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا اور جو شخص پانی میں غرق ہو جائے تو اس کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

شرح الحدیث آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو دریائی سفر کی وجہ سے دوران رأس اور قئ لاحق ہو (یعنی جس کا دریائی سفر برائے عبادت ہو حج عمرہ جہاد وغیرہ) اس کیلئے ایک شہید کا اجر ہے، اور اگر غرق ہو جائے اس میں اس کیلئے اجر شہیدین ہے۔ حاشیہ بذل میں علامہ عینیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ شہید البحر افضل ہے شہید البر سے [4]۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٠ ص ٧٩، و بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١١ ص ٣٩٥

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٤٣١

[3] جمع الوسائل في شرح الشمائل — ج ٢ ص ١٤٩

[4] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ١٤ ص ٨٨، وبذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١١ ص ٣٩٧

۲۴۹۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيقٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ سَمَاعَةَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ، وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ، وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ".

ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص ایسے ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہے۔ ① ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کی غرض سے نکلا پس اللہ تعالیٰ اسکا ضامن ہے کہ یا تو وہ اسکو وفات کے بعد جنت میں داخل فرمائے گا یا اسکو زندہ سلامت ثواب اور مالِ غنیمت دلوا کر اسکے گھر لوٹا دے گا ② دوسرا وہ شخص جو کہ مسجد کی طرف چلے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا ضامن ہے کہ یا تو وفات کے بعد اسے جنت میں پہنچائے گا ورنہ ثواب و غنیمت دے کر اسکے گھر لوٹا دے گا۔ ③ تیسرا وہ شخص جو کہ اپنے مکان میں السلام علیکم کہہ کر داخل ہو تو اس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔

شرح الحدیث: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ضمان یعنی حفظ میں ہیں ضامن بمعنی مضمون ہے: ① جہاد میں جانے والا شخص اللہ تعالیٰ کے ضمان میں ہے، یہاں تک کہ اگر اسکی وفات ہو جائے تو اسکو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرماتے ہیں، یا یہ کہ اسکو لوٹاتے ہیں جہاد سے اجر اور غنیمت کے ساتھ (یعنی ان دو باتوں میں سے ایک کی ذمہ داری ہے)، ② جو شخص نماز یا عبادت کیلئے مسجد کی طرف چل کر جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ضمان میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو وفات دیں تو جنت میں جائے گا یا اس کو لوٹائیں گے (وفات نہ ہونے کی صورت میں) اجر اور غنیمت کے ساتھ، ③ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو سلام کے ساتھ، یعنی داخل ہونے کا جو مسنون طریقہ ہے، تو یہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ضمان میں ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً [1]، اور ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُونُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ [2]، اور ابو داود ہی کی روایت ہے جو کتاب الادب میں آئے گی جس میں دخول بیت کی یہ دعاء مذکور ہے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ، وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللَّهِ وَلَجْنَا، وَبِسْمِ اللَّهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللَّهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ عَلَى أَهْلِهِ [3] یعنی دروازہ میں داخل ہونے کے وقت یہ دعاء پڑھے اور گھر والوں کو دیکھ کر سلام کرے بلکہ علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ اگر گھر میں کوئی آدمی نہ ہو

① پھر جب کبھی جانے لگو گھروں میں تو سلام کہو اپنے لوگوں پر نیک دعا ہے اللہ کے یہاں سے برکت والی ستھری (سورۃ النور ۶۱)
② جامع الترمذی - کتاب الأبواب الاستئذان والآداب - باب ماجاء في التسليم إذا دخل بيته ۲۶۹۸
③ سنن أبي داود - کتاب الآداب - باب ما يقول الرجل إذا دخل بيته ۵۰۹۶

تب بھی سلام کرنا چاہئے، مذکورہ بالا آیت کے عموم کی وجہ سے کما قال النووی فی الأذکار، اس سے معلوم ہوا کہ دخول بیت کے وقت سلام کرنا اس میں بڑی فضیلت اور برکت ہے، قرآن، اور حدیث دونوں میں اس کا امر وارد ہوا ہے، لہٰذا اس کا ہر شخص کو اہتمام کرنا چاہئے اور اس کو معمولی کام نہیں سمجھنا چاہئے، عادت اگر نہ ہو تو اس کی عادت ڈالنی چاہئے، واللہ الموفق، میں نے سنا، ہے کہ یہاں [1] عربوں میں یہ سنت بحمد اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

١١۔ بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا

کافر (غیر ذمی) کو قتل کرنے کے ثواب کا بیان

٢٤٩٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَجْتَمِعُ فِي النَّارِ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ أَبَدًا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کافر شخص اور اس کا (مسلمان) قاتل جہنم کی آگ میں جمع نہیں ہوں گے (یعنی جس مسلمان نے حالت جہاد میں کافر و مشرک کو قتل کیا وہ مسلمان جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا)۔

تخریج: صحيح مسلم - الإمارة (١٨٩١) سنن أبي داود - الجهاد (٢٤٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٦٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٩٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤١٢)

شرح الحدیث: اس حدیث میں اس مسلمان کیلئے بڑی بشارت ہے جسکے ہاتھ سے کسی کافر کا قتل ہو جائے، وہ یہ کہ وہ ہمیشہ کیلئے جہنم سے محفوظ ہو گیا، یہ بہت بڑی فضیلت ہے، لیکن شراح حدیث نے اسکو اسکے عموم پر نہیں رکھا، دوسری آیات اور احادیث پر نظر کرتے ہوئے، اس میں چند قول ہیں: ① اس سے باقاعدہ جہاد میں جاکر قتل کافر مراد ہے، ② مطلب یہ ہے کہ عذاب نار سے محفوظ ہو جائیگا اگر گناہوں کی وجہ سے عذاب ہوا بھی تو غیر نار کے ساتھ ہو گا، مثلاً اعراف کے اندر رک جانا جنت میں دخول اولی سے، ③ اگر کسی وجہ سے عذاب نار ہوا بھی تو اس طبقہ نار میں داخل نہ ہو گا جو کفار کیلئے ہے، من البذل [2]، یا خاص اس کافر مقتول کا طبقہ مراد ہے کہ دونوں ایک طبقہ میں جمع نہ ہوں گے۔ والحدیث أخرجه مسلم قاله المنذري۔

---

[1] لفظ یہاں سے مراد مدینہ منورہ ہے اس لئے کہ اس جزء کی تسوید مدینہ منورہ میں ہو رہی ہے۔

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ١٣ ص ٣٧، وبذل المجهود في حل أبي داود ج ١١ ص ٣٩٩

١٢ - بَابٌ فِي حُرْمَةِ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ

گھر بیٹھنے والوں کیلئے مجاہدین کی خواتین کے قابلِ احترام ہونے کا بیان

٢٤٩٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ قَعْنَبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ إِلَّا نُصِبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقِيلَ لَهُ: هَذَا قَدْ خَلَفَكَ فِي أَهْلِكَ، فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شِئْتَ". فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا ظَنُّكُمْ»، قَالَ أَبُو دَاوُد: "كَانَ قَعْنَبٌ رَجُلًا صَالِحًا، وَكَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَرَادَ قَعْنَبًا عَلَى الْقَضَاءِ فَأَبَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: أَنَا أُرِيدُ الْحَاجَةَ بِدِرْهَمٍ فَأَسْتَعِينُ عَلَيْهَا بِرَجُلٍ، قَالَ: وَأَيُّنَا لَا يَسْتَعِينُ فِي حَاجَتِهِ، قَالَ: أَخْرِجُونِي حَتَّى أَنْظُرَ فَأُخْرِجَ، فَتَوَارَى، قَالَ سُفْيَانُ: بَيْنَمَا هُوَ مُتَوَارٍ إِذْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْبَيْتُ، فَمَاتَ".

ترجمہ حضرت بریدہ بن الحصیب سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجاہدین کی عورتوں کی حرمت گھر میں بیٹھنے والے لوگوں پر ایسی ہے جیسے انکی ماؤں کی حرمت، اور جہاد سے پیچھے رہ جانے والا آدمی مجاہدین کے گھر بار کی خدمت گزاری کرے (اور خیانت کا مرتکب ہو) تو قیامت کے دن ایسا شخص (میدان حشر میں) کھڑا کیا جائے گا اور جہاد کرنے والے شخص سے کہا جائے گا کہ اس شخص نے تمہارے اہل خانہ کے معاملہ میں خیانت کی اب تم اسکی نیکیاں جس قدر چاہو لے لو۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا پھر تم لوگوں کا کیا گمان ہے؟ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ قعنب ایک صالح آدمی تھے، ابن ابی لیلیٰ نے ان کو قاضی بنانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا، اور کہا کہ مجھے ایک درہم (جتنی حقیر چیز کی) ضرورت ہوتی ہے تو میں دوسرے آدمی کی مدد لیتا ہوں (یعنی منصب قضاء کی ذمہ داری کیسے پوری کر سکوں گا؟)۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جسے دوسرے کی مدد کی ضرورت نہ پڑتی ہو؟ تو قعنب نے جواب دیا کہ اجازت دیں تو میں اس بارے میں غور کر لوں، پس اجازت دی گئی تو آپ چھپ گئے۔ سفیان کہتے ہیں کہ اسی حالت میں تھے کہ گھر کی چھت گر پڑی اور وہ وفات پا گئے۔

تخریج صحيح مسلم - الإمارة (١٨٩٧) سنن النسائي - الجهاد (٣١٨٩) سنن النسائي - الجهاد (٣١٩٠) سنن النسائي - الجهاد (٣١٩١) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٤٩٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٢/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٥/٥)

شرح الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جہاد میں جانے والے مردوں کے گھر کی عورتوں کا احترام قاعدین پر اپنی ماؤں کے احترام کی طرح ہے، آگے ارشاد ہے کہ قاعدین میں سے جو شخص بھی کسی مجاہد کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرے گا تو اسکو قیامت کے دن اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، اور اس مجاہد سے کہا جائے گا کہ اس شخص نے تیری بیوی کے ساتھ خیانت کا معاملہ کیا تھا پس تو اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہے لے لے، راوی حدیث کہتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرما کر ہماری

طرف دیکھا اور فرمایا ما ظنکم؟ تمہارا کیا خیال ہے، یعنی یہ کہ وہ شخص اسکی حسنات میں سے کوئی حسنہ چھوڑے گا یا نہیں، ظاہر ہے کہ وہاں ہر شخص کو حسنات کی بیحد ضرورت ہوگی، پھر کہاں چھوڑے گا۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائی قاله المنذری۔

۱۳ - بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تُخْفِقُ

مجاہدین کی جماعت کا مالِ غنیمت کے بغیر جہاد سے واپسی کا بیان

تخفق مضارع کا صیغہ ہے اخفاق سے جسکے معنی عدم حصول غنیمت کے ہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ ہر جہاد میں مال غنیمت حاصل نہیں ہوتا۔

۲۴۹۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، وَابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُصِيبُونَ غَنِيمَةً إِلَّا تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أَجْرِهِمْ مِنَ الْآخِرَةِ، وَيَبْقَى لَهُمُ الثُّلُثُ، فَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً تَمَّ لَهُمْ أَجْرُهُمْ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نمازیوں کی جو جماعت راہِ الٰہی میں کفار سے جنگ کرے اور کفار کا مال و دولت لوٹے تو ان لوگوں نے اپنی اُخروی ثواب کی دو تہائیاں اس دنیا میں لے لیں اور ایک تہائی ثواب باقی بچا اگر ان کو غنیمت کا مال نہ ملے تو ان لوگوں کا پورا بدلہ آخرت کے لئے رہے گا۔

تخریج صحيح مسلم - الإمارة (۱۹۰۶) سنن النسائي - الجهاد (۳۱۲۵) سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۴۹۷) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۷۸۵) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۶۹/۲)

شرح الحدیث غازیۃ صفت ہے جماعۃ کی یعنی غزوہ کرنے والی جو جماعت جہاد میں مال غنیمت حاصل کرتی ہے تو یہ سمجھئے کہ اس جماعت کے لوگوں نے اپنے ثواب آخرت میں سے دو ثلث دنیا میں حاصل کر لئے، اور آخرت کیلئے صرف ایک ثلث باقی رہ گیا، اور جو لوگ غنیمت حاصل نہیں کرتے ان کا پورا اجر آخرت کیلئے باقی رہتا ہے، معلوم ہوا اگر کسی جہاد میں مجاہدین کو مالک غنیمت حاصل نہ ہو تو یہ ان کے حق میں ناکامی اور افسوس کی بات نہیں ہے بلکہ مزید خوشی کی بات ہے کہ سارا ثواب آخرت میں ملے گا، وثواب الآخرۃ خیر وابقی۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائی قاله المنذری۔

۱۴ - بَابٌ فِي تَضْعِيفِ الذِّكْرِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

حالتِ جہاد میں ذکر اللہ کرنے کے بہت زیادہ اجر کا بیان

ترجمة الباب کی شرح: تقدیر عبارت یہ ہے فی تضعیف ثواب الذکر علی النفقة فی سبیل الله یعنی انفاق فی سبیل الله

کے مقابلہ میں ذکر اللہ کے ثواب کی زیادتی کے بیان میں۔

۲۴۹۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ تُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ».

ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ بلا شبہ اللہ کے راستہ میں نماز روزہ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اسکے راستہ میں خرچ کرنے کے مقابلے میں سات سو درجہ بڑھا دیا جاتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (۲٤۹۸) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٣٨/٣)

شرح الحدیث: حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے، اس میں صلاۃ وصیام اور ذکر کے ثواب کی سات سو گنا زیادتی مذکور ہے انفاق فی سبیل اللہ پر۔

اس حدیث سے مطلق ذکر کی فضیلت انفاق پر ثابت ہو رہی ہے خواہ وہ ذکر کسی جگہ ہو، حضر میں ہو یا سفر میں اور مسند احمد کی روایت کے لفظ یہ ہیں: إِنَّ الذِّكْرَ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى يُضَعَّفُ فَوْقَ النَّفَقَةِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، اس روایت میں مقید کیا گیا ہے اس ذکر کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ یعنی جہاد میں ہو، ذکر کی فضیلت انفاق فی سبیل اللہ پر اور ابھی بعض روایات میں وارد ہے، حافظ ابن قیمؒ نے اس حدیث کے ذیل میں ایک اچھی بات لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں: تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ یہاں پر مراتب تین ہیں: ① ذکر مع الجہاد، ② ذکر بلا جہاد، ③ جہاد بلا ذکر، سب سے اعلیٰ پہلا مرتبہ ہے، اور دوسرا پہلے سے کم ہے، اور تیسرا درجہ پہلے دونوں سے کم ہے، اور مرتبہ ثالثہ کے مقابلہ میں ذاکر افضل ہے [1]۔

١٥ - بَابٌ فِيمَنْ مَاتَ غَازِيًا

حالتِ جہاد میں اگر کسی مجاہد کا انتقال ہو جائے؟

۲۴۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، يَرُدُّ إِلَى مَكْحُولٍ، إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الْأَشْعَرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ فَصَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَمَاتَ، أَوْ قُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ، أَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ، أَوْ بَعِيرُهُ أَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ، أَوْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ، أَوْ بِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللهُ، فَإِنَّهُ شَهِيدٌ، وَإِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ».

ترجمہ: حضرت ابومالک الاشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص (جہاد کیلئے) راہِ الٰہی میں اپنے گھر سے نکلا پس اسکی وفات ہو گئی یا وہ قتل کر دیا گیا تو وہ شخص شہید ہے یا اس شخص کے گھوڑے یا

[1] تهذيب السنن — ج ٣ ص ١٣١٥

اُونٹ نے اسکو اپنی پیٹھ سے گرادیا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی یا اسکو کسی زہریلے جانور (سانپ، بچھو وغیرہ) نے اسکو کاٹ لیا یا وہ اپنے بستر پر اپنی موت مر گیا یا کسی اور طریقہ سے جو اللہ نے چاہا مر گیا تو بلاشبہ وہ شخص شہید ہے اور اس کے لئے جنت ہے۔ (شہداء اور صالحین کے ساتھ جنت میں دخول اوّلی نصیب ہو گا)۔

شرح الحديث: حاصل حدیث یہ ہے کہ جو شخص جہاد کی نیت سے اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا تو اب اس کی موت چاہے جس طرح بھی ہو صرف زخمی ہو کر مرے یا راستہ میں اسکی سواری اسکو گرا کر مار دے یا کوئی زہریلا جانور ڈس لے یا اپنے فراش پر اس کو موت آئے یا وہ قتل ہو جائے بہر صورت وہ شہید ہے اور اس کیلئے جنت ہے۔ اس حدیث میں مَاتَ سے ہم نے مات بجراحۃ مراد لیا ہے تاکہ أَوْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ جو آگے آرہا ہے اس میں اور اُسمیں تکرار نہ ہو جائے۔

۱۶۔ بَابٌ فِي فَضْلِ الرِّبَاطِ

دشمن کے مقابلے میں سرحد پر چوکس کھڑے ہونے کا بیان

رباط بکسر الراء بمعنی مرابطہ، باب مفاعلۃ کا مصدر، قاموس میں ہے رَبط بمعنی شد، باندھنا، اور رباط المواظبۃ علی الأمر کسی کام کو اہتمام سے ہمیشہ کرنا، وملازمۃ ثغر العدو یعنی دشمن کی سرحد پر پڑاؤ ڈالنا، اور لکھا ہے کہ یہی معنی مرابطہ کے ہیں اور دوسرے معنی مرابطہ کے یہ لکھے ہیں کہ فریقین میں ہر ایک اپنے گھوڑوں کو اپنی اپنی سرحد میں لیجا کر باندھے اور ہر ایک ان میں سے اپنے مقابل کیلئے تیار رہے، اور اسی کا نام رباط بھی ہے، اور اسی سے ہے باری تعالیٰ کا قول: وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا [1] نیز اسکے معنی انتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ کے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: فذلکم الرباط اھ [2]۔

۲۵۰۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو هَانِئٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ، فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ».

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک مرنے والے شخص کا عمل ختم کر دیا جاتا ہے لیکن سرحد پر پہرہ دینے والے مجاہد کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي- فضائل الجهاد (١٦٢١) سنن أبي داؤد- الجهاد (٢٥٠٠)

شرح الحديث: آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مرنے والے کے عمل کا سلسلہ اسکی موت پر آکر ختم ہو جاتا ہے سوائے مرابط کے (یعنی اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والا مرد مجاہد) پس بیشک اسکا عمل بڑھتا رہتا ہے قیامت تک، یعنی اسکے عمل کا سلسلہ

---

[1] اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو (سورۃ آل عمران ٢٠٠)

[2] القاموس المحيط- ص ٦٦٧

ختم نہیں ہوتا (لہذا ثواب کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوتا)۔

وَيُؤْمَنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ: فتان اگر بفتح الفاء ہے تو یہ مبالغہ کا صیغہ ہے، اور اگر بضم الفاء ہے تو جمع ہے فاتن کی جو ماخوذ ہے فتنہ سے، مراد اس سے منکر نکیر ہے، گویا عذاب قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

دومتعارض حدیثوں میں دفع تعارض: ایک دوسری حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح مسلم میں مرفوعا مروی ہے اور خود سنن ابو داود کے کتاب الوصایا میں ماجاء فی الصدقة عن المیت میں آرہی ہے: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَه [1]، اس حدیث میں تین شخصوں کا استثناء ہے، اور حدیث الباب میں صرف ایک کے بارے میں وارد ہے، لیکن اس حدیث میں امن من عذاب القبر کا اضافہ ہے لہذا اس کو وجہ تخصیص کہا جاسکتا ہے اس ایک کیلئے، لہذا اب ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہ رہا، نیز اب ان دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے اس قسم کے انسان کل چار ہو گئے جن کے اعمال کا انقطاع موت سے نہیں ہوتا بلکہ برابر ثواب پہنچتا رہتا ہے، حضرتؒ نے بذل میں اولاً دفع تعارض بین الحدیثین اسی طرح فرمایا ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں: والأحسن عندي في الجواب أن يقال الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ اجر و ثواب کی زیادتی جو ان دونوں حدیثوں میں مذکور ہے اس زیادتی کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عمل میت کے اجر میں اضافہ ہو، بواسطہ عمل انسان آخر کے اور دوسری صورت یہ کہ اسکے عمل کے اجر میں اضافہ ہو براہ راست بغیر واسطہ کسی اور کے عمل کے، مرابط میں اضافہ نوع ثانی کے لحاظ سے ہے، اور باقی میں نوع اول کے اعتبار سے اھ [2]، والحديث أخرجه مسلم والنسائي وأبو داود ايضاً كلهم في الوصايا، والترمذي في الأحكام، وأخرج ابن ماجه معناه عن أبي قتادة وأبي هريرة في السنة، والبخاري في الأدب المفرد (المرعاة بتصرف)۔

١٧ ـ بَابٌ فِي فَضْلِ الْحَرْسِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

راہِ الٰہی (جہاد، سفر، حج وغیرہ) میں پہرہ دینے کے ثواب کا بیان

حرس سکون راء کے ساتھ مصدر ہے بمعنی حراست و چوکیداری، اور جو حرس بفتح الراء ہے وہ حارس کی جمع ہے بمعنی چوکیدار، اور حرسی بھی بمعنی حارس آتا ہے۔

٢٥٠١ـ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي السَّلُولِيُّ أَبُو كَبْشَةَ: أَنَّهُ حَدَّثَهُ سَهْلُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، أَنَّهُمْ سَارُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَأَطْنَبُوا

---

[1] سنن أبي داؤد - كتاب الوصايا - باب ماجاء في الصدقة عن الميت ٢٨٨٠، وصحيح مسلم - كتاب الهبات - باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ١٦٣١

[2] بذل المجهود في حل أبي داؤد - ج ١١ ص ٤٠٦

السَّيْرَ، حَتَّى كَانَتْ عَشِيَّةً فَحَضَرْتُ الصَّلَاةَ[1] عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَارِسٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي انْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ حَتَّى طَلَعْتُ جَبَلَ كَذَا وَكَذَا، فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلَى بَكْرَةِ آبَائِهِمْ بِظُعُنِهِمْ، وَنَعَمِهِمْ، وَشَائِهِمْ، اجْتَمَعُوا إِلَى حُنَيْنٍ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: «تِلْكَ غَنِيمَةُ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ»، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ؟»، قَالَ أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ: أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: «فَارْكَبْ»، فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اسْتَقْبِلْ هَذَا الشِّعْبَ حَتَّى تَكُونَ فِي أَعْلَاهُ، وَلَا نُغَرَّنَّ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ»، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا، خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُصَلَّاهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: «هَلْ أَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا أَحْسَسْنَاهُ فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْبِ حَتَّى إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَبْشِرُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ فَارِسُكُمْ»، فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ إِلَى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْبِ، فَإِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي انْطَلَقْتُ حَتَّى كُنْتُ فِي أَعْلَى هَذَا الشِّعْبِ حَيْثُ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ اطَّلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَنَظَرْتُ، فَلَمْ أَرَ أَحَدًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ؟» قَالَ: لَا، إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيًا حَاجَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ أَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا».

ترجمہ حضرت سہل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے غزوۂ حنین میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ طویل سفر کیا۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو نماز (ظہر) کے وقت میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک نماز ہوا اتنے میں ایک سوار شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کے پاس سے رخصت ہوا میں چلتے چلتے ایک پہاڑ پر چڑھا میں نے قبیلہ ہوازن کے لوگوں کو دیکھا کہ تمام لوگ مقام حنین پر اپنی عورتوں، اونٹوں، بکریوں کو لئے ہوئے جمع ہیں۔ آپ ﷺ یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ کل انشاء اللہ وہ تمام لوگ مسلمانوں کی مالِ غنیمت ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: رات میں ہم لوگوں کا کون شخص پہرہ دے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثدؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سوار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس گھاٹی میں جاؤ یہاں تک کہ اس کی بلندی پر پہنچ جاؤ لیکن، تم ایسا کام نہ کرنا کہ تمہاری وجہ سے ہم لوگ رات میں دھوکا کھا جائیں (اور دشمن ہم پر حملہ کر دے) جب صبح ہو گئی تو آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے فجر کی دو سنتیں ادا فرمائیں پھر فرمایا: تم لوگوں نے اپنے سوار کو بھی دیکھا؟ ان لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگوں نے ان کو نہیں دیکھا۔ اسکے بعد نماز کی اقامت کہی گئی آپ ﷺ نماز پڑھنے لگے آپ ﷺ دوران نماز گھاٹی کی جانب دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ

[1] في نسخة: فحضرت صلاة الظهر

جب نماز سے فارغ ہو گئے اور آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا تو فرمایا: تم لوگ بشارت حاصل کرو کہ تم لوگوں کا سوار آگیا ہم لوگ گھاٹی کے درختوں کو دیکھنے لگے کہ اتنے میں وہی سوار شخص (حضرت انس بن ابی مرثد) نظر آیا اور آپ ﷺ کے روبرو کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے سلام کرنے کے بعد عرض کیا: یارسول اللہ! میں چلا گیا یہاں تک کہ میں گھاٹی کی بلندی پر پہنچ گیا جس جگہ کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ جب صبح ہو گئی تو میں نے دونوں گھاٹیوں کو دیکھا مگر کوئی (دشمن) نظر نہیں آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم رات کو گھوڑے سے اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا ﷺ نہیں صرف نماز یا قضائے حاجت کے لئے اترا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا۔ اب اگر تم کوئی عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے سَهْلُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ فرماتے ہیں کہ وہ صحابہؓ جن میں یہ خود بھی شامل ہیں، حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین کیلئے جا رہے تھے جس میں بہت زیادہ چلنا ہوا یہاں تک کہ شام کا وقت ہو گیا پس میں ظہر کی نماز کے وقت (کما فی نسخة تصریح الظهر) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ایک شخص گھڑسوار حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ لوگوں کے سامنے کی طرف چل کر گیا یہاں تک کہ میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا اور اچانک میں نے قبیلہ ہوازن کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ سب اپنی عورتوں اور مویشیوں اونٹ بکریوں کے ساتھ مقام حنین میں جمع ہیں قبیلہ ہوازن وہی قبیلہ ہے جن کے ساتھ جنگ حُنین پیش آئی یہ لوگ اپنی عورتوں بچوں اور جانوروں تک کو اپنے ساتھ لڑائی کے موقعہ پر لائے جس کا مطلب یہ ہوا کہ زبردست تیاری کے ساتھ آئے اور تھے بھی یہ لوگ تیر انداز، تو اس خبر دینے والے کی خبر پر بجائے اسکے کہ آپ ﷺ کو کوئی فکر اور پریشانی لاحق ہوتی آپ ﷺ مسکرائے اور یہ ارشاد فرمایا: تِلْكَ غَنِيمَةُ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى کہ یہ سب چیزیں ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کل کو مسلمانوں کا مال غنیمت ہوں گی اس وقت تو چونکہ شام ہو گئی تھی مقابلہ اگلے روز ہونا تھا آپ ﷺ نے حسب معمول دریافت فرمایا کہ رات میں بیدار رہ کر ہماری چوکیداری کون کرے گا، حضرت انس بن ابی مرثد غنویؓ نے عرض کیا کہ یہ خدمت میں انجام دوں گا، آپ نے فرمایا کہ اچھا سوار ہو جاؤ وہ فوراً جا کر گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پاس آپہنچے، آپ نے فرمایا، یہ جو سامنے پہاڑ کی گھاٹی ہے اس کی طرف دوڑے چلے جاؤ، یہاں تک کہ اس کے اوپر پہنچ جاؤ، یعنی رات بھر اس پہاڑی پر رہ کر چوکیداری کرنا، اور فرمایا: وَلَا نُغَرَّنَّ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ، یہ غرور سے ہے غرہ اور غرور کے معنی ہیں دھوکہ کے اور دیکھو ایسا نہ ہو رات میں تمہاری جانب سے دشمن ہم پر ہماری غفلت کی حالت میں آپہنچے، یعنی ایسا نہ ہو کہ تم سو جاؤ اور چوکیداری نہ کر سکو اور دشمن ہم پر اچانک حملہ آور ہو جائے، کیونکہ صحابہؓ تو اس وقت سوئے ہوئے ہی ہوں گے، وہ صحابیؓ راوی حدیث کہتے ہیں۔

حضور ﷺ کا نماز میں التفات فرمانا: جب ہم نے صبح کی تو حضور ﷺ مصلیٰ یعنی نماز کی جگہ تشریف لے گئے اور دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد پوچھا تم لوگوں نے اپنے شہ سوار کو دیکھا؟ یعنی آتا ہوا نظر آرہا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ جی

نہیں، نظر نہیں آرہا ہے، اتنے میں نماز کیلئے اقامت ہوگئی، راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نماز کی نیت باندھنے کے بعد سامنے گھاٹی کی طرف بھی دیکھتے جاتے تھے، یہاں تک جب نماز پوری ہوگئی اور آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا تو فرمایا کہ خوش ہو جاؤ تمہارا سوار خیریت سے آگیا (آپ نے اس کو آتا ہوا دور ہی سے دیکھ لیا تھا) اسی لئے آگے راوی کہہ رہا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمانے کے بعد ہم بھی اس کو دیکھنے کیلئے اس گھاٹی میں جو درخت تھے ان کے بیچ میں نظریں دوڑانے لگے پس ہم نے بھی دیکھا کہ وہ آرہا ہے، یہاں تک کہ آکر حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور سلام کرنے کے بعد وہ صحابیؓ کہنے لگے یعنی اپنی سرگذشت سنانے لگے کہ میں یہاں سے چل کر اس گھاٹی کی بلندی پر پہنچ گیا تھا جہاں آپ ﷺ نے مجھ کو حکم فرمایا تھا، پس جب رات گزر گئی اور صبح ہوگئی تو دونوں گھاٹیوں پر چڑھ کر دیکھا (کہ دشمن تو نہیں آرہا ہے) تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا آپ ﷺ نے ان صحابیؓ کی یہ ساری بات سن کر پوچھا کہ رات میں سواری پر سے اترے تھے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، مگر نماز یا قضاء حاجت کیلئے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تو نے اپنے لئے جنت کو واجب کرلیا، پس اب تجھ پر کوئی اور عمل کرنا ضروری نہیں، اب کچھ حرج نہیں تیرے لئے اس میں کہ تو کوئی عمل نہ کرے، مراد اعمال تطوع ہیں، مستحب اور نفلی کام جو آدمی ثواب آخرت کیلئے کرتا ہے۔

اس حدیث سے حضور اقدس ﷺ کی جہاد کے سلسلہ میں کامل تیاری اور مستعدی اس کا انتظام اور اپنے اصحاب کی پوری پوری خبر گیری حتی کہ نماز جیسی اہم عبادت میں بھی اس کا خیال اور فکر کما ھو ظاھر مستفاد ہو رہا ہے اسی لئے امام ابو داؤدؒ نے اس حدیث کو مختصراً کتاب الصلاۃ میں ابواب الالتفات فی الصلاۃ کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے، صلی اللہ علیہ وسلم وشرفہ وکرم۔

اس حدیث میں ایک لفظ آیا ہے: فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلَى بَكْرَةِ آبَائِهِمْ، بکرۃ جوان اونٹنی کو بھی کہتے ہیں اور پانی کھینچنے کی چرخی کو بھی کہتے ہیں جس میں ڈول کھینچنے کیلئے رسی ڈالتے ہیں، اہل لغت وشراح حدیث نے لکھا ہے کہ اس سے کثرتُ اور استیعاب کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: جَاؤُا عَلَى بَكْرَةِ أبيهم، أي جاؤا ابا جمعهم، یعنی وہ سب کو سب آگئے کوئی باقی نہیں رہا، علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں: اس جملہ میں علی بمعنی مع ہے أي مع بكرة أبيهم، اس کی اصل یہ ہے کہ کسی جگہ کے لوگوں کو ایک مرتبہ کچھ خوف ہراس اور پریشانی لاحق ہوئی تو وہ لوگ وہاں سے اپنے تمام سامان کو لے کر منتقل ہوگئے یہاں تک کہ باپ دادا کے زمانہ کی پرانی چرخی کو بھی ساتھ لے گئے (بذل بزیادۃ [1]) میں کہتا ہوں کہ راوی یہاں بھی یہی کہہ رہا ہے کہ قبیلہ ہوازن سب کے سب مع عورتوں بچوں اور تمام مویشیوں کے میدان میں جمع ہوگئے، والحدیث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

[1] شرح الطیبي علی مشكاة المصابیح — ج ۱۲ ص ۳۷۹۹ — ۳۸۰۰، بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ۱۱ ص ۴۰۸

١٨- بَابُ كَرَاهِيَةِ تَرْكِ الْغَزْوِ

جہاد چھوڑ دینے کی ناپسندیدگی کا بیان

٢٥٠٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَرْوَزِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا وُهَيْبٌ، - يَعْنِي ابْنَ الْوَرْدِ - أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں فوت ہو گیا کہ اس نے نہ تو کبھی جہاد کیا اور نہ ہی اس نے کبھی اللہ کی راہ میں اپنے دل میں جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو وہ ایک طرح کے نفاق پر مرا۔

تخریج صحيح مسلم - الإمارة (١٩١٠) سنن النسائي - الجهاد (٣٠٩٧) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٠٢)

شرح الحدیث آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ جس شخص کو موت آجائے اس حال میں کہ نہ کبھی اس نے جہاد کیا ہو اور نہ جہاد کا ارادہ اور خیال دل میں آیا ہو تو اس کی یہ موت منافقانہ موت ہے۔

اس حدیث سے بظاہر جہاد کا فرض عین ہونا معلوم ہو رہا ہے، اسی لئے بعض نے یہ کہا کہ یہ حضور ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے کہ اسی وقت جہاد فرض عین تھا، علی قول، اور کہا گیا ہے کہ یہ عام ہے ہر زمانہ کے لحاظ سے ہے، اور گو کہ جہاد ہر شخص پر واجب بعینہ نہیں ہے لیکن کم از کم جہاد کی نیت تو ہر مسلمان پر ضروری ہے یعنی ضرورت پیش آنے پر، والحديث أخرجه مسلم والنسائي قاله المنذری۔

٢٥٠٣ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَقَرَأْتُهُ عَلَى يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ الْجُرْجُسِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ لَمْ يَغْزُ أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ أَصَابَهُ اللهُ بِقَارِعَةٍ»، قَالَ: يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ فِي حَدِيثِهِ: «قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نہ تو جہاد میں شرکت کی اور نہ کسی غازی نمازی کو سامانِ جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کی عدم موجودگی میں اسکے اہل وعیال کی خبر گیری کی تو اس کو اللہ تعالیٰ شدید مصیبت پہنچا دے گا۔ یزید بن عبد ربہ نے اپنی روایت میں (قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ) کا اضافہ کیا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٠٣) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٧٦٢) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤١٨)

شرح الحدیث اس حدیث میں تین چیزیں مذکور ہیں: ① خود جہاد میں جانا، یعنی غزوہ بنفسہ، ② اور تجہیز غازی یعنی جہاد میں جانے والے کیلئے اسباب مہیا کر دینا، ③ اور تیسری چیز جہاد میں جانے والوں کے گھر والوں کی خیر خبر رکھنا، اور یہ کہ جس شخص نے ان تین کاموں میں سے کوئی بھی نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مرنے سے پہلے کسی بڑی مصیبت میں گرفتار

کریں گے۔ والحديث أخرجه ابن ماجه قاله المنذري۔

۲۵۰۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے جان، مال، زبان کے ساتھ تم لوگ مشرکین سے جہاد کرو۔

تخریج: سنن النسائي - الجهاد (۳۰۹۶) سنن النسائي - الجهاد (۳۱۹۲) سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۵۰۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۲۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۵۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۱/۳) سنن الدارمي - الجهاد (۲۴۳۱)

۱۹- بَابٌ فِي نَسْخِ نَفِيرِ الْعَامَّةِ بِالْخَاصَّةِ

تمام لوگوں کی جہاد میں شرکت کے منسوخ ہونے اور اس کے بدلے کچھ لوگوں کے جہاد میں نکلنے کا بیان

نفیر عامہ یہ ہے کہ سب لوگ جہاد میں شرکت کریں، اور نفیر خاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ شرکت کریں اور بعض گھر پر رہیں تو مصنفؒ اس ترجمۃ الباب میں یہ فرمارہے ہیں کہ پہلے حکم نفیر عام کا تھا، گویا جہاد فرض عین تھا سب کے حق میں، بعد میں وہ منسوخ ہو کر نفیر خاص کا حکم باقی رہ گیا، جہاد کا حکم اور اس میں اختلاف، کتاب الجہاد کے شروع میں بالتفصیل گزر چکا۔

۲۵۰۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: " {إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا [1]} وَ{مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ [2]}، إِلَى قَوْلِهِ: {يَعْمَلُونَ} نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الَّتِي تَلِيهَا: {وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً [3]}".

ترجمہ: حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اگر تم (تمام) لوگ جہاد کیلئے نہیں نکلو گے تو تم کو اذیت ناک عذاب دے گا اور اہل مدینہ کو نہیں چاہئے کہ رسول کریم ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں یعنی آپ ﷺ کے ساتھ تمام لوگ جہاد کیلئے جائیں۔ یہ حکم اس آیت کریمہ سے منسوخ ہو گیا جو اسکے بعد آرہی ہے کہ ایک وقت میں تمام مسلمان (جہاد کیلئے) نہ نکلیں۔

---

[1] اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک (سورۃ التوبۃ ۳۹)

[2] نہ چاہیے مدینہ والوں کو اور ان کے گرد کے گنواروں کو کہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہیں زیادہ رسول کی جان سے یہ اس واسطے کہ جہاد کرنے والے نہیں پہنچتی ان کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے بدلے نیک عمل بیشک اللہ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنے والوں کا اور نہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے ان کے واسطے تاکہ بدلا دے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو کرتے تھے (سورۃ التوبۃ ۱۲۰-۱۲۱)

[3] اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے (سورۃ التوبۃ ۱۲۲)

شرح الحديث پہلی دونوں آیتوں میں نفیر عام کا حکم ہے، حضرت ابن عباسؓ فرمارہے ہیں اس حکم کو تیسری آیت نے آ کر منسوخ کر دیا، ابن عباسؓ کی اس رائے کو ان سے روایت کرنے والے ہماری اس سند میں عکرمہؒ ہیں، حسنؒ کی روایت بھی ان سے یہی ہے، اور بعض دوسرے حضرات نے ابن عباسؓ سے اسکے خلاف نقل کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بعض لوگوں کو جہاد میں جانے کیلئے متعین فرمایا دیا تھا، روایت کے الفاظ ہیں: حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ تو وہ لوگ جہاد میں نہیں نکلے، سو اس کے بارے میں یہ پہلی آیت نازل ہوئی إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا[1]، اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حضور تو حضور اگر امام المسلمین کسی جماعت کو متعین کر دے تو ان پر خروج واجب ہوتا ہے، لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں، اور وہ جو تیسری آیت ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً اس میں ایک عام قاعدہ اور ضابطہ کی بات بیان کی گئی ہے کہ یہ مناسب نہیں کہ کسی شہر کے سارے لوگ جہاد میں نکل کھڑے ہوں اور ان کے جانے کے بعد اس شہر میں کوئی مرد مومن باقی نہ رہے بلکہ چاہئے کہ بعض جہاد میں جائیں جن کو امام مقرر کرے اور بعض دوسرے وہاں ٹھہریں اھ بذل عن الطبری[2]۔
اس کے بعد حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ امام ابوداودؒ نے بھی یہاں ابن عباسؓ سے دو مختلف روایتیں ذکر کی ہیں پہلی وہ جس کو ان سے روایت کرنے والے عکرمہ ہیں، اور دوسری وہ جس کے راوی نجدة بن نفیع ہیں جو اس پہلی روایت کے بعد آرہی ہے، اس میں کوئی نسخ کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس کے ظاہر سے عدم نسخ معلوم ہو رہا ہے اھ[3]۔

٢٥٠٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ الْحَنَفِيِّ، حَدَّثَنِي نَجْدَةُ بْنُ نُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: {إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا} قَالَ: «فَأُمْسِكَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ وَكَانَ عَذَابَهُمْ».

ترجمہ حضرت نجدہ بن نفیع سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کریمہ کے متعلق دریافت کیا اگر تم لوگ جہاد کیلئے نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اذیت ناک عذاب دے گا (وہ) کیا عذاب ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عذاب یہی تھا کہ ان لوگوں پر بارش ہونا رک گئی (اور جس کے نتیجہ میں گرانی اور قحط سالی ہو گئی اور فاقہ کشی کی وجہ سے لوگ مرنے لگے) اور یہی ان کیلئے عذاب تھا۔

تخریج المستدرك على الصحيحين للحاكم (٢٥٠٤)، والطبري في "تفسيره" 134/10

---

[1] عن ابن عباس رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استنفر حيا من العرب فتثاقلوا، فنزلت: {إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا}. قال: "كان عذابهم حبس المطر عنهم" (سنن الكبرى للبيهقي ١٧٩٤٣ ـ ج ٩ ص ٨٢ ـ ٨٣)

[2] جامع البيان عن تأويل آي القرآن للطبري ـ ج ١١ ص ٤٦٢ ـ ٤٦٣، وبذل المجهود في حل أبي داؤد ـ ج ١١ ص ٤١٤ ـ ٤١٥

[3] بذل المجهود في حل أبي داؤد ـ ج ١١ ص ٤١٥

٢٠ - بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْقُعُودِ مِنَ الْعُذْرِ

عذر کی بنا پر جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت کا بیان

۲۵۰۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كُنْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَشِيَتْهُ السَّكِينَةُ، فَوَقَعَتْ فَخِذُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي، فَمَا وَجَدْتُ ثِقَلَ شَيْءٍ أَثْقَلَ مِنْ فَخِذِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: «اكْتُبْ» فَكَتَبْتُ فِي كَتِفٍ: { لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ } { وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ } إِلَى آخِرِ الْآيَةِ [1]، فَقَامَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى لَمَّا سَمِعَ فَضِيلَةَ الْمُجَاهِدِينَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ بِمَنْ لَا يَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. فَلَمَّا قَضَى كَلَامَهُ غَشِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّكِينَةُ فَوَقَعَتْ فَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي وَوَجَدْتُ مِنْ ثِقَلِهَا فِي الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ، كَمَا وَجَدْتُ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «اقْرَأْ يَا زَيْدُ» فَقَرَأْتُ: { لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ }، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: { غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ } الْآيَةَ كُلَّهَا، قَالَ زَيْدٌ: فَأَنْزَلَهَا اللَّهُ وَحْدَهَا، فَأَلْحَقْتُهَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُلْحَقِهَا عِنْدَ صَدْعٍ فِي كَتِفٍ.

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آپ پر ایک سکینہ نازل ہونا شروع ہو گئی (جو نزولِ وحی کی علامت تھی) اور آپ کی ران مبارک میری ران کے اوپر آگئی اور مجھ کو کبھی اس قدر بوجھ محسوس نہیں ہوا جس قدر کہ (مجھ پر) آپ کی ران کا بوجھ معلوم ہوا۔ پھر آپ کی یہ کیفیت ختم ہو گئی (یعنی وحی کے نازل ہونے کا سلسلہ پورا ہو گیا) تو آپ نے فرمایا کہ لکھو تو میں نے بکری کے شانے پر تحریر کیا: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں درجہ کے اعتبار سے مجاہدین اور گھروں میں بیٹھ جانے والے لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔ حضرت عبد اللہ بن مکتومؓ کھڑے ہو گئے اور وہ نابینا تھے جب انہوں نے جہاد کرنے والے حضرات کی فضیلت سنی تو عرض کیا یا رسول اللہ جو مؤمنین جہاد کی قوت نہیں رکھتے (یعنی معذور لوگ) ان کا کیا ہو گا؟ یہ کہنا تھا کہ حضور اکرم ﷺ پر ایک سکینہ نازل ہونا شروع ہو گئی (جو کہ نزولِ وحی کی علامت تھی) اور آپ کی ران مبارک، میری ران کے اوپر آگئی میں نے پھر اسی قدر وزن محسوس کیا جس قدر اس سے قبل محسوس کیا تھا۔ اسکے بعد آپ ﷺ پر وحی کا نازل ہونا موقوف ہو گیا۔ آپ

---

[1] لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا (ترجمہ: برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جنکو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں۔ سورۃ النساء ۹۵)

ﷺ نے فرمایا: اے زید! جو تم نے کہا تھا اس کو پڑھو میں نے آیت کریمہ: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الخ تلاوت کی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا (غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ) (مگر وہ لوگ جن کو کوئی عذر ہے) یعنی پوری آیت پڑھی۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں: اللہ نے یہ جملہ (یعنی غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ) علیحدہ نازل فرمایا لیکن اس کو میں نے اسکی جگہ لگا دیا اللہ تعالیٰ کی قسم گویا کہ میں اب اس ہڈی کے شگاف کو دیکھ رہا ہوں کہ جس جگہ میں نے وہ جملہ لکھا تھا۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۵۰۷) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۸٤/۵)

شرح الحدیث مضمون حدیث واضح ہے وہ یہ کہ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پر اچانک سکینہ اور سکون کی کیفیت طاری ہوئی جیسا کہ وحی کے وقت ہوتی تھی، اس وقت حضور ﷺ کی ران میری ران پر رکھی ہوئی تھی جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا تو آپ ﷺ کی اس ٹانگ کا بہت وزن مجھ کو محسوس ہوا، پھر جب وہ کیفیت آپ ﷺ کی ہٹ گئی (نزول وحی کے پورا ہو جانیکی وجہ سے) تو آپ ﷺ نے مجھے لکھنے کیلئے فرمایا تو میں نے کسی جانور کے شانہ کی ہڈی پر لکھا: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الی آخر، اس آیت میں مجاہدین کی فضیلت مذکور ہے، اور ابن ام مکتومؓ جو جہاد میں اپنے عذر کے وجہ سے شریک نہیں ہو سکتے تھے، انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ جو شخص جہاد کی طاقت نہیں رکھتا اس کا کیا حکم ہے؟ ان کے سوال کے بعد آپ ﷺ پر دوبارہ وحی والی کیفیت طاری ہوا اور پھر اس کیفیت کے ختم ہونے کے بعد حضور ﷺ نے پہلی آیت حضرت زیدؓ سے پڑھوائی تو آپ نے اس آیت میں غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کا اضافہ کرایا یعنی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مستقل وحی کے ذریعہ اس لفظ کا اضافہ فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُلْحَقِهَا عِنْدَ صَدْعٍ فِي كَتِفٍ: ملحق بمعنی جائے الحاق، اور صدع بمعنی شگاف، حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ واللہ جس جگہ میں نے ہڈی پر وہ لفظ لکھا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے وہاں ہڈی میں تھوڑی سی پھٹن تھی، اور وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے، اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ عمیٰ یعنی نابینا ہونا یہ جہاد میں شرکت سے عذر ہے، قال تعالیٰ: لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ [1]، أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي من حديث أبي اسحاق السبيعي عن البراء بن عازب بنحوه، قاله المنذري۔

۲۵۰۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَقَدْ تَرَكْتُمْ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ، وَلَا قَطَعْتُمْ مِنْ وَادٍ، إِلَّا وَهُمْ مَعَكُمْ فِيهِ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ يَكُونُونَ مَعَنَا، وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ؟ فَقَالَ: «حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ».

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے (ایک مرتبہ جہاد کے موقع پر) فرمایا تم لوگ مدینہ منورہ

---

[1] نہیں ہے اندھے پر کچھ تکلیف اور نہ لنگڑے پر تکلیف (سورۃ النور ۶۱)

میں ایسے لوگوں کو چھوڑ آئے جو کہ چلنے میں اور خرچہ کرنے میں اور وادی کو طے کرنے میں تم لوگوں کے ساتھ ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بھلا وہ لوگ کس طرح سے ان کاموں میں ہم لوگوں کے ساتھ ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ مدینہ منورہ میں ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو عذر نے جہاد سے روک دیا (تو گویا ایسے معذور افراد جہاد میں شریک مانے جائیں گے)۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۵۰۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/ ۱٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/ ۲۱٤)

شرح الحدیث: ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سفر جہاد میں اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک تم مدینہ میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ زمین میں چلنا اور کسی وادی کو قطع کرنا ہو یا خرچ کرنا ہو وہ لوگ ان سب چیزوں میں تمہارے شریک حال ہیں یعنی اجر و ثواب کے اعتبار سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ کہ چونکہ انکا یہ نہ آنا مجبوری اور عذر کی وجہ سے ہے، یعنی اگر انکو مجبوری در پیش نہ ہوتی تو وہ تمارے ساتھ ضرور آتے حسن نیت کی وجہ سے۔

معلوم ہوا اگر جہاد میں عملاً شرکت نہ ہو سکے تو کم از کم نیت ہی ہونی چاہئے، وهذا كما سبق من قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، والحديث أخرجه البخاري تعليقا، وأخرجه مسلم وابن ماجه عن جابر رضي الله تعالى عنه بنحوه قاله المنذري (ملخصاً)۔

۲۱ ـ بَابُ مَا يُجْزِئُ مِنَ الْغَزْوِ

ایسا عمل جو جہاد کی طرف سے کافی ہو جائے اس کا بیان

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ کون سا عمل جہاد کا بدل اور اس کے قائم مقام ہو سکتا ہے، حدیث الباب سے معلوم ہوا تجہیز غازی اور اسی طرح غازی کے اہل خانہ کی نگرانی اور خیر خبر قائم مقام جہاد کے ہے، یہ مضمون ابھی قریب میں بھی گزر چکا۔

۲۵۰۹ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا».

ترجمہ: حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کرے (خدمت کرے) تو بلاشبہ وہ بھی جہاد میں شریک ہوا اور جو شخص جہاد کرنے والے شخص کی عدم موجودگی میں اسکے اہل و عیال کی اچھی طرح سے خبر گیری کرے تو اس نے جہاد کا ثواب پایا (یعنی اسکو بھی غازی کے برابر اجر ملے گا)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٨٨) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٩٥) جامع الترمذي - فضائل الجهاد (١٦٢٨) جامع الترمذي - فضائل الجهاد (١٦٢٩) جامع الترمذي - فضائل الجهاد (١٦٣١) سنن النسائي - الجهاد (٣١٨٠) سنن النسائي - الجهاد (٣١٨١) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٠٩) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٧٥٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٥/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٦/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٧/٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٢/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٣/٥) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤١٩)

٢٥١٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْلَى الْمَهْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى بَنِي لَحْيَانَ وَقَالَ: «لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ» . ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: «أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ، كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الْخَارِجِ» .

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی لحیان کی جانب ایک لشکر روانہ فرمایا اور فرمایا کہ ہر دو شخص میں سے ایک شخص (جہاد کیلئے) نکلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد سے رہ جانے والے لوگوں سے فرمایا کہ اگر وہ جہاد کیلئے جانے والے کے گھر اور (اہل وعیال) کی اچھی طرح سے خبر گیری کرے گا تو اس شخص کو جہاد کیلئے نکلنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔

تخریج: صحيح مسلم - الإمارة (١٨٩٦) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥١٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩١/٣)

شرح الحدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں: چاہئے کہ ہر دو مردمیں سے ایک جہاد کیلئے نکلے، گویا ہر گھر یا ہر محلہ میں سے نصف آدمی جہاد میں جائیں اور نصف وہاں ٹھہریں، پہلی حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ خارج اور خالف بخیر دونوں کا اجر برابر ہے، اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خارج کیلئے پورا اجر اور خالف کیلئے نصف اجر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نصف سے مجموعہ اجر کا نصف مراد ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اس کیلئے اجر خارج کا نصف ہے، اور جب کسی چیز کو دو جگہ برابر برابر تقسیم کرنا ہوتا ہے تو وہاں تنصیف کی جاتی ہے، کذا فی البذل عن [1] الحافظ، والحدیث اخرجہ مسلم قالہ المنذری۔

٢٢ - بَابٌ فِي الْجُرْأَةِ وَالْجُبْنِ

بہادری اور بزدلی کا بیان

جہاد کے ابواب چل رہے ہیں جس کے لئے جرأت اور ہمت درکار ہے اسی مناسبت سے مصنف نے یہ باب قائم کیا۔

٢٥١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ

[1] قلت ونص الحديث يأبى هذا التوجيه لأن فيه تصريح بنصف أجر الخارج، نعم يجري هذا التوجيه في الحديث الذي مضى في كتاب الزكاة في باب تصدق المرأة من بيت زوجها فقد مر هذا التوجيه هناك فارجع إليه۔ (بذل المجهود — ج ١١ ص ٤٢٢، وفتح الباري — ج ٦ ص ٥٠)

مَرْوَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ انسان میں سب سے زیادہ دو عادتیں بُری ہیں: ① ایک عادت تو انتہائی کنجوسی کی ہے، ② دوسری عادت بزدلی ہے۔

تخریج سنن أبي داؤد-الجهاد (٢٥١١) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٣٠٢/٢) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٣٢٠/٢).

شرح الحديث حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کی بدترین خصلتوں میں سے ایک وہ شدت بخل ہے جو گھبرا دینے والا ہو، اور دوسری بدترین صفت وہ بزدلی ہے جس کی وجہ سے کلیجہ باہر کو آئے، اعاذنا الله تعالى من شح هالع وجبن خالع، بل من الجبن مطلقاً، وفي الحديث: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ [1]۔

٢٣ - بَابٌ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: { وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ }

ارشادِ باری تعالیٰ "اپنے نفوس کو ہلاکت میں نہ ڈالو" کی تفسیر کا بیان

مصنفؒ کی غرض اس باب سے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرنا ہے جس میں جہاد کی ترغیب دی گئی ہے اور ترک جہاد پر وعید ہے، ترک جہاد کے بارے میں ایک وعید اس سے پہلے بَابُ كَرَاهِيَةِ تَرْكِ الْغَزْوِ میں گزر چکی ہے اور اسی طرح آگے کتاب البیوع میں بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْعِينَةِ میں آرہی ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ» [2]۔

٢٥١٢ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، وَابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَسْلَمَ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ: غَزَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ نُرِيدُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ، وَعَلَى الْجَمَاعَةِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَالرُّومُ مُلْصِقُو ظُهُورِهِمْ بِحَائِطِ الْمَدِينَةِ، فَحَمَلَ رَجُلٌ عَلَى الْعَدُوِّ، فَقَالَ النَّاسُ: مَهْ مَهْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يُلْقِي بِيَدَيْهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: "إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَمَّا نَصَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ، وَأَظْهَرَ الْإِسْلَامَ قُلْنَا: هَلُمَّ نُقِيمُ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحُهَا". فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: { وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [3] } فَالْإِلْقَاءُ بِالْأَيْدِي إِلَى التَّهْلُكَةِ أَنْ نُقِيمَ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحَهَا وَنَدَعَ الْجِهَادَ". قَالَ أَبُو عِمْرَانَ: «فَلَمْ يَزَلْ أَبُو أَيُّوبَ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى دُفِنَ بِالْقُسْطَنْطِينِيَّةِ».

---

① عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ (صحيح البخاري - كتاب الدعوات - باب التعوذ من أرذل العمر ٦٠١٠)

② سنن أبي داؤد - كتاب البيوع - باب في النهي عن العينة ٣٤٦٢

③ اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں (سورة البقرة ١٩٥)۔

ترجمہ: حضرت اسلم ابی عمران سے روایت ہے کہ ہم لوگ مدینہ منورہ سے جہاد کیلئے نکلے اور ہمارا ارادہ قسطنطنیہ کا تھا اور مسلمانوں کی جماعت کے امیر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے رومی (کفار) شہر کی دیوار سے پشت لگائے ہوئے تھے (یعنی ہم لوگوں کی آمد کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے اور ہم پر حملہ کے منتظر تھے) کہ اتنے میں ہم لوگوں میں سے ایک شخص نے دشمن پر اچانک حملہ کر دیا لوگوں نے کہا کہ چھوڑو چھوڑو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ تم اپنی جان کو ہلاکت (وبربادی) میں ڈالتے ہو۔ اس وقت حضرت ابو ایوبؓ نے کہا کہ یہ آیت کریمہ تو اے انصار کی جماعت! ہم لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی مدد فرمائی اور دین اسلام کو غلبہ عطا فرمایا تو ہم لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ (اب جہاد کی کیا ضرورت ہے؟) اپنے اموال میں رہیں اور ان کو درست کریں جہاد چھوڑ دیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ نازل فرمائی یعنی اے لوگوں اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ جانوں کا ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ اپنے مالوں میں مشغول رہیں اور اسی کے فکر میں لگے رہیں اور جہاد ترک کر دیں۔ ابو عمران نے بیان کیا کہ پھر ابو ایوب راہِ الٰہی میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ میں مدفون ہوئے۔

تخریج: جامع الترمذي–تفسير القرآن (٢٩٧٢) سنن أبي داؤد–الجهاد (٢٥١٢)

شرح الحدیث: ابو عمران کہتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئے اور ہماری جماعت پر امیر خالد بن الولیدؓ کے صاحبزادہ عبدالرحمن تھے، اور لڑائی کے وقت دشمن یعنی اہل روم حائط المدینہ یعنی قسطنطنیہ کی شہر پناہ سے اپنی کمریں ملائے ہوئے تھے، ابھی تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی مسلمانوں میں سے ایک شخص مرد مجاہد نے حملہ کی پہل کی (یعنی حملہ کرنے میں سبقت کی دوسرے لوگ ابھی سوچ ہی میں تھے) تو اس کے حملہ کرنے پر مسلمان بولے مَهْ مَهْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، کہ رک رک، کیا کر رہا ہے، اپنے آپ کو اپنی ہلاکت میں ڈال رہا ہے، حضرت ابو ایوب انصاریؓ وہاں موجود تھے ہی وہ فوراً بولے اور روکنے والوں پر نکیر کی اور جس آیت سے روکنے والوں نے گویا استدلال کیا تھا انہوں نے اسکی صحیح تفسیر اور شان نزول بیان فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل یہ آیت ہمارے یعنی انصارؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، وہ یہ کہ جب اسلام پھیل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو غلبہ عطاء فرما دیا تو ہم لوگوں نے سوچا کہ اب ہمیں اپنی کھیتی باڑی کی خبر لینی چاہئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، پس اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم اپنی کھیتی باڑی میں مشغول ہو کر جہاد کو چھوڑ دیں نہ یہ کہ جو تم سمجھ رہے ہو اور حملہ کرنے والے کو روک رہے ہو، آگے راوی کہتا ہے، کہ اس کے بعد ابو ایوب انصاریؓ اس غزوہ میں لڑتے رہے حتی کہ وفات پا کر وہیں حدود قسطنطنیہ میں دفن کئے گئے رضی اللہ عنا وعنہ۔

اس حدیث میں جس غزوہ کا ذکر ہے یہ وہی غزوہ ثانیہ ہے غزوۃ البحر میں سے جس کا ذکر ابھی قریب میں گزرا ہے، جس کے بارے یہ گزر چکا کہ اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا، اور یہاں روایت میں عبدالرحمن بن خالد بن الولید کے بارے میں ہے کہ وہ امیر تھے اور حضرتؒ نے بذل المجہود میں تاریخ طبری سے مزید برآں یہ نقل کیا ہے: وعلی أهل مصر عقبة بن عامر، وعلی

أهل الشام فضالة بن عبيد، اور ایک میں یہ ہے وعلی الجماعة عبد الرحمن بن خالد، دراصل مختلف ملکوں کے اعتبار سے یہ امارت ہے اہل مدینہ کی جماعت کے امیر عبد الرحمن بن خالد ابن الولید تھے، اور امارت عامہ پورے لشکر کی وہ یزید بن معاویہ کیلئے تھی [1]۔

فائدہ: فتح قسطنطنیہ کا ذکر کتاب الفتن میں إشراط الساعة کے ذیل میں بھی حدیث میں آیا ہے، چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمَى، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ»، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وَالْقُسْطَنْطِينِيَّةُ هِيَ مَدِينَةُ الرُّومِ تُفْتَحُ عِنْدَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ، وَالْقُسْطَنْطِينِيَّةُ قَدْ فُتِحَتْ فِي زَمَانِ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اهـ [2]، امام ترمذیؒ کا اشارہ اسی فتح کی طرف ہے جو حدیث الباب میں مذکور ہے جس کو فرمارہے ہیں بعض صحابہ کے زمانہ میں فتح ہو چکی، لیکن حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں گو وہ فتح ہوا لیکن وہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہوسکی بلکہ ان کے ساتھ اداء جزیہ پر مصالحت ہوگئی، حاشیہ کوکب میں حضرت شیخ لکھتے ہیں کہ اس پہلی فتح کے بعد روم دوبارہ اس پر قابض ہوگئے پھر ایک بڑے عرصہ کے بعد ۸۵۷ھ میں مسلمانوں نے اسکو دوبارہ فتح کیا، تقریباً پچاس روز تک مسلمان اسکا محاصرہ کئے رہے، پھر مسلمانوں کو بڑی شاندار اور نمایاں فتح حاصل ہوئی جس میں بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا اھ [3]، یہ نام دو طرح ضبط کیا گیا ہے: قسطنطينة طاء ثانیہ کے بعد یائے تحتانیہ پھر نون، قال النووي: وهو المشهور، دوسرا یہ کہ نون کے بعد پھر یائے مشددہ قسطنطينية، والحديث أخرجه الترمذي والنسائي قاله المنذري ملخصاً۔

٢٤ ـ بَابٌ فِي الرَّمْيِ

تیر اندازی کی فضیلت کے بیان میں

٢٥١٣ ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَّامٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ. صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ. وَارْمُوا، وَارْكَبُوا، وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا. لَيْسَ مِنَ اللَّهْوِ إِلَّا ثَلَاثٌ: تَأْدِيبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتُهُ أَهْلَهُ، وَرَمْيُهُ بِقَوْسِهِ وَنَبْلِهِ. وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ. فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا «. أَوْ قَالَ» كَفَرَهَا".

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ در حقیقت اللہ ایک تیر کی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١١ ص ٤٢٥

[2] جامع الترمذي - كتاب الفتن - باب ما جاء في علامات خروج الدجال ٢٢٣٨-٢٢٣٩

[3] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ١٥٨

وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ ایک تو اس کے بنانے والے کو جو کہ اپنے پیشے میں اللہ سے اجر کی توقع رکھے دوسرے (میدانِ جہاد میں) تیر پھینکنے والے کو اور تیسرے تیر انداز کے ہاتھ میں تیر دینے والے کو پس تم لوگ تیر اندازی کرو اور گھوڑوں پر سواری کرو (یعنی تیر پھینکنا سیکھو اور گھڑ سواری سیکھو) لیکن مجھ کو سواری کی بہ نسبت تیر اندازی زیادہ پسند ہے۔ دین میں کوئی کھیل نہیں مگر (تین قسم کے کھیل) ایک تو انسان کا اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا اور اپنی بیوی سے کھیل کود اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا (یعنی تیر اندازی میں لگے رہنا) اور جو شخص تیر پھینکنا اس سے بیزار ہو کر چھوڑ دے تو بے شک وہ تیر اندازی ایک قسم کی نعمت تھی جس کو اس نے چھوڑ دیا یا فرمایا اس نے کفرانِ نعمت کیا یعنی ناشکری کی۔

تخریج: صحيح مسلم - الإمارة (١٩١٩) سنن النسائي - الخيل (٣٥٧٨) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥١٣) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨١٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤٦) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤٨) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤٠٥)

شرح الحديث: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: یعنی اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں: ① تیر بنانے والا کاریگر جو اس کے بنانے میں خیر و ثواب کی نیت رکھے، ② دوسرے تیر چلانے والے کو، ③ تیسرے منبل کو یعنی تیر عطا کرنے والا، نبل تیر کو کہتے ہیں، خواہ وہ عطا کرنے والا اپنی ملکیت سے دے، یا ترکش میں سے نکال کر دے، اور منبل سے مراد وہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہاں نشانہ پر تیر جا کر گرا ہے کوئی شخص اسکو وہاں سے اٹھا کر تیر چلانے والے کو پکڑا دے۔

وَارْمُوا، وَارْكَبُوا: یعنی جہاد کی تیاری کیلئے تیر اندازی کا فن بھی سیکھو اور شہ سواری بھی اور یہ کہ تم تیر اندازی میں مہارت حاصل کرو میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت رکوب میں مہارت حاصل کرنے کے (اسلئے کہ رمی کا نفع زیادہ عام ہے بہ نسبت رکوب کے)، پھر آگے ارشاد ہے کہ لہو ولعب کی کوئی قسم مباح نہیں سوائے تین قسموں کے، ایک تادیب فرس یعنی گھوڑے کی تمرین اور اس کی اصلاح (تاکہ وہ سواری کے قابل ہو سکے) اور اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا، اور تیسرے تیر اندازی کرنا، اس تیر اندازی سے مراد وہ تیر اندازی ہے جو نشانہ بازی کی مشق کے طور پر کی جاتی ہے، یعنی نشانہ بازی سیکھنا۔ والحديث أخرجه النسائي، وأخرجه مسلم مختصراً (المنذري ملخصاً)۔

٢٥١٤ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ ثُمَامَةَ بْنِ شُفَيٍّ الْهَمْدَانِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: { وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ [1] }، «أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ».

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر الجہنیؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: (اللہ

[1] اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے (سورۃ الأنفال ٦٠)

پاک نے فرمایا) کفار سے جنگ کرنے کیلئے جس قدر تم لوگوں میں طاقت ہو تیاری کرو۔ (اسکی تفسیر میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا) آگاہ ہو جاؤ طاقت سے مراد تیر اندازی ہے خبر دار طاقت سے مراد تیر اندازی ہے طاقت سے مراد تیر اندازی ہے۔

تخريج: صحيح مسلم - الإمارة (١٩١٧) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠٨٣) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥١٤) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨١٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٧/٤) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤٠٤)

شرح الحديث: {وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ} أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ: اس کو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، یعنی اللہ تعالیٰ جو فرما رہے ہیں کفار سے مقابلہ کیلئے تیاری کرو جہاں تک ہو سکے، اس تیاری سے مراد تیر اندازی ہے یعنی اس میں آدمی کو خوب مہارت حاصل کرنی چاہئے، یعنی قوت کا ایک خاص اور اہم رکن یہ ہے، مراد انحصار نہیں ہے، کما في قوله الحج عرفة والندم توبة ویسے اسکی تفسیر میں بذل میں تفسیر کبیر سے تین چار قول ذکر کئے ہیں، بذل، میں لکھا ہے کہ آیت دال ہے اس بات پر کہ جہاد کیلئے استعداد اور تیاری، تیر اندازی اور استعمال اسلحہ تعلیم فروسیت کے ذریعہ فرض ہے لیکن فرض کفایہ [1] والحديث أخرجه مسلم وابن ماجه قاله المنذري۔

٢٥ - بَابٌ فِي مَنْ يَغْزُو وَيَلْتَمِسُ الدُّنْيَا

جو شخص جہاد کے ذریعے دُنیا تلاش کرے

٢٥١٥ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "الْغَزْوُ غَزْوَانِ: فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللَّهِ، وَأَطَاعَ الْإِمَامَ، وَأَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ، وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ، وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ، فَإِنَّ نَوْمَهُ وَنُبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ، وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً، وَعَصَى الْإِمَامَ، وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ".

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جہاد دو قسم کا ہے: ① ایک تو وہ جہاد جو رضائے الٰہی کے لئے کیا جاتا ہے اور اس میں امام کی اتباع کی جاتی ہے اور اس میں (راہِ الٰہی میں) اپنی جان اور مال خرچ کرے اور ساتھی کے ساتھ اچھائی اور نرمی کا معاملہ رکھے اور شر و فساد سے پرہیز کرے تو ایسے مجاہد کا سونا جاگنا سب عبادت ہے ② اور جو شخص جہاد اپنی بڑائی کے اظہار اور اپنا رتبہ دکھانے اور سنانے کیلئے کرے اور اپنے امیر کی نافرمانی کرے اور زمین میں شر و فساد پھیلائے تو ایسے آدمی کو کچھ بھی نہ ملے گا۔

تخريج: سنن النسائي - الجهاد (٣١٨٨) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥١٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٤/٥) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤١٧)

---

[1] مفاتيح الغيب للرازي - ج ١٥ ص ١٩١ - ١٩٢، وبذل المجهود في حل أبي داؤد - ج ١١ ص ٤٢٩

شرح الحديث: یعنی غزوہ کی دو قسمیں ہیں غازی کے لحاظ سے، پس جس شخص کی غرض غزوہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو، اور امام کی بھی وہ فرمانبرادری کرے اور اپنی محبوب چیز یعنی نفس اور مال کو خرچ کرے اور اپنے ساتھی کے ساتھ نرم معاملہ رکھے (یاسر ماضی کا صیغہ ہے بروزن قاتل، جس کا مصدر الیاسرۃ ہے یعنی مساہلہ نرم برتاؤ) اور جھگڑے اور فساد سے پرہیز کرے تو ایسے غازی کا سونا اور جاگنا سب کا سب موجب اجر ہے، آگے حدیث میں اسکا مقابل مذکور ہے جسکے بارے میں یہ ہے فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ کہ ایسا غازی برابر سرابر بھی نہیں لوٹتا، یعنی جیسا گیا تھا ویسا ہی آجائے یہ بھی نہیں بلکہ اپنا نقصان کر کے لوٹا، والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

٢٥١٦- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ مِكْرَزٍ، رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا أَجْرَ لَهُ». فَأَعْظَمَ ذَلِكَ النَّاسُ، وَقَالُوا لِلرَّجُلِ: عُدْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تُفَهِّمْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا. فَقَالَ: «لَا أَجْرَ لَهُ». فَقَالُوا: لِلرَّجُلِ عُدْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: الثَّالِثَةَ. فَقَالَ لَهُ: «لَا أَجْرَ لَهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے ایک شخص نے خدمتِ نبوی میں عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کا ارادہ رکھتا ہے حالانکہ وہ شخص دنیاوی مال و متاع چاہتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو کوئی ثواب نہیں ملے گا تو صحابہ کرامؓ نے یہ بات بہت بڑی سمجھی اور اس شخص سے کہا تم حضور ﷺ سے پھر دریافت کرو شاید تم حضور ﷺ کو یہ بات اچھی طرح نہیں سمجھا سکے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص راہِ الٰہی میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ اس سے دنیا کے مال و اسباب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو کسی قسم کا ثواب نہیں ملے گا پھر تیسری بار لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تم پھر اس کو حضور اکرم ﷺ سے دریافت کرو۔ اس شخص نے تیسری بار آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: اس شخص کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٦/٢)

شرح الحديث: آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جو شخص جہاد میں جائے اور حال یہ ہے کہ وہ دنیوی مال و متاع کا بھی طالب ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَا أَجْرَ لَهُ، پس لوگوں نے آپ ﷺ کے اس جواب کو بہت عظیم اور بھاری جانا یعنی یہ بات بہت سخت ہے، ان کو اسکا یقین نہیں آیا کہ حضور ﷺ کی مراد یہی ہے بلکہ یہ خیال کیا کہ سائل نے ٹھیک سے سوال نہیں کیا اور اپنی بات آپ کو سمجھائی نہیں اسی لئے آپ ﷺ نے ایسا جواب فرمایا، لہٰذا لوگوں نے اس سائل سے کہا کہ تو حضور ﷺ سے دوبارہ سوال کر اچھی طرح سمجھا کر، چنانچہ اس نے پھر دوبارہ سوال کیا، آپ ﷺ نے اس بار بھی وہی جواب ارشاد فرمایا،

لوگوں نے اس پر اصرار کیا کہ ایک بار اور سوال کر، اس نے تیسری مرتبہ سوال کیا آپ ﷺ نے اس مرتبہ بھی وہی جواب دیا، حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ سائل کے سوال میں دو احتمال ہیں: ① ایک یہ کہ ایک شخص صورۃً جہاد میں جا رہا ہے اور جہاد کے نام پر گھر سے نکلا ہے لیکن مقصود اصلی اس کا دنیا کمانا ہے، ② دوسرا احتمال یہ کہ مقصود تو جہاد ہی ہے لیکن ساتھ ہی حصول مال کی نیت بھی ہے، پہلی صورت میں حضور کے کلام میں نفی مطلق ثواب کی ہوگی، اور دوسرے احتمال میں نفی کمال اجر کی ہوگی اھ[1]۔

٢٦ ـ بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا

جو دین الٰہی کو بلند کرنے کی نیت سے قتال کرے اس کے بیان میں

٢٥١٧ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَيُقَاتِلُ لِيُحْمَدَ، وَيُقَاتِلُ لِيَغْنَمَ، وَيُقَاتِلُ لِيُرِيَ مَكَانَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَاتَلَ حَتَّى تَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ أَعْلَى، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ایک شخص اپنی شہرت حاصل کرنے کیلئے لڑتا ہے اور ایک شخص اپنی تعریف (اور نام و نمود) کیلئے جنگ کرتا ہے اور ایک شخص مالِ غنیمت ہاتھ لگنے کیلئے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے تاکہ وہ اپنی بہادری دکھائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس وجہ سے لڑتا ہے کہ دینِ الٰہی بلند ہو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے (وہ شخص جہاد کے ثواب کا مستحق ہے)۔

٢٥١٨ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ أَبِي وَائِلٍ، حَدِيثًا أَعْجَبَنِي فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: عمر بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو وائل سے مذکورہ بالا حدیث جیسی حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١٢٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٥٥) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٥٨) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٢٠) صحيح مسلم - الإمارة (١٩٠٤) جامع الترمذي - فضائل الجهاد (١٦٤٦) سنن النسائي - الجهاد (٣١٣٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥١٧) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٧٨٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٧/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤٠٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤٠٥/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤١٧/٤)

شرح الأحاديث: عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَيُقَاتِلُ لِيُحْمَدَ، وَيُقَاتِلُ لِيَغْنَمَ، وَيُقَاتِلُ لِيُرِيَ مَكَانَهُ: یری مضارع معروف کا صیغہ ہے اراءۃ سے، بمعنی دکھانا، اور مکان

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١١ ص ٤٣٣ ـ ٤٣٤

کے معنی منزلت اور مرتبہ، یعنی قتال کرتا ہے تاکہ اپنی شجاعت اور بہادری کا مرتبہ لوگوں کو دکھلائے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص قتال اسلئے کرے تاکہ کلمۃ اللہ بلند ہو، یہ قتال دراصل اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور صحیح معنی میں جہاد ہے، بذل میں حافظؒ سے نقل کیا ہے کہ کلمۃ اللہ سے مراد دعوۃ اللہ إلى الإسلام ہے، اور عینیؒ شرح بخاری میں اس پر اضافہ ہے: وقيل: هي قوله: لا إله إلا الله[1] ہے۔

اخلاص فی العمل کے مراتب: پھر علامہ عینیؒ نے ما یستفاد من الحدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت کے معتبر ہونے کیلئے اخلاص شرط ہے، پس جس شخص کے عمل کا باعث صرف دنیوی ہو تو ایسے شخص کے عمل کے باطل ہونے میں تو کوئی شک نہیں، اور جس شخص کے عمل کا منشا دونوں ہوں دینی بھی اور دنیوی بھی، پس اگر باعث دینی اقویٰ ہو اس صورت میں جمہور کے نزدیک وہ عمل معتبر ہے، اور حارث محاسبی کی رائے یہ ہے کہ یہ عمل بھی باطل ہے حدیث الباب سے استدلال کرتے ہوئے اور تیسری رائے اس میں محمد بن جریر طبری کی ہے کہ اگر عمل کی ابتداء اور بناء اخلاص کے ساتھ ہو تو وہ معتبر ہے بعد میں اگر اس میں عجب وغیرہ دنیوی غرض طاری ہو جائے تو مضر نہیں، اھ[2]۔

دعوۃ اللہ إلى الإسلام اس لئے کہا کہ دراصل اسلام کی طرف دعوت دینے والے اور لوگوں کو بلانے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں لیکن براہ راست نہیں بلکہ علی لسان الأنبیاء انبیاء کو اللہ تعالیٰ اسی لئے مبعوث فرماتے ہیں وفي التنزيل العزيز: وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا إِلٰى دَارِ السَّلٰمِ[3]۔

٢٥١٩ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَضَّاحِ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ حَنَانِ بْنِ خَارِجَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْجِهَادِ وَالْغَزْوِ؟ فَقَالَ: «يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، إِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، بَعَثَكَ اللهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَإِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا، يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، عَلَى أَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ، أَوْ قُتِلْتَ بَعَثَكَ اللهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے جہاد کے بارے میں مطلع فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اگر تم جنگ کرو اس حال میں کہ تم صبر کرنے والے اور ثواب کی امید رکھنے والے ہو تو ثواب اور صبر کی فضیلت پر اللہ پاک تمہیں روز قیامت اٹھائیں گے اور اگر تم دکھلاوے اور دنیا طلبی کے لئے لڑوگے تو اللہ تعالیٰ تجھے ریاکاری اور طلب دنیا کی صفت پر اٹھائے گا۔ اے عبد اللہ بن عمرو! تم جس حالت پر لڑوگے یا قتل

---

[1] فتح الباري — ج٦ ص٢٨، وعمدة القاري — ج٢ ص١٩٧، وبذل المجهود — ج١١ ص٤٣٥

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج٢ ص١٩٧

[3] اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف (سورۃ یونس ٢٥)

کئے جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اسی حالت پر اٹھائیں گے۔

٢٧ ـ بَابٌ فِي فَضْلِ الشَّهَادَةِ

فضیلتِ شہادت کے بیان میں

٢٥٢٠ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَأْكَلِهِمْ، وَمَشْرَبِهِمْ، وَمَقِيلِهِمْ، قَالُوا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا، أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ، وَلَا يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ، فَقَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ". قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ: {وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غزوۂ احد کے روز جو تمہارے بھائی شہید کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں داخل کر دیا وہ جنت کی نہروں پر اترتی ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں اور سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے سائے میں ہیں۔ جب ان شہداء نے اپنے کھانے پینے اور آرام وسکون کی خوشی حاصل کی تو انہوں نے کہا کہ کون شخص ہے جو کہ ہم لوگوں کی جانب سے ہمارے بھائیوں کو یہ اطلاع پہنچادے کہ ہم لوگ جنت میں زندہ ہیں ہمیں روزی ملتی ہے تاکہ وہ لوگ بھی جنت کے حاصل کرنے میں بے توجہی نہ کریں اور جہاد کے وقت سستی نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو میں تمہاری خبر پہنچادوں گا پس اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ راہِ الٰہی میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں پروردگار کے پاس ان کو کھانے کھلائے جاتے ہیں۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٢٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٦٦) المستدرك للحاكم - الجهاد (٢٤٤٤) شعب الإيمان للبيهقي - الجهاد (٣٩٣٥) السنن الكبرى للبيهقي - السير (١٨٥٢٠) الجهاد لابن أبي عاصم (٥٢) دلائل النبوة للبيهقي (٣/٣٠٤)

شرح الحدیث اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحابؓ کو خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ نے جو معاملہ شہداء احد کے ساتھ کیا تھا اس کو بیان فرمایا ہے، اور حضور ﷺ نے صحابہؓ سے اس چیز کا ذکر خود ان شہداء احد ہی کی چاہت اور فرمائش پر کیا ہے جیسا کہ آگے حدیث کے ترجمہ سے معلوم ہوگا بہر حال آپ ﷺ یہ فرمارہے ہیں کہ جو لوگ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو جنت کے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا تاکہ وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سیر کرتے پھریں، اس کے پھلوں سے منتفع ہوں، اور وہ پرندے ایسے ہیں جن کے قیام کی جگہ بہت خوشنما سونے کے قندیل ہیں جو عرش

کے نیچے آویزاں ہیں، آگے حدیث میں ہے کہ جب ان شہداء احد نے یعنی ان کی ارواح نے وہاں جنت میں کھانے پینے اور آرام کرنے، ہر طرح کی سہولت اور خوشگوار حالت دیکھی تو ان کا یہ جی چاہا کہ ہماری اس خوشحالی وخوش عیشی کی خبر ہمارے بھائیوں تک کون پہنچائے یعنی جو ابھی تک دنیا میں ہیں تا کہ وہ لوگ جہاد اور قتال فی سبیل اللہ، جس کی بدولت ہمیں یہ خوشحالی اور نیک انجامی نصیب ہوئی ہے اس میں سستی اور بے رغبتی نہ کریں جب ان شہداء کے دل میں یہ خیال آیا، جنت میں ہوتے ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہاری یہ بات ان تک میں پہنچا دیتا ہوں، یعنی تمہارے نبی کے ذریعہ، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمادی: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ [1] ۔

حدیث سے ملحدین کا استدلال اور اسکا جواب: اس حدیث سے بعض ان ملحدین نے جو تناسخ اور انتقال ارواح کے قائل ہیں (جسکو آواگون اور جنم بدلی بھی کہتے ہیں) جسکا حاصل یہ ہے کہ ثواب وعقاب صرف انتقال ارواح کا نام ہے اگر آدمی نیکوکار ہے اسکی روح کو کسی اچھے جانور کی شکل میں دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے اور بدکار کی روح کو کسی برے جانور کی شکل میں دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے، یعنی وہ عقیدہ جو اہل اسلام کے نزدیک قطعاً باطل ہے اس کا علماء حقہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں یعنی جَعَلَ اللَّهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ، میں شراح نے دو احتمال لکھے ہیں: ① ایک یہ کہ جنتی پرندوں کے اندر ان کے پیٹ میں ان ارواح کو محفوظ کرنا مراد ہے جیسے کوئی چیز ڈبہ میں محفوظ کر دی جاتی ہے، ② دوسرا احتمال یہ کہ ان ارواح کو ان پرندوں کے جسم کے اندر پھونکا جاتا ہے جس سے وہ جاندار ہو جاتے ہیں، اگر احتمال اول کو لیا جائے تب تو تناسخ سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہوا اور کوئی اشکال کی بات ہی نہیں، اور اگر احتمال ثانی کو اختیار کیا جائے تو اس میں گو انتقال روح من بدن الی بدن ہے لیکن اس عالم میں نہیں بلکہ عالم آخرت میں، لہٰذا استدلال بے محل ہے، کیونکہ وہ ملحدین آخرت کے قائل ہی نہیں۔ والحديث أخرجه أحمد، والطبري في التفسير، والحاكم في المستدرك، وزاد في الدر المنثور هناد وعبد بن حميد، وابن المنذر والبيهقي في الدلائل، وأخرجه مسلم معناه (ملخصاً من المنذري وأحمد شاكر)۔

٢٥٢١ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، حَدَّثَتْنَا حَسْنَاءُ بِنْتُ مُعَاوِيَةَ الصَّرِيمِيَّةُ، قَالَتْ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فِي الْجَنَّةِ؟ قَالَ: «النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْوَئِيدُ فِي الْجَنَّةِ».

ترجمہ: حسناء بنت معاویہؓ نے اپنے چچا اسلم بن سلیم سے روایت کی کہ اسلم بن سلیم کہتے ہیں کہ میں نے حضور

---

[1] اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں انکی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے انکے پاس انکے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ انکو غم (سورۃ آل عمران ۱۶۹-۱۷۰)

اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ جنت میں کون شخص ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں نبی ہوں گے اور شہید ہوں گے اور نومولود بچے اور زندہ در گور کی گئی (بچیاں) ہوں گی۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٢١) مسند أحمد - اول مسند البصريين (٥٨/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠٩/٥)

شرح الحدیث آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جنت میں کون کون جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نبی، مراد جنس ہے یعنی انبیاء اور شہید، اس سے مراد مؤمن ہے کما قال اللہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ [1]، وہ جنت میں ہے اور مولود جنت میں، اس سے مراد ہر وہ بچہ جو بلوغ اور حنث سے پہلے وفات پا جائے اور فرمایا آپ ﷺ نے وئید جنت میں ہوگا یعنی جس کو زندہ در گور کیا گیا ہو۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر وہ بچہ مراد ہے جو قریب العہد من الولادت ہو، خواہ اولاد مسلمین سے ہو یا کفار سے اھ من البذل [2]، میں کہتا ہوں، اولاد کفار کا مسئلہ مشہور اختلافی ہے، سنن ابوداود کی اخیر میں کتاب شرح السنة کے ذیل میں بَابٌ فِي ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ کے عنوان سے آرہا ہے، اس حدیث میں وئید کو جنتی کہا گیا ہے اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جو آگے خود اسی کتاب میں آرہی ہے: اَلْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُوْدَةُ فِي النَّارِ [3]، اسکا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ الموءودة کا صلہ محذوف ہے، مراد اس سے موؤدۃ لھا ہے جس سے مراد موؤدہ کی ماں ہے، لہذا وائدہ یعنی قابلہ (دایہ) جسطرح وہ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں جائے گی، یعنی زندہ دفن کرنے والی، اسی طرح الموؤدۃ لھا یعنی جس کیلئے اور جس کے حکم سے اسکو زندہ در گور کیا گیا ہے یعنی اس بچی کی ماں کافرہ، وہ بھی جہنم میں جائے گی۔

٢٨ - بَابٌ فِي الشَّهِيدِ يُشَفَّعُ

شہید کی شفاعت قبول کی جائے گی

٢٥٢٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ الذِّمَارِيُّ، حَدَّثَنِي عَمِّي نِمْرَانُ بْنُ عُتْبَةَ الذِّمَارِيُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ الدَّرْدَاءِ وَنَحْنُ أَيْتَامٌ، فَقَالَتْ: أَبْشِرُوا، فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُشَفَّعُ الشَّهِيدُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ»، قَالَ أَبُو دَاوُد: «صَوَابُهُ رَبَاحُ بْنُ الْوَلِيدِ».

ترجمہ حضرت نمران بن عتبہ الذماری سے روایت ہے کہ ہم لوگ ام درداءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم یتیم تھے۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگ خوش ہو جاؤ میں نے حضرت ابو الدرداءؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے

---

[1] اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر وہی ہیں سچے ایمان والے اور لوگوں کا احوال بتلانے والے اپنے رب کے پاس (سورة الحديد ١٩)

[2] شرح الطيبي على مشكاة المصابيح — ج٨ ص ٢٦٦٢، بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١٢ ص ٦

[3] سنن أبي داؤد - كتاب السنة - باب في ذراري المشركين ٤٧١٧

ارشاد فرمایا شہید کی شفاعت اس کے خاندان کے ستر لوگوں کیلئے قبول کی جائے گی۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ صحیح (لفظ) رباح بن ولید ہے۔ (یحییٰ بن حسان نے غلطی کر کے ان کا نام ولید بن رباح نقل کیا تھا)۔

شرح الحدیث یعنی شہید کی سفارش پر اسکے گھرانے کے ستر لوگوں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

۲۹۔ بَابٌ فِي النُّورِ يُرَى عِنْدَ قَبْرِ الشَّهِيدِ

شہید کی قبر پر نور برستا نظر آتا ہے

۲۵۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرَى عَلَى قَبْرِهِ نُورٌ».

ترجمہ اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب (حبش کے بادشاہ) نجاشی کی وفات ہو گئی تو ہم لوگ آپس میں کہتے تھے کہ ان کی قبر پر ہمیشہ نور کی بارش ہوتی ہے۔

شرح الحدیث حدیث الباب میں ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب شاہ حبشہ حضرت نجاشیؓ کا انتقال ہو گیا، دفنا دیئے گئے تو ہم لوگوں میں بہت روز تک یہ بات مشہور رہی کہ ان کی قبر پر ایک نور اور روشنی دکھائی دیتی تھی۔

اس حدیث کو بظاہر ترجمہ سے مطابقت نہیں اس لئے کہ نجاشی تو شہید نہیں ہوئے تھے، پس ہو سکتا ہے وہ شہید حکمی ہوں، ان نجاشی کا ذکر اور کچھ حال ہمارے یہاں کتاب الطہارۃ کے مَسح علی الخفین کے باب میں گزر چکا ہے۔

۲۵۲۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رُبَيِّعَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ قَالَ: آخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، فَقُتِلَ أَحَدُهُمَا، وَمَاتَ الْآخَرُ بَعْدَهُ بِجُمُعَةٍ، أَوْ نَحْوِهَا، فَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا قُلْتُمْ؟» فَقُلْنَا: دَعَوْنَا لَهُ، وَقُلْنَا: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَأَيْنَ صَلَاتُهُ بَعْدَ صَلَاتِهِ، وَصَوْمُهُ بَعْدَ صَوْمِهِ؟ - شَكَّ شُعْبَةُ فِي صَوْمِهِ - وَعَمَلُهُ بَعْدَ عَمَلِهِ، إِنَّ بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ».

ترجمہ حضرت عبید بن خالد سلمی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا تھا ان میں سے ایک تو (راہ الٰہی میں) مار دیا گیا اور دوسرا تقریباً ایک ہفتہ یا ایسے ہی کچھ وقت کے بعد انتقال کر گیا۔ ہم لوگوں نے اس شخص پر نماز پڑھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے (اسکے حق میں) کیا کہا؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے اس کیلئے دعا کی اور ہم نے کہا کہ اے اللہ! اس شخص کی مغفرت فرما دیجئے اور ان کو اپنے ساتھی سے (یعنی جو کہ جہاد میں پہلے شہید کیا جا چکا تھا ان سے) ملا دیجئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم نے یہ کیا بات کہہ دی؟) کہ اس شخص کی نمازیں کہاں گئیں جو کہ اس نے اپنے ساتھی کے شہید ہونے کے بعد پڑھیں؟ اور اس شخص کے روزے کہاں چلے گئے جو کہ اس نے اپنے

ساتھی کے بعد رکھے شعبہ نے روزوں کے بارے میں شک کیا اور اس شخص کے اعمال کس طرف گئے جو کہ اس نے اس کے بعد کئے بلاشبہ ان دونوں میں اس قدر فرق ہے کہ جس قدر زمین و آسمان میں فرق ہے۔

تخريج سنن النسائي - الجنائز (١٩٨٥) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٢٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٥٠٠) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢١٩)۔

شرح الحديث: مضمون حدیث واضح ہے کہ آپ ﷺ نے دو صحابیوں کے درمیان عقد مؤاخاۃ اور بھائی چارہ کرایا جن میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اور دوسرا ایک ہفتہ کے بعد اپنے فراش پر طبعی موت مرا، جب ہم نے اس دوسرے پر نماز جنازہ پڑھی تو آپ ﷺ نے ہم سے نماز کے بعد دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کیلئے کیا دعاء کی؛ قُلْنَا: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهِ کہ ہم نے نماز میں اس کیلئے دعاء مغفرت کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھی کے درجہ تک پہنچادے جو شہید تھا اور یہ اس سے جاملے، یہ سنکر آپ نے یہ اشکال فرمایا فَأَيْنَ صَلَاتُهُ بَعْدَ صَلَاتِهِ، وَصَوْمُهُ بَعْدَ صَوْمِهِ؟ - شَكَّ شُعْبَةُ - فِي صَوْمِهِ، وَعَمَلُهُ بَعْدَ عَمَلِهِ، إِنَّ بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ کہ یہ تم نے کیسی دعاء کی، اس بعد والے کی نمازیں اور روزے کہاں جائیں گے، اور اس کے وہ اعمال جو اس نے ایک ہفتہ کے اندر کئے ہیں، ان دونوں کے درمیان تو آسمان و زمین کا فرق ہے۔

اس حدیث سے روزہ نماز وغیرہ اعمال کی فضیلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، نیز یہ کہ عمل صالح کے ساتھ طول عمر کی فضیلت ثابت ہورہی ہے چنانچہ ترمذی کی روایت ہے: قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ؟ قَالَ: «مَنْ طَالَ عُمُرُهُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ» [1]۔

حديث الباب جیسی اور دوسری روایات مختلفه: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ اس قسم کی روایات مختلف طور پر وارد ہوئی ہیں، موطا کی روایت میں سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے: كَانَ رَجُلَانِ أَخَوَانِ فَهَلَكَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ صَاحِبِهِ بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً [2] پھر آگے روایت میں یہ ہے کہ آپ کے سامنے پہلے شخص کی فضیلت ذکر کی گئی جس کی وفات ۴۰ روز پہلے ہو گئی تھی (اسکی کسی خاص نیکی اور صلاح کی وجہ سے) تو آپ نے اول کی فضیلت بیان کرنے والوں پر نکیر فرمائی وہ یہ کہ تمہیں کیا معلوم، دوسرے شخص نے چالیس روز تک جو نمازیں پڑھی ہیں انہوں نے اسکے مرتبہ کو کہاں تک پہنچادیا، اور مسند احمد [3] کی روایت میں ایک اور واقعہ مذکور ہے کہ حضرت طلحہ ابن عبید اللہؓ کے یہاں دو یمنی شخص مہمان ہوئے جن میں سے ایک حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شہید ہوا ان میں سے دوسرا شخص ایک سال بعد تک زندہ رہ کر اپنے فراش پر مرا، حضرت طلحہؓ نے خواب میں دیکھا کہ یہ دوسرا شخص غیر شہید اس پہلے شخص سے جنت میں بہت زمانہ پہلے داخل ہو گیا، انہوں نے اپنے اس

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الزهد - باب ما جاء في طول العمر للمؤمن ٢٣٢٩

[2] موطأ مالك - كتاب النداء للصلاة - باب جامع الصلاة ٦٠٠

[3] مسند أحمد - مسند باقي العشرة المبشرين بالجنة - مسند أبي محمد طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه ١٣٨٩

خواب کا ذکر حضور ﷺ سے کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس دوسرے شخص نے ایک سال کے اندر ایک ہزار آٹھ سو نمازیں پڑھیں اور ایک رمضان کے روزے رکھے اھ من الأوجز [1]۔ وحديث الباب أخرجه النسائي قاله المنذري۔

٣٠۔ بَابٌ فِي الْجَعَائِلِ فِي الْغَزْوِ

جہاد میں اُجرت لینے کا بیان

جعائل جمع جعیلہ یا جعالہ، یعنی اجرت اور مزدوری، یعنی اجرت لیکر جہاد میں جانا۔

٢٥٢٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى، - وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ - عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ، عَنِ ابْنِ أَخِي أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْأَمْصَارُ، وَسَتَكُونُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، تُقْطَعُ عَلَيْكُمْ فِيهَا بُعُوثٌ فَيَكْرَهُ الرَّجُلُ مِنْكُمُ الْبَعْثَ فِيهَا، فَيَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِهِ، ثُمَّ يَتَصَفَّحُ الْقَبَائِلَ، يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَيْهِمْ، يَقُولُ: مَنْ أَكْفِيهِ بَعْثَ كَذَا، مَنْ أَكْفِيهِ بَعْثَ كَذَا؟ أَلَا وَذَلِكَ الْأَجِيرُ إِلَى آخِرِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهِ".

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ تم لوگوں کے ہاتھوں بڑے بڑے شہر فتح کئے جائیں گے اور تم لوگ بڑے بڑے قبیلوں کی شکل میں رہو گے ان قبیلوں سے جہاد کیلئے کچھ لوگ لشکر بنا کر بھیجے جائیں گے اور ان لشکروں میں تم پر فوجیں مقرر کی جائیں گی یعنی ہر ایک کو اپنے قبیلہ میں سے لشکر کا ایک حصہ دینا پڑے گا تو ایک شخص جہاد کیلئے بغیر اُجرت کے لشکر کے ساتھ جانے کو ناگوار سمجھے گا پس وہ شخص اپنے قبیلے میں سے بھاگ پڑے گا یعنی جہاد سے فرار کرے گا پھر وہ قبیلوں کو تلاش کرے گا اور وہ خود اپنے کو ان لوگوں کے پاس یہ کہتا ہوا پیش کرے گا کہ کون شخص ہے جو کہ مجھے لشکر کی خدمت کیلئے اجرت پر رکھے؟ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ شخص خون کے آخری قطرہ تک مزدور ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٢٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤١٣)

شرح الحديث: حضور اقدس ﷺ بطور پیش گوئی فرمارہے ہیں کہ تم پر بہت سے شہر اور مقامات فتح ہوں گے، یعنی مسلمان رفتہ رفتہ جہاد کر کے شہروں کو فتح کرتے چلے جائیں گے ان کی تعداد بڑھتی چلی جائے گی جیسا کہ آگے فرمارہے ہیں، اور پائے جائیں گے بڑے بڑے لشکر اور بڑی بڑی جماعتیں اور قبائل مسلمانوں کے جن میں جہاد میں جانے کے دستے مقرر کئے جائیں گے، مثلاً فلاں شہر جس میں اتنے لوگ بستے ہیں اس میں سے جہاد میں جانے کیلئے اتنے آدمی نام لکھوائیں، اور فلاں بستی میں اتنے مسلمان آباد ہیں اس میں سے اتنے آدمی جہاد میں جانے کیلئے نام لکھوائیں، آگے آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ بعض

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٣ ص ٥٧١

آدمی ایسے بھی ہوں گے بعض قبائل میں وہ بغیر اجرت کے جہاد میں جانا نہیں چاہیں گے (اب اگر وہ شخص اپنی بستی ہی میں ٹھہرتا ہے اور وہاں رہتے ہوئے اسکانام آگیاتو ظاہر بات ہے کہ اسکو بغیر اجرت کے جانا پڑے گا) اس لئے وہ شخص یہ کرتا ہے کہ اپنی بستی اور قبیلہ سے نکل کر کسی دوسری بستی میں جاکر اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور کہتا ہے: مَنْ أَكْفِيهِ بَعْثَ كَذَا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم میں سے کسی کا جہاد میں جانے کیلئے نام آیا ہوا اور وہ جہاد میں جانا نہ چاہتا ہو تو اس کی طرف سے کفایت میں کر سکتا ہوں یعنی اس سے اجرت لے کر اس کی جگہ جہاد میں، میں جاسکتا ہوں ایسے شخص کے بارے میں آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں: أَلَا وَذَلِكَ الْأَجِيرُ إِلَى آخِرِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهِ ایسا شخص اپنے خون کے آخری قطرہ تک (یعنی اگر شہید ہو گیا) اجیر ہی کہلانے کا مستحق ہو گا نہ کہ شہید، اس حدیث میں اجرت لیکر جہاد میں جانے والے شخص سے فضیلت اور ثواب کی نفی ہے اس پر کوئی وعید نہیں کی گئی۔

اخذالاجرة على الجهادمیں مذاہب ائمہ: اور مسئلہ اخذ اجرت علی الجهاد کا مختلف فیہ ہے، عند الحنفية والمالكية يجوز الاخذ مع الكراهة، ويجوز مطلقاً عند احمد، ولا يجوز مطلقاً عند الشافعي، ایک مسئلہ تو یہ ہو گیا یعنی أخذ الأجرت على الجهاد، دوسرا مسئلہ یہاں پر سہم غنیمت کا ہے کہ ایسے شخص کیلئے جو معاوضہ لیکر جہاد میں شرکت کرے اس کیلئے مال غنیمت میں حصہ ہو گا یا نہیں؟ امام احمدؒ کے یہاں نہیں ہو گا ان کے یہاں اجرت لینا جائز ہے وہ اس کو مل ہی گئی، اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسے شخص کیلئے حصہ مطلقاً ہو گا، اور چونکہ ان کے نزدیک اجرت لینا جائز نہیں، لہذا اس پر اس اجرت کو رد کرنا واجب ہو گا اور حنفیہ ومالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ اجیر کی دو قسمیں ہیں: ① أجير للخدمة، ② أجير للقتال، أجير للخدمة کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جہاد میں جانے والا کسی دوسرے شخص کو اپنے ساتھ جہاد میں لے جائے اپنی خدمت کیلئے، اسی سے أجير للقتال کا مطلب سمجھ میں آگیا کہ اپنی خدمت کیلئے نہیں بلکہ کفار کے ساتھ جہاد کرنے کیلئے...... اپنے ساتھ لیجارہا ہے یا اجرت دے کر اپنی جگہ اس کو بھیج رہا ہے، پس اگر أجير للخدمة ہے اس کیلئے حنفیہ مالکیہ کے یہاں سہم غنیمت ہو گا اور اگر أجير للقتال ہے تو اس کیلئے نہیں ہو گا[1]۔

۳۱۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي أَخْذِ الْجَعَائِلِ

جہاد پر اُجرت لینے کی اجازت کا بیان

۲۵۲۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، وَحَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنِ ابْنِ شُفَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لِلْغَازِي أَجْرُهُ، وَلِلْجَاعِلِ أَجْرُهُ، وَأَجْرُ الْغَازِي».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ۱۲ ص ۱۳-۱۴

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: غازی اور مجاہد کو اخروی ثواب ملے گا اور جو شخص جہاد کے لئے مال دے تو اس شخص کے لئے اس مال کے خرچ کرنے اور مجاہد دونوں کا اجر ہے۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٤/٢)

شرح الحدیث: اس حدیث میں جاعل کی شرح بذل میں معین للغازی کے ساتھ کی ہے یعنی جہاد میں جانے والے کیلئے اعانت کرنے والا، سفر کا ساز و سامان، اسباب جہاد وغیرہ کا نظم کے ذریعہ، لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ غازی کیلئے تو اس کے غزوہ کا ثواب اور جاعل یعنی بندوبست کرنے والے کیلئے اس کا اپنا اجر یعنی اجر انفاق اور غازی کا اجر بھی کیونکہ یہ جاعل غازی کے غزوہ کا سبب بنا ہے، لہذا جاعل کیلئے دو اجر ہوئے اور غازی کیلئے ایک اجر، لیکن اس مطلب میں یہ اشکال ہے کہ یہ ابواب تو اخذ اجرت کے سلسلے میں ہیں اس صورت میں اخذ اجرت کہاں پایا گیا بلکہ اس صورت میں ایک غازی ہے اور دوسرا غازی کی اعانت کرنے والا جس کیلئے بیان رخصت کی حاجت ہی نہیں، لہذا یہ کہا جائے کہ جاعل سے مراد جہاد میں جانے والے کو اجرت دینے والا، اور غازی سے مراد جاعل کا مقابل الجتعل یعنی اجرت لینے والا، اور پہلی جگہ اجر سے مراد اجر دنیوی اور دوسری جگہ اجر سے مراد اجر اخروی، لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا اجرت لیکر جہاد میں جانے والے کیلئے اس کی وہ اجرت ہے اور اجرت دینے والے کیلئے دو اجر ہیں ایک اجر انفاق دوسرا غازی کے غزوہ کا ثواب کیونکہ وہ سبب بنا ہے غازی کے غزوہ کا اس صورت میں یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جائے گی، حدیث سے اخذ اجرت کا جواز ثابت ہو رہا ہے لیکن ثواب کی نفی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٢- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو بِأَجْرِ الْخِدْمَةِ

جہاد میں اُجرت پر کسی کو خدمت کرنے کے لئے لے جانے کا بیان

اس باب میں أجیر للخدمۃ کا بیان ہے اور گذشتہ باب میں أجیر للقتال کا جیسا کہ تقابل سے معلوم ہو رہا ہے۔

٢٥٢٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَاصِمُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، أَنَّ يَعْلَى ابْنَ مُنْيَةَ، قَالَ: آذَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ لَيْسَ لِي خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ أَجِيرًا يَكْفِينِي، وَأُجْرِي لَهُ سَهْمَهُ، فَوَجَدْتُ رَجُلًا. فَلَمَّا دَنَا الرَّحِيلُ أَتَانِي، فَقَالَ: مَا أَدْرِي مَا السُّهْمَانِ، وَمَا يَبْلُغُ سَهْمِي؟ فَسَمِّ لِي شَيْئًا كَانَ السَّهْمُ أَوْ لَمْ يَكُنْ. فَسَمَّيْتُ لَهُ ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ. فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيمَتُهُ أَرَدْتُ أَنْ أُجْرِيَ لَهُ سَهْمَهُ، فَذَكَرْتُ الدَّنَانِيرَ. فَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرْتُ لَهُ أَمْرَهُ. فَقَالَ: «مَا أَجِدُ لَهُ فِي غَزْوَتِهِ هَذِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا دَنَانِيرَهُ الَّتِي سَمَّى».

ترجمہ: حضرت یعلی بن منبہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے لوگوں کو جہاد میں جانے کیلئے اعلان فرمایا اور میں بہت زیادہ ضعیف العمر تھا اور میرے پاس خدمت کرنے کیلئے کوئی خادم نہیں تھا تو میں نے مزدور کو تلاش کیا جو کہ

میرے کام انجام دے سکے اور میں اپنے مالِ غنیمت کے حصہ میں سے ایک حصہ بھی اسکو دوں۔ بالآخر مجھ کو ایک مزدور مل گیا جس وقت روانگی کا وقت ہوا تو وہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ (مالِ غنیمت) دو حصے کتنے ہوں گے اور میرے حصے میں کیا آئے گا تم میری اُجرت مقرر کر دو (چاہے غنیمت میں) حصہ ملے یا نہ ملے چنانچہ میں نے اسکے لئے تین دینار مقرر کئے جب مالِ غنیمت آیا تو میں نے اس مزدور کا حصہ ادا کرنا چاہا پھر مجھ کو خیال آگیا کہ اسکے تو (بطور مزدوری) تین دینار متعین ہوئے تھے۔ میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دُنیا و آخرت میں اس شخص کیلئے جہاد کا بدلہ صرف وہی تین دینار ہیں جو اس نے مقرر کئے تھے۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۵۲۷) مسند أحمد - مسند الشاميين (۲۲۳/٤) سنن سعيد بن منصور - الجهاد (۲۳٦۳) المستدرك على الصحيحين - الجهاد (۲۵۳۰) السنن الكبرى للبيهقي - قسم الفيء والغنيمة (۱۲۹۰٦)

شرح الحدیث یعلی ابن منیہؓ جو مشہور صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی غزوہ کا اعلان فرمایا یعنی اس کیلئے نکلنے کا (جس میں میں نے بھی نکلنے کا ارادہ کر لیا لیکن) میں بوڑھا تھا اور کوئی خادم میرے پاس تھا نہیں تو میں ایک ایسا اجیر تلاش کر رہا تھا جو میرے کاموں کی کفایت کرے بحیثیت خادم ہونے کے اس طور پر کہ میں اپنا حصہ اس کو دیدوں، تو مجھے ایک ایسا شخص مل گیا اور جب کوچ کا وقت قریب ہوا تو وہ میرے پاس آیا کہنے لگا کہ یہ تو خبر ہی نہیں کہ غنیمت کا حصہ کیا ہوگا لہٰذا تم مجھ سے اجرت متعین کر لو، سہم غنیمت حاصل ہو یا نہ ہو، تو میں نے اس سے تین دینار متعین کر لئے (چنانچہ اس طور پر معاملہ طے ہو جانے کے بعد وہ جہاد میں چلا گیا اور اس میں جہاد میں مال غنیمت بھی حاصل ہوا) پس جب مال غنیمت سامنے آیا تو میں نے ارادہ کیا کہ اس کا سہم غنیمت اس کو دیدوں پھر مجھے یاد آیا کہ بعد میں معاملہ دنانیر پر طے ہو گیا تھا، تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور ساری بات بیان کی، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ تم اس کو یہی تین دینار دیدو، اس کیلئے دنیا اور آخرت میں ان دنانیر کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں۔

ایک اشکال اوراسکی توجیہ: اس واقعہ میں یہ اشکال ہے کہ یہ شخص أجیر للخدمة تھا اور أجیر للخدمة کیلئے حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک سہم غنیمت ہوتا ہے، حدیث میں بظاہر اسکی نفی ہے، حضرتؒ نے بذل میں اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا نہ کسی اور شارح کے کلام میں یہ مضمون دیکھا، غور کرنے سے اس کی توجیہ ایک تو یہ سمجھ میں آئی کہ اس حدیث میں اس اجیر کے سہم غنیمت سے متعلق کوئی تعرض نہیں بلکہ اس میں صرف اجرت خدمت کا ذکر ہے، یہ شخص اگر خدمت اخلاص کیساتھ کرتا تو باوجود اجرت لینے کے اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ ثواب ملتا مگر چونکہ اس شخص نے اس شیخ کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کیا جیسا تاجرانہ ہوا کرتا ہے، اور جس میں بے صبری اور حرص کی بو ہے اس لئے آپ ﷺ نے ان شیخ کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس کے حصہ میں صرف تین دینار ہی آئیں گے، اس شخص نے اپنے ثواب خدمت کو ضائع کر دیا، رہا مسئلہ اس اجیر کے سہم غنیمت کا سو اس کی یہاں نفی نہیں ہے، دوسری توجیہ یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اس میں اس نفی کو عام رکھا جائے کہ یہ نفی ثواب

خدمت اور سہم غنیمت دونوں کے متعلق ہے تو اس کی یہ تاویل کی جائے کہ آپ ﷺ نے یہ نفی زجراً و تو بیخاً فرمائی اس شخص کے طرز عمل کی بنا پر، ھذا ما عندی ولعل عند غیری احسن من ھذا۔

٣٣ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو، وَأَبَوَاهُ كَارِهَانِ

والدین کی ناراضگی کے باوجود جہاد کرنا

٢٥٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جِئْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَتَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، فَقَالَ: «ارْجِعْ عَلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کی خدمت میں ہجرت کی بیعت کیلئے حاضر ہوا ہوں اور میں والدین کو روتا ہوا چھوڑ آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کی خدمت میں جاؤ اور ان کو ہنساؤ کہ جس طرح تم نے ان کو رلایا۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٢٨) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٧٨٢) السنن الكبرى للنسائي - البيعة (٧٧٣٨) المستدرك على الصحيحين للحاكم - البر والصلة (٧٢٥٠)

شرح الحدیث ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں بیعت علی الهجرة کیلئے آیا ہوں اور میں اپنے والدین کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ میرے فراق پر رو رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: لوٹ جا، اور جس طرح تو نے ان کو رلایا ہے، اسی طرح جا کر ان کو ہنسا۔ ترجمۃ الباب میں غزوہ مذکور ہے اور حدیث میں ہجرت، اب یا تو یہ کہا جائے کہ حدیث میں ہجرت کے ساتھ غزوہ بھی مراد ہے، اور یا یہ کہا جائے کہ اس مسئلہ میں ہجرت اور غزوہ دونوں کا حکم یکساں ہے، جب احدھما کا حکم معلوم ہو گیا تو دوسرے کا حکم بھی معلوم ہو گیا، حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد بغیر اذن والدین جائز نہیں ہے، لیکن یہ جہاد تطوع میں ہے، اور جہاد فرض میں اذن کی حاجت نہیں، والحدیث أخرجه النسائي وابن ماجه قاله المنذری۔

٢٥٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أُجَاهِدُ؟ قَالَ: «أَلَكَ أَبَوَانِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ». قَالَ أَبُو دَاوُد: "أَبُو الْعَبَّاسِ هَذَا الشَّاعِرُ: اسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ".

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ میں جہاد کروں؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین ہیں؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پس تم

ان ہی کے پاس رہ کر جہاد کرو (یعنی والدین ہی کی خدمت کی جدوجہد کرو)۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا: ابو العباس کا نام سائب بن فروخ ہے۔

تخریج: صحیح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٤٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٢٧) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٤٩) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٧١) سنن النسائي - الجهاد (٣١٠٣) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٢٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٢١/٢)

٢٥٣٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ دَرَّاجًا أَبَا السَّمْحِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: «هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ؟»، قَالَ: أَبَوَايَ، قَالَ: «أَذِنَا لَكَ؟» قَالَ: «لَا»، قَالَ: «ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ، وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا».

ترجمہ: حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ یمن سے ایک شخص ہجرت کرکے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس شخص سے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا یمن میں کوئی (رشتہ دار وغیرہ) ہے؟ اس نے عرض کیا: والدین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا انہوں نے تم کو اجازت دی تھی ہجرت کرنے کی؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت طلب کرو اگر وہ تم کو اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ تم ان ہی کی (خدمت کر کے) نیکی کماؤ۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧٦/٣) سنن سعيد بن منصور - الجهاد (٢٣٣٤) صحيح ابن حبان - البر والإحسان (٤٢٢) السنن الكبرى للبيهقي - السير (١٧٨٣١)

٣٤ - بَابٌ فِي النِّسَاءِ يَغْزُونَ

خواتین کے جہاد میں شریک ہونے کا بیان

٢٥٣١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِأُمِّ سُلَيْمٍ، وَنِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ لِيَسْتَقِينَ الْمَاءَ، وَيُدَاوِينَ الْجَرْحَى».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ام سلیمؓ کو جہاد میں لے جاتے تھے اور انصار کی کئی خواتین کو بھی جہاد میں لے جاتے تھے تاکہ وہ خواتین مجاہدین کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرلیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٢٤) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٠٠) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٨١٠) جامع الترمذي - السير (١٥٧٥) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٣١)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ ام سلیمؓ (والدہ انسؓ) اور بعض انصاری عورتوں کو غزوہ میں ساتھ

لیکر جاتے تھے، تاکہ یہ عورتیں پیاسوں کو پانی پلائیں اور مریضوں اور زخمیوں کا علاج کریں، عورتوں کیلئے قتال کی نیت سے جہاد میں جانا جائز نہیں، ہاں اگر باذن الامام مجروحین و معذورین کی خدمت کیلئے جائیں تو یہ ثابت ہے، اسی لئے ان کیلئے باقاعدہ سہم غنیمت بھی نہیں ہوتا، رضخ یعنی بخشش اور عطیہ کے طور پر کچھ معمولی سا دیدیا جاتا ہے، جیسا کہ آگے ابواب الغنیمۃ میں آئے گا، امام نوویؒ فرماتے ہیں: جو عورتیں جہاد میں خدمت کیلئے جاتی ہیں دوا دارو کیلئے اس سے وہ مداوات مراد ہے جو ان کے محارم اور ازواج کیلئے ہو، اور غیر محرم کیلئے جو خدمت ہوگی وہ اس طور پر کہ جس سے بے پردگی اور مس بدن لازم نہ آئے، إلا في موضع الحاجة[1]۔ والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی قالہ المنذری۔

٣٥- بَابٌ فِي الْغَزْوِ مَعَ أَئِمَّةِ الْجَوْرِ

ظالم حکمرانوں کے ساتھ جہاد کرنے کا بیان

٢٥٣٢ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي نُشْبَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ: الْكَفُّ عَمَّنْ. قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَلَا نُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ، وَلَا نُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ، وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ".

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں: ایک تو یہ کہ جو شخص لا إله إلا الله کہہ لے اس کو ہاتھ اور زبان سے تکلیف پہنچانے سے باز رہنا اور وہ کسی بھی قسم کے گناہ کا مرتکب ہو اس کو کافر قرار نہ دینا اور اس کو خارج از اسلام نہ کرنا اور دوسری بات یہ کہ جہاد کا سلسلہ جاری رہے گا جس روز سے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیغمبر بنایا یہاں تک کہ میری اُمت کا آخری شخص دجال سے جہاد کرے گا اور جہاد کو کسی ظالم حکمران کا ظلم اور کسی عادل کا عدل باطل نہیں کر سکتا اور تیسری بات ایمان لانا ہے۔

شرح الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تین چیزیں اسلام کے اندر اساسی اور بنیادی ہیں ایک تو یہ کہ جو کلمۂ توحید لا إله إلا الله کا قائل و معتقد ہو، اور علماء کی تصریح کے مطابق جملہ ضروریات دین اس میں داخل ہیں، مثلاً تصدیق بالرسالۃ، حشر و نشر، ثواب و عقاب، اور آگے اسی کے بارے میں ہے، ایسے شخص کی تکفیر نہ کرنا کسی گناہ کی وجہ سے، دوسری چیز دوام و استمرار جہاد ہے کہ یہ اخیر تک ہونا چاہئے اور ہوگا خواہ امام وقت عادل ہو یا غیر عادل، یعنی اگر امام المسلمین غیر عادل شخص ہے اور اسکی رائے جہاد کی ہے تو اس کا غیر عادل ہونا جہاد سے مانع نہیں بلکہ اس میں اس کی اطاعت واجب ہے، اور تیسری چیز ایمان بالقدر ہے جس کے بغیر نہ آدمی کا ایمان معتبر اور نہ اسکی کوئی عبادت اور عمل مقبول۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٢ ص ١٨٨-١٨٩

٢٥٣٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ، بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا. وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ. وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں پر جہاد فرض ہے ہر ایک حکمران کے ساتھ ملکر چاہے وہ نیک ہو یا فاسق وفاجر اور نماز ہر ایک مسلمان کے پیچھے پڑھنا فرض ہے خواہ وہ نیک ہو یا برا اگرچہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے اور ہر مسلمان کے مر جانے پر اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا فرض ہے چاہے وہ نیک ہو یا بُرا اگرچہ وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب رہا ہو اپنی زندگی میں۔

شرح الحدیث اس سے جماعت کی نماز کا واجب ہونا معلوم ہو رہا ہے خواہ پڑھانے والا فاسق ہو یا فاجر، اس پر یہ اشکال ہوگا کہ فاسق کی امامت کو فقہاء مکروہ لکھتے ہیں، جواب یہ ہے کہ فقہاء کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ مقتدیوں کو اپنے اختیار سے شخص فاسق کو امام نہیں بنانا چاہئے، اور اگر امامت کا مسئلہ اپنے اختیار میں نہ ہو مثلاً پڑھانے والا امیر المؤمنین فاسق ہے یا اسی طرح اس کا نائب، یا مساجد کا نظم حکومت کے طرف سے ہے وہ اپنے اختیار سے جس کو چاہتی ہے امام بناتی ہے، یہ صورتیں اسمیں داخل نہیں وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، یہاں پر نماز سے صلاۃ جنازہ مراد ہے اسی لئے یہاں پر علی کا لفظ ہے علی کل مسلم، بخلاف سابق کے یعنی امامت کے مسئلہ میں وہاں خلف کل مسلم ہے، بہر حال نماز جنازہ ہر مسلمان کی واجب علی الکفایہ ہے اگر چہ وہ فاسق ہو، لیکن اس مسلم سے مراد میت طاہر ہے یعنی طہارۃ بالغسل، قبل الغسل میت کی نماز جنازہ صحیح نہیں، غیر معتبر ہے، وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ، معلوم ہوا کہ ارتکاب کبائر سے آدمی نہ حد اسلام سے خارج ہوتا ہے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں اور نہ کافر ہوتا ہے جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔

٣٦ - بَابُ الرَّجُلِ يَتَحَمَّلُ بِمَالِ غَيْرِهِ يَغْزُو

ایک شخص کا دوسرے کی سواری پر جہاد کرنے کا بیان

ترجمۃ الباب کی شرح: یعنی ایک شخص جہاد میں جارہا ہے، سفر جہاد میں ہے اور اسکے ساتھ سواری بھی ہے تو وہ اپنی سواری پر کسی کا یا اپنے ساتھی کا سامان لاد کر چلتا ہے، دوسرا مطلب ترجمۃ الباب کا یہ ہو سکتا ہے کہ مال سے مراد دابہ اور سواری، اور تحمل سے مراد سوار ہونا، یعنی ایک جہاد میں جانے والے کے پاس سواری نہیں ہے اور اسکے ساتھی کے پاس سواری ہے تو ساتھی کی سواری پر سوار ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ معنی ثانی ہی یہاں پر ظاہر ہیں جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

٢٥٣٤ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، إِنَّ مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَلَا عَشِيرَةٌ، فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةَ، فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ» ، يَعْنِي أَحَدِهِمْ، قَالَ: فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، قَالَ: مَا لِي إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِي.

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کا ارادہ کیا تو فرمایا: اے مہاجرین اور انصار کے گروہ! تم لوگوں کے کچھ بھائی ایسے ہیں کہ جن کے پاس نہ تو مال ہے نہ خاندان ہے تو تم لوگوں میں سے ایک شخص دو تین شخصوں کو اپنے ساتھ سواری اور کھانے پینے میں شریکِ سفر بنالے، صحابہؓ کہتے ہیں تو ہم میں سے جس شخص کے پاس بھی سواری اس کی ملکیت تھی اس مالک کو بھی دیگر شریکِ سفر کی طرح باری باری سواری کرنے کا موقع ملتا تھا۔ حضرت جابرؓ نے کہا: میں نے اپنے ہمراہ دو یا تین شخصوں کو ملالیا اور میں بھی صرف اپنی باری سے اپنے اُونٹ پر سوار ہوتا جس طرح کہ کوئی دوسرا اپنی باری پر سوار ہوتا۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٨/٣)۔

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ کسی غزوہ کے سفر میں آپ ﷺ نے یہ اعلان فرمایا: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، إِنَّ مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا کہ اے مہاجرین وانصار کی جماعت بیشک تمہارے بھائیوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کے پاس نہ مال ہے نہ ان کا کوئی قبیلہ اور عشیرہ ہے، لہٰذا تم میں سے جس کے پاس سواری ہے اس کو چاہئے کہ اپنے ساتھ سواری میں دو یا تین ساتھیوں کو اور شامل کرلے، یہ مضمون، حضور ﷺ کے اعلان کا ہے پھر اس پر صحابہ کی طرف سے جو عمل در آمد ہوا ہے آگے راوی اس کو بیان کر رہا ہے: فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ یعنی آپ ﷺ کے اس علان پر لوگوں نے کسی نے دو اور کسی نے تین ساتھی اپنے ساتھ سواری میں ملالئے جو باری باری اس پر سوار ہوتے انصاف اور برابری کے ساتھ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ کا مطلب یہی ہے یعنی سواری کے مالک کو ترجیح نہ ہوتی تھی سواری حاصل کرنے میں بلکہ مالک اور غیر مالک سب برابر۔

فائدہ: کتاب الحج میں ایک باب گذرا بَابُ الْكَرِيِّ، اس باب کا اور موجودہ باب کا مضمون بظاہر ملتا جلتا ہے، لیکن دونوں میں بڑا فرق ہے گذشتہ باب میں سفرِ حج کے اندر حاجیوں کو اپنی سواری پر کرایہ پر لیجانا مراد تھا اور یہاں کتاب الجہاد میں سفر غزوہ میں جو صورت ہے وہ صرف اعانت کی ہے کرایہ پر لیجانا مراد نہیں۔

۳۷۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالْغَنِيمَةَ

مالِ غنیمت اور ثواب کے لئے جہاد کرنے والے شخص کا بیان

یعنی جس شخص کی نیت جہاد میں ثواب حاصل کرنے اور مال غنیمت حاصل کرنے دونوں کی ہو، بظاہر مطلب یہ ہے کہ مقصود اصلی اور مقصود اولی تو اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جہاد کرنا ہی ہے لیکن ذہن میں یہ بھی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیں فتح حاصل ہو گی اور مال غنیمت حاصل ہو گا تو اس طرح کی نیت میں کچھ مضائقہ نہیں جیسا کہ حدیث الباب سے مستفاد ہو رہا ہے۔

۲۰۳۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ضَمْرَةُ، أَنَّ ابْنَ زُغْبٍ الْإِيَادِيَّ، حَدَّثَهُ قَالَ: نَزَلَ عَلَيَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ حَوَالَةَ الْأَزْدِيُّ، فَقَالَ لِي: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلَى أَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا، فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا، وَعَرَفَ الْجَهْدَ فِي وُجُوهِنَا فَقَامَ فِينَا، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ إِلَيَّ، فَأَضْعُفَ عَنْهُمْ، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى أَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوا عَنْهَا، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى النَّاسِ فَيَسْتَأْثِرُوا عَلَيْهِمْ» ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي، أَوْ قَالَ: عَلَى هَامَتِي، ثُمَّ قَالَ: «يَا ابْنَ حَوَالَةَ، إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتْ أَرْضَ الْمُقَدَّسَةِ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْأُمُورُ الْعِظَامُ، وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِي هَذِهِ مِنْ رَأْسِكَ»، قَالَ أَبُو دَاوُد: «عَبْدُ اللهِ بْنُ حَوَالَةَ حِمْصِيٌّ».

ترجمہ: حضرت ضمرہ بن زُغب الایادی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن حوالہ ازدی میرے مہمان ہوئے اور مجھ سے بیان کیا کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہم لوگوں کو مالِ غنیمت حاصل کرنے کیلئے پیدل روانہ فرمایا۔ ہم لوگ گئے اور ہمیں کچھ مالِ غنیمت بھی ہاتھ نہ لگا۔ آپ نے ہم لوگوں کے چہروں پر تھکن (کا اثر) دیکھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھڑے ہو گئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! تو ان کو اس طرح میرے حوالے نہ کر کہ میں ان کی دیکھ بھال سے عاجز رہ جاؤں اور نہ انہیں خود ان کے حوالے کر کہ وہ اس سے عاجز رہ جائیں اور نہ ان لوگوں کو دوسرے لوگوں کے سپرد کر کہ وہ خود اپنے کو ان لوگوں پر مقدم کریں۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے ابنِ حوالہ! جب تم خلافت کو پاک سرزمین (یعنی ملک شام میں) نازل ہوتے دیکھ لو تو سمجھ لو کہ زلزلے، مصیبتیں اور حوادث قریب آگئے اور اس وقت قیامت لوگوں سے اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گی کہ جس قدر میرا ہاتھ تمہارے سر کے قریب ہے۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۵۳۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۸۸/۵)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے، عبد اللہ بن زغب کہتے ہیں ایک مرتبہ میرے پاس عبد اللہ بن حوالہ الازدی اترے یعنی میرے مہمان بنے تو انہوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ کا ایک واقعہ تنگدستی اور فقر کا سنایا کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں ایک جگہ جہاد کیلئے بھیجا، اور پیدل بھیجا سواری نہیں تھی تاکہ ہمیں مال غنیمت حاصل ہو، چنانچہ ہم چلے گئے لیکن مال غنیمت وغیرہ کچھ حاصل نہ ہوا اور ہم بغیر اس کے ہی واپس لوٹ آئے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہماری حالت دیکھی، مشقت

کے آثار ہمارے چہروں سے آپ ﷺ نے محسوس کیے، تو آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے بیچ میں کھڑے ہو کر یہ دعاء فرمائی: اللَّهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ إِلَيَّ، فَأَضْعُفَ عَنْهُمْ، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى أَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوا عَنْهَا الخ کہ یا اللہ ان لوگوں کو میرے سپرد نہ فرما ورنہ تو میں ان کو اٹھا نہیں سکونگا اور نہ انکو انکے نفسوں کے سپرد فرما تو یہ اپنے نفسوں سے عاجز ہو جائیں گے، یعنی اپنی ضرورتیں اپنی محنت سے پوری نہیں کر سکتے، (بغیر تیرے فضل کے) اور نہ ان کو دوسرے لوگوں کے حوالہ کر کہ وہ تو اپنے ہی کو ترجیح دیں گے ان پر، یعنی ان کی اعانت نہیں کریں گے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ تو ہی ان کی کارسازی فرما، تیرے علاوہ کوئی کار ساز نہیں ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي، أَوْ قَالَ: عَلَى هَامَتِي، ثُمَّ قَالَ: يَا ابْنَ حَوَالَةَ، إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتْ أَرْضَ الْمُقَدَّسَةِ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْأُمُورُ الْعِظَامُ: یعنی اس دعاء کے بعد حضور ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا: اے ابن حوالہ! جب تو دیکھے کہ مسلمانوں کی خلافت ارض مقدسہ میں جا اتری یعنی ملک شام میں تو سمجھ لو کہ زلزلے اور دوسری مصیبتیں، ہموم وغموم اور بڑے بڑے فتنے اور فساد قریب ہو چکے ہیں اور بس اس وقت یہ سمجھ کہ قیامت قریب آگئی، اور میرا ہاتھ تیرے سر سے جتنا قریب ہے تو وہ قیامت اس سے بھی زیادہ قریب آگئی اس سے اشارہ ہے امارت وخلافت بنو امیہ کی طرف، چنانچہ ارض مقدسہ یعنی ملک شام کو دار الخلافت بنانے والے حضرت معاویہؓ ہیں جن سے خلافت اموی کا تسلسل شروع ہوا ہے، یعنی بنو امیہ کی امارت میں جو فتن واقع ہوئے حدیث میں ان کی طرف اشارہ ہے، خاص اس موقع پر حضور ﷺ کا ان فتن اور واقعات کی طرف اشارہ کرنا گویا یہ صحابہؓ کی تسلی کیلئے ہے جو اس وقت تنگدستی میں تھے، گویا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ زمانہ خیر وسکون اور عافیت کا زمانہ ہے گو تنگدستی اور فقر وفاقہ ہے، اسکے بالمقابل جو زمانہ آنے والا ہے جس میں فقر وفاقہ نہیں ہوگا فتوحات کا زمانہ ہوگا لیکن اس وقت فتن کا زور ہوگا، والله تعالى أعلم، بمراد نبيه صلى الله عليه وسلم۔

۳۸۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَشْرِي نَفْسَهُ

جو شخص اپنی جان اللہ تعالیٰ کو فروخت کر دے

یشری بمعنی یبیع یعنی جو شخص اپنی جان کو بیچ اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے کر لے، کما فی قوله تعالى: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[1]، وكما في قوله تعالى: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ[2]۔

۲۵۳۶ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

[1] اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے (سورۃ التوبۃ ۱۱۱)
[2] اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں (سورۃ البقرۃ ۲۰۷)

مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَانْهَزَمَ - يَعْنِي أَصْحَابَهُ - فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ، فَرَجَعَ حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهُ، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي رَجَعَ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهُ ".

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب اس شخص سے خوش ہوتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے کیلئے گیا پھر اس کے تمام ساتھی فرار ہو گئے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے پلٹا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو! میرے بندے کو کہ وہ میرے ثواب کی وجہ سے اور میرے عذاب کا خوف کر کے واپس آ گیا یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٣٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤١٦/١) المعجم الكبير للطبراني (١٠٣٨٣) المستدرك على الصحيحين للحاكم - الجهاد (٢٥٣١) السنن الكبرى للبيهقي - السير (١٧٩٣٠).

شرح الحدیث آپ ﷺ فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تعجب فرماتے ہیں ایسے شخص پر یعنی پسند فرماتے ہیں اس کو جو جہاد میں گیا، مسلمانوں کے لشکر کو شکست ہوئی وہ سب لوٹ آئے، ان لوٹنے والے مجاہدین میں سے ایک کو اپنے بھاگنے کا احساس ہوا، فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ کا مطلب یہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق اس حالت میں جو اس پر ہیں اس نے ان کو پہچانا، كذا في البذل، اور ممکن ہے یہ مطلب ہو کہ اس کو اس بھاگنے کے وبال کا فکر ہوا، بہر حال جو بھی ہوا، آگے حدیث میں یہ ہے کہ وہ دوبارہ لوٹ کر میدان جہاد میں گیا یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ بطور فخر کے فرشتوں سے فرماتے ہیں دیکھو میرے بندہ نے کیسا اچھا کام کیا کہ ثواب آخرت کی رغبت میں اور عذاب آخرت کے خوف سے جہاد کی طرف رجوع کیا، والحديث أخرجه الحاكم قاله الشيخ محمد عوامه۔

۳۹۔ بَابٌ فِيمَنْ يُسْلِمُ وَيُقْتَلُ مَكَانَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

جو شخص اسلام لانے کے بعد بغیر کوئی نماز پڑھے یا بغیر کوئی روزہ رکھے اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا؟

۲۵۳۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، "أَنَّ عَمْرَو بْنَ أُقَيْشٍ، كَانَ لَهُ رِبًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَرِهَ أَنْ يُسْلِمَ حَتَّى يَأْخُذَهُ، فَجَاءَ يَوْمُ أُحُدٍ، فَقَالَ: أَيْنَ بَنُو عَمِّي؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ، قَالَ: أَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ، قَالَ: فَأَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ، فَلَبِسَ لَأْمَتَهُ وَرَكِبَ فَرَسَهُ، ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَهُمْ، فَلَمَّا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ، قَالُوا: إِلَيْكَ عَنَّا يَا عَمْرُو، قَالَ: إِنِّي قَدْ آمَنْتُ، فَقَاتَلَ حَتَّى جُرِحَ، فَحُمِلَ إِلَى أَهْلِهِ جَرِيحًا، فَجَاءَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ لِأُخْتِهِ: سَلِيهِ حَمِيَّةً لِقَوْمِكَ، أَوْ غَضَبًا لَهُمْ أَمْ غَضَبًا لِلهِ؟ فَقَالَ: بَلْ غَضَبًا لِلهِ وَلِرَسُولِهِ، فَمَاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَا صَلَّى لِلهِ صَلَاةً".

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ عمرو بن اقیش کو لوگوں سے جاہلیت کے دور کا سود وصول کرنا تھا انہوں نے

اسلام لانے کو ناپسند کیا جب تک کہ وہ لوگوں سے اپنا سود نہ لے لیں پھر وہ غزوۂ احد کے روز آئے اور دریافت کیا کہ میرے چچا زاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتلایا کہ غزوۂ احد میں تو انہوں نے پوچھا اور فلاں کہاں ہے؟ جواب ملا وہ بھی احد گئے ہیں پھر پوچھا اور فلاں کہاں ہیں؟ جواب ملا وہ بھی احد گئے ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے اپنی زرہ پہن لی اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اس کے بعد وہ ان لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے۔ جب مسلمانوں نے ان کو دیکھا تو یہ کہا کہ تم ہم سے علیحدہ رہو انہوں نے کہا کہ میں ایمان لا چکا ہوں۔ پھر انہوں نے کافروں سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گئے اور ان کو لوگ ان کے اہل خانہ کے پاس زخمی حالت میں اُٹھا کر لے گئے۔ وہاں پر حضرت سعد بن معاذؓ آئے اور انہوں نے ان کی ہمشیرہ سے کہا کہ تم اپنے بھائی سے معلوم کرو کہ تم نے اپنی قوم کی حمایت کی وجہ سے جنگ کی یا ان کی طرف سے غصہ اور انتقام کی غرض سے جنگ کی یا اللہ پاک کیلئے غصہ کر کے (جنگ کی)؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غصہ کر کے (جنگ کی) پھر ان کا انتقال ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ انہوں نے ایک (وقت کی) نماز بھی ادا نہیں کی۔

شرح حدیث یعنی حضرت عمرو بن اقیشؓ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسلام لانے کا ارادہ کیا لیکن زمانہ جاہلیت کے معاملات کی وجہ سے کچھ سود کا پیسہ لوگوں کے پاس رکا ہوا تھا جس کا ارادہ ان کا لینے کا تھا تو انہوں نے سوچا کہ اسلام لانے سے پہلے وہ مال وصول کر لوں، اسلام لانے کے بعد تو اسکا لینا جائز نہ ہوگا، ادھر جنگ احد شروع ہو چکی تھی، وہ اپنا بقیہ مال لینے کیلئے اپنے چچازاد بھائیوں کے پاس گیا جن کے ساتھ پہلے سے معاملہ ہوگا، تو جس شخص کے بارے میں بھی دریافت کرتے ان کے یہاں جا کر یہی معلوم ہوتا کہ وہ تو احد کی لڑائی میں گئے، بس یہ بھی اپنی زرہ پہن کر، لَأْمَتَهُ زرہ کو کہتے ہیں، اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف چلدیئے جہاں قتال ہو رہا تھا اور بجائے مشرکین کی فوج کی طرف جانے کے مسلمانوں کی طرف جانے لگے، مسلمان انکو جانتے تھے کہ یہ ابھی تک اسلام نہیں لائے، اسلئے انہوں نے ان کو آتا ہوا دیکھ کر کہا: إِلَيْكَ عَنَّا يَا عَمْرُو کہ اے عمرو ہماری طرف سے واپس جاؤ، مشرکین کی صف قتال دوسری طرف ہے اسطرف جاؤ، انہوں نے کہا کہ میں اسلام لا چکا ہوں اسلئے اسطرف آیا ہوں، اور یہ کہہ کر قتال میں شریک ہو گئے یہاں تک کہ زخمی ہو گئے، انکو اٹھا کر انکے گھر لایا گیا، تو ان کے پاس عیادت کیلئے سعد بن معاذؓ آئے اور آکر انہوں نے عمرو کی بہن سے کہا کہ اس سے یہ سوال کرو حَمِيَّةً لِقَوْمِكَ، أَوْ غَضَبًا لَهُمْ، یعنی تمہارا یہ لڑنا تمہاری اپنی قوم کی حمایت میں تھا اور ان ہی کی طرف سے غصہ اور انتقام میں تھا، أَمْ غَضَبًا لِلّٰهِ؟ یا یہ تمہارا لڑنا اللہ تعالیٰ کیلئے غصہ پر مبنی تھا، یعنی کفار کو اعداء اللہ تعالیٰ سمجھ کر ان سے قتال تھا انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے انتقام میں، حَمِيَّةً لِقَوْمِكَ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی قوم کے مسلمانوں کے ہمدردی اور انکی اعانت میں، انکے بہت رشتہ دار ان سے پہلے مسلمان ہو چکے ہوں گے جن سے کفار لڑ رہے تھے تو ان سے یہ سوال کیا کہ یہ تمہارا لڑنا اپنے لوگوں کی حمایت کی نیت سے ہے یا یہ پہلو پیش نظر نہیں بلکہ دوسرا پہلو پیش نظر ہے؟ وہ یہ کہ ہمارے مقابل اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول

کے دشمن ہیں فَمَاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ. وَمَا صَلَّى لِلّٰهِ صَلَاةً، یعنی اسلام میں داخل ہوتے ہی کفار کے ساتھ جہاد شروع کر دیا جس میں شہید ہو کر داخل جنت ہو گئے حالانکہ ایک نماز پڑھنے کی بھی نوبت نہیں آئی، معلوم ہوا اسلام لانا گذشتہ گناہوں کیلئے مکفر ہے: اَلْإِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ[1]۔

٤٠ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ بِسِلَاحِهِ

جس شخص کی خود اپنے ہی ہتھیار سے موت ہو جائے؟

٢٥٣٨ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَبُو دَاوُد: قَالَ أَحْمَدُ: كَذَا قَالَ: هُوَ يَعْنِي ابْنَ وَهْبٍ، وَعَنْبَسَةُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، جَمِيعًا عَنْ يُونُسَ، قَالَ أَحْمَدُ: وَالصَّوَابُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قَاتَلَ أَخِي قِتَالًا شَدِيدًا، فَارْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهُ فَقَتَلَهُ، فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ: وَشَكُّوا فِيهِ رَجُلٌ مَاتَ بِسِلَاحِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا». قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ ابْنًا لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ بِمِثْلِ ذَلِكَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَذَبُوا مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا، فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ».

ترجمہ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے روایت ہے کہ جس وقت غزوۂ خیبر ہوا تو میرے بھائی نے (کفار سے) خوب جنگ کی۔ اتفاق سے اسکی تلوار اسی کے لگ گئی اور اس کی وفات ہو گئی تو صحابہ کرامؓ نے اس کے بارے میں کلام کیا اور اس کی شہادت میں شک کیا (اور یوں کہا) کہ ایک شخص تھا جو اپنے ہتھیار سے ہلاک ہوا۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا نہیں وہ شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جد وجہد کر کے مجاہد بن کر فوت ہوا ہے۔ ابنِ شہاب نے کہا کہ میں نے پھر سلمہ بن الاکوع کے ایک بیٹے ایاس بن سلمہ سے معلوم کیا۔ انہوں نے بھی اپنے والد سے اسی قسم کی حدیث بیان کی لیکن اس قدر کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں نے غلط کہا (یعنی اس مرنے والے کو شہید نہ کہنا واقعہ کے خلاف ہے بے شک) اس شخص کا جہاد کر کے مجاہد بن کر قتل ہوا ہے اور اس شخص کو دوگنا ثواب ہے (چاہے وہ اپنے ہتھیار ہی کی وجہ سے فوت ہوا ہو)۔

تخریج صحيح البخاري - المغازي (٣٩٦٠) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٩٦) صحيح البخاري - الديات (٦٤٩٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٨٠٢) سنن النسائي - الجهاد (٣١٥٠) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٣٨) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٤٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٤٨) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٥٢)

٢٥٣٩ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَغَرْنَا عَلَى حَيٍّ مِنْ جُهَيْنَةَ فَطَلَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلًا مِنْهُمْ

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج ١٢١

فَضَرَبَهُ. فَأَخْطَأَهُ وَأَصَابَ نَفْسَهُ بِالسَّيْفِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَخُوكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ» فَابْتَدَرَهُ النَّاسُ فَوَجَدُوهُ قَدْ مَاتَ، فَلَفَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابِهِ وَدِمَائِهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَشَهِيدٌ هُوَ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَأَنَا لَهُ شَهِيدٌ».

ترجمہ حضرت ابی سلام سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے سنا جو کہ صحابی تھے وہ کہتے تھے کہ ہم لوگوں نے جہینہ کے ایک قبیلہ پر حملہ کیا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کافروں کے ایک آدمی کو مقابلہ کیلئے طلب کیا اور اسکی تلوار سے مارنے کا ارادہ کیا۔ لیکن تلوار غلطی سے خود اسی شخص کے لگ گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اٹھو اور اپنے بھائی کی خبر لو جلدی سے لوگ اسکی طرف دوڑے تو دیکھا کہ ان کا انتقال ہو چکا تھا آپ ﷺ نے اسکو اسکے کپڑوں اور زخموں میں لپیٹ دیا اور اس پر نماز (جنازہ) پڑھی پھر دفن کیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ شہید ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور میں اس کا گواہ ہوں۔

شرح الاحادیث یعنی لڑائی میں اگر آدمی اپنے ہتھیار سے ہلاک ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حدیث الباب میں ہے سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ جنگ خیبر میں میرے بھائی جن کا نام عامر بن الاکوع ہے بہت قوت وشدت سے قتال کر رہے تھے، اسی میں ان کی تلوار لوٹ کر خود انکو لگ گئی جس سے وہ شہید ہو گئے، بعض صحابہ ان کے بارے میں شک کرنے لگے، کہتے تھے: رَجُلٌ مَاتَ بِسِلَاحِهِ ارے یہ تو اپنی ہی تلوار سے مر گیا، جب حضور ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کے شک وشبہ کو دور کیا اور فرمایا: مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا اس لفظ کو مکرر یا تو تاکید افرمایا یا دونوں لفظوں کے معنی میں فرق کر دیا جائے، جاهد کے معنی مجتهدا فی طاعة اللہ کیلئے جائیں، آگے روایت میں اسی قسم کا واقعہ ایک اور صحابیؓ کا مذکور ہے جن کا نام معلوم نہ ہو سکا، اس روایت میں یہ بھی ہے: وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ یعنی اس حدیث میں شہید کی نماز جنازہ مذکور ہے، جس کے اکثر علماء تو قائل نہیں، حنفیہ قائل ہیں۔

٤١ ـ بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

جہاد کے آغاز کے وقت دعا کے قبول ہونے کا بیان

٢٥٤٠ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ، أَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا». قَالَ مُوسَى: وَحَدَّثَنِي رِزْقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَوَقْتَ الْمَطَرِ».

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو قسم کی دُعائیں رَد نہیں کی جاتیں یا کم رَد کی جاتی ہیں (یعنی یہ دُعائیں اکثر قبول کی جاتی ہیں یا ہمیشہ قبول کی جاتی ہیں) ایک اذان کے وقت دُعا اور دوسرے جہاد کے وقت جبکہ ایک دوسرے کے مقابل ہو جاتے ہیں دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے اور بارش کے ہونے کے وقت (بھی دُعا قبول ہوتی ہے)۔

تخریج: سنن أبي داؤد – الجهاد (٢٥٤٠) سنن الدارمي – الصلاة (١٢٠٠) المعجم الكبير للطبراني (٥٧٥٦) المستدرك على الصحيحين للحاكم – الطهارة (٧١٢) السنن الكبرى للبيهقي – صلاة الاستسقاء (٦٤٥٩)

شرح الحديث: یعنی لڑائی کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا، حدیث الباب میں ہے کہ دو دعائیں رد نہیں ہوتیں ایک دعاء عند الأذان اور دوسری عِندَ البَأسِ حِينَ يُلحِمُ بَعضُهُم بَعضًا، یعنی لڑائی کے وقت جب بعض بعض کو قتل کر رہا ہو یلحم یلحم از باب سمع بمعنی قتل، اور یہ باب افعال سے بھی ہو سکتا ہے، یلحم جسکے معنی یختلط کے ہیں، یعنی گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہو، ایک دوسرے میں گھسا جا رہا ہو، اور اسی سے ہے الملحمة جس کی جمع ملاحم آتی ہے ملحمة بمعنی حرب یا موضع الحرب، میدان کارزار، یہ یا تو لحم سے ماخوذ ہے لکثرة لحوم القتلى یا لحمة الثوب سے ماخوذ ہے، جس طرح کپڑے کی بنائی میں لحمہ کا سدی کا ساتھ اختلاط ہوتا ہے، جس کو تانا، بانا کہتے ہیں، اور دوسری روایت میں وَقتُ المَطَرِ کا اضافہ ہے، اور ایک نسخہ میں تحت المطر ہے یعنی جو دعاء بارش میں کھڑے ہو کر مانگی جاتی ہے وہ بھی رد نہیں ہوتی اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جب بارش شروع ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم سے کپڑا اٹھا کر اسکے نیچے تھوڑی دیر کھڑے ہوتے بارش کا پانی اپنے اوپر لینے کیلئے، اور کسی صحابیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَدِيثُ عَهدٍ بِرَبِّهِ تَعَالَى [1] کہ تازہ بتازہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے یہ پانی آرہا ہے۔

٤٢ ـ بَابٌ فِيمَن سَأَلَ اللهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ

اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگنے کا بیان

٢٥٤١ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو مَرْوَانَ، وَابْنُ الْمُصَفَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، يُرَدُّ إِلَى مَكْحُولٍ، إِلَى مَالِكِ بْنِ يُخَامِرَ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ حَدَّثَهُمْ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ سَأَلَ اللهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقًا، ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ، فَإِنَّ لَهُ أَجْرَ شَهِيدٍ» زَادَ ابْنُ الْمُصَفَّى مِنْ هُنَا: "وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً، فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا لَوْنُ الزَّعْفَرَانِ وَرِيحُهَا رِيحُ الْمِسْكِ، وَمَنْ خَرَجَ بِهِ خُرَاجٌ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ".

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس

[1] صحیح مسلم – کتاب صلاۃ الاستسقاء – باب رفع الیدین بالدعاء فی الاستسقاء ٨٩٨

شخص نے راہِ الٰہی میں اونٹنی کے فُواق (دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان کے فاصلہ) کے بقدر جنگ کی تو بلاشبہ اس شخص کے لئے جنت واجب ہو گئی اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے شہید ہونے کی دل سے دعا مانگی پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا یا وہ قتل کر دیا گیا تو اس شخص کو شہید کا ثواب ملے گا اور جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی کر دیا گیا یا اسے کسی اور وجہ سے کوئی چوٹ لگ گئی تو بے شک وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ دنیا میں جتنا زخم لگا تھا وہ زخم روزِ قیامت خوب ظاہر ہو گا۔ اور اس کا رنگ زعفران جیسا ہو گا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہو گی اور جس شخص کو راہِ الٰہی میں کوئی پھوڑا نکل آیا پس اس پھوڑے والے شخص پر شہداء کی مہر ہو گی۔

تخریج جامع الترمذي-فضائل الجهاد(١٦٥٤)جامع الترمذي-فضائل الجهاد(١٦٥٧)سنن النسائي-الجهاد(٣١٤١)سنن أبي داؤد-الجهاد(٢٥٤١)سنن ابن ماجه-الجهاد(٢٧٩٢)مسند أحمد-مسند الأنصار رضي الله عنهم(٥/٢٣١)سنن الدارمي-الجهاد(٢٣٩٤)

شرح الحدیث حدیث الباب میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے صدق دل کے ساتھ شہادت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں اگرچہ وہ اپنی موت ہی مرے۔

مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ: یعنی جو شخص بہت تھوڑی دیر کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے فُوَاقَ نَاقَةٍ کے مطلب میں دو قول ہیں: ① ما بین الحلبتین، یعنی اونٹنی کا دوبار دودھ دوہنے کے درمیان جو وقت اور فصل ہوتا ہے، اونٹنی کا دودھ جب دوہتے ہیں اور ایک مرتبہ دوہنے کی مقدار پوری ہو جاتی ہے تو درمیان میں اس کے بچہ کو دوبارہ اس اونٹنی سے لگاتے ہیں جس سے تھنوں میں باقی ماندہ دودھ بھی اتر آتا ہے جس کو دوبارہ دوہا جاتا ہے، ② اور دوسرا قول یہ ہے دودھ دوہنے والا تھنوں کو دبا کر موجودہ دودھ نکال لیتا ہے تو فوراً ہی مٹھی کھولتا ہے تاکہ اوپر سے دودھ اتر آئے وہ بار بار اسی طرح کرتا رہتا ہے، تو گویا اس مٹھی کھولنے اور بند کرنے کے درمیان جتنا وقت خرچ ہوتا ہے وہ مراد ہے وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً، فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ، یعنی جس شخص کے بدن میں کوئی زخم ہو جائے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یا کوئی چوٹ لگ جائے پتھر وغیرہ سے یا چبھ جانا مراد ہے شوکہ یعنی کانٹا، اور اس سے خون نکلنے لگے تو وہ زخم قیامت کے دن آئیگا یعنی اس شخص کے بدن میں ظاہر ہو گا بروز قیامت اغزر بمعنی اکثر، غزارۃ بمعنی کثرۃ سے، یعنی قیامت میں وہ زخم اور اس کا خون کامل اور پوری ہیئت میں ظاہر ہو گا، جب کانٹا وغیرہ چبھتا ہے یا چوٹ لگ کر خون نکلتا ہے تو شروع میں اس کا سیلان بہت شدت اور زور سے ہوتا ہے، پھر بعد میں اسکی رفتار دھیمی پڑ جاتی ہے تو وہاں کثرت کی شکل میں ظاہر ہو گا اس مجاہد کے کارنامہ کو ظاہر کرنے کیلئے منجانب اللہ تعالیٰ کہ دیکھو اس شخص نے ہماری راہ میں اتنی مشقتیں اٹھائی ہیں، اس کے کارنامہ کو نمایاں کیا جاتا ہے لَوْنُهَا لَوْنُ الزَّعْفَرَانِ یعنی دیکھنے میں تو وہ خون خون ہوتا ہے جیسا کہ خون کا رنگ ہوا کرتا ہے زعفران کی طرح سرخ، بعض روایات میں ہے: اللون لون الدم، وَرِيحُهَا رِيحُ الْمِسْكِ اور ریح اسکی مشک کے مانند ہوتی ہے یہ سب کچھ اس مجاہد کے اعزاز میں ہے، وَمَنْ خَرَجَ بِهِ خُرَاجٌ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ

طابع بکسر الباء وبفتح الباء دونوں طرح ہے، اور خراج بمعنی دنبل پھوڑا یعنی جس کے بدن میں سفر جہاد میں پھوڑا پھنسی نکل آئے تو اس پر شہداء کی مہر اور ان کی علامت ہوگی۔ والحدیث رواہ بقیۃ اصحاب السنن، وھو عند الترمذی وابن ماجہ مختصراً، وقال الترمذی صحیح، قالہ الشیخ محمد عوامہ۔

٤٣۔ بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ جَزِّ نَوَاصِي الْخَيْلِ وَأَذْنَابِهَا

گھوڑے کی پیشانی اور اسکی دُم کے بال کاٹنے کی ممانعت کا بیان

٢٠٤٢ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ حُمَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، جَمِيعًا عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ نَصْرٍ الْكِنَانِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، وَقَالَ: أَبُو تَوْبَةَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ شَيْخٍ، مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ، وَهَذَا لَفْظُهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَقُصُّوا نَوَاصِيَ الْخَيْلِ، وَلَا مَعَارِفَهَا، وَلَا أَذْنَابَهَا، فَإِنَّ أَذْنَابَهَا مَذَابُّهَا، وَمَعَارِفَهَا دِفَاؤُهَا، وَنَوَاصِيهَا مَعْقُودٌ فِيهَا الْخَيْرُ».

ترجمہ حضرت عتبہ بن عبد السلمی سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں کو اور ان کی گردن (کے لمبے بال) اور دُم کے بالوں کو نہ کترو اس لئے کہ ان کی دُمیں ان کیلئے پنکھے کی طرح ہیں (ان سے وہ مکھیوں کو اُڑاتے ہیں) اور انکی گردن کے بال ان کو گرم رکھنے کا سبب ہیں اور ان کی پیشانی کے بالوں میں بھلائی اور خیر (اجر یا غنیمت) بندھی ہوئی ہے (یعنی مذکورہ چیزوں کے رکھ چھوڑنے میں خیر و برکت اور گھوڑوں کی زینت ہے)۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٠٤٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٨٤/٤)

شرح الحدیث آپ ﷺ گھوڑوں کے بارے میں جو کہ آلات جہاد میں ہیں ان کے بارے میں کچھ ہدایات فرما رہے ہیں کہ کیسے انکی خبر گیری اور خدمت کی جائے، چنانچہ فرماتے ہیں گھوڑوں کی پیشانی کے بال مت کاٹو اور نہ گردن کے بالوں کو، اور نہ انکی دموں کو اسلئے کہ ان کی دمیں ان کے پنکھے ہیں جس طرح پنکھے کے ذریعہ مکھی وغیرہ کو دور کیا جاتا ہے گھوڑے اپنی دم سے یہی کام لیتے ہیں اور ان کے معارف یعنی گردن کے بال ان کیلئے گرماہٹ کا ذریعہ ہیں، یعنی ان کے ذریعہ ان کو سینک پہنچتی ہے، یعنی جیسے آدمی چادر سے گرماہٹ حاصل کرتا ہے وہ ان سے یہ فائدہ حاصل کرتے ہیں، اور پیشانی کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ان کیساتھ تو خیر کو باندھ دیا گیا ہے اور لازم کر دیا گیا ہے، بعض حدیثوں میں خیر کی تفسیر اجر اور مغنم سے کی گئی ہے۔

حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ گھوڑے سے وہ گھوڑا مراد ہے جو جہاد کیلئے تیار کیا گیا ہو، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہوگی جس میں آتا ہے: إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ: الْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ، وَالدَّارِ [1]، اس سے دوسری قسم کا

---

[1] صحیح البخاری — کتاب الجهاد والسیر — باب ما یذکر من شؤم الفرس ٢٧٠٣، وصحیح مسلم — کتاب السلام — باب الطیرة والفأل وما یکون فیه من الشؤم ٢٢٢٥

گھوڑا مراد ہے یعنی جو جہاد کیلئے نہ ہو[1]۔

٤٤- بَابٌ فِي مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ أَلْوَانِ الْخَيْلِ

گھوڑوں کے رنگوں میں کون سے رنگ پسندیدہ ہیں؟

گھوڑا جو کہ جہاد میں بہت کام آنے والی سواری ہے، اور جس کی سواری سیکھنے کا حدیث میں حکم آیا ہے حتی کہ مال غنیمت میں گھوڑے کا ایک مستقل سہم شریعت نے مقرر کیا ہے، اسکی بہت سی انواع ہیں جنکی پہچان کیلئے کچھ مخصوص الوان اور علامات ہیں جن سے گھوڑے کی نوع معلوم کی جاتی ہے، ان تمام الوان وانواع کا بیان حدیث میں آیا ہے تاکہ جہاد کیلئے ان انواع میں سے جو عمدہ سے عمدہ ہو اس کو حاصل کیا جائے۔

٢٥٤٣- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَيْكُمْ بِكُلِّ كُمَيْتٍ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ، أَوْ أَدْهَمَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ».

ترجمہ: ابو وہب الجشمی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کیلئے ضروری ہے کمیت گھوڑا سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والا یا اشقر گھوڑا، سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والا یا ادھم گھوڑا (سیاہ رنگت والا) سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کا۔

٢٥٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ، حَدَّثَنَا عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَيْكُمْ بِكُلِّ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ، أَوْ كُمَيْتٍ أَغَرَّ» فَذَكَرَ نَحْوَهُ. قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ: وَسَأَلْتُهُ لِمَ فُضِّلَ الْأَشْقَرُ؟ قَالَ: «لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ جَاءَ بِالْفَتْحِ صَاحِبُ أَشْقَرَ».

ترجمہ: ابو وہب سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے لئے اشقر (گھوڑے) سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے رکھو یا کمیت (قسم کے گھوڑے کو) سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے کو۔ محمد بن مہاجر نے فرمایا کہ عقیل سے میں نے معلوم کیا کہ اشقر کی کس وجہ سے فضیلت مذکور ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ اس لئے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا تو سب سے پہلے جو سوار شخص فتح کی اطلاع لے کر آیا تو وہ اشقر گھوڑے پر سوار ہو کر آیا تھا۔

تخریج: سنن النسائي - الخيل (٣٥٦٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٤٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٤٥)

شرح الأحاديث: حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ اور دوسری سند میں آرہا ہے حَدَّثَنِي

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣٧

عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان دونوں سندوں میں فرق جیسا کہ حضرتؒ نے بذل میں مسند احمد[1] کی روایت سے ثابت کیا ہے یہ ہے کہ پہلی سند میں ابو وہب الجشمی ہیں جن کے صحابیؓ ہونے کی خود سند میں تصریح ہے، اور دوسری سند میں ابو وہب سے ابو وہب الکلاعی مراد ہیں جو تابعی ہیں، لہٰذا پہلی روایت مسند اور دوسری روایت مرسل ہوئی[2]۔

عَلَيْكُمْ بِكُلِّ كُمَيْتٍ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ، أَوْ أَدْهَمَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ: اس حدیث میں خیل کی تین انواع مذکور ہیں جن کے استعمال کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب فرما رہے ہیں، عَلَيْكُمْ یعنی لازم پکڑو اور اختیار کرو، كُمَيْتٍ، أَشْقَرَ، أَدْهَمَ، اور ہر ایک کے ساتھ ایک ہی قید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے یعنی أَغَرَّ مُحَجَّلٍ ہونیکی، اس ترتیب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے كُمَيْتٍ کو سب پر مقدم رکھا اور أَشْقَرَ کو دوسرے درجہ میں اور أَدْهَمَ کو تیسرے درجہ میں كُمَيْتٍ وہ گھوڑا جو احمر ہو شدید الحمرہ مائل بسیاہی، اور أَشْقَرَ وہ گھوڑا ہو خالص احمر ہو، اور أَدْهَمَ، وہ جو خالص سیاہ ہو أَغَرَّ وہ گھوڑا جو ابیض الجبہہ ہو جس کی پیشانی پر سفید پٹی ہو، اور مُحَجَّلٍ بمعنی ابیض القوائم جس کے چاروں ہاتھ پاؤں گھٹنے تک سفید ہوں، ہمارے یہاں ایسے گھوڑے کو جو أَغَرَّ مُحَجَّلٍ ہو پنچ کلیان کہتے ہیں، یہ گھوڑے کی ایک عمدہ قسم ہے، اور اسی قسم کا ترجمۃ الباب امام ترمذیؒ نے بھی قائم کیا ہے جس میں انہوں نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں ایک وہ جو ابو داود کے اس باب کی ثانی حدیث ہے یعنی يُمْنُ الْخَيْلِ فِي شُقْرِهَا، اور دوسری حدیث بروایت ابو قتادہؓ مرفوعاً یہ ذکر کی ہے: خَيْرُ الْخَيْلِ الْأَدْهَمُ الْأَقْرَحُ الْأَرْثَمُ، ثُمَّ الْأَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ، طَلْقُ الْيَمِينِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَدْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلَى هَذِهِ الشِّيَةِ[3]۔

ترمذی کی حدیث کی شرح: اس حدیث ترمذی میں دو قسمیں مذکور ہیں اولاً أَدْهَمُ، ثانیاً كُمَيْتٌ، اور پھر أَدْهَمُ کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک الْأَقْرَحُ الْأَرْثَمُ، اور دوسری الْأَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ، طَلْقُ الْيَمِينِ، اقرح بھی تقریباً وہی ہے جس کو أغر کہتے ہیں، لیکن أغر کی پیشانی کی سفیدی نسبتاً زائد ہوتی ہے اقرح سے، اور ارثم وہ گھوڑا ہے جس کی ناک اور شفۃ علیا، اوپر کا ہونٹ سفید ہو محجل کے معنی تو پہلے گزر چکے لیکن ترمذی کی روایت میں محجل کے ساتھ طلق الیمین کی قید ہے یعنی چاروں ہاتھ پاؤں میں سے داہنے ہاتھ یا پاؤں کے علاوہ باقی تین سفید ہوں چاروں ٹانگیں سفید نہ ہوں، اور قسم ثانی اس روایت میں وہ ادھم کے بعد کمیت ہے عَلَى هَذِهِ الشِّيَةِ کا مطلب ہے اسی صفت والا جو اوپر مذکور ہوئی، یعنی الْأَقْرَحُ الْأَرْثَمُ۔

آگے ابو داود میں یہ آرہا ہے کہ راوی نے اپنے استاذ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے أَشْقَرَ کو کیوں ترجیح دی غیر اشقر پر تو استاد نے

---

[1] مسند أحمد - مسند الكوفيين - حديث أبي وهب الجشمي له صحبة ۱۹۰۳۲

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۳۹

[3] جامع الترمذي - كتاب الجهاد - باب ما جاء ما يستحب من الخيل ۱۶۹٦

جواب دیا اس لئے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ جہاد کیلئے ایک سریہ بھیجا تھا تو سب سے پہلے جو شخص فتح کی خبر لیکر آیا وہ صاحب اشقر تھا، میں کہتا ہوں یہ ان کی اپنی رائے ہے اصل چیز اس میں تجربہ ہے، تجربہ سے جو ثابت ہوا اسکو ویسا ہی درجہ دیا گیا، ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو علوم وحی کے علاوہ دوسرے علوم اور معلومات وافرہ حاصل تھیں، یعنی وہ معلومات جن کا تعلق احکام شرعیہ اور رسالات رب سے ہے تاکہ احکامات الہیہ کا ابلاغ علی وجہ الکمال ہو سکے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرف وکرم والحدیث رواہ النسائی، قالہ المنذری۔

۲۵۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُمْنُ الْخَيْلِ فِي شُقْرِهَا».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی برکت لال رنگ کے گھوڑوں میں ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الجهاد (۱۶۹۵) سنن أبي داود - الجهاد (۲۵۴۵) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲۷۲)

شرح الحدیث: گھوڑوں کی برکت خاص کر ان گھوڑوں میں پائی جاتی ہے جو اشقر ہوں والحدیث رواہ الترمذی، قالہ المنذری۔

۴۵ - بَابٌ: هَلْ تُسَمَّى الْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ فَرَسًا

مادہ گھوڑی کو فرس کہنے کے بیان میں

۲۵۴۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَمِّي الْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ فَرَسًا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ (گھوڑے کی) مادہ کو بھی گھوڑا شمار فرماتے تھے۔

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ گھوڑے کی مادہ پر بھی فرس کا اطلاق کرتے تھے، قاموس میں بھی یہی لکھا ہے کہ فرس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے، نیز مادہ کو فَرَسَةٌ بھی کہا جاتا ہے اھ[1]، اس حدیث پر شرعی مسئلہ یہ متفرع ہوگا کہ جو حکم جہاد میں خیل نر کا ہے وہی اس کی مادہ کا بھی ہے لہذا سہم غنیمت دونوں کے لئے ہوگا نر کے ساتھ خاص نہ ہوگا (بذل[2])۔

۴۶ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخَيْلِ

کس قسم کے گھوڑے ناپسندیدہ ہیں

یہ گذشتہ باب کا مقابل ہے، وہاں مستحب کا بیان تھا یعنی پسندیدہ اور یہاں مایکرہ کا، یعنی غیر پسندیدہ۔

[1] القاموس المحيط - ص ۵۶۲

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۴۲

۲۵۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلْمٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ الشِّكَالَ مِنَ الْخَيْلِ» وَالشِّكَالُ: «يَكُونُ الْفَرَسُ فِي رِجْلِهِ الْيُمْنَى بَيَاضٌ وَفِي يَدِهِ الْيُسْرَى بَيَاضٌ، أَوْ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى وَفِي رِجْلِهِ الْيُسْرَى» قَالَ أَبُو دَاوُد: "أَيْ مُخَالِفٌ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ گھوڑے میں (گھوڑے کی ایک قسم) شکال کو اچھا خیال نہیں فرماتے تھے اور شکال ایسا گھوڑا ہے کہ جسکے دائیں پاؤں اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اسکے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں پر سفیدی ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - الإمارة (۱۸۷۵) جامع الترمذي - الجهاد (۱۶۹۸) سنن النسائي - الخيل (۳۵۶۶) سنن النسائي - الخيل (۳۵۶۷) سنن أبي داود - الجهاد (۲۵۴۷) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۷۹۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۵۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۳۶) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۵۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۶۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۷۶)

شرح حدیث: یعنی آپ ﷺ کو خیل کی وہ قسم جس میں شِکال پائی جائے پسند نہ تھی، آگے حدیث میں شکال کی تفسیر مذکور ہے وہ یہ کہ گھوڑے کی داہنی پچھلی ٹانگ میں سفیدی ہو اور اس کے ساتھ اگلی بائیں ٹانگ میں سفیدی ہو، یا اس کا عکس یعنی یدیمنیٰ میں سفیدی ہو اور رجل یسریٰ میں، پچھلی ٹانگ کو حدیث میں رجل سے تعبیر کیا گیا ہے اور اگلی ٹانگ کو ید سے۔

شِکال کی ایک تفسیر تو یہ ہوئی، اس کی دو تفسیریں اور وارد ہیں ایک یہ کہ گھوڑے کے قوائم اربعہ میں سے تین محجل ہوں اور ایک مطلق یعنی غیر محجل، اور ایک اس کا برعکس یعنی قوائم اربعہ میں ایک محجل اور باقی تین غیر محجل [1]، والحدیث أخرجہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ قالہ المنذری۔

۴۷ - بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْقِيَامِ عَلَى الدَّوَابِّ وَالْبَهَائِمِ

جانوروں کی بہتر طریقہ پر خبر گیری کے بیان میں

قیام سے مراد خبر گیری اور یہ مِن بیانیہ ہے، یعنی جانوروں کی دیکھ بھال، خبر گیری جو کہ مامور بہ ہے اس کا بیان گویا اس باب کی حدیث میں جانوروں کے حقوق کا بیان ہے۔

۲۵۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: «اتَّقُوا اللهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً، وَكُلُوهَا صَالِحَةً».

ترجمہ: حضرت سہل بن حنظلیہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک اُونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ اس کی پشت سے لگ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ان بے زبان جانوروں کے سلسلہ میں اللہ کا خوف کرو، ان پر اچھی طرح سوار ہو اور ان کو ٹھیک طرح کھلاؤ (پلاؤ)۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود۔ ج ۱۲ ص ۴۳-۴۴

تخریج: سنن أبي داؤد- الجهاد (٢٥٤٨) مسند أحمد- مسند الشاميين (٤/ ١٨١)

شرح الحدیث: ایک مرتبہ آپ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ پر ہوا جس کی کمر پیٹ سے لگ رہی تھی، پیٹ کے خالی ہونکی وجہ سے تو آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو، ان بے زبان جانوروں کے بارے میں جو شخص قادر علی الکلام نہ ہو اس کو اعجم کہتے ہیں ایسے ہی معجم بھی۔

آگے آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو جانور سواری کے ہیں ان سے سواری بھی اس حال میں لینی چاہئے کہ وہ خوب اچھے ہوں خوشحال ہوں، تروتازہ اور فربہ ہوں، اور جو ان میں کھانے کے ہیں، ذبح کر کے کھائے جاتے ہیں کھانا بھی ان کو اچھی حالت میں چاہئے۔

٢٥٤٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَحَبُّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ هَدَفًا، أَوْ حَائِشَ نَخْلٍ، قَالَ: فَدَخَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنَّ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ ذِفْرَاهُ فَسَكَتَ، فَقَالَ: «مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ، لِمَنْ هَذَا الْجَمَلُ؟»، فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: لِي يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ: «أَفَلَا تَتَّقِي اللهَ فِي هَذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللهُ إِيَّاهَا؟، فَإِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے ایک دن اپنے پیچھے سوار کیا پھر آپ نے آہستہ سے مجھے ایک بات ارشاد فرمائی جو میں کسی کو نہیں بتاؤں گا اور رسول کریم ﷺ کو قضاءِ حاجت کیلئے ستر پوشی کے مقامات میں دو مقام زیادہ پسندیدہ تھے یا تو کوئی جگہ ٹیلہ ہو یا درختوں کا جھنڈ ہو۔ ایک مرتبہ آپ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اُونٹ موجود تھا اور اس نے آپ کو دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا اور اس نے اپنی آنکھوں سے آنسو بہانا شروع کر دیئے۔ رسول کریم ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے (شفقت سے) اُونٹ کی گدی پر ہاتھ مبارک پھیرا وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اُونٹ ہے؟ انصار میں سے ایک نوجوان حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا اُونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس جانور کے بارے میں اس اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں کرتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے تم کو اس اُونٹ کا مالک بنایا۔ اس اُونٹ نے مجھ سے تمہاری شکایت کی کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو (اور زیادہ کام اور زیادہ بوجھ لاد کر) اس کو تھکا مارتے ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - الحيض (٣٤٢) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٢٩) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٤٩) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٣٤٠) مسند أحمد - مسند أهل البيت (١/ ٢٠٤) سنن الدارمي - الطهارة (٦٦٣) سنن الدارمي - الطهارة (٧٥٥)

شرح الحدیث: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عبد اللہ بن جعفرؓ فرماتے جو حضور ﷺ کے چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں، کہ حضور

ﷺ نے ایک مرتبہ مجھ کو اپنے پیچھے سواری پر سوار کیا اس کے بعد پھر مجھ سے چپکے سے ایک ایسی حدیث بیان کی جس کو میں کسی سے بیان نہیں کروں گا یہ تو ایک جملہ معترضہ ہوا، آگے جو مضمون ان کو بیان کرنا ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ قضاء حاجت کے وقت میں کسی بنائے مرتفع سے آڑ حاصل کریں (کوئی دیوار یا کھنڈر یا تودہ ریگ) یا چند درختوں کے مجموعہ (جھنڈ) سے، پس ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لئے گئے (ممکن ہے کہ یہ جانا درختوں کی آڑ میں قضائے حاجت کیلئے ہو) بہر حال جب آپ ﷺ اس باغ میں پہنچے تو وہاں ایک اونٹ بندھ رہا تھا، جب اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ بلبلانے لگا اور اسکی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں، آپ ﷺ اسکے قریب پہنچے اور اسکی گردن پر اپنا ہاتھ پھیرا اس پر وہ ساکت ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے تو ایک نوجوان انصاری آئے، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، پس تحقیق اس اونٹ نے تیری شکایت کی ہے مجھ سے کہ تو اس کا بھوکا رکھتا ہے، تھکا دیتا ہے، یعنی کام زیادہ لیتا ہے پھر بھی اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ والحديث أخرجه مسلم وابن ماجه دون قصة الجمل، كما أن مسلما روى قصة ارداف عبد الله بن جعفر في المناقب۔

٢٥٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَنِي فَنَزَلَ الْبِئْرَ، فَمَلَأَ خُفَّهُ فَأَمْسَكَهُ بِفِيهِ، حَتَّى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ". فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ فَقَالَ: «فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص راستہ میں جارہا تھا اس کو بہت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنواں دیکھا اس نے کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ وہ جب کنویں سے باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور وہ پیاس کی (شدت) کی وجہ سے نرم مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ اس کتے کی بھی پیاس کی وجہ سے وہی حالت ہو رہی ہے جو کہ (ابھی) میری حالت تھی۔ پھر اس نے کنویں میں اتر کر اپنے موزے میں پانی بھرا اور موزہ کو منہ میں دبا کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے خوش ہو گیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگوں کیلئے جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بھی اجر ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک جاندار کے ساتھ بھلائی کرنے میں اجر ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٧٢) صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٣٤) صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٣٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٦٣) صحيح مسلم - السلام (٤٢٤٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥١٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢١/٢) موطأ مالك - الجامع (١٧٢٩)

شرح الحدیث: اس حدیث سے حضور ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ وہ چلا جارہا تھا راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی، کچھ دیر بعد اس کو ایک کنواں ملا وہ اس کے اندر اترا، اور پانی پی کر جب باہر آیا تو ایک کتے کو دیکھا کو وہ پیاس کی وجہ سے تر مٹی کو چاٹ رہا تھا تو اس شخص نے سوچا کہ اس کو بھی پیاس اتنی ہی لگ رہی ہوگی جتنی مجھے لگ رہی تھی، پس وہ دوبارہ کنویں میں اترا، اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھرا اور اس کو اپنے دانتوں سے دبا کر دونوں ہاتھوں کے سہارے سے کنویں سے باہر آیا اور وہ پانی جو موزہ میں تھا اسکو پلایا اللہ تعالیٰ نے اسکے عمل کے قدر فرمائی اور اسکو بخش دیا، اس پر صحابہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہمارے لئے جانوروں کی خدمت میں ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ کہ ہر تر جگر والے کی خدمت میں ثواب ہے، ہر زندہ جانور کا جگر تر ہی ہوتا ہے۔

اس حدیث میں موعظت اور عبرت کے علاوہ ایک عملی بحث بھی ہے چنانچہ داؤدی کہتے ہیں کہ یہ حدیث تمام حیوانات کو شامل ہے، اور ابو عبد الملک کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ بنو اسرائیل کا ہے اور اسلام میں ایسا نہیں ہے، اسلام میں تو قتل کلاب کا حکم وارد ہے، اور حدیث فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ الخ یہ مخصوص ہے بعض بہائم کے ساتھ جن میں ضرر نہ ہو، اور یہی بات امام نوویؒ نے بھی فرمائی ہے کہ اس حدیث کا عموم مخصوص ہے حیوان محترم کے ساتھ جسکے مارنے کا حکم نہ دیا گیا ہو[1]، اسکے بالمقابل ابن التین کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث کو اس کے عموم پر بھی رکھا جاسکتا ہے اس میں کوئی استبعاد نہیں، لہذا اگر کتا یا اس جیسا جانور ہو تو اس کی پیاس کو بجھا کر، پانی پلا کر اگر قتل کرنا ہو تو قتل کردے، لأنا أمرنا بأن نحسن القتلة ونهينا عن المثلة (من البذل[2]) والحدیث اخرجه البخاري ومسلم. قاله المنذري۔

٤٨ - بَابٌ فِي نُزُولِ الْمَنَازِلِ

کسی جگہ پڑاؤ ڈالنے کا بیان

٢٥٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَمْزَةَ الضَّبِّيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: «كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَا نُسَبِّحُ حَتَّى تُحَلَّ الرِّحَالُ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جس وقت پڑاؤ ڈالتے تو جب تک اُونٹوں سے کجاوے نہ اُتار لیتے (اس وقت تک) نفل نماز نہ پڑھتے۔

شرح الحدیث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ کرامؓ کا معمول یہ تھا کہ جب سفر میں کسی منزل پر اترتے تھے تو نماز اور نفلیں وغیرہ نہیں پڑھتے جب تک اونٹوں پر سے ان کے کجاوے اور سامان وغیرہ نہ اتار لیتے تھے۔ یہ حضور ﷺ کی اسی

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٤ ص ٢٤١

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٥ ص ٤٢، وبذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١٢ ص ٤٩

تعلیم کا اثر تھا جو جانوروں کے حقوق کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے تھے، واللہ تعالیٰ الموفق۔

۴۹۔ بَابٌ فِي تَقْلِيدِ الْخَيْلِ بِالْأَوْتَارِ

گھوڑے کی گردن میں تانت ڈالنے کا بیان

اوتار جمع ہے وتر بفتحتین کی، یعنی تانت جو جانور کا باریک سا خشک پٹھا ہوتا ہے جو باندھنے جوڑنے کے کام آتا ہے۔

۲۵۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ: «لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، وَلَا قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ» قَالَ مَالِكٌ: «أُرَى أَنَّ ذَلِكَ مِنْ أَجْلِ الْعَيْنِ».

ترجمہ: حضرت ابو بشیر انصاری ؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے ایک قاصد کو روانہ فرمایا عبد اللہ بن ابو بکر نے کہا میرا خیال ہے جب لوگ رات کو آرام کرنے کی غرض سے رُکے تو اس وقت قاصد نے یہ پیغام پہنچایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی اونٹ کی گردن میں کوئی تانت کا قلادہ باقی نہ رکھا جائے اور نہ ہی کوئی عام سا قلادہ بلکہ سب کے سب کاٹ ڈالے جائیں۔ مالک نے بیان کیا کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ قلادہ نظر (بد) نہ لگنے کی وجہ سے باندھا جاتا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۴۳) صحيح مسلم - اللباس والزينة (۲۱۱۵) سنن أبي داود - الجهاد (۲۵۵۲) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۲۱۶/۵) موطأ مالك - الجامع (۱۷۴۵)

شرح الحدیث: پوری حدیث کا مضمون یہ ہے، ابو بشیر انصاری ؓ فرماتے کہ میں حضور ﷺ کیساتھ ایک سفر میں تھا، تو جس جگہ ہم ٹھہرے ہوئے تھے رات گزارنے کیلئے حضور ﷺ نے وہاں ایک قاصد بھیجا جس نے آکر ہمیں آپ کی یہ ہدایت سنائی کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا قلادہ باقی نہ رکھا جائے، اور نہ مطلق قلادہ، بلکہ اس کو کاٹ دیا جائے۔

اس حدیث کے رواۃ میں امام مالک ؒ بھی ہیں وہ اس حدیث کی شرح میں فرمارہے ہیں کہ یہ قلادہ وہ ہوتا تھا جس کو لوگ نظر بد سے بچنے کے لئے جانور کی گردن میں ڈالتے تھے۔

ہمارے یہاں کتاب الطہارۃ میں ابواب الاستنجاء میں ایک حدیث گذری ہے جس میں اس طرح ہے: أَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا الحديث [1]، اس کی مزید شرح وہاں دیکھ لی جائے کہ تقلید وتر کس لئے ہوتا تھا اور اس سے کیا مراد ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

[1] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب ما ينهى عنه أن يستنجى به ۳۶

٥٠- بَابُ إِكْرَامِ الْخَيْلِ وَارْتِبَاطِهَا وَالْمَسْحِ عَلَى أَكْفَالِهَا

گھوڑوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کا بیان

٢٥٥٣- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ارْتَبِطُوا الْخَيْلَ، وَامْسَحُوا بِنَوَاصِيهَا وَأَعْجَازِهَا- أَوْ قَالَ: «أَكْفَالِهَا» - وَقَلِّدُوهَا وَلَا تُقَلِّدُوهَا الْأَوْتَارَ".

ترجمہ حضرت ابو وہب الجشمی سے جو کہ صحابی رسول تھے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کو باندھے رکھو اور انکی پیشانیوں اور سرینوں پر ہاتھ پھیرا کرو، (راوی کہتے ہیں) کہ شاید حدیث میں لفظ أَعْجَازِهَا کے بجائے أَكْفَالِهَا فرمایا (اور آپ ﷺ نے فرمایا) ان کی گردنوں میں ہار پہناؤ مگر تانت کا قلادہ نہ پہناؤ۔

تخریج سنن النسائي- الخيل (٣٥٦٥) سنن أبي داؤد- الجهاد (٢٥٥٣) مسند أحمد- أول مسند الكوفيين (٣٤٥/٤)

شرح الحدیث آپ ﷺ فرمارہے ہیں، گھوڑے خوب پالو اور (انکی خوب خدمت کرو جسکا ذکر آگے آرہاہے) کہ انکی پیشانیوں اور سرینوں پر خوب ہاتھ پھیرو، یعنی مالش کرو، اور ہار بھی انکو پہناؤ لیکن تانت کا قلادہ نہ پہناؤ، یہ مطلب اس صورت میں ہے جبکہ اوتار کو وتر کی جمع کیا ہے، اور دوسرا قول اس میں یہ ہے یہ اوتار وتر بالکسر کی جمع ہے، جس کے معنی حقد اور دشمنی کے ہیں، اسی طرح اس کے معنی دم اور طلب ثار یعنی خون کا انتقام اور بدلہ، اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ گھوڑے ضرور پالو، لیکن جہاد اور اعداء دین کے مقابلہ کیلئے نہ کہ زمانہ جاہلیت کی عداوتوں اور خون کا بدلہ لینے کیلئے، زمانہ جاہلیت کی عداوتیں بڑی طویل اور مدتوں تک چلنے والی ہوتی تھیں، اسلام لانے کے بعد ان سے روکا جارہاہے کہ ان لڑائیوں کا انتقام اب اسلام میں داخل ہو کر مت لو، اور ان کو ختم کرو، والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

٥١- بَابٌ فِي تَعْلِيقِ الْأَجْرَاسِ

جانوروں کی گردن میں گھنٹی لٹکانے کے بیان میں

٢٥٥٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِي الْجَرَّاحِ مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رِفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ».

ترجمہ اُمّ حبیبہؓ کے آزاد کردہ غلام ابو الجراح، اُمّ حبیبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رحمت کے فرشتے اس جماعت کے ساتھ نہیں رہتے کہ جن کی سواریوں (کی گردنوں) میں گھنٹی ہوتی ہے۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٥٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار

(٣٢٧/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٢٦/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٢٧/٦) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٧٥).

٢٥٥٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس جماعت کا رحمت کے فرشتے ساتھ نہیں دیتے کہ جس مکان میں کتا اور (ان کے جانوروں کی گردن میں) گھنٹی ہو۔

تخریج صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١١٣) جامع الترمذي - الجهاد (١٧٠٣) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤١٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٧/٢) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٧٦)

٢٥٥٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فِي الْجَرَسِ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جرس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا باجہ ہے۔

تخریج صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١١٤) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٢/٢)

شرح الأحاديث لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ: ان رفقاء سفر کے ساتھ ملائکہ نہیں رہتے جن میں جرس ہو، جانوروں کے گلے میں جو گھنٹی سی باندھتے دیتے ہیں جو حرکت سے بجتی رہتی ہے اس کو جرس کہتے ہیں۔

بذل میں شاید ملائکہ سے مراد غیر الحفظہ والکتبہ ہیں، کراہت جرس کی علت میں کئی قول ہیں، انه شبيه بالنواقيس، کہ اسکی آواز ناقوس کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے ،لكراهة صوته لأنه مزمار الشيطان، یعنی اسکی آواز کی کراہت کیوجہ سے کہ وہ شیطان کا باجہ ہے جیسا کہ اسی باب کی تیسری روایت میں آرہا ہے؛ وقيل لأنه يدل على صاحبه بصوته وكان عليه السلام يحب أن لا يعلم العدو حتى يأتيهم بغتة ،یعنی اس سے قافلہ کے آنے کا پتہ چلتا ہے کہ کوئی جماعت آرہی ہے جس سے دشمن باخبر ہو جاتا ہے حالانکہ آپ ﷺ غزوہ کے اسفار میں یہ چاہتے تھے کہ دشمن کو مطلع نہ ہو تاکہ اس کی بے خبری میں اس پر حملہ کرنا آسان ہو [1]۔

آگے دوسری روایت میں جرس کے ساتھ کلب کا بھی اضافہ ہے۔ حديث ام حبيبة أخرجه النسائي وحديث أبي هريرة الأول أخرجه مسلم والترمذي ،وحديثه الثاني أخرجه مسلم والنسائي قاله المنذري۔

---

[1] عون المعبود على سنن أبي داؤد - ج ٧ ص ٢٢٦

٥٢۔ بَابٌ فِي رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ

نجاست خور جانور پر سواری کی ممانعت

٢٥٥٧ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «نُهِيَ عَنْ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ».

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ نجاست خور جانوروں پر سواری کرنا منع ہے۔

٢٥٥٨ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَهْمِ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْإِبِلِ أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جلالہ اونٹ پر سوار ہونے سے منع فرمایا۔

شرح: جلالہ وہ جانور جو پلیدی اور گندگی کھاتا ہو، جلہ سے ماخوذ ہے بتثلیث الجیم، البعرة، مینگنی، کہا جاتا ہے جلت الدابة الجلة جب وہ پلیدی کھائے، اور ایسے دابہ کو جالّہ اور جلالہ کہا جاتا ہے، آگے حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ نے جلالہ کی سواری لینے سے منع فرمایا، شرح میں لکھا ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ اس کی خوراک کا غالب حصہ نجاست ہو یہاں تک کہ اس کی بو کا اثر ظاہر ہو جائے اس کے گوشت میں اور اس کے دودھ میں، ایسی صورت میں اس کا اکل اور رکوب حرام ہوتا ہے، مگر یہ کہ اس کو چند روز تک باندھ کر رکھا جائے جس سے نجاست نہ کھا سکے (بذل من مجمع البحار[1])۔

٥٣۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسَمِّي دَابَّتَهُ

اپنے جانور کا نام رکھنے کا بیان

٢٥٥٩ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُعَاذٍ، قَالَ: «كُنْتُ رِدْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ»

ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا کہ جسے عفیر کہتے تھے۔

صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٠١) صحيح البخاري - اللباس (٥٦٢٢) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩١٢) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٣٥) صحيح مسلم - الإيمان (٣٠) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٥٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٢٨/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٠/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٤/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٦/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٤٢/٥)

شرح: یعنی اگر کوئی شخص اپنے جانور کا کوئی نام تجویز کرے تو یہ جائز ہے حضور ﷺ کے زمانہ سے یہ بات چلی آرہی ہے، چنانچہ حدیث الباب میں حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کا ردیف تھا ایک حمار پر جس کا نام عفیر تھا۔

---

[1] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار — ج ١ ص ٣٧٧، بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١٢ ص ٥٥

صحیح بخاری میں بھی اس قسم کا ایک باب ہے: بَابُ اسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر ابو داؤد میں ہے کہ مصنف کی غرض جواز تسمیہ ہے کبھی کوئی یہ سمجھے کہ جانوروں کا نام رکھنا رسوم جاہلیت سے ہے، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي مختصراً ومطولاً قاله المنذري۔

٥٤۔ بَابٌ فِي النِّدَاءِ عِنْدَ النَّفِيرِ يَا خَيْلَ اللهِ ارْكَبِي

روانگی کے وقت اس طرح پکارنا کہ اے اللہ کے گھڑ سوارو! سوار ہو جاؤ

یعنی جب لشکر جہاد میں روانہ ہونے لگے تو اس کو خیل اللہ کہہ کر پکارنا کہ اے خدائی لشکر سوار ہو اور کوچ کر، بذل میں لکھا ہے کہ یہ نداء سب سے پہلے غزوۃ الغابۃ کے اندر پائی گئی جس کو غزوہ ذی قرد بھی کہتے ہیں [1]۔

٢٥٦٠ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، «أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّى خَيْلَنَا خَيْلَ اللهِ إِذَا فَزِعْنَا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا فَزِعْنَا بِالْجَمَاعَةِ وَالصَّبْرِ وَالسَّكِينَةِ، وَإِذَا قَاتَلْنَا».

ترجمہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی جماعت کا نام خیل اللہ (مجاہدین کا گروہ) کہہ کر آواز دیتے جب ہم لوگ گھبرا رہے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گھبراہٹ کے وقت ہمیں اتفاق و اتحاد سے رہنے کا حکم فرماتے جنگ کے وقت صبر و تحمل کی تعلیم دیتے۔

شرح الحدیث سمرہ بن جندبؓ کی جتنی روایات أَمَّا بَعْدُ کے ساتھ شروع ہیں ان کا تعارض ہمارے یہاں اس سے پہلے کئی بار آچکا، اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لشکر کا نام خیل اللہ رکھا جبکہ ہم گھبرا رہے تھے، بظاہر مطلب یہ ہے کہ خوف اور گھبراہٹ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیل اللہ سے تعبیر فرمایا، ہمت افزائی اور تسلی دلانے کیلئے اس عظیم نسبت کی وجہ سے کہ تم تو خدائی لشکر ہو اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہے آگے روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو خوف اور گھبراہٹ کے وقت میں ہدایت فرمایا کرتے تھے اجتماع اور اکھٹے ہونے اور صبر و سکون کی، اور اسی طرح اس کی ہدایت فرمایا کرتے تھے ہم کو قتال کے وقت بھی، والحديث سكت عن تخريجه المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داؤد — ج ١٢ ص ٥٦

٥٥ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنْ لَعْنِ الْبَهِيمَةِ

جانور پر لعنت بھیجنے کی ممانعت کا بیان

٢٥٦١ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَسَمِعَ لَعْنَةً، فَقَالَ: «مَا هَذِهِ؟» قَالُوا: هَذِهِ فُلَانَةُ لَعَنَتْ رَاحِلَتَهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ضَعُوا عَنْهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ» فَوَضَعُوا عَنْهَا قَالَ عِمْرَانُ: «فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهَا نَاقَةٌ وَرْقَاءُ».

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک سفر میں تھے کہ آپ ﷺ نے لعنت کی آواز سنی (یعنی کسی چیز کو کوئی شخص لعنت بھیج رہا ہے) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ فلاں عورت ہے، اس نے اپنے اُونٹ پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس اُونٹنی سے پالان اُتار لو کیونکہ وہ ملعون ہے۔ لوگوں نے اس اُونٹنی کو خالی کر دیا۔ عمران نے کہا: گویا کہ میں اس اُونٹنی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ مٹیالہ رنگ کی اُونٹنی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٩٥) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٦١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢٩/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣١/٤) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٧٧)

شرح الحدیث: یعنی جانوروں کو بد دعاء دینے کی ممانعت ہے، چنانچہ حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ ایک سفر میں تھے تو آپ ﷺ نے لعنت کے ساتھ بد دعاء کی آواز سنی، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ایک عورت نے اپنی سواری کو لعنت کی بد دعاء دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو اسکی سواری پر سے اتار دو، کیونکہ وہ اس کے بقول ملعون ہے، چنانچہ اس کو اس پر سے اتار دیا گیا، حضرت عمران راویؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس اونٹنی کو دیکھا ہے کہ وہ خاکستری رنگ کی اونٹنی تھی۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي قاله المنذري۔

٥٦ ـ بَابٌ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

چوپایوں کو لڑانے کی ممانعت کا بیان

٢٥٦٢ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى الْقَتَّاتِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے چوپایوں کو (ایک دوسرے سے) لڑانے سے منع فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الجهاد (١٧٠٨) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٦٢)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا، جیسا کہ اونٹوں والے بعض مرتبہ دو اونٹوں کے درمیان مقابلہ کراتے ہیں لڑنے میں، اسی طرح دو دنبوں کے درمیان، اور دو مرغوں کے درمیان (بین الجمال

والكباش والديوك) اور منع کی وجہ ظاہر ہے، لأنه من الملاهي، يعني لهو ولعب، وفيه إيلام الدواب وإهلاكه، یعنی جانوروں کو بلا وجہ اذیت پہنچانا اور اگر یہ حرکت دو طرفہ شرط باندھ کر ہوگی تو پھر یہ قمار بھی ہے (بذل [1])۔ والحديث أخرجه الترمذي مرفوعاً ومرسلاً قاله المنذري۔

٥٧۔ بَابٌ فِي وَسْمِ الدَّوَابِّ

جانوروں پر داغ کر نشان لگانے کا بیان

٢٥٦٣۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخٍ لِي حِينَ وُلِدَ لِيُحَنِّكَهُ، فَإِذَا هُوَ فِي مِرْبَدٍ يَسِمُ غَنَمًا» أَحْسِبُهُ قَالَ: فِي آذَانِهَا.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے بھائی کو تحنیک کرانے کیلئے خدمت نبوی ﷺ میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت جانوروں کے باڑے پر تھے اور آپ علامت کیلئے بکریوں کے کانوں پر داغ لگا رہے تھے (تاکہ اپنی بکریوں کی شناخت ہو سکے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣١) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢٢٢) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٨٦) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١١٩) صحيح مسلم - الآداب (٢١٤٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٦٣) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٧١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٩/٣)

شرح الحدیث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب میرا چھوٹا بھائی پیدا ہوا تو اس کو تحنیک کیلئے آپ ﷺ کے پاس لیکر آیا، جب وہاں پہنچا تو آپ کو دیکھا کہ آپ اس وقت بکریوں کے باڑہ میں تھے اور داغ کے ذریعہ بکریوں پر نشان لگا رہے تھے، شعبہ کہتے ہیں کہ میں اپنے استاد ہشام کو گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے اس روایت میں: في آذانها کہا تھا، یعنی نشان بکریوں کے کان پر لگا رہے تھے۔

مربد، جانوروں کے باڑہ کو بھی کہتے ہیں جہاں ان کو باندھا جاتا ہے، اور کھجور خشک کرنے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں، اور یسم، وسم سے ماخوذ ہے جس کے معنی نشان اور علامت لگانے کے ہیں، لوہا گرم کرکے لگایا جاتا ہے، جس چیز کے ذریعہ لگاتے ہیں اس میسم کہا جاتا ہے۔

وسم الدواب میں مذاہب ائمہ: جمہور علماء شافعیہ وغیرہ کے نزدیک زکوۃ اور جزیہ کے اونٹ اور بکریوں میں یہ نشان لگانا مستحب ہے، لیکن غیر وجہ میں (یعنی چہرے کے علاوہ بدن کے کسی اور حصہ میں) اور وسم فی الوجہ بالاتفاق ناجائز ہے، اور حنفیہ کے نزدیک وسم فی غیر الوجہ مباح ہے، اور حافظؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے،

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ٥٩

یعنی ان کے نزدیک وسم البهائم جائز نہیں [1]، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ہمارے نزدیک بھی یہ وسم جائز ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: لا بأس بكي البهائم للعلامة وثقب أذن الطفل من البنات [2]، لہٰذا جمہور اور حنفیہ کا مذہب اس میں ایک ہے زائد سے زائد یہ کہہ سکتے ہیں کہ عند الجمہور مستحب ہے اور عند الحنفیہ مباح۔

اور یہ وسم فی الحیوان کے بارے میں ہے، اور انسان کے اندر وسم فی الوجہ بالاجماع حرام ہے، فی غیر الوجہ مکروہ ہے [3]۔

امام بخاریؒ نے بھی اس موضوع پر باب باندھا ہے کتاب الزکاۃ میں بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ، اور پھر اس کے بعد کتاب الذبائح والصید میں بَابُ الْوَسْمِ وَالْعَلَمِ فِي الصُّورَةِ۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم (قاله المنذري)۔

٥٨۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ وَالضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ

چہرہ پر علامت لگانے اور چہرہ پیٹنے کی ممانعت کا بیان

٢٥٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِحِمَارٍ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: «أَمَا بَلَغَكُمْ أَنِّي قَدْ لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَهِيمَةَ فِي وَجْهِهَا أَوْ ضَرَبَهَا فِي وَجْهِهَا؟» فَنَهَى عَنْ ذَلِكَ.

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گذرا کہ جس کے منہ پر داغ کے ذریعے نشان لگایا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ میں نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو جانور کے چہرے پر داغ لگائے یا اس کے چہرہ پر مارے پھر آپ نے اس سے منع فرمایا۔

تخریج صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١١٧) جامع الترمذي - الجهاد (١٧١٠) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٦٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٨)

شرح الحديث اس حدیث میں وسم فی الوجہ پر وعید ہے اور ایسے ہی ضرب فی الوجہ پر بھی جو بالاجماع مکروہ ہے جیسا کہ ابھی اوپر گذرا۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي بمعناه، قاله المنذري۔

٥٩۔ بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْحُمُرِ تُنْزَى عَلَى الْخَيْلِ

گھوڑیوں پر گدھوں کی جفتی کی ممانعت

٢٥٦٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنِ ابْنِ زُرَيْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيرَ عَلَى الْخَيْلِ

تنزی جفتی کرانا

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ٣٦٧، و بذل المجهود في حل أبي داؤد - ج ١٢ ص ٦٠

[2] رد المحتار على الدر المختار - ج ٩ ص ٥٥٨

[3] لامع الدراري على جامع البخاري للكنكوهي - ج ٣ ص ٣١٢

تَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هَذِهِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کیلئے ایک خچر بطور تحفہ آیا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: کاش، ہم لوگ بھی گھوڑیوں پر گدھوں کو چڑھاتے (یعنی جفتی کراتے) تو ہم لوگوں کے پاس بھی خچر ہوتے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ایسا کام وہ لوگ انجام دیتے ہیں (جو شرعی احکامات سے واقف نہیں ہوتے کہ) جو نہیں جانتے۔

تخریج: سنن النسائي - الخيل (٣٥٨٠) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٦٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٠٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٥٨)

شرح الحدیث: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں کہیں سے ایک بغلہ[1] یعنی مادہ خچر بطور ہدیہ کے آئی جس پر آپ ﷺ نے سواری بھی کی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا اگر ہم لوگ بھی انزاء الحمیر علی الخیل کریں تو ہمارے یہاں بھی یہ خچر ہونے لگیں گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو نادان اور بے وقوف ہیں اسلئے کہ اس میں استبدال الادنی بالخیر ہے، یعنی بڑھیا چیز کے بدلہ میں گھٹیا اختیار کرنا، کیونکہ بغل ادنی ہے خیل سے، خیل اس سے اعلیٰ ہے۔

ترجمة الباب والے مسئلہ پر فقہی بحث: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ انزاء الحمیر علی الخیل کو فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ چنانچہ جمہور اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے ہاں بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے، جیسے عمر[2] بن عبد العزیز و عامر شعبی، جواز کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ سے رکوب البغل ثابت ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے اس کا شمار نعماء میں فرمایا ہے اور مقام امتنان میں اس کا ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً[3]، باقی اس حدیث میں جو آپ ﷺ نے اس کو نادانی فرمایا ہے تو یہ اتخاذ بغال کی کراہت عدم جواز پر دال نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود ترغیب ہے تکثیر خیل کی کیونکہ اس میں ثواب ہے، اور الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ اسکے ثواب کو نہیں جانتے وہ ایسا کرتے ہیں، حکاہ الحافظ عن الطحاوی[4]، اس طرح خطابیؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑے کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے اور باقاعدہ اس کا مال غنیمت میں حصہ ہوتا ہے جس طرح فارس کا ہوتا ہے، نیز اس کا لحم بھی ماکول ہے اور ان فضائل میں سے کوئی بھی بغل کے لئے ثابت نہیں[5]، لیکن علامہ طیبیؒ نے ایک بات لکھی ہے (کمافی البذل) وہ یہ کہ رکوب بغل اور اس کے ذریعہ سے زینت حاصل کرنا یہ

---

[1] بغل دابہ کی وہ جنس جو گھوڑے اور گدھی یا بالعکس کے اجتماع سے پیدا ہو، ہمارے استاذ مولانا صدیق احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خچر گھوڑے کا بھانجا ہے۔

[2] ذکر تلك المذاهب العلامة العيني في شرح الطحاوي انظر حاشية الطحاوي المطبوع بحاشية والدي مولانا حكيم محمد ايوب المظاهري رحمه الله تعالى۔

[3] اور گھوڑے پیدا کیے اور خچریں اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے (سورة النحل ٨)

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـ ج ٦ ص ٧٥

[5] معالم السنن ـ ج ٣ ص ٢٥١ ـ ٢٥٢

گو جائز ہے اور اسی کے ساتھ امتنان بھی وارد ہوا ہے لیکن ہو سکتا ہے اس کے باوجود اتخاذ جائز نہ ہو، جیسے بعض تصویریں ایسی ہیں کہ ان کا استعمال فراش وبساط وغیرہ میں مباح ہے، لیکن عمل تصویر حرام ہے [1]۔

بغلۂ مذکورہ فی الحدیث سے متعلق کلام: اس بغلہ کے بارے میں روایت یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کے پاس ہدیہ میں آیا تھا، آپ ﷺ کی خدمت میں اہداء بغلہ کا ذکر اسی کتاب میں بَابٌ فِي إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ میں آیا ہے بلفظ: فَأَتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدَةً وَكَتَبَ لَهُ - يَعْنِي - بِبَحْرِهِ [2] یعنی غزوہ تبوک کے سفر میں جب آپ ﷺ تبوک پہنچے تو ایلہ کے بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر سفید خچر پیش کیا، اور آپ ﷺ نے اُس ملک ایلہ کو اسکے بدلہ میں ایک قیمتی چادر اور شال ہدیہ فرمایا، کہا گیا ہے کہ اس بغلہ بیضاء ہی کا نام دلدل ہے اور ایک بغلہ بیضاء وہ ہے جس کا ذکر بخاری کی کتاب الجهاد بَاب بَغْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْضَاء کے ضمن میں غزوہ حنین کے ذکر میں آیا ہے: فَلَقِيَهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ [3]، اس کی شرح میں حافظ لکھتے ہیں کہ جس بغلہ بیضاء پر آپ ﷺ غزوۂ حنین میں تھے وہ اس بغلہ بیضاء کے علاوہ ہے جو ملک ایلہ نے آپ ﷺ کو ہدیہ کیا تھا کیونکہ وہ تبوک میں تھا اور غزوہ حنین اس سے پہلے پیش آیا ہے، اور مسلم کی ایک روایت [4] میں آیا ہے کہ جس بغلہ پر آپ ﷺ حنین میں تھے وہ آپ کو فروۃ بن نفاثہ نے پیش کیا تھا، نیز ملک ایلہ کے اہداء کی حدیث صحیح بخاری کی کتاب الزکوۃ میں بھی ہے [5]۔ والحديث رواه النسائي (قاله الشيخ محمد عوامة)۔

٦٠ ـ بَابٌ فِي رُكُوبِ ثَلَاثَةٍ عَلَى دَابَّةٍ

تین آدمیوں کا ایک ہی جانور پر سوار ہونا

٢٥٦٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُوَرِّقٍ يَعْنِي الْعِجْلِيَّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اسْتُقْبِلَ بِنَا. فَأَيُّنَا اسْتُقْبِلَ أَوَّلًا جَعَلَهُ أَمَامَهُ، فَاسْتُقْبِلَ بِي فَحَمَلَنِي أَمَامَهُ، ثُمَّ اسْتُقْبِلَ بِحَسَنٍ أَوْ حُسَيْنٍ فَجَعَلَهُ خَلْفَهُ فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ وَإِنَّا لَكَذَلِكَ".

ترجمہ عبد اللہ بن جعفرؓ نے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جس وقت سفر سے تشریف لاتے تو ہم لوگ آپ کے

[1] بذل المجهود في حل أبي داؤد ـ ج ١٢ ص ٦٢۔

[2] سنن أبي داؤد ـ كتاب الخراج والإمارة والفيء ـ باب في إحياء الموات ٣٠٧٩

[3] صحيح البخاري ـ كتاب الجهاد والسير ـ باب بغلة النبي صلى الله عليه وسلم البيضاء ٢٧١٩

[4] صحيح مسلم ـ كتاب الجهاد والسير ـ باب في غزوة حنين ١٧٧٧

[5] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـ ج ٦ ص ٧٥

استقبال کیلئے جاتے ہم میں سے جو شخص پہلے (وہاں) پہنچتا آپ اس کو اپنے آگے بٹھاتے میں پہلے پہنچا، آپ نے مجھے اپنے آگے بٹھایا اس کے بعد سیّدنا حسنؓ یا حسینؓ پہنچ گئے آپ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ اس کے بعد ہم لوگ اسی حال میں مدینہ منورہ پہنچ گئے (یعنی تین آدمی ایک ہی اونٹ پر)۔

تخریج صحیح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٢٨) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٦٦) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٧٢) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٦٥)

شرح الحدیث جعفر طیارؓ کے صاحبزادہ عبد اللہ فرماتے ہیں: اپنے بچپن کا قصہ سناتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہمیں بھی آپ ﷺ کے استقبال کیلئے لے جایا جاتا، یعنی جب ہمارے بڑے آپ ﷺ کے استقبال کیلئے مدینہ سے باہر جاتے تو ہمیں بھی ساتھ لیجاتے "ہم" سے مراد ہے آپ کے گھرانے کے چھوٹے بچے، تو آگے وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ جونسا بچہ آپ ﷺ تک پہلے پہنچ جاتا تو آپ ﷺ اسکو اپنی سواری پر آگے بٹھاتے، اور جو بعد میں پہنچتا اسکو پیچھے بٹھاتے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں پہلے پہنچ گیا تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھایا، اسکے بعد حسنین میں سے کوئی سے ایک پہنچے تو ان کو آپ ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھایا فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ وَإِنَّا لَكَذَلِكَ، پس ہم اور آپ ﷺ مدینہ میں اسی طرح داخل ہوئے، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک سواری پر تین کا سوار ہونا جائز ہے بشرطیکہ سواری اسکی متحمل ہو (بذل [1]) اور یہاں تو عدم تحمل کا سوال ہی نہیں ہوتا اسلئے کہ وہ ان میں بچے ہی تھے بہر حال ترجمۃ الباب میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ سوار ہونے والوں کو سواری کے تحمل کا لحاظ ضروری ہے، قلت: ويستفاد منه بالطريق الأولى انه لا ينبغي ان يركب على مركب عدة أشخاص زائد على المعتاد. والمعتاد هو الاثنان، ولا سيما لاهل العلم والوقار. والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري.

٦١ - بَابٌ فِي الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ

بلا ضرورت جانور پر بیٹھنے کی کراہت کا بیان

٢٥٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ. حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ. عَنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: «إِيَّاكُمْ [2] أَنْ تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ. فَإِنَّ اللهَ إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ. وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوا حَاجَتَكُمْ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر بنانے سے بچو (یعنی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ٦٣ - ٦٤

[2] نسخہ بذل میں إِيَّاكُمْ کے بجائے إِيَايَ ہے، جس کی طرف شارح نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

بلا ضرورت ان پر نہ بیٹھے رہو) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو تم لوگوں کا اسلئے تابع کر دیا ہے تاکہ تم لوگ ایک شہر (جگہ) سے دوسرے شہر پہنچ سکو کہ جہاں پر تم لوگ بلا مشقت نہیں پہنچ سکتے تھے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی ہے اس پر اپنی ضروریات پوری کیا کرو۔

شرح الحدیث: اس باب میں بھی پہلے باب کی طرح سواری کے حق کے رعایت کی ایک اور طرح ہدایت ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے کہ سواری کے ساتھ ممبر جیسا معاملہ نہ کیا جائے کہ سواری پر بیٹھے بیٹھے راستہ میں رک کر کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے علاوہ سیر کے، مثلاً کسی کے ساتھ بات کرنے میں دیر تک مشغول ہو جائے، آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہاری سواری کیلئے اسلئے مسخر فرمایا ہے کہ یہ تم کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف جسکی طرف تم بغیر مشقت کے نہیں پہنچ سکتے تھے، بسہولت پہنچادیں وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوا حَاجَتَكُمْ اور سیر اور سفر کے علاوہ دوسرے کاموں کیلئے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین بنائی ہے اس پر وہ کام کرو۔

دراصل شارع علیہ السلام کا منشأ یہ ہے إعطاء كل ذي حق حقه [1] اور یہ کہ ہر چیز کا استعمال اس کی وضع اور حال کے مناسب ہو، نعمت کا صحیح استعمال یہی اس کی قدردانی اور اس کا شکر ہے، سبحان اللہ! ہماری شریعت کی کیا عمدہ تعلیمات ہیں۔

اس حدیث میں إيای کا لفظ وارد ہے یہ تحذیر کے قبیل سے ہے، مشہور تو تحذیر میں یہ ہے کہ وہ ضمیر مخاطب کے ساتھ ہو جیسے ایاک والاسد، اسی طرح یہاں بھی بعض نسخوں میں بجائے إيای کے إِيَّاكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا ہے۔

بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تحذیر بضمیر المتکلم بھی درست ہے گو قلیل ہے، اور بعض نے اس پر شذوذ کا حکم لگایا ہے [2]۔

٦٢ - بَابٌ فِي الْجَنَائِبِ

کوتل سواری (وہ سواری جس کو آدمی زینت کیلئے اپنے پہلو میں رکھ کر چلتا ہے) کے احکام

جنائب جمع ہے جنیبة کی اور جنیبة بمعنی مجنوبة، جو کہ جنب سے ماخوذ ہے بمعنی پہلو، جس چیز کو آدمی اپنے پہلو میں اور ساتھ ساتھ رکھتا ہے اس کو مجنوب کہیں گے، جیسا کہ حماسہ کے اس شعر میں ہے:

هَوَايَ مَعَ الرَّكْبِ الْيَمَانِينَ مُصْعِدٌ ❊ جَنِيبٌ وَجُثْمَانِي بِمَكَّةَ مُوثَقُ

جس جنیبة کا ذکر اس ترجمۃ الباب میں ہے اس کو کوتل کہتے ہیں، کوتل گھوڑا یا کوئی اور سواری۔

٢٥٦٨ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، قَالَ: قَالَ

---

[1] لأعطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ (صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع رقم ١٨٦٧)

[2] بذل المجهود في حل أبي داؤد - ج ١٢ ص ٦٤

أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «تَكُونُ إِبِلٌ لِلشَّيَاطِينِ، وَبُيُوتٌ لِلشَّيَاطِينِ، فَأَمَّا إِبِلُ الشَّيَاطِينِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا يَخْرُجُ أَحَدُكُمْ بِجُنَيْبَاتٍ مَعَهُ قَدْ أَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُو بَعِيرًا مِنْهَا، وَيَمُرُّ بِأَخِيهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ. وَأَمَّا بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمْ أَرَهَا» كَانَ سَعِيدٌ يَقُولُ: «لَا أُرَاهَا إِلَّا هَذِهِ الْأَقْفَاصَ الَّتِي يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيبَاجِ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کچھ اُونٹ شیطانوں کیلئے ہوتے ہیں اور کچھ مکانات شیاطین کیلئے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پس جو اُونٹ شیاطین کے ہیں میں نے ان کو دیکھ لیا کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص زینت کیلئے اُونٹ لے کر نکلتا ہے جن کو اس شخص نے (کھلا پلا کر) موٹا بنا دیا ہوتا ہے اور ان اُونٹوں پر وہ سواری نہیں کرتا اور وہ راستہ میں اپنے بھائی کو دیکھتا ہے کہ وہ چلنے (پھرنے) سے عاجز ہو گیا لیکن وہ اس کو سوار نہیں کرتا اور میں نے شیاطین کے مکانات نہیں دیکھے۔ سعید نے بیان کیا کہ میں تو شیاطین کے مکانات ان ہی (اونٹوں کے) ہودجوں کو خیال کرتا ہوں کہ جن کو لوگ ریشمی پردے سے چھپائے رکھتے ہیں۔

شرح الحدیث حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بطور پیشگوئی کے فرماتے تھے کہ ایک زمانہ وہ آئے گا کہ جس میں کچھ اونٹ (سواری کے اونٹ) شیاطین کیلئے ہونگے اور کچھ بیوت (بھی) ایسے ہوں گے جو شیاطین کیلئے ہوں گے، اب آگے راویٔ حدیث ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان دو میں سے پہلی چیز کو تو میں نے دیکھ لیا، یعنی إِبِلُ الشَّيَاطِينِ کو، پھر آگے اس کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ تم میں سے ایک آدمی گھر سے نکلتا ہے کہیں جانے کیلئے کئی کئی کوتل اپنی ساتھ لے کر جن کو خوب فربہ اور خوشحال کر رکھا ہے، پس نہیں سوار ہوتا ہے ان میں سے کسی پر اور گزرتا ہے اپنے بھائی کے پاس جس کا حال یہ ہے کہ اس سے چلا نہیں جا رہا ہے اپنے ساتھیوں سے منقطع ہو جا رہا ہے (سواری نہ ہونیکی وجہ سے) لیکن اس کو یہ صاحب جنیبات اپنی کسی سواری پر سوار نہیں کرتا۔

حدیث میں ان جنیبات کو مذمت کیلئے شیطان کی سواری کہا گیا ہے، اس لئے کہ اس کوتل کو آدمی اپنے ساتھ فخر اور ریاکاری کیلئے، اور اپنی ریاست دکھانے کیلئے ساتھ رکھتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ شیطانی حرکت ہے اسی لئے اس کو لِلشَّيَاطِينِ کہا، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب اس کا مالک اس پر کسی معذور انسان کو بھی سوار نہیں کر رہا ہے تو یہی کہا جائے کہ اس نے اس کو شیطان کیلئے رکھا ہے۔

وَأَمَّا بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمْ أَرَهَا: حضرت ابوہریرہؓ فرما رہے ہیں کہ دوسری نشانی یعنی بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ کو میں نے اب تک نہیں دیکھا، شاید آگے چل کر کسی زمانہ میں پائی جائے، اس پر ابوہریرہؓ کا شاگرد سعید بن ابی ہند کہتا ہے کہ ہمارے استاذ نے تو اس کو نہیں دیکھا (لیکن میں نے دیکھ لیا) پھر آگے اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں، نہیں گمان کرتا ہوں میں بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ مگر ان خوبصورت پنجروں کو جن کو ریشمی پردوں سے پوشیدہ کرتے ہیں، یعنی ریشمی چادریں ان پر چڑھا کر ان کو مزین کرتے ہیں، اس

سے اشارہ رؤساء اور متکبرین کے ان ہودجوں کی طرف ہے جو کو وہ بہت زیادہ آراستہ کرتے اور سجاتے ہیں۔

٦٣۔ بَابٌ فِي سُرْعَةِ السَّيْرِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّعْرِيسِ فِي الطَّرِيقِ

(سواری پر) جلدی چلنے اور راستہ میں پڑاو ڈالنے کی ممانعت کے بیان میں

٢٥٦٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَقَّهَا، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ فَأَسْرِعُوا السَّيْرَ، فَإِذَا أَرَدْتُمُ التَّعْرِيسَ فَتَنَكَّبُوا عَنِ الطَّرِيقِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ سرسبز وشاداب گھاس والی جگہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق دو اور جب تم لوگ قحط سالی کی جگہوں میں سفر کرو تو جلدی چلو اور جب تم لوگ رات کو ٹھہرو تو راستہ سے بچو (یعنی راستہ میں نہ اترو اس لئے کہ وہاں پر سانپ، بچھو وغیرہ کا اندیشہ ہے)۔

٢٥٧٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَ هَذَا قَالَ بَعْدَ قَوْلِهِ: «حَقَّهَا» «وَلَا تَعْدُوا الْمَنَازِلَ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے لیکن اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ تم لوگ اپنی منزل سے آگے نہ بڑھو (تاکہ سواری کے جانور کو اذیت نہ ہو)۔

تخریج: صحيح مسلم - الإمارة (١٩٢٦) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٥٨) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٦٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٨/٢)

شرح الأحاديث: خصب یعنی سبزی اور گھاس کی کثرت اور فراوانی، جدب کا مقابل جو آگے حدیث میں آرہا ہے یعنی بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی، مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ جب گھاس اور سبزہ کے زمانہ میں سفر کریں تو اس سواری کو اس گھاس سے منتفع ہونے کا موقع دیں، ہر منزل پر نزول کریں، وہاں تھوڑی دیر ٹھہریں اور اس سواری کو گھاس کھانے کا موقع دیں، چنانچہ اگلی روایت میں آرہا ہے: وَلَا تَعْدُوا الْمَنَازِلَ یعنی منزلوں پر گزرتے ہوئے نہ چلے جاؤ، بلکہ وہاں ٹھہرو، اور اسکے برخلاف جب خشک سالی کے زمانہ میں سفر کریں تو سفر کو جلدی طے کرنے کی کوشش کریں بلا ضرورت راستہ میں نہ رکیں تاکہ جلدی سے منزل مقصود پر پہنچ کر سواری کو گھاس پانی مل سکے، اس کے بعد ایک عام قاعدہ کی بات فرمارہے ہیں جب کسی منزل پر اترو تو لوگوں کے راستہ میں ہٹ کر، تاکہ راہگیروں کو گزرنے میں دقت نہ ہو۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي والترمذي، قاله المنذري۔

٦٤ - بَابٌ فِي الدُّلْجَةِ

تاریکی میں سفر کرنے کا بیان

٢٥٧١ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ».

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں چاہئے کہ تم لوگ رات میں سفر کرو اس لئے کہ زمین رات کو لپیٹی جاتی ہے۔

شرح الحدیث: دلجة یعنی شب روی یہ اسم مصدر ہے ادلاج سے (بسکون الدال) جس کے معنی شروع رات میں چلنا، اور ایک ہے ادّلاج (تشدید دال کے ساتھ) یعنی اخیر رات میں چلنا، اور ادلاج کے معنی مطلق سیر فی اللیل کے بھی آتے ہیں، اور بظاہر حدیث میں یہی مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ مسافر کو چاہئے کہ سفر طے کرنے میں صرف دن کے چلنے پر اکتفاء نہ کرے بلکہ رات کو بھی چلنا چاہئے اسلئے کہ رات میں سفر بسہولت اور جلدی طے ہوتا ہے (فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ) چنانچہ مشہور ہے کہ عرب میں اونٹ سواروں کے قافلے رات میں چلتے تھے اور پھر اخیر شب میں استراحت کیلئے کسی جگہ منزل پر اترتے تھے جس کو تعریس کہتے ہیں۔

٦٥ - بَابٌ رَبُّ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِهَا

سواری کا مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے؟

٢٥٧٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ بُرَيْدَةَ، يَقُولُ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي جَاءَ رَجُلٌ وَمَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ارْكَبْ وَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا، أَنْتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ مِنِّي إِلَّا أَنْ تَجْعَلَهُ لِي». قَالَ: فَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُهُ لَكَ، فَرَكِبَ.

ترجمہ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ تشریف لے جارہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص گدھے پر سوار ہو کر آیا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! سوار ہو جائیے اور وہ پیچھے کی جانب ہٹ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں میری بہ نسبت اپنے جانور پر آگے بیٹھنے کے زیادہ حقدار تم ہو البتہ اگر تم آگے بیٹھنے کا حق مجھے دے دو تو میں آگے (کی جانب) بیٹھ جاؤں گا۔ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے آگے بیٹھنے کا حق آپ کو دے دیا پس آپ ﷺ اس پر سوار ہو گئے (یعنی آگے کی جانب تشریف فرما ہوئے)۔

تخریج جامع الترمذي - الأدب (٢٧٧٣) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٧٢)

شرح الحديث: سواری کا مالک صدر الدابہ یعنی سواری کے آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے، لہٰذا دوسرے آدمی کو اس کے پیچھے بیٹھنا چاہیئے، لہٰذا مالک دابہ کو آگے ہونا چاہیئے اور غیر مالک اس کا ردیف، لیکن اگر مالک دابہ ہی کی خواہش یہ ہو کہ وہ دوسرا شخص ہی آگے بیٹھے تو یہ امر آخر ہے پھر آگے بیٹھنے میں کوئی مضایقہ نہیں، جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

اس حدیث کی سند میں ہے: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ بُرَيْدَةَ، عبد اللہ ابن بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا اپنے باپ یعنی بریدۃ سے، یہ بریدۃ بدل واقع ہو رہا ہے أبي سے لہٰذا أبي کی یا یائے متکلم ہے، اسکو کنیت نہ سمجھا جائے، اگر یہ کنیت ہوتی تو پھر اس طرح ہوتا "سمعت أبابريدة" کما هو ظاهر۔ وحديث الباب رواه الترمذي أيضاً قاله المنذري۔

٦٢- بَابٌ فِي الدَّابَّةِ تُعَرْقَبُ فِي الْحَرْبِ

لڑائی میں جانوروں کی کونچیں کاٹ دینا

ترجمة الباب کی شرح: یعنی یہ باب ہے اس سواری کے بیان میں جس کے عراقیب کاٹ دیئے جائیں لڑائی میں عراقیب جمع ہے عرقوب کی پاؤں کے ٹخنوں کے پیچھے جو پٹھا ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں، بعض مرتبہ غازی جب چاروں طرف سے گھر جاتا ہے اور اسکو اپنے پچھڑ جانے کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ یہ سوچتا ہے کہ میرے بعد ایسا نہ ہو کہ میری یہ سواری دشمن کے کام آئے تو وہ خود اپنے ہی ہاتھ سے اپنی سواری کو نمٹا دیتا ہے، اس کی ٹانگیں کاٹ دیتا ہے، امام بخاریؒ نے بھی اس قسم کا ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ وَعَقْرَ الدَّوَابِّ عِنْدَ الْمَوْتِ، امام بخاریؒ نے تو اسکی نفی کی طرف اشارہ فرمایا ہے، حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اشارہ کر رہے ہیں اس بات کی طرف کہ بعض موقعوں پر بعض صحابہؓ نے ایسا کیا ہے لیکن اصل اس میں عدم جواز ہے لأنه يفعل شيئا محققا في أمر غير محقق یعنی اس میں ضرر محقق کو اختیار کرنا ہے ضرر غیر محقق سے بچنے کیلئے، لہٰذا یہ کچھ زیادہ سمجھ کی بات نہیں ہے [1]، اور امام ابوداؤدؒ نے بھی حدیث الباب ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے: وقد جاء فيه نهي كثير عن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، بعض صحابہ سے جو اس طرح ہوا ہے وہ حدیث الباب میں ہے۔

٢٥٧٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ - حَدَّثَنِي أَبِي الَّذِي أَرْضَعَنِي وَهُوَ أَحَدُ بَنِي مُرَّةَ بْنِ عَوْفٍ وَكَانَ فِي تِلْكَ الْغَزَاةِ غَزَاةِ مُؤْتَةَ قَالَ: وَاللهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى جَعْفَرٍ حِينَ «اقْتَحَمَ عَنْ فَرَسٍ لَهُ شَقْرَاءَ فَعَقَرَهَا، ثُمَّ قَاتَلَ الْقَوْمَ حَتَّى قُتِلَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ».

ترجمہ: حضرت عباد بن عبد اللہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ (قبیلہ) بنی مرہ بن عوف کے میرے رضاعی والد

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ٩٧

نے مجھ سے بیان کیا اور وہ موتہ کے جہاد میں شریک تھے میرے رضاعی والد نے کہا کہ گویا میں جعفر بن ابی طالبؓ کو دیکھ رہا ہوں جب وہ اپنے اشقر گھوڑے سے (نیچے) کود پڑے اور اسکی کونچیں کاٹ دیں، پھر انہوں نے کفار سے جنگ کی، یہاں تک کہ وہ شہید کر دیئے گئے امام ابو داؤدؒ نے فرمایا یہ حدیث قوی نہیں ہے۔

شرح الحدیث عباد بن عبد اللہ بن زبیر کہتے ہیں مجھ سے بیان کیا میرے رضاعی باپ نے جو کہ غزوہ موتہ کے اندر شریک تھے وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں: وَاللهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى جَعْفَرٍ حِينَ «اقْتَحَمَ عَنْ فَرَسٍ لَهُ شَقْرَاءَ فَعَقَرَهَا الخ» یعنی بخدا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں اس منظر کو کہ جعفر بن ابی طالبؓ اس غزوہ میں اپنے گھوڑے سے نیچے اترے جو اشقر تھا اور اترتے ہی اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور پھر دشمن سے قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

غزوہ موتہ مشہور غزوہ ہے جس میں منجملہ تین امیروں کے ایک امیر لشکر یہ جعفر بن ابی طالب بھی تھے جنہوں نے ایسا کیا جو یہاں مذکور ہے حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے، مگر امام ابو داؤدؒ فرمار ہے ہیں: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، اور مصنفؒ کا ایک جملہ اس سے پہلے ہم لکھوا چکے ہیں، حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے، وجہ ضعف سمجھ میں نہیں آیا کیا ہے الی آخر ما ذکر [1]، شیخ احمد شاکر نے بھی اپنی تعلیق میں یہی کہا ہے کہ حدیث اپنی سند کے لحاظ سے صحیح ہے لاعلة فیه، بندہ کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ مصنفؒ کا اس حدیث پر نقد باعتبار ثبوت اور سند کے نہیں ہے، سنداً تو گو صحیح ہے، غالباً مصنفؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ من حیث الحکم والعمل، یہ حدیث غیر قوی ہے، چنانچہ اسکے بعد بعض نسخوں میں اسطرح ہے: وقد جاء فیه نھی کثیر عن أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ حافظؒ نے امام ترمذیؒ جہاں فرماتے ہیں: ھذا حدیث حسن صحیح وہاں کہا ہے کہ مراد ترمذی کی یہ ہے کہ حسن ہے باعتبار سند کے اور صحیح ہے من حیث الحکم، واللہ تعالی اعلم۔

مسلک جمہورکی تائیدایک واقعہ سے: وہ جو حافظؒ نے جمہور کے مسلک کی تائید میں فرمایا تھا کہ ایسا کرنے میں ضرر یقینی کو اختیار کرنا ہے محض ضرر محتمل سے بچنے کیلئے، لہذا ایسا نہیں کرنا چاہئے، اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جو غزوۃ الغابہ میں پیش آیا جو ابو داؤد میں بھی آگے ایک باب کے ضمن میں آرہا ہے: بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تَرُدُّ عَلَى أَهْلِ الْعَسْكَرِ [2] اس باب میں مصنفؒ نے غزوۃ الغابہ والی حدیث بھی ذکر کی ہے جس کے اخیر کا مضمون یہ ہے، سلمۃ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ جب میرے پاس اخرم اسدیؓ بطور مدد کے پہنچے تو ان میں اور عبد الرحمن بن عیینہ مشرک میں مقابلہ ہوا تو اولاً اخرم اسدی صحابیؓ نے عبد الرحمن پر وار کیا لیکن ان کے نشانہ نے خطاء کھائی، ان کی تلوار بجائے عبد الرحمن کے اس کے گھوڑے پر پڑی جس سے عبد الرحمن بچا مگر اس کا گھوڑا مارا گیا، پھر اس کے بعد جب عبد الرحمن نے ان پر وار کیا تو اس کا نشانہ ٹھیک رہا جس سے اخرم

---

[1] بذل المجھود فی حل أبی داؤد - ج ۱۲ ص ۷۲

[2] سنن أبی داؤد - کتاب الجھاد - باب فی السریۃ ترد علی أھل العسکر ۲۷۵۲

اسدیؓ شہید ہو گئے اور ان کا گھوڑا بچ گیا جس پر عبدالرحمن مشرک سوار ہو گیا (اب دیکھئے اس واقعہ سے تو ان صحابیؓ کی تائید ہو رہی ہے جنہوں نے عقر الدابہ کیا تھا یعنی حضرت جعفرؓ پھر اس کے بعد یہ ہوا کہ سلمہ بن الاکوع کی مدد کیلئے ایک اور صحابی آ پہنچے ابو قتادہؓ اس مرتبہ ابو قتادہ اور عبدالرحمن میں مقابلہ ہوا لیکن یہاں معاملہ برعکس ہوا کہ پہلے عبدالرحمن نے ابو قتادہؓ پر وار کیا اسکے نشانہ نے خطا کھائی جس سے ابو قتادہؓ کی سواری ہلاک ہو گئی اور وہ خود بچ گئے پھر اسکے بعد ابو قتادہؓ نے حملہ کر کے عبدالرحمن کو ختم کر دیا لیکن اس کا گھوڑا بچ گیا جو اسکے پاس اخرم اسدیؓ صحابی کا تھا اب ابو قتادہؓ کے وہ گھوڑا کام آیا، اس قصہ کے اس جزء سے جمہور کی تائید ہو رہی ہے کہ اپنے گھوڑے کو اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ ممکن ہے وہ بعد میں کسی اپنے ہی آدمی کے کام آئے۔

٦٧ - بَابٌ فِي السَّبَقِ

گھڑ دوڑ میں مقابلہ کا بیان

سبق اگر بسکون الباء ہے تب تو یہ مصدر ہے جس کے معنی مسابقت یعنی گھوڑ دوڑ میں مقابلہ، اور اگر سبق بفتح الباء ہے تو اس کے معنی وہ انعام جو سابق کو ملتا ہے۔

٢٥٧٤ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِي نَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا سَبَقَ إِلَّا فِي خُفٍّ أَوْ فِي حَافِرٍ أَوْ نَصْلٍ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: باہمی مقابلوں میں انعام لینا صحیح نہیں ہے مگر اونٹ، گھوڑے اور خچر یا تیر اندازی میں۔

تخریج: جامع الترمذي - الجهاد (١٧٠٠) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٧٤).

شرح الحدیث: جس طرح اعداد للقتال والجہاد کیلئے حدیث میں رمی اور رکوب کی ترغیب آئی ہے جیسا کہ گذر چکا: أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، اسی طرح یہ مسابقت جس کا ذکر اس باب میں ہے وہ بھی اسی قبیل اور لائن کی چیز ہے، لہذا جو جانور جہاد میں سواری کے کام آتے ہیں جیسے اونٹ، گھوڑا، اور خچر، ان کے اندر حدیث میں مسابقت کا ثبوت ہے، جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور ہے، خف سے اشارہ بعیر کی طرف ہے اور مراد ذی خف ہے، اسی طرح حافر سے مراد ذی حافر جیسے فرس و بغل دراصل خف کہتے ہیں دابہ کے ایسے پاؤں کو جو بیچ میں چرا ہوا ہو، جیسے اونٹ، بھینس، بکری کے ہوتا ہے، اور حافر اس کھر کو کہتے ہیں جو غیر مشقوق ہو کما للفرس والبغل والحمار، آگے حدیث میں ایک اور لفظ ہے نصل اس سے مراد بھی ذی نصل ہے، نصل کہتے ہیں تیر کی نوک کو جسکو پیکان کہتے ہیں یعنی تیر میں آگے کی طرف جو لوہا دھار دار نکلا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح نیزہ اور تلوار کے آگے کا حصہ دھار دار، اسکو بھی نصل ہی کہتے ہیں، نصل السہم، نصل الرمح، نصل السیف، یعنی ان تینوں

چیزوں میں بھی مسابقت اور مقابلہ ہونا چاہئے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں جہاد میں کام آنے والی ہیں اور وہ آلات جہاد ہیں ان میں مسابقت مشروع اور مرغوب فیہ ہے، اس کے علاوہ دوسری چیزوں میں فعل عبث اور لہو ولعب ہے، جانوروں میں جو جہاد میں کام آنے والے ہیں وہ یہ ہیں بعیر، فرس، بغل، حمار، علماء نے فیل کو بھی اس میں شامل کیا ہے فانہ انفع للقتال من الابل، اور جو چیزیں آلات جہاد میں سے نہیں ان میں مسابقت مشروع نہیں، فلا تجوز المسابقة فی الطیور مثل الحمام (کبوتر بازی) کذا فی أشعة اللمعات❶۔ علماء نے لکھا ہے کہ مسابقت ریاضت محمودہ ہے جو معین ہے مقاصد جہاد کے حصول میں، علامہ باجیؒ فرماتے ہیں: مسابقت بین الخیل مشروع ہے کیونکہ اس میں گھوڑوں کی تدریب ہے دوڑنے میں اور خود فارس کی بھی تدریب ہے اسلئے کہ مسابقت میں انسان دوسرے پر غالب آنے کی سعی کرتا ہے جس کی وجہ سے محنت زیادہ کرتا ہے بخلاف اس کے کہ کوئی کام تنہا کرے اھ أوجز❷۔

کن کن چیزوں میں مسابقة جائزہے؟اسمیں مذاہب ائمہ بالتفصیل والتحقیق: مسابقت کن کن چیزوں میں جائز ہے اس پر تفصیلی کلام اور اختلاف ائمہ أوجز المسالك میں مذکور ہے، چنانچہ أوجز میں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک حافظؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک اس کا جواز منحصر ہے خف اور حافر اور نصل میں، اور بعض علماء نے خاص کیا ہے اس کو خیل کے ساتھ اور عطاء نے جائز رکھا ہے ہر چیز میں❸، اور منہاج مع مغنی المحتاج فی فقہ الشافعیة میں لکھا ہے: وتصح المسابقة علی خیل، وکذا فیل وبغل وحمار في الأظهر، اور اس کی شرح میں ہے: وتصح المسابقة بعوض وغیرہ، نیز اس میں ابل کا بھی اضافہ کیا ہے اور ماتن کے اس پر سکوت سے اظہار تعجب کیا ہے❹، اور حنابلہ کا مذہب شرح العمدة میں یہ لکھا ہے: تجوز المسابقة بغیر جعل في الأشیاء کلها ولا تجوز بجعل إلا في الخیل والإبل والسهام لقول رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا سبق إلا في نصل أو خف أو حافر اھ❺، اور یہی مذہب مالکیہ کا ہے، ففي الأوجز قال الدردیر: المسابقة بجعل جائزة فی الخیل والإبل والسهم. وجاز فیما عداها مجانا اھ اور حنفیہ کا مذہب، کما فی الأوجز عن الدر المختار: جازت المسابقة بالفرس والإبل والأرجل والرمي لیرتاض للجهاد، ولا یجوز فی غیر هذه الأربعة کالبغل بالجعل. وأما بلا جعل فیجوز فی کل شيء، وفی العیني: ولا تجوز المسابقة فی البغال والحمیر. وبه قال الشافعي فی قول، مالك واحمد، وعن الشافعي فی قول:

---

❶ أشعة اللمعات — ج ۳ ص ۳٦٦

❷ أوجز المسالك إلی موطأ مالك — ج ۹ ص ٤۳۱

❸ أوجز المسالك إلی موطأ مالك — ج ۹ ص ٤۳۳

❹ مغني المحتاج إلی معرفة معاني ألفاظ المنهاج — ج ٤ ص ٤۲۰

❺ عمدة الفقه في المذهب الحنبلي — ص ٦۲ (المكتبة العصرية ۱٤۲۳ھ)

تجوز ●، لیکن اوپر حنابلہ کا مذہب خود ان کی کتب سے یہ گذرا ہے کہ ان کے یہاں مسابقة في البغال والحمير بغير جعل کے جائز ہے، البتہ جعل کے ساتھ جائز نہیں، اور ایسے ہی شافعیہ کا اظہر القولین بغال اور حمیر میں مطلقاً جواز بجعل وبلا جعل گزر چکا، اور مسابقت بالاقدام حنفیہ کے نزدیک بالجعل جائز ہے، امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے، اور قول منصوص ان کا یہ ہے کہ جائز نہیں اور یہی رائے امام مالکؒ اور احمدؒ کی ہے، كذا في الأوجز عن العيني، نیز اس مقام پر شروح میں لکھا ہے کہ ان اشیاء مخصوصہ کے علاوہ دشمن کے مقابلہ کیلئے جو چیزیں معین ہوں ان سب میں مسابقت جائز ہے دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ بلا جعل کے ہو، دوسرے یہ کہ اس سے مقصود دشمن پر حصول غلبہ ہو، اور اگر مقصود محض فخر وریاء اور نمود ہو اور اپنے ساتھی پر غالب آنا تو پھر غیر مشروع، اور اہل فسق کے عادات میں سے ہے۔

تنبیہ: ہمارے اس زمانہ میں ایک نوع مسابقت کی اور جاری ہے جو روبہ ترقی ہے یعنی مسابقت فی القراۃ والتجوید، اس لئے کہ یہ ترغیب فی تجوید القرآن کا ایک کامیاب طریقہ اور ذریعہ ہے خصوصاً موجودہ دور میں جبکہ تجوید قرآن سے عام طور سے غفلت برتی جارہی ہے وغیرہ وغیرہ فوائد اور محاسن لیکن یہ طریقہ قابل غور ہے اولاً تو اس لئے کہ اسلاف کے یہاں یہ طریقہ تجوید نہیں رہا ہے، ثانیاً یہ کہ احادیث اور کلام فقہاء سے جواز مسابقت صرف ان اشیاء میں ثابت ہے جو جہاد میں کام آنے والی ہیں جبکہ اسی نیت سے ان کو اختیار کیا جائے ریاء اور فخر کی بو نہ پائی جائے، دراصل مسابقت مظنہ فخر وریاء ہے اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جو حضرات علماء ومفتیان اس مسابقت کے حق میں نہیں ہے انہوں نے اس طریق کار میں جو مفاسد اور تعلیمی مضار پر روشنی ڈالی ہے وہ بھی اپنی جگہ درست ہے، واللہ اعلم بالصواب، والحديث رواه الترمذي والنسائي وابن ماجه؟ قاله المنذري بزيادة.

٢٥٧٥ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ ضُمِّرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ» وَإِنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ مِمَّنْ سَابَقَ بِهَا".

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے (مقام) حفیاء سے مدینہ منورہ کے مقام ثنیۃ الوداع تک گھڑ دوڑ کیلئے تیار کئے گئے مضمر گھوڑوں میں مقابلہ کرایا اور جو گھوڑے تیار نہیں کئے گئے تھے ان کے درمیان ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنی زریق تک مقابلہ کرایا اور حضرت عبد اللہؓ بھی گھڑ دوڑ میں شامل رہے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤١١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٤) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٥) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٠٥) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٧٠) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٩٩) سنن النسائي - الخيل (٣٥٨٣) سنن النسائي - الخيل (٣٥٨٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٧٥) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٧٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١/٢) موطأ مالك - الجهاد (١٠١٧) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤٢٩)

● أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٩ ص ٤٣٥ - ٤٣٦

شرح الحديث: اس حدیث میں اضمار خیل کا ذکر ہے، امام بخاریؒ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے مطلق مسابقت کا باب علیحدہ قائم کیا ہے اور اس کا علیحدہ، بَابُ إِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ، حافظؒ لکھتے ہیں: اس ترجمہ میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مسابقت کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس سے پہلے اضمار خیل کیا جائے اگرچہ خیل غیر مضمر کی مسابقت بھی ممنوع ہے [1]، اضمار اور تضمیر گھوڑے کو چھریرہ بنانے اور دبلا کرنے کے طریقہ کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ شروع میں گھوڑے کو خوب گھاس دانہ کھلایا جائے یہاں تک کہ خوب قوی اور فربہ ہو جائے اور پھر اس کے بعد شیئاً فشیئاً اس کی گھاس میں کمی کی جائے یہاں تک کہ قوت لایموت پر اکتفاء کر دیا جائے، اور پھر اس کو کسی چھوٹے سے مکان میں رکھا جائے اور اس پر خوب کپڑے اور جھول ڈالدی جائیں جس سے وہ گرما جائے اور پسینہ نکلتا رہے، کچھ عرصہ کے بعد ایسا کرنے سے وہ خفیف اللحم اور سبکسار ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خیل مضمر اور غیر مضمر دونوں قسم کے گھوڑوں کے ساتھ مسابقت کرائی لیکن دونوں کی منتہائے مسافت میں فرق رکھا، چنانچہ خیل مضمر کا میدان گھوڑ دوڑ جس کو مضماز بھی کہتے ہیں حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک رکھا جس کی مسافت چھ میل ہے اور خیل غیر مضمر کا میدان ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک رکھا جس کی مقدار مسافت صرف ایک میل ہے۔

مراهنه على المسابقة: حافظؒ لکھتے ہیں: اس حدیث میں نفس مسابقت کا تو ذکر ہے، لیکن مراہنہ علی المسابقۃ کا ذکر نہیں، مراہنہ سے مراد جعل اور انعام مقرر کرنا جو کسی شخص کے پاس بطور رہن کے رکھوا دیا جاتا ہے سابق کو دینے کیلئے، اور قسطلانیؒ نے یہ بھی کہا بلکہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں مراہنہ کا ذکر نہیں، البتہ امام ترمذیؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ الْمُرَاهَنَةِ عَلَى الْخَيْلِ شاید ان کا اشارہ مسند أحمد کی روایت کی طرف ہے جس میں یہ ہے: عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ وَرَاهَنَ، اس کے بعد حافظؒ نے مراہنہ کی تفصیل جائز وناجائز کے اعتبار سے بیان کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مسابقت بغیر عوض تو بالاتفاق جائز ہے اسی طرح بعوض من غیر المتسابقین، یعنی جو عوض شخص ثالث کی طرف سے ہو، امام یا کسی اور کی طرف سے، اور ایسے ہی بعوض من احد المتسابقین بھی جائز ہے، اور چوتھی قسم یہ ہے بعوض من الجانبین، یہ بوجہ قمار ہونے کے بالاجماع ناجائز ہے، لیکن ایک صورت میں جائز ہے، یعنی ادخال محلل بین المتسابقین [2]، جس کا ذکر آئندہ باب میں آرہا ہے۔

٢٥٧٦ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَمِّرُ الْخَيْلَ» يُسَابِقُ بِهَا.

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج٦ ص ٧١

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج٦ ص ٧٢-٧٣

ترجمہ حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کو گھڑ دوڑ کے لئے تیار کرتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤١١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٤) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٥) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٠٥) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٧٠) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٩٩) سنن النسائي - الخيل (٣٥٨٣) سنن النسائي - الخيل (٣٥٨٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٧٦) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٧٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١/٢) موطأ مالك - الجهاد (١٠١٧) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤٢٩)

٢٥٧٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّقَ بَيْنَ الْخَيْلِ، وَفَضَّلَ الْقُرَّحَ فِي الْغَايَةِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ دوڑ کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو گھوڑا پانچویں سال میں لگ گیا تھا اس کی حد مزید فاصلہ پر مقرر فرمائی۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤١١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٤) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٥) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٠٥) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٧٠) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٩٩) سنن النسائي - الخيل (٣٥٨٣) سنن النسائي - الخيل (٣٥٨٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٧٧) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٧٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١/٢) موطأ مالك - الجهاد (١٠١٧) سنن الدارمي - الجهاد (٢٤٢٩)

شرح الحدیث قرح جمع ہے قارح کی، وہ خیل جو چار سال کا ہو کر پانچویں میں داخل ہو جائے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں میں مسابقت فرمائی اور جو گھوڑے قارح تھے ان کی مقدار مسافت زائد رکھی کیونکہ وہ دوڑنے میں اقوی ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے حال کی رعایت کرنی چاہئے، جس میں جتنا تحمل ہو اس کو دیکھا جائے۔

٦٨ - بَابٌ فِي السَّبَقِ عَلَى الرِّجْلِ

پیدل دوڑنے میں مسابقت کرنے کے بیان میں

٢٥٧٨ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ. عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ: «هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ».

ترجمہ اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں وہ فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوڑے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئی۔ جب میں بھاری جسم کی ہو گئی تو میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی جیت پچھلی ہار کا بدلہ ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٧٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٧٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٠/٦)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھی، میں نے آپ ﷺ کے ساتھ پیدل دوڑنے میں مسابقت کی تو میں آگے نکل گئی، پھر کچھ مدت کے بعد جبکہ میرا بدن پہلے سے بھاری ہو گیا تھا میں نے آپ ﷺ کے ساتھ مسابقت کی اس مرتبہ آپ ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے، فقال: «هٰذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ»، یعنی اس سے پہلے کی تلافی ہو گئی، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: دیکھئے کیا ٹھکانہ ہے اس خوش خلقی اور حسن معاشرت اور بے تکلفی کا، آج کل کوئی مولوی ایسا کر سکتا ہے، آجکل تو مولوی وقار کی پوٹ ساتھ رکھتے ہیں۔ والحدیث أخرجه النسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٦٩ ۔ بَابٌ فِي الْمُحَلِّلِ

محلل کا گھڑ دوڑ میں شریک ہونے کا بیان

٢٥٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ الْمَعْنَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ - يَعْنِي وَهُوَ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يَسْبِقَ - فَلَيْسَ بِقِمَارٍ، وَمَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَقَدْ أُمِنَ أَنْ يَسْبِقَ فَهُوَ قِمَارٌ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص دو گھوڑوں کے درمیان ایک گھوڑا داخل کرے اور وہ گھوڑا اس قسم کا ہو کہ اس کے آگے بڑھنے کا یقین نہ ہو بلکہ پیچھے رہنے کا احتمال ہو تو وہ (دوڑ) جوا نہیں اور جو شخص ایک گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے اور وہ گھوڑا بالیقین آگے بڑھ جائے تو یہ جوا ہے۔

٢٥٨٠ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِ عَبَّادٍ وَمَعْنَاهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَعْمَرٌ، وَشُعَيْبٌ، وَعَقِيلٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ «وَهَذَا أَصَحُّ عِنْدَنَا».

ترجمہ امام زہریؒ نے عباد بن عوام کی سند سابقہ سے اور اس حدیث کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس روایت کو معمر شعیب عقیل نے بواسطہ زہریؒ متعدد علماء سے بیان کیا ہے، اور یہ ہمارے نزدیک اصح ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٧٩) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٧٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٠٥)

شرح الاحادیث یعنی جب متسابقین مسابقت میں کسی ثالث کو شامل کر لیں اور حال یہ کہ اس تیسرے کا مسبوق ہونا یا سابق ہونا یقینی نہ ہو بلکہ دونوں محتمل ہوں تو پھر یہ معاملہ قمار نہ ہوگا، اور اگر وہ تیسرا گھوڑا ایسا داخل کیا گیا جس کا مسبوق ہونا یا سابق ہونا یقینی ہو تو یہ معاملہ قمار ہی رہے گا [1] یعنی اس ادخال ثالث سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر، بلکہ وہ

---

[1] حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ جس صورت میں مسبوق ہونا یقینی ہو اس صورت میں تو یہ واقعی قمار ہی ہوگا اسلئے کہ اس صورت میں ثالث کان لم یکن ہے اور جس صورت میں سابقیت یقینی ہو اس صورت میں قمار تو نہ ہوگا البتہ تعلیق تملیک المال علی خطر ہوگا اور یہ بھی ناجائز ہے اور جس صورت میں ثالث کفو ہوتا ہے تعلیق التملیک علی خطر تو وہاں بھی پایا جارہا ہے لیکن اسکو مصلحت دینیہ کی وجہ سے مغتفر قرار دیا گیا ہے اھ خوب سمجھ لیجئے (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ٧٩ - ٨٠)۔

ثالث کفو اور ہمسر ہو جانبین کے جس میں سابق اور مسبوق دونوں ہونے کا احتمال ہو، اس شرح سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لفظ ان یسبق کو دونوں جگہ معروف و مجہول دونوں پڑھا جا سکتا ہے، اس حدیث کی بنا پر جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ عوض من الجانبین کے جواز کے قائل ہوئے ہیں اسی لئے اس ثالث کو محلل کہا جاتا ہے جیسا کہ مصنف کے ترجمۃ الباب میں ہے، لیکن مالکیہ کے یہاں مسابقت بشرط العوض من الجانبین کسی صورت میں جائز نہیں، اور اس ادخال ثالث کی صورت علماء نے یہ لکھی ہے کہ متسابقین میں سے ہر ایک عوض کی شرط لگائے اور تیسرے شخص کو بیچ میں ڈال کر اس سے یہ معاہدہ کیا جائے کہ اگر تیرا گھوڑا سابق نکلا فالمال لک تو پھر ہم دونوں مقررہ انعام تجھ کو دیں گے، لیکن اگر تیرا گھوڑا مسبوق ہو گیا تو پھر تجھ سے کچھ نہیں لیا جائے گا لیکن ہم دونوں اپنی شرط پر رہیں گے، لہٰذا ہم میں سے جس کا گھوڑا سابق ہو گا دوسرا اس کو وہ انعام دے گا اس صورت میں شرط من الجانبین جائز ہو جاتی ہے، اور یہ معاملہ صورت قمار ہونے سے خارج ہو جاتا ہے۔

قمار کی تعریف: قمار کی تعریف یہ کی گئی ہے هو استواء الجانبين في احتمال الغرامة [1] یعنی وہ معاملہ جس میں متعاقدین میں سے ہر ایک پر ضمان آنے کا امکان ہو...... دو میں سے کسی ایک پر ضمان آنا ضروری ہو، اب دیکھئے محلل نہ ہونے کے صورت میں ضمان متسابقین میں سے کسی ایک پر ضرور آئے گا، یعنی صرف ایک پر، اور ادخال محلل کے بعد ایک شق ایسی نکل آئی کہ اس میں ضمان ان دونوں پر ہے صرف ایک پر نہیں، اس تشریح سے یہ بات سامنے آئی کہ قمار اس قسم کے معاملہ کا نام ہے جس میں جانبین میں سے لا علی التعیین کسی ایک کا نفع دوسرے کے ضرر کو مستلزم ہو یعنی جس ایک کا بھی نفع ہو گا وہ اپنے اندر دوسرے کے ضرر کو لئے ہوئے گا، کس قدر تکلیف دہ اور خبیث معاملہ ہے اس کی حرمت محاسن شریعت میں سے ہے، ہماری شریعت میں تو محاسن ہی محاسن ہیں، عبادات ہوں یا معاملات، لیکن لوگ لالچ اور مال کی حرص و طمع میں نفع موہوم کی خاطر اس قمار بازی میں مبتلا ہوتے ہیں، عصمنا الله تعالى وجميع المسلمين من المحرمات الشرعية . والحديث رواه ابن ماجه قاله المنذری۔

٧٠ ۔ بَابٌ فِي الْجَلَبِ عَلَى الْخَيْلِ فِي السِّبَاقِ

(گھڑ دوڑ میں کسی شخص کو اپنے گھوڑے کے پیچھے رکھنے کا بیان (تاکہ ہارنے کی صورت میں یہ شخص شور مچا کر گھوڑے کو تیز بھگائے))

٢٥٨١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، جَمِيعًا عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ» زَادَ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِ: «فِي الرِّهَانِ».

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (اسلام میں) نہ جلب ہے اور نہ جنب

[1] لأن القمار هو الذي يستوي فيه الجانبان في احتمال الغرامة على ما بيناه (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق — ج ٦ ص ٢٢٨)

ہے۔ یحییٰ نے اپنی حدیث میں فِي الرِّهَانِ کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔

۲۵۸۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: «الْجَلَبُ وَالْجَنَبُ فِي الرِّهَانِ».

ترجمہ قتادہ نے کہا کہ جلب اور جنب گھڑ دوڑ میں ہوتے ہیں۔

تخریج جامع الترمذي - النكاح (١١٢٣) سنن النسائي - النكاح (٣٣٣٥) سنن النسائي - الخيل (٣٥٩٠) سنن النسائي - الخيل (٣٥٩١) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٨١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٤٣)

شرح الحديث یہ حدیث کتاب الزکاۃ میں بھی آچکی ہے لیکن وہاں فِي الرِّهَانِ کی قید مذکور نہیں، اس کی پوری شرح ہم اسی جگہ لکھ چکے ہیں [1] فارجع إليه۔ حديث عمران أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۷۱ - بَابٌ فِي السَّيْفِ يُحَلَّى

تلوار پر چاندی لگانے کا بیان

۲۵۸۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً».

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

تخریج جامع الترمذي - الجهاد (١٦٩١) سنن النسائي - الزينة (٥٣٧٤) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٨٣) سنن الدارمي - السير (٢٤٥٧)

شرح الحديث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبیعہ چاندی کا تھا، قبیعہ کہتے ہیں تلوار کی موٹھ پر چاندی یا لوہے کی جو گرہ ہوتی ہے، قبیعۃ السیف اگر چاندی کی ہو تو یہ جائز ہے ولا يجوز من الذهب كما في الشامي [2]، حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ سیف میں روایات مختلف ہیں جیسا کہ جمع الوسائل [3] میں ہے، اس میں ایک روایت ذہب کی بھی ہے۔

والحديث اخرجه الترمذي والنسائي قاله المنذري۔

۲۵۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: «كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً» قَالَ قَتَادَةُ: «وَمَا عَلِمْتُ أَحَدًا تَابَعَهُ عَلَى ذَلِكَ».

ترجمہ حضرت سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی ٹوپی چاندی کی تھی۔ قتادہؒ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ سعید بن ابی الحسن کی متابعت اس حدیث کی روایت میں کسی دوسرے نے کی ہو۔

---

[1] سنن أبي داؤد - كتاب الزكاة - باب أين تصدق الأموال ١٥٩١

[2] رد المحتار على الدر المختار - ج ٩ ص ٥١٦

[3] جمع الوسائل في شرح الشمائل للقاري - ج ١ ص ١٥٧

٢٥٨٥ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ أَبُو غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتْ فَذَكَرَ مِثْلَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَقْوَى هَذِهِ الْأَحَادِيثِ حَدِيثُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، وَالْبَاقِيَةُ ضِعَافٌ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے بھی (سابقہ) کی طرح روایت مروی ہے۔ امام ابو داوُدؒ کہتے ہیں کہ ان سب میں سعید بن ابی الحسن کی روایت قوی ہیں، اور باقی سب ضعیف ہیں۔

تخریج جامع الترمذي-الجهاد(١٦٩١)سنن النسائي-الزينة(٥٣٧٤)سنن أبي داؤد-الجهاد(٢٥٨٤)سنن الدارمي-السير(٢٤٥٧)

٧٢ - بَابٌ فِي النَّبْلِ يَدْخُلُ بِهِ الْمَسْجِدَ

مسجد میں تیر لے کر داخل ہونا

نبل بمعنی سہام، لاواحد له من لفظه، اور کہا گیا ہے کہ یہ نبلة کی جمع ہے، اور اس کی جمع أنبالٌ ونُبلانٌ بھی آتی ہے، اور نابل ونبال صاحب نبل اور صانع نبل کو کہتے ہیں [1]۔

٢٥٨٦ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ «أَمَرَ رَجُلًا كَانَ يَتَصَدَّقُ بِالنَّبْلِ فِي الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يَمُرَّ بِهَا إِلَّا وَهُوَ آخِذٌ بِنُصُولِهَا».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا جو کہ مسجد میں تیر تقسیم کر رہا تھا کہ وہ شخص جب تیروں کو لے کر باہر آئے تو اس شخص کی تیر کی (نوک) پکڑے رہے (تاکہ وہ تیر کسی دوسرے کے نہ لگ جائے)۔

تخریج صحيح البخاري- الصلاة(٤٤٠) صحيح البخاري - الفتن(٦٦٦٢) صحيح البخاري - الفتن(٦٦٦٣) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب(٢٦١٤)سنن النسائي-المساجد(٧١٨)سنن أبي داؤد-الجهاد(٢٥٨٦)سنن ابن ماجه-الأدب(٣٧٧٧)سنن أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٠٨/٣)سنن الدارمي-المقدمة(٦٣٣)سنن الدارمي- الصلاة(١٤٠٢)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد کے اندر بطور تصدق تیر تقسیم کر رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حکم فرمایا کہ ان تیروں کو لے کر مسجد میں اس طرح گزرے کہ انکو انکی دھار کی طرف سے پکڑے ہوئے ہو، یعنی دھار دار حصہ اس کو چاہئے کہ اپنی طرف رکھے، اس لئے کہ بصورت دیگر دوسرے لوگوں کو لگ جانے کا خطرہ ہے، یعنی تیروں کو اس کے دھار دار حصہ کی طرف سے پکڑ کر چلے، اور یہ مطلب نہیں کہ دھار ہی پکڑ لے اس لئے کہ اس میں پکڑنے والے کا ضرر ہے، والحديث أخرجه مسلم، قاله المنذري۔

٢٥٨٧ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا، أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا» أَوْ قَالَ: «فَلْيَقْبِضْ كَفَّهُ». أَوْ

[1] القاموس المحيط- ص ١٠٦٠

قَالَ: «فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ تُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ».

ترجمہ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص ہماری مسجد یا بازار میں آئے اور اس شخص کے ہاتھ میں تیر ہو تو وہ تیروں کی نوک ہاتھ میں پکڑے رکھے ایسا نہ ہو کہ وہ (تیر کی نوک) کسی مسلمان کے لگ جائے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٥١) صحيح البخاري - الفتن (٦٦٦٤) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٨٧) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٧٨)

٧٣ - بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا

ننگی تلوار دینے کی ممانعت کا بیان

٢٥٨٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کا دوسرے کو ننگی تلوار دینے کی ممانعت فرمائی۔

تخریج جامع الترمذي - الفتن (٢١٦٣) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٨٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٠٠)

شرح الحدیث ترجمہ بلفظ الحدیث ہے، یہ بھی اس قسم کا ادب ہے جو پہلے باب میں بیان کیا گیا کہ جب کسی شخص کو تلوار دے تو اس کو نیام میں رکھ کر دے اور کسی کو کھلی تلوار نہ پکڑائے مبادا پکڑاتے وقت جس کو پکڑا رہا ہے اس کے یا کسی دوسرے کے لگ جائے، والحديث أخرجه الترمذي قاله المنذري۔

٧٤ - بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ يُقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ

چمڑے کے ٹکڑے کو انگلیوں کے درمیان رکھ کر کاٹنے کی ممانعت کے بیان میں

٢٥٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ».

ترجمہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے دو انگلی کے درمیان چمڑے کو کاٹنے سے منع فرمایا (ایسا نہ ہو کہ چمڑہ کٹ جانے کے بعد چاقو انگلیوں کو زخمی کر دے)۔

شرح الحدیث سیر بمعنی جلد اور چمڑا جس کی جمع سیور آتی ہے یعنی آپ ﷺ نے منع فرمایا اس بات سے کہ کسی چمڑے کے ٹکڑے کو اس طور پر کاٹا جائے کہ وہ دو انگلیوں کے بیچ میں ہو، یعنی چمڑا کاٹنے والا کسی شخص سے کہے جس جگہ سے اس کو وہ چمڑا کاٹنا ہے کہ اس کو اپنی دونوں انگلیوں سے دبا لے، اور پھر وہ کاٹنے والا اس چمڑے پر اپنے آلے کو چلائے تاکہ وہ چمڑا سہولت

سے کٹ جائے اس کے دبانے کی وجہ سے، تو اس حدیث میں اس سے منع کیا جارہا ہے، کیونکہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ چمڑے کیساتھ دبانے والے کی انگلی بھی کٹ جائے۔

سبحان اللہ! آپ ﷺ کی تعلیمات کس قدر جامع ہیں کہ ہر ہر چیز کا ادب بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ ابواب الاستنجاء میں گزرا ہے لقد علمكم نبيكم كل شيء [1]۔

٧٥ - بَابٌ فِي لُبْسِ الدُّرُوعِ

ایک ساتھ کئی زرہیں پہننا

٢٥٩٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَسِبْتُ أَنِّي سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ خُصَيْفَةَ يَذْكُرُ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ رَجُلٍ قَدْ سَمَّاهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بَيْنَ دِرْعَيْنِ، أَوْ لَبِسَ دِرْعَيْنِ».

ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ نے ایک شخص سے روایت کیا جس شخص کا نام انہوں نے بتایا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ اُحد کے دن دو زرہ اُوپر نیچے پہن رکھی تھیں۔

شرح الحدیث: اور امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: باب لُبس البَيضة، اس پر لامع میں لکھا ہے: یعنی اسکا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے، اور یہی بات یہاں اس باب میں حضرتؒ نے بذل [2] میں تحریر فرمائی ہے، حدیث الباب میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جنگ احد میں نہ صرف ایک بلکہ دو زرہیں ایک پر دوسری پہن رکھی تھیں، زرہ ایک قسم کا لوہے کا کرتا ہوتا ہے جو دشمن کی ضرب سے حفاظت کیلئے پہنا جاتا ہے، اس کا تو ایک کا پہننا بھی بہادر آدمی ہی کا کام ہے چہ جائیکہ دو پہنی جائیں، یہ آپ ﷺ کے کمال شجاعت پر دال ہے، نیز اس کے اندر کمال استعداد للجہاد بھی ہے کہ بالفرض اگر ایک زرہ دشمن کی ضرب سے کٹ گئی تو دوسری کام آئے گی، گویا اخیر تک مقابلہ کرتے رہیں گے، سبحان اللہ کیا شان ہے انبیاء علیہم السلام کی، جزى الله سيدنا محمدا عنا ما هو اهله. والحديث اخرجه الترمذي في الشمائل (قاله الشيخ محمد عوامه)۔

٧٦ - بَابٌ فِي الرَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةِ

رایہ اور لواء کا بیان

رایات جمع ہے رایۃ کی اور الویہ لواء کی جیسا کہ حدیث میں ہے: وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ [3]۔

---

[1] سنن أبي داؤد - كتاب الطهارة - باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داؤد - ج ١٢ ص ٩٢

[3] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِي لِوَاءُ الحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ وَلَا فَخْرَ». (جامع الترمذي - كتاب التفسير القرآن - باب ومن سورة بني إسرائيل ٣١٤٨)

رایہ اور لواء میں فرق: رایہ اور لواء میں کیا فرق ہے اس میں مختلف اقوال ہیں، بعض کہتے ہیں کلاہما واحد اور یہ کہ اس کو علم بھی کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ نہیں، فرق ہے، ایک ان میں سے صغیر ہوتا ہے اور ایک کبیر، پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان میں سے کون صغیر ہوتا ہے اور کون کبیر؟ اس میں دونوں قول ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ دونوں کی نوعیت میں فرق ہے، لواء تو یہ ہوتا ہے کہ نیزہ کی لکڑی کے سرے پر کوئی کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے، اس کو لواء کہتے ہیں، اور رایہ اس کو کہتے ہیں کہ نیزہ کی لکڑی کے اندر کوئی کپڑا باندھا جائے اور اس کو ویسے ہی لٹکتا ہوا چھوڑ دیا جائے تاکہ ہوا سے ہلتا رہے، ہوائیں اس کو لہراتی رہیں، فتح الباری [1] میں ہے کہ جھنڈہ میں اصل یہ ہے کہ اس کو امیر الجیش سنبھالے اور اس کے ہاتھ میں ہو، ثم صارت تحمل علی رأسہ یعنی پھر یہ ہونے لگا کہ بجائے امیر لشکر کے ہاتھ میں ہونے کے ایک شخص اس پر معین کر دیا جاتا ہے جو اس کو امیر کے ساتھ اٹھائے رکھتا ہے جہاں بھی امیر جائے، اور اس کو علم بھی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ علامت ہوتی ہے محل امیر کی، یعنی جس جگہ سے جھنڈا نظر آئے یہ علامت ہے اس کی کہ امیر لشکر بھی اسی جگہ ہے۔

٢٥٩١ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ مَوْلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: بَعَثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَى الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ يَسْأَلُهُ عَنْ رَايَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ؟ فَقَالَ: «كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ».

ترجمہ محمد بن قاسم کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ مجھے محمد بن قاسمؒ نے حضرت براء عازبؓ کے پاس یہ پوچھنے کیلئے بھیجا کہ رسول کریم ﷺ کے (مبارک) جھنڈے کی کیفیت کیا تھی؟ تو حضرت براءؓ نے کہا: رسول کریم ﷺ کے جھنڈے کا رنگ کالا چوکور تھا اور اس کا کپڑا نمرہ اونی دھاری دار تھا۔

تخریج جامع الترمذي - الجهاد (١٦٨٠) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٩١)

٢٥٩٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ وَهُوَ ابْنُ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ «كَانَ لِوَاؤُهُ يَوْمَ دَخَلَ مَكَّةَ أَبْيَضَ».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ جس دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس دن آپ ﷺ کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا۔

تخریج جامع الترمذي - الجهاد (١٦٧٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٦٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٩٢) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨١٧)

٢٥٩٣ - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ الشَّعِيرِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ، عَنْ آخَرَ مِنْهُمْ قَالَ: رَأَيْتُ «رَايَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفْرَاءَ».

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ١٢٦

ترجمہ: حضرت سماک نے اپنی قوم کے ایک شخص سے نقل کیا انہوں نے اپنی قوم کے دوسرے شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا میں نے دیکھا تھا وہ زرد رنگ کا تھا۔

شرح الاحادیث: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈہ کا رنگ سیاہ تھا یعنی غالب رنگ اس کا سیاہ تھا اس لئے آگے آرہا ہے مِنْ نَمِرَةٍ یعنی دھاری دار صوف کا کپڑا جس میں سیاہ دھاریاں تھیں اور وہ چوکور تھا، نمر چیتے کو کہتے ہیں اس کے بدن کی جلد چونکہ دھاری دار ہوتی ہے اسلئے دھاری دار کپڑے کو نمرہ کہا جاتا ہے، اور آگے دوسری روایت میں آرہا ہے: كَانَ لِوَاؤُهُ يَوْمَ دَخَلَ مَكَّةَ أَبْيَضَ، اور تیسری روایت میں آرہا ہے کہ وہ صَفْرَاءَ تھا، حافظؒ نے فتح الباری میں ان روایات مختلفہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ويجمع بينها باختلاف الاوقات [1] ۔ وحديث البراء أخرجه الترمذي وابن ماجه. وحديث جابر أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٧٧ ـ بَابٌ فِي الانْتِصَارِ بِرُذُلِ الْخَيْلِ وَالضَّعَفَةِ

کمزور اور بے سہارا افراد کے وسیلہ سے مدد طلب کرنے کا بیان

رذل بمعنی ردی، اور خیل کا اطلاق گھوڑے سوار اور لشکر پر بھی ہوتا ہے رذل الخیل سے مراد ضعیف اور کمزور لوگ ہیں، انتصار کے دو معنی آتے ہیں، ایک انتقام، دوسرے طلب نصرت، یہاں دونوں ہوسکتے ہیں، یعنی کفار سے انتقام لینا اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنا ضعفاء اور غیر اقویاء کے ذریعہ، اور دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کرنا کمزور اور ضعفاء کے وسیلہ سے، لشکر میں سارے بہادر ہی نہیں ہوتے اس میں سب طرح کی مجاہدین ہوتے ہیں، شباب و اقویاء بھی، مشائخ اور کمزور بھی، تو مطلب یہ ہوا کہ ان کمزروں اور ضعیفوں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ ان کی بدولت اور طفیل میں اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔

٢٥٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الدَّرْدَاءِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «ابْغُونِي الضُّعَفَاءَ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُد: «زَيْدُ بْنُ أَرْطَاةَ أَخُو عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ».

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے میرے لئے کمزور افراد کو تلاش کرو اس لئے کہ تم لوگ ضعیف لوگوں کی وجہ سے روزی دیئے جاتے ہو اور مدد نصرت کئے جاتے ہو۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ زید بن ارطاۃ عدی بن ارطاۃ کا بھائی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي – الجهاد (١٧٠٢) سنن النسائي – الجهاد (٣١٧٩) سنن أبي داود – الجهاد (٢٥٩٤) مسند أحمد – مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٨/٥)

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج٦ ص١٢٦ - ١٢٧

شرح الحديث آپ ﷺ فرما رہے ہیں اے لوگوں میرے لئے ضعیف اور کمزور قسم کے لوگوں کو تلاش کرو، یعنی ہمیں ان کی ضرورت ہے جہاد میں فتح اور کامیابی کیلئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اور نصرت ان ہی کی وجہ سے اترتی ہے، اور ترمذی کی حدیث کے لفظ یہ ہیں: ابْغُونِي ضُعَفَاءَكُمْ، کہ مجھے اپنے ضعفاء میں تلاش کرو، یعنی اگر میدان کارزار میں اتفاق سے میں اپنی جگہ پر نہ ملوں تو مجھے لشکر کے ضعیف اور کمزور دستہ میں تلاش کرو، میں وہاں ملوں گا، اس حدیث پر امام ترمذیؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے: بَابُ مَا جَاءَ فِي الِاسْتِفْتَاحِ بِصَعَالِيكِ الْمُسْلِمِينَ، یعنی نادار اور کمزور مسلمانوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فتح طلب کرنا۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي...... وقد أخرج البخاري بنحوه قاله المنذري (ملخصاً)۔

۷۸۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُنَادِي بِالشِّعَارِ

علامتی نام (خاص کوڈ) سے پکارنا

ترجمة الباب کی تشریح: شعار کے لغوی معنی تو علامت کے ہیں، اور یہاں یعنی جہاد میں اس سے مراد وہ مخصوص اصطلاحی لفظ ہے جو علامت کے طور پر تجویز کیا جاتا ہے جس سے فوج والے ایک دوسرے کو پہچانیں اسکی زیادہ ضرورت رات کی لڑائی یعنی شب خون میں پیش آتی ہے، اسی لئے اسکو سر اللیل بھی کہتے ہیں، چونکہ رات میں اندھیرے کی وجہ سے اچھی طرح یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ جس پر ہم حملہ کرنا چاہ رہے ہیں وہ دشمن ہے یا اپنا ہی آدمی ہے اس موقعہ پر یہ لفظ کام آتا ہے، یعنی اگر کوئی مجاہد اپنے ہی آدمی کو دشمن سمجھ کر اس پر حملہ کرنے لگے تو وہ ایک دم اس لفظ کو استعمال کرتا ہے جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ اپنا ہی آدمی ہے اس پر حملہ نہیں کرنا چاہئے، یہ لفظ جس کو شعار کہتے ہیں ہمیشہ کیلئے متعین نہیں ہوتا بلکہ اس کو بدلتے رہتے ہیں اسی لئے کسی غزوہ میں کوئی لفظ رہا ہے اور کسی میں کوئی...... جیسا کہ احادیث الباب سے پتہ چل رہا ہے۔

۲۵۹۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: «كَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِينَ عَبْدَ اللَّهِ، وَشِعَارُ الْأَنْصَارِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ».

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ مہاجرین کا علامتی لفظ عبداللہ تھا اور عبدالرحمٰن انصار کیلئے علامتی لفظ تھا۔

۲۵۹۶۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "غَزَوْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ شِعَارُنَا: أَمِتْ أَمِتْ".

ترجمہ: حضرت سلمہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زیر کمان رسول کریم ﷺ کے دور میں جہاد کیا تو ہم لوگوں کی شناخت أَمِتْ أَمِتْ تھا۔

شرح الحديث یعنی ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ کا شعار یہ لفظ رہا ہے یعنی جب ایک مجاہد دوسرے مجاہد پر غلطی سے حملہ آور ہونے لگے تو اس سے کہہ دیا امت امت، یعنی دشمن کو مار، مجھے کیوں مارتا ہے، اور یہی ضروری نہیں کہ شعار کا یہی فائدہ ہو

بلکہ اور بھی اس کے متعین کرنے میں اغراض ہوتی ہیں جن میں اس لفظ سے کام لیا جاتا ہے، مثلاً اس لفظ کو بول کر بعض مرتبہ یہ بتانا ہوتا ہے کہ میں تمہارا آدمی یہاں موجود ہوں، جس سے ایک دوسرے کو تقویت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ [1]، والحدیث رواہ النسائی قالہ المنذری۔

٢٥٩٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنْ بُيِّتُّمْ فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ حم لَا يُنْصَرُونَ».

ترجمہ مہلب بن ابی صفرہ سے روایت ہے: مجھے صحابی رسول نے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر دشمن تم لوگوں پر شب خون مارے تو تم لوگوں کی شناخت حٰمٓ لَا يُنْصَرُونَ ہونی چاہئے۔

تخریج جامع الترمذي - الجهاد (١٦٨٢) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٩٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٦٥/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧٧/٥)

شرح الحدیث آپ ﷺ نے کسی جہاد میں جاتے وقت لشکر سے فرمایا اگر تم شب خون کئے جاؤ یعنی رات کے وقت لڑائی کی نوبت آجائے تو اس وقت تمہارا شعار حٰمٓ لَا يُنْصَرُونَ ہونا چاہئے، والحدیث رواہ الترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

٧٩ - بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا سَافَرَ

سفر کے وقت کیا دُعا مانگنی چاہئے

اس باب میں مصنف نے سفر کی بعض دعائیں جمع کی ہیں لہذا ان کو کتاب میں دیکھ کر یاد کیجئے۔

٢٥٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ قَالَ: «اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ، اللَّهُمَّ اطْوِ لَنَا الْأَرْضَ، وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ».

ترجمہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب سفر میں جانے کا ارادہ فرماتے تو یہ دُعا پڑھتے: اے اللہ! آپ اس سفر میں میرے ساتھی ہیں اور اہل وعیال (کی حفاظت میں) میرے خلیفہ اور نائب ہیں۔ اے اللہ! میں آپ سے اس سفر کی مشقت سے پناہ مانگتا ہوں اور غم اور پریشانی والی واپسی اور مال اور اہل وعیال میں بُری صورت حال دیکھنے سے (یعنی بخیر و

---

[1] اور اس زمانہ میں تو ساری نقل وحرکت اسی پر موقوف ہوتی ہے، مثلاً مختلف دستے اور ان دستوں کے امراء اور ان کی جگہیں سب کیلئے مختلف شعار (کوڈ) متعین کئے جاتے ہیں اور فوجیوں میں جس کو جہاں بھیجنا ہو یا استعمال کرنا ہو اسی شعار کے ذریعہ اسکو استعمال کیا جاتا ہے اس زمانہ میں جبکہ وائرلیس وغیرہ آلات عام ہوگئے ہیں یہ سارے شعارات (کوڈ) اپنے اور دشمن کے ایک کے دوسرے سنتے ہیں مگر حقیقت معلوم نہ ہونیکی وجہ سے فریق مخالف اس کو سمجھ نہیں پاتا، جو اسپس کا ایک اہم کام اس زمانہ میں اس شعار کے مصادیق کو معلوم کرنا اور اس کا سراغ لگانا بھی ہوتا ہے، اسی لئے عام فوجیوں کو بھی عین محاذ پر ہی بتایا جاتا ہے کیونکہ فتح اور شکست میں شعار کے محفوظ رہنے اور اس کے افشاء کو بڑا دخل ہوتا ہے، حبیب اللہ

عافیت سے واپسی کی دُعا مانگتا ہوں) اے اللہ! ہم لوگوں کیلئے زمین کو لپیٹ دیجئے اور ہم لوگوں کیلئے سفر آسان فرما دیجئے۔

تخریج جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٣٨) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٩٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٠١)

٢٥٩٩ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَلِيًّا الْأَزْدِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ عَلَّمَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: "{ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝ [1] }، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى. اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا. اللَّهُمَّ اطْوِ لَنَا الْبُعْدَ. اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ". وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ: «آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ». وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُيُوشُهُ إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا. فَوُضِعَتِ الصَّلَاةُ عَلَى ذَلِكَ.

ترجمہ ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے علی الازدیؒ کو سکھلایا کہ نبی ﷺ جب اپنے اونٹوں پر سفر میں روانہ ہونے کیلئے سوار ہوتے تو آپ ﷺ تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے پھر آپ ﷺ فرماتے: وہ ذات پاک (اور بے عیب) ہے جس نے اس (سواری) کو ہمارے تابع بنایا اور ہم لوگ اسکو اپنے قابو میں نہیں لاسکتے تھے اور ہم سب کو اپنے پروردگار کی جانب لوٹنا ہے۔ اے اللہ! ہم آپ سے اس سفر میں نیکی تقویٰ اور ان اعمال کی توفیق طلب کرتے ہیں جو تیری رضا کا سبب ہوں اے اللہ! ہمارے لئے یہ سفر آسان فرما دے اے اللہ! ہمارے لئے سفر کا فاصلہ لپیٹ دے آپ سفر میں ہمارے ساتھی ہیں اور اہل وعیال اور مال پر خلیفہ ہیں اور جب آپ ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہی کلمات فرماتے اور اس میں یہ اضافہ فرماتے: ہم رجوع کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اور اپنے پروردگار کی تعریف کرنے والے ہیں اور نبی ﷺ اور آپ کے لشکر کے ساتھی جب بلندی پر چڑھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب نیچے کی جانب اُترتے تو تسبیح کہتے ہوئے (یعنی سبحان اللہ پڑھتے ہوئے اُترتے) پھر نماز بھی اسی قاعدہ پر رکھی گئی (کہ نماز میں رکوع اور سجدہ کے وقت تسبیح پڑھی جاتی ہے اور اُٹھتے وقت تکبیر پڑھی جاتی ہے بذل المجہود)۔

تخریج صحيح مسلم - الحج (١٣٤٢) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٤٧) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٥٩٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٤٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥٠) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٧٣)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب اور جیوش کا سفر میں یہ معمول تھا کہ جب وہ بلندی پر چڑھتے تھے تو تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے چڑھتے تھے، اور جب بلندی سے پستی کی طرف جاتے تھے تسبیح پڑھتے ہوئے یعنی سُبْحَانَ اللہ کہتے ہوئے، اس کے بعد راوی مذکورہ بالا جملہ میں یہ کہہ رہا ہے کہ نماز کو بھی اسی نہج پر رکھا گیا ہے، چنانچہ قیام کی حالت میں تکبیر کہی جاتی ہے اور رکوع اور سجود میں جو کہ پستی کی حالت ہے اس میں تسبیح پڑھی جاتی ہے: سُبْحَانَ

---

[1] پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں کر دیا ہمارے اسکو اور ہم نہ تھے اس کو قابو میں لاسکتے اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے (سورۃ الزخرف ١٣-١٤)

رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، والحديث رواه مسلم والترمذي والنسائي، وآخر حديثهم "حَامِدُونَ" قاله المنذري۔

٨٠۔ بَابٌ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْوَدَاعِ -

کسی مسافر کو رخصت کرنے کے وقت کی دعا

٢٦٠٠ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُد، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ قَزَعَةَ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ هَلُمَّ أُوَدِّعْكَ كَمَا وَدَّعَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ».

ترجمہ حضرت قزعہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: آؤ میں تم کو اس طرح رخصت کروں کہ جس طرح مجھ کو حضور اکرم ﷺ نے رخصت فرمایا (پھر آپ نے یہ دُعا پڑھی) میں تمہارا دین (نماز، روزہ وغیرہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا سفر میں اہتمام) تمہاری امانت (مراد بیوی بچے اور تمام امانات ہیں) اور تمہارے انجام کار کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

تخریج جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٤٢) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٤٣) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٠٠) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٦/٢)

شرح الحديث یعنی سفر میں جانے والے کو رخصت کرنے کی دعاء حدیث الباب میں یہ دعاء مذکور ہے: أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ، یہ دعاء تو وہ ہے جو مقیم، سفر میں جانے والے کیلئے کرتا ہے، اور اس کے بالمقابل سفر میں جانے والا مقیم کو جو دعا دے وہ یہ ہے: أَسْتَوْدِعُكَ اللهَ الَّذِي لَا تَضِيعُ وَدَائِعُهُ[1]، یہ دعا اس جگہ کتاب میں مذکور نہیں، دوسری جگہ ہے، وحديث الباب أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٢٦٠١ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلَحِينِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْخَطْمِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الْخَطْمِيِّ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ: «أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ»۔

ترجمہ حضرت عبد اللہ خطمیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب لشکر کو رخصت کرنے کا قصد فرماتے تو فرماتے کہ تمہارا دین، امانت اور تمہارا انجام کار اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

٨١۔ بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا رَكِبَ

سواری پر سوار ہونے کے وقت کیا پڑھے؟

٢٦٠٢ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب الجهاد - باب تشييع الغزاة ووداعهم ٢٨٢٥

اللهُ عَنْهُ أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا. فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ». فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قَالَ: «الْحَمْدُ لِلهِ». ثُمَّ قَالَ: {سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ۝ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۝}. ثُمَّ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلهِ» - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - ثُمَّ قَالَ: «اللهُ أَكْبَرُ» - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - ثُمَّ قَالَ: «سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ». ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ». ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: «إِنَّ رَبَّكَ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي».

ترجمہ حضرت علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کیلئے سواری پیش کی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہوں۔ میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ جب آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو آپ نے بسم اللہ پڑھی پھر وہ جب سواری کی پشت پر بیٹھ گئے تو الحمد اللہ کہا۔ پھر کہا کہ وہ ذات پاک (و بے عیب) ہے کہ جس نے ان جانوروں کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم لوگ ان کو اپنے تابع کرنے والے نہیں تھے اور بلاشبہ ہم اپنے پروردگار کی جانب لوٹنے والے ہیں۔ پھر تین مرتبہ فرمایا تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے پھر تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھا پھر کہا: اے اللہ! آپ پاک ہیں بلاشبہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا میری مغفرت فرما دیجئے بلاشبہ آپ کے علاوہ کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ پھر علیؓ ہنسے عرض کیا گیا کہ آپ کو کس بات پر ہنسی آئی؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح کیا کہ جس طرح میں نے کیا جب آپ کو ہنسی آئی تو میں نے عرض کیا کہ کس وجہ سے آپ کو ہنسی آئی یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ تمہارا پروردگار اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے کہ جس وقت بندہ کہتا ہے میرے گناہ معاف فرما دے کہ وہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی گناہ معاف نہیں کرتا۔

جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٤٦) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٠٢)

شرح الحدیث سوار ہونے کے وقت جو دعاء پڑھی جائے وہ کتاب میں حضرت علیؓ کی حدیث سے مروی ہے اس کو یاد کیجئے، مشہور دعاء ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ إلى آخر الحديث، وحديث الباب أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٨٢۔ بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا نَزَلَ الْمَنْزِلَ

جب منزل پر پہنچے تو کیا دُعا مانگے؟

٢٦٠٣ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي صَفْوَانُ، حَدَّثَنِي شُرَيْحُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ: «يَا أَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، وَأَعُوذُ بِاللهِ مِنْ أَسَدٍ وَأَسْوَدَ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ،

وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سفر شروع فرماتے اور رات شروع ہو جاتی تو آپ فرماتے: یَا أَرْضُ رَبِّي یعنی اے زمین! تیرا اور میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے میں تیرے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اس چیز کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے اندر ہے اور اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو کہ (تجھ میں) پیدا ہوئی ہے اور اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں کہ جو تیرے اُوپر چلتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں شیر اور خاص بڑے سانپ اور بچھو سے اور شہر کے رہنے والوں کی برائی سے اور والد اور اس کے بچہ کے شر سے۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۶۰۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۳۲/۲)

شرح الحدیث: یہ ساری دعاء بڑی مسجع ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور حضور ﷺ کی اکثر دعائیں مسجع ہی ہیں، لیکن آپ ﷺ کی یہ تسجیع قصداً اور تکلفاً نہیں تھی بلکہ بلا قصد واختیار کے اس کمال فصاحت وبلاغت کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اندر ودیعت فرمائی تھی، ورنہ دعاء میں سجع بندی سے تو آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ أَسْوَد کہتے ہیں اژدہا کو یعنی بڑی قسم کے سانپ کو اور حیہ جو آگے حدیث میں ہے وہ مطلق سانپ، اور سَاكِنِ الْبَلَدِ سے مراد ثقلین یعنی جن وانس ہیں لأنهم يسكنون البلاد غالبا أو لأنهم بنو البلدان واستوطنوها أو المراد بالبلد الأرض قال تعالى: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ [1]، اور آگے حدیث میں ہے مِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ کہا گیا ہے اس سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے، اور ایک احتمال یہ لکھا ہے لہ والد سے مراد ابلیس، اور ما ولد سے مراد دوسرے شیاطین ہیں جو اس کے ماتحت ہیں [2]، والحديث رواه النسائي قاله المنذري۔

۸۳- بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ السَّيْرِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ

رات کے شروع حصہ میں سفر کرنے کی ممانعت

۲۶۰۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَعِيثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ» قَالَ أَبُو دَاوُد: الْفَوَاشِي: «مَا يَفْشُو مِنْ كُلِّ شَيْءٍ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے چوپایوں کو سورج غروب ہو جانے کے بعد نہ چھوڑو جب تک کہ رات کی سیاہی ختم نہ ہو جائے کیونکہ شیطان (جانوروں کو) سورج غروب ہونے کے بعد فساد مچاتے ہیں

---

[1] اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے (سورة الأعراف ۵۸)

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ۵ ص ۳۵۱، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۱۰۶

جب تک کہ عشاء کے وقت کی ابتدائی سیاہی ختم نہ ہو۔

تخریج: سنن أبي داؤد-الجهاد (٢٦٠٤) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٣١٢/٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٣٨٦/٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين (٣٩٥/٣)

شرح الحدیث: فَوَاشِي ان جانوروں کو کہتے ہیں جو کھلے پھرتے ہیں اونٹ بکری وغیرہ، اور فَحْمَة کہتے ہیں اس تاریکی کو جو مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتی ہے، اور جو تاریکی عشاء اور فجر کے درمیان ہوتی ہے اسکو عسعسة کہتے ہیں، قال تعالیٰ: وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ [1] اور عاث يعيث عيثاً کے معنی آتے ہیں فساد کرنا، حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ دن چھپنے کے بعد اپنے جانوروں کو کھلا مت چھوڑو، بلکہ ان کو باندھ کر رکھو جب تک فَحْمَةُ الْعِشَاءِ باقی رہے، اس غایت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے بعد پھر کھول سکتے ہیں یعنی بستی میں اور ایسی جگہ جہاں آس پاس مزارع اور کھیت نہ ہوں ورنہ رات میں بھی باندھنا ضروری ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جو آگے ابوداود میں اپنے محل میں آئے گی کہ کھیت اور باغ والوں کے ذمہ یہ بات ہے کہ وہ اپنے کھیت اور باغ کی حفاظت دن میں خود کریں اور رات میں ارباب مواشی پر یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مواشی کو رات میں باندھ کر رکھیں، یہ فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا جب کسی کھیت والے نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تھی کہ فلاں شخص کے جانوروں نے میرا کھیت خراب کر دیا، چنانچہ اس حدیث کی بناپر جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جس جانور کے ساتھ سائق نہ ہو اور وہ دن میں کسی کا نقصان کر دے تو اس صورت میں ضمان نہیں ہے اور اگر رات کے وقت جانور نقصان کرے تو اس صورت میں اس مالک دابہ پر ضمان ہے، وهذا ما عندي ولم يتعرض له أحد من الشراح [2]۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ مصنف کے ترجمۃ الباب کا حاصل یہ ہے کہ شروع رات میں سفر کی ابتداء نہیں کرنی چاہئے اور اسکی دلیل میں یہ حدیث پیش کی ہے، حضرتؒ نے بذل میں اس پر اشکال کیا ہے هذا الاستنباط بعيد [3]، والحديث أخرجه مسلم، قاله المنذري۔

---

[1] اور رات کی جب پھیل جائے (سورۃ التکویر ۱۷)

[2] یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الأشربة باب الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء الخ میں دو طریق سے اور مختلف سیاق سے وارد ہے، جو طریق ابوداود میں ہے عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ اس کے لفظ یہ ہیں: لَا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ (٢٠١٣)، اس میں صبیان کی زیادتی ہے جو ابوداود میں نہیں، اور دوسرا طریق عن جابر ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ - أَوْ أَمْسَيْتُمْ - فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ (٢٠١٢)، اس طریق میں صرف صِبْيَانَكُمْ ہے فواشی کا اس میں ذکر نہیں، اور پھر اس میں یہ ہے کہ جب فحمۃ العشاء گزر جائے تب وہ باہر نکل سکتے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ ابوداود کی روایت میں اختصار ہے لہذا مجموعہ روایات کے سیاق کے پیش نظر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حتی تذهب فحمة العشاء اس غایت کا تعلق صبیان سے ہے فواشی سے نہیں، وهذا التحقيق أنيق يزول به الإشكال والخلجان۔

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ١٠٦

٨٤- بَابٌ فِي أَيِّ يَوْمٍ يُسْتَحَبُّ السَّفَرُ

سفر کس دن شروع کرنا مستحب ہے؟

٢٦٠٥ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: «قَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِي سَفَرٍ إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيسِ».

ترجمہ حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے علاوہ کسی اور دن سفر کیلئے نکلتے ہوں (یعنی آپ ﷺ اکثر جمعرات کے دن ہی سفر کا آغاز فرماتے تھے)۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٨٩) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٩٠) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٠٥) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٦/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٠/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٠/٦) سنن الدارمي - السير (٢٤٣٦)

شرح یعنی اکثر و بیشتر آپ ﷺ سفر کی ابتداء پنجشنبہ کے روز فرماتے تھے، مگر ہمیشہ نہیں، چنانچہ حافظ ابن قیمؒ کی رائے کے مطابق آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کا سفر یوم السبت میں فرمایا، لیکن ابن حزمؒ کی تحقیق یہی ہے کہ آپ ﷺ کا یہ سفر پنجشنبہ ہی کو ہوا[1] والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

٨٥- بَابٌ فِي الِابْتِكَارِ فِي السَّفَرِ

صبح ہی صبح سفر کرنے کا بیان

اِبتِکار اور تبکیر بکرۃ سے ہے، یعنی علی الصباح کوئی کام کرنا، نیز کسی کام کو اس کے اول وقت میں کرنے کو بھی کہتے ہیں چاہے کچھ ہی وقت ہو، مگر ترجمۃ الباب میں پہلے ہی معنی مراد ہیں۔

٢٦٠٦ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ حَدِيدٍ، عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا» . وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ «وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ فَأَثْرَى وَكَثُرَ مَالُهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ صَخْرُ بْنُ وَدَاعَةَ».

ترجمہ حضرت صخر الغامدیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اے پروردگار! میری اُمت کیلئے ان کے دن کے ابتدائی حصے میں برکت عطا فرما اور آپ جس وقت میں سریہ چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو اسکو اوّل دن میں روانہ فرماتے تھے اور صخر (نامی ایک شخص) جو کہ تاجر تھا اور وہ اپنا مالِ تجارت شروع دن میں بھیجتا تھا تو وہ (اس طرح) دولت مند بن گیا اور اسکے مال میں اضافہ ہو گیا۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ١٠٧

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٠٦) مسند أحمد - مسند المكيين (٤١٦/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤١٧/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٣٢/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٣٢/٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٨٤/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٠/٤) سنن الدارمي - السير (٢٤٣٥)

شرح الحدیث: صخر بن وداعۃ الغامدیؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ دعاء فرمائی جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کیلئے صبح کے وقت میں برکت طلب کی اور آگے روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا معمول جیوش اور سرایا کے بارے میں بھی یہی تھا کہ ان کو آپ ﷺ دن کے شروع میں روانہ فرماتے تھے، آگے روایت میں ہے کہ صخر غامدی ؓ یعنی راوی حدیث ایک تاجر آدمی تھے وہ اپنا مال تجارت دن کے شروع ہی میں بھیجا کرتے تھے جس سے وہ صاحب ثروت ہو گئے اور ان کے مال میں بہت برکت ہوئی، والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٨٦- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسَافِرُ وَحْدَهُ

اکیلے شخص کے لئے سفر کرنے کی کراہت کا بیان

٢٦٠٧ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار (شخص) ایک پوری جماعت ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الجهاد (١٦٧٤) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٠٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٦/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٣١)

شرح الحدیث: ایک سفر کرنے والا ایک شیطان ہے اور دو سفر کرنے والے دو شیطان ہیں، اور اگر تین ہوں تو وہ مسافروں کی جماعت ہے۔

سفر وحدہ کے سلسلہ کی روایات مختلفہ اوران کی توجیہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف ایک یا دو آدمی کا سفر کرنا ممنوع ہے، اور دو سے زائد ہوں تو جائز ہے، امام بخاریؒ نے اس سلسلہ میں کئی باب باندھے ہیں بَاب السَّيْرِ وَحْدَهُ، اور بَاب بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزُّبَيْرَ طَلِيعَةً وَحْدَهُ، اور بَاب سَفَرِ الاثْنَيْنِ، طلیعہ جاسوس کو کہتے ہیں گویا جاسوس اگر ہے تو اس کو تنہا بھیجا جا سکتا ہے، جاسوسی کی مصلحت کے پیش نظر، اور بَاب سَفَرِ الاثْنَيْنِ میں انہوں نے مالک بن الحویرثؓ کی حدیث ذکر فرمائی جس میں ان کا اور ان کے ساتھی کا سفر مذکور ہے جن سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا: أَذِّنَا وَأَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا[1]، اس باب کے تحت حافظؒ نے لکھا ہے کہ شاید مصنف نے اس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے

[1] صحيح البخاري - كتاب الجهاد والسير - باب سفر الاثنين ٢٦٩٣

جسکی تخریج اصحاب السنن نے کی ہے یعنی یہی حدیث ابو داؤد والی، لیکن حافظؒ کہتے ہیں کہ وہ حدیث قوی ہے [1]، بہر حال روایات اس سلسلہ میں مختلف ہیں جوازاً ومنعاً اب یا تو یہ کہا جائے کہ منع کی روایات منسوخ ہیں ابتداء پر محمول ہیں، جب کفار کا غلبہ تھا، یا یہ کہا جائے کہ منع کی روایات عدم ضرورت پر محمول ہیں یا حال خوف پر، لہٰذا عند الحاجۃ اور عدم خوف کے وقت میں جائز ہے، چنانچہ مصلحت حرب جو ہے جس کی ضروریات میں جاسوسی بھی ہے وہاں انفراد میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ وہ مصلحت انفراد ہی میں حاصل ہوتی ہے، ویسے منع کی روایت خود بخاری میں بھی ہے: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ، أخرجه البخاري من حديث ابن عمر مرفوعاً في باب السير وحده برقم ۲۸۳۶ . وحديث الباب أخرجه النسائي قاله المنذري.

۸۷۔ بَابٌ فِي الْقَوْمِ يُسَافِرُونَ يُؤَمِّرُونَ أَحَدَهُمْ

جب چند افراد سفر شروع کریں تو ایک کو اپنا امیر مقرر کرلیں

۲۶۰۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرِ بْنِ بَرِّيٍّ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ».

ترجمہ حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت سفر میں تین افراد ہوں تو اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

شرح الحدیث یعنی سفر میں کم از کم تین نفر کی اگر جماعت ہو تو ان کو چاہئے کہ سفر کے شروع ہی میں کسی ایک کو امیر بنا لے تاکہ دوران سفر انتظام امور میں سہولت ہو جائے اختلاف نہ پیدا ہو، اس حدیث میں امر استحباب کیلئے ہے، دراصل اختلافات پیدا ہوتے ہیں تکبر اور بڑائی سے، اور جب دو شخص کسی تیسرے کو امیر بنارہے ہیں تو اسکی بناء تواضع ہے اور تواضع ہی کی صورت میں اتفاق باقی رہتا ہے۔

۲۶۰۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ» قَالَ نَافِعٌ: فَقُلْنَا لِأَبِي سَلَمَةَ: فَأَنْتَ أَمِيرُنَا.

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت سفر میں تین افراد ہوں تو (تینوں اپنے میں سے) ایک شخص کو امیر بنالیں۔ نافع نے کہا کہ ہم نے ابو سلمہ سے کہا کہ ہم لوگوں کے امیر (دورانِ سفر) آپ

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري- ج٦ ص٥٣

ہیں۔

۸۸۔ بَابٌ فِي الْمُصْحَفِ يُسَافَرُ بِهِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

قرآنِ کریم کو دشمن کی سرزمین لے جانے کا بیان

آدمی سفر میں جاتے وقت اپنی ضرورت کی چیزیں ساتھ لیتا ہے، مسواک، لوٹا، مصلی وغیرہ اب ظاہر ہے تلاوت قرآن کیلئے مصحف کی ضرورت ہے تو کیا سفر جہاد میں آدمی کو اپنے ساتھ مصحف لینا چاہئے؟ حدیث الباب میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

۲۶۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ» قَالَ مَالِكٌ: «أُرَاهُ مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کو دشمن کے ملک میں لے جانے کی ممانعت فرمائی۔ امام مالکؒ نے فرمایا: آپ ﷺ نے اس وجہ سے منع فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن اس قرآن کریم کو لے لے (اور اس کلام اللہ کی بے حرمتی کر دے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۲۸) صحيح مسلم - الإمارة (۱۸۶۹) سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۶۱۰) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۷۹) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۸۰) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۰) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۵۵) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۶۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۷۶) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۲۸) موطأ مالك - الجهاد (۹۷۹)

شرح الحدیث: امام مالکؒ جو راوی حدیث ہیں فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت اس لئے ہے کہ مبادا دشمن اس کی بے حرمتی نہ کر دے چنانچہ امام مالکؒ کا مسلک یہی ہے، ان کے نزدیک یہ نہی مطلقاً ہے، اور حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ عسکر صغیر میں تو لے جانا خلاف احتیاط اور مکروہ ہے اور اگر مسلمانوں کا بڑا لشکر ہو تو کچھ حرج نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا مدار خوف ضیاع پر ہے، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

۸۹۔ بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْجُيُوشِ وَالرُّفَقَاءِ وَالسَّرَايَا

لشکر کی تعداد ایک سفر کے کم از کم رفقا اور سریہ کی تعداد کا بیان

۲۶۱۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مُرْسَلٌ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین رفیق سفر چار ہیں اور

چھوٹے لشکروں میں چار سو افراد بہتر ہیں اور بڑے لشکروں میں چار ہزار افراد کا لشکر بہتر ہے اور بارہ ہزار لشکری کی کمی کی بنا پر (دشمن سے) ہرگز مغلوب نہیں ہوسکتے۔

تخریج: جامع الترمذي في السير (١٥٥٥) سنن أبي داؤد-الجهاد (٢٦١١) سنن الدارمي-السير (٢٤٣٨)

شرح الحدیث: حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس ﷺ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بہترین رفقاء سفر چار ساتھی ہیں، جس کی وجہ شراح نے یہ لکھی ہے کہ اگر رفقاء صرف تین ہوں اور ان میں ایک مریض ہو جائے اور وہ کسی ایک ساتھی کو اپنا وصی بنادے تو اب وصی کی شہادت کیلئے صرف ایک شخص ہو گا، جبکہ ضرورت شاہدین کی ہے، لہٰذا اگر چار ہوں گے تو یہ مصلحت پوری ہو جائے گی۔

سرایا جمع ہے سریہ کی یعنی عسکر صغیر، اور لشکر کا ایک دستہ، اور جیوش جمع ہے جیش کی یعنی عسکر کبیر، آگے روایت میں ہے کہ بارہ ہزار کا لشکر قلت کی بنا پر مغلوب نہیں ہو سکتا، یعنی کسی اور عارض کی وجہ سے ہو تو امر آخر ہے چنانچہ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہی تھی اسکے باوجود ایک عارض کیوجہ سے لڑائی کے شروع میں انہیں شکست کھانی پڑی لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ الآية [1]. والحديث أخرجه الترمذي قاله المنذري.

٩٠ـ بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ

مشرکین کو اسلام کی دعوت دینے کا بیان

یعنی قتال سے پہلے مشرکین کو دعوت اسلام دینا، اسمیں چار مذہب مشہور ہیں: ① الوجوب مطلقاً ایک جماعت اسی کی قائل ہے منهم عمر بن عبد العزيز، ② الفرق بين من بلغة الدعوة و بين من لم تبلغه، یہی مذہب ہے حنفیہ اور شافعیہ کا، ③ الفرق بين اهل الكتاب وغيرهم، یعنی اہل کتاب کیلئے دعوت کی حاجت نہیں، یعنی یہود و نصاریٰ اور مجوس، اور انکے علاوہ جو مشرکین ہیں ان میں فرق مذکور کو دیکھا جائے گا، یعنی بلوغ دعوۃ اور عدم بلوغ دعوۃ، یہ مذہب ہے امام احمدؒ کا، امام مالکؒ کا مذہب معالم السنن میں خطابیؒ نے تو مطلقاً وجوب دعوت لکھا ہے جو عمر بن عبد العزیزؒ کا مذہب ہے [2]، اور حافظ نے امام مالکؒ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ جو مشرکین دار الاسلام کے قریب رہتے ہیں وہاں دعوت کی حاجت نہیں، اور جو دار الاسلام سے بعید ہیں وہاں پر دعوت اقطع للشك ہے اھ [3]۔

٢٦١٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ

---

[1] مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری بہت میدانوں میں اور حنین کے دن جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر (سورة التوبة ٢٥)

[2] معالم السنن ـ ج ٢ ص ٢٦١

[3] فالدعوة أقطع للشك (فتح الباري شرح صحيح البخاري ـ ج ٦ ص ١٠٨)

بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى سَرِيَّةٍ أَوْ جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللهِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ، وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، وَقَالَ: "إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ، أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ: ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يُجْرَى عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ. فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ، فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ تَعَالَى وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ تَعَالَى، فَلَا تُنْزِلْهُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا يَحْكُمُ اللهُ فِيهِمْ، وَلَكِنْ أَنْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِكُمْ، ثُمَّ اقْضُوا فِيهِمْ بَعْدُ مَا شِئْتُمْ" قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: قَالَ عَلْقَمَةُ: فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيثَ لِمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ قَالَ: قَالَ أَبُو دَاوُد: «هُوَ ابْنُ هَيْصَمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ».

ترجمہ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت کسی شخص کو چھوٹے یا بڑے لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرماتے تو آپ ﷺ اس شخص کے بالخصوص اس کے اپنے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور دوسرے مسلمان کے بارے میں خیر خواہی کرنے کی وصیت فرماتے اور فرماتے کہ جب تم اپنے دشمن مشرکین کا مقابلہ کرو تو ان کو تین باتوں کی دعوت دو (یہ راوی کا شک ہے کہ آپ نے خصال کا لفظ بیان فرمایا یا خلال کا) پھر جو مشرک شخص ان تینوں چیزوں میں سے ایک چیز قبول کرلے تو تم بھی ان سے قبول کرلو اور ان لوگوں کے قتل سے باز رہو یعنی پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو تم ان کا اقرار قبول کرلو اور ان کے قتل سے باز رہو۔ پھر جب وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو ان کو اپنے ملک سے یعنی دار الحرب سے دار الاسلام کی جانب بلاؤ اور ان کو اس بات کی اطلاع دو کہ اگر وہ ان باتوں کو مان لیں گے تو پھر ان کیلئے وہی حقوق ہوں گے جو کہ مہاجرین کیلئے ہیں اور وہی ذمہ داریاں جو مہاجرین پر لازم ہیں۔ پھر اگر وہ لوگ اپنے ملک سے نکلنا قبول نہ کریں تو ان کو آگاہ کردو کہ وہ لوگ دیہات کے مسلمان جیسے ہوں گے اور ان لوگوں پر اللہ کا وہ حکم نافذ کیا جائے گا جو کہ تمام اہل اسلام پر نافذ کیا جاتا ہے اور ان لوگوں کیلئے مالِ فئی اور مالِ غنیمت میں کسی قسم کا حصہ نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ لوگ اہل اسلام کے ہمراہ (شریک) ہو کر جہاد کریں پھر اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو ان لوگوں سے جزیہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ اس کو منظور کرلیں تو تم بھی ان سے جزیہ قبول کرو اور ان لوگوں سے جنگ نہ کرو اور امر ثالث یہ ہے کہ وہ لوگ نہ اسلام لائیں اور نہ ہی جزیہ دینا قبول کریں تو اللہ سے مدد طلب کرو اور ان لوگوں سے قتال کرو اور جس وقت تم لوگ اہل قلعہ یعنی مشرکین کا محاصرہ کرو اور وہ یہ چاہیں کہ تم ان لوگوں کو اللہ کے حکم پر اُتارو تو تم ان کو نہ اُتارو۔ کیونکہ تم کو معلوم نہیں کہ اس سلسلہ میں

اللہ کا حکم کیا ہے؟ بلکہ تم ان کو اپنے حکم اور اپنے اختیاری فیصلہ پر (قلعہ سے) اُتارو پھر تم جس طریقہ سے چاہو ان لوگوں کا فیصلہ کر دو۔ سفیان نے کہا کہ یہ حدیث مقاتل بن حیان سے علقمہ نے نقل کی تو انہوں نے کہا کہ مسلم نے مجھے نعمان بن مقرن سے سلیمان بن بریدہ کی حدیث کی طرح مرفوعاً روایت نقل کی ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٣١) جامع الترمذي - الديات (١٤٠٨) جامع الترمذي - السير (١٦١٧) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦١٢) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٥٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٢/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٨/٥) سنن الدارمي - السير (٢٤٣٩)

طویل اور جامع حدیث کی مکمل اور جامع شرح یہ خاصی طویل حدیث ہے، ہم اسکے ہر ہر ٹکڑے کی الگ الگ شرح کرتے ہیں، یعنی جب آپ ﷺ کسی شخص کو کسی سریہ یا جیش پر امیر بنا کر روانہ فرماتے تھے بھیجتے وقت اس امیر کو خاص اس کی اپنی ذات کے بارے میں تقوی کا حکم فرماتے یعنی یہ کہ تم اپنے بارے میں بہت احتیاط اور تقوی کو اختیار کرنا اور اس امیر کو فرماتے کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا، اس میں اشارہ ہے کہ امیر کو چاہئے کہ اپنی ذات کے بارے میں تو پوری پوری احتیاط پر عمل کرے، اور ساتھیوں کیساتھ معاملہ نرم رکھے، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے: وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا [1] (بذل)۔

وَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ: شروع میں آپ ﷺ عام حالات میں کام آنے والی بات بیان کرنے کے بعد، اب یہاں سے قتال کی کیفیت اور اس کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں وہ یہ کہ قتال سے پہلے مشرکین کے سامنے دو چیزیں اور ہیں جو ترتیب وار رکھی جائیں گی یعنی قتال کا درجہ تیسرے نمبر پر ہوگا، اور شروع کی دو یہ ہیں، سب سے پہلے ان کو دعوۃ الی الاسلام دی جائے، پس اگر وہ اس کا قبول کرلیں تو تم اسکو تسلیم کرلو، اور ان سے اپنا ہاتھ روک لو، یہ امر اول ہوا، اس امر اول کا ایک تکملہ اور تتمہ ہے جس کو آگے بیان فرمارہے ہیں: ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وہ یہ کہ جب اس بستی والوں نے سب سے اسلام قبول کرلیا تو ان کو دعوت دو اپنے گھروں سے انتقال کی مہاجرین کے دار کی طرف اور ان کو اس بات سے باخبر کردو کہ اگر انہوں نے ایسا کرلیا یعنی ہجرت اختیار کرلی تو ان کیلئے وہی ثواب اور سہولیات ہونگی جو مہاجرین کیلئے ہوتی ہیں، اور ساتھ ساتھ وہ ذمہ داریاں بھی ہونگی جو مہاجرین پر ہوتی ہیں، پس اگر وہ اس کو انتقال کو قبول کریں تو فبہا، فَإِنْ أَبَوْا وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ، یعنی اگر وہ اس انتقال مکانی پر راضی نہ ہوں اور اپنی بستی کو چھوڑنا نہ چاہیں تو پھر ان کو یہ سمجھادو کہ اس صورت میں ان کا حال اور حکم اعراب مسلمین کا ہوگا، جو حکم اعراب مسلمین کا ہوتا ہے وہی ان کا ہوگا، آگے اس کی تھوڑی سی وضاحت ہے، وہ یہ کہ لَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، یعنی عدم انتقال کی صورت میں ان لوگوں کیلئے مال فئی میں اور غنیمت یعنی خمس مال غنیمت میں حصہ نہ ہوگا مگر یہ

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الجهاد والسير - باب في الأمر بالتيسير وترك التنفير ١٧٣٢، و بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ١١٦

کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں، یہاں تک وہ تکملہ پورا ہو گیا، اس میں کچھ چیزیں محتاج تشریح ہیں وہ یہ کہ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ کا کیا مطلب ہے؟ سو جاننا چاہئے کہ جو لوگ اسلام لا کر انتقال مکانی کو اختیار نہیں کرتے بلکہ اپنی ہی بستی میں رہتے ہیں ان کو اعراب مسلمین کہا جاتا ہے، اور جو لوگ اسلام لا کر اور اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے آتے ہیں ان کو مہاجرین کہا جاتا ہے، اس وقت مہاجرین کا حکم جو ان پر عائد ہوتا تھا وہ یہ تھا کہ جب بھی جہاد کی ضرورت پیش آئے اور ان کو جہاد میں بھیجا جائے ان کیلئے اس میں جانا ضروری تھا، خواہ وہ مسلمان جو دشمن کے قریب رہتے ہیں جن سے جہاد کرنا ہے وہ ان سے لڑنے کیلئے کافی ہوں یا نہ ہوں، بخلاف اعراب مسلمین کے کہ ان کیلئے خروج للجہاد ہر صورت میں ضروری نہ تھا، صرف اس صورت میں ضروری تھا جب کہ وہ مسلمان جہاد کیلئے کافی نہ ہوں جو دشمن کے قریب رہتے ہیں، اور اگر ان میں کفایت ہو تو پھر اس صورت میں ان اعراب کیلئے جہاد میں جانا ضروری نہ تھا، یہ تو مطلب ہوا جملہ ثانیہ کا وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ اور جملہ اولیٰ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ کہ تمہارے لئے وہی ہو گا جو مہاجرین کیلئے ہوتا ہے اس سے مراد ثواب، یعنی ثواب ہجرت اور مال فیٔ کا استحقاق، جو حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا، کہ آپ ﷺ مال فیٔ میں سے خرچ فرماتے تھے مہاجرین پر۔

مال فئی میں اعراب مسلمین کا حصہ ہے یا نہیں؟ بخلاف اعراب مسلمین کے کہ ان کیلئے مال فیٔ میں سے حصہ نہیں ہوتا تھا، دراصل یہ مذہب ہے شافعیہ کا چنانچہ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال فیٔ اور غنیمت میں صرف مہاجرین کا حصہ ہے اعراب مسلمین یعنی غیر مہاجرین کا اس میں حصہ نہیں، بلکہ اعراب مسلمین کا حصہ مال صدقات میں ہوتا ہے بشرطیکہ وہ صدقہ کے مستحق ہوں، مسکین اور فقیر ہوں، اور مال صدقات میں مہاجرین کا کچھ حصہ نہیں ہوتا، تو گویا بیت المال میں دو طرح کے مال اور دو فنڈ ہوتے ہیں، اول صدقات وزکوات، یہ تو حصہ ہے فقراء ومساکین وغیرہ کا، اور دوسری قسم مال کی مال فیٔ ہے جس سے مراد جزیہ اور خراج وغیرہ کا مال ہے، اور خمس غنیمت، یہ حصہ ہوتا ہے صرف مہاجرین کا، مہاجرین کو قسم اول سے کچھ نہیں ملتا، اور اعراب یعنی غیر مہاجرین کو اس قسم ثانی میں سے کچھ نہیں دیا جاتا لیکن یہ صرف شافعیہ کا مذہب ہے، چنانچہ امام نوویؒ خود ہی لکھتے ہیں: وقال مالك وأبو حنيفة المالان سواء ويجوز صرف كل واحد منهما إلى النوعين، اهـ [1]۔

حنفیہ کی طرف سے حدیث کی توجیہ: لہٰذا یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہوئی، اب یا تو ان دونوں کے طرف سے یہ جواب دیا جائے کہ یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ آگے چل کر امام نوویؒ [2] نے ابو عبید سے نقل کیا ہے: وقال أبو عبيد هذا الحديث منسوخ قال وإنما كان هذا الحكم في أول الإسلام لمن لم يهاجر ثم نسخ ذلك بقوله تعالى: وَأُولُوا الْأَرْحَامِ

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱۲ ص ۳۸

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱۲ ص ۳۹

بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ اھ[1]، اور ہمارے بعض اساتذہ نے اسکا جواب یہ دیا کہ "لا یکون لهم في الفئ والغنیمة نصیب" یہاں نصیب سے مطلق نصیب مراد نہیں بلکہ مخصوص نصیب کی نفی ہے أي نصیب المجاهدین، یعنی جتنا حصہ مال أی اور غنیمت میں سے مجاہدین کو دیا جاتا ہے اتنا ان غیر مہاجرین کو نہیں دیا جائے گا، نفس عطاء کی نفی نہیں ہے ورنہ یہ حدیث نصوص قرآنیہ کے خلاف ہو جائے گی، جیسا کہ اسکی تفصیل بذل المجهود میں ہے، لیکن بذل میں حضرتؒ نے اس حدیث کا صرف نصوص قرآنیہ کے خلاف ہونا تحریر فرمایا ہے، حنفیہ شافعیہ کا اختلاف مذہب یا نسخ وغیرہ کے جو جواب ہم نے لکھے اس سے حضرتؒ نے تعرض نہیں فرمایا بلکہ اشکال فرما کر چھوڑ دیا، طالبین کو متوجہ کرنے کیلئے کہ وہ اس کا جواب تلاش کریں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث پر اشکال اور اس کا جواب: یہاں پر ایک اشکال ابھی باقی ہے وہ یہ کہ اس حدیث میں ہے: فَإِنۡ أَبَوۡا وَاخۡتَارُوا دَارَهُمۡ کہ اگر وہ اسلام لانے کے بعد ہجرت کیلئے آمادہ نہ ہوں تو پھر ان سے بتادو کہ ان کا حکم یہ ہوگا، اشکال یہ ہے کہ ہجرت تو شروع میں واجب تھی تو اس میں اس سے تسامح کیوں برتا گیا ہے؟ اس کا جواب شروح میں تو کہیں ملا نہیں لیکن حضرت گنگوہیؒ نے کوکب میں فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس ہجرت کا ذکر اس حدیث میں ہے وہ ہجرت اصطلاحی نہیں جو شروع میں واجب تھی اس لئے کہ جو ہجرت واجب تھی وہ تو وہ تھی جو دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہو، اور یہاں جب وہ بستی والے سب اسلام لے آئے تو وہ دار الکفر کہاں رہی؟ تاہم ان سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم ترک وطن اور انتقال مکانی کروگے تو تمہارے لئے یہ فوائد ہوں گے نہیں تو نہیں[2]، اسکے علاوہ اس حدیث کی کوئی اور توجیہ ہمیں کسی اور کے کلام میں نہیں ملی۔

فَإِنۡ هُمۡ أَبَوۡا فَادۡعُهُمۡ إِلٰى إِعۡطَاءِ الۡجِزۡيَةِ: یہ امر ثانی ہے، امر اول دعوۃ الی الاسلام تھا اور اس کے متعلقات اور امر ثانی یہ ہے کہ اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں تو ان کے سامنے جزیہ کی بات رکھی جائے پس اگر وہ جزیہ دینا منظور کرلیں تو تم اس کو تسلیم کرلو، اور ان سے اپنا ہاتھ روک لو، جزیہ کے بارے میں یہ اختلاف مشہور ہے جیسا کہ کتاب الزکاۃ میں گزر چکا حضرت معاذؓ کی حدیث کے ذیل میں کہ جزیہ کن کن کافروں سے لیا جاتا ہے، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مجوس کیساتھ خاص ہے، اور حنفیہ مالکیہ کے نزدیک اہل کتاب کیساتھ خاص نہیں بلکہ مشرکین سے بھی لیا جاتا ہے، مالکیہ کے یہاں بالعموم تمام مشرکین سے، اور حنفیہ کے نزدیک سوائے مشرکین عرب کے باقی سب مشرکین سے، یہ حدیث اپنے اطلاق کی وجہ سے حنفیہ و مالکیہ کی دلیل ہے۔

فَإِنۡ أَبَوۡا فَاسۡتَعِنۡ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَقَاتِلۡهُمۡ: یہ امر ثالث ہے کہ جب شروع کے دونوں امر نہ پائے جائیں تو تیسرا درجہ ان کفار کے ساتھ قتال کا ہے، وَإِذَا حَاصَرۡتَ أَهۡلَ حِصۡنٍ فَأَرَادُوكَ أَنۡ تُنۡزِلَهُمۡ عَلٰى حُكۡمِ اللّٰهِ، فَلَا تُنۡزِلۡهُمۡ الخ جہاد میں چونکہ بعض

---

[1] اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے (سورۃ الأنفال ٧٥)

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٤٢٥

مرتبہ ایسا ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات مسلمان فوج سے بچ کر دشمن قلعہ میں پناہ لے لیتا ہے اور ایسی صورت میں مسلمان فوج اس قلعہ کا محاصرہ پر مجبور ہوتی ہے، ہفتوں وہاں پڑاؤ ڈالنا پڑ جاتا ہے پھر دشمن عاجز آکر مسلمان فوج سے گفتگو کرتا ہے کہ ہمیں باہر نکلنے کی اجازت دی جائے ہم تمہاری اطاعت کریں گے تو اس میں بعض مرتبہ دشمن یہ کہتا ہے کہ جو صحیح صحیح فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہمارے بارے میں ہوگا ہم اس فیصلہ پر اترنا چاہتے ہیں اگر تمہیں یہ منظور ہو تو ہم قلعہ سے نیچے اتر آئیں، تو اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں مجاہدین کو یہ ہدایت فرمارہے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول کے حکم پر ہر گز نہ اتارنا یعنی اسطرح کی شرط منظور نہ کرنا بلکہ اس طور پر ان سے معاہدہ ہونا چاہئے کہ جو فیصلہ ہمارا یعنی مجاہدین کا ہوگا تم کو اگر وہ منظور ہے تو نیچے اتر آؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ پہلی شرط منظور کرنے سے ہم اسلئے منع کررہے ہیں کہ تمہیں کیا خبر یقینی طور پر کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ ان کے بارے میں کیا ہے: فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا يَحْكُمُ اللهُ فِيهِمْ، وَلَكِنْ أَنْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِكُمْ، اور پھر آگے یہ ہے: ثُمَّ اقْضُوا فِيهِمْ بَعْدُ مَا شِئْتُمْ کہ وہ جب تمہاری شرط اس طرح منظور کرنے کے بعد نیچے اتر آئیں تو پھر تم اپنی صوابدید کے مطابق ان کے بارے میں جو چاہوں فیصلہ کردو۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، وحدیث النعمان بن مقرن أخرجه ابن ماجه قاله المنذری۔

۲۶۱۳ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَقَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تُمَثِّلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں اللہ کے نام کے ساتھ جہاد کرو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا کفر کرے اس شخص کو قتل کردو اور جہاد کرو اور وعدہ خلافی مت کرو اور مالِ غنیمت میں خیانت ہر گز نہ کرنا اور کسی کا مثلہ نہ کرنا (یعنی ناک، کان نہ کاٹ دینا) اور بچوں کو قتل نہ کرنا۔

تخریج: صحيح مسلم - الجهاد والسير (۱۷۳۱) جامع الترمذي - الديات (۱۴۰۸) جامع الترمذي - السير (۱۶۱۷) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۱۳) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۵۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۲/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۸/۵) سنن الدارمي - السير (۲۴۳۹)

۲۶۱۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْفِزْرِ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «انْطَلِقُوا بِاسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ، وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً، وَلَا تَغُلُّوا، وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ، وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجاہدین کو جہاد کرنے کیلئے روانہ کرتے کے وقت) ارشاد فرمایا تم لوگ اللہ کے نام کے ساتھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق اور حضرت پیغمبر کے دین پر (پوری طرح قائم رہتے

ہوئے) جاؤ اور شیخ فانی کو قتل نہ کرنا اور نہ چھوٹے بچے کو اور نہ کسی خاتون کو اور نہ تم لوگ مالِ غنیمت میں خیانت کرنا اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنا اور اپنے احوال کی اصلاح کرنا اور آپس میں نیکی کا معاملہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

شرح الحدیث: یہ بہت جامع حدیث ہے جہاد کے سلسلہ کی، اس میں آپ ﷺ نے ابتداء خروج سے اختتام قتال تک کی بہت سی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں جیسا کہ حدیث میں غور کرنے سے سب سمجھ میں آتا ہے، سب سے پہلی بات تو یہی کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اور اسی سے طلب اعانت کرتے ہوئے گھر سے چلا جائے بلکہ پوری شریعت پر پابند ہو کر چلا جائے، جیسا کہ فرما رہے ہیں: عَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ۔

اس حدیث میں شیخ فانی کے قتل سے منع کیا گیا ہے اور اسی طرح نابالغ بچے اور عورت کے قتل سے، اور اس سے اوپر والی حدیث میں لاتُمَثِّلُوا مذکور ہے، یعنی نهي المثلة، اس حدیث کے بعض اجزاء پر آگے کتاب میں مستقل باب آرہے ہیں، نهي عن المثلة کا باب، قتل النساء کا باب ایسے ہی قتل شیوخ سے متعلق موجودہ حدیث کے خلاف ایک حدیث وہاں آرہی ہے، بلفظ اقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَبْقُوا شَرْخَهُمْ [1] لہذا ان سب پر کلام اسی جگہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

۹۱۔ بَابٌ فِي الْحَرْقِ فِي بِلَادِ الْعَدُوِّ

دشمنوں کے علاقہ میں آتش زنی کرنا

ترجمہ والے مسئلہ میں اختلاف علماء اور مذاہب ائمہ: یہی ترجمہ بخاری میں بھی ہے بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيلِ، حافظؒ لکھتے ہیں کہ جمہور علماء بلاد عدو میں تحریق اور تخریب کے جواز کے قائل ہیں، امام اوزاعیؒ اور لیثؒ اور ابو ثورؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، ان کا استدلال حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فعل سے ہے کہ انہوں نے اپنے جیوش کو وصیت کی تھی کہ أَنْ لَا يَفْعَلُوا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ۔ طبری نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ صدیق اکبرؓ کا مقصود قصداً واصالۃً تحریق و تخریب سے روکنا ہے بخلاف اسکے کہ ان چیزوں کی نوبت آجائے اثنائے قتال میں سو اس سے منع نہیں، حافظؒ کہتے ہیں کہ طبری کے علاوہ بعض دوسرے علماء نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے ان بلاد میں ایسا کرنے سے منع کیا تھا جن کے بارے میں ان کو یہ توقع تھی کہ مسلمان ان سب کو فتح کر کے حاصل کر لیں گے تو اس لئے منع کیا تھا تا کہ وہ مسلمانوں کے کام آئیں، قسطلانیؒ کہتے ہیں: جمہور کا استدلال حدیث الباب سے ہے اھ، مختصرا من الأبواب والتراجم [2]، حاشیہ لامع میں اوجز سے اس مسئلہ میں تفصیل لکھی ہے کہ کون سے درختوں کو کاٹنا جائز ہے اور کن کا ناجائز، نیز کس صورت میں جائز ہے اور کس صورت میں ناجائز، لہذا تفصیل معلوم کرنے کیلئے اسکی طرف رجوع کیا جائے۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في قتل النساء ٢٦٧٠

[2] فتح الباري لابن حجر - ج٦ ص١٥٥، وإرشاد الساري للعسقلاني - ج٥ ص١٥٢، والأبواب والتراجم - ج١ ص٢٠٢

٢٦١٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا[1]}".

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے (قبیلہ) بنی نضیر (جو کہ یہودیوں کا ایک قبیلہ ہے) کے کھجوروں کے درخت کو آگ لگادی اور بعض درختوں کو کاٹ ڈالا اور یہ مقام بویرہ تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا نازل فرمائی۔

تخریج صحيح البخاري - المزارعة (٢٢٠١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٥٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٠٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٠٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٠٢) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٤٦) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٣٠٢) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦١٥) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٤٤) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٤٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٠/٢) سنن الدارمي - السير (٢٤٦٠)

شرح الحدیث خبر بنو نضیر کا ایک مستقل باب آگے کتاب میں آرہا ہے، غزوۂ بنی نضیر ٤ھ میں ہوا، یہ یہود کا مشہور قبیلہ ہے جو مدینہ کے قریب بستی میں آباد تھا، اس کی تفصیل خود ابوداؤد میں باب مذکور میں آئے گی، ابن عمرؓ فرمارہے ہیں کہ حضور ﷺ نے غزوۂ بنو نضیر میں بعض نخل بنو نضیر کو جلاڈالا تھا اور کچھ کو قطع کیا تھا، بویرہ اس جگہ کا نام ہے جہاں یہود کا یہ قبیلہ آباد تھا جس میں کھجور کے بڑے بڑے باغات تھے، آگے روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ، ترمذی کی روایت میں ہے کہ صحابہ کو پہلے شروع میں قطع نخل کا حکم دیا گیا تھا، اور پھر اس سے روک دیا گیا تھا تو بعض صحابہ کو اس بارے میں تردد ہوا، اور کہنے لگے کہ بعض درخت تو ہم نے کاٹ ڈالے اور بعضوں کو چھوڑ دیا، ہم اس کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کریں گے کہ جو درخت ہم نے کاٹے ہیں کیا اس میں ہمارے لئے اجر ہے، اور جو ہم نے چھوڑ دئے اس میں کچھ گناہ تو نہیں؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ جو کچھ ہوا بعض درختوں کا کاٹنا اور بعض کا چھوڑنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کے حکم سے ہوا، ترمذی میں ابن عباسؓ کی روایت ہے انہوں نے فرمایا: اللِّينَةُ النَّخْلَةُ، اس کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے[2]، اسی طرح امام ترمذیؒ نے ایک اور حدیث کے بارے میں فرمایا جو ترمذی کی کتاب المناقب میں ہے، ابو سعیدؓ کی حدیث مرفوع: يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يُجْنِبُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرِكَ[3]، اس حدیث کے بارے میں بھی امام ترمذیؒ نے فرمایا: سَمِعَ مِنِّي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ هَذَا الْحَدِيثَ، اس حدیث کا ذکر

---

[1] جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا درخت یا رہنے دیا (سورۃ الحشر ٥)

[2] جامع الترمذی - كتاب التفسير القرآن - باب: ومن سورة الحشر ٣٣٠٣

[3] جامع الترمذی - كتاب المناقب - باب: ٣٧٢٧

الدر المنضود کتاب الطہارۃ باب الجنب یدخل المسجد کے ذیل میں آیا ہے، یہ نخل بنو نضیر جس کے قطع کا ذکر حدیث الباب میں ہے اس کے بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے ایک شعر کہا ہے:

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ [1]

والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري.

۲۶۱۶ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ، فَحَدَّثَنِي أُسَامَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: «أَغِرْ عَلَى أُبْنَى صَبَاحًا وَحَرِّقْ».

ترجمہ: حضرت اُسامہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان سے وعدہ لیا کہ تم (فلسطین میں مقام عسقلان اور ملہ کے درمیان واقع گاؤں) اُبنیٰ کو صبح کے وقت حملہ کرلو اور اس کو آگ لگادو۔

شرح الحدیث: حضرت اسامہؓ فرمارہے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مقام ابنیٰ پر علی الصباح حملہ کرنا اس لئے کہ صبح کے وقت میں لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ آرام اور غفلت کا وقت ہے، اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ان کے گھروں اور کھیتوں وغیرہ کو آگ لگادینا، بذل میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ مسند أحمد [2] کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسامہؓ نے یہ بات جو اوپر مذکور ہوئی صدیق اکبرؓ کے سوال پر فرمائی تھی یعنی حضور ﷺ کے وصال کے بعد صدیق اکبرؓ نے اسامہؓ سے دریافت کیا کہ جب تم کو حضور ﷺ نے مقام ابنیٰ کی طرف قتال کیلئے روانہ فرمایا تھا تو تم کو وہاں کے بارے میں کیا ہدایت فرمائی تھی، تو انہوں نے جواب میں وہ عرض کیا جو یہاں روایت میں مذکور ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ حضور ﷺ نے بماہ صفر ۱۱ھ جو آپ ﷺ کی وفات کا سنہ ہے اس میں آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو امیر سریہ بنا کر رومیوں کے مقابلہ کیلئے مقام ابنیٰ کی طرف روانہ فرمایا تھا، لیکن پھر آپ ﷺ کی شدت علالت کی خبر سن کر یہ سریہ مدینہ واپس لوٹ آیا تھا، پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو پہلا کام آپؓ نے یہ کیا کہ اس جیش اسامہ کو جو حضور ﷺ کے حادثہ وصال کی بنا پر واپس لوٹ آیا تھا، دوبارہ روانہ فرمایا، اسی موقع پر صدیق اکبرؓ نے ان سے یہ بھی دریافت فرمایا جو اوپر مسند أحمد کی روایت سے مذکور ہوا، باب کی دونوں حدیثوں سے تحریق فی بلاد العدو کا ثبوت ہورہا ہے، امام بخاریؒ نے بَابُ حَرْقِ الدُّورِ وَالنَّخِيلِ میں حدیث ابن عمرؓ یعنی ابو داؤد کی حدیث اول اور اس کے علاوہ ایک اور حدیث جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی سے فرمایا تھا: أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ ذکر فرمائی

---

[1] بنو لوی (قریش) کے شریفوں نے بڑی آسانی کے ساتھ برداشت کرلی، مقام بویرہ کی وہ آگ جو پھیل رہی تھی۔ (صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب حديث بني النضير ومخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم إليهم ۳۸۰۸)

[2] مسند أحمد - تتمة مسند الأنصار - حديث أسامة بن زيد حب رسول الله صلى الله عليه وسلم ۲۱۸۲۴ (ج ۳۶ ص ۱۴۸)

ہے، جس میں یہ ہے: فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا[1]، یہ حدیث مختصراً ہمارے یہاں ابوداود میں کتاب الجہاد کے اواخر میں بَابٌ فِي بِعْثَةِ الْبُشَرَاءِ میں آرہی ہے۔

۲۶۱۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الْغَزِّيُّ سَمِعْتُ أَبَا مُسْهِرٍ قِيلَ لَهُ أُبْنَى؟ قَالَ: "نَحْنُ أَعْلَمُ هِيَ: يُبْنَى فِلَسْطِينَ".

ترجمہ عبید اللہ بن عمرو الغزی سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو مسہر سے سنا ان سے (مقام) اُبْنَی کے بارے میں تذکرہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ جانتے ہیں وہ (جگہ) یُبْنَی ہے جو کہ فلسطین میں واقع ہے۔ واللہ اعلم

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (۲٦۱٦) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸٤۳)

شرح الحدیث یعنی ابو مسہر کے سامنے کسی نے اُبْنَی کا لفظ بولا، تو کہنے لگے نشش، اُبْنَی نہیں، بلکہ صحیح یُبْنَی ہے اس کو ہم زیادہ جانتے ہیں یہ انہوں نے اسلئے کہا کہ وہ شام کے رہنے والے تھے اور یہ مقام ملک شام ہی میں ہے، لہذا صحیح نام کی تحقیق انہی کو ہوگی۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه قاله المنذری۔

۹۲۔ بَابٌ فِي بَعْثِ الْعُيُونِ

(دشمن کی طرف) جاسوس بھیجنا

۲٦۱۸ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «بَعَثَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بُسْبَسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيرُ أَبِي سُفْيَانَ».

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بسبسہ (نامی ایک شخص) کو (عدی بن رغبت کے ساتھ) جاسوس بنا کر روانہ فرمایا تاکہ وہ پتہ لگائے کہ ابوسفیان کا قافلہ کیا کر رہا ہے؟

تخریج صحيح مسلم - الإمارة (۱۹۰۱) سنن أبي داؤد - الجهاد (۲٦۱۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۳۷/۳)

شرح الحدیث جہاد میں اسکی معلومات کیلئے چونکہ جاسوسی کی بھی ضرورت پیش آتی ہے لہذا اسکی مشروعیت بیان کرنے کیلئے مصنفؒ نے یہ باب قائم کیا، اور بخاری کا ترجمہ ہے بَابُ الْجَاسُوسِ، جس میں انہوں نے حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ والا قصہ ذکر کیا ہے[1]، حدیث الباب میں جس جاسوس کا ذکر ہے اس کا نام بُسَيْسَةَ ہے اور اس میں بسبس اور بسبسہ بھی منقول ہے، جس کو آپ ﷺ نے ابوسفیان کا قافلہ جو ملک شام سے مال تجارت لیکر آرہا تھا اس کا حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ والحدیث أخرجه مسلم قاله المنذری۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الجهاد والسير - باب حرق الدور والنخيل ۲۸٥۷

[1] صحيح البخاري - كتاب الجهاد والسير - باب الجاسوس ۲۸٤٥

۹۳۔ بَابٌ فِي ابْنِ السَّبِيلِ يَأْكُلُ مِنَ التَّمْرِ، وَيَشْرَبُ مِنَ اللَّبَنِ إِذَا مَرَّ بِهِ

﴿مسافر کھجور کے درختوں، دودھ دینے والے جانوروں کے پاس سے گزرے تو کھجور اور دودھ کا استعمال کرلے﴾
یعنی کوئی مسافر چلا جارہا ہے راستہ میں کسی کے کھجور کے باغ پر گزر ہوا تو کیا وہاں سے کھجور توڑ کر کھا سکتا ہے؟ اور ایسے ہی گذرتے ہوئے جنگل میں کسی کی بکریوں پر گزر ہوا تو کیا مالک کی اجازت کے بغیر اس بکری کا دودھ دوھ سکتا ہے۔

۲۶۱۹ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ الرَّقَّامُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ عَلَى مَاشِيَةٍ فَإِنْ كَانَ فِيهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ، فَإِنْ أَذِنَ لَهُ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا، فَإِنْ أَجَابَهُ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِلَّا فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ».

ترجمہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص جانوروں کے پاس سے گزرے تو اگر ان کا مالک موجود ہو تو اس سے اجازت لے کر (تھن) نچوڑ کر دودھ پی لے اور اگر اس کا مالک موجود نہ ہو تو اس کو تین مرتبہ پکارے اگر مالک جواب دے تو اس سے اجازت حاصل کرے ورنہ اس کی اجازت کے بغیر دودھ دوھ لے اور پی لے لیکن دودھ اپنے ساتھ نہ لے جائے۔

تخریج جامع الترمذي - البيوع (۱۲۹۶) سنن أبي داؤد - الجهاد (۲۶۱۹)

شرح الحدیث و اشکال و جواب باب کی پہلی حدیث میں ترجمہ کا جزو ثانی مذکور ہے، مضمون حدیث واضح ہے کہ اگر بکری کا مالک موجود ہے تو اس کی اجازت کے بعد دوھ سکتا ہے اور اگر مالک موجود نہ ہو تو پھر تین بار آواز لگائے اگر کوئی بولا تو اس سے اجازت لے لے، اور اگر کوئی نہ بولے، یعنی موجود نہ ہونے کی وجہ سے تو اس کو چاہئے کہ اس بکری کا دودھ دوھ کر پی لے، اور اپنے ساتھ نہ لیجائے، یعنی ایک مرتبہ پینے کی بقدر دوھ کر وہاں پی لے، اور یہ جائز نہیں کہ کچھ ساتھ بھی لیجائے۔
یہ حدیث بڑی قابل اشکال ہے کہ مالک نہ ہونے کی صورت میں بغیر اجازت ہی کے احتلاب کی اجازت دی گئی ہے حالانکہ اکل مال غیر بغیر اجازت کی ممانعت کتاب اللہ میں اور آئندہ آنے والے باب کی حدیث میں بَابٌ فِيمَنْ قَالَ: لَا يَحْلِبُ میں آرہی ہے، اسی لئے اس حدیث کی مختلف توجیہ کی گئی ہیں: ① کہ یہ مضطر پر محمول ہے حالت اضطرار میں ایسا کرنا جائز ہے وعليه الضمان بعد ذلك، بعد میں ضمان ادا کردے، ② یہ حدیث عرف پر محمول ہے یعنی جس جگہ کا عرف عام یہ ہو کہ بکریوں کے مالک کی طرف سے مسافروں کیلئے دودھ دوہنے کی اجازت ہو، ③ یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے جو آئندہ باب میں آرہی ہے، ان جوابات کی حاجت جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے پیش نظر ہے، اسحاق بن راہویہؒ اور امام احمدؒ کے مشہور قول میں، کما قال الحافظ ابن القیم...... کسی تاویل کی حاجت نہیں، انکے نزدیک ایسا کرنا مطلقاً جائز ہے، حالت اضطرار ہو یا نہ ہو[1]، امام

[1] تهذيب السنن ج ۳ ص ۱۳۳۳ - ۱۳۵۵

ترمذیؒ نے بھی یہی فرمایا: حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ اهـ والحديث أخرجه الترمذي قاله المنذري۔

۲۶۲۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ العَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: أَصَابَتْنِي سَنَةٌ فَدَخَلْتُ حَائِطًا مِنْ حِيطَانِ المَدِينَةِ فَفَرَكْتُ سُنْبُلًا فَأَكَلْتُ، وَحَمَلْتُ فِي ثَوْبِي، فَجَاءَ صَاحِبُهُ فَضَرَبَنِي وَأَخَذَ ثَوْبِي، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: «مَا عَلَّمْتَ إِذْ كَانَ جَاهِلًا، وَلَا أَطْعَمْتَ إِذْ كَانَ جَائِعًا» - أَوْ قَالَ: «سَاغِبًا» - وَأَمَرَهُ فَرَدَّ عَلَيَّ ثَوْبِي وَأَعْطَانِي وَسْقًا أَوْ نِصْفَ وَسْقٍ مِنْ طَعَامٍ.

ترجمہ: عباد بن شرحبیل صحابیؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو قحط سالی پہنچی اور میں مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ میں گیا اور میں نے درخت کی ایک بالی کو مسل کر کھالیا اور (باقی کو) کپڑے میں باندھ لیا۔ اسی وقت باغ کا مالک آگیا اس نے مجھ کو مارا اور میرا کپڑا چھین لیا۔ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے باغ کے مالک سے فرمایا: یہ شخص حکم شرع سے ناواقف تھا تم نے اسکو مسئلہ نہیں بتلایا اور یہ شخص بھوکا تھا تم نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور باغ کے مالک نے میرا کپڑا واپس کر دیا اور مجھ کو ساٹھ صاع یا نصف وسق یعنی تیس صاع غلہ بھی دیا۔

۲۶۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ شُرَحْبِيلَ رَجُلًا مِنَّا مِنْ بَنِي غُبَرَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت عباد بن شرحبیلؓ جو بنی غبر قبیلہ کے ایک شخص ہیں نے اسی طریقہ سے روایت کیا۔

تخریج: سنن النسائي - آداب القضاة (۵۴۰۹) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۲۰) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۹۸) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۶۷/۴)

شرح الأحاديث: مضمون حدیث واضح ہے سَنَةٌ کے معنی بھوک فَفَرَكْتُ سُنْبُلًا یعنی میں نے کسی کے کھیت میں سے گیہوں کے چند بال لے کر ان کو ملکر اور دانہ نکال کر کھالیا اور کچھ ساتھ لے چلا۔ فَقَالَ لَهُ: مَا عَلَّمْتَ إِذْ كَانَ جَاهِلًا الخ جو صحابیؓ ان کو پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کے لئے لے گئے تھے تو آپ ﷺ نے خود ان صحابیؓ ہی کو تنبیہ فرمائی کہ یہ بھوکا تھا تم نے اس کے کھانے پینے کی خیر خبر نہیں لی اور یہ ناواقف تھا تو نے اس کو سمجھایا اور بتایا نہیں۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

۹۴ - بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ يَأْكُلُ مِمَّا سَقَطَ

درخت کے نیچے گرے ہوئے پھلوں کے کھالینے کی رخصت کے بیان میں

یعنی مسافر کیلئے یہ تو جائز ہے کہ کسی کے درخت کے نیچے گری ہوئی تمر کھالے، لیکن درخت پر سے توڑنا جائز نہیں جمہور کا

مذہب بھی یہی ہے۔

۲۶۲۲ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، وَهَذَا لَفْظُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ مُعْتَمِرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي حَكَمٍ الْغِفَارِيَّ، يَقُولُ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي، عَنْ عَمِّ أَبِي رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا أَرْمِي نَخْلَ الْأَنْصَارِ، فَأُتِيَ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا غُلَامُ، لِمَ تَرْمِي النَّخْلَ؟» قَالَ: آكُلُ. قَالَ: «فَلَا تَرْمِ النَّخْلَ، وَكُلْ مِمَّا يَسْقُطُ فِي أَسْفَلِهَا». ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ أَشْبِعْ بَطْنَهُ».

ترجمہ: حضرت رافع بن عمرو کے چچا سے مروی ہے کہ میں ایک بچہ تھا اور انصاریوں کے کھجوروں کے درختوں پر ڈھیلے مارتا تھا۔ لوگ مجھ کو رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! درخت پر تم پتھر کیوں مارتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں درخت سے (کھجور گرا کر) کھجور کھاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پتھر نہ مارا کرو (البتہ) نیچے جو گرا ہوا ہو اس کو کھالیا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے سر پر ہاتھ پھیرا اور دُعا دی کہ اے اللہ! اس کا پیٹ بھر دے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (۱۲۸۸) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۲۲) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۹۹)

شرح الحدیث: ابن ابی حکم کہتے ہیں کہ مجھ سے میری دادی نے بیان کیا وہ نقل کرتی تھیں میرے باپ کے چچا رافع بن عمرو غفاری سے۔

سند کی تحقیق: رافع بن عمرو بدل واقع ہو رہا ہے عم سے، اس روایت میں تو اسی طرح ہے، اور اکثر روایات میں اس طرح ہے عَنْ عَمِّ أَبِيهَا رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو، یعنی میری دادی روایت کرتی ہیں اپنے باپ کے چچا رافع بن عمرو غفاری سے، لہٰذا ہماری سند کے اعتبار سے رافع بن عمرو، ابن ابی الحکم کے باپ کے چچا ہوئے اور دوسری صورت میں رافع بن عمرو، ابن ابی الحکم کی دادی کے باپ کے چچا ہوئے، وہ کہتے ہیں کہ جب میں غلام یعنی نابالغ لڑکا ہی تھا تو بعض انصار کے باغ میں جا کر کوئی چیز مار کر ان کے درختوں کی کھجوریں توڑ لیا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ لوگ مجھے پکڑ حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے، حضور ﷺ دریافت فرمایا کہ اے لڑکے تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کھانے کیلئے، تو حضور ﷺ نے فرمایا اس طرح مت توڑا کر اور جو درخت کے نیچے گری پڑی ہو اس کو کھالیا کر۔

اس حدیث کو بعض علماء نے تو اس پر محمول کیا ہے کہ اس قسم کے پھل میں عام طور سے مالکوں کی طرف سے اجازت ہوا ہی کرتی ہے اور بعض فقہاء نے اسکو بھی حالت اضطرار پر ہی محمول کیا ہے [1] ـ والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه قاله المنذري۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ۱۲ ص ۱۳۱

٩٥۔ بَابٌ فِيمَنْ قَالَ: لَا يَحْلِبُ

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ بلا اجازت دودھ نہ دوہے چوپایوں کا

گذشتہ باب کی حدیث میں ماشیۃ الغیر کے احتلاب کا جواز مذکور تھا، اس باب میں عدم جواز کی روایت کو ذکر کرتے ہیں جو جمہور کی دلیل ہے۔

۲۶۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَحْلِبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ، فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ، فَيُنْتَثَلَ طَعَامُهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَتَهُمْ فَلَا يَحْلِبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے شخص کے جانور کا دودھ بلا اجازت نہ دوہے۔ کیا تم لوگوں میں سے کوئی شخص اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اس کے گھر میں آکر اس کی الماری توڑ کر اناج باہر نکال کر لے جائے (یہ بات ہر شخص کو ناپسند ہے) اسی طرح جانوروں کے تھن لوگوں کے کھانے پینے یعنی (دودھ کے محفوظ رکھنے کی جگہ ہیں) (اس لئے) کوئی شخص کسی کے جانور کا دودھ اس کی بلا اجازت سے نہ نکالے۔

تخریج صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٣) صحيح مسلم - اللقطة (١٧٢٦) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٢٣) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٣٠٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨١٢)

شرح الحدیث آنحضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ ہر گز کوئی شخص کسی کے ماشیہ کا دودھ نہ نکالے بغیر اس کی اجازت کے، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ بات چاہتا ہے کہ اس کے بالا خانہ میں جایا جائے اور اس کے سامان رکھنے کی جگہ کو توڑا جائے یعنی کھولا جائے اور پھر اس میں جو کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہیں ان کو اٹھالیا جائے؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی یہ بات نہیں چاہتا، آگے آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ لوگوں کے مواشی کے جو تھن ہیں وہ ان کے کھانے پینے کی چیزوں کے محفوظ رکھنے کی جگہ ہیں، لہٰذا کوئی شخص کسی کے ماشیہ کا دودھ بغیر اس کی اجازت کے نہ نکالے۔

اس حدیث میں مواشی کے تھنوں کو بالا خانہ کے اندر سامان محفوظ رکھنے کی جگہ کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے، والحديث أخرجه البخاري ومسلم قاله المنذري۔

٩٦۔ بَابٌ فِي الطَّاعَةِ

اطاعتِ امیر کا بیان

اس سے پہلے ایک باب میں رفقاء سفر کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ سفر میں جاتے وقت وہ کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں اس باب میں امیر کی اطاعت کا بیان ہے۔

۲٦٢٤- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: { يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ [1] } فِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ «بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ» أَخْبَرَنِيهِ يَعْلَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ ابنِ جریج نے کہا (ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اور جو تم لوگوں میں ارباب حکومت ہیں ان کی اتباع کرو (یہ آیت کریمہ ابنِ جریج نے تلاوت فرمائی پھر فرمایا) عبد اللہ بن قیس بن عدی کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک چھوٹے لشکر کا سردار بنا کر بھیجا، جریج کہتے ہیں کہ مجھ کو یعلی نے خبر دی اور انہوں نے سعید بن جبیر سے سنا اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا۔

تخریج صحيح البخاري- تفسير القرآن (٤٣٠٨) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٣٤) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٧٢) سنن النسائي- البيعة (٤١٩٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٢٤)

شرح الحدیث عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ترکیب میں مبتداء ہے اور بَعَثَهُ النَّبِيُّ اس کی خبر، مطلب یہ ہوا روایت کا کہ عبد اللہ بن قیس کو حضور ﷺ نے ایک سریہ میں بھیجا، یعنی اس کا امیر بنا کر اس جملہ سے پہلے راوی یعنی ابن جریج نے آیت کریمہ ذکر کی ، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت کریمہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی عبد اللہ بن قیسؓ کے بارے میں جن کو حضور ﷺ نے امیر بنا کر بھیجا تھا أَخْبَرَنِيهِ يَعْلَى الخ ابن جریج نے ماقبل میں جو مضمون بیان کیا تھا اب یہاں سے وہ اس کی سند بیان کر رہے ہیں کہ یہ مضمون مجھ سے یعلی نے بیان کیا اور یعلی روایت کرتے تھے سعید بن جبیرؒ سے اور وہ ابن عباسؓ سے۔

یہ تو اس روایت کا مطلب اور حل ہوا اس عبارت کو حل کرنے کی زیادہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ابو داود میں اس روایت کا سیاق غیر واضح ہے بخاری کا اس سے واضح ہے اس میں اس طرح ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا { يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ } قَالَ نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ إِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ.

منشأ نزول آية: لیکن یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ عبد اللہ بن قیسؓ کے بارے میں یہ آیت کیوں نازل ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا منشاء وہ ہے جو ابو داود کی آئندہ روایت میں جو حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ آرہا ہے وہ یہ کہ ان صحابی کو حضور ﷺ جب امیر بنا کر بھیج رہے تھے تو لشکر کو اس بات کا بھی حکم کیا تھا کہ ان کی اطاعت کرنا، تو جب یہ لشکر روانہ ہو گیا تو راستہ میں یہ قصہ پیش آیا کہ اس امیر نے اپنے لشکر والوں کو حکم دیا کسی بات پر ناراض ہو کر (اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا انہوں نے مذاق میں کیا تھا) کہ لکڑیاں جمع کرو، جب لکڑیاں جمع ہو گئیں تو ان میں آگ لگوائی اور ان کو

[1] اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں (سورۃ النساء ٥٩)

اس میں گھس جانے کا حکم دیا جس پر ساتھیوں میں اختلاف ہوا، بعض کی رائے ہوئی کہ داخل ہو جانا چاہئے، جیسا کہ حضور ﷺ نے اطاعت امیر کا حکم دیا تھا، اور بعض ساتھیوں نے اس رائے کی مخالفت کی کہ اللہ ورسول کی اطاعت تو آگ سے بچنے ہی کیلئے کی جاتی ہے نہ کہ آگ میں داخل ہونے کیلئے، پھر جب اس لشکر کی واپسی ہوئی اور آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کی جن کی رائے داخل نہ ہونے کی تھی تصویب فرمائی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی، اور اس واقعہ سے متعلق اس آیت کا آخری حصہ یہ ہے: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ، لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی معاملہ میں اولی الامر کی اطاعت کے بارے میں لوگوں کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کو دیکھنا چاہئے کہ کیا ہے، یعنی فوراً اطاعت نہیں کرنی چاہئے امیر کی بلکہ امیر کے حکم کے بارے میں یہ دیکھا جائے کہ اس میں اللہ ورسول کیا فرماتے ہیں، اور اللہ ورسول کا حکم یہ ہے: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ اور ظاہر ہے کہ آگ میں داخل ہونا یہ معصیت ہے لہذا اس آیت کے نزول کی اس واقعہ سے مناسبت ظاہر ہو گئی، هكذا شرح هذا المقام الحافظ في فتح الباري، كتاب التفسير [1]۔

واقعہ مذکورہ اور آیت کے نزول میں داودی شارح بخاری کو جب کوئی مناسبت نظر نہ آئی تو انہوں نے یہ کہا کہ ابن عباسؓ کو یہاں پر وہم ہو رہا ہے یعنی اس آیت کے شان نزول کے بارے میں، حافظؒ کہتے ہیں کہ ہم نے جو نزول آیت اور اس واقعہ میں ربط بیان کیا ہے اس سے داودی کا اشکال رفع ہو گیا۔ فقال: «لَوْ دَخَلُوهَا أَوْ دَخَلُوا فِيهَا لَمْ يَزَالُوا فِيهَا»، یعنی جو لوگ داخل ہونا چاہ رہے تھے اس آگ میں جو امیر نے جلوائی تھی تو اس آگ میں جلتے رہتے، یعنی وہ آگ ان کے حق میں برد اور سلامتی نہ ہوتی، کہیں وہ داخل ہونے والے اس خیال میں ہوں کہ یہ آگ تو ہمارے حق میں ٹھنڈی ہو جائے گی ضرر نہیں پہنچائے گی کیونکہ یہ ہم امیر کی اطاعت میں کر رہے ہیں تو اس اطاعت کی برکت سے ہم اس آگ کے ضرر سے محفوظ رہیں گے، آپ ﷺ فرما رہے ہیں، ایسا نہیں، محفوظ نہ رہتے، بلکہ جل جاتے۔ إذ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ حدیث کے اس جملہ کی شرح میں ایک قول تو یہی ہے جو ہم نے لکھا، اس کے علاوہ اور بھی اس کے بعض مطلب بیان کئے گئے ہیں جو بذل میں مذکور ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے۔ حديث ابن عباس أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، وحديث علي أخرجه البخاري ومسلم والنسائي قاله المنذري۔

٢٦٢٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيُطِيعُوا، فَأَجَّجَ نَارًا وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَقْتَحِمُوا فِيهَا، فَأَبَى قَوْمٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالُوا: إِنَّمَا فَرَرْنَا مِنَ النَّارِ، وَأَرَادَ قَوْمٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٨ص ٢٥٤

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «لَوْ دَخَلُوهَا أَوْ دَخَلُوا فِيهَا لَمْ يَزَالُوا فِيهَا». وَقَالَ: «لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس کا سردار ایک شخص کو مقرر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی فرمانبرداری کرنے کا حکم فرمایا اس نے آگ جلائی اور ان لوگوں کو آگ میں کود جانے کا حکم کیا تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں نے اس کا (حکم ماننے سے) انکار کر دیا ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ آگ (کفر) سے بھاگ کر (اسلام میں داخل ہوئے ہیں) اور بعض لوگوں نے اس آگ میں میں گھسنا چاہا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو ہمیشہ اسی میں رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کسی شخص کی اتباع جائز نہیں ہے بلکہ فرمانبرداری کا حکم اس کام میں ہے جو کہ شریعت کے حکم کے مطابق ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - المغازي (٤٠٨٥) صحيح البخاري - أخبار الآحاد (٦٨٣٠) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٤٠) سنن النسائي - البيعة (٤٢٠٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٢٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٨٢/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٩٤/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٢٤/١)

٢٦٢٦ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر اللہ کے ہر حکم کا تسلیم کرنا واجب ہے خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو جب تک کہ معصیت کا حکم نہ ہو۔ اگر معصیت کا حکم کیا جائے تو نہ اس کو سننا درست ہے اور نہ اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٩٦) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٣٩) جامع الترمذي - الجهاد (١٧٠٧) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٢٦) سنن ابن ماجة - الجهاد (٢٨٦٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٢/٢)

شرح الحديث: أخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجه قاله المنذري.

٢٦٢٧ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ مِنْ رَهْطِهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَسَلَحْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ سَيْفًا، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: لَوْ رَأَيْتَ مَا لَامَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَعَجَزْتُمْ إِذْ بَعَثْتُ رَجُلًا مِنْكُمْ فَلَمْ يَمْضِ لِأَمْرِي، أَنْ تَجْعَلُوا مَكَانَهُ مَنْ يَمْضِي لِأَمْرِي؟»

ترجمہ: عقبہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جہاد میں فوج کا) ایک چھوٹا دستہ روانہ فرمایا میں نے ان میں سے ایک شخص کو تلوار دی۔ جس وقت وہ شخص واپس ہوا تو اس نے بیان کیا کہ کاش تم دیکھتے کہ جس طرح ہم لوگوں کو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں سے یہ نہیں ہو سکا کہ جب میں نے ایک شخص کو روانہ کیا اور وہ میرا حکم نہیں بجالایا تو تم لوگ اس شخص کے بجائے اُس شخص کو مقرر کر دو کہ جو میرا حکم بجالائے (اور اسکو نکال باہر کرو کہ جو میرے حکم کی اتباع نہ کرے)۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٢٧) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١١٠)

شرح الحدیث فَسَلَحْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ سَيْفًا. فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: لَوْ رَأَيْتَ مَا لَامَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عقبہ بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ فرمایا ان میں سے ایک شخص کو میں نے مسلح بالسیف کر دیا، یعنی اسکے پاس تلوار نہیں تھی میں نے اسکو تلوار دے دی تو عقبہ کہتے ہیں کہ جب وہ شخص اس جہاد سے لوٹ کر واپس آیا اور پھر کسی وقت میری اسؓ سے ملاقات ہوئی تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ ہم لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری واپسی پر ہمیں جو ملامت کی اگر تم اس ملامت کو دیکھتے تو تم کو بہت تعجب ہوتا، اب یہ ملامت کس چیز پر تھی اس کا پتہ اگلے جملہ سے چلتا ہے، جس کا مضمون یہ ہے، کیا تم اس بات سے عاجز ہو (تم سے اتنا نہیں ہوتا؟) کہ جب میں تم میں سے کسی ایسے شخص کو امیر بنا کر بھیجوں جو امارت کی خدمت اچھی طرح انجام نہ دے سکے کہ تم اسکی جگہ دوسرے شخص کو امیر بنا دو؟ یعنی جو امارت کے لائق ہو؟

٩٧ـ بَابُ مَا يُؤْمَرُ مِنَ انْضِمَامِ الْعَسْكَرِ وَسَعَتِهِ.

تمام لشکر کے افراد اکٹھا رکھنے کا بیان

٢٦٢٨ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، وَيَزِيدُ بْنُ قُبَيْسٍ - مِنْ أَهْلِ جَبَلَةَ سَاحِلِ حِمْصَ، وَهَذَا لَفْظُ يَزِيدَ - قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَلَاءِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُسْلِمَ بْنَ مِشْكَمٍ أَبَا عُبَيْدِ اللهِ، يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا - قَالَ عَمْرٌو: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا - تَفَرَّقُوا فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هَذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، إِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ» . فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ ذَلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، حَتَّى يُقَالَ: لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ.

ترجمہ حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ جب کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو پہاڑوں کے دروں اور نالوں میں منتشر ہو کر اُترتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کا یہ علیحدہ (علیحدہ اُترنا) دروں اور نالوں میں علیحدہ علیحدہ ہو جانا شیطان کی طرف سے ہے (جو تم لوگوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرتا ہے تاکہ تم پر دشمن غالب آجائے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد فرمانے کے بعد پھر کسی منزل میں صحابہ کرامؓ متفرق طور پر نہ اُترتے بلکہ بعض حضرات تو باہم طور پر اس طرح مل کر قیام کرتے کہ ان کو دیکھ کر کہا جاتا کہ ان لوگوں پر ایک کپڑا پھیلا دیا جائے تو وہ کپڑا سب کو ڈھانک لے۔

تخریج سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٢٨) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٩٣)

شرح الحديث: یعنی بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ آپ ﷺ جب سفر میں کسی منزل پر اترتے تو لوگ اتر کر مختلف وادیوں میں منتشر ہو جاتے، یعنی ایک جگہ مجتمع نہ ہوتے، جب حضور ﷺ نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی اور یہ فرمایا، اس طرح منتشر ہو کر اترنا شیطان کی طرف سے ہے، آگے راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی اس تنبیہ کے بعد لوگ منزل میں اس طرح اترنے لگے تھے لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ، کہ ایسی مختصر سی جگہ میں سما جاتے تھے کہ سارا قافلہ ایک ہی چادر اور شامیانہ کے سایہ میں آجائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لشکر مجاہدین کو چاہئے کہ جب وہ دوران سفر کسی منزل پر اترے تو سب لوگ یکجا اور اکھٹے رہیں تاکہ دیکھنے والوں پر مجمع کا اثر اور اسکی ہیبت واقع ہو، والحدیث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

٢٦٢٩ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخَثْعَمِيِّ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُجَاهِدٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا، فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ، فَبَعَثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ «أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ».

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس الجہنی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہو کر فلاں فلاں جہاد کیا۔ لوگوں نے ایک منزل میں (ٹھہر کر) جگہ تنگ کر دی (یعنی بعض حضرات نے بلاضرورت زیادہ جگہ روک لی اس وجہ سے اور لوگوں پر جگہ تنگ ہو گئی) اور راستہ بند کر دیا۔ اس وقت رسول کریم ﷺ نے ایک پکارنے والے کو بھیجا جو کہ اعلان کرے کہ جو شخص دوسرے لوگوں پر جگہ تنگ کر دے یا راستہ بند کر دے تو اس کو جہاد کا اجر نہیں ملے گا۔

٢٦٣٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُجَاهِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت سہل بن معاذ نے اپنے والد سے اسی طریقہ پر مرفوعا روایت نقل کی گئی ہے۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٢٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٤١)

شرح الأحاديث: مضمون حدیث واضح ہے، ایک صحابی معاذ بن انسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک ہوا تو لوگوں نے ایک منزل میں راستہ میں اتر کر لوگوں کے راستہ کو روک لیا، یعنی ان کیلئے گزرنے اور آنے جانے کا راستہ نہیں چھوڑا، یہی مطلب ہے قطع طریق کا، جب حضور ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا کہ لشکر کو میرا یہ پیام سنادو کہ جو شخص منزل پر اس طرح اترے گا جس سے لوگوں کا راستہ تنگ یا منقطع ہو جائے تو اس کا جہاد معتبر نہیں، کالعدم ہے۔

معلوم ہوا کہ کوئی عبادت چاہئے وہ کتنی ہی عظیم ہو اگر اسکو بے قاعدہ اور بے اصولی کے ساتھ کیا جائے گا تو وہ اس سے کالعدم اور باطل ہو جائے گی، ہر کام کا قاعدہ ہی میں ہونا ضروری ہے، بے پرواہی کے ساتھ کام کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا، جو کام اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اور قاعدہ میں ہو گا وہی معتبر ہے اور عبادت کہلانے کے مستحق، رزقنا اللہ تعالی موافقة الاصول والاخلاص فی العمل۔

۹۸۔ بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ

دشمن سے مقابلہ کی تمنا کی ممانعت

۲۶۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ مَعْمَرٍ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى حِينَ خَرَجَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوا اللَّهَ تَعَالَى الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ» . ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ».

ترجمہ حضرت سالم ابی النضر عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے اور یہ سالم عبید اللہ بن ابی اوفیٰ کے کاتب تھے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ نے جب وہ خارجیوں کے مقابلہ کیلئے نکلے تو ان کو تحریر کیا کہ حضور اکرم ﷺ جب ایک جہاد میں دشمن کے مقابل ہوئے تو فرمایا اے لوگو دشمنوں سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو، پھر جب دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہی پڑ جائے تو ڈٹ کر مقابلہ کرو اور خوب سمجھ لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے پھر آپ ﷺ نے دعا مانگی: اے اللہ! کتاب (یعنی قرآن) کے نازل فرمانے والے اور بادل کے چلانے والے اور مشرکین کی جماعت کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ہم لوگوں کو مشرکین پر مدد عطا فرما۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٦٤) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٧٨) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٧٥) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٠٤) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٦١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٦٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٨٩) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٢٩) صحيح البخاري - التمني (٦٨١٠) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٥١) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٤٢) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٧٨) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٣١) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٧٩٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٣/٤)

شرح الحدیث كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى حِينَ خَرَجَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ: یعنی عمر بن عبید اللہ جب خوارج سے لڑائی کیلئے نکل رہے تھے تو حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ نے ان کو لکھا، بعض شروح میں ہے کہ عمر بن عبید اللہ حرب خوارج میں امیر تھے خوارج کے ساتھ ایک لڑائی تو خود حضرت علیؓ کے زمانہ میں ہوئی ابوداؤد میں کتاب شرح السنہ کے اواخر میں بَابٌ فِي قِتَالِ

الخوارج کے ذیل میں جس کا ذکر آرہا ہے، یعنی جنگ نہروان، جس میں حضرت علیؓ کو شاندار فتح حاصل ہوئی تھی، اور یہ عمر بن عبید اللہ کسی اور لڑائی میں جو ان کے ساتھ ہوئی امیر ہوں گے۔

لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ. وَسَلُوا اللهَ تَعَالَى الْعَافِيَةَ: یعنی جنگ اور جہاد مشرکین کے ساتھ ہوتا ہے یہ جنگ تمنا کے قابل چیز نہیں ہے کہ اسکی تمنا کی جائے، قتال تو مجبوراً کیا جاتا ہے جب کوئی اسلام میں داخل ہونے سے انکار کرے، اور اپنی بات پر اڑ جائے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی طلب کرنی چاہئے، شراح نے لکھا ہے کہ لقاء عدو کی تمنا کرنا یہ خود بینی، اور اعجاب بالنفس کے قبیلہ سے ہے، جہاد میں جو فتح ہوتی ہے وہ انابت الی اللہ تعالیٰ اور اس سے نصرت طلب کرنے میں ہوتی ہے، مجاہدین کو جہاد میں اپنی قوت کے بل بوتے پر نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ ابتداء قتال میں یہ دعاء مانگتے تھے: اللّٰهُمَّ بِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ [1]۔

آگے حدیث میں یہ ہے کہ جب لڑائی کی نوبت ہی آجائے تب مقابلہ ڈٹ کر اور ہمت سے کرنا چاہئے فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا اور لڑائی سے بھاگنا نہیں چاہئے۔

أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ: ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: یعنی جنت جہاد و قتال سے حاصل ہوتی ہے، جہاد میں جب فریقین ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں بلکہ یوں کہئے کہ ایک دوسرے کے سر پر چڑھتے ہیں تلوار لیکر تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی تلوار کے سایہ کے نیچے ہوتا ہے، حضور ﷺ فرما رہے ہیں، تلوار کے سایوں کے نیچے جنت ہے، اور تلوار کے سایوں میں آدمی ہوتا ہے گھمسان کی لڑائی میں، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ جہاد ہی میں حصول جنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ظل یعنی سایہ سے مراد دشمن کی تلوار کا سایہ ہے جو مجاہد کے سر پر ہوتا ہے جہاد بالسیف کے وقت، شراح نے اس حدیث کی فصاحت و بلاغت کی بڑی داد دی ہے، اور مقصود اس سے آپ ﷺ کا جہاد کی ترغیب دینا ہے کہ جہاد کے ذریعہ حصول جنت کی کوشش کرو، والحديث أخرجه البخاري ومسلم قاله المنذري۔

٩٩ ـ بَابُ مَا يُدْعَى عِنْدَ اللِّقَاءِ

دشمن سے مقابلہ کے وقت کیا دعا مانگی جائے

٢٦٣٢ ـ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَالَ: «اللّٰهُمَّ أَنْتَ عَضُدِي وَنَصِيرِي، بِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت جہاد میں جنگ کرتے تو دعا مانگتے:

[1] مسند أحمد تتمة - مسند أنصار - أحاديث رجال من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ٢٣٩٢٨ (ج٣٩ص ٣٥٠)

اے اللہ! آپ ہی میرے بازو اور مددگار ہیں میں آپ کی امداد سے چلتا پھرتا ہوں اور آپ کی مدد سے (دشمن پر) حملہ آور ہوتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے جنگ کرتا ہوں۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٥٨٤) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٣٢)

شرح الحدیث: یعنی عین لڑائی شروع ہونے کے وقت کیا دعا مانگنی چاہئے، اس وقت حضور ﷺ سے کونسی دعاء منقول ہے، اس باب کے تحت وہی دعاء ہے جو ہمارے یہاں اوپر گزر چکی ہو الحدیث أخرجه الترمذي والنسائي قاله المنذري۔

١٠٠ ـ بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ

جنگ میں کفار کو اسلام کی دعوت دینا

یعنی قتال سے پہلے دعوت الی الاسلام، بعینہ یہ ترجمہ چند ابواب پہلے گزر چکا وہاں دعوة قبل القتال کا حکم مع اختلاف ائمہ گزر چکا ہے، اب اشکال تکرار فی الترجمہ کا ہوگا، جواب یہ ہے کہ مسئلہ تو دونوں جگہ ایک ہی مذکور ہے لیکن غرض دونوں بابوں کی مختلف ہے، پہلی جگہ مقصود وجوب دعوت اور اس کا اثبات تھا، اور اس ترجمۃ الباب سے مقصود رخصت فی ترک الدعوۃ ہے جیسا کہ حدیث الباب میں حضرت نافع نے فرمایا سوال کے جواب میں أَنَّ ذَلِكَ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ کہ دعوت کا وجوب ابتداء اسلام میں تھا۔

٢٦٣٣ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنْ دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الْقِتَالِ، فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، وَقَدْ «أَغَارَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى سَبْيَهُمْ، وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ. حَدَّثَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا حَدِيثٌ نَبِيلٌ، رَوَاهُ ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، وَلَمْ يُشْرِكْهُ فِيهِ أَحَدٌ».

ترجمہ: حضرت ابن عوان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نافعؒ سے دریافت کرنے کیلئے کہ جنگ میں مشرکین کو اسلام کی طرف کس طرح لایا جائے خط لکھا تو انہوں نے تحریر کیا کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے (قبیلہ) بنی مصطلق پر شب خون مارا اور وہ لوگ غفلت میں تھے اور ان کے جانور پانی پی رہے تھے۔ آپ نے ان لوگوں میں سے جو جنگ کے قابل تھے ان کو قتل کر دیا اور بچوں کو حراست میں لے لیا اور آپ ﷺ نے جویریہؓ بنت الحارث کو اسی روز حاصل کیا نافع نے کہا کہ یہ واقعہ مجھ سے عبد اللہ نے بیان کیا جو کہ اس لشکر میں شریک تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - العتق (٢٤٠٣) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٣٠) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٣٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥١/٢)

شرح الحدیث: چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے بنو المصطلق پر ایسے وقت میں حملہ فرمایا وَهُمْ غَارُّونَ کہ وہ بے خبر اور غافل

تھے، غارون، غرور اور غرۃ بمعنی غفلت سے ماخوذ ہے، وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ اور وہ آرام سے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى سَبْيَهُمْ، مقاتلۃ بکسر التاء مقاتل کی جمع، مقاتل لڑنے والا، جس میں قتال کی صلاحیت ہو یعنی مرد عاقل وبالغ، کیونکہ جہاد میں ایسے ہی کافروں کو قتل کیا جاتا ہے نہ کہ عورتوں اور نابالغ بچوں کو جن کو سبی سے تعبیر کرتے ہیں، ان کو صرف قید کیا جاتا ہے، اسی کو راوی آگے کہتا ہے وَسَبَى سَبْيَهُمْ. وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ یعنی اس لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جویریہ بنت الحارث ملی تھیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے اور نکاح کر کے اپنے زوجہ بنالیا تھا۔

حضرت جویریہؓ کے عتق اور پھر نکاح کا واقعہ: ان کا پورا حال ابواب العتق میں آرہا ہے جس میں یہ ہے کہ غزوہ بنو المصطلق میں حضرت جویریہ ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی تھیں جویریہؓ نے ان سے مکاتبت کا معاملہ کرلیا تھا، وَكَانَتِ امْرَأَةً مَلَّاحَةً تَأْخُذُهَا الْعَيْنُ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جو اس قصہ کی راوی ہیں کہ جویریہؓ بڑی ملیح اور خوبصورت تھیں ایسی خوبصورت کہ جو نظر کو پکڑ لیتی تھی یعنی یہ کہ آدمی اس کو دیکھتا ہی رہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں بدل کتابت کے سلسلہ میں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس بارے میں مدد کریں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب وہ دروازہ پر آکر کھڑی ہوئیں اور میں نے ان کو دیکھا تو مجھ پر ان کا آنا شاق گزرا، یعنی ان کے حسن اور ملاحت کی وجہ سے، اور میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے حسن وجمال سے واقف ہوجائیں گے، غرضیکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں جویریہؓ ہوں اور اپنا حال بیان کیا اور یہ کہ میں کتابت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنے آئی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھ کو بہتر مشورہ دوں؟ انہوں نے عرض کیا: وہ کیا یارسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیرا بدل کتابت ادا کردوں اور تجھ سے نکاح کرلوں، انہوں نے کہا میں اس کیلئے تیار ہوں، چنانچہ پھر ایسا ہی ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا، جب لوگوں کو اس کی خبر ہوئی تو صحابہ کرامؓ میں سے، جس جس کے پاس بنو المصطلق کے جو قیدی حصہ میں آئے تھے ان سب کو انہوں نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا، اور آزاد کردیا کہ ہم اصہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان سے زیادہ کوئی عورت اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھی چنانچہ اس بنیاد پر بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوگئے[1]۔

حَدَّثَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ اللهِ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ: یہ نافع کا مقولہ ہے، انہوں نے یہ مضمون شروع میں اپنی طرف سے بیان کیا تھا بغیر حوالہ کے جس کو محدثین کی اصطلاح میں تعلیق کہتے ہیں، اب نافع یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث مجھ سے عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان فرمائی تھی جو خود اس لشکر میں موجود تھے، والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٢٦٣٤ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ «يُغِيرُ

---

[1] سنن أبي داود - کتاب العتق - باب في بيع المكاتب إذا فسخت الكتابة ١ ٣٩٣١

عِنْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَ يَتَسَمَّعُ، فَإِذَا سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ».

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز کے وقت حملہ فرماتے تھے اور آپ ﷺ اذان سننے کیلئے کان لگائے رکھتے اگر اذان کی آواز آتی تو حملہ نہ فرماتے ورنہ حملہ کر دیتے۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٣٨٢) جامع الترمذي - السير (١٦١٨) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٥٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٣/٣) سنن الدارمي - السير (٢٤٤٥)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ کا معمول رات میں حملہ کرنے اور قتال کرنے کا نہیں تھا، یعنی مثلاً اگر دار الحرب کے قریب شام یا رات کے وقت میں پہنچے تو یہ نہیں کہ اسی وقت قتال شروع کر دیں بلکہ رات گزارتے اور صبح ہونے کا انتظار کرتے تھے اور صبح صادق کے وقت اذان کی طرف کان لگاتے تھے، اگر اس بستی سے اذان کی آواز مسموع ہوتی تو قتال سے رک جاتے ورنہ قتال شروع کر دیتے۔

قتال سے رکنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو ترک کر دیتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اذان مسموع ہونے سے چونکہ یہ معلوم ہوا کہ اس بستی میں مسلمان بھی ہیں اس لئے فی الوقت رک جاتے تاکہ بعد میں تحقیق کر کے قتال کیا جائے، حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ آپ کا قتال شروع کرنے کیلئے صبح کا انتظار کرنا اس لئے نہ تھا کہ رات میں قتال ممنوع ہے بلکہ اسلئے تھا کہ تاکہ آپ ﷺ یہ دیکھیں کہ صحابہ کرامؓ کیسے قتال کرتے ہیں تاکہ نگرانی اچھی طرح ہو سکے وغیرہ وغیرہ مصالح، اور بعض مرتبہ رات میں قتال کرنے سے یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے ہی آدمی نہ مارے جائیں اھ۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی، قاله المنذری۔

٢٦٣٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ مُسَاحِقٍ، عَنِ ابْنِ عِصَامٍ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَقَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوا أَحَدًا».

ترجمہ حضرت عصام سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہم لوگوں کو ایک سریہ میں روانہ فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم لوگ کسی مسجد کو دیکھو یا مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو کسی شخص کو قتل نہ کرنا۔

تخریج جامع الترمذي - السير (١٥٤٩) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٣٥) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٩/٣)

١٠١ - بَابُ الْمَكْرِ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں خفیہ تدبیر کا بیان

٢٦٣٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْحَرْبُ خُدْعَةٌ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنگ داؤ، گھات کا نام ہے۔

صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٦٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٣٩) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٧٥) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٨/٣)

شرح الحدیث: اس لفظ کو تین طرح ضبط کیا گیا ہے: ① خُدَعة، ضم خاء اور فتح دال کے ساتھ، ② خُدْعة ضم خاء اور سکون دال کے ساتھ، ③ خَدْعة، فتح خاء اور سکون دال کے ساتھ، اس اخیر ہی کو افصح لکھا ہے، اس صورت میں یہ بروزن فعلة ہو گا، اور فعلہ مرۃ کیلئے آتا ہے، یعنی لڑائی میں اگر چال چلی جائے بشرطیکہ وہ چال چل بھی جائے تو ایک ہی مرتبہ میں کام تمام ہو جاتا ہے اور بہت جلد فتح حاصل ہو جاتی ہے جیسے بولا جاتا ہے یا آر یا پار، اور دوسری صورت میں خدعة میں معنی یہ ہوں گے کہ لڑائی دھوکہ کی چیز ہے یعنی اس میں چالبازی زیادہ کام آتی ہے، اور تیسری صورت یعنی خدعة کے معنی یہ ہوں گے کہ لڑائی بڑی دھوکہ دینے والی چیز اور مکار ہے لہذا اس میں بے پرواہی اور بے فکری نہ برتنی چاہئے بلکہ خوب حزم اور احتیاط سے کام لینا چاہئے جیسا کہ مشہور ہے کہ دشمن کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔

لڑائی میں دھوکہ دینے کی ایک موٹی سی مثال یہ ہو سکتی ہے مثلاً تمہاری طرف کوئی کافر دوڑ کر حملہ کیلئے آرہا ہے اور آپ تنہا ہیں تو یہاں دھوکہ سے کام لینے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ تم اس کو گھبرا دو اور بڑی عجلت اور پھرتی سے یہ کہو دیکھ تیرے پیچھے کون ہے وہ گھبرا کر پیچھے مڑ کر دیکھے گا اس میں آپ اسکا کام تمام کر دیں گے، هكذا افهمني حضرة الشيخؒ عند الدرس، یہ جو حدیث میں ہے کہ لڑائی دھوکہ کی چیز ہے، اس پر یعنی جواز خداع في الحرب پر تمام علماء کا اتفاق ہے خداع کی جو بھی صورت اختیار کی جائے بشرطیکہ وہ معاہدہ کے خلاف نہ ہو ورنہ غدر ہو گا جس کی شریعت میں اجازت نہیں، اسی لئے ذمیوں سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا، مسلمانوں کی طرح ان کیساتھ معاملہ کیا جاتا ہے، اسی عہد کیوجہ سے، یہی مطلب ہے اس حدیث کا جو آگے کسی باب میں آئے گی: الْإِيمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ [1]، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٢٦٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ. حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى غَيْرَهَا وَكَانَ يَقُولُ: «الْحَرْبُ خَدْعَةٌ» قَالَ أَبُو دَاوُد: "لَمْ يَجِئْ بِهِ إِلَّا مَعْمَرٌ يُرِيدُ قَوْلَهُ: «الْحَرْبُ خَدْعَةٌ» بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِنَّمَا يُرْوَى مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، وَمِنْ حَدِيثِ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ".

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ جنگ کا ارادہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری جگہ کو ذکر فرما کر اس جگہ کو مخفی رکھتے اور فرماتے تھے کہ جنگ داؤ (گھات) کا نام ہے۔

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في العدو يؤتى على غرة ويتشبه بهم ٢٧٦٩

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٨٧) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٨٨) صحيح البخاري - المغازي (٤١٥٦) سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٣٧) سنن الدارمي - السير (٢٤٥٠)

شرح الحدیث: كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى غَيْرَهَا: یہ بھی خدعہ ہی کے قبیل سے ہے، یعنی یہ کہ غزوہ کیلئے توریہ اختیار کیا جائے مثلاً جس طرف لڑائی کیلئے جانا ہے بجائے اس کے دوسری جہت کے بارے میں ظاہری طور پر معلومات کی جائیں، تاکہ اصل جگہ جو لڑائی کی ہے اس کا کسی کو پتہ ہی نہ چلے۔

۱۰۲ ۔ بَابٌ فِي الْبَيَاتِ

شب خون مارنا

٢٦٣٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، وَأَبُو عَامِرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «أَمَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَغَزَوْنَا نَاسًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَبَيَّتْنَاهُمْ نَقْتُلُهُمْ، وَكَانَ شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ أَمِتْ أَمِتْ» قَالَ سَلَمَةُ: «فَقَتَلْتُ بِيَدِي تِلْكَ اللَّيْلَةَ سَبْعَةَ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ».

ترجمہ: حضرت سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر بنا کر روانہ فرمایا تو ہم لوگوں نے مشرکین سے جہاد کیا پھر ہم لوگوں نے شب خون مارا اور ان کو قتل کیا۔ اس رات ہم لوگوں کے مخصوص کوڈ کا عنوان أَمِتْ أَمِتْ تھا۔ سلمہؓ نے بیان کیا کہ اس رات کو میں نے اپنے ہاتھ سے سات خاندان کے کفار کو قتل کیا۔

تخریج: سنن أبي داؤد - الجهاد (٢٦٣٨) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٤٠) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٦/٤)

شرح الحدیث: بیات کا مطلب یہ ہے کہ رات کے وقت میں غفلت کا وقت ہوتا ہے اس میں دشمن پر اچانک حملہ کر دینا جس کی بعض مرتبہ ضرورت پیش آتی ہے، فارسی میں اس کو شب خون کہتے ہیں، حدیث الباب میں بیات ہی کا ذکر ہے جس کو تبییت بھی کہتے ہیں، سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ اس رات میں نے اپنے ہاتھ سے مشرکین کے سات گھرانے نمٹا دیئے۔ اس حدیث میں شعار کا بھی ذکر ہے جو پہلے مستقل باب میں گزر چکا۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

۱۰۳ ۔ بَابٌ فِي لُزُومِ السَّاقَةِ

ساقہ (پچھلے رستہ میں) رہنے کا بیان

٢٦٣٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُمْ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ فَيُزْجِي الضَّعِيفَ، وَيُرْدِفُ وَيَدْعُو لَهُمْ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سفر کے دوران پیچھے رہ جاتے تو آپ ﷺ کمزور سواری کو ہنکا دیتے اور ضرورت مند کو اپنے ساتھ سوار فرما لیتے اور ان کے لئے دعا فرماتے۔

شرح الحدیث ساقہ سے مراد ساقۃ الجیش ہے، مقدمۃ الجیش کا مقابل، یعنی لشکر کا وہ دستہ جو سب سے پیچھے چلتا ہے، اور سب سے آگے چلنے والے کو مقدمہ، اور دائیں بائیں والے کو میمنہ اور میسرہ اور بیچ والے کو قلب کہتے ہیں، گویا لشکر کے پانچ حصے کر دیئے جاتے ہیں، اور اسی لئے اس کو خمیس بھی کہتے ہیں، لزوم الساقہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس دستہ میں چلے جو پیچھے والا ہے جیسا کہ حدیث الباب میں حضور ﷺ کے بارے میں آرہا ہے: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ، آپ ﷺ لشکر کے پیچھے پیچھے چلتے تھے، فَيُزْجِي الضَّعِيفَ، وَيُرْدِفُ وَيَدْعُو لَهُمْ راوی آپ کے پیچھے چلنے کی مصلحت بیان کر رہا ہے کہ اگر کسی کی سواری سست اور کمزور ہوتی تو اس کو ہانک دیتے، اور حسب ضرورت کسی کو اپنی سواری پر ردیف بنا لیتے، اور دوسری مصلحت یہ کہ پورے لشکر کیلئے جو آپ ﷺ کے سامنے ہوتا تھا اس کیلئے دعا فرماتے رہتے تھے۔

١٠٤ - بَابٌ عَلَى مَا يُقَاتَلُ الْمُشْرِكُونَ

مشرکین سے کس صورت پر جہاد کیا جائے؟

٢٦٤٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَإِذَا قَالُوهَا مَنَعُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک وہ اس کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں پھر جب وہ لوگ اس بات کا اقرار کر لیں تو ان لوگوں نے مجھ سے اپنے اموال اور اپنی جانوں کو محفوظ کر لیا مگر اس کلمۂ اسلام کے کسی حق کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ (اس سے مراد محصن کا زنا کرنا، اسلام کے بعد مرتد ہونا، نیز بلاوجہ کسی کو قتل کرنا)۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٨٦) صحيح مسلم - الإيمان (٢١) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٠٦) سنن النسائي - الجهاد (٣٠٩٠) سنن النسائي - الجهاد (٣٠٩٥) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧١) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧٢) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧٤) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧٦) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧٧) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧٨) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٤٠) سنن ابن ماجه - المقدمة (٧١) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٢٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٩/٢)

٢٦٤١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا، وَأَنْ يَأْكُلُوا ذَبِيحَتَنَا، وَأَنْ يُصَلُّوا صَلَاتَنَا، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَلَيْهِمْ

مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان کافر لوگوں سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نیز وہ ہمارے قبلہ کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھیں اور ہم لوگوں کا ذبح کردہ جانور کھائیں اور ہم لوگوں کے نماز کے طریقہ پر نماز ادا کریں پھر وہ کافر لوگ جب یہ تمام (کام) کرلیں تو ان کا مال اور خون ہم پر حرام ہے مگر کلمۂ اسلام کسی اور حق کی وجہ سے۔ ان کے وہی حقوق ہوں گے جو عام مسلمانوں کے ہیں اور وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو دوسرے مسلمانوں کی ہیں۔

۲۶۴۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ الْمُشْرِكِينَ» بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے مشرکین سے جنگ کرنے کا حکم ہوا اس کے بعد اسی طریقہ پر ذکر کیا جو کہ مندرجہ بالا حدیث میں مذکور ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٨٤) صحيح البخاري - الصلاة (٣٨٥) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٠٨) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٦٧) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٦٨) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٤٩٩٧) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٠٣) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٢٥)

شرح الاحادیث: یعنی مشرکین سے قتال کس بنیاد پر کرنا چاہئے اور کس صورت میں کرنا چاہئے، اور کیا اس سے مقصود ہونا چاہئے؟ یہ سب باتیں احادیث الباب میں غور کرنے سے سمجھ میں آرہی ہیں، أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ معلوم ہوا قتال سے مقصود اعلاء کلمۃ اللہ، اور ابطال کفر، یعنی کفر کو مٹانا ہے، کفار بالفرض اگر دوران قتال کلمہ پڑھنے لگیں تو یہ تو الگ بات ہے کہ وہ صدق دل سے پڑھ رہے ہیں یا جان بچانے کے واسطے، لیکن بہر حال کلمہ پڑھنے کے وقت ان سے ہاتھ روک لیا جائے گا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى کا مطلب یہی ہے یعنی ہم ظاہر کے مکلف ہیں بظاہر ان کے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ان کے ساتھ قتال نہیں کیا جائے گا، باطن کا حال مفوض الی اللہ ہے۔ اس کے بعد والی حدیث انسؓ میں یہ زیادتی ہے: وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا، وَأَنْ يَأْكُلُوا ذَبِيحَتَنَا، وَأَنْ يُصَلُّوا صَلَاتَنَا۔

یہ سب چیزیں بھی اسلام کی ظاہری علامات ہیں، تو مطلب یہ ہوا کہ جو شخص صورۃً کلمہ پڑھے گا اور کلمہ پڑھنے والوں کے جو ظاہری اعمال ہیں انکو اختیار کرے گا تو اسکو مسلمان سمجھا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے معتبر ہونے میں شعائر اسلام کا اعتبار ہوگا، چنانچہ مسلمانوں کے قبلہ کو اختیار کرنا اور اسکو اپنانا، اور مسلمانوں کے ہاتھ کے ذبیحہ کو جائز سمجھنا ان سب چیزوں کا اعتبار ہوگا، ایک شخص کلمہ تو پڑھتا ہے لیکن کعبہ کو اپنا قبلہ نہیں مانتا، یا مسلمان کے ذبیحہ کو ناجائز سمجھتا ہے، یا نماز کا انکار کرتا ہے، یہ سب چیزیں علامات کفر میں سے ہیں جیسے کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے لیکن اسکے ساتھ زنار بھی گلے میں ڈالتا ہے جو کہ کفر کے شعائر میں

سے ہے تو اسکا ظاہر اسلام بھی معتبر نہیں۔

یہ أمرت أن أقاتل الناس کتاب الزکاۃ[1] کے شروع میں گزر چکی، وحدیث أنس أخرجه البخاری تعلیقا، وأخرجه الترمذی والنسائی قاله المنذری۔

٢٦٤٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى الْحُرَقَاتِ فَنَذِرُوا بِنَا فَهَرَبُوا فَأَدْرَكْنَا رَجُلًا، فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَضَرَبْنَاهُ حَتَّى قَتَلْنَاهُ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟». فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا قَالَهَا مَخَافَةَ السِّلَاحِ. قَالَ: «أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَهَا أَمْ لَا؟ مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟» فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أُسْلِمْ إِلَّا يَوْمَئِذٍ.

ترجمہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو ایک سریہ حرقات (جہینہ کے قبائل کا نام حرقات ہے) کی جانب روانہ فرمایا ان لوگوں کو ہم لوگوں کی (آمد کی) خبر معلوم ہوگئی اور وہ فرار ہوگئے۔ ہم لوگوں نے اس قبیلہ کے ایک شخص (نرداس بن نہیک) کو پالیا جب ہم نے اس کو گھیر لیا تو وہ شخص لا إله إلا الله پڑھنے لگا لیکن ہم نے اس شخص کو مارا پیٹا یہاں تک کہ اسکو قتل کر دیا پھر میں نے آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے کلمہ لا إله إلا الله کے سامنے تمہاری قیامت کے دن کون مدد کرے گا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس شخص نے ہتھیار کے خوف سے لا إله إلا الله کہہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس شخص کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ تم کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس شخص نے ہتھیار کے خوف سے لا إله إلا الله کہا (تھا) یا کسی اور وجہ سے کلمہ پڑھا تھا؟ اس شخص کے اس کلمہ لا إله إلا الله کے سامنے تمہاری مدد کون شخص کرے گا؟ پھر آپ ﷺ یہی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔

تخریج صحيح البخاري - المغازي (٤٠٢١) صحيح البخاري - الديات (٦٤٧٨) صحيح مسلم - الإيمان (٩٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٤٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٠/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٧/٥)

شرح الحدیث حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں مقام حرقات کی طرف بھیجا، ان کو ہمارے جانے کی کسی طرح خبر ہوگئی وہ اپنی بستی چھوڑ کر بھاگ لئے لیکن پھر بھی ہم نے ایک دو کو ان میں سے پکڑ لیا، جب ہم نے ان کو گھیر لیا تو کہنے لگا: لا إله إلا الله، ہم نے اس کے باوجود اس کو قتل کر دیا (یہ سمجھ کر کہ محض جان بچانے کے لئے ایسا کر رہا ہے) واپسی میں میں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا مَنْ لكَ بِلا إله إلا الله يَوْمَ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - ١٥٥٦

الْقِيَامَةِ؟ جب قیامت کا دن ہو گا تو تو اسکے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کا کیا جواب دے گا، آپ ﷺ بار بار اس جملہ کو فرماتے رہے، وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اس شدید ناراضگی کی وجہ سے میں اپنے دل میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش میں اس حرکت سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا، بلکہ اس کے بعد لاتا، اور وہ گناہ جو مجھ سے صادر ہوا ہے بجائے حالت اسلام کے حالت کفر میں ہوا ہوتا، اور پھر اسلام لانے سے وہ مٹ جاتا۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٢٦٤٤ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ، فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقْتُلْهُ» . فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ قَطَعَ يَدِي. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقْتُلْهُ. فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ».

ترجمہ حضرت مقداد بن الاسود سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کسی مشرک سے میری جنگ میں مڈبھیڑ ہو جائے اور وہ مجھ سے لڑائی کرنے لگے اور میرا ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے اور اس کے بعد وہ شخص درخت کی آڑ میں چھپ جائے اور کہے کہ میں اللہ کیلئے اسلام لایا۔ کیا میں اسے اس بات کے کہنے کے بعد قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اسکو قتل نہ کر۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس شخص نے جو میرا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسکو قتل نہ کر اگر تم اس کو قتل کر دو گے تو وہ شخص تمہارے جیسا ہو جائے گا اور تم اس جیسے ہو جاؤ گے جس طرح تم قتل کرنے سے کامل مؤمن محفوظ الدم تھے جب تک کہ اس شخص نے یہ کلمہ نہ پڑھا تھا۔ (وہ کافر غیر محفوظ الدم تھا اب تمہارا خون بھی بہانا جائز ہو گا)۔

تخريج صحيح البخاري - المغازي (٣٧٩٤) صحيح البخاري - الديات (٦٤٧٢) صحيح مسلم - الإيمان (٩٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٤٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٦)

شرح الحديث حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اگر میری کسی کافر سے ملاقات ہو اور پھر میرے اور اس کے درمیان قتال شروع ہو جائے، اور وہ میرا ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے، پھر جب میں اس کی طرف متوجہ ہوں، یعنی قتل کرنے کیلئے تو وہ مجھ سے بچ کر کسی درخت کی آڑ میں ہو جائے اور جب میں اس پر وار کرنے لگوں تو وہ کہنے لگے: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، تو کیا اس حالت میں، میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ نہیں قتل کرنا چاہیے، آگے روایت میں یہ ہے: فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ۔

اس حدیث کے مطلب کو ذرا غور سے سمجھئے، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے اس کے باوجود اس کو قتل کیا تو (یاد رکھ) وہ تو ایسا ہو جائے گا جیسا تو تھا اس کے قتل کرنے سے پہلے، اور تو ایسا ہو جائے گا جیسا وہ تھا کلمہ پڑھنے سے پہلے۔

اس میں اشکال یہ ہے کہ وہ دشمن کلمہ پڑھنے سے پہلے کافر تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مسلمان اس کو قتل کرنے کی وجہ سے اس

دشمن کی طرح کافر ہو جائے گا، حالانکہ قتل مسلم سے آدمی کافر نہیں ہوتا، ہاں فاسق فاجر ہو جاتا ہے، یہ تو خوارج اور معتزلہ کا مسلک ہے کہ گناہ کبیرہ کیوجہ سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اس لئے اہل سنت نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس حدیث میں تشبیہ کفر و اسلام کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ لازم کفر اور لازم اسلام کے اعتبار سے ہے اور وہ ہے مباح الدم اور غیر مباح الدم ہونا، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ تو اس کے قتل کرنے کے بعد ایسا ہی مباح الدم ہو جائے گا جیسا کہ وہ دشمن کلمہ پڑھنے سے پہلے مباح الدم تھا لیکن کافر کا اباحت دم اسکے کفر کی بنا پر ہے اور اس مسلم قاتل کا قصاصاً، کذا فی البذل نقلاً عن القاری[1]، اور اگر کوئی توجیہ نہ کی جائے اور اسکو ظاہر پر رکھا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس صورت میں یہ حدیث مبالغہ فی الزجر والتوبیخ پر محمول ہوگی، ایک توجیہ اس میں یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے لیکن استحلال قتل کی صورت میں، یعنی کلمہ گو کے قتل کو حلال جان کر کیا جائے، والحدیث أخرجه البخاری و مسلم و النسائی، قاله المنذری۔

١٠٥ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ مَنِ اعْتَصَمَ بِالسُّجُودِ

سجدہ کرکے پناہ حاصل کرنے والے کفار کے قتل کی ممانعت

٢٦٤٥ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى خَثْعَمٍ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالسُّجُودِ، فَأَسْرَعَ فِيهِمُ الْقَتْلَ قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: «أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ». قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ؟ قَالَ: «لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رَوَاهُ هُشَيْمٌ، وَمَعْمَرٌ، وَخَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ، وَجَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا جَرِيرًا».

ترجمہ حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے قبیلہ خثعم کی جانب سریۃ (چھوٹا لشکر) روانہ فرمایا۔ ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں نے (جو کہ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن مشرکین کے ہمراہ ہی رہتے تھے) سجدہ کر کے قتل سے بچنا چاہا۔ لیکن ان مسلمانوں نے انہیں (کافر سمجھ کر) قتل کر دیا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ان کے ورثاء کو آدھی دیت دلوائی اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو کفار کے درمیان رہے۔ عرض کیا گیا کس وجہ سے (ان مسلمانوں کی دیت آدھی ہے؟) یارسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس وجہ سے کہ کافر اور مسلمان ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھیں۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا معمر، ہشیم، خالد اور ایک جماعت نے اس روایت میں جریر صحابیؓ کا ذکر کئے بغیر نقل کیا ہے۔

جامع الترمذي - السير (١٦٠٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٤٥)

شرح الحدیث حضور ﷺ نے ایک سریہ روانہ فرمایا قبیلہ خثعم کی طرف تو جب یہ سریہ وہاں پہنچا اور مقابلہ شروع ہوا تو

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ۷ ص ۸-۹

ان میں سے بعض لوگوں نے اپنا اسلام ثابت کرنے کیلئے سجود کے ذریعہ پناہ چاہی یعنی نماز کی طرح سجدہ کرنے لگے، یعنی بجائے اس کے وہ زبان سے کہیں کہ ہم مسلمان ہیں اسلام لا چکے ہیں، دلیل اسلام کو ان کے سامنے ظاہر کیا (تاکہ دعوی مع الدلیل ہو جائے) مگر سریہ نے ان کے اس فعل کی طرف التفات نہیں کیا، اور تیزی کے ساتھ قتل کرتے چلے گئے، جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان مقتولین کیلئے، یعنی ان کے ورثاء کیلئے قاتلین پر نصف دیۃ کا فیصلہ فرمایا، اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایسے مسلمان سے بری ہوں (یعنی اس کا ذمہ دار نہیں ہوں) جو باوجود مسلمان ہونے کے مشرکین کے درمیان اقامت گزیں ہو۔

یعنی یہ چند افراد قبیلہ خثعم کے جو اسلام لے آئے تھے اور اسلام لانے کے باوجود اپنی ہی جگہ مقیم رہے نہ وہاں سے منتقل ہوئے اور نہ حضور ﷺ کو اپنے اسلام کی اطلاع دی حالانکہ ان دو باتوں میں سے ایک ضروری تھی، تو ان کے مقتول ہو جانے میں خود ان کے فعل کو بھی دخل ہوا اسی لئے آپ ﷺ نے ان کیلئے نصف دیۃ کا فیصلہ فرمایا۔

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ؟ قَالَ: «لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا»: تَرَاءَى دراصل تتراءى تھا ایک تاء کو تخفیفاً حذف کر دیتے ہیں، اور نار ترکیب میں فاعل ہے فعل کا، رویت کی نسبت نار کی طرف مجازی ہے مراد اہل نار ہیں، صحابہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ ہونا یہ چاہئے کہ فریقین (یعنی مسلم وکافر) میں سے ایک کی آگ دوسرے کی آگ کو نہ دیکھے، یعنی مسلمین ومشرکین میں اتنا فاصلہ ہونا چاہئے کہ ان میں سے جو بھی اپنے گھر میں آگ جلائے، روشن کرے تو اس کی روشنی دوسرے کے گھر تک نہ پہنچے، یعنی اگر کسی بستی میں سے بعض لوگ اسلام لئے آئیں تو ان کو چاہئے کہ اب وہ وہاں نہ رہیں بلکہ وہاں سے ہجرت کر کے چلے جائیں جبھی تو ایک کی آگ دوسرے کی آگ کو نہیں دیکھے گی، اور اس واقعہ مذکورہ میں ان لوگوں نے ایسا کیا نہیں اسلئے ان کی نصف دیۃ واجب کی گئی، بجائے کامل کے۔

یہ جو صحابہؓ نے لِمَ سے سوال کیا ہے اس کا تعلق ماقبل کے دونوں جملوں سے ہو سکتا ہے أَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ سے بھی اور أَنَا بَرِيءٌ سے بھی۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

١٠٦ ـ بَابٌ فِي التَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ

کفار کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا

یعنی لڑائی کے دن لڑائی سے رخ موڑ کر واپس ہو جانا جو کہ حرام ہے عند وجود شرائط، حدیث میں اس کو کبائر میں شمار کیا گیا ہے۔

٢٦٤٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "نَزَلَتْ {إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ [1]} فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حِينَ

---

[1] اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر (سورة الأنفال ٦٥).

فَرَضَ اللهُ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ. ثُمَّ إِنَّهُ جَاءَ تَخْفِيفٌ فَقَالَ: { الْآنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ } . قَرَأَ أَبُو تَوْبَةَ إِلَى قَوْلِهِ { يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ } ". قَالَ: «فَلَمَّا خَفَّفَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خَفَّفَ عَنْهُمْ».

ترجمہ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ یعنی تم لوگوں میں سے اگر بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں تو سو پر غالب آجائیں گے۔ مسلمانوں پر یہ حکم گراں محسوس ہوا کہ ایک شخص دس افراد کے مقابلہ سے فرار نہ کرے پھر اس حکم میں تخفیف نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ تم لوگوں میں کمزوری ہے (پس یہ حکم نازل فرمایا) کہ اگر تم مسلمانوں میں سے سو ہوں تو وہ دو سو کفار پر غالب ہوں گے اور مسلمان ایک ہزار تو دو ہزار کفار پر غالب ہوں گے ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تعداد (مذکورہ) میں کمی فرمائی تو لوگوں کے صبر میں بھی اس قدر کمی واقع ہوگئی۔

شرح الحدیث اس آیت شریفہ میں جہاد سے متعلق ایک خاص حکم مذکور ہے، وہ یہ کہ دو سو کفار کے مقابلہ کیلئے بیس مسلمان کافی ہیں، یعنی کفار اگر مسلمان سے دس گنا ہوں تو مسلمانوں کیلئے مقابلہ واجب ہے فرار جائز نہیں، گویا شروع میں مصابرۃ الواحد بالعشرۃ اور مصابرۃ العشرۃ بالمئۃ واجب تھا، آگے آیت کریمہ میں یہ ہے: اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللهِ [1]، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں، اب ہم نے اس حکم میں تخفیف کردی تمہارے ضعف کے پیش نظر، لہذا اب ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ سو مسلمان دو سو کفار پر غلبہ کیلئے کافی ہیں، اور ایک ہزار مسلمان دو ہزار کفار پر غلبہ کیلئے کافی ہیں، گویا پہلے دس گنے کے ساتھ مقابلہ واجب تھا، بعد میں صرف دو گنے کے ساتھ وجوب رہ گیا، مصابرۃ الواحد بالعشرۃ کے بجائے مصابرۃ الواحد بالاثنین ہوگیا۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباسؓ یہی فرما رہے ہیں کہ حکم اول چونکہ مسلمانوں پر شاق تھا اسی لئے یہ تخفیف کی گئی۔

قَالَ: فَلَمَّا خَفَّفَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خَفَّفَ عَنْهُمْ: ابن عباسؓ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی تخفیف تعداد کے اعتبار سے فرمائی تھی اسی کے بقدر ان کے صبر و استقلال کے اندر کمی آگئی، تو گویا معاملہ جوں کا توں رہا، معلوم ہوا مشقت اور مصیبت کے بقدر اللہ تعالیٰ مرد مومن میں صبر و استقلال پیدا فرماتے ہیں، والحدیث أخرجه البخاری، قاله المنذری۔

٢٦٤٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ مِنْ سَرَايَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً، فَكُنْتُ فِيمَنْ

---

[1] اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر، اور اگر ہوں تم میں ہزار تو غالب ہوں دو ہزار پر اللہ کے حکم سے (سورۃ الأنفال ٦٦)

خاصَ قَالَ: فَلَمَّا بَرَزْنَا قُلْنَا: كَيْفَ نَصْنَعُ وَقَدْ فَرَرْنَا مِنَ الزَّحْفِ وَبُؤْنَا بِالْغَضَبِ؟ فَقُلْنَا: نَدْخُلُ الْمَدِينَةَ فَنَتَثَبَّتُ فِيهَا وَنَذْهَبُ وَلَا يَرَانَا أَحَدٌ. قَالَ: فَدَخَلْنَا فَقُلْنَا: لَوْ عَرَضْنَا أَنْفُسَنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَإِنْ كَانَتْ لَنَا تَوْبَةٌ أَقَمْنَا، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ ذَهَبْنَا. قَالَ: فَجَلَسْنَا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ. فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: نَحْنُ الْفَرَّارُونَ فَأَقْبَلَ إِلَيْنَا فَقَالَ: «لَا. بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ». قَالَ: فَدَنَوْنَا فَقَبَّلْنَا يَدَهُ. فَقَالَ: «إِنَّا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے بھیجے ہوئے لشکروں میں سے ایک لشکر (سریہ) میں وہ موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ (مشرکین کے مقابلہ سے) صحابہ کرامؓ بھاگ گئے ان لوگوں میں میں بھی شامل تھا۔ ہم لوگ جب میدانِ جنگ سے بھاگے تو ہم لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہئے کہ ہم لوگ مشرکین کے مقابلہ سے بھاگے ہوئے ہیں اور غضبِ الٰہی کو لے کر لوٹے ہیں۔ پھر ہم نے کہا مدینہ منورہ چلتے ہیں اور وہاں رات ٹھہریں گے اور پھر حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضری دیں گے اور کوئی شخص ہم کو دیکھنے نہ پائے۔ بہر حال ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے وہاں پر ہم نے کہا ہم لوگ خود کو آپ ﷺ کے روبرو پیش کریں۔ اگر ہم لوگوں کی توبہ قبول ہو جائے تو ہم مدینہ میں رکیں گے اگر کوئی اور بات ہوئی تو مدینہ سے کوچ کر جائیں گے پھر ہم لوگ پہنچے اور بیٹھ گئے اور نمازِ فجر سے قبل آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ جب آپ نکلے تو ہم لوگ کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ بھگوڑے ہیں۔ آپ ﷺ ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: نہیں تم لوگ پھر لوٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔ عبداللہ نے کہا: ہم لوگ یہ بات سن کر خوش ہو گئے اور آپ ﷺ کے قریب ہوئے اور آپ ﷺ کے دست مبارک چومے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں مسلمانوں کی پناہ کی جگہ ہوں۔

تخریج: جامع الترمذي - الجهاد (١٧١٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٤٧)

شرح الحدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنا ایک واقعہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے بیان کر رہے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک سریہ میں تھا حضور ﷺ کے سرایا میں سے ہمارے سریہ والے انہزام اور شکست کی وجہ سے لڑائی سے بھاگ گئے، میں بھی بھاگنے والوں میں سے تھا، پس جب ہم میدان جنگ سے نکل چلے آئے تو ہم سوچنے لگے بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب کیا کریں ہم تو لڑائی سے بھاگے ہوئے ہیں، اور لوٹے ہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ، یعنی ایسا کام کر کے لوٹ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے غضب کا باعث ہو، تو ہم نے آپس میں یہ صلاح اور مشورہ کیا کہ مدینہ میں داخل ہو جائیں، بظاہر مراد یہ ہے کہ رات کے وقت پوشیدہ طریقہ سے، پھر ٹھہرے رہیں یعنی اپنے گھروں میں، تاکہ وہاں سے جائیں آپ کی خدمت میں یعنی دن میں، یعنی مدینہ میں رات کے وقت میں داخل ہو کر اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جائیں رات میں کوئی دیکھے گا بھی نہیں، پھر صبح ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے، وہ فرماتے ہیں، چنانچہ ہم

مدینہ میں داخل ہوگئے پھر حسب تجویز وارادہ صبح ہونے پر حضور ﷺ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا یہ سوچتے ہوئے کہ اگر ہمارا قصور معاف ہو جاتا ہے تو مدینہ میں ٹھہرے رہیں گے اور اگر ایسا نہ ہوا تو مدینہ سے کہیں دور چلے جائیں گے، چنانچہ یہی سارا مضمون ذہن میں رکھتے ہوئے صبح کی نماز سے قبل ہم سب ساتھی آپ ﷺ کے حجرہ کے دروازہ پر جا کر بیٹھ گئے، جب حضور ﷺ باہر تشریف لائے تو ہم آپ کو دیکھ کھڑے ہوئے، اور اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے آپ ﷺ سے عرض کیا: نَحْنُ الْفَرَّارُونَ کہ ہم سب میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والے ہیں آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لَا. بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم تو لوٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو (آپ ﷺ کا یہ طرز عمل اور کلام سنکر ہماری جان میں جان آگئی اور آپ پر جان نثار ہونے لگے، چنانچہ آگے روایت میں ہے) پس ہم آپ کے اور قریب ہوئے اور ہم سب نے آپ ﷺ کی دست بوسی کی، آپ نے مزید توجہ فرمائی اور فرمایا: إِنَّا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ کہ میں مسلمانوں کی جائے پناہ ہوں اور مرکزی فوج کے قائم مقام ہوں، آپ ﷺ نے ان کو عکارون فرمایا، یعنی متحیزون اور یہ اشارہ ہے اس آیت شریفہ کی طرف وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ [1] یعنی جو شخص میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوتا ہے، مگر اس حکم سے دو مستثنیٰ ہیں ایک متحرف لقتال، اور ایک متحیز الی فئة یعنی یہ دو شخص فرار عن الزحف کی وعید میں داخل نہیں، اور آپ ﷺ نے ابن عمرؓ کے اس سریہ کو متحیزاً الی فئة میں سے قرار دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان فوجی مختصر اور ناکافی ہونیکی وجہ سے میدان جنگ سے اسلئے لوٹے تاکہ مرکزی فوج سے تعاون حاصل کریں تو پھر یہ اس وعید میں داخل نہیں، اور یہ فرار، فرار نہیں، اسی طور پر حضور ﷺ ان لوگوں سے فرمارہے ہیں اور تسلی دے رہے ہیں کہ تمہارا یہ بھاگنا فرار نہیں ہے بلکہ تحیز الی فئة ہے، مدینہ منورہ اور حضور ﷺ بمنزلہ مرکزی فوج کے ہیں، لہٰذا تم لوگ تو دوبارہ مقابلہ کیلئے یہاں میرے پاس مدد لینے کیلئے آئے ہو، ابن ابی حاتم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا، ان کی روایت میں یہ زیادتی ہے وَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ "أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ"، کذا فی تفسیر ابن کثیر، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح فرمایا تھا، جب جنگ جسر میں ابو عبیدؓ شہید کر دیئے گئے لشکر مجوس کی کثرت کیوجہ سے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: لَوْ تَحَيَّزَ إِلَيَّ لَكُنْتُ لَهُ فِئَةً کہ اگر وہ میری طرف چلے آتے یعنی بطور مدد طلب کرنے کے تو میں ان کیلئے فِئَةً ثابت ہوتا [2] آیۃ کریمہ میں دوسرا استثناء اس شخص کیلئے ہے جو متحرف لقتال ہو یعنی کسی جنگی مصلحت سے فوج اپنی شکست ظاہر کر کے پیچھے ہٹنے لگے، جیسا کہ بعض مرتبہ قتال میں ایسا بھی کیا جاتا ہے دشمن پر فتح حاصل کرنے کیلئے۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجه. قاله المنذری۔

---

[1] اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ اس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جاملتا ہو فوج میں سو وہ پھرا اللہ کا غضب لے کر (سورۃ الأنفال ۱۶)

[2] تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) — ج ۷ ص ۳۶

٢٦٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: " نَزَلَتْ فِي يَوْمِ بَدْرٍ { وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ } ".

ترجمة: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ: وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ یعنی جو شخص لڑائی سے اپنی پشت پھیرے اس پر اللہ کا غضب نازل ہو گا یہ آیت غزوۂ بدر کے دن نازل ہوئی۔

شرح الحديث: یعنی یہ آیت شریفہ جنگ بدر کے بارے میں نازل ہوئی تھی، یوم کا اطلاق حرب کے معنی میں بھی ہوتا ہے کہ کما قیل ایام العرب حروبہا۔

جاننا چاہئے کہ تولی یوم الزحف جمہور علماء کے نزدیک، جس پر اکثر کا اتفاق ہے حرام ہے، اور یہ حکم ان کے یہاں دائمی ہے، ہمیشہ کیلئے، جنگ بدر کے ساتھ خاص نہیں، جنگ بدر میں تولی کے بارے میں نص قطعی ہے اور اس پر شدید وعید ہے، قرآن کریم میں مذکور ہے، لہذا اس کے بارے میں تو کسی کا اختلاف ہے ہی نہیں، اگر اختلاف ہے تو جنگ بدر کے علاوہ باقی حروب میں ہے، جمہور کا مسلک تو یہی ہے کہ جو حکم بدر کا ہے وہی حکم اس کے مابعد کی لڑائیوں کا ہے، لیکن یہ ایک قید کے ساتھ مشروط ہے وہ یہ کہ کفار مثلین سے زیادہ نہ ہوں، اور اگر وہ دوگنے سے زائد ہیں تو اولی تو اس وقت بھی یہی ہے کہ فرار نہ ہو جائے، لیکن بہر حال جائز ہے ابھی قریب میں گزرا ہے مصابرة الواحد بالعشرة اور مصابرة الواحد بالاثنین کا بیان، اور اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ تولی یوم الزحف کی حرمت خاص ہے جنگ بدر کے ساتھ جس کے چند قرائن ہیں، مثلاً خود آیت میں تصریح ہے يَوْمَئِذٍ کی اس سے مراد جنگ بدر ہے، دوسرے یہ کہ جنگ بدر کے بعد جنگ احد میں صحابہ کا فرار پایا گیا اور کوئی اس پر وعید اور تعنیف نہیں کی گئی، اسی طرح یوم حنین کے اندر بھی تولی پائی گئی، کما قال اللہ تعالیٰ: ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ [1] اس دوسری رائے کے قائلین میں صحابہؓ میں سے ابو سعید خدریؓ اور تابعینؒ میں سے، نافعؒ، حسنؒ، قتادہؒ وغیرہ حضرات ہیں، یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت جو جنگ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس میں فرار عن الزحف پر وعید شدید ہے، منسوخ الحکم ہے آیت الضعف نے آکر اسکو منسوخ کر دیا: اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا اس جماعت کے نزدیک اس دوسری آیت کے نزول کے بعد حکم اول منسوخ ہو گیا اور فرار من الزحف کبیرہ نہیں رہا، جمہور یہ کہتے ہیں کہ جنگ بدر والی آیت کا حکم منسوخ نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے ہے، لیکن بشرط الضعف یعنی اگر مشرکین دوگنے سے زائد نہ ہوں، اور آیت وعید کے منسوخ نہ ہونیکی دلیل یہ ہے کہ آیت وعید کا نزول انقضائے حرب اور قتال کے بعد ہوا ہے، پھر منسوخ کیسے ہو سکتا ہے، قرطبیؒ فرماتے ہیں: وإلى هذا ذهب مالك والشافعي وأكثر العلماء. وفي صحيح مسلم عن أبي هريرة أن رسول الله صَلَّى اللهُ

[1] پھر ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر (سورۃ التوبۃ ٢٥)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: اجتنبوا السبع الموبقات [1]، اور اس حدیث میں منجملہ سات موبقات کے تولی یوم الزحف بھی ہے، قال القرطبی: وهذا نص في المسألة [2]، رہی یہ بات کہ جنگ احد میں فرار پایا گیا تھا، جواب یہ ہے کہ وہاں پر فرار اکثر من الضعف سے تھا ولا خلاف في جوازه، اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ان پر تعنیف نہیں کی گئی، اور یہی حال فرار یوم حنین کا ہے، اور وہ جو کہتے ہیں کہ آیت وعید یوم بدر کے ساتھ خاص ہے اسلئے کہ آیت میں یَوْمَئِذٍ کی تصریح ہے جمہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس سے مراد یوم بدر نہیں ہے بلکہ مطلق یوم الزحف ہے جس پر باری تعالیٰ کا قول اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا [3] دال ہے، لہذا تخصیص کی بنیاد ہی ختم ہو گئی، اور یہ جو حدیث الباب میں ابن عمرؓ کے فرار کا واقعہ مذکور ہے اس میں دونوں احتمال ہیں ہو سکتا ہے انکا فرار من الضعف ہو، دوسرا یہ کہ اکثر من الضعف سے ہو [4]، اگر ثانی ہے پھر تو کوئی اشکال نہیں، اور اگر پہلی صورت ہے تو حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ ہے کہ چونکہ یہاں قصہ میں انکی ندامت بلکہ شدت ندامت مذکور ہے جو کہ حقیقت توبہ ہے اسلئے یہ لوگ وعید میں داخل نہ ہوئے، اور آپ نے بھی انکو درگزر فرما دیا، امام قرطبیؒ نے اس ذیل میں بعض علماء جس میں ابن الماجشون بھی ہیں سے یہ نقل کیا ہے کہ مسئلہ فرار میں ضعف و قوت اور عدد کا لحاظ بھی ضروری ہے، لہذا مسلمین اور مشرکین کی تعداد برابر ہونے کی صورت میں بھی اگر قوۃ اور عدہ کے لحاظ سے مشرکین مسلمانوں سے دوگنے ہوں تب بھی فرار جائز ہے، وہ فرماتے ہیں: لیکن جمہور کے نزدیک جب تک مشرکین دوگنے سے زائد نہ ہوں فرار جائز نہیں، اور زیادتی کی صورت میں بھی صبر واستقلال اولیٰ ہے، پھر اسکے بعد انہوں نے صحابہ کی بعض لڑائیوں کو مثال میں پیش کیا کہ جیسے غزوہ موتہ میں مسلمان لشکر جس کی تعداد صرف تین ہزار تھی وہ دو لاکھ کے مقابلہ میں ڈٹا رہا، جس میں ایک لاکھ تو رومی تھے یعنی عجمی، اور ایک لاکھ قبیلہ لخم وجزام عرب تھے [5]، الی آخر ما ذکر. والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

وهذا آخر ما اردت ايراده في هذا الباب، والى هنا تم الجزء الثالث من بذل المجهود نسأل الله تعالى التوفيق والتسديد في جميع الخيرات واتمام هذا الشرح، وما ذلك على الله بعزيز.

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَا، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ» (صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب بيان الكبائر وأكبرها ٨٩)

[2] الجامع لأحكام القرآن للقرطبي - ج ٩ ص ٤٧٣

[3] جب بھڑو تم کافروں سے میدان جنگ میں (سورة الأنفال ١٥)

[4] شراح کا میلان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کے جو فرار کے قصے پیش آئے وہ اکثر من الضعف ہی کے ہیں جو اصولاً جائز ہیں پھر اس پر یہ اشکال ہوگا کہ اکثر من الضعف سے فرار تو ویسے بھی جائز ہے تحیز الی فئۃ ہو یا نہ ہو، پھر آپ اس کو تحیز الی فئہ پر کیوں محمول فرما رہے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے حال کے پیش نظر، اس لئے کہ وہ تو تین گنے اور چوگنے سے بھی فرار عام طور سے نہیں کرتے تھے، لہذا ان کی تسلی کے لئے۔

[5] الجامع لأحكام القرآن للقرطبي - ج ٩ ص ٤٧١